

نظم المحصلين باحوال المصنفين

يعني

حالات مصنفين در نظامی

مع قرة العيون في تذكرة الفنون

مع إضافات جديدة

حضرت مولانا محمد طیف گنگوہی

فہل دارالعلوم دیوبند

ظفرِ محصلین باحوالِ المصنفین

یعنی

حالاتِ مصنفین در نظامی

مع قرة العیون فی تذکرة الفنون

مع اضافاتِ جدیدہ

حضرت مولانا محمد ضیف گنگوہی
فاضل دارالعلوم دیوبند

دارالاسلام

اردو بازار ایم۔ ای۔ جاع روڈ ۵ کراچی۔ ۱

کاپی رائٹ رجسٹریشن نمبر : 3793

جملہ حقوق محفوظ

طباعت : مارچ 2000ء
باہتمام : خلیل اشرف عثمانی
پرپریس : احمد پرنٹنگ کارپوریشن

ملنے کے پتے

بیت القرآن اردو بازار کراچی	ادارۃ المعارف کورنگی کراچی نمبر ۱۴
بیت العلوم ۳۶ ناٹھ روڈ، پرانی انارکلی لاہور	ادارۃ الاسلامیات ۱۹۰، انارکلی لاہور
مکتبہ رحمانیہ ۱۸ اردو بازار لاہور	ادارۃ القرآن 437/D گارڈن ایسٹ سبیلہ کراچی
مکتبہ سید احمد شہید الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور	مکتبہ دارالعلوم کورنگی کراچی نمبر ۱۴
مکتبہ رشیدیہ مدینہ مارکیٹ، راجہ بازار راولپنڈی	کشمیر بک ڈپو، چنیوٹ بازار فیصل آباد
الفیصل تاجران کتب اردو بازار لاہور	یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور



الاحساء

نیل و معدن اور تحفہ سابقہ کی طرح

تحفہ لاحقہ یعنی نطفہ لمحصلین باحوال المصنفین

بھی مرکز علم و ادب

دارالعلوم دیوبند

کی طرف منسوب کرنیکی

سعادت حاصل کر رہا ہوں جس کے دامن

تربیت میں پل کر میں اس علمی کاوش

کے قابل ہوا

محمد حنیف غفرلہ گنگوہی

فہرست کتب جن سے پیش نظر تالیف میں استفادہ کیا گیا

نمبر شمار الف	اسماء کتب	مجلدات	مصنف	سنہ وفات
ابن ماجہ اور علم حدیث	۱	مولانا محمد عبدالرشید صاحب نعمانی	مدظلہ	
اتحاف النبلاء	۱	نواب صدیق حسن خاں بھوپالی	۱۳۰۷ھ	
آثار الصنادید	۱	جواد الدولہ سر سید احمد خاں		
احوال و اشعار شیخ بہائی	۱	علامہ سعید نفیسی		
اخبار الحکماء	۱	وزیر جمال الدین قحطی		
استاذ العلماء	۱	مولانا حبیب الرحمن خاں شروانی		
امام رازی	۳	مولانا عبدالسلام صاحب ندوی	۵۵۶۲ھ	
انساب سمعانی	۱	حافظ ابوسعید عبدالکریم بن محمد مروزی	۱۱۷۶ھ	
انفاس العارفین	۱	شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی		
انوار العارفین	۱	حافظ محمد حسین مراد آبادی		
آئینہ اودھ	۱	سید محمد ابوالحسن مانچہری		
بانی ہندوستان	۱	مولوی عبدالشاہد خاں شروانی	۱۲۳۹ھ	
بستان المحدثین	۱	شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی	۹۱۱ھ	
بغیۃ الوعاۃ	۱	علامہ جلال الدین سیوطی		
تاریخ الاطباء	۱	شمس الاطباء حکیم غلام جیلانی		
تحفہ سامی	۱	شیخ سام مرزائی صفوی		
تذکرۃ الاعزاز	۱	مولانا محمد انظر شاہ بن محمد انور شاہ کشمیری	مدظلہ	
تذکرۃ الصالحین	۱	مولانا عبدالہادی لکھنوی		
تذکرۃ علماء فرنگی محل	۱	مولوی عنایت اللہ فرنگی محلی		
تذکرہ علماء ہند	۱	مولوی عبدالشکور عرف رحمان علی بن شیر علی	۱۳۰۷ھ	
تذکرہ غوثیہ	۱	مولوی گل حسن شاہ پانی پتی	۸۵۲ھ	
التحلیقات السنیہ	۱	مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی		
تقریب التہذیب	۱	حافظ ابن حجر عسقلانی		
الجواهر الضعیفہ	۱	شیخ محی الدین ابو محمد عبدالقادر بن ابی الوفا قرشی	۷۷۵ھ	
حبیب السیر	۳	علامہ غیاث الدین حسینی		
حجۃ اللہ الباتحہ	۲	حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی	۱۱۷۶ھ	
حدائق حنفیہ	۱	مولوی فقیر محمد بن حافظ محمد سفارش	بعد ۱۳۰۲ھ	
حسن الحاضرہ	۱	علامہ جلال الدین سیوطی	۹۱۱ھ	
حیات ولی	۱	حافظ رحیم بخش دہلوی		

نمبر شمار	اسماء کتب	مجلدات	مصنف	سنہ وفات
خزینۃ الاصفیاء	۲	مفتی غلام سرور لاہوری	۱۱۱۱ھ	
خلاصۃ الاثر	۴	محمد بن فضل اللہ محی و مشقی		
دائرة المعارف	۱۲	بطرس بن یونس بن عبد اللہ بن کرم ہستانی	۱۸۸۳ھ	
درۃ القواص	۱	ابو محمد قاسم بن علی حریری	۵۱۵ھ	
رشحات عین الحیاة	۴	شیخ صفی علاء الدین واعظ کاشفی		
روح البیان	۱	شیخ اسماعیل حق آفندی		
روضات الجنات	۱	شیخ محمد باقر بن امیر زین العابدین		
سلسلۃ المسجد	۱	نواب صدیق حسن خاں بھوپالی	۱۳۰۷ھ	
سلک الدرر	۴	شیخ ابوالفضل سید محمد خلیل آفندی		
سیر العلماء		حکیم بہاد الدین صدیقی گوپاموی	۱	
شاہ ولی اللہ	۱	مولوی عبد القیوم مظاہری	۱۰۸۹ھ	
شذرات الذہب	۷	شیخ عبدالحی بن العماد حنبلی		
الشقائق المنعمانیہ	۲	احمد بن مصطفی طاش کبری زادہ رومی	۹۶۲ھ	
ضوء اللامع	۱۲	شیخ شمس الدین بن محمد بن عبد الرحمن سخاوی	۹۰۲ھ	
طبقات الکبری	۶	قاضی تاج الدین عبد الوہاب بن السبکی	۷۷۱ھ	
طرب الاماثل	۱	مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی	۱۳۰۷ھ	
علماء ہند کاشانہ ارماضی	۴	مولانا محمد میاں صاحب		
ذوات الوفیات	۲	شیخ محمد شاکر بن احمد الکتبی	۷۶۳ھ	
القوائد السببیہ	۱	مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی	۱۳۰۷ھ	
کتاب الاعلام	۱۰	علامہ خیر الدین زرکلی		
کشف الظنون	۲	حاجی خلیفہ مصطفی بن عبد اللہ معروف	۱۰۶۷ھ	
محمد شین عظام	۱	سولانا نقی الدین ندوی		
مولانا محمد احسن نانوتوی		محمد ایوب قادری		
معجم البلدان		شیخ ابو عبد اللہ یاقوت حموی	۶۲۶ھ	
معجم العظمی				
معجم المؤلفین	۱۴	شیخ عمر رضا کمالہ		

نمبر شمار اسماء کتب مجلدات مصنف

سیر وفات

۵۹۶۲

احمد بن مطہ طاش کبری زادہ رومی

۲

مفتاح السعادت

۵۸۰۸

قاضی القضاۃ عبدالرحمن بن محمد

۱

مقدمہ ابن خلدون

خلدون حفری

مدظلہ

مولوی احمد رضا صاحب بجنوری

۲

مقدمہ انوار الباری

۵۱۳۰۷

مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی

۱

مقدمہ عمدۃ الزعایہ

(۱)

علامہ عبدالحی بن فخر الدین حسنی

۵

نزهۃ الخواطر

مولوی سید مناظر احسن گیلانی

۲

نظام تعلیم و تربیت

۵۱۳۰۷

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی

۱

الوشی المرقوم

شیخ محمد یحییٰ بن محمد امین عباسی الہ آبادی

۱

وفیات الاعلام

۵۶۸۱

قاضی شمس الدین احمد بن محمد

۲

وفیات الاعیان

معروف بابا بن خلکان

شیخ امین احمد رازی

۱

ہفتہ اقلیم

فہرست مضامین کتاب ظفر المحصلین باحوال المصنفین

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۲۰	(۷) صاحب الفوز الکبیر	۳۳	تحصیل علوم	۲۱	دیباچہ
۲۱	نام و نسب اور کنیت	۳۴	درس و تدریس	۲۵	القرآن الکریم
۲۲	ولادت باسعادت	۳۵	تصانیف	۲۶	نزل قرآن
۲۳	والد ماجد	۳۶	وفات	۲۷	نزل کے لحاظ سے آیات و
۲۴	تعلیم و تربیت	۳۷	جلالین شریف	۲۸	سور کی قسمیں
۲۵	تحصیل علوم کی تفصیل	۳۸	علامہ الورود مغالطہ	۲۹	حفظ قرآن و کتابت فرمان
۲۶	عقد نکاح	۳۹	اور بچاؤ کی شکل!	۳۰	جمع و ترتیب
۲۷	بیعت و دستار بندی	۴۰	جلالین اور اس کا ماخذ	۳۱	جمع و ترتیب میں غایت احتیاط
۲۸	اجازت تجوید و قرأت	۴۱	حواشی جلالین	۳۲	جمع قرآن بدور عثمانی
۲۹	اجازت بیعت و وفات والد	۴۲	(۵) صاحب جلالین (اول)	۳۳	سور قرآنی کی تعداد
۳۰	درس و تدریس	۴۳	نام و نسب اور سکونت	۳۴	آیات و کلمات اور حروف
۳۱	طریقہ تعلیم	۴۴	تحصیل علوم	۳۵	کی تعداد
۳۲	طریقہ سرحدیث	۴۵	علماء فحول کی فحش ترین غلطی	۳۶	(۱) صاحب تفسیر بیضاوی
۳۳	علمی استغراق	۴۶	درس و تدریس اور افتاء	۳۷	نام و نسب اور سکونت
۳۴	سفر حجاز	۴۷	قوت حافظہ	۳۸	تحقیق بیضاء
۳۵	فیوض حرمین	۴۸	عزت و گوشہ نشینی	۳۹	علمی مقام و جلالت شان
۳۶	شاہ صاحب کے حجازی اساتذہ	۴۹	استغناء و بے نیازی	۴۰	علمی کارنامے
۳۷	فراہمی کتب	۵۰	کرامات و خرق عادات	۴۱	تفسیر بیضاوی اور اس کا ماخذ
۳۸	حجاز سے واپسی	۵۱	زیارت رسالت	۴۲	تفسیر بیضاوی کی اہمیت
۳۹	اصحاب و تلامذہ	۵۲	اور شیخ السنہ کا خطاب	۴۳	قاضی صاحب کی تعریف پر
۴۰	شاہ صاحب کے ہمعصر سلاطین مغلیہ	۵۳	علمی کارنامے	۴۴	نواب صاحب کا بیجا اعتراض
۴۱	شاہ صاحب کے زمانے میں	۵۴	سیوطی دامن سرور کلامیہ	۴۵	دنیاۓ فانی سے رحلت
۴۲	ہندوستان کی عام حالت	۵۵	سے بے داغ ہے	۴۶	حواشی بیضاوی
۴۳	شاہ صاحب کے اصلاحی کارنامے	۵۶	جلالین شریف	۴۷	بیضاوی پر تعلیقات
۴۴	شاہ صاحب موجد علوم ہیں	۵۷	وفات	۴۸	تخارج احادیث بیضاوی
۴۵	شان مجددیت	۵۸	(۶) صاحب تفسیر منظری	۴۹	حل ابیات بیضاوی
۴۶	شاہ صاحب کا مقام عظمت	۵۹	نام و نسب اور سنہ پیدائش	۵۰	(۲) صاحب تفسیر ابن کثیر
۴۷	تحدیث نعمت و تحمید الہی	۶۰	تحصیل علوم	۵۱	نام و نسب اور پیدائش
۴۸	آہ اے ظالم یہ تو نے کیا کیا؟	۶۱	مطالعہ کتب	۵۲	تحصیل علوم
۴۹	وفات حسرت آیات	۶۲	تحصیل علوم باطنی	۵۳	علمی مقام اور درس و تدریس
۵۰	الباقیات الصالحات	۶۳	جلالت شان و علوم مقام	۵۴	علمی خدمات
۵۱	اخلاق و عادات	۶۴	طاعت و زہد و خدمت خلق	۵۵	تفسیر ابن کثیر
۵۲	شاہ صاحب کا مسلک	۶۵	تصنیفات و تالیفات	۵۶	وفات
۵۳	تقلید حقیقت کا واضح ثبوت	۶۶	وفات	۵۷	(۳) صاحب مدارک
۵۴	طرز تحریر اور تصنیفی خصوصیات	۶۷	بابرکت کفن	۵۸	(۴) صاحب جلالین (ثانی)
۵۵	شعر و شاعری	۶۸	الباقیات الصالحات	۵۹	نام و نسب و سکونت

عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
علمی خدمات	۵۲	تحصیل علوم	۶۱	شیوخ و اساتذہ	۷۱
(۸) صاحب شاطبیہ	۵۵	درس و تدریس	۷۱	درس و تدریس	۷۲
نام و نسب اور پیدائش	۷۱	حلقہ تلامذہ	۷۱	علمی تعمق	۷۱
تحصیل علوم	۷۱	وفات	۷۱	تفقہ اور استنباط	۷۱
قوت حافظہ	۷۱	(۱۳) صاحب مؤطا	۷۱	اصحاب و تلامذہ	۷۱
احترام علوم و کثرت فیض	۷۱	نام و نسب	۷۱	خصوصی تلامذہ	۷۱
سفر مصر اور شاہی اعزاز	۷۱	سنہ پیدائش	۷۱	مالی امداد	۷۱
کشف و کرامات	۷۱	حلیہ مبارکہ	۷۱	حسن اعتراف	۷۱
تصنیفات	۵۶	تحصیل علوم	۷۱	عام طلباء کے ساتھ	۷۱
زیارت نبی کریم ﷺ	۷۱	اساتذہ و شیوخ	۷۱	حسن سلوک	۷۱
وفات و مدفن	۷۱	علوشان و علمی مقام	۷۱	معمولات زندگی	۷۱
قصیدہ لامیہ و رائیہ	۷۱	جامع اوصاف کمال	۷۱	وفات	۷۱
شرح شاطبیہ	۷۱	شجر علمی کے باوجود لا علمی	۷۱	وفات کے بعد	۷۱
شاطبیہ پر تکمیل	۷۱	کا اعتراف	۷۱	حسن خداداد	۷۱
مختصرات شاطبیہ اور	۷۱	درس و تدریس	۷۱	تصنیفات	۷۱
اس کے خلاصے!	۷۱	وقار مجلس	۷۱	مؤطا امام محمد	۷۱
(۹) صاحب طیبہ	۵۷	تلامذہ و اصحاب	۷۱	(۱۵) صاحب الجامع الصحیح	۷۱
(۱۰) صاحب مقدمہ جزیریہ	۵۸	سنت نبویہ کی تعظیم و توقیر	۷۱	نام و نسب	۷۱
نام و نسب اور سکونت	۷۱	حب مدینہ	۷۱	تحقیق بروزبہ	۷۱
سن پیدائش	۷۱	آپ کے فضل و کمال	۷۱	خاندانی حالات	۷۱
تحصیل علوم	۷۱	کا اعتراف	۷۱	والد بزرگوار اور جد امجد	۷۱
درس و تدریس	۷۱	امام مالک کا ابتلاء	۷۱	سنہ پیدائش	۷۱
قلمیہ تیموریہ	۷۱	وفات	۷۱	والدہ کی مستجاب دعا	۷۱
عبادت الہی	۷۱	وفات کے بعد	۷۱	امام صاحب کا بچپن	۷۱
تصانیف و تالیفات	۷۱	الباقیات الصالحات	۷۱	آغاز تعلیم اور ابتدائی دور	۷۱
شعر و شاعری	۷۱	تصنیفات	۷۱	زیارت حرمین	۷۱
وفات	۷۱	مؤطا امام مالک	۷۱	سمع حدیث و طلب فقہ	۷۱
باقیات صالحات	۷۱	زمانہ تالیف	۷۱	کے لئے اسفار	۷۱
شرح و حواشی جزیریہ	۷۱	وجہ تسمیہ	۷۱	اخذ حدیث میں غایت احتیاط	۷۱
(۱۱) صاحب فوائد مکیہ	۷۱	کتب حدیث میں مؤطا کا مقام	۷۱	شیوخ و اساتذہ	۷۱
نام و نسب اور اصلی وطن	۷۱	موطا کی مقبولیت	۷۱	درس و تدریس	۷۱
تفصیلی حالات	۷۱	روایات کی تعداد	۷۱	اصحاب و تلامذہ	۷۱
وفات	۷۱	مؤطا کے روائے	۷۱	غیر معمولی حافظہ	۷۱
علمی یادگار	۷۱	شرح و حواشی مؤطا مالک	۷۱	بے نظیر حافظہ کے چند	۷۱
حواشی فوائد مکیہ	۷۱	(۱۳) امام محمد	۷۱	ہوش ربا واقعات	۷۱
(۱۲) صاحب خلاصۃ البیان	۷۱	نام و نسب	۷۱	علماء اعلام کا حسن اعتراف	۷۱
نام و نسب اور اصلی وطن	۷۱	تحصیل علوم	۷۱		
		شب بیداری اور لذت علم	۷۱		

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۱۰۳	وفات	۹۲	حواشی و شروحات	۸۲	علماء کی نظر میں بخاری کی
۱۰۴	تصنیفات	۹۳	(۱۶) امام مسلم	۸۱	نظر ایک کسوٹی ہے
۱۰۵	سنن ابو داؤد	۹۴	نام و نسب	۸۰	استغناء و بے نیازی
۱۰۶	وجہ تالیف	۹۵	مولد و مسکن	۷۹	محل تہمت سے غایت احتیاط
۱۰۷	زمانہ تالیف	۹۶	سنہ پیدائش	۷۸	امام بخاری کا زہد و تقویٰ
۱۰۸	تعداد روایات	۹۷	سمع حدیث کے لئے سفر	۷۷	ان تعبد اللہ کانک تراه
۱۰۹	ابو داؤد کی ملاحظات	۹۸	شیوخ و اساتذہ	۷۶	کی عملی تفسیر
۱۱۰	تنبیہ	۹۹	اصحاب و تلامذہ	۷۵	ارحموا من فی الارض یرحمکم
۱۱۱	سنن ابو داؤد کی	۱۰۰	اخلاق و عادات، زہد و تقویٰ	۷۴	من فی السماء کا عملی نمونہ
۱۱۲	طویل السند احادیث	۱۰۱	آپ کے فضل و کمال کا اعتراف	۷۳	خوردار بنی و عزت نفس
۱۱۳	سنن میں امام ابو داؤد	۱۰۲	امام مسلم کا مسلک	۷۲	کمال تہ اندازی
۱۱۴	کا طرز تخریج احادیث	۱۰۳	وفات	۷۱	شعر گوئی
۱۱۵	روایت حدیث میں	۱۰۴	تصنیفات	۷۰	ابتلاء و آزمائش
۱۱۶	صحت کے لحاظ سے صحاح ستہ	۱۰۵	صحیح مسلم	۶۹	انت ترید و نارید واللہ
۱۱۷	میں سنن ابو داؤد کا مقام	۱۰۶	وجہ تصنیف	۶۸	یغفل ما یرید
۱۱۸	ناقلین و رواہ اور سنن	۱۰۷	تعداد روایات	۶۷	فتنہ کا آغاز اور امام ذہبی کا فتویٰ
۱۱۹	ابو داؤد کے نسخے	۱۰۸	تراجم و ابواب	۶۶	ترک اقامت نیشاپور
۱۲۰	سنن ابو داؤد کی مقبولیت	۱۰۹	تصنیف جامع میں امام مسلم کا اہتمام	۶۵	اور واپسی بسوئے وطن
۱۲۱	بشارت اور نبی تائید	۱۱۰	صحاح ستہ میں صحیح مسلم کا مقام	۶۴	بخارا سے خرتک کی
۱۲۲	سنن ابو داؤد پر ابن جوزی	۱۱۱	راویان صحیح مسلم کا مقام	۶۳	طرف مراجعت
۱۲۳	کی تنقید	۱۱۲	شروع و حواشی صحیح مسلم	۶۲	وجہ ترک وطن
۱۲۴	سنن ابو داؤد کے حواشی و شرح	۱۱۳	(۱۷) ابو داؤد	۶۱	ضائق علیہم الارض
۱۲۵	(۱۸) امام ابن ماجہ	۱۱۴	نام و نسب	۶۰	بمراجعت
۱۲۶	نام و نسب	۱۱۵	تحقیق بجمستان	۵۹	وفات حسرت آیات
۱۲۷	تحقیق ماجہ	۱۱۶	سنہ پیدائش	۵۸	وفات کے بعد
۱۲۸	تحقیق قزوین	۱۱۷	تحصیل علوم	۵۷	امام بخاری کا مسلک
۱۲۹	ولادت باسعادت	۱۱۸	اساتذہ و شیوخ	۵۶	تصنیفات
۱۳۰	عہد طالب علمی	۱۱۹	اصحاب و تلامذہ	۵۵	الجامع الصحیح
۱۳۱	طلب حدیث کیلئے رحلت	۱۲۰	فن حدیث میں کمال	۵۴	وجہ تالیف
۱۳۲	شیوخ و اساتذہ	۱۲۱	فقہی ذوق	۵۳	سنہ تالیف
۱۳۳	اصحاب و تلامذہ	۱۲۲	زہد و تقویٰ	۵۲	مقام تالیف
۱۳۴	علماء کا آپ کی خدمت	۱۲۳	قدر و انی اسلاف	۵۱	طریق تالیف
۱۳۵	میں خراج تحسین	۱۲۴	آپ کے فضل و کمال کا اعتراف	۵۰	جامع صحیح کی مقبولیت
۱۳۶	مسلک	۱۲۵	اہل اللہ کی سچی عقیدت	۴۹	تعداد روایات
۱۳۷	وفات	۱۲۶	امام ابو داؤد کا مسلک	۴۸	ملاحظات
۱۳۸	تصانیف	۱۲۷	امام ابو داؤد کے چشم دید واقعات	۴۷	ناقلین و رواۃ
۱۳۹	اسنن	۱۲۸	اقامت بصرہ اور درس حدیث	۴۶	تراجم و ابواب
۱۴۰	تعداد روایات	۱۲۹		۴۵	

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۱۳۱	علوشان و علمی مقام	۱۲۳	(۲۰) امام نسائی	۱۱۳	ناقلین و رواۃ
۱۳۲	طحاوی کا مرتبہ ارباب	۱۲۴	نام و نسب	۱۱۴	ملائیات
۱۳۳	حکومت کے یہاں	۱۲۵	تحقیق نسائی	۱۱۵	صحت کے اعتبار سے
۱۳۴	فن جرح و تعدیل اور امام طحاوی	۱۲۶	سنہ پیدائش	۱۱۶	سنن ابن ماجہ کا درجہ
۱۳۵	امام طحاوی کے کمالات کا اعتراف	۱۲۷	تحصیل علم	۱۱۷	ایک اہم غلط فہمی
۱۳۶	وفات	۱۲۸	شیوخ و اساتذہ	۱۱۸	سنن ابن ماجہ کا شمار صحاح ستہ میں
۱۳۷	مدفن	۱۲۹	اصحاب و تلامذہ	۱۱۹	شرح و تعلیقات
۱۳۸	تصانیف و تالیفات	۱۳۰	زہد و تقویٰ	۱۲۰	(۱۹) امام ترمذی
۱۳۹	معانی الآثار	۱۳۱	شجاعت و بہادری	۱۲۱	نام و نسب
۱۴۰	بیہقی طعن اور اس کا جواب	۱۳۲	عام حالات زندگی	۱۲۲	سنہ پیدائش اور تحقیق ترمذی
۱۴۱	کتب حدیث میں معانی الآثار	۱۳۳	حلیہ مبارکہ	۱۲۳	تحصیل علم
۱۴۲	کامقام	۱۳۴	علماء و معاصرین کا اعتراف	۱۲۴	شیوخ و اساتذہ
۱۴۳	معانی الآثار کی خصوصیات	۱۳۵	ناقدین فن کے نزدیک	۱۲۵	امام بخاری و مسلم کا امام ترمذی
۱۴۴	شرح و تعلیقات معانی الآثار	۱۳۶	امام نسائی کا مقام	۱۲۶	سے سماع حدیث
۱۴۵	(۲۲) صاحب مصابیح	۱۳۷	امام نسائی کا مسلک	۱۲۷	اصحاب و تلامذہ
۱۴۶	نام و نسب اور سکونت	۱۳۸	امام نسائی پر تشیع کا شعبہ غلط ہوا	۱۲۸	قوت حافظہ
۱۴۷	تحصیل علوم	۱۳۹	امام نسائی پر دور ابتلاء	۱۲۹	زہد و تقویٰ
۱۴۸	زہد و ورع	۱۴۰	وفات	۱۳۰	ابو عیسیٰ کنیت کی کراہت
۱۴۹	محی السنۃ لقب کی وجہ	۱۴۱	تصانیف	۱۳۱	وفات
۱۵۰	وفات	۱۴۲	سنن نسائی	۱۳۲	تصانیف
۱۵۱	تصانیف	۱۴۳	تالیف سنن	۱۳۳	المشائل
۱۵۲	شرح مصابیح	۱۴۴	سنن نسائی کے بارے	۱۳۴	جامع ترمذی
۱۵۳	مختصرات و تنجرات	۱۴۵	میں حافظ ذہبی کی رائے	۱۳۵	جامع ترمذی چودہ علوم
۱۵۴	(۲۳) صاحب مشکوٰۃ	۱۴۶	امام اعظم اور امام نسائی	۱۳۶	پر مشتمل ہے۔
۱۵۵	نام و نسب	۱۴۷	سنن نسائی کی طویل السند حدیث	۱۳۷	ترمذی کی کتاب پر سنن و صحیح
۱۵۶	تصانیف	۱۴۸	راویان سنن نسائی	۱۳۸	اور جامع کا اطلاق۔
۱۵۷	حافظ مشکوٰۃ ہندوستان میں	۱۴۹	شرح و تعلیقات	۱۳۹	جامع ترمذی بڑوں کی نگاہ میں
۱۵۸	طرز تالیف	۱۵۰	(۲۱) امام طحاوی	۱۴۰	ترمذی کی ملائیات
۱۵۹	مصابیح کی فصلیں	۱۵۱	نام و نسب	۱۴۱	ملا علی قاری کا تسامح
۱۶۰	اور مشکوٰۃ میں اضافہ	۱۵۲	تحقیق طحاوی	۱۴۲	جامع ترمذی کی کل احادیث
۱۶۱	احادیث مشکوٰۃ و مصابیح	۱۵۳	سنہ پیدائش	۱۴۳	معمول بہا ہیں
۱۶۲	کی تعداد	۱۵۴	تحصیل علم	۱۴۴	جامع ترمذی پر ابن جوزی
۱۶۳	سنہ وفات	۱۵۵	سماع حدیث کے لئے سفر	۱۴۵	کی بے جا تنقید
۱۶۴	شرح و حواشی مشکوٰۃ	۱۵۶	شیوخ و اساتذہ	۱۴۶	”بعض اہل الکوفہ“ کا مصداق
۱۶۵	(۲۴) صاحب مقدمہ فتح الباری	۱۵۷	اصحاب و تلامذہ	۱۴۷	امام ترمذی کے نزدیک امام
۱۶۶	(۲۵) صاحب مقدمہ	۱۵۸	امام طحاوی کا مسلک	۱۴۸	(اعظم کی شخصیت مسلم ہے)
۱۶۷	ابن الصلاح	۱۵۹	بے حقیقت افسانے پور	۱۴۹	جامع ترمذی کے رواۃ
۱۶۸	نام و نسب اور پیدائش	۱۶۰	بے بنیاد کہانیاں	۱۵۰	جامع ترمذی کی شرح

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۱۶۲	تجربیات احادیث ہدایہ	۱۵۲	شرح نزہۃ النظر	۱۴۱	تحصیل علوم
"	تجاربہ مجمع احادیث ہدایہ	"	(۲۷) امام قدوری	"	سماع حدیث اور رحلت و سفر
"	صاحب اکسیر پر از تفسیر	"	نام و نسب	"	درس و تدریس
۱۶۳	(۲۹) صاحب کنز الدقائق	۱۵۳	تحقیق کثیف	"	اصحاب و تلامذہ
"	نام و نسب اور سکونت	"	قدوری نسبت کی تحقیق	۱۴۲	علمی مقام
"	تحصیل علوم	"	تحصیل علم	"	زہد و ورع
"	صاحب جواہر کی غلطی	"	امام قدوری کی توثیق	"	رحلت و وفات
"	صاحب کنز کا فقہی مقام	"	اہل کمال کی قدردانی	"	مؤلفات و تصنیفات
"	تاریخ وفات	"	فقہی مقام	۱۴۳	(۲۶) صاحب تحفۃ المفکر
"	علمی کارنامے	"	رحلت و وفات	"	نام و نسب
۱۶۴	کنز الدقائق کی کاملیت	"	تصانیف	"	وجہ تعلق
"	کنز الدقائق اور اس کے	۱۵۴	مختصر القدوری	"	تحقیق نسبت
"	غیر ظاہر الروایہ و غیر مفتی بہا	"	حفاظ قدوری	"	ولادت باسعادت
"	مسائل	"		"	ایک شیخ وقت کی مساجد دعا
"	کنز الدقائق اور اس	"	کرامت عجیبہ	"	تحصیل علم
"	کی شروعات	"	کتب فقہیہ کی اہمیت	۱۴۵	علمی سفر
"	فہرست شروعات و حواشی	"	شرح و حواشی مختصر القدوری	"	کسب حدیث
"	کتاب کنز الدقائق	۱۵۵	(۲۸) صاحب ہدایہ	"	دیگر علوم کی تکمیل
۱۶۶	(۳۰) صاحب وقایہ	"	نام و نسب اور پیدائش	"	بدر الدین یعنی سے خوشہ چینی
"	(۳۱) بوشارح وقایہ	"	وطن عزیز	"	ذہانت و حافظہ
"	نام و نسب	"	تحصیل علوم	۱۴۶	سرعت قرأت
"	رفع اشتباہ	"	اساتذہ و شیوخ	"	ذوق شعر و سخن
"	تحصیل علوم	"	مکمل تصویر	"	دیوان ابن حجر
"	وفور علم و طرز تدریس	۱۵۶	صاحب ہدایہ کا عالی مقام	"	رنگ کلام و انداز بیان
۱۶۷	سنہ فساد آرام گاہ	"	درس و تدریس	۱۴۷	لطافت و نظر افادت
"	تصنیفات و تالیفات	"	بدأت سبق میں صاحب	"	علمی مشغلہ اور مطالعہ کتب
"	فہرست شروعات کتاب وقایہ	۱۵۷	ہدایہ کا خاص طرز عمل	"	درس و تدریس
۱۶۸	فہرست حواشی شرح وقایہ	"	وفات حسرت آیات	۱۴۸	اصحاب و تلامذہ
"	(۳۲) صاحب نور الایضاح	"	الباقیات الصالحات	"	تجربہ علمی اور جامعیت
۱۶۹	نام و نسب	"	تصانیف و تالیفات	"	خاکساری و فروتنی
"	تحصیل علوم	۱۵۸	ہدایہ	۱۴۹	بذل اموال
"	درس و تدریس	"	تالیف ہدایہ	"	منصب قضاء
"	وفات	"	زمانہ تالیف	"	تعصب ابن حجر۔ الامان والحدیر
"	تصانیف و تالیفات	"	ہدایہ کی اہمیت	۱۵۰	سنہ وفات
"	نور الایضاح	۱۵۹	حفاظ ہدایہ	"	تصانیف
۱۷۱	(۳۳) صاحب منتخب حواشی	"	احادیث ہدایہ کے متعلق	۱۵۲	تحفۃ المفکر فی مصطلح اہل الاثر
"	نام و نسب اور سکونت	"	ایک غلط فہمی کا ازالہ	"	شرح و حواشی تحفۃ المفکر
"	تصانیف	۱۶۰	شرح و حواشی ہدایہ	"	منظومات تحفۃ المفکر

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۱۸۷	شروح حسامی	۱۸۹	حجتہ اللہ البائعہ کا اجمالی تعارف	۱۸۸	شروع مسایرہ
۱۸۸	وفات	۱۸۰	حجتہ اللہ البائعہ ایک معجزہ ہے	۱۸۷	نام و نسب
۱۸۸	فہرست حواشی و شروح	۱۸۰	حجتہ اللہ البائعہ کے متعلق	۱۸۸	سنہ پیدائش
۱۸۸	کتاب منتخب حسامی	۱۸۰	علماء فنون کی آراء	۱۸۸	تحصیل علوم
۱۸۸		۱۸۱	حجتہ اللہ البائعہ کا ادبی مقام	۱۸۸	فقہی مقام
۱۸۸	(۳۴) صاحب منار الانوار	۱۸۱	ایک عجیب و غریب واقعہ	۱۸۸	درس و تدریس و اشاعت علم
۱۸۸	فہرست حواشی و شروح	۱۸۱	حجتہ اللہ البائعہ کے اردو تراجم	۱۸۸	وفات
۱۸۸	کتاب المنار	۱۸۱	(۳۲) صاحب الاشباہ والنظائر	۱۸۸	تصنیفات و تالیفات
۱۸۸	فہرست مختصرات و منظومات	۱۸۱	نام و نسب اور پیدائش	۱۸۸	مسایرہ
۱۸۸	کتاب المنار	۱۸۱	تحصیل علوم	۱۸۸	شروع مسایرہ
۱۸۸	(۳۵) صاحب اصول شاشی	۱۸۱	ایک صاحب علم کی نقش غلطی	۱۸۸	(۳۴) صاحب حاشیہ خیالی
۱۸۸	شروع و حواشی اصول الشاشی	۱۸۱	اصحاب و تلامذہ	۱۸۸	نام و نسب
۱۸۸	(۳۶) صاحب توضیح و تنقیح	۱۸۱	اخلاق و عادات	۱۸۸	درس و تدریس
۱۸۸	حواشی و شروح توضیح و تنقیح	۱۸۱	رحلت و وفات	۱۸۸	زہد و تقویٰ
۱۸۸	(۳۷) صاحب تلوح شرح توضیح	۱۸۱	تصنیفات و تالیفات	۱۸۸	وفات
۱۸۸	فہرست حواشی کتاب تلوح	۱۸۱	الاشباہ والنظائر	۱۸۸	تصانیف
۱۸۸	شرح توضیح	۱۸۱	شروع و حواشی الاشباہ والنظائر	۱۸۸	حواشی خیالی
۱۸۸	فہرست تعلیقات بر تلوح	۱۸۱	(۳۳) صاحب عقودور سلم المہدی	۱۸۸	(۳۹) صاحب مسامرہ
۱۸۸	شرح توضیح	۱۸۱	نام و نسب	۱۸۸	نام و نسب اور پیدائش
۱۸۸	(۳۸) صاحب مسلم الثبوت	۱۸۱	تحصیل علوم	۱۸۸	تحصیل علوم
۱۸۸	حواشی و شروح مسلم الثبوت	۱۸۱	علمی ذخیرہ	۱۸۸	درس و تدریس اور افتاء
۱۸۸	(۳۹) صاحب نور الانوار	۱۸۱	اساتذہ کا ادب و احترام	۱۸۸	وفات
۱۸۸	نام و نسب	۱۸۱	وفات	۱۸۸	تصانیف
۱۸۸	پیدائش و سکونت	۱۸۱	علمی خدمات	۱۸۸	(۵۰) صاحب امور عامہ
۱۸۸	تحصیل علوم	۱۸۱	(۳۴) صاحب بیان السنہ	۱۸۸	نام و نسب
۱۸۸	قوت حافظہ و سادگی مزاج	۱۸۱	(۳۵) صاحب عقائد نفیہ	۱۸۸	تحصیل علوم
۱۸۸	شاہ عالمگیر ملا صاحب کے سامنے	۱۸۱	نام و نسب اور پیدائش	۱۸۸	ملازمت اور درس و تدریس
۱۸۸	زیارت حرمین شریفین	۱۸۱	تحصیل علم و افتادہ	۱۸۸	دیباچہ اور پرہیزگاری
۱۸۸	تصوف و سلوک	۱۸۱	لطیفہ ملیحہ	۱۸۸	کرامت بزرگی
۱۸۸	ایک عجیب و غریب خواب	۱۸۱	نسبی اشعار	۱۸۸	وفات حسرت آیات
۱۸۸	دنیا سے رحلت	۱۸۱	تصانیف	۱۸۸	تصانیف
۱۸۸	علمی کارنامے	۱۸۱	غلط انتساب	۱۸۸	فہرست حواشی کتاب امور عامہ
۱۸۸	(۴۰) صاحب فرائض سراجیہ	۱۸۱	تخطیہ غلط ہے اور انتساب صحیح	۱۸۸	(۵۱) صاحب سببہ معلقہ
۱۸۸	نام و نسب	۱۸۱	وفات	۱۸۸	نام و نسب
۱۸۸	فہرست شروح کتاب سراجیہ	۱۸۱	فہرست شروح و حواشی کتاب	۱۸۸	تعارف
۱۸۸	منظومات کتاب سراجیہ	۱۸۱	العقائد النفیہ	۱۸۸	راویہ لقب کے ساتھ
۱۸۸	(۴۱) صاحب حجتہ اللہ البائعہ	۱۸۱	(۴۶) صاحب شرح عقائد	۱۸۸	ملقب ہونے کی وجہ
۱۸۸		۱۸۱	فہرست حواشی شرح عقائد	۱۸۸	ولید بن یزید کا تحریر
۱۸۸		۱۸۱		۱۸۸	قوت حافظہ اور آزمائش

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۱۹۴	متمنی اور علو ہمت	۲۱۷	الباقیات الصالحات	۲۳۰	حماد راویہ اور من گھڑت اشعار
۱۹۶	دعوی نبوت	۲۱۸	حلیہ	۲۳۱	حماد کی کہانی خود اس کی زبانی
۱۹۷	دعوی نبوت کے بعد	۲۱۹	تصنیفات و تالیفات	۲۳۲	سبعہ معلقہ
۱۹۹	متمنی لقب کے ساتھ	۲۲۰	مقامات نویسی، مقامات نویسی کی ابتداء	۲۳۳	پہلا قصیدہ
۲۰۱	موسوم ہونے کی وجہ	۲۲۱	مقامات حریری	۲۳۴	دوسرا قصیدہ
۲۰۲	لطیفہ	۲۲۲	زمان تالیف	۲۳۵	تیسرا قصیدہ
۲۰۵	اخلاق و عادات	۲۲۳	طرز مقامات	۲۳۶	چوتھا قصیدہ
۲۰۶	آزادانہ خیالات	۲۲۴	بظاہر غلط بیاطن صحیح	۲۳۷	پانچواں قصیدہ
۲۰۷	مردم شناسی اور اہل	۲۲۵	وجہ تالیف	۲۳۸	چھٹا قصیدہ
۲۰۸	کمال کی قدر دانی	۲۲۶	علامہ ابن جوزی کا بیان	۲۳۹	ساتواں قصیدہ
۲۰۹	متمنی اور شعر و شاعری	۲۲۷	مؤرخ ابن خلکان کی رائے	۲۴۰	شرح معلقات سبعہ
۲۱۰	بعض صنائع کا تذکرہ	۲۲۸	واقعہ کا دوسرا رخ	۲۴۱	(۵۲) صاحب دیوان حماد
۲۱۱	وجہ لفظیہ	۲۲۹	افتراء پر دازی	۲۴۲	نام و نسب
۲۱۲	متمنی کے بعض عمدہ ترین اشعار	۲۳۰	مقامات حریری کی روایت	۲۴۳	سنہ پیدائش
۲۱۳	متمنی کی شاعری کے عیوب	۲۳۱	مقامات حریری کی روایت	۲۴۴	حلیہ اور سیرت
۲۱۴	متمنی کے بعض بدترین	۲۳۲	مقامات حریری اور درس مقامات	۲۴۵	عام حالات زندگی
۲۱۵	اور معیوب اشعار	۲۳۳	مقامات اور اس کی خدمات	۲۴۶	ابو تمام کی شاعری
۲۱۶	ابن حنی اور حسن عقیدت	۲۳۴	فہرست شرح کتاب مقامات	۲۴۷	اس کی شاعری
۲۱۷	مجمل حیات و تاریخ و وفات	۲۳۵	(۵۵) صاحب جلیہ النیس	۲۴۸	کی بابت صحیح نظریہ
۲۱۸	دیوان متمنی	۲۳۶	تعارف	۲۴۹	ابو تمام اور اس کی شاعری کا وزن
۲۱۹	فہرست شرح دیوان متمنی	۲۳۷	تحقیق شروان	۲۵۰	ابو تمام کی شاعری کا نمونہ
۲۲۰	(۵۳) صاحب مقامات حریری	۲۳۸	وفات =	۲۵۱	ایک قصیدہ پر پچاس ہزار کا انعام
۲۲۱	نام و نسب	۲۳۹	تصانیف	۲۵۲	اشعار کی مثال اولاد کی سی ہے
۲۲۲	تحصیل علوم	۲۴۰	(۵۶) صاحب مفید الطالین	۲۵۳	حاضر جوابی
۲۲۳	ادبی مطالعہ	۲۴۱	نام و نسب اور سکونت	۲۵۴	زود فہمی و حاضری دماغی
۲۲۴	ثروت و مال داری اور اونچا مقام	۲۴۲	خاندان	۲۵۵	دریادلی
۲۲۵	علمی فضل و کمال	۲۴۳	تاریخ پیدائش	۲۵۶	ابو تمام اپنے فن کا کامل انسان تھا
۲۲۶	نثر نگاری	۲۴۴	تحصیل علوم	۲۵۷	وفات
۲۲۷	شعر گوئی	۲۴۵	فضل و کمال اور علوم مقام	۲۵۸	تالیف دیوان حماد
۲۲۸	حریری کے حکیمانہ اشعار	۲۴۶	تعارف احسن بزبان حسین	۲۵۹	جمع و ترتیب حماد
۲۲۹	حریری کے علم و فضل کا اعتراف	۲۴۷	قیام بندر	۲۶۰	فہرست شرح و خواشی دیوان حماد
۲۳۰	خاکساری و بردباری	۲۴۸	من احیاستی	۲۶۱	(۵۳) صاحب دیوان (متمنی)
۲۳۱	اور اعتراف حق	۲۴۹	فکا نما حیاتی	۲۶۲	نام و نسب
۲۳۲	ظرافت طبع	۲۵۰	بریلی کا کج سے تعلق	۲۶۳	سنہ پیدائش
۲۳۳	زہد و ورع اور معاصی سے نفرت	۲۵۱	قیام بریلوی اور انقلاب ۱۸۵۷ء	۲۶۴	نشو و نما اور تحصیل ادب
۲۳۴	وفات	۲۵۲	بریلی کو واپسی	۲۶۵	تجربہ علمی و احتضار
۲۳۵		۲۵۳	مطبع صدیقی بریلی	۲۶۶	قوت حافظہ
۲۳۶		۲۵۴	احسن الاخبار بریلی	۲۶۷	جلالت شان اور استاد الشعراء کا اعتراف

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۲۵۰	حج بیت اللہ	۲۵۱	(۵۸) صاحب میزان الصرف	۲۵۰	چج بیت اللہ
۲۵۱	مدرسہ مصباح التہذیب بریلی	۲۵۲	پہلا قول	۲۵۱	مدرسہ مصباح التہذیب بریلی
۲۵۲	دور مخالفت	۲۵۳	دوسرا قول	۲۵۲	دور مخالفت
۲۵۳	ترک سکونت بریلی	۲۵۴	تیسرا قول	۲۵۳	ترک سکونت بریلی
۲۵۴	قیام نانوتہ	۲۵۵	چوتھا قول	۲۵۴	قیام نانوتہ
۲۵۵	احسن المدارس نانوتہ	۲۵۶	پانچواں قول	۲۵۵	احسن المدارس نانوتہ
۲۵۶	بیعت و خلافت	۲۵۷	چھٹا قول	۲۵۶	بیعت و خلافت
۲۵۷	ذکر و شغل اور یاد الہی	۲۵۸	شروع و حواشی میزان الصرف	۲۵۷	ذکر و شغل اور یاد الہی
۲۵۸	ذوق شعرو شاعری	۲۵۹	۵۹ صاحب مشعب	۲۵۸	ذوق شعرو شاعری
۲۵۹	فن تاریخ گوئی	۲۶۰	۶۰ صاحب شافیہ	۲۵۹	فن تاریخ گوئی
۲۶۰	وصال پر ملال	۲۶۱	۶۱ صاحب صرف میر	۲۶۰	وصال پر ملال
۲۶۱	حلیہ	۲۶۲	۶۲ صاحب پنج گنج	۲۶۱	حلیہ
۲۶۲	لباس و پوشاک	۲۶۳	۶۳ صاحب علم الصیغہ	۲۶۲	لباس و پوشاک
۲۶۳	اولاد و امجاد	۲۶۴	نام و نسب اور پیدائش	۲۶۳	اولاد و امجاد
۲۶۴	تصانیف و تراجم	۲۶۵	سکونت کا کوری	۲۶۴	تصانیف و تراجم
۲۶۵	مفید الطالبین	۲۶۶	تحصیل علم	۲۶۵	مفید الطالبین
۲۶۶	حواشی و تصحیح	۲۶۷	ملازمت	۲۶۶	حواشی و تصحیح
۲۶۷	صاحب فقہ العرب	۲۶۸	اجلاس میں سبق	۲۶۷	صاحب فقہ العرب
۲۶۸	نام و نسب اور آبائی وطن	۲۶۹	قیام بریلی	۲۶۸	نام و نسب اور آبائی وطن
۲۶۹	تحصیل علوم	۲۷۰	انقلاب ۱۸۵۷ء	۲۶۹	تحصیل علوم
۲۷۰	دارالعلوم دیوبند میں	۲۷۱	قیام انڈمان	۲۷۰	دارالعلوم دیوبند میں
۲۷۱	بھانپور میں درس و تدریس	۲۷۲	قیام کانپور	۲۷۱	بھانپور میں درس و تدریس
۲۷۲	افضل المدارس شاہجہانپور	۲۷۳	سفر حج =	۲۷۲	افضل المدارس شاہجہانپور
۲۷۳	میں مدرسہ	۲۷۴	شہادت	۲۷۳	میں مدرسہ
۲۷۴	بحیثیت مدرس دارالعلوم	۲۷۵	تصانیف	۲۷۴	بحیثیت مدرس دارالعلوم
۲۷۵	دیوبند میں	۲۷۶	علم الصیغہ	۲۷۵	دیوبند میں
۲۷۶	ریاست حیدر آباد	۲۷۷	(۶۳) صاحب مراح الارواح	۲۷۶	ریاست حیدر آباد
۲۷۷	درسی خصوصیات	۲۷۸	(۶۵) صاحب فصول اکبری	۲۷۷	درسی خصوصیات
۲۷۸	وقت کی پابندی	۲۷۹	نام و نسب	۲۷۸	وقت کی پابندی
۲۷۹	عادات و اخلاق	۲۸۰	حالات زندگی	۲۷۹	عادات و اخلاق
۲۸۰	استغناء و خودداری	۲۸۱	تصانیف	۲۸۰	استغناء و خودداری
۲۸۱	زہد و ورع	۲۸۲	فہرست شروع فصول اکبری	۲۸۱	زہد و ورع
۲۸۲	سادگی مزاج	۲۸۳	(۶۶) صاحب مائتہ عامل	۲۸۲	سادگی مزاج
۲۸۳	شعرو شاعری	۲۸۴	تعارف	۲۸۳	شعرو شاعری
۲۸۴	وفات حسرت آیات	۲۸۵	تحصیل علوم	۲۸۴	وفات حسرت آیات
۲۸۵	حلیہ مبارک	۲۸۶	وفات	۲۸۵	حلیہ مبارک
۲۸۶	تعلیقات و تالیفات	۲۸۷	تصانیف	۲۸۶	تعلیقات و تالیفات
۲۸۷	فقہ العرب	۲۸۸	شروع و تعلیقات ملتہ عامل	۲۸۷	فقہ العرب
۲۸۸		۲۸۹		۲۸۸	
۲۸۹		۲۹۰		۲۸۹	
۲۹۰		۲۹۱		۲۹۰	
۲۹۱		۲۹۲		۲۹۱	
۲۹۲		۲۹۳		۲۹۲	
۲۹۳		۲۹۴		۲۹۳	
۲۹۴		۲۹۵		۲۹۴	
۲۹۵		۲۹۶		۲۹۵	
۲۹۶		۲۹۷		۲۹۶	
۲۹۷		۲۹۸		۲۹۷	
۲۹۸		۲۹۹		۲۹۸	
۲۹۹		۳۰۰		۲۹۹	
۳۰۰		۳۰۱		۳۰۰	
۳۰۱		۳۰۲		۳۰۱	
۳۰۲		۳۰۳		۳۰۲	
۳۰۳		۳۰۴		۳۰۳	
۳۰۴		۳۰۵		۳۰۴	
۳۰۵		۳۰۶		۳۰۵	
۳۰۶		۳۰۷		۳۰۶	
۳۰۷		۳۰۸		۳۰۷	
۳۰۸		۳۰۹		۳۰۸	
۳۰۹		۳۱۰		۳۰۹	
۳۱۰		۳۱۱		۳۱۰	
۳۱۱		۳۱۲		۳۱۱	
۳۱۲		۳۱۳		۳۱۲	
۳۱۳		۳۱۴		۳۱۳	
۳۱۴		۳۱۵		۳۱۴	
۳۱۵		۳۱۶		۳۱۵	
۳۱۶		۳۱۷		۳۱۶	
۳۱۷		۳۱۸		۳۱۷	
۳۱۸		۳۱۹		۳۱۸	
۳۱۹		۳۲۰		۳۱۹	
۳۲۰		۳۲۱		۳۲۰	
۳۲۱		۳۲۲		۳۲۱	
۳۲۲		۳۲۳		۳۲۲	
۳۲۳		۳۲۴		۳۲۳	
۳۲۴		۳۲۵		۳۲۴	
۳۲۵		۳۲۶		۳۲۵	
۳۲۶		۳۲۷		۳۲۶	
۳۲۷		۳۲۸		۳۲۷	
۳۲۸		۳۲۹		۳۲۸	
۳۲۹		۳۳۰		۳۲۹	
۳۳۰		۳۳۱		۳۳۰	
۳۳۱		۳۳۲		۳۳۱	
۳۳۲		۳۳۳		۳۳۲	
۳۳۳		۳۳۴		۳۳۳	
۳۳۴		۳۳۵		۳۳۴	
۳۳۵		۳۳۶		۳۳۵	
۳۳۶		۳۳۷		۳۳۶	
۳۳۷		۳۳۸		۳۳۷	
۳۳۸		۳۳۹		۳۳۸	
۳۳۹		۳۴۰		۳۳۹	
۳۴۰		۳۴۱		۳۴۰	
۳۴۱		۳۴۲		۳۴۱	
۳۴۲		۳۴۳		۳۴۲	
۳۴۳		۳۴۴		۳۴۳	
۳۴۴		۳۴۵		۳۴۴	
۳۴۵		۳۴۶		۳۴۵	
۳۴۶		۳۴۷		۳۴۶	
۳۴۷		۳۴۸		۳۴۷	
۳۴۸		۳۴۹		۳۴۸	
۳۴۹		۳۵۰		۳۴۹	
۳۵۰		۳۵۱		۳۵۰	
۳۵۱		۳۵۲		۳۵۱	
۳۵۲		۳۵۳		۳۵۲	
۳۵۳		۳۵۴		۳۵۳	
۳۵۴		۳۵۵		۳۵۴	
۳۵۵		۳۵۶		۳۵۵	
۳۵۶		۳۵۷		۳۵۶	
۳۵۷		۳۵۸		۳۵۷	
۳۵۸		۳۵۹		۳۵۸	
۳۵۹		۳۶۰		۳۵۹	
۳۶۰		۳۶۱		۳۶۰	
۳۶۱		۳۶۲		۳۶۱	
۳۶۲		۳۶۳		۳۶۲	
۳۶۳		۳۶۴		۳۶۳	
۳۶۴		۳۶۵		۳۶۴	
۳۶۵		۳۶۶		۳۶۵	
۳۶۶		۳۶۷		۳۶۶	
۳۶۷		۳۶۸		۳۶۷	
۳۶۸		۳۶۹		۳۶۸	
۳۶۹		۳۷۰		۳۶۹	
۳۷۰		۳۷۱		۳۷۰	
۳۷۱		۳۷۲		۳۷۱	
۳۷۲		۳۷۳		۳۷۲	
۳۷۳		۳۷۴		۳۷۳	
۳۷۴		۳۷۵		۳۷۴	
۳۷۵		۳۷۶		۳۷۵	
۳۷۶		۳۷۷		۳۷۶	
۳۷۷		۳۷۸		۳۷۷	
۳۷۸		۳۷۹		۳۷۸	
۳۷۹		۳۸۰		۳۷۹	
۳۸۰		۳۸۱		۳۸۰	
۳۸۱		۳۸۲		۳۸۱	
۳۸۲		۳۸۳		۳۸۲	
۳۸۳		۳۸۴		۳۸۳	
۳۸۴		۳۸۵		۳۸۴	
۳۸۵		۳۸۶		۳۸۵	
۳۸۶		۳۸۷		۳۸۶	
۳۸۷		۳۸۸		۳۸۷	
۳۸۸		۳۸۹		۳۸۸	
۳۸۹		۳۹۰		۳۸۹	
۳۹۰		۳۹۱		۳۹۰	
۳۹۱		۳۹۲		۳۹۱	
۳۹۲		۳۹۳		۳۹۲	
۳۹۳		۳۹۴		۳۹۳	
۳۹۴		۳۹۵		۳۹۴	
۳۹۵		۳۹۶		۳۹۵	
۳۹۶		۳۹۷		۳۹۶	
۳۹۷		۳۹۸		۳۹۷	
۳۹۸		۳۹۹		۳۹۸	
۳۹۹		۴۰۰		۳۹۹	
۴۰۰		۴۰۱		۴۰۰	
۴۰۱		۴۰۲		۴۰۱	
۴۰۲		۴۰۳		۴۰۲	
۴۰۳		۴۰۴		۴۰۳	
۴۰۴		۴۰۵		۴۰۴	
۴۰۵		۴۰۶		۴۰۵	
۴۰۶		۴۰۷		۴۰۶	
۴۰۷		۴۰۸		۴۰۷	
۴۰۸		۴۰۹		۴۰۸	
۴۰۹		۴۱۰		۴۰۹	
۴۱۰		۴۱۱		۴۱۰	
۴۱۱		۴۱۲		۴۱۱	
۴۱۲		۴۱۳		۴۱۲	
۴۱۳		۴۱۴		۴۱۳	
۴۱۴		۴۱۵		۴۱۴	
۴۱۵		۴۱۶		۴۱۵	
۴۱۶		۴۱۷		۴۱۶	
۴۱۷		۴۱۸		۴۱۷	
۴۱۸		۴۱۹		۴۱۸	
۴۱۹		۴۲۰		۴۱۹	
۴۲۰		۴۲۱		۴۲۰	
۴۲۱		۴۲۲		۴۲۱	
۴۲۲		۴۲۳		۴۲۲	
۴۲۳		۴۲۴		۴۲۳	
۴۲۴		۴۲۵		۴۲۴	
۴۲۵		۴۲۶		۴۲۵	
۴۲۶		۴۲۷		۴۲۶	
۴۲۷		۴۲۸		۴۲۷	
۴۲۸		۴۲۹		۴۲۸	
۴۲۹		۴۳۰		۴۲۹	
۴۳۰		۴۳۱		۴۳۰	
۴۳۱		۴۳۲		۴۳۱	
۴۳۲		۴۳۳		۴۳۲	
۴۳۳		۴۳۴		۴۳۳	
۴۳۴		۴۳۵		۴۳۴	
۴۳۵		۴۳۶		۴۳۵	
۴۳۶		۴۳۷		۴۳۶	
۴۳۷		۴۳۸		۴۳۷	
۴۳۸		۴۳۹		۴۳۸	
۴۳۹		۴۴۰		۴۳۹	
۴۴۰		۴۴۱		۴۴۰	
۴۴۱		۴۴۲		۴۴۱	
۴۴۲		۴۴۳		۴۴۲	
۴۴۳		۴۴۴		۴۴۳	
۴۴۴		۴۴۵		۴۴۴	
۴۴۵		۴۴۶		۴۴۵	
۴۴۶		۴۴۷		۴۴۶	
۴۴۷		۴۴۸		۴۴۷	
۴۴۸		۴۴۹		۴۴۸	
۴۴۹		۴۵۰		۴۴۹	
۴۵۰		۴۵۱		۴۵۰	
۴۵۱		۴۵۲		۴۵۱	
۴۵۲		۴۵۳		۴۵۲	
۴۵۳		۴۵۴		۴۵۳	
۴۵۴		۴۵۵		۴۵۴	
۴۵۵		۴۵۶		۴۵۵	
۴۵۶		۴۵۷		۴۵۶	
۴۵۷		۴۵۸		۴۵۷	
۴۵۸		۴۵۹		۴۵۸	
۴۵۹		۴۶۰		۴۵۹	
۴۶۰		۴۶۱		۴۶۰	
۴۶۱		۴۶۲		۴۶۱	
۴۶۲		۴۶۳		۴۶۲	
۴۶۳		۴۶۴		۴۶۳	
۴۶۴		۴۶۵		۴۶۴	
۴۶۵		۴۶۶		۴۶۵	
۴۶۶		۴۶۷		۴۶۶	
۴۶۷		۴۶۸		۴۶۷	
۴۶۸		۴۶۹		۴۶۸	
۴۶۹		۴۷۰		۴۶۹	
۴۷۰		۴۷۱		۴۷۰	
۴۷۱		۴۷۲		۴۷۱	
۴۷۲		۴۷۳		۴۷۲	
۴۷۳		۴۷۴		۴۷۳	
۴۷۴		۴۷۵		۴۷۴	

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۲۸۳	(۷۹) صاحب صغری و کبری	۲۷۵	فضل و کمال میں تفتازانی	۲۶۵	یوم وفات
۲۸۴	حواشی و شرح	۲۷۶	فائق ہے یا جرجانی	۲۶۶	علمی کارنامے
۲۸۵	(۸۰) صاحب شرح تہذیب	۲۷۷	تفتازانی و جرجانی کے باہمی مناظرے	۲۶۷	(۷۰) صاحب شرح مائتہ عامل
۲۸۶	تعارف	۲۷۸	وفات	۲۶۸	شرح و حواشی شرح مائتہ
۲۸۷	فہرست حواشی تہذیب	۲۷۹	مسلب	۲۶۹	(۷۱) صاحب شرح جامی
۲۸۸	(۸۱) صاحب سلم العلوم	۲۸۰	الباقیات الصالحات	۲۷۰	نام و نسب
۲۸۹	نام و نسب اور پیدائش	۲۸۱	علمی کارنامے	۲۷۱	پیدائش اور وطن عزیز
۲۹۰	تحصیل علوم	۲۸۲	فہرست حواشی کتاب مطول	۲۷۲	تحصیل علوم
۲۹۱	قاضی صاحب کا اخترا قبل	۲۸۳	فہرست حواشی کتاب مختصر المعانی	۲۷۳	تصوف اور سلوک
۲۹۲	بر اوج جلال	۲۸۴	(۷۲) صاحب ایسا غوجی	۲۷۴	سفر حج =
۲۹۳	محبت اللہ کی علمی یادداشت	۲۸۵	تعارف	۲۷۵	غلبہ حال
۲۹۴	محبت اللہ و امان اللہ میں مباحثہ	۲۸۶	تصانیف	۲۷۶	شعر و شاعری
۲۹۵	علمی کارنامے	۲۸۷	تحقیق ایسا غوجی	۲۷۷	مثنوی جامی
۲۹۶	علمی کارناموں نے ملا کو	۲۸۸	وفات	۲۷۸	وفات
۲۹۷	محمود اقران بتادیا	۲۸۹	فہرست حواشی و شرح	۲۷۹	تصانیف
۲۹۸	لطیفہ	۲۹۰	کتاب ایسا غوجی	۲۸۰	شرح جامی
۲۹۹	وفات	۲۹۱	منظومات کتاب ایسا غوجی	۲۸۱	فہرست حواشی شرح جامی
۳۰۰	شرح و حواشی سلم	۲۹۲	(۷۵) صاحب رسالہ شمیہ	۲۸۲	(۷۲) صاحب تلخیص المفتاح
۳۰۱	(۸۲) ملا احمد اللہ	۲۹۳	تعارف	۲۸۳	نام و نسب اور پیدائش
۳۰۲	نام و نسب	۲۹۴	تصانیف	۲۸۴	عام حالات زندگی
۳۰۳	درس و تدریس	۲۹۵	وفات	۲۸۵	شعر و شاعری
۳۰۴	علمی مقام	۲۹۶	ایک اہم اشتباہ	۲۸۶	وفات =
۳۰۵	قدر و منزلت	۲۹۷	فہرست حواشی و شرح رسالہ شمیہ	۲۸۷	تصانیف
۳۰۶	دستار بدل برادرانہ کا مطلب	۲۹۸	(۷۶) صاحب قطبی	۲۸۸	تلخیص المفتاح
۳۰۷	ملا کا مذہب	۲۹۹	نام و نسب	۲۸۹	شرح التلخیص المصلی
۳۰۸	وفات	۳۰۰	قطب الدین کے ساتھ	۲۹۰	بتوضیح البہیۃ
۳۰۹	تصانیف	۳۰۱	الختانی کی وجہ تسمیہ	۲۹۱	مختصرات التلخیص
۳۱۰	فہرست حواشی کتاب حمد اللہ	۳۰۲	تحصیل علوم	۲۹۲	منظومات التلخیص
۳۱۱	(۸۳) قاضی مبارک	۳۰۳	علمی مقام	۲۹۳	(۷۳) صاحب مختصر المعانی
۳۱۲	نام و نسب	۳۰۴	درس و تدریس	۲۹۴	نام و نسب
۳۱۳	تحصیل علوم	۳۰۵	دنیا سے رحلت	۲۹۵	ابتدائی حالت
۳۱۴	مختصر مگر جامع تعارف	۳۰۶	تصنیفات	۲۹۶	تحصیل علوم
۳۱۵	وفات	۳۰۷	قطبی	۲۹۷	درس و تدریس
۳۱۶	تصانیف	۳۰۸	حواشی قطبی	۲۹۸	تصنیف و تالیف
۳۱۷	فہرست حواشی قاضی مبارک	۳۰۹	(۷۸) صاحب جہدیب المطلق	۲۹۹	قبولیت عامہ
۳۱۸	(۸۴) ملا حسن	۳۱۰	فہرست شروع و حواشی	۳۰۰	شعر و شاعری
۳۱۹	نام و نسب	۳۱۱	کتاب جہدیب المنطق	۳۰۱	تفتازانی کی شخصیت علماء کی نظر میں
۳۲۰	تحصیل علم	۳۱۲		۳۰۲	تفتازانی کی جلالت شان
۳۲۱		۳۱۳		۳۰۳	تفتازانی بارگاہ تیموریہ میں

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۳۰۰	درس و تدریس	۲۹۴	فہرست حواشی و شروع	۲۸۹	قوت حافظ
۳۰۱	تلاذہ	۲۹۵	ہدایۃ الحکمت	۲۸۹	درس و تدریس
۳۰۱	ملازمت	۲۹۵	(۸۹) فاضل میبذی	۲۸۹	سفر شاہجہانپور
۳۰۱	دہلی سے جھجھر وغیرہ	۲۹۵	نام و نسب	۲۸۹	ضابطہ خاں کے یہاں
۳۰۱	ہرد اعزری	۲۹۵	تحقیق سبب	۲۸۹	باضابطہ قیام
۳۰۱	گرفزاری و قید و بند	۲۹۵	مختصر تعارف	۲۹۰	شہر رامپوری کو واپسی
۳۰۱	کسی قدر سہولت	۲۹۵	فارسی شعر و شاعری	۲۹۰	وفات
۳۰۲	پروانہ ربائی اور موت کا پیغام	۲۹۵	تصانیف	۲۹۰	الباقیات الصالحات
۳۰۲	تصانیف	۲۹۵	وفات =	۲۹۰	تصانیف
۳۰۲	حدیث سعید	۲۹۵	فہرست حواشی کتاب میبذی	۲۹۰	ملاحسن
۳۰۲	حواشی ہدیہ سعید	۲۹۶	(۹۰) صاحب صدرا	۲۹۰	حواشی ملاحسن
۳۰۲	(۹۳) صاحب ملخص جمعی	۲۹۶	نام و نسب	۲۹۰	(۸۵) صاحب مرقات
۳۰۲	نام و نسب اور سکونت	۲۹۶	تحصیل علوم	۲۹۰	نام و نسب
۳۰۲	تعارف	۲۹۶	شہابی تقریب	۲۹۰	پیدائش اور وطن عزیز
۳۰۲	وفات	۲۹۶	زیارت حرمین شریفین	۲۹۱	آباء و اجداد
۳۰۲	فہرست شروع کتاب ملخص	۲۹۶	عقیدہ اور مسلک	۲۹۱	واجد ماجد
۳۰۳	(۹۴) شارح چغینی	۲۹۶	وفات	۲۹۱	تحصیل علم
۳۰۳	نام و نسب	۲۹۶	تصانیف	۲۹۱	درس و تدریس
۳۰۳	تحصیل علوم	۲۹۶	فہرست حواشی کتاب صدرا	۲۹۱	طلباء کے ساتھ حسن سلوک
۳۰۳	شہابی دربار تک رسائی	۲۹۶	(۹۱) صاحب شمس بازغہ	۲۹۱	شفقت کا ساتھ ادبی نمونہ
۳۰۳	درس و تدریس	۲۹۶	نام و نسب	۲۹۱	علمی قابلیت
۳۰۳	خیر خواہی اور ہمدردی	۲۹۶	تحصیل علوم	۲۹۱	ایک خواب اور اس کی
۳۰۳	قاضی زادہ اور شوق ریاضی	۲۹۶	علوم مقام	۲۹۱	عجیب و غریب تعبیر
۳۰۳	وفات	۲۹۶	پختگی علم	۲۹۱	وفات
۳۰۳	تصانیف	۲۹۶	فن ناکا بھید	۲۹۱	تصانیف
۳۰۳	فہرست حواشی شرح جمعی	۲۹۸	شہابی تقریب	۲۹۳	شروع و حواشی مرقات
۳۰۵	(۹۵) صاحب تشریح الافلاک	۲۹۸	تحریک قیام و صد خانہ	۲۹۳	(۸۶) صاحب شریفیہ
۳۰۵	نام و نسب	۲۹۸	درس و تدریس	۲۹۳	(۸۷) صاحب رشیدیہ
۳۰۵	تحقیق نسب	۲۹۸	تحصیل طریقت	۲۹۳	نام و نسب
۳۰۵	تاریخ پیدائش	۲۹۸	وفات	۲۹۳	سنہ پیدائش
۳۰۵	آباء و اجداد	۲۹۸	تصانیف	۲۹۳	تحصیل علوم
۳۰۵	عام حالات زندگی	۲۹۸	فہرست حواشی کتاب شمس بازغہ	۲۹۳	درس و تدریس
۳۰۶	درس و تدریس	۳۹۹	(۹۲) صاحب ہدایہ سعید	۲۹۳	وقار علم و خودداری
۳۰۶	وفات	۳۹۹	نام و نسب اور پیدائش	۲۹۳	طریقت و سلوک
۳۰۶	تصانیف	۳۹۹	تحصیل علوم	۲۹۳	وفات
۳۰۶	حواشی تشریح الافلاک	۳۰۰	نظارت و زہانت	۲۹۳	تصانیف
۳۰۶	(۹۶) صاحب تصریح	۳۰۰	ذوق شعر و شاعری	۲۹۳	حواشی رشیدیہ
۳۰۶	تعارف	۳۰۰	حقانی سینہ اشعار کا خزینہ	۲۹۳	(۸۸) صاحب ہدایۃ الحکمت

عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
تصانیف	۳۰۷	القاب وصفات	۳۱۳	تالیفات و تصنیفات اور تحقیق و تنقیدی مقالات	۳۲۲
وفات	۳۰۷	ابن خلدون لقب کی وجہ	۳۱۳	صاحب کفایہ المختار (۱۱۳)	۳۲۳
(۹۷) صاحب بست باب	۳۰۷	بعض مسوور خین کی سنگین غلطی	۳۱۳	مصنفین کتب امتحان عالم	۳۲۳
نام و نسب	۳۰۷	تاریخ پیدائش	۳۱۳	صاحب مفصل (۱۱۴)	۳۲۳
وطن عزیز	۳۰۷	عظمت خاندان	۳۱۳	نام و نسب اور سنہ پیدائش	۳۲۳
تحصیل علوم	۳۰۷	تعلیم و تربیت	۳۱۳	تحصیل علم	۳۲۳
اخلاق و عادات	۳۰۷	رحلت والدین	۳۱۳	ایک فحش ترین غلطی	۳۲۳
بناء و رصد خانہ و تعمیر کتب خانہ	۳۰۷	کوچ از وطن مالوف	۳۱۳	قوت حافظہ اور علمی مقام	۳۲۳
لطیفہ عجیبہ	۳۰۸	سیر و سیاحت	۳۱۳	اعرج لقب کے ساتھ	۳۲۳
وفات =	۳۰۸	ازدواجی زندگی	۳۱۳	ملقب ہونے کی وجہ	۳۲۳
الباقیات الصالحات	۳۰۸	درس و تدریس	۳۱۳	شعر و شاعری	۳۲۵
تصنیفات و تالیفات	۳۰۸	تصنیف و تالیف	۳۱۳	قانون خداوندی کا مشاہدہ	۳۲۵
شروح و حواشی بست باب	۳۰۸	مقدمہ اور تاریخ پر نظر ثانی	۳۱۳	حبیب اللہ بن یحییٰ و یحییٰ	۳۲۶
(۹۸) صاحب خلاصۃ الحساب	۳۰۸	مقدمہ ابن خلدون	۳۱۳	رحلت و وفات	۳۲۶
(۹۹) صاحب تحریر اقلیدس	۳۰۸	رحلت و وفات	۳۱۳	علمی کارنامے	۳۲۶
(۱۰۰) صاحب القانون	۳۰۸	مصنفین کتب امتحان مولوی	۳۱۳	مفصل	۳۲۶
نام و نسب	۳۰۸	(۱۰۵) صاحب لسانی الادب	۳۱۳	کشاف	۳۲۶
تحصیل علوم	۳۰۸	(۱۰۶) صاحب دروس البلانہ	۳۱۳	لطیفہ عجیبہ	۳۲۸
تحصیل طب	۳۰۸	نام و نسب اور جائے پیدائش	۳۱۳	(۱۱۵) صاحب الجینی	۳۲۸
درس و تدریس	۳۰۸	تحصیل علم اور حالات زندگی	۳۱۳	نام و نسب	۳۲۸
شوق مطالعہ	۳۰۸	اخلاق و عادات	۳۱۳	سنہ پیدائش اور تحصیل علم	۳۲۸
ابن سینا اور خاکسرمرب	۳۱۰	نثر نگاری اور شاعری	۳۱۳	عام حالات زندگی	۳۲۸
شاہی دربار تک رسائی	۳۱۰	حق شاعری کا نمونہ	۳۱۳	اخلاق و عادات	۳۲۹
قید و بند اور مصائب و محن	۳۱۰	وفات	۳۱۳	علمی مقام اور قوت حافظہ	۳۲۹
وفات =	۳۱۱	تالیفات	۳۱۳	ابن درید کی شاعری	۳۲۹
لطیفہ =	۳۱۱	(۱۰۷) صاحب الکافی	۳۱۳	تصانیف	۳۳۰
مسک شیخ	۳۱۱	(۱۰۸) صاحب اصول حدیث	۳۱۳	وفات	۳۳۰
کمال شیخ و کرامت ولی	۳۱۲	(۱۰۹) صاحب زبدۃ الاول	۳۱۳	(۱۱۶) صاحب دول العرب	۳۳۰
تصانیف	۳۱۲	(۱۱۰) صاحب الموجز	۳۱۳	(۱۱۷) صاحب محیط الدائرہ	۳۳۰
القانون	۳۱۲	(۱۱۱) صاحب کامل الصناء	۳۱۳	(۱۱۸) صاحب فقہ اللانہ	۳۳۰
(۱۰۱) صاحب قانونچہ	۳۱۲	(۱۱۲) صاحب ازہار العرب	۳۱۳	نام و نسب اور سنہ پیدائش	۳۳۰
(۱۰۲) صاحب شرح اسباب	۳۱۳	نام و نسب اور حالات زندگی	۳۱۳	علمی مقام	۳۳۰
(۱۰۳) صاحب نفیسی	۳۱۳	جلات شان و علمی مقام	۳۱۳	شعر و شاعری	۳۳۱
تعارف	۳۱۳	اخلاق و عادات	۳۱۳	رحلت و وفات	۳۳۱
تصانیف	۳۱۳	تعلیمی خدمات	۳۱۳	تصنیفات	۳۳۱
وفات	۳۱۳	شعر و شاعری	۳۱۳	(۱۱۹) صاحب الوجزہ	۳۳۲
(۱۰۴) صاحب مقدمہ ابن خلدون	۳۱۳	نمونہ شاعری	۳۱۳	صاحب تاریخ الاسلام (۱۲۰)	۳۳۲
نام و نسب	۳۱۳	وفات حسرت آیات	۳۱۳		

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۳۳۲	صاحب جوہر نیرہ	۳۳۲	ایک عجیب قصہ	۳۳۰	سلاطین وقت کی قدردانی
۳۳۲	(۱۲۲) صاحب شریع الاسلام	۳۳۳	وفات	۳۳۱	درس و تدریس
۳۳۳	(۱۲۳) صاحب حکمہ العین	۳۳۳	تصانیف	۳۳۱	مشہور تلامذہ
۳۳۳	مصنفین کتب امتحان فاضل	۳۳۳	حواشی مفتاح العلوم	۳۳۱	شان درس
۳۳۳	(۱۲۴) صاحب الکامل	۳۳۳	(۱۲۹) صاحب نقد الشعر	۳۳۱	وعظ و تذکیر
۳۳۳	نام و نسب اور تحصیل علم	۳۳۳	(۱۳۰) صاحب المحاضرات	۳۳۱	پر شکوہ مجلس وعظ
۳۳۳	علمی مقام	۳۳۳	(۱۳۱) صاحب تاریخ المتمدن الاسلامی	۳۳۱	کتب خانہ فخریہ
۳۳۳	میر و لقب کے ساتھ	۳۳۳	(۱۳۲) صاحب تاریخ آداب	۳۳۲	شیخ نجم الدین کبری سے ملاقات
۳۳۳	ملقب ہونے کی وجہ	۳۳۳	اللغة العربیہ	۳۳۲	رجوع الی اللہ
۳۳۳	میر و اور ثعلب	۳۳۳	(۱۳۳) صاحب المقدمة	۳۳۲	شعر و شاعری
۳۳۳	تصانیف	۳۳۳	نام و نسب اور سنہ پیدائش	۳۳۲	رحلت و وفات
۳۳۳	وفات	۳۳۳	تحصیل علم	۳۳۲	مدفن و مزار
۳۳۳	(۱۲۵) صاحب البیان والتبيين	۳۳۳	درس و تدریس	۳۳۲	سبب وفات
۳۳۳	نام و نسب اور تحصیل علم	۳۳۳	زہد و ورع	۳۳۲	تاریخی غلطی
۳۳۳	شوق مطالعہ	۳۳۳	تصانیف	۳۳۲	حلیہ
۳۳۳	عام حالات زندگی	۳۳۳	وفات و مدفن	۳۳۳	اوصاف و عقائد
۳۳۳	اخلاق و عادات	۳۳۳	(۱۳۴) صاحب بدایہ الجہتہ	۳۳۳	آل و ولاد
۳۳۳	مسک	۳۳۳	نام و نسب اور جائے پیدائش	۳۳۳	تصنیف و تالیف
۳۳۳	شعر و شاعری	۳۳۳	تحصیل علم	۳۳۳	علمی کارنامے
۳۳۳	حلیہ	۳۳۳	علمی کمال	۳۳۳	کتاب المحصل
۳۳۳	علمی مقام	۳۳۳	حالات زندگی	۳۳۳	مآخذ تصنیفات
۳۳۳	تصانیف	۳۳۳	شرہ آفاق	۳۳۳	خصوصیات تصنیف
۳۳۳	البيان والتبيين	۳۳۳	واقعہ قید و بند	۳۳۳	(۱۳۹) صاحب الملل والنحل
۳۳۳	وفات	۳۳۳	وفات	۳۳۳	(۱۴۰) صاحب کتاب المعبر
۳۳۳	(۱۲۶) صاحب نبح البلاغہ	۳۳۳	فلسفہ ابن رشد	۳۳۳	(۱۴۱) صاحب شرح اشارات
۳۳۳	نام و نسب اور پیدائش	۳۳۳	تصانیف	۳۳۳	(۱۴۲) صاحب شرح مواقف
۳۳۳	تحصیل علم و عام حالات زندگی	۳۳۳	بدایہ الجہتہ	۳۳۳	(۱۴۳) صاحب شرح تجرید
۳۳۳	اخلاق و عادات	۳۳۳	(۱۳۵) صاحب منہاج الاصول	۳۳۳	تعارف مع تحقیق قونجی
۳۳۳	خودداری و غیوری	۳۳۳	(۱۳۶) صاحب السیرۃ	۳۳۳	صاحب اکسیر کی غلطی
۳۳۳	شعر و شاعری	۳۳۳	(۱۳۷) صاحب تاریخ	۳۳۳	تحصیل علوم
۳۳۳	شریفی شاعری کا نمونہ	۳۳۳	التشریع الاسلامی	۳۳۳	مجمل حیات
۳۳۳	وفات	۳۳۳	(۱۳۸) صاحب المحصل	۳۳۳	وفات
۳۳۳	العجوبہ شریفہ	۳۳۳	نام و نسب اور پیدائش	۳۳۳	تصانیف
۳۳۳	تصانیف	۳۳۳	دفع اشتباہ	۳۳۳	(۱۴۴) صاحب رسالہ قشیریہ
۳۳۳	(۱۲۷) صاحب مغنی اللیب	۳۳۳	تحقیق رائے	۳۳۳	(۱۴۵) صاحب ادب الکاتب
۳۳۳	(۱۲۸) صاحب مفتاح العلوم	۳۳۳	تحصیل علوم	۳۳۳	(۱۴۶) صاحب الاثقان
۳۳۳	نام و نسب اور تحقیق نسبت	۳۳۳	سیاحت و سفر	۳۳۳	(۱۴۷) صاحب مجمع البیان
۳۳۳	سنہ پیدائش و تحصیل علم	۳۳۳	حصول دولت و جاہ	۳۳۳	(۱۴۸) صاحب معالم الاصول

عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
(۱۳۹) صاحب علل الشرائع	۳۵۹	(۱۶۱) صاحب ملاجلال	۳۶۵	نام و نسب اور پیدائش	۳۶۲
(۱۵۰) صاحب مروج الذهب	"	نام و نسب اور پیدائش	"	تحقیق اصیہان	"
(۱۵۱) صاحب الدیوان	"	تحصیل علوم	"	اصیہانی کا ماحول	"
(۱۵۲) صاحب شرح حکمہ الاشراف	"	درس و تدریس اور	"	استفادہ علوم	"
نام و نسب اور تحصیل علم	"	اصحاب تلامذہ	"	اصیہانی دور حیات	"
درس و تدریس	۳۶۰	علمی مقام	"	جلالت شان و علم مقام	۳۶۳
جامعیت	"	تصانیف	۳۶۶	قوت حافظہ	"
زہد و عبادت	"	وفات	"	اخلاق و عادات اور کردار	"
تصنیفات	"	حواشی حاشیہ ملاجلال	"	مذہب و مسلک	"
وفات	"	(۱۶۲) صاحب سبع شہاد	۳۶۷	ابوالفرج بختیم شاعر	"
مصنفین کتب متفرقہ	"	(۱۶۳) صاحب القراءۃ الراشدہ	"	وصفیہ شاعری	۳۶۸
(۱۵۳) صاحب دستور المبتدی	"	(۱۶۴) صاحب قلیربی	"	مدح سرائی	"
(۱۵۴) صاحب شذائع	"	(۱۶۵) صاحب اخوان الصفا	"	واقعہ ہجو گوئی	"
(۱۵۵) صاحب الخواص	۳۶۱	(۱۶۶) صاحب مقامات بدیع	"	داخلی اور وجدانی شاعری	۳۶۵
(۱۵۶) صاحب الفیہ	"	نام و نسب اور تحصیل علوم	"	ابوالفرج بختیم شاعر	"
نام و نسب اور تحقیق کی نسبت	"	عام حالات زندگی	"	حکایت نگاری	"
تحصیل علوم	"	اخلاق و عادات اور	"	تاریخ نویسی	"
علمی مقام و جلالت شان	"	خدا و اوصالیہ جہتیں	"	حالات و زمانہ کی تصویر کشی	۳۶۶
درس و تدریس	۳۶۲	بدیہ گوئی	"	تنقید نگاری	"
تصنیفات و تالیفات	"	بدیع الزماں کی شاعری	"	اسلوب نگارش	"
رحلت و وفات	"	مقامات بدیع	"	اصیہانی کی وفات	۳۶۹
فہرست حواشی و شروع کتب الفیہ	"	بدیع الزماں کی دیگر تصانیف	"	اصیہانی کے ادبی کارنامے	"
(۱۵۷) صاحب شرح الفیہ	۳۶۳	وفات	"	کتاب الاغانی	۳۷۰
نام و نسب اور پیدائش	"	وفات کا عجیب	"	مدت تالیف	"
تحصیل علوم	"	و غریب واقعہ	"	کتاب الاغانی کی قدر و قیمت	"
درس و تدریس	"	(۱۶۷) صاحب دیوان (بختری)	"	اغانی کی اہم خصوصیات	۳۷۸
علمی مقام و عمدہ قضا	۳۶۴	نام و نسب اور پیدائش	"	اغانی کا سلسلہ اسناد	"
وفات	"	حالات زندگی	۳۷۰	اغانی کے انتخابات	"
تصانیف	"	بختری کا ادبی مقام	"	(۱۶۹) صاحب جہرہ شعراء العرب	"
شروع و تعلیقات شرح ابن عقیل	"	بڑے بڑے شعراء کا حسن اعتراف	"	(۱۷۰) صاحب تعلیم المعلم	"
(۱۵۸) صاحب شرح شذویر الذہب	"	اخلاق و عادات	"	تعارف	"
(۱۵۹) صاحب نثرہ المخصوص	"	اہل کمال کی فضیلت کا اعتراف	"	شعر و اشعار	۳۷۹
(۱۶۰) صاحب تیسیر المنطق	"	بختری شاعری	"	تصانیف	۳۸۲
نام و نسب اور پیدائش	"	بختری شاعری کا نمونہ	"	شروع و حواشی کتاب	۳۷۹
تحصیل علم	"	بختری کے معاشی حالات	"	تعلیم المعلم	"
درس و تدریس	۳۷۵	بختری کی وفات	"	(۱۷۱) صاحب ینہ المصلی	"
وفات	"	تصانیف	"	(۱۷۲) صاحب بلوغ المرام	"
تصانیف	"	(۱۷۸) صاحب الاغانی	"	(۱۷۳) صاحب ریاض الصالحین	"

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۳۸۷	نام و نسب اور پیدائش	۳۸۳	نام و نسب اور پیدائش	۳۷۹	نام و نسب اور پیدائش
۳۸۸	تحصیل علوم	۳۸۳	تحصیل علوم	۳۸۰	تحصیل علوم
"	حالات زندگی	"	قید و بند اور ابتلاء مصائب	"	حالات زندگی
"	افضل الجہاد کلمۃ الحق	"	نصیبہ ورنی قسمت	"	افضل الجہاد کلمۃ الحق
"	عند سلطان الجائر	"	کی یآوری	"	عند سلطان الجائر
"	تصانیف	"	حلیہ اور اخلاق و عادات	"	تصانیف
"	وفات	۳۸۵	اسلوب نگارش	۳۸۱	وفات
۳۸۹	(۱۸۳) صاحب اصول یزدوی	"	افسانہ نگاری	"	(۱۷۳) صاحب تنویر الابصار
"	نام و نسب	"	اولی خانی اور کوتاہی	"	نام و نسب اور تحقیق نسبت
"	عام حالات زندگی	"	وفات	"	تحصیل علوم
"	تصانیف	"	تصانیف تراجم	"	تصانیف
"	وفات	۳۸۶	(۱۷۸) صاحب تیسیر	"	وفات
۳۹۰	تاریخی غلطی	"	نام و نسب اور پیدائش	۳۸۲	(۱۷۵) صاحب در مختار
"	"	"	تحصیل علوم و حالات زندگی	"	(۱۷۶) صاحب مشارق الانوار
"	"	"	قوت حافظہ	"	نام و نسب اور تحقیق نسبت
"	"	"	تصانیف	"	حالات زندگی
"	"	"	وفات	"	علمی مقام
"	"	"	(۱۷۹) صاحب رسالہ حمیدیہ	"	وفات
"	"	۳۸۷	(۱۸۰) صاحب شرح عقائد جلالی	۳۸۳	تصنیفات و تالیفات
"	"	"	(۱۸۱) صاحب تدریب الراوی	"	(۱۷۷) صاحب نظرات و عبرات

بے نام تو نامہ چوں کتم باز

شعر: اے نام تو بہترین سر آغاز

دیباچہ

زواہر نطق یلوح انوار الطافہ من مطالع الکتب والصحائف، وبواہر کلام یفوح ازہار اعطافہ علی صفحات العلوم والمعارف، حمد اللہ الذی نور انوار الکمالات فی حدائق الازہان وازہر فی ریاض الخیالات ازہار العرفان، والصلوة والسلام علی من ہوا افضل الوسائل للفوز الی الدرجات، والایمان بہ اجل الذخائر والسعادات، اللہم فصل وسلم وبارک علی نبیک محمد سید الرسل ولابرار، وعلی الہ الاطہار وصحبہ الاخیار ماطلع شمس المعانی من وراء حجاب السطور والدفاتر، واشرق انوار المزیامن اشعت شحات الادلاموالمحابر۔

الما بعد انداز بیان گرچہ بہت شوخ نہیں ہے شاید کہ اتر جائے ترے دل میں میری بات (اقبال)
آج کل مسلمانوں کی علمی دنیا میں جو افسردگی اور تحصیل علم کے سلسلہ میں عزائم و ہمم میں جو پڑمردگی چھائی ہوئی ہے اس کو دیکھتے ہوئے مشکل سے باور آسکتا ہے کہ کبھی ہم میں بھی ایسے لوگ تھے جو علم کی دھن میں براعظم اور سمندر کا طے کرنا، ایک ایک کتاب کی خاطر صد ہا میل پیادہ یا چلنا، صرف نباتات کے حالات تحقیق کرنے کیلئے ملکوں ملکوں پھرنا، مطالعہ کے شغف میں پوری پوری رات کھڑے ہو کر گزار دینا، پختگی، علم کی خاطر مختلف مشائخ اور اساتذہ کی خدمت میں زانوئے ادب طے کرنا ایک بات سمجھتے تھے۔

اگر ان کے دلوں میں یہ جوش اور دماغوں میں یہ ولولہ نہ ہوتا تو ہم کو ابن بیطار اور جر جانی و تفتازانی نصیب نہ ہوتے اور نہ ابو حاتم رازی و حافظ ابن طاہر کے کارنامے ہمارے قومی خیالوں میں فخر پیدا کرتے۔
اگر آج ہمارے دلوں میں اس کا ایک شمرہ بھی ہوتا تو ہم علم و فن میں ہر قوم و ملت کے مقابلے میں پست نہ ہوتے۔
اپنا کیا حال ہے اسلاف کی حالت کیا تھی
اپنی توقیر ہے کیا ان کی وجاہت کیا تھی

حقیقت یہ ہے کہ جب ہمارے ارادے پست، ہماری ہمتیں قاصر
ان بزرگوں کے روشن نام کو دھبہ لگانا ہے اور اپنے آپ کو حقیر کرنا ہے

تو کے بدولت ایشیاں رسی کہ نہ توانی
فضل و ہنر بڑوں کے گرم میں ہوں تو جانیں
جس ملت کے پیشوا کا یہ مقولہ ہوا طلبوا العلم ولو بالصین اس ملت کے افراد کو سفر کا نام سن کر لرزہ چڑھے
ع هذا، العمری فی القیاس بدیع۔ اور جس قوم کے بچے بچے کے کان اس حکیمانہ مقولہ سے آشنا ہوں۔

تا بدکان خانہ در گردی . ہر گز اے خام آدمی نہ شوی

وہ گھر سے باہر قدم نہ نکالے ان هذا لشی عجاب

ترسم کزیں چمن نہ بری آستین گل
کز گلشن تحمل خارے نمی کنی

ایک وہ گروہ قدسی تھا جس نے سیاحت کرتے کرتے خود لفظ میں تقدس پیدا کر دیا اور ایک ہم ہیں کہ گھر میں گھسے گھسے
سارے عالم کے یہ ذہن نشین کر دیا کہ مسلمان اور سفر ان دونوں لفظوں میں کوئی مناسبت ہی نہیں

عبہ میں تفاوت رہ از لجاست تا بہ کجا۔
اند کے باتو گویم از بسیار۔

صحیح بخاری کے مصنف امام بخاری نے چودہ برس کے سن میں سیاحت شروع کر دی، ان کی والدہ اور خواہر سفر میں

نگراں تھیں بخارا سے لے کر مصر تک سارے ممالک اس امام عالی مقام کے سفر میں ہیں، دور اسلام کا مسافر سیاح ابن حوقل بغداد سے سیاحت کیلئے اٹھتا ہے اور بلاد اسلامیہ، بلاد بربر، اندلس، عراق اور فارس کو طے کرتا ہوا اپنی عمر کے پچھائیس سال صرف کر دیتا ہے یہی وہ ابن حوقل ہے جس کو آج پوری دنیا صاحب المسالک والممالک والمغادر والممالک سے یاد کرتی ہے۔
در حقیقت ہیں زمانہ میں وہی خوش تقدیر نام مرنے پہ بھی مٹا نہیں جن کا زہار (عشرت)

حافظ ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی سن ۳۶۰ھ صاحب معاجم ثلاثہ طلب حدیث میں تینتیس ۳۳ سال گھومتے رہے اور ایک ہزار مشائخ سے علم حاصل کرنے کے باوجود علمی تشنگی دور نہ ہوئی۔

امام ابو حاتم رازی نے اپنی سرگذشت خود بیان کی ہے کہ میں نے تین ہزار فرسخ سے زیادہ مسافت پیادہ پاٹے کی تھی۔ ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے لہذا ان کی پیادہ روی نو ہزار میل سے زیادہ ہوئی یہ ان کی سیاحت کی انتہاء تھیں بلکہ شمار کی حد ہے کیونکہ امام ممدوح فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے میلوں کا شمار چھوڑ دیا۔

مل ہی جائے گی کبھی منزل لیلہ اقبال کوئی ون اور ابھی باد یہ پیائی کر
ابن المقری بیان فرماتے ہیں کہ میں نے صرف ایک نسخہ ابن فضاہ کے خاطر ستر منزل کا سفر کیا تھا۔ اس نسخہ کی ظاہری حیثیت یہ ہے کہ اگر کسی نان بانی کو دیا جائے تو وہ ایک روٹی بھی اس کے عوض میں دینا گوارا نہ کرے گا۔ ایک منزل معمولی طور پر بارہ میل کی قرار دی گئی ہے بس اگلے علماء آٹھ سو چالیس میل ایک ایک کتاب کی خاطر طے کر ڈالتے تھے۔
بے محنت پیہم کوئی جو ہر نہیں کھلتا روشن شرر تیشہ سے ہے خانہ فرہاد (اقبال)

حافظ ابن طاہر مقدسی نے جتنے سفر طلب حدیث میں کئے ان میں کبھی انہوں نے سواری کا سہارا نہیں لیا سواری اور بار برداری دونوں کا کام وہ اپنے نفس ہی سے لیتے تھے سفر پیادہ کرتے اور کتابوں کا پشتا پشت پر ہوتا، مشقت پیادہ روی کبھی یہ رنگ لاتی تھی کہ پیشاب میں خون آنے لگتا تھا۔

ضعف ہوا کھ مگر دشت نور دی نہ چھٹے حشر تک چاہیے مجنوں کی طرح نام چلے (راشد)
اس جفاکشی سے جو سیاحت حافظ ممدوح نے کی اس میں حسب ذیل مقامات مجملہ اور مقاموں کے تھے بغداد مکہ مکرمہ، جزیرہ، تیونس، دمشق، حلب، جزیرہ اصفہان، نیشاپور، ہرات، رجبہ، لوقان، مدینہ طیبہ، نہاوند ہمدان، واسط، ساوا، اسد آباد، اسفرائن، آمل، اہواز، بسطام، خسرو جرد، جرجان، آمد، استر آباد، بولنچہرہ، دینور، رے، سرخس، شیراز، قزوین، کوفہ۔
حافظ ابو عبد اللہ اصفہانی ایک مرتبہ اپنے مقامات رحلت کی تفصیل بیان کرنے لگے کہ میں حدیث حاصل کرنے گیا ہوں طوس، ہرات، بلخ، بخارا، سمرقند، کرمان، نیشاپور، جرجان غرض اسی طرح ایک سو بیس مقامات کے نام لے ڈالے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ اگر ان کے نام مسلسل لئے جائیں تو سننے والے گھبرا جائیں گے۔ آفریں اس باہمت جواں مرد پر جو اتنے مقاموں کا سفر کرتے کرتے نہیں گھبرا یا۔

مکن ز غصہ شکایت کہ در طریق طلب براحتہ نہ رسید آنکہ زحمت نہ کشید
امام ادب سیبویہ ابتداء طالب علمی میں فقہ اور حدیث پڑھا کرتے تھے نحو سے اس وقت تک ان کو چنداں مناسبت نہ تھی۔ اس زمانہ میں وہ حماد بن سلمہ کے مستملی بھی تھے ایک روز کسی حدیث کی روایت میں حماد نے الفاظ ”لیس ابا الدرداء“ املاء کئے سیبویہ نے ان کو ادا کرتے وقت ”لیس ابو الدرداء“ سامعین کو سنایا شیخ نے کہا غلط لفظ مت بتاؤ۔ ”لیس ابا الدرداء“ کہو۔ اس گرفت سے سیبویہ کو نہایت انفعال ہوا اور انہوں نے دل میں کہا کہ میں وہ علم کیوں نہ سیکھوں جو ایسی غلطیوں سے محفوظ رکھے چنانچہ انہوں نے علم نحو سیکھنا شروع کیا اور اس جدوجہد سے سیکھا کہ سینکڑوں برس سے طلبہ ان کا نام لے کر نحوی ہو رہے ہیں۔

اشد ہمزبان حق چوزبان کلیم سوخت

ہر محنت۔ مقدمہ راحت بود

سبط ابن جوزی فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے دادا (شیخ ابن جوزی) کو ایک بار سر منبر یہ کہتے سنا کہ میں نے اپنی ان انگلیوں سے دو ہزار جلدیں لکھی ہیں۔ جس شیخ وقت نے ڈھائی سو کتابیں تصنیف کر ڈالی ہوں اس کا دو ہزار جلدیں لکھ لینا ناممکن نہیں۔ جن قلموں سے شیخ ابن جوزی نے حدیث شریف کی کتابیں لکھی تھیں ان کا تراشہ جمع کرتے گئے تھے جب وہ وفات پانے لگے تو وصیت کی کہ میرے غسل کا پانی اسی تراشہ سے گرم کیا جائے چنانچہ جس پانی سے ان کو غسل دیا گیا اس کے نیچے وہی پاک ایندھن جلایا گیا تھا۔

عام حالت پر بسر کی زندگی تو نے تو کیا کچھ تو کر ایسا کہ عالم بھر میں افسانہ رہے۔ (جگر)

امام ادب ثعلب ناقل ہیں کہ پچاس برس سے برابر میں ابراہیم حربی کو اپنی ہر مجلس لغت و ادب میں موجود پاتا ہوں امام رازی کو تاسف ہوتا تھا کہ کھانے کا وقت کیوں علمی مشاغل سے خالی جاتا ہے چنانچہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ واللہ انی اتاسف فی الفوات عن الاشتغال بالعلم فی وقت الاکل فان الوقت و الزمان عزیز۔ بخدا مجھ کو کھانے کے وقت علمی مشاغل کے چھوٹ جانے پر افسوس ہوتا ہے کیونکہ فرصت وقت عزیز ہے۔

در بزم وصال تو بہنگام تماشہ نظارہ ز جنبیدن، مژگاں گلہ دارد
امام رازی اگر اوقات کو عزیز نہ سمجھتے تو نہ ان پر علوم کے راز کھلتے اور نہ کوئی ان کو امام کہتا۔
خاک درد ستش بود چوں باد ہنگام اجل ہر کہ اوقات گرامی صرف آب و گل کند
نقصان کا عوض ہو زمانے میں کس طرح جودن گذر گیانہ کبھی عمر بھر ملا (منیر)

امام ادب ابو العباس ثعلب کی عمر اکانوے برس کی ہو چکی تھی کہ ایک دن جمعہ کے بعد مسجد سے دکان کو جانے لگے راستے میں کتاب دیکھتے جاتے تھے کتاب میں محویت اور نقل سماعت پھر اس پر آواز کیا سنتے ایک گھوڑے کا دھکا لگا اور اس کے صدمہ سے بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑے، لوگ غشی کی حالت میں اٹھا کر مکان پر لائے ضعف پیری اتنے بڑے صدمہ کو کب برداشت کر سکتا تھا اسی حالت میں رحلت ہو گئی۔

نتیجہ زندگی کا ہے کچھ دنیا میں کر جانا خیال موت بے جا ہے وہ جب آئے تو مر جانا (جگر لکھنوی)

جیتے ہو تو کچھ کیجئے زندوں کی طرح مردوں کی طرح جئے تو کیا خاک جئے۔ (حالی)

انتہائی پیری پر بھی ان کا شوق طلب اتنا قوی تھا کہ رہ نور دی میں جو وقت گذر تا اس کا جاتا رہنا بھی گوارا نہ ہوا۔
چم حالت سنت ندانم جمال سلمی را کہ پیش دیدنش افزوں کند تمنارا
سچ یہ ہے کہ اگر یہ علمی تشنگی نہ ہوتی تو ابو العباس ادب میں امامت کے درجہ کو نہ پہنچتے۔

قدیم زمانہ میں درس کا یہ قاعدہ تھا کہ استاد مطالب علمیہ پر جو تقریر کرتا تھا شاگرد اس کو قلم بند کرتے جاتے تھے اور نہایت احتیاط سے محفوظ رکھتے تھے ان یادداشتوں کو تعلیقات کہتے تھے۔ امام غزالی نے بھی تعلیقات کا ایک مجموعہ تیار کیا تھا چند روز کے بعد وطن کو واپس آئے اتفاق سے راہ میں ڈاکہ پڑا اور آپ کے پاس جو کچھ سامان تھا سب لٹ گیا اس میں وہ تعلیقات بھی تھیں جو ان کو امام ابو نصر اسمعیلی نے لکھوائی تھیں۔ امام غزالی کو اس کے لٹنے کا نہایت صدمہ تھا چنانچہ ڈاکوؤں کے سردار کے پاس گئے اور کہا میں اپنے اسباب میں سے صرف اس مجموعہ کو مانگتا ہوں کیونکہ میں نے انہیں کے سننے اور یاد کرنے کیلئے یہ سفر کیا تھا۔ وہ ہنس پڑا اور کہا کہ۔ ”تم نے خاک سیکھا جب کہ تمہاری یہ حالت ہے کہ ایک کاغذ نہ رہا تو تم کو رہے رہ گئے۔“ یہ کہہ کر اس نے وہ کاغذ واپس دے دیئے۔ امام صاحب پر اس کے طعنہ آمیز فقرے نے ہاتھ غیبی کی آواز کا اثر کیا۔ چنانچہ وطن پہنچ کر وہ یادداشتیں زبانی یاد کرنی شروع کیں یہاں تک کہ پورے تین برس صرف کر دیئے اور ان مسائل کے حافظ بن گئے۔

ع دست از طلب نہ دارم تا کام من بر آید

قصہ مختصر اس قسم کے سینکڑوں نہیں ہزاروں واقعات سلف۔ تاریخی صفحات پر ثبت ہیں جن سے ان حضرات کی سیر، سیاحت، پیادہ روی و صحرائوردی، تحصیل علم کی خاطر عرق ریزی و جفاکشی، شوق طلب و مشغل کتب بینی کا بخوبی پتہ چلتا ہے۔ یہی وہ چیز تھی جس کے نتیجہ میں یہ حضرات ہر علم و فن میں اپنے وقت کے شیخ و امام بنے اور اقلیم شہرت و عظمت کے تاج دار بن کر نمودار ہوئے۔

روئے زمیں بہ طلعت ایشال منور است چوں آسمان بزہرہ و خورشید و مشتری
اگر آج ہمارے دلوں میں اس کا ایک شمع بھی ہوتا تو ہم عہد نام کنندہ ٹکوتاے چند۔ کا مصداق نہ ہوتے۔

ہرچہ ہست از قامت ناساز و بے اندام باست ورنہ تشریف تو بر بالائے کس کو تاہ نیست
عام ہیں اس کے تو الطاف شہیدی سب پر تجھ سے کیا ضد تھی اگر تو کسی قابل ہوتا
طالب لعل و گہر نیست و گرنہ خورشید ہچناں در عمل معدن و کان است کہ بود

علم تاریخ (جس کا ایک شعبہ تراجم الکبار و اخبار لاخیر بھی ہے۔ ہم کو اسلاف کے حالات و واقعات، مناقب و اوصاف، اقوال و افادات، آثار و فیوض، ان کی نہایت و جلالت شان، مولید و وفیات اور ان کے اعصار و ازمان سے واقف کر کے دل و دماغ میں ایک پر جوش حرکت پیدا کرتا، حوصلہ کو دہنگ ہمت کو بلند کرتا، نیکیوں کی ترغیب دیتا اور برائیوں سے روکتا ہے۔ تاریخ کے مطالعہ سے بصیرت و دانائی میں افزونی، خرم و احتیاط میں فراوانی، دل سے رنج و غم دور ہو کر مسرت و شادمانی اور دل و دماغ میں ہر وقت تازگی میسر ہوتی ہے۔ نیز تاریخی مطالعہ سے صبر و استقلال کی صفت میں اضافہ ہوتا ہے اور احقاق حق و ابطال باطل کی قوت ترقی پذیر ہوتی ہے۔ حاصل یہ کہ علم تاریخ اور اسلاف کے حالات و سوانح حیات انسان کیلئے عبرت و موعظت آموزی اور سیرت سازی کا بہترین ذریعہ ہے۔

ہمارے مدارس عربیہ میں جہاں مختلف علوم و فنون کی کتابیں پڑھائی جاتی ہیں عموماً "مصنف کی سوانح حیات" صحیح معنی میں بیان نہیں ہوتی جس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے یہاں اس موضوع پر نہ عربی میں کوئی تصنیف ہے نہ فارسی و اردو میں کوئی تالیف جس میں مصنفین درس نظامی کے حالات کو یک جا جمع کیا گیا ہو۔

اس لئے عرصہ سے اس ضرورت کو محسوس کیا جا رہا تھا کہ ایک ایسی کتاب ہونی چاہیے جس میں مصنفین درس نظامی کا صحیح اور تفصیلی تعارف ہو۔ اس سلسلہ میں میرے چند محترم بزرگوں اور دوستوں نے مجھ سے بارہا اصرار کیا کہ یہ کام تو ہی کر رہا ہوں کبھی کبھی خود میرے دل میں بھی یہ بات آتی تھی مگر مجھ جیسے بے بضاعت انسان جس کو اپنی تہی دامنہ کا ہر آن احسان ہی نہیں اعتراف بھی ہے۔

نہ شگوفہ ام نہ برگم نہ نمر نہ سایہ دارم ہمہ حیرتم کہ دہقال بچہ کار کشت مارا

اس اہم اور الجھنے ہوئے موضوع پر خامہ فرسائی کے لئے کسی طرح بھی موزوں نہ تھا اس لئے میں ہمیشہ ٹال مٹول کرتا رہا اور آج سے کل، کل سے برسوں اور برسوں سے برسوں گزر گئے مگر احباب کا اصرار حد سے بڑھتا چلا گیا اس لئے چار، پانچ چار میں نے خدا کا نام لے کر اس اہم کام کو شروع کیا اور چار ماہ کے عرصہ میں اس کی تکمیل سے فراغت پائی۔ دینا

تقبل منا انک انت السميع العليم

لقد غرسوا حتی اکلنا وانا لغرس حتی تاکل الناس بعدنا

وانا العبد الضعیف محمد حنیف گنگوہی ۱۰ رجب المرجب سن ۱۳۸۹ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

القرآن الکریم

قرآن کریم خدائے لم یزل ولا یزال وایز و متعال کا وہ ازلی ابدی مقدس کلام معجز نظام ہے جو بذریعہ وحی افضل کائنات فخر موجودات سید المرسلین رحمۃ للعالمین محمد رسول اللہ ﷺ پر حسب ضرورت تیس ۲۳ سال کی مدت میں تھوڑا تھوڑا نازل ہو کر ہم تک ناقابل شک تواتر کے ساتھ اس طرح پہنچا ہے کہ اس میں ایک لفظ کیا ایک نقطہ کا بھی تغیر و تبدل نہیں۔

نزول قرآن اس کے نزول کی ابتداء لیلۃ القدر میں ہوئی۔ قال اللہ تعالیٰ انا انزلناه فی لیلۃ القدر جس وقت تاجدار مدینہ سرکار دو عالم ﷺ کی عمر مبارک چالیس سال کی ہوئی تو بروز دو شنبہ سب سے پہلی آیت اقراء باسم ربک نازل ہوئی اس وقت آپ غار حراء میں تشریف فرما تھے (جیسا کہ شیخین و دیگر محدثین نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے) اس کے بعد حسب موقعہ آیتیں اور سورتیں نازل ہوتی رہیں جن میں مکی، مدنی، سفری، حضری، لیلی، نہاری، ارضی، سماوی مختلف حصے ہیں نزول کے لحاظ سے آیات و سورتیں کی قسمیں۔ جو حصہ ہجرت سے پیشتر نازل ہوا اس کو مکی کہتے ہیں اور جو ہجرت کے بعد نازل ہوا اس کو مدنی کہتے ہیں۔ آیات و سورتیں کے مدنی و مکی ہونے کے بارے میں مشہور قول یہی ہے۔ دو اصطلاحیں اور بھی ہیں۔ اول یہ کہ جس کا نزول مکہ میں ہوا ہے وہ مکی ہے گو ہجرت کے بعد ہوا ہو اور جس کا نزول مدینہ میں ہوا ہے وہ مدنی ہے۔ دوم یہ کہ جس حصہ میں اہل مکہ سے خطاب ہے وہ مکی ہے اور جس کا روئے سخن اہل مدینہ کی طرف ہے وہ مدنی ہے۔

حفظ قرآن و کتابت فرقان اہل عرب کا حافظہ نہایت ہی قوی تھا وہ اپنے تمام شجرہائے نسب، اہم تاریخی واقعات، جنگی کارنامے، بڑے بڑے خطبے، لمبے لمبے قصیدے اور نظمیں سب زبانی یاد رکھتے تھے۔ جب قرآن پاک نازل ہوا تو عرب کی عام عادات کے مطابق خود آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام نے اس کو بزبان یاد رکھا اور ہمیشہ کیلئے یہ سلسلہ جاری فرمایا اسی لئے ارشاد ہے یل هو آیات بینت فی صدور الذین اتوا العلم ساتھ ہی ساتھ اس کی کتابت کا بھی اہتمام فرمایا کہ جس وقت کوئی آیت نازل ہوئی اسی وقت آپ لوگوں کو یاد کراتے، بلحاظ ترتیب اس کا مقام بتاتے اور کسی کاتب کو بلا کر لکھوا دیتے تھے

جمع و ترتیب مکہ چونکہ آپ کو اس کے بعض احکام یا تلاوت کو نسخ کرنے والے حکم کے نزول کا انتظار بانی تھا اس لئے عہد نبوی میں پورا قرآن ایک ہی جگہ سورتوں کی ترتیب کے ساتھ جمع نہ تھا بلکہ مختلف ٹکڑوں میں مرتب اور حفاظ کے سینوں میں محفوظ تھا جس کی تصریح حضرت زید ابن ثابت رضی اللہ عنہ کی روایت میں موجود ہے جب آپ ﷺ کی وفات کے باعث سلسلہ وحی اور نزول قرآن ختم ہو گیا تو خلفاء راشدین نے اس عظیم الشان کام کو انجام دیا صحیح بخاری میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب جنگ یمامہ میں صحابہ کی ایک بڑی جماعت شہید ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے اور کہا۔ معرکہ یمامہ میں بہت سے قاریان قرآن کریم مقتول ہو گئے اور مجھے اندیشہ ہے اگر آئندہ معرکوں میں بھی وہ اسی طرح مقتول ہوتے گئے تو قرآن کا بہت سا حصہ ہاتھوں سے جاتا رہے گا میری رائے یہ ہے کہ آپ جمع قرآن کا حکم دیں۔ حضرت ابو بکر صدیق نے جواب دیا۔ جس کام کو رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا میں اسے کس طرح کروں۔ حضرت عمر نے کہا واللہ یہ بات بہتر ہے۔ آپ بار بار کہتے رہے یہاں تک کہ حق تعالیٰ کی طرف سے حضرت ابو بکر صدیق کو اس سلسلہ میں شرح صدر ہو گیا۔ آپ نے حضرت زید ابن ثابت رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم سمجھ دار نوجوان ہو کاتب وحی بھی ہو تم قرآن کی تفتیش و تحقیق کر کے جمع کرو۔ آپ نے بھی لولا "وہی عذر کیا جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کیا تھا مگر بعد میں آپ کو بھی ان حضرات کی رائے سے اتفاق ہو گیا چنانچہ آپ نے اس کی جستجو شروع کی اور کھجور کی شاخوں، سفید پتھروں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں اور لوگوں کے سینوں سے جمع کرنا شروع کر دیا اور سورہ توبہ کی آخری آیتیں لکھ کر دسول لآیات صرف حضرت ابو خزیمہ

انصاری کے پاس پائیں۔ یہ منقول صحیفے ابو بکر صدیق کے پاس رہے۔ ان کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ نے ان کی محافظت کی اور حضرت عمرؓ کے انتقال کے بعد وہ صحائفِ مجسمہ حضرت حصہ بنت عمرؓ کے پاس محفوظ رہے۔ جمع و ترتیب میں غایت احتیاط..... روایت میں اس کی بھی تصریح ہے کہ ”حضرت عمرؓ کسی شخص سے قرآن کا کوئی حصہ اس وقت تک تسلیم نہیں کرتے تھے جب تک کہ وہ اپنے دو گواہ نہ لے آئے۔“ پس حضرت زید بن ثابتؓ کا خود حافظہ قرآن ہونے کے باوجود دو شہادتیں بہم پہنچا کر مصحف میں تحریر کرنا حد درجہ احتیاط تھی۔

جمع قرآن بدور عثمانؓ..... امام بخاری نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے کہ آرمینہ اور آذر باجان کی فتح کے موقع پر شامی اور عراقی دونوں ساتھ مل کر معرکہ آرائی میں شریک تھے وہاں حضرت حذیفہؓ ان دونوں ممالک کے مسلمانوں کا قرأت میں اختلاف دیکھ کر سخت پریشان ہوئے اور حضرت عثمانؓ کے پاس آکر عرض کیا آپ امت مسلمہ کے یہود و نصاریٰ کی طرح باہم مختلف ہونے سے پہلے ہی اس کی خبر لے لیجئے۔ یہ سن کر آپؓ نے حضرت حصہؓ کے پاس کھلا بھیجا کہ جو صحیفے آپ کے پاس امانت رکھے ہیں انہیں بھیج دیجئے تاکہ میں ان کو مصحفوں میں نقل کرانے کے بعد پھر آپ کے پاس واپس ارسال کر دوں۔ حضرت حصہؓ نے وہ صحائف حضرت عثمانؓ کو بھجوا دیئے اور آپؓ نے حضرت زید ابن ثابتؓ عبد اللہ زبیرؓ سعد بن العاصؓ اور عبد الرحمن بن الحارثؓ بن ہشام کو ان کے نقل کرنے پر مامور کیا اور کہا کہ جہاں کہیں قرآن کے تلفظ میں تمہارے اور زید بن ثابتؓ کے درمیان اختلاف ہو وہاں اس لفظ کو خاص قریش ہی کی زبان میں لکھنا کیونکہ قرآن انہی کی زبان میں نازل ہوا ہے۔ چنانچہ قریشوں کی اس جماعت نے مل کر حضرت عثمانؓ کے حکم کی تعمیل کی اور جب وہ ان صحیفوں کو مصاحف میں نقل کر چکے تو حضرت عثمانؓ نے وہ صحائف بدستور حضرت حصہؓ کے پاس واپس بھیج دئے اور اپنے لکھوائے ہوئے مصحفوں میں سے ایک ایک مصحف ممالک اسلامیہ کے ہر گوشہ میں ارسال کر دیا۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ سن ۲۵ھ کا ہے۔ ہمارے دور کے بعض علماء نے یہ بات غالباً ”سوا“ کہی ہے کہ یہ واقعہ تقریباً ”سن ۳۰ھ کا ہے کیونکہ اس پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

سور قرآنی کی تعداد..... جن لوگوں کا اجماع قابل تسلیم اور معتبر ہے ان کے نزدیک قرآن کی جملہ سورتیں ایک سو چودہ ۱۴ ہیں اور ایک قول میں ”الانفال“ اور ”براءۃ“ کو ایک ہی سورت ماننے کے باعث ایک سو تیرہ ۱۳ ہی بیان کی گئی ہیں۔ قرآن کو سورتوں میں تقسیم کرنے کی حکمت یہ ہے کہ اس سے ہر ایک سورہ ہی کو مجزہ ثابت کرنا مقصود ہے اور اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ ہر ایک سورہ ایک مستقل نوشتہ ہے چنانچہ سورہ یوسف حضرت یوسفؑ کا قصہ بیان کرتی ہے اور سورہ براءۃ منافقین کے حالات اور ان کے مخفی راز وغیرہ کا پردہ فاش کرتی ہے۔

آیات و کلمات اور حروف کی تعداد..... ابن الفریس نے عثمان بن عطاء کے طریق پر بواسطہ عطاء حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ قرآن کی جملہ آیتیں چھ ہزار چھ سو سولہ (۶۶۱۶) ہیں اور قرآن کے تمام حروف کی تعداد تین لاکھ تیس ہزار چھ سو اکتتر (۳۲۳۶۷۱) حروف ہیں۔ الدانی کا قول ہے کہ تمام علماء سلف کا اس بات پر اجماع ہے کہ قرآن کی آیتوں کی تعداد چھ ہزار ہے مگر پھر اس تعداد پر اضافہ کے متعلق ان میں باہم اختلاف ہے علماء تعداد مذکورہ پر اضافہ کے قائل نہیں۔ اور کچھ علماء کا خیال ہے کہ دو سو چار آیتیں زیادہ ہیں اور دو سو سے اوپر والی آیتوں کی نسبت چودہ۔ انیس۔ پچیس۔ اور چھتیس کے اقوال موجود ہیں۔ ”بہت سے علماء نے قرآن کے کلمات کا شمار ستر ہزار نو سو تینتیس (۷۷۹۳۳) بتلایا ہے اور بعض مفسرین نے ستر ہزار چار سو سینتیس (۷۷۴۳۷) اور کچھ علماء نے ستر ہزار دو سو ستر (۷۷۲۷۷) ان کے علاوہ اور بھی کئی اقوال ہیں۔ تعداد میں اختلاف کا سبب یہ ہے کہ کلمہ کی ایک حقیقت ہوتی ہے پھر اس کا مجاز بھی ہوتا ہے اور اسی کے ساتھ اس کے لفظ اور رسم الخط کی بھی رعایت رکھی جاتی ہے اور ان سب ہی امور کا اعتبار کرنا جائز ہے چنانچہ ان علماء

میں سے جو باہم اختلاف رکھتے ہیں ہر ایک نے انہی میں سے کسی ایک بات کا اعتبار کیا ہے۔

(۱) صاحب تفسیر بیضاوی

نام و نسب اور سکونت :- نام عبد اللہ لقب ناصر الدین کنیت ابو الخیر اور ابو سعید ہے باپ کا نام عمر بن محمد بن علی ہے۔ بیضاء نامی بستی آپ کا اصلی مسکن ہے یہیں آپ پیدا ہوئے اور اسی کی طرف منسوب ہو کر بیضاوی کہلاتے ہیں۔ آپ شافعی للذہب تھے۔

تحقیق بیضاء ولایت فارس میں ایک شہر ہے جس کا علاقہ نہایت خوشگوار اور سرسبز و شاداب ہے جس میں سانپ بچھو وغیرہ موذی جانوروں کا نام تک نہیں ہے یہاں کے انگور کا ایک ایک دانہ دس دس مثقال کا ہوتا ہے اور ایک خاص قسم کا سیب ہوتا ہے جس کا دور ان دو بالشت کا ہوتا ہے۔ اس کو شاہ گشتاپ نے اور بقول بعض حضرت سلیمانؑ کے حکم سے جنات نے تعمیر کیا تھا۔ فارسیوں کے زمانہ میں اس کو ”در اسفید“ کہتے تھے تعریب کے بعد بیضاء ہو گیا۔ اصطخری کا قول ہے کہ یہاں ایک قلعہ تھا جو دور سے سفید نظر آتا تھا اس لئے اس کو بیضاء کہنے لگے۔ مشہور زاہد حسین بن منصور الحلاج اسی شہر کے باشندے تھے

علمی مقام و جلالت شان علامہ تاج الدین سبکی نے ”طبقات کبری“ میں ان کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ قاضی صاحب عابد و زاہد، نیک و صالح اور یگانہ روزگار امام تھے۔ ابتداء میں قضاء شیراز کے عہدہ پر فائز رہے پھر وہاں سے معزول ہو کر تبریز تشریف لائے اتفاق سے کسی فاضل کے حلقہ درس میں حاضری کا موقع ملا تو آپ سب سے آخر میں اس طرح خاموشی کے ساتھ بیٹھ گئے کہ حاضرین میں سے کسی کو بھی آپ کی آمد کی خبر نہ ہوئی۔ انشاء تقریر میں فاضل مذکور نے کوئی اشکال پیش کیا اور حاضرین سے اس کا حل چاہا اور یہ بھی اعلان کر دیا کہ اگر کوئی حل کر سکتا ہو تو حل کرے ورنہ کم از کم میرے طرز پر نفس اشکال کا اعادہ ہی کر دکھائے یہ سن کر قاضی صاحب سے رہانہ گیا اور جواب کی تقریر شروع کی۔ فاضل مذکور نے کہا کہ جب تک مجھے تم یہ باور نہ کرادو کہ میرا اشکال صحیح معنی میں سمجھ گئے ہو اس وقت تک میں جواب نہیں سننا چاہتا لہذا پہلے میرے اشکال کا اعادہ کرو۔ قاضی صاحب نے بلا تامل انہی الفاظ میں اشکال کا اعادہ کیا اس کے بعد اس کا تشفی بخش جواب دیا پھر فوراً اس پر اشکال قائم کر کے فاضل مذکور سے جواب طلب کیا وہ بیچارہ قاضی صاحب کے اشکال کا کہاں جواب دے سکتا تھا بغلیں جھانکتا رہ گیا۔

شیخ سعدی نے سچ کہا ہے

ہائے کیسی اس بھری مجلس میں رسوائی ہوئی

شاید کہ پلنگ خفتہ باشد

ہر بیشہ گماں مبر کہ خالی ست

اسی مجلس میں وزیر بھی موجود تھا وہ قاضی صاحب کے فضل و کمال کو تاڑ گیا چنانچہ اس نے قاضی صاحب کو بلا کر اپنے پاس بٹھایا اور پوچھا آپ کون ہیں۔ کہاں سے تشریف لائے ہیں۔ قاضی صاحب نے کہا میں بیضاوی ہوں طلب قضا کی خاطر شیراز سے حاضر ہوا ہوں۔ وزیر نے نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ خلعت فاخرہ سے نواز کر رخصت کیا۔

بعض حضرات نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ ایک عرصہ تک آپ وہیں رہے اور شیخ محمد بن محمد تختائی سے سفارش کی درخواست کی شیخ نے موقع پا کر ان کے متعلق سفارش بھی کی مگر قاضی صاحب کا ارادہ بدل گیا اور منصب دینویہ ترک کر کے شیخ کی خدمت میں رہ پڑے اور انہی کے ایماء سے آپ نے بیضاوی جیسی عظیم الشان کتاب تصنیف کی۔

علمی کارنامے قاضی صاحب کو علوم دینیہ و فنون یقینیہ، حکمت و میزان، معانی و بیان غرض جملہ علوم میں مہارت نامہ اور کامل دسترس حاصل تھی، مختصر الوسیط یعنی الغایۃ القصوی (فقہ شافعی میں) منہاج الوصول الی علم الاصول اور شرح منہاج اور مرصاۃ الافہام الی مبادی الاحکام لابن حاجب اور شرح منتخب (اصول فقہ میں) طوابع الانوار (علم کلام میں) مصباح

الزواح (اصول دین میں) شرح مصابیح (حدیث میں) اور شرح کافیہ (نحو میں) اور شرح مطالع (منطق میں) منتہی المنی بشرح اسماء الحسنى، لب الالباب فی علم الاعراب، نظام التوارخ آپ کے تبحر علمی کا بین ثبوت ہے اور آپ کی عظیم الشان تفسیر انوار التنزیل و اسرار التاویل مستغنی عن البیان ہے، شرح تنبیہ اور تہذیب الاخلاق بھی آپ ہی کی ہے۔

تفسیر بیضادی اور اس کا ماخذ..... قاضی صاحب کی یہ تفسیر حقائق کلام و حکمت، دقائق حدیث و سنت، اسرار معانی و بہان، رموز فلسفہ و میزان، وجوہ قرأت و تفسیر آیات، منقول و معقول تاویلات، غوامض صرف و نحو، مباحث لغات محاسن نظم قرآن، تبیین مقاصد تنزیل، کشف معانی مصحف جلیل۔ غرض صد ہا علوم و معارف کا خزینہ ہے جس میں اعراب و معانی اور امور بیان علامہ جلال اللہ زنجیری کی تفسیر کشاف سے ماخوذ ہیں بلکہ قاضی بیضادی کی تصنیفات کی فہرست میں ہم اس کتاب کا نام عموماً "مختصر الکشاف" ہی پاتے ہیں تفسیر بیضادی کا نام تو طاش کبری زادہ نے الاسوی کی طبقات سے نقل کیا ہے (دیکھو مفتاح السعادة صفحہ ۴۳۶) تاہم بیضادی نے کشاف کے سوا دیگر تفاسیر سے بھی چیزیں چنی ہیں چنانچہ حقائق کلام و حکمت امام فخر الدین رازی کی تفسیر "مفتاح الغیب" اور غوامض اشتقاق و لطائف اشارات تفسیر راغب اصفہانی سے ماخوذ ہیں اور وجوہ معقولہ و تصرفات منقولہ سونے پر سہاگہ ہے جو اہل مردمیدان کا کام ہے

قال المولی المتشی

بکشف قناع ماتبلی

اولو الالباب لم یاتوا

ید بیضا لاتبلی

ولکن کان للقاضی

تفسیر بیضادی کی اہمیت..... اگر کوئی شخص ایک فقرہ کے مختلف پہلوؤں پر ادبی نقطہ نظر سے ذہن کو منتقل کرنے کی مشق بہم پہنچانا چاہے تو اس کے لئے کشاف کے بعد قاضی بیضادی ہی کی تفسیر ہے جس کی گرم بازاری کا حال شاہجہاں اور عالمگیر کے عہد تک تو یہ رہا ہے کہ بعض لوگ قرآن کے ساتھ پوری بیضادی کو بھی زبانی یاد کر لیتے تھے، ملا عبد الحکیم، سیالکوٹی جن کا بیضادی پر مشہور حاشیہ ہے ان کے ایک شاگرد مولانا محمد معظم ساکن بنہ تھے تذکرہ علمائے ہند کے مصنف نے ان کے متعلق لکھا ہے کہ "قرآن مجید مع تفسیر بیضادی حفظ گرفته" مگر جب سے عقلی اور ذہنی کتابوں کا بوجھ بڑھا ہے اس وقت سے عام مدارس میں بیضادی کے صرف ڈھائی پارے رہ گئے اور آج کل تو صرف سو پارہ ہی کو کافی سمجھ لیا گیا۔

قاضی صاحب کی تعریف پر نواب صاحب کا بیجا اعتراض..... ملا کاتب چلبی نے "کشف الظنون" میں قاضی صاحب اور آپ کے کارناموں کو پر زور الفاظ میں سراہا ہے اس پر نواب صدیق حسن خاں اپنی کتاب "اکسیر فی اصول التفسیر" میں حد سے زیادہ براہیختہ ہو رہے ہیں کہتے ہیں کہ ملا کاتب چلبی کا مدح بیضادی میں مبالغہ اور تفسیر بیضادی کی ثناء و توصیف میں غلو از قبیل حبك الشی یعمی و یصم ہے ورنہ ظاہر ہے کہ قاضی بیضادی کا فضائل سور کے سلسلہ میں بہت سی ضعیف بلکہ موضوع احادیث درج کرنا نیز اہل کلام و حکمت کی پیروی میں آکر نصوص کو ان کے ظواہر سے پھراتے ہوئے معقولیوں کے مذاق پر ڈھالنا ایک ایسی بات ہے جس میں موافق و مخالف سب یک زبان ہیں میں کہتا ہوں اس میں ملا صاحب کا قصور نہیں، اس واسطے کہ علوم دینیہ و فنون یقینیہ ہر دو میں قاضی صاحب کی مہارت افاضل فحول اور علماء معقول سب کے نزدیک مسلم ہے رہا اعتراض سواول تو اس کا جواب خود ملا کاتب کے کلام میں مذکور ہے دوم یہ کہ اگر یہی بات ہے تو پھر قاضی شوکانی کی فتح القدیر بھی کون سی پاک ہے جس کے مطالعہ کی وصیت نواب صاحب کر رہے ہیں بلکہ خود نواب صاحب کی تفسیر خصوصاً اور جملہ تصانیف عموماً رطب و یابس سے بھرپور ہیں۔ سوم یہ کہ جملہ عیوب و نقائص سے پاک صاف تو صرف ذات ایزد متعالی ہے اس قسم کی قدریسی چیزوں کو سامنے رکھ کر جملہ خوبیوں کو پانی کی نذر کرنا عین نا انصافی ہے۔

دنیا و قالی سے رحلت..... تاج الدین سبکی نے "طبقات کبری" میں کہا ہے کہ قاضی صاحب نے سن ۶۸۵ھ میں تبریز

مقام میں وفات پائی، صلاح صفدی نے بھی اپنی تاریخ میں یہی سن مانا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ آپ تبریز ہی میں فوت ہوئے۔
کشکول بہائی میں بھی یہی مذکور ہے۔ بعض حضرات نے سنہ وفات سن ۶۸۲ھ ذکر کیا ہے مگر پہلا قول راجح ہے۔

و بعضہم فی تاریخہ

نصرت حق ناصر دین نبی

شد چو از دنیا بفر دوس بریں

گو فرید

تاریخ دگر

العصر

۶۸۵

یقین

اہل

سید

دین

ناصر

۶۸۵

حواشی بیضادی..... (۱) حاشیہ محی الدین محمد بن شیخ مصلح الدین مصطفیٰ قوجوی متوفی سن ۹۵۱ھ، یہ حاشیہ عظیم المنافع کثیر الفوائد اور بہت سہل العبادۃ ہے یہ پوری تفسیر پر آٹھ جلدوں میں ہے، بعد میں موصوف نے اس میں کچھ ترمیم بھی کی ہے۔
(۲) حاشیہ ابن التجدد مصلح الدین مصطفیٰ بن ابراہیم، استاذ سلطان محمد خاں فاتح قسطنطنیہ، یہ تین جلدوں میں ہے جو حواشی کشاف سے مختص ہے یہ بھی مفید اور جامع ہے۔

(۳) فتح الجلیل بیان حنفی انوار التزیل، لڑکریا بن محمد انصار، مصری متوفی سن ۹۱۰ھ، ایک جلد میں ہے آغاز بایں الفاظ ہے۔ ”الحمد لله الذی انزل علی عبده الكتاب اه“ اور آخر بیضادی میں جو احادیث موضوعہ ہیں موصوف نے ان پر بھی تنبیہ کی ہے۔

(۴) حاشیہ کمال الدین اسماعیل بن یحییٰ القرمانی مشہور بقرہ کمال۔

(۵) نوابد الابکار فی شواہد الافکار، شیخ جلال الدین سیوطی متوفی سن ۹۱۱ھ یہ بھی ایک جلد میں ہے۔

(۶) حاشیہ ابوالفضل صدیقی قریشی مشہور بگازرونی متوفی سن ۹۴۰ھ۔ اس کا آغاز بایں الفاظ ہے ”الحمد لله الذی

انزل آیات بینات محکمات“ یہ بھی ایک جلد میں ہے مگر حقائق و دقائق سے بھرپور ہے۔

(۷) حاشیہ شمس الدین محمد بن یوسف بن علی بن سعید کرمانی شافعی متوفی سن ۸۶۷ھ اس کی بھی سورۃ یوسف تک

ایک جلد ہے آغاز بایں الفاظ ہے ”الحمد لله الذی وفقنا للخوض اه“

(۸) حاشیہ محمد بن جلال الدین بن رمضان شروانی متوفی سن ۹۰۰ھ اس کی دو جلدیں ہیں آغاز بایں الفاظ ہے۔ ”قال

الفقیہ بعد حمد لله العلیم العلام اه“

(۹) حاشیہ جمال الدین اسحاق قرمانی متوفی سن ۹۳۳ھ

(۱۰) حاشیہ بابا نعمت اللہ بن محمد متوفی سن ۹۰۰ھ

(۱۱) حاشیہ مصطفیٰ بن شعبان سروری متوفی سن ۹۶۹ھ آغاز بایں الفاظ ہے ”الحمد لله الذی جعلنی کشاف القرآن اه“

(۱۲) حاشیہ ملا عوض متوفی سن ۹۹۴ھ کافی ضخیم ہے تقریباً تیس جلدوں میں ہے۔

(۱۳) الحام الماضی ایضاح غریب القاضی شیخ ابی بکر بن احمد بن صانع حلبی متوفی سن ۷۱۴ھ۔

(۱۴) حاشیہ شیخ وجیہ الدین بن نصر اللہ بن عماد الدین علوی گجراتی متوفی سن ۹۹۸ھ۔

(۱۵) حاشیہ شیخ شمس الدین احمد بن سلیمان رومی (ابن کمال پاشا) متوفی سن ۹۴۰ھ۔

(۱۶) حاشیہ شیخ اسماعیل شروان متوفی سن ۹۴۲ھ۔

(۱۷) حاشیہ شیخ محی الدین محمد آفندی بن پیر علی برکلی رومی متوفی سن ۹۸۱ھ۔

(۱۸) حاشیہ ملا عبد السلام دیوی (ابلاودھی)۔

(۱۹) حاشیہ امان اللہ بن نور اللہ بن حسین بناری متوفی سن ۱۱۳۳ھ۔

(۲۰) حاشیہ شیخ محمد بن علی حصکفی متوفی سن ۱۰۸۸ھ۔

(۲۱) حاشیہ شیخ ابی یوسف یعقوب البنانی متوفی سن ۱۰۹۸ھ۔

(۲۲) حاشیہ علامہ نور الدین بن محمد صالح احمد آبادی متوفی سن ۱۱۵۵ھ۔

(۲۳) ہدایۃ الرواہ الی الفاروق المدادی للجز عن تفسیر البیضادی للشیخ محمود بن حسن افضل مشہور بصادق گیلانی متوفی

سن ۹۷۰ھ سورۃ اعراف سے آخر قرآن تک ہے۔

(۲۴) حاشیہ محمد بن فراموز مشہور بسلاخرو متوفی ۸۸۵ھ صرف سيقول السفهاء تک ہے مگر نہایت عمدہ ہے۔

(۲۵) حاشیہ ملا عبد الحکیم سیالکوٹی متوفی ۱۰۶۷ھ سيقول کے ثلث تک ہے۔

(۲۶) حاشیہ محمد عبد الملک بغدادی حنفی متوفی ۱۰۰۶ھ یہ ملاخرو کے حاشیہ کا ذیل ہے جو آخر بقرہ تک ہے۔ آغاز

بایں الفاظ ہے الحمد لله هادی المتقين ۱۰

(۲۷) تفسیر التفسیر لنور الدین حمزہ قزاملی متوفی ۸۷۱ھ یہ صرف زہر ادین پر ہے۔

(۲۸) حاشیہ عصام الدین ابراہیم بن محمد عرب شاہ اسفرائینی متوفی ۹۴۳ھ اول سے آخر اعراف تک ہے اور

تصرفات لائقہ و تحقیقات فائقہ سے مشحون ہے آغاز بایں الفاظ ہے۔ ”الحمد لله الذی غم بارفاد ارشاد الفرقان کل لسان“ اس کو سلطان سلیم خان کی خدمت میں ہدیہ کیا تھا۔

(۲۹) حاشیہ سعد اللہ بن عیسیٰ مشہور لسعدی آفندی متوفی ۹۴۵ھ سورۃ ہود سے آخر تک ہے اور اس کے اول کے

حصہ ان کے فرزند پیر محمد کا ہے جو حواشی کشاف سے اخذ کردہ تحقیقات لطیفہ و مباحث شریفہ سے مزین ہے۔

(۳۰) حاشیہ استاد سنان الدین یوسف بن حسام الدین متوفی ۹۸۶ھ سورۃ انعام سے کہف تک اور سورۃ ملک و مدثر

اور قمر مختلف مقامات پر عمدہ حاشیہ ہے جو سلطان سلیم خان ثانی کی خدمت میں بطور ہدیہ بھیجا تھا۔

(۳۱) حاشیہ محمد بن عبد الوہاب مشہور بعید الکرم زادہ متوفی ۹۷۵ھ اول سے آخر طہ تک ہے۔

(۳۲) حاشیہ شیخ احمد شہاب بن محمد خفاجی متوفی ۱۰۶۹ھ آٹھ جلدوں میں ہے اور اچھا ہے۔

(۳۳) حاشیہ شیخ عثمان بن عیسیٰ بن ابراہیم السندی برہانپوری متوفی ۱۰۰۸ھ

(۳۴) حاشیہ شیخ ابو یوسف یعقوب البیانی لاہوری متوفی ۱۰۹۸ھ

(۳۵) التقریر الحادی شرح اردو بیضادی۔ از حضرت الاستاذ مولانا سید فخر الحسن صاحب صدر مدرس دارالعلوم دیوبند

بیضادی پر تعلیقات (۳۶) تعلیق سنان الدین یوسف بردعی مشہور بجمع سنان محشی شرح فرائض اول سے ”وما کادو ایفعلون“ تک ہے۔

(۳۷) تعلیق شیخ محی الدین محمد الہلبی متوفی ۹۲۲ھ

(۳۸) تعلیق مصطفیٰ بن محمد مشہور بہ بستان آفندی متوفی ۹۷۷ھ صرف سورۃ انعام پر ہے۔

(۳۹) تعلیق محمد بن مصطفیٰ بن الحاج حسن متوفی ۹۱۱ھ یہ بھی صرف سورۃ انعام پر ہے۔

(۴۰) تعلیق شیخ صالح الدین محمد متوفی ۹۷۷ھ آخر زہر ادین تک ہے اور مباحث دقیقہ پر مشتمل ہے۔

(۴۱) تعلیق ملا حسین خلخانی متوفی ۱۰۱۴ھ سورۃ سین سے آخر تک ہے آغاز بایں الفاظ ہے۔ الحمد لله الذی

- تولہ العرفاء فی کبریاء ذاتہ اہ
- (۴۲) تعلیق نصر اللہ رومی
- (۴۳) تعلیق غرس الدین حبیبی طبیب
- (۴۴) تعلیق محی الدین محمد بن قاسم مشہور باخوین متوفی ۹۰۴ھ صرف زہر الدین پر ہے۔
- (۴۵) تعلیق سید احمد بن عبد اللہ قریبی متوفی ۹۵۰ھ
- (۴۶) تعلیق محمد کمال الدین تاشقندی صرف سورۃ انعام پر ہے۔
- (۴۷) تعلیق محمد بن عبد الغنی متوفی ۱۰۳۶ھ نصف بقرہ تک پچاس جزء ہیں۔
- (۴۸) تعلیق محمد امین مشہور بابن صدر الدین شروانی متوفی ۱۰۳۶ھ صرف ”الم ذلک الکتاب“ تک ہے۔
- (۴۹) تعلیق ہدایت اللہ علانی متوفی ۱۰۳۹ھ
- (۵۰) تعلیق محمد سرانسی
- (۵۱) تعلیق محمد بن ابراہیم حنبلی متوفی ۹۷۱ھ
- (۵۲) تعلیق محمد امین مشہور بامیر بادشاہ بخاری حسینی، سورۃ انعام تک ہے۔
- (۵۳) تعلیق محمد بن موسیٰ بن موسیٰ متوفی ۱۰۴۶ھ آخرہ سورۃ انعام تک ہے۔ آغاز بایں الفاظ ہے ”الحمد لله الذی فضلہ بفضلہ العالمین علی الجاہلین ۱۰“ اس میں بہت زیادہ ایجاز ہے۔
- (۵۴) تعلیق شیخ قاسم بن قطوبغا حنفی متوفی ۸۷۹ھ
- (۵۵) تعلیق احمد بن روح اللہ انصاری متوفی ۱۰۰۹ھ آخر اعراف تک ہے۔
- (۵۶) الاتحاف بتمیز ماتع فیہ البیضاوی صاحب الکشاف، تعلیق محمد بن یوسف شامی، آغاز بیاں الفاظ ہے۔
- ”الحمد لله الہادی للصواب ۱۰“
- (۵۷) تعلیق کمال الدین محمد بن ابی شریف قدسی متوفی ۹۰۳ھ
- (۵۸) تعلیق الحادی علی تفسیر البیضاوی شیخ ابی المجد عبد الحق بن سیف الدین المحدث الدہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ
- (۵۹) تعلیق سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ھ
- (۶۰) تعلیق شیخ رضی الدین محمد بن یوسف مشہور بابن ابی اللطف قدسی متوفی ۱۰۳۸ھ
- (۶۱) تعلیق محمد بن محمد بن عبد الرحمن معروف بابام الکاملیہ قاہری متوفی ۸۷۲ھ
- تخارج احادیث بیضاوی..... (۶۲) تحفۃ الراوی فی تخارج احادیث البیضاوی، شیخ محمد بن الحسن المعروف بہ ”ابن ہمام“ حنفی متوفی ۱۱۷۵ھ (۶۳) الف السمدی بترجیح احادیث البیضاوی شیخ عبد الرؤف المنادی حل ابیات بیضاوی..... از مولانا فیض الحسن بن فخر الحسن سہارنپوری متوفی ۱۳۰۷ھ

(۲) صاحب تفسیر ابن کثیرؒ

نام و نسب اور پیدائش..... اسماعیل نام عماد الدین لقب ابو الفداء کنیت اور باپ کا نام عمر بن کثیر بن ضوء بن کثیر ہے اور قیسی الاصل میں ۷۰۰ھ ۷۰۱ھ اطراف بصری شام کی بستی ”مجدل“ میں پیدا ہوئے جہاں آپ کے والد ماجد عمر خطیب تھے، زندگی کا اکثر حصہ دمشق میں گزرا اس لئے دمشق کی کہلاتے ہیں، یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ ابن کثیر کے ساتھ

ایک اور شخصیت بھی موسم ہے۔ لسانی صاحب ”المختصر فی اخبار البشر“ و صاحب ”تقویم البلدان“ وغیرہ ان کا نام بھی اسماعیل ہے اور ابو الفطوح کنیت ہی سے مشہور ہیں لیکن یہ صاحب ترجمہ کے علاوہ ہیں جو دمشق کے امیر و حاکم تھے۔ ان کی وفات ۷۳۲ھ میں ہے۔

تحصیل علوم..... ۷۰۶ھ میں جب کہ آپ کی عمر چھ سال سے بھی کم تھی اپنے بھائی شیخ عبد الوہاب کے ساتھ دمشق آئے اور ان سے تعلیم لی اس وقت والد ماجد وفات پا چکے تھے۔ (دوسری روایت یہ ہے کہ ۷۰۶ھ میں اپنے والد ہی کے ہمراہ دمشق پہنچے تھے) یہاں آپ نے کتاب التنبیہ اور مختصر ابن حاجب حفظ یاد کی۔ برہان فزاری اور کمال الدین ابن قاضی شہبہ سے فقہ حاصل کیا۔ اصہبانی سے اصول کی تعلیم حاصل کی، ابن السوید اور قاسم بن عساکر وغیرہ شیوخ حدیث سے سماع اور روایت حدیث حاصل کی اور شیخ ابوالحجاج مزنی شافعی سے تکمیل کی جو آپ کے خسر بھی ہوئے تھے۔ علامہ تقی الدین ابن تیمیہ کی بھی شاگردی کی ہے اور باوجود شافعی المسلک ہونے کے علامہ موصوف سے بڑا گہرا تعلق تھا۔ حتیٰ کہ طلاق اور دیگر مسائل میں علامہ ہی کے خیالات کی تائید کی۔ جس کی وجہ سے تکالیف بھی اٹھائیں، جب علامہ کا انتقال ہوا تو اپنے خسر کے ساتھ قید خانہ جا کر ان کے چہرے سے چادر اٹھائی اور پیشانی کو بوسہ دیا۔

علمی مقام اور درس و تدریس..... حافظ ابن کثیر اپنے زمانہ کے مشہور و معروف محدث، مفسر اور مورخ تھے۔ تفسیر و حدیث فقہ و نحو میں کمال اور فن رجال و علل حدیث میں گہری نظر رکھتے تھے۔ حافظ ذہبی نے مجمع میں آپ کو امام، مفتی، بارع، فقیہ، مشقن، مفسر اور صاحب تصانیف مفیدہ لکھا ہے، آپ کی زندگی افتاء و مناظرہ، تصنیف و تالیف اور درس و تدریس میں گزری۔ ایک عرصہ تک مدرسہ ”ام الصالح“ میں درس دیتے رہے اور علامہ ذہبی کی وفات کے بعد مدرسہ ”مختار“ میں بھی درس دیا ہے۔ علماء احناف کے مشہور فاضل صدر الدین علی بن محمد بن العز الازہری الدمشقی المتوفی ۷۴۶ھ صاحب شرح عقیدہ الطحاوی اور شیخ محمود بن احمد بن مسعود قونوہی دمشقی متوفی ۷۷۰ھ شارح عقیدہ الطحاوی آپ کے شاگرد درشید ہیں۔ علمی خدمات..... آپ نے بہت سی کتب جلیلہ نافعہ تصنیف کیں جو آپ کی زندگی ہی میں دور دراز مقامات میں پھیل چکی تھیں۔

(۱) ”التکمیل فی معرفۃ الثقات والضعفاء والمجاہیل“ یہ پانچ ضخیم جلدوں میں ہے۔

(۲) جامع المسانید والسنن الہادی لا قوم سنن۔ اس میں مسند امام احمد کو بترتیب حروف مدون کر کے ہر صاحب روایت صحابی کا ترجمہ ذکر کرتے ہوئے اس کی تمام روایات مرویہ اصول ستہ، مسند احمد، مسند بزاز، مسند ابی یعلیٰ، مجمع کبیر وغیرہ جمع کی ہیں اور بہت سے علمی حدیثی فوائد بڑھائے ہیں اور زوائد طبرانی وزوائد ابو یعلیٰ کو بھی شامل کیا ہے۔

(۳) الاجتہاد فی طلب الجہاد۔ یہ ایک رسالہ ہے جو امیر منجک کے لئے اس وقت تصنیف کیا تھا جب فرنگیوں نے قلعہ ایاس کا محاصرہ کیا۔

(۴) تخریج اہل التنبیہ

(۵) مسند الشیخین

(۶) طبقات الشافعیہ

(۷) مختصر علوم الحدیث

(۸) اللکوکب الدراری

(۹) الاحکام الصغری، فروع و احکام میں ایک مبسوط کتاب کی تالیف بھی شروع کی تھی جو مکمل نہ ہو سکی۔

(۱۰) تاریخ الکامل۔ اس میں ۶۲۸ھ تک کے حالات ہیں۔

(۱۱) کتاب فضائل القرآن۔ یہ تفسیر ابن کثیر کا ذیل ہے جس پر تفسیر کی تکمیل ہے۔

(۱۲) تفسیر ابن کثیر..... آپ کی تصانیف میں سب سے زیادہ شہرت دو کتابوں کو حاصل ہوئی۔ ایک تفسیر ابن کثیر کو جس کے متعلق حافظ سیوطی لکھتے ہیں ”لم یولف مثله“ کہ اس جیسی تفسیر نہیں لکھی گئی، اس واسطے کہ آپ سے پہلے تفسیر نگار لوگ احادیث صحیحہ کے ساتھ روایات ضعیفہ بلکہ اسرائیلیات کو بھی جگہ دے دیتے تھے، حافظ ابن کثیر نے اپنی کتاب محدثین کے طرز پر تصنیف کی اور احادیث صحیحہ کو روایات ضعیفہ سے ممتاز کرنے میں بڑی حد تک کامیاب رہے، یہ کتاب مصر سے چار ضخیم جلدوں میں طبع ہوئی ہے اور اس کا کچھ حصہ داخل درس بھی ہے، آپ کی دوسری اہم کتاب (۱۳) البدایہ والنہایہ ہے جو چودہ ضخیم جلدوں میں مصر سے طبع ہوئی ہے، راقم الحروف نے اس کا بالاستیعاب مطالعہ کیا ہے۔ نہایت مفید علمی ذخیرہ ہے۔ جس میں ابتداء تخلیق سے ۷۶۷ھ تک کی تاریخ ہے۔ پس اس میں آپ کی کتاب الکامل کے لحاظ سے ایک سو انتالیس سال کی مزید تاریخ ہے۔

وفات..... آپ نے ۱۵ شعبان ۷۷۴ھ میں دمشق میں وفات پائی۔ اب آپ دمشق کے مقربہ صوفیہ میں ابن تیمیہ کے پہلو میں آرام فرما ہیں۔ لے

ہر آنکہ زاد بنا چار باید ش نو شید ز جام دہر مے ”کل من علیہا فان“

(۳) صاحب مدارک التذریل

ابو البرکات حافظ الدین عبد اللہ بن احمد بن محمود نسفی کی تصنیف ہے۔ جن کے حالات کنز الدقائق کے ذیل میں آئیں گے انشاء اللہ تعالیٰ

(۴) صاحب جلالین

(نصف ثانی)

نام و نسب اور سکونت..... نام محمد، لقب جلال الدین اور والد کا نام احمد ہے۔ پورا نسب یوں ہے جلال الدین محمد بن احمد بن محمد بن ابرہیم بن احمد بن ہاشم الجلال ابی عبد اللہ بن الشہاب ابی العباس بن الکمال الانصاری احمی، محلہ کبریٰ کی طرف منسوب ہیں جو مغربی مصر کا ایک شہر ہے، آپ ماہ شوال ۷۹۱ھ میں قاہرہ میں پیدا ہوئے اور یہیں نشوونما پائی۔

تحصیل علوم..... پہلے آپ نے قرآن پاک حفظ کیا اور ابتدائی چند کتابیں پڑھیں۔ اس کے بعد فقہ علامہ بیجوری، جلال بلقینی، دلی عراقی، شمس برماوی سے اور اصول عز بن جماعہ سے اور نحو شہاب بخمی، شمس شطرنوی سے اور فرائض و حساب ناصر الدین بن انس مصری حنفی سے اور منطق، جدل، معانی، بیان، عروض، اصول فقہ بدر محمود اقصرائی سے اور اصول دین اور تفسیر عالمہ شمس بساطی وغیرہ سے حاصل کیا۔ نظام صیرامی حنفی، شمس بن الدیری حنفی، مجد برماوی شافعی، شہاب احمد مغرادی مالکی اور بقول بعض کمال دمیری، شہاب بن العماد، بدر طبعی وغیرہ کے حلقہ ہائے درس میں بھی شریک ہوئے اور حدیث ولی عراق وغیرہ سے حاصل کی، بقول بعض علامہ بقلینی، ابن الملقن انباسی سے بھی روایت رکھتے ہیں۔

درس و تدریس..... شروع میں آپ کپڑے کی تجارت کرتے تھے کچھ عرصہ کے بعد ایک شخص کو اپنی جگہ قائم مقام کیا اور خود درس و تدریس میں مشغول ہو گئے اور خلق کثیر نے آپ سے علم حاصل کیا۔ بلکہ بہت سے فضلاء تو آپ کی زندگی

ہی میں مدرس ہو گئے تھے۔ ۸۴۴ھ میں کچھ عرصہ تک برقوقہ میں شہاب کورانی کی جگہ بھی درسی خدمات انجام دیں۔ آپ پر عمدہ قضاء بھی پیش کیا گیا تو اس سے انکار کر دیا۔

تصانیف..... آپ نے جمع الجوامع، درفات (لامام الحرمین) منہاج فرعی، بردہ وغیرہ کی بہترین شرحیں لکھیں۔ مناسک حج پر کچھ کام کیا اور تفسیر قرآن نصف آخر سے فارغ ہوئے۔ نصف اول کا ارادہ تھا مگر عمر نے وفانہ کی، اسی طرح شرح اعراب بھی مکمل نہ ہو سکی اور شرح شمسہ بھی ناتمام رہی۔

وفات..... مرض اسہال میں مبتلا ہو کر ۱۵، رمضان کو سنچر کی صبح کے وقت ۸۶۴ھ میں طائر ملکوتی سے قفس قالب ناسوتی سے نجات پائی۔ باب نصر میں ایک عظیم مجمع کے ساتھ نماز جنازہ پڑھی گئی اور اپنے آباء کے قریب اس قبرستان میں مدفون ہوئے جو جو شہنشاہ کے سامنے بنایا تھا۔ آپ اپنی زندگی میں متعدد بار بیت اللہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

جلالین شریف..... فن تفسیر کی ایک مختصر سی کتاب ہے۔ جس کے الفاظ قریب قریب قرآنی الفاظ کے ہم عددی ہیں بلکہ یہ دراصل قرآن کے عربی ترجمہ کی ایک شکل ہے کہ مشکل الفاظ اور مشکل ترکیبوں کا حل اور آیات کے ساتھ مختصر سے جملے ایضاح مطالب کیلئے زیادہ کر دیئے جاتے ہیں۔ کہیں کہیں کوئی قصہ طلب بات ہوتی ہے تو اس کو بھی اجمالاً ذکر کر دیا جاتا ہے، جلالین اور اس جیسی دیگر کتابوں کو نصاب میں داخل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ طلبہ میں ایسی استعداد اور ملکہ راسخ پیدا ہو جائے کہ تعلیمی زندگی سے الگ ہونے کے بعد اپنے متعلقہ فنون کے حقائق و مسائل تک اسناد کی اعانت کے بغیر رسائی ہونے لگے۔ اس مقصد کے لئے جلالین شریف بہت کامیاب تفسیر ہے۔

عامتہ الورود مغالطہ اور بچاؤ کی شکل..... تفسیر مذکور کو جلالین اس لئے کہتے ہیں کہ یہ دو بزرگوں کی تصنیف ہے۔ ایک جلال الدین محلی دوسرے جلال الدین سیوطی۔ مگر اس میں عام طور سے مغالطہ ہو جاتا ہے اور یاد نہیں رہتا ہے کہ کون سا حصہ کس کا ہے۔ حتیٰ کہ ملا کاتب چلبی جیسا شخص بھی اس غلطی کا شکار ہو گیا، اس مغالطہ سے بچنے کی تدبیر یہ ہے کہ ان دونوں بزرگوں کی نسبتوں کے پہلے حرف کو دیکھا جائے کہ سیوطی میں پہلا حرف سین ہے اور محلی میں پہلا حرف میم ہے اور حروف تہجی میں پہلے سین ہے پھر میم۔ پس پہلا حصہ سین والے کا ہے یعنی جلال الدین سیوطی کا اور آخری حصہ میم والے کا ہے یعنی جلال الدین محلی کا۔

جلالین اور اس کا ماخذ..... شیخ موفق الدین احمد بن یوسف بن حسن رافع کواشی نے دو تفسیریں لکھی ہیں۔ ایک کبیر جس کو تبصرہ کہتے ہیں، دوسری صغیر جس کو تلخیص کہتے ہیں۔ اس میں موصوف نے وجوہ اعراب اور انواع و قوف کو جمع کیا ہے، شیخ جلال الدین محلی کا اعتماد اسی تفسیر صغیر پر رہا ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطی نے بھی اسی پر اعتماد کیا ہے۔ مگر اس کے ساتھ تفسیر وجیز، تفسیر بیضاوی اور ابن کثیر بھی پیش نظر رہی ہے۔

حواشی جلالین..... (۱) جمالین لما نور الدین علی بن سلطان محمد الہردی مشہور مہمل علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ بہت مفید حاشیہ ہے۔ آغاز بایں الفاظ ہے ”الحمد لله ذی الجلال والجمال والکمال“ یہ ۱۰۰۴ھ کی تالیف ہے۔

(۲) قیس النیرین شیخ شمس الدین محمد بن ابی القاسم کی تالیف ہے۔ آغاز بایں الفاظ ہے۔ ”احمدک اللہم حمد الانقطاع“

(۳) مجمع البحرین و مطلع البدرین، جلال الدین محمد بن محمد الکرنی، کئی جلدوں میں ہے۔

(۴) الفتوحات الالہیہ بتوضیح تفسیر الجلالین للذی قائل الحقیۃ شیخ سلیمان الجمل المتوفی ۱۲۰۴ھ میں علماء الازہر بہترین

حاشیہ ہے چار جلدوں میں ہے۔

۱۔ قال بعض علماء الیمین عدت حروف القرآن و تقسمو جلالین فوجدہما قساویلین الی سورۃ المزمل و من سورۃ المدثر التفسیر زائد علی القرآن فعلم ہذا یجوز جملہ بغیر الوضوء ۱۲۔

(۵) کمالین للشيخ سلام الله بن شيخ الاسلام بن عبد الصمد فخر الدين حنفی متوفی ۱۲۲۹ھ (از احفاد شيخ عبد الحق محدث دہلوی)
(۶) تعلیق بر جلالین۔ از مولوی وصی علی بن حکیم محمد یوسف تلخیص آبادی ۱۔

(۵) صاحب جلالین

(نصف اول)

نام و نسب اور سکونت نام عبد الرحمن، لقب جلال الدین، کنیت ابو الفضل ہے۔ پورا نسب یوں ہے۔ عبد الرحمن جلال الدین بن ابی بکر محمد کمال الدین بن سابق الدین بن عثمان فخر الدین بن محمد ناظر الدین بن سیف الدین خضر بن ابی الصلاح ایوب نجم الدین بن محمد ناصر الدین بن شیخ ہمام الدین السیوطی۔ سیوط کی طرف منسوب ہیں۔ جس کو اسیوط بھی کہتے ہیں۔ نواح مصر میں دریائے نیل کے مغربی جانب ایک شہر ہے۔ ۲۔ یہیں محلہ خضریہ جو سوق خضر کے ساتھ مشہور ہے۔ بعد مغرب یکم رجب ۸۴۹ھ میں پیدا ہوئے۔ اپنے عہد کے نہایت باکمال ائمہ فن میں سے تھے۔ قدرت کی طرف سے ان کی ذات میں بہت سی خصوصیات اور خوبیاں ودیعت کی گئی تھیں۔

تحصیل علوم آپ پانچ سال سات ماہ کے تھے کہ ۸۵۵ھ میں سایہ پدری سے محروم ہو گئے۔ حسب وصیت والد ماجد چند بزرگوں کی سرپرستی میں آئے جن میں شیخ کمال الدین ابن الہمام حنفی بھی تھے۔ انہوں نے آپ کی طرف پوری توجہ کی۔ چنانچہ آپ نے آٹھ سال سے کم عمر میں حفظ قرآن سے فارغ ہو کر عمدہ، منہاج، اصول الفیہ، ابن مالک وغیرہ کتابیں حفظ کیں۔ شیخ شمس سیرامی اور شیخ شمس مرزانی حنفی سے بہت سی درسی وغیر درسی کتابیں پڑھیں۔ شیخ شہاب الدین الشارحی سے فرائض کی تحصیل کی۔ شیخ الاسلام علم الدین علامہ بلقینی، علامہ شرف الدین البنادی اور محقق دیار مصر سیف الدین محمد بن محمد حنفی کے حلقہائے درس سے بھی مدتوں استفادہ کیا۔ علامہ محی الدین کافجی کی خدمت میں چودہ سال تک رہے۔ ۳۔

علمائی فحول کی فحش ترین غلطی صاحب ”حصول المامول من علم الاصول“ و ”الجنة فی الاسوة الحسنة بالسنة“ یعنی نواب صدیق حسن خاں نے ذکر کیا ہے کہ علامہ سیوطی، حافظ ابن حجر عسقلانی کے شاگرد ہیں، لیکن یہ از روئے تاریخ بالکل غلط ہے کیونکہ اصحاب تواریخ و طبقات کی تصریح موجود ہے کہ حافظ ابن حجر کی وفات ۸۵۲ھ میں ہوئی ہے اور حافظ سیوطی کی پیدائش ۸۴۹ھ میں ہے تو حافظ ابن حجر کی وفات کے وقت حافظ سیوطی تین سال کے تھے۔ فانی یصح التلمذ، دراصل موصوف کو قاضی شوکانی اور ملا علی قاری کی عبارت سے دھوکا ہوا ہے۔ ملا علی قاری نے مرقاۃ مشکوٰۃ کے شروع میں لکھا ہے قد حصل لی اجازت تامت ورخصت عامت من الشیخ العلامة علی بن محمد بن احمد الخبانی الازہری الاشعری الانصاری وقد قال قرات علی شیخ الاسلام و امام الائمت الاعلام الشیخ جلال الدین السیوطی کتبامن

۱۔ از مفتاح السعادة، الضوء المأمع، کشف الظنون وغیرہ۔ ۱۲

۲۔ فی العجم العلمی اسیوطی ہی مدینہ تبعہ قلیلا عن الشاطی الغربی للنیل وہی ذات تجارة وصناعة وثروة وعمران یصنع فیہا الالبوس وقرن الخریب وسن الفیل وفیہا آثار قدیمة وہی عاصمته مدیریتها یسکنها نحو من ستین الفامن النفوس (مدیریتہ اسیوط مساحتها) (۴۳۰۰۰۰) فدان ویسکنها اکثر من نصف ملیون نسمة، عدد مراکزہا سبعت اسیوط وانبوب وابتیج البداری ومتعلوط ودیروط وملوی، اشہر محصو لانہا القطن والکثان والعدس والفول وقصب السكر والحبوب ۱۲۔

۳۔ حاطب لیل وجارف سیل میں آپ نے اپنے اساتذہ کی تعداد ۱۵۱ گنتی ہے۔

الحديث وغيره من العلوم كالبخارى و مسلم و غيرهما من الكتب الست وغيرها البعض قراءه و البعض سماعا وقد اجازني بجميع مرفياته و بما اجازته به خاتمت المحدثين مولانا الشيخ ابن حجر العسقلاني "موصوف" من الوصول الى اصطلاح احايث الرسول" کے بعض مواضع میں ملا علی قاری کی مذکورہ بالا عبارت کے ساتھ منہیہ لکھ کر اس کے آخر میں کہا ہے۔ "و هذا يدل على ان السيوطي اخذ عن الحافظ ابن حجر صاحب الفتح فليعلم۔" حالانکہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ یہی ازروئے تاریخ بالکل محال ہے اس لئے ملا علی قاری اور قاضی شوکانی کے کلام کو تلمذ بالواسطہ پر محمول کیا جائے گا کہ کبھی تلمذ کا اطلاق تلمذ التلمذ پر بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ خود فاضل موصوف نے "هدايته السائل الى ادلة المسائل" میں سیوطی کو ابن حجر کا تلمذ بتانے کے بعد جو منہیہ لکھا ہے اس کا حاصل یہی ہے۔ انہ ہکذا ذكره الشوکانی ولعل التلمذ بالواسطہ او بالا جازة، نبه على ذلك كله اللؤلؤ عبدالحی اللکنوی فی التعليقات السنیہ۔

درس و تدریس اور افتاء..... تحصیل و تکمیل کے بعد ۸۷۱ھ میں افتاء کا کام شروع کیا اور ۸۷۲ھ سے املاء حدیث میں مشغول ہوئے اور تدریس عربی کی اجازت تو آپ کو ۸۶۶ھ ہی میں مل گئی تھی۔ موصوف نے "حسن المحاضرہ" میں لکھا ہے کہ حق تعالیٰ نے مجھے سات علوم تفسیر، حدیث، فقہ، نحو، معانی، بیان، بدیع میں تبحر عطا فرمایا ہے یہ بھی لکھا ہے کہ میں نے حج کے موقع پر آب زمزم پیا اور یہ نیت کی کہ فقہ میں شیخ سراج الدین بلقینی کے رتبہ کو اور حدیث میں حافظ ابن حجر کے رتبہ کو پہنچ جاؤں، شمس الدین محمد بن علی بن احمد الداودی المالکی علامہ علی ابن محمد بن احمد النیانی الانزہری نے آپ سے پڑھا ہے قوت حافظہ..... آپ اپنے زمانہ میں علم حدیث کے سب سے بڑے عالم تھے۔ آپ نے خود فرمایا ہے کہ "مجھے دو لاکھ احادیث یاد ہیں اور اگر مجھے اس سے زیادہ ملتیں تو ان کو بھی یاد کرتا۔ شاید اس وقت اس سے زیادہ دنیا میں موجود نہیں۔" عزت و گوشہ نشینی..... جب چالیس سال کی عمر ہوئی تو آپ نے درس و تدریس، افتاء و قضا اور تمام دنیوی تعلقات ختم کر کے تہجد گوشہ نشینی اختیار کی اور ریاضت و عبادت و رشد و ہدایت میں مشغول ہو گئے۔

صلواتہ خواہم کہ دور چکر رخ چوں مرد باد ۛ خاکدان دہرا بیز دنیا بدگرد من
استغناء و بے نازی دنیاوی مال و دولت کی طرف سے آپ کی طبیعت میں اس قدر استغناء تھا کہ امراد و اغنیاء آپ کی زیارت کو آتے اور کچھ تحائف اور ہدایا اموال پیش کرتے مگر آپ کسی کا ہدیہ قبول نہ کرتے۔

شہر مندہ ہوں کیوں غیر کے احسان و عطا سے
حالی دل انساں میں ہے کم دولت کو نین
سلطان غوری نے ایک خصی غلام اور ایک ہزار اشرفیاں بھیجیں آپ نے اشرفیاں واپس کر دیں اور غلام کو آزاد کر کے حجرہ نبویہ (علی صاحبہا الف الف سلام و تحیۃ) کا خادم بنادیا، اور خادم سے کہا کہ آئندہ ہمارے پاس کوئی ہدیہ نہ آئے خدا نے ہمیں ان ہدایا و تحائف دنیوی سے مستغنی کر دیا ہے۔

کہاں سے تو نے اے اقبال سیکھی ہے درویشی
کہ چرچا بادشاہوں میں ہے تیری بے نیازی کا
بادشاہ نے کئی بار ملاقات کے لئے بلایا مگر آپ نہیں گئے

مرد بخانہ ارباب بے مروت دہر کہ کنج عافیت در سرائے خویشی ست (حافظ)
کرامات و خرق عادات..... آپ کے خادم خاص محمد بن علی حیاک کا بیان ہے کہ ایک روز قیلولہ کے وقت فرمایا۔ اگر تم میرے مرنے سے پہلے اس راز کا افشاء نہ کرو تو آج عصر کی نماز مکہ معظمہ پڑھو اور عرض کیا ضرور! فرمایا! آنکھیں بند کر لو اور ہاتھ پکڑ کر تقریباً ۲ قدم چل کر فرمایا، آنکھیں کھول دو۔ دیکھا تو ہم باب معلاہ پر تھے، حرم پہنچ کر طواف کیا۔ زمزم پیا، پھر فرمایا کہ اس سے تعجب مت کرو کہ ہمارے لئے طی ارض ہو بلکہ زیادہ تعجب اس کا ہے کہ مصر کے بہت سے مجاورین حرم ہمارے متعطف یہاں موجود ہیں مگر ہمیں نہ پہچان سکے۔ پھر فرمایا۔ چاہو تو ساتھ چلو ورنہ حاجیوں کے ساتھ آجانا۔ عرض کیا ساتھ ہی چلوں گا۔ باب معلاہ تک گئے اور فرمایا آنکھیں بند کر لو اور مجھے سات قدم دوڑا۔ آنکھیں کھولیں تو ہم مصر میں تھے۔

۱۔ قال السيوطي في تنوير الحوالك وقد الفت في الاعتذار عن تركه الا لافاء والتدريس كتابا سميت التفتيس ومقامه تسمى المقامه اللؤلؤيه وصحف فيها العزني ذلك

بعد منزل نبود در سفر روحانی

زیارت رسالت مآب ﷺ اور شیخ السنہ کا خطاب..... آپ نے اور دوسرے لوگوں نے کئی بار حضور اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ حضور ﷺ نے آپ کو یا شیخ السنہ، یا شیخ الحدیث کہہ کر خطاب فرمایا۔ شیخ شاذلی فرماتے ہیں ”میں نے دریافت کیا کہ آپ کو حضور اکرم ﷺ کی زیارت مبارکہ کتنی مرتبہ ہوئی۔“ فرمایا ”ستر مرتبہ سے زیادہ۔“ علمی کارنامے..... جن کی شمار بقول داؤد مالکی پانچ سو سے بھی اوپر ہے۔ آپ کی مجتہدانہ بصیرت، وسعت نظر اور کثرت معلومات کے شاہد عدل ہیں۔ علامہ نووی نے بستان میں ایک مستند شخص سے نقل کیا ہے کہ میں نے امام غزالی کی تصنیفات اور ان کی عمر کا حساب لگایا تو روزانہ اوسط چار کراسہ پڑا، کراسہ چار صفحوں کا ہوتا ہے اس حساب سے ۱۶ صفحے روزانہ ہوئے۔ لیکن علامہ طبری و ابن جوزی اور علامہ سیوطی کی تصنیفات کا روزانہ اوسط اس سے بھی زیادہ ہے۔

سب سے پہلے آپ نے شرح استعاذہ و بسملة تالیف کی۔ اس کے بعد مسلسل لکھتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ ہر فن میں آپ کی تصنیف بلکہ بعض علوم میں کئی کئی تالیف موجود ہیں، علوم قرآن پر آپ کی تالیف ”الاتقان فی علوم القرآن“ نہایت اہم اور مشہور کتاب ہے جو آپ نے سینکڑوں کتابوں کے مطالعہ کے بعد کم و بیش چار سال کی طویل مدت میں پایہ تکمیل کو پہنچائی ہے۔ جس میں سینکڑوں منتر اہم مفید اور نادر معلومات جمع کی ہیں۔ راقم الحروف نے اس کا کئی بار بالاستیعاب مطالعہ کیا ہے۔ (فہرست تصانیف کے کیلئے ”حسن المحاضرہ“ تالیف سیوطی از صفحہ ۱۵۶ تا ۱۶۱ ملاحظہ ہو۔) سیوطی کا دامن سرقہ کلامیہ سے بے داغ ہے..... علامہ سیوطی کی جلالت شان و علو مقام سے بعض ناواقف لوگ آپ کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ جب موصوف مدارس کے کتب خانوں کی غیر مشہور اور نادر الوجود کتابوں پر مطلع ہوئے تو انہوں نے ان کتابوں سے بہت سے نادر مضامین نکال کر مستقل رسائل میں اپنے نام سے شائع کر کے شہرت عامہ حاصل کی ہے۔ لیکن علامہ سیوطی کی جانب سے اس طعن شنیع کی نسبت نہایت قبیح حرکت ہے کیونکہ موصوف تو اس قسم کی حرکت پر خود دوسروں سے نالاں رہتے تھے۔ چنانچہ شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی نے پستان المحدثین میں شیخ شہاب الدین احمد بن محمد بن ابی بکر قسطلانی صاحب ارشاد الساری (شرح بخاری کے متعلق لکھا ہے کہ شیخ جلال الدین سیوطی کو ان سے بڑی شکایت تھی کہا کرتے تھے کہ انہوں نے مواہب لدنیہ میں میری کتابوں سے مدد لی ہے اور اس میں یہ ظاہر نہیں کیا کہ وہ میری کتابوں سے نقل کر رہے ہیں اور یہ بات ایک قسم کی خیانت ہے جو نقل میں معیوب ہے اور کچھ حق پوشی بھی ہے جب اس شکایت کا چرچا ہوا اور یہ شیخ الاسلام زین الدین زکریا الانصاری کے حضور میں محاکمہ کی شکل میں پیش ہوئی تو علامہ سیوطی نے قسطلانی کو بہت سے مواضع میں الزام دیا۔ ان میں سے ایک یہ کہ مواہب کے وہ کتنے مواقع ہیں جو بھیتی سے نقل کئے گئے ہیں اور بھیتی کی مؤلفات اور تصنیفات میں سے کس قدر تصانیف ان کے پاس موجود ہیں اور ذرا یہ بتائیں کہ ان میں سے کن کن تصنیفات سے انہوں نے نقل کی ہے۔ جب قسطلانی مواضع نقل کی نشاندہی سے عاجز رہے تو سیوطی بولے کہ آپ نے میری کتابوں سے نقل کیا ہے اور میں نے بھیتی سے پس آپ کے لئے مناسب اور ضروری تھا کہ آپ اس طرح کہتے ”نقل السیوطی عن البھیتی کذا“ تاکہ مجھ سے استفادہ کا حق بھی ادا ہوتا اور تصحیح نقل کی ذمہ داری سے بھی بری ہو جاتے، قسطلانی ملزم ہو کر مجلس سے اٹھے اور یہ بات ہمیشہ دل میں رکھی کہ شیخ جلال الدین سیوطی کے دل سے اس کدورت کو دھویا جائے مگر ناکام رہے، ایک روز اسی ارادہ سے شہر مصر (قاہرہ) سے روضہ تک پیادہ پار واپس ہوئے جو دراز مسافت پر واقع تھا، شیخ سیوطی کے دروازہ پر پہنچ کر دستک دی۔ شیخ نے اندر سے دریافت کیا کون شخص ہے۔ قسطلانی نے عرض کیا، میں احمد ہوں برہنہ پالور برہنہ سر آپ کے دروازہ پر کھڑا ہوں کہ آپ کے دل سے کدورت دور کروں اور آپ راضی ہو جائیں، یہ سن کر شیخ جلال الدین نے اندر ہی سے کہا کہ میں نے دل سے کدورت کا ازالہ کر دیا، لیکن نہ دروازہ کھولا اور نہ ان سے ملاقات کی۔

سیلاب صاف شدز ہم آغوشی محیط باسینہ کشادہ کدورت چہ می کند
علاوہ ازیں علامہ سیوطی اپنی کتاب الاشیاء والنظار ص ۱۲۶۴ میں شیخ بہاء الدین ابن الخاس کی عبارت ”وحدث ذلك بخط لي بن عثمان بن جني عن ابيه قال“ نقل کرنے کے بعد موصوف کی دیانت داری کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ
والنظر الى دين الشيخ بهاؤ الدين وامانته كيف وجد فائدة بخط ولد ابن جني نقلها عن ابيه ولم تسطرفي كتاب فنقلها عنه ولم يستجز ذكرها من غير عزو اليه لا كالساق الذي اغار على تصانيفي التي اهتمت في تتبعها سنين وهي كتاب المعجزات الكبير و كتاب الخصائص الصغرى وغير ذلك نسوقها رضمها وغيرها مما سرقه من كتب الخيضرى والسخاوى في مجموع وادعاه لنفسه ولم يعزالي كتبى وكتب الخيضرى والسخاوى شيئا مما نقله منها وليس هذا من اداء الامانت في العلم.
شیخ بہاء الدین کی دیانت داری اور امانت داری دیکھو کہ انہوں نے بخط صاحبزادہ ابن جنی ایک فائدہ پایا جو اس نے اپنے باپ سے نقل کیا ہے اور وہ کسی کتاب میں بھی مسطور نہ تھا کہ اس سے نقل کیا ہوا اس کے باوجود شیخ نے ابن جنی اور اس کے صاحبزادے کی طرف منسوب کئے بغیر اس کے ذکر کو جائز نہیں سمجھا ان کلام چوروں کی طرح نہیں جنہوں نے میری تصانیف معجزات الکبیر اور خصائص صغری وغیرہ پر جن کے تتبع میں، میں نے سالہا سال صرف کئے غارت گری کی ہے اور ان کو چر کر خیضری و سخاوی وغیرہ کی کتابوں سے کچھ مضامین منضم کر کے اپنی طرف منسوب کر لیا نہ میری کتابوں کا حوالہ دیا اور نہ خیضری و سخاوی کی طرف نسبت کی۔ جن کی کتابوں سے مضامین بڑھائے ہیں اور یہ چیز علمی دیانت داری کے بالکل خلاف ہے۔

نہیں خالی ضرر سے و حشیوں کی لوٹ بھی لیکن ضد اس لوٹ سے جو لوٹ ہے علمی و اخلاقی (حالی)
جلالین شریف..... درس نظامی میں آپ کی تصنیف یعنی جلالین (کائف اول) داخل ہے جو آپ نے علامہ محلی کی وفات کے چھ سال بعد مدت کلیم یعنی صرف ایک چلہ کے اندر بیس بائیس سال کی عمر میں تصنیف کی ہے۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ آپ کتنے سریع التالیف تھے۔ سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ یہ از اول تا آخر بالکل علامہ محلی کے طرز و انداز پر ہے۔
وفات..... ہاتھ کے ورم میں مبتلا ہو کر آخر شب جمعہ ۱۹ جمادی الاول ۹۱۱ھ میں مرغ روح قفس غصری سے پرواز کر کے آشیانہ قدس میں پہنچ گیا۔ اے

جانیت بعاریت مراد وہ خدا تسلیم کنم چو وقت تسلیم آید

(۶) صاحب تفسیر مظہری

نام و نسب اور سن پیدائش..... قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی، شیخ جلال الدین کبیر الاولیاء پانی پتی کے خاندان میں تقریباً ۱۱۲۳ھ میں پیدا ہوئے۔ سلسلہ نسب سیدنا حضرت عثمان غنی ؓ تک پہنچتا ہے۔ یہ خاندان ہمیشہ علم و فضل کا گوارہ رہا اور اس خاندان میں یکے بعد دیگرے بہت سے افراد زینت آراء منصب قضاء رہے جیسا کہ خود قاضی صاحب نے لکھا ہے۔ ”فقیر و یمور فقیر و یدر فقیر وجد فقیر بخد مت قضاء مبتلا شند۔“

تحصیل علوم..... قاضی صاحب پر آغاز زندگی ہی سے وہ آثار نمایاں تھے جو ان کے علوم و فضل کا پتہ دے رہے تھے۔ ذہانت و ذکاوت، قوت فکر، سلامتی عقل میں قدرت نے آپ کو غیر معمولی حصہ عطا فرمایا تھا۔ چنانچہ آپ نے صرف سات سال کی عمر میں قرآن پاک سینہ میں محفوظ کیا اور سولہ سال کی عمر میں قاضی صاحب تفسیر، حدیث، فقہ، اصول فقہ

اور تمام علوم عقلیہ و نقلیہ کے عالم با عمل تھے۔ آپ نے حدیث کی تکمیل حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے کی تھی۔ مطالعہ کتب..... صرف یہی نہیں کہ درسی کتابوں سے فراغت حاصل کر لی بلکہ طالب علمی کے زمانہ ہی میں کتب و رسائل کے علاوہ محقق مصنفین کی تقریباً ساڑھے تین سو خارجی کتابوں کا مطالعہ بھی فرمایا۔

تحصیل علوم باطنی..... علوم ظاہری کی تحصیل سے فراغت کے بعد باطنی علوم کی طرف توجہ فرمائی اور ابتداً شیخ محمد عابد سنائی سے بیعت سلوک کی اور انہوں نے اگرچہ جلد ہی سلوک کے تمام مراحل پچاس توجہ میں طے کر دیے اور فناء قلب کے ذریعہ سے شرف بقالیاتاہم علوم ابھی تشنہ تکمیل تھے کہ شیخ موصوف کی وفات ہو گئی، قدرت ایسے طالبان حق کی تشنگی کب برداشت کرتی ہے، مرزا جان جاناں حبیب اللہ مظہر شہید کا چشمہ فیض طالبان حق کیلئے چشمہ حیوان بنا ہوا تھا، قدرت نے اس کی طرف قاضی صاحب کی رہنمائی کی اور قاضی صاحب اس شیخ وقت کے دربار میں حاضر ہو کر آخری مقامات طریقہ نقشبندیہ مجددیہ تک پہنچ گئے۔ قاضی صاحب کی تفسیر مظہری اس تعلق کی آئینہ دار ہے، منامات مبارکہ میں شیخ عبدالقادر جیلانی اور اپنے جد امجد شیخ جلال الدین عثمانی سے بھی روحانی تربیت و بشارات ملیں۔

جلالت شان و علمو مقام..... ایک طرف صلاحیت کے ساتھ طلب صادق دوسری طرف شیخ وقت کی توجہ کامل، اب مراتب کا اندازہ وہی اصحاب باطن لگا سکتے ہیں جن کا نفس مطمئنہ خود عالم ملکوتی کی سیر کا شہباز رہا ہو، ہم تو صرف یہ جانتے ہیں کہ خود شیخ نے قاضی صاحب کو ”علم الہدی“ کا لقب عنایت فرمایا اور شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی نے آپ کو ”بہشتی وقت“ قرار دیا، مرزا صاحب فرمایا کرتے تھے کہ میرے دل میں ثناء اللہ کی بڑی ہیبت ہے۔ اس میں ملکوتی صفات ہیں، فرشتے اس کی تعظیم کرتے ہیں۔ فیامت کے دن اگر خدا مجھ سے پوچھے گا کہ دنیا سے کیا تحفہ لایا تو میں ثناء اللہ کو پیش کر دوں گا۔

طاعت و زہد و خدمت خلق..... آپ کا بیشتر وقت طاعت و عبادت اور یاد خداوندی میں گذرتا، روزانہ سو رکعت نماز اور منزل تہجد میں قرآن مجید کی تلاوت کرنے کا معمول تھا، پوری عمر عمدہ قضاء کی مصروفیتوں کے ساتھ ظاہری و باطنی علوم کی نشر و اشاعت میں صرف کرتے اور خلق خدا کو فیض پہنچاتے رہے۔ چنانچہ پیر محمد اور سید محمد وغیرہ نے سلوک و طریقت میں آپ سے تکمیل کی۔

تصنیفات و تالیفات..... تمیں کے لگ بھگ ہیں جن میں سے فقہ میں ایک نہایت مفصل و مبسوط کتاب ہے۔ جس میں ہر مسئلہ کے ماخذ و دلائل اور مختارات ائمہ اربعہ جمع کئے ہیں، نیز جو مسئلہ آپ کے نزدیک زیادہ قوی ہو اس کو ایک مستقل رسالہ میں ”الاخذ بالا قوی“ کے نام سے جمع کیا ہے، دیگر تصنیفات یہ ہیں۔

(۳) تفسیر مظہری۔ نہایت عمدہ کتاب ہے جس میں قدیم مفسرین کے اقوال اور جدید تاویلات اور فقہی مسائل کا استنباط کیا ہے۔ ندوۃ المصنفین دہلی سے دس ضخیم جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔

(۴) مالا بد منہ۔ یعنی وہ چیز جس کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ یہ فن فقہ میں فارسی زبان میں ہے اور چونکہ اس کتاب کے مسائل ہر مسلمان کے لئے جاننا ضروری ہیں اس لئے مصنف نے اس کتاب کا یہ نام رکھا ہے۔ یہ کتاب تمام مدارس میں پڑھی پڑھائی جاتی ہے۔

(۵) السیف المسلوک۔ یہ شیعہ کے رد میں ہے۔

(۶) ارشاد الطالین۔ سلوک میں ہے۔

(۷) تذکرۃ الموتی والقبور

(۸) تذکرۃ المعاد

(۹) حقوق الاسلام

(۱۰) الشہاب الثاقب

(۱۱) رسالہ در حرمت متعہ

(۱۲) رسالہ در حرمت و اباحت سرور

(۱۳) وصیت نامہ وغیرہ

وفات..... ۱۲۲۵ھ میں آپ کی روح واصل بحق ہوئی اور آپ کا جسم ہمیشہ کے لئے پانی پت کی پاک سر زمین کے سپرد کر دیا گیا۔ ”فہم مکر مون فی جنت النعیم“ وفات کا تاریخ مادہ ہے۔

بابر کت کفن..... کفن متبرک کپڑے میں کفن دینا سنت ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اپنی چادر صاحبزادی زینب رضی اللہ عنہا کے کفن میں ڈلوائی تھی، اسی کے پیش نظر قاضی صاحب نے وصیت کی تھی کہ جو چادر اور رضائی حضرت مرزا مظہر جانجاناں رحمۃ اللہ علیہ کی عطا کردہ ہے اس کو میرے کفن میں شامل کیا جائے۔

الباقیات الصالحات..... آپ کے تین صاحبزادے تھے۔

(۱) احمد اللہ۔ یہ آپ کے بڑے صاحبزادے تھے جو بہت بڑے عالم تھے اور قاضی صاحب کی حیات ہی میں وفات پا گئے تھے، قاضی صاحب نے وصیت نامہ میں ان کے متعلق لکھا ہے۔ ”در خاندان فقیر ہمیشہ علماء آمدہ اند کہ در ہم عصر ممتاز بودند از فرزندان فقیر احمد اللہ این دولت رسانیدہ بود خدایش بیامرز در حلت کرد۔“

باپ کا علم نہ بیٹے کو اگر از بر ہو پھر پسر قابل میراث پدر کیونکر ہو

(۲) کلیم اللہ

(۳) دلیل اللہ۔ یہ قاضی صاحب کے چھوٹے بیٹے تھے۔ ا

(۷) صاحب الفواز الکبیر

بڑی مدت میں ساقی بھیجتا ہے ایسا فرزانہ بدل دیتا ہے جو بگڑا ہوا دستور میخانہ

لحب ولی اللہ خیر فانیہ بہ بیداء الذکر الجمیل ویختتم

نام و نسب اور کنیت..... احمد نام، ابو الفیاض کنیت، ولی اللہ عرف، بشارتی نام قطب الدین اور تاریخی نام عظیم الدین مشہور ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب والد ماجد کی طرف سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تک اور والدہ محترمہ کی طرف سے حضرت موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتا ہے۔ اس لحاظ سے آپ خالص عربی النسل اور نسا فاروقی ہیں۔ سلسلہ نسب یہ ہے۔ ولی اللہ احمد بن شاہ عبدالرحیم بن وجیہ الدین شہید بن معظم بن منصور بن احمد بن محمد بن قوام الدین (عرف قاضی قازن) بن قاضی قاسم بن قاضی کبیر (عرف بدھا) بن عبدالملک بن قطب الدین بن کمال الدین بن شمس الدین مفتی بن شیر ملک بن عطا ملک بن ابوالفتح ملک بن عمرو الحاکم ملک بن عادل ملک بن فاروق بن جر جیس بن احمد بن محمد شریار بن ہامان بن ہمایوں بن قریش بن سلیمان بن عفان بن عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

ولادت باسعادت..... آپ کی ولادت حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے اسی سال بعد اور شہنشاہ عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کی وفات سے چار سال قبل ۴ شوال ۱۱۱۴ھ میں (۱۷۰۲ء) بروز چہار شنبہ بوقت طلوع آفتاب آپ کے نانہال قصبہ پھلت ضلع مظفر نگر میں ہوئی۔

والد ماجد..... شاہ عبدالرحیم صاحب ۱۰۵۶ھ مطابق ۱۶۴۴ء میں پیدا ہوئے اور فطری طور پر ذہین ہونے کے باعث

۱۔ از حدائق حنفیہ، نزہۃ الخواطر، پیش لفظ از قاضی سجاد حسین ۱۲۔

مروجہ کتابیں بہت جلد ختم کر لیں، انفاس العارفین میں حضرت شاہ صاحب نے تحریر کیا ہے کہ آپ نے فرمایا ”میں نے عربی کے ابتدائی رسائل سے لے کر شرح عقائد اور حاشیہ خیالی تک کی جملہ کتب اپنے (بڑے) بھائی شیخ ابو الرضا محمد زبیدی (مولود ۱۰۴۵ھ یا ۱۰۴۶ھ متوفی ۱۱۰۱ھ یا ۱۱۰۳ھ) سے پڑھی ہیں اور چند دیگر کتب مرزا زاہد ہروی سے۔“

شاہ عبدالرحیم صاحب فقہ حنفی کے جید علماء میں شہ کئے جاتے ہیں اور فقہی جزئیات پر بڑی گہری نظر رکھتے تھے، آپ کے ایک دوست شیخ حامد جن کو لورنگزیب نے فتاویٰ عالمگیری کی تدوین کا نگران مقرر کیا تھا وہ آپ کی تنگدستی سے واقف تھے۔ ازراہ دوستی فتویٰ کی تدوین میں اپنا شریک کار بنانا چاہا اور تنخواہ کی امید دلائی۔ آپ نے قبول نہ کیا اور صاف انکار کر دیا۔ لیکن جب اس کی خبر آپ کی بیوہ ماں کو ہوئی تو برہم ہوئیں لورنو کری کر لینے کا حکم دیا۔ آپ نے محض بیوہ ماں کی دلجوئی اور خاطر داری کیلئے شیخ حامد کا شریک بننا منظور فرمایا۔ جب اس ملازمت کی خبر آپ کے مرشد کو ہوئی تو انہوں نے نہ صرف اظہار ناراضگی کیا بلکہ اس کے ترک کر دینے پر اصرار کیا، آپ نے والدہ کا عذر کیا مگر انہوں نے اس کا بالکل خیال نہ کیا اور برابر اصرار کرتے رہے۔ حتیٰ کہ ملازمت چھوڑ دینے کا حکم دے دیا۔ آپ نے اس موقع پر بڑی ہوشمندی کا ثبوت دیا۔ چنانچہ آپ نے مرشد کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت آپ ہی دعا فرمادیں کہ نوکری خود بخود چھوٹ جائے کیونکہ میرے چھوڑنے سے والدہ کی آزر دگی کا اندیشہ ہے، چنانچہ انہوں نے دعا فرمائی اور وہ دعا اس طرح قبول ہوئی کہ ایک روز عالمگیری رحمۃ اللہ علیہ نے خلاف معمول اچانک تدوین فتوے کے ملازمین کی فہرست طلب کی اور بلا وجہ شاہ عبدالرحیم کا نام قلم زد کر دیا اور پھر حکم دیا کہ ”اگر خواستہ باشد اس قدر زمین بدھید“ یعنی اگر شاہ عبدالرحیم چاہیں تو ان کو اتنی زمین دے دی جائے، گویا نوکری چھڑا کر اب جاگیر دار بنائے جانے کی تجویز ہوئی مگر آپ اس امتحان میں بھی کامیاب ہوئے، فرمان شاہی کے بموجب جب آپ سے رائے پوچھی گئی تو باوجود تنگی معاش کے جو جواب دیا وہ آپ کی شان توکل کا آئینہ دار ہے۔ فرماتے ہیں ”قبول نہ کردم و شکر نہ بجا آوردم و حمد خدائے تعالیٰ کفتم۔“ نوکری چھوڑی جاگیر کو نظر انداز کیا اور صبر و شکر کے ساتھ اپنی اسی نان جوئیں پر خدمت خلق کرتے ہوئے زندگی گزار دی۔

چوں طمع خواہد ز من سلطان دیں خاک بر فرق قناعت بعد ازیں (خسرو)

تعلیم و تربیت..... جب آپ نے اپنی عمر کے پانچویں سال میں قدم رکھا تو والد ماجد نے تعلیم کا سلسلہ شروع کر دیا اور آپ نے سات سال کی عمر میں حفظ قرآن کے ساتھ ساتھ بقدر ضرورت ارکان و فرائض بھی معلوم کر لئے۔ اسی سال والد بزرگوار نے نماز روزہ شروع کر دیا تاکہ پابندی فرائض کی عادت پڑے۔ شاہ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ رسم سنت بھی اسی سال عمل میں آئی۔ ساتویں سال کے آخر میں آپ نے فارسی اور عربی کے ابتدائی رسائل پڑھنا شروع کر دیئے اور ایک سال کے اندر ان کو مکمل کر لیا، اس کے بعد آپ نے صرف و نحو کی طرف توجہ فرمائی اور دس برس کی عمر میں علم نحو کی معرکتہ لآراء کتاب شرح ملا جامی تک پہنچ گئے اور نہ صرف فارسی کی نوشت و خواند میں مہارت پیدا کر لی بلکہ عربی کی صرف و نحو پر بھی عبور حاصل کر لیا۔ شاہ صاحب نے خود ہی ایک جگہ تحریر فرمایا ہے کہ ”دس سال کی عمر میں ایک حد تک مطالعہ کی راہ کھل گئی تھی۔“ صاحب ”حیات ولی“ نے تو آپ کے متعلق یہاں تک لکھا ہے کہ ”دس سال کی عمر میں صرف و نحو میں آپ کو اس درجہ قوت حاصل ہو گئی تھی کہ بڑے بڑے صر فی و نحو جو کتاب کے کیڑے کھلائے جاتے تھے اور جنہوں نے ان علوم میں نہایت شہرت و نامور کے ساتھ عزت و رفعت کے تمنغے حاصل کئے تھے وہ آپ سے مسائل صر فیہ و نحو یہ میں گفتگو کرتے ہوئے جھکتے تھے۔ بقول بعض اسی عمر میں آپ نے کافیہ کی شرح لکھنی شروع کر دی تھی۔“

صرف و نحو سے فراغت کے بعد آپ نے معقولات کی طرف توجہ فرمائی اور تھوڑے ہی عرصہ میں ان سے فراغت پالی۔ پندرہ سال کی عمر میں تمام متداولہ درسی علوم کی تکمیل کر کے ارباب فضل و کمال کے زمرہ میں شامل ہو کر ایک مقام خاص کے مالک ہو گئے۔

تحصیل علوم کی تفصیل..... شاہ صاحب کی تعلیم اکثر اپنے والد بزرگوار کے پاس ہوئی جس کی تفصیل آپ نے اس طرح بیان کی ہے کہ علم حدیث میں مشکوٰۃ شریف تمام و کمال پڑھی لیکن چند روز علالت کی وجہ سے کتاب البیع سے کتاب الادب تک کا حصہ چھوٹ گیا، صحیح بخاری شروع سے کتاب الطہارت تک، شمائل ترمذی اول سے آخر تک پڑھی۔ علم بیضادی اور تفسیر مدارک کے کچھ حصے باقاعدہ پڑھے اور باقی حصوں کا خود مطالعہ کیا۔ اس کے علاوہ کامل غور و فکر اور مختلف تفاسیر کے مطالعہ کے ساتھ والد ماجد کے درس قرآن میں مجھے حاضری کی توفیق ملی اور اس طرح کئی بار میں نے حضرت سے متن قرآن پڑھا اور یہی میرے حق میں ”فتح عظیم“ کا باعث ہوا۔ فالحمد لله علی ذلك۔ علم فقہ میں شرح وقایہ اور ہدایہ کی دو جلدیں تھوڑے حصے کے علاوہ پوری پڑھیں۔ اصول فقہ میں حسامی اور توضیح و تلویح کا درس لیا۔ منطق میں شرح شمسہ کامل اور شرح مطالع کا کچھ حصہ پڑھا، علم کلام میں شرح عقائد کامل اور خیالی و شرح مواقف کا کچھ حصہ پڑھا، علم طب میں موجز، فلسفہ میں شرح ہدایۃ الحکمۃ وغیرہ علم نحو میں کافیہ، شرح ملا جامی، علم معانی میں مطول کا اکثر حصہ اور مختصر المعانی کا وہ حصہ پڑھا جس پر ملا زادہ کا حاشیہ ہے۔ ہیئت و حساب میں بعض رسائل پڑھے۔ تصوف و سلوک میں عوارف المعارف اور رسائل نقشبندیہ پڑھے، علم الحقائق میں شرح رباعیات، مولانا جامی، مقدمہ شرح لمعات، مقدمہ نقد الفصوص، خواص اسماء و آیات میں والد صاحب کا ایک خاص مجموعہ پڑھا۔ جس کی انہوں نے چند مرتبہ اجازت بھی دی۔ انشاء تحصیل میں اپنے زمانہ کے امام حدیث شیخ محمد افضل سیالکوٹی کی خدمت میں بھی آتے جاتے اور علوم حدیث میں ان سے استفادہ کرتے رہے۔

عقد نکاح..... چودہ سال کی عمر میں آپ کی شادی آپ کے ماموں شیخ عبید اللہ پھلتی کی صاحبزادی سے ۱۱۲۸ھ میں ہوئی۔ ان سے ایک صاحبزادے شیخ محمد اور ایک صاحبزادی امتہ العزیز پیدا ہوئیں۔ اس معاملہ میں آپ کے والد صاحب نے بڑی عجلت سے کام لیا اور سرال والوں کے سامان جینز فراہم نہ ہو سکنے کے عذر کو بھی نہ سنا اور کہلا بھیجا کہ یہ عجلت بے وجہ نہیں۔ اس کی مصلحت بعد میں ظاہر ہوگی۔ اصرار پر سرال والے راضی ہو گئے اور اسی سال آپ کی شادی ہو گئی اور وہ مصلحت بعد میں اس طرح ظاہر ہوئی کہ شادی کے چند ہی روز بعد شاہ صاحب کی خوش دامن کا انتقال ہو گیا۔ پھر تھوڑے ہی دن بعد خوش دامن کے والد کا وصال ہو گیا، ان کے غم سی فارغ بھی نہ ہو پائے تھے کہ شاہ صاحب کے بڑے چچا شیخ ابوالرضاء کے صاحبزادے شیخ فخر عالم رحلت کر گئے، اس کے بعد حضرت شاہ صاحب کی سوتیلی ماں وفات پا گئیں، ان متواتر صدمات کے بعد سبھی کو معلوم ہو گیا کہ اگر اس وقت شادی نہ ہو جاتی تو کئی سال بعد تک اس کا ہونا ممکن نہ تھا۔

بیعت و دستار بندی..... عقد نکاح کے تقریباً ایک سال بعد شاہ صاحب نے اپنے والد کے دست حق پرست پر بیعت کی اور ان کی زیر نگرانی اشغال صوفیہ میں مشغول ہوئے۔ خصوصاً نقشبندیہ سلسلہ کے اذکار کو از اول تا آخر پورا فرمایا اور کچھ زیادہ عرصہ نہ گذرا کہ آپ نے فن تصوف میں وہ درک حاصل کر لیا کہ اس کے فنی غوامض آپ کیلئے پانی ہو گئے۔ یہی وہ زمانہ تھا جس میں والد صاحب سے تفسیر بیضادی کا درس لیتے تھے، اس موقع پر والد ماجد نے بڑے پیمانہ پر شہر کے علماء، مشائخ، قضاة، فقہاء اور دیگر عوام کی ایک شاندار دعوت کی اور دستار بندی کی رقم ادا ہوئی، مصنف ”حیات ولی“ نے لکھا ہے کہ حاضرین مجلس نے اس زور سے مبارک باد دی کہ ساری مجلس گونج اٹھی۔

اجازت بخوید و قرات..... شاہ صاحب نے فن قرات و تجوید کی تکمیل مشہور قاری مولانا محمد فاضل صاحب سندھی سے کی تھی جو دہلی کے شیخ القراء اور اپنے زمانہ کے ماہر فن شمار کئے جاتے تھے۔ شاہ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ”میں نے قرآن کو اول سے آخر تک بروایت حفص عن عاصم (صالح، ثقہ) حاجی محمد فاضل سندھی سے ۱۱۵۴ھ میں پڑھا اور انہوں نے دار السلطنت دہلی کے شیخ القراء شیخ عبدالخالق سے پڑھا۔

اجازت بیعت و وفات والد..... آپ کی عمر کے سترہویں سال والد ماجد سخت بیمار ہوئے اور اسی حالت مرض میں

آپ کو بیعت و ارشاد کی اجازت عطا فرمائی، مدرسہ رحیمہ اور خانقاہہ رحیمہ کی جو بساط بچائی تھی اس کا انتظام شاہ صاحب کے سپرد فرمایا اور ۱۲ صفر ۱۳۱۱ھ مطابق ۱۹۷۱ء میں بروز بدھ اس مرتاض صوفی اور فقید المثال عالم نے درس و ارشاد کی مسند اپنے بلند اقبال بیٹے (شاہ ولی اللہ) کے لئے خالی کر دی۔

درس و تدریس..... والد ماجد کے انتقال کے بعد آپ نے مستقل طور پر مسند درس و ارشاد کو رونق بخشی اور درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ آپ کے علم و فضل اور کمالات ظاہری و باطنی کا شہرہ دور دور تک پہنچ چکا تھا۔ ہر طرف سے تشنگان علوم و معارف جوق در جوق آتے اور زانوئے تلمذ بچھاتے، تقریباً بارہ سال تک آپ کتب دینیہ اور معقولات کا درس دینے میں مشغول رہے۔

طریقہ تعلیم..... شاہ صاحب کے زمانے میں جو طریقہ تعلیم رائج تھا آپ نے اس کے برخلاف دوسرا طریقہ اختیار فرمایا۔ کیونکہ جو ذہنی اور فکری انقلاب آپ لانا چاہتے تھے وہ اسی طریقہ تعلیم سے آسکتا تھا، پہلے آپ تین تین چار چار صرف و نحو کے ابتدائی رسائل حفظ کراتے اس کے بعد تاریخ یا حکمت کی کوئی عربی کتاب پڑھاتے۔ پھر موطا امام مالک کا درس دیتے اور قرآن مجید کا ترجمہ بلا تفسیر کے پڑھاتے۔ البتہ جہاں کہیں کسی قاعدہ نحوی کی مشکل یا شان نزول کی ضرورت پیش آتی اسے بخوبی حل فرمادیتے جس سے طالب علم کو اطمینان ہو جاتا اس کے بعد تفسیر جلالین پڑھاتے پھر ایک وقت حدیث، کتب، فقہ اور عقائد و سلوک کا درس دیتے اور دوسرے وقت کتب حکمت کا، اس طریقہ تعلیم سے طلباء کے اندر غور و فکر کا مادہ پیدا ہو جاتا تھا اور وہ صحیح معنوں میں علم فقہ، علم حدیث اور علم تفسیر کے عالم بن کر نکلتے تھے۔ ساتھ ہی ساتھ علوم عقلیہ سے بہرہ مند ہوتے تھے کہ شکوک ہام باطلہ کا رد اچھی طرح حدیث و قرآن کی روشنی میں کر سکتے تھے۔

طریق سرد حدیث..... ابتداء حدیث کی تعلیم کا طریقہ استملائی تھا جس میں علم حدیث کی تعظیم کے خیال سے درس دیتے وقت بہتر پوشاک پہننا، وضو کرنا، خوشبو لگانا، بلند جگہ پر کھڑے ہو کر حمد و ثناء کے بعد حدیث کی سند بیان کرنا پھر اس کے متن کا ایک ایک فقرہ نہایت فصاحت سے ادا کرنا ضروری سمجھا جاتا تھا لیکن جب شاہ صاحب مدینہ منورہ سے ہندوستان آئے تو آپ نے وہاں کے مطابق صحاح ستہ کی مشہور و مسلمہ کتابوں کو ایک سال میں ختم کرانے کا طریقہ جاری کیا، آپ ایک دن مشکوٰۃ شریف کی حدیثیں پڑھاتے اور دوسرے دن انہی حدیثوں کے متعلق علامہ طبری کی شرح کا درس طلبہ کو دیتے، اس طرح جب مشکوٰۃ شریف ختم ہو جاتی تو دوسرے سال رسول اللہ ﷺ سے صحاح ستہ کی حدیثوں کی سند کو متصل کرنے کیلئے مشکوٰۃ ہی کی حدیثوں کو جو اس میں سند کے بغیر پڑھائی گئی تھیں سند کے ساتھ اس طرح پڑھاتے کہ طالب علم حدیثوں کو پڑھتا جاتا اور استاد سنتا جاتا، درمیان میں خاص خاص نکات بھی بیان فرماتے جاتے۔

اس طرح ایک دن میں پانچ چھ ورق ہو جاتے تھے، حضرت شاہ صاحب نے درس حدیث کے اس طریق کا نام سرد رکھا تھا۔ لیکن حضرت شاہ صاحب کے زمانہ ہی میں طریقہ سرد میں ترمیم کر دی گئی تھی۔ (حیات انور صفحہ ۲۷ مضمون مولانا مناظر احسن گیلانی)

علمی استغراق..... دوران درس و تدریس میں آپ کو ہر علم و فن میں غور کرنے کا موقع ملا، اسی زمانہ میں آپ نے مذاہب اربعہ کی فقہ اور ان کے اصول فقہ کی کتابوں کا بنظر غائر مطالعہ کیا اور ان احادیث کو بھی بامعان نظر دیکھا جن سے یہ حضرات ائمہ اپنے اقوال و مذاہب کی سند لاتے ہیں اور اسی وقت سے فقہائے محدثین کا طریقہ بھی آپ کے دلنشین ہوا آپ کا یہ زمانہ نہایت استغراق اور محویت کا گذرا، آپ نے نہایت تحقیق و کاوش سے کتابوں کا مطالعہ شروع کیا اور رات دن انتہائی انہماک و استغراق کے ساتھ کتب بنی میں مشغول رہے، آپ ان دنوں کھانا بھی کم کھاتے اور آرام بھی کم کرتے اور درس و تدریس کے بعد جو وقت ملتا اسے صحت کتب میں صرف کرتے۔

سفر حجاز..... جب شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے یہ محسوس کیا تھا کہ اسلام کے ہندوستان آئے ہوئے صدیوں بیت چکیں مگر علم حدیث آج بھی ضرورت سے بہت کم ہے تو موصوف نے اس کمی کو محسوس کر کے مسلسل تین سال حجاز مقدس میں رہ کر علم حدیث حاصل کیا تھا اور پھر ہندوستان واپس آ کر انہوں نے اور ان کے بعد ان کی اولاد نے اس کی اشاعت میں بڑی کوشش فرمائی تھی مگر نامساعدت حالات کی وجہ سے اپنے مقصد میں ناکام ہوئے۔

حضرت شاہ صاحب نے دیکھا کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی استوار کردہ بنیادوں کے کچھ مٹے ہوئے نشانات ابھی باقی ہیں اگر جدوجہد کر کے ان بنیادوں پر مضبوط عمارت نہ تعمیر کی گئی تو نہیں کہا جاسکتا کہ وہ قائم بھی رہ سکیں گی۔ غور و فکر کے بعد آپ اس نتیجہ پر پہنچے کہ علم و حدیث اس کے معدن یعنی حجاز مقدس سے حاصل کرنا چاہیے۔ چنانچہ زیارت حرمین شریفین کا شوق دامن گیر ہوا اور ۱۱۴۳ھ مطابق ۱۷۳۱ء کے آخر میں حجاز روانہ ہو گئے۔

فیوض حرمین..... خانہ کعبہ اور روضہ اطہر علیہ السلام پر روحانی مشاہدات و مکاشفات کی صورت میں شاہ صاحب پر جو فیضان ہوا اس کو آپ نے ”فیوض الحرمین“ میں قلمبند کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ ”اللہ پاک کی سب سے بڑی نعمت جس سے اس نے مجھے سرفراز فرمایا یہ ہے کہ ۱۱۴۳ھ اور اس کے بعد کے سال میں مجھے اپنے مقدس گھر کے حج کی اور اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کی توفیق عطا فرمائی، لیکن اس سلسلہ میں اس نعمت سے بھی کہیں زیادہ بڑی سعادت جو مجھے میسر آئی وہ یہ تھی کہ اللہ پاک نے اس حج کو میرے لئے مشاہدات باطنی اور معرفت حق کا ذریعہ بنایا اور اسی طرح اس نے نبی علیہ السلام کی اس زیارت کو میرے لئے بصیرت افروز بنایا۔ اھ“

شاہ صاحب نے حرمین شریفین میں کل چودہ ماہ قیام فرمایا اور اس زمانہ قیام میں آپ نے اپنی اشراقی قوت سے روضہ انور علیہ السلام سے کسب فیض کیا اور بڑے بڑے علماء و مشائخ سے استفادہ بھی۔

شاہ صاحب کے حجازی اساتذہ..... یوں تو شاہ صاحب نے حجاز مقدس میں متعدد علماء و مشائخ سے علم حدیث اور باطنی فیض حاصل کیا۔ مثلاً شیخ سناوی، شیخ احمد قشاشی، سید عبدالرحمن اور یسی، شمس الدین محمد بن علا بابلی، شیخ عیسیٰ جعفری، شیخ حسن عجمی، شیخ احمد علی اور شیخ عبداللہ بن سالم بھری۔ لیکن اس سلسلہ میں جن مشائخ سے آپ بہت زیادہ قریب ہوئے وہ یہ ہیں۔

(۱) شیخ ابو طاہر محمد بن ابراہیم کردی مدنی۔ انہوں نے آپ کو سند حدیث بھی عطا فرمائی اور ایک خرقہ خلافت و اجازت بھی جو سارے سلاسل کو جامع تھا اور اپنے دست مبارک سے پہنایا۔ موصوف حضرت شاہ صاحب کی فطری ذہانت اور خداداد بصیرت کے بڑے مداح تھے۔ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ”ولی اللہ الفاظ کی سند مجھ سے لیتے ہیں اور میں معنی کی سند ان سے لیتا ہوں۔“ جب شاہ صاحب نے حجاز سے واپسی کا ارادہ کیا اور آخری بار خدمت میں حاضر ہوئے اور والہانہ انداز میں یہ شعر پڑھا۔

نسیت کل طریق کنت اعرفہ الا طریقاً یو دینی الی ربکم

تو شیخ پر ایک کیفیت طاری ہوئی، شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ ”بحر دشیدن آل بکا بر شیخ غالب و بغایت متاثر شدہ۔“ (سننے ہی شیخ پر کیفیت گریہ طاری ہوئی اور بہت متاثر ہوئے۔)

(۲) شیخ وفد اللہ بن شیخ سلیمان مغربی۔ شاہ صاحب نے ان کی مجلس درس میں موطا امام مالک بروایت محیی بن محیی اول سے آخر تک پڑھ کر تمام مردیات کی سند نہایت قلیل عرصہ میں حاصل فرمائی۔

(۳) مفتی مکہ شیخ تاج الدین بن قاضی عبدالحسن قلعی حنفی۔ ان کی مجلس درس میں شاہ صاحب نے صحیح بخاری، کتب صحاح کے مشکل مقامات موطا امام مالک، موطا امام محمد، کتاب الآثار اور مسند دارمی کی سماعت، شیخ نے خصوصیت کے ساتھ شاہ صاحب کو تحریری اجازت نامہ عنایت فرمایا۔

فراہمی کتب..... شاہ صاحب نے حجاز مقدس میں اس بات کی طرف خاص توجہ فرمائی کہ جو کتابیں ہندوستان میں نایاب تھیں آپ نے ان کو جس قیمت سے بھی دستیاب ہو سکیں خرید فرمائیں اور اس سلسلے میں آپ نے نہایت فراخ دلی کا ثبوت دیا، علامہ ابن کثیر کی کتاب ”النهاية في غريب الحديث والاثار“ مشہور ہے اس کا ایک قلمی نسخہ دارالعلوم دیوبند کے نادر کتب خانہ میں موجود ہے۔ یہ نسخہ حضرت شاہ صاحب کی ملکیت رہ چکا ہے۔ اس کو آپ نے مکہ مکرمہ میں خریدا تھا۔ چنانچہ اسی کتاب کے آخری صفحہ پر حضرت شاہ صاحب کے دستخط کے ساتھ یہ عبارت لکھی ہوئی ہے۔ ”اس کتاب در مکہ مکرمہ بقیمت سہ صد روپیہ از عبداللہ دمشقی خرید شد۔“ یعنی یہ نسخہ مکہ مکرمہ میں عبداللہ دمشقی سے تین سو روپیہ میں خریدا گیا۔

حجاز سے واپسی..... حجاز مقدس کے چودہ ماہ قیام میں علمی صحبتوں اور عمیق مطالعہ کتب و امداد عیسیٰ سے آپ نے حدیث و فقہ میں مجتہدانہ کمال پیدا کیا اور آخر ۱۲۴۲ھ مطابق ۱۷۳۲ء میں آپ نے دوبارہ ارکان حج ادا فرمائے اور ۱۱۴۵ھ کے لواٹل میں وطن مالوف دہلی کا رخ کیا۔ پورے چھ ماہ آتے آتے راستہ میں لگ گئے اور بتاریخ ۱۲ رجب ۱۱۴۵ھ ٹھیک جمعہ کے دن بصحت و عافیت دہلی رونق افروز ہوئے۔ واپسی کی خبر سن کر تمام اہل شہر، علماء و فضلاء اور صوفیاء کرام نے آپ کا خیر مقدم کیا یہاں کچھ روز آرام کرنے کے بعد آپ نے سلسلہ درس شروع فرمادیا۔ مدرسہ رحیمہ کو آپ نے جدوجہد کامرکز بنایا۔ طلباء جوق درجوق اطراف ہند سے آکر مستفید ہونے لگے۔

اصحاب و تلامذہ..... شاہ صاحب کے شاگردوں کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ ملک کے اطراف و اکناف سے صد ہا طالب علم آتے اور آپ سے مستفید ہوتے۔ حرمین شریفین سے بھی باند اق عالم آپ سے علم حاصل کرنے کیلئے آتے تھے اس لئے آپ کے تلامذہ کی بسیط فہرست ملنا مشکل ہے۔ البتہ چند ممتاز شاگردوں میں آپ کے پاروں صاحبزادوں کے علاوہ مندرجہ ذیل اسماء پیش کئے جاسکتے ہیں جو آپ کے رفقاء کار بھی رہے ہیں اور جنہوں نے آپ کے علوم و معارف کو ملک و بیرون ملک میں عام بھی کیا ہے۔

(۱) شیخ محمد عاشق پھلتی (شاہ صاحب کے ماموں زاد بھائی) متوفی ۱۱۸۷ھ

(۲) شاہ نور اللہ بڈھانوی

(۳) شاہ جمال الدین بن مولوی کفایت علی لاہوری متوفی ۱۱۴۱ھ

(۴) خواجہ محمد امین کشمیر متوفی ۱۱۸۷ھ

(۵) شاہ ابو سعید بریلوی متوفی ۱۱۹۳ھ

(۶) قاضی ثناء اللہ پانی پتی متوفی ۱۲۲۵ھ

(۷) شاہ محمد نعمان بن سید محمد نور نصیر آبادی متوفی ۱۱۹۳ھ

(۸) علامہ مرتضیٰ حسینی متوفی ۱۲۰۵ھ

(۹) شیخ رفیع الدین بن فرید الدین مراد آبادی متوفی ۱۲۲۳ھ

(۱۰) شفیع محمد سعید افغانستان متوفی ۱۱۸۸ھ

(۱۱) علامہ محمد معین بن محمد امین سندی متوفی ۱۱۶۱ھ

(۱۲) میر قمر الدین منت دہلوی متوفی ۱۲۰۸ھ

ان کے علاوہ بابا فضل اللہ کشمیری، مولانا سید شاہ محمد معین رائے بریلوی، شاہ محمد واضح، مولانا چراغ محمد وغیرہ جیسی معمولی شخصیات نے آپ سے استفادہ کیا۔

شاہ صاحب کے ہم عصر سلاطین مغلیہ..... شاہ صاحب کی ولادت ۱۱۱۴ھ میں ہے اور وفات ۱۱۷۶ھ میں اس مدت میں مندرجہ ذیل شاہان مغلیہ سریر آرائے حکومت ہوئے۔

۱	اورنگ زیب عالمگیر	۱۶۵۷ء	۱۷۰۷ء
۲	بہادر شاہ اول	۱۷۰۷ء	۱۷۱۲ء
۳	معز الدین جہاندار شاہ	۱۷۱۳ء	۱۷۱۳ء
۴	فرخ سیر	۱۷۱۳ء	۱۷۱۹ء
۵	نیکو سیر	۱۷۱۹ء	
۶	رفیع الدرجات		=
۷	رفیع الدولہ	۱۷۱۹ء	
۸	محمد شاہ	۱۷۱۹ء	۱۷۴۸ء
۹	احمد شاہ	۱۷۴۸ء	۱۷۵۴ء
۱۰	عالمگیر ثانی	۱۷۵۴ء	۱۷۵۹ء
۱۱	شاہ عالم	۱۷۵۹ء	۱۸۰۶ء

شاہ صاحب کے زمانہ میں ہندوستان کی عام حالت..... ہر لحاظ سے ابتر تھی۔ مذکورہ بالا سلاطین کے عہد میں ہندوستان کو جن مہیب اور خونی واقعات اور لرزہ خیز حوادث و انقلابات سے گزرنا پڑا وہ سب پر عیاں ہیں۔ سادات بارہہ کا تسلط، فرخ سیر کا ان کے ہاتھوں بصد نیکیسی قید میں مرنا، پھر توراتی امراء دربار کے ہاتھوں ان سادات بارہہ کا زوال، مرہٹوں کی بغاوت اور ان کا عروج، سکھوں کا خونی فتنہ، نادر شاہ کی یلغار اور دہلی میں قتل عام، احمد شاہ ابدالی کی معرکہ پانی پت میں فتح، روہیلوں کا ہندوستان کی سیاست میں شریک ہونا، ایرانی و توراتی امراء کی باہمی کش مکش، مغربی اقوام کا ملکی سیاست میں بتدریج داخل ہوتے جانا، انگریزوں کا بنگال و بہار وغیرہ پر اقتدار اور عمل دخل، تقریباً یہ تمام واقعات شاہ صاحب کی زندگی ہی میں پیش آئے۔

غرض پورا ملک عجیب بے کلی و بے چینی میں مبتلا تھا، قتل و غارت گری کا طوفان برپا تھا۔ بد امنی و بد نظمی ہر طرف آشکارا تھی۔ ایک طرف شاہان وقت اپنے اسلاف کی دولت رقص و سرور کی محفلوں اور حسن و جمال کے بازاروں میں لٹا رہے تھے تو دوسری طرف رعایا بد حال و پریشان، غربت و افلاس کے ہاتھوں برباد اور ستمگروں کے مظالم سے پامال ہو رہی تھی۔ عوام کی اخلاقی حالت بھی نہایت درجہ گری ہوئی تھی۔ بد عقیدگی و عملی کے تمام جرائم ان میں پیدا ہو چکے تھے۔ دینی لحاظ سے بھی ان کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ کتاب و سنت سے انہیں کوئی واسطہ نہ تھا۔ اہل بنود کے تمام مراسم قبیحہ اور ایام جاہلیت کے تمام افعال شنیعہ انہوں نے اپنالئے تھے، تقلید و جمود میں منہمک علماء و صوفیاء کا دور دورہ تھا۔ جنہیں نہ دینی امور سے ذوق تھا، نہ دین کا درد، نہ حق کا خیال نہ احقاق حق سے واسطہ، عوام و جدان پرستی، پیری مریدی اور خانقاہ پرستی میں بھنسے ہوئے تھے۔ پیرزادے مذہبی پیشوا بن کر لوگوں کو لوٹ رہے تھے۔ گدی نشین صوفیہ اور مسند آراء مشائخ سب اسی قسم کی دھڑے بندیوں میں مصروف تھے۔ متقشف و اعظمن، گمراہ صوفیہ خانقاہ نشین لوگوں کو موضوعات و باطل کی طرف ذکوت دے کر ان کے مال اور ایمان پر ڈاکہ ڈال رہے تھے۔

مسلمانوں کی علمی و تعلیمی حالت بھی حد درجہ انحطاط پذیر تھی، درس گاہوں میں صدا، قاضی مبارک، شمس بازغہ اور شرح مطالعہ کے حواشی و خروج بکثرت رائج تھے اور اصل علوم (کتاب و سنت) کی طرف کوئی توجہ نہ تھی، دینیات میں فقہ کے سوا کچھ نہ تھا، حدیث میں صرف بطور تبرک مشکوٰۃ شریف اور مشارق الانوار پڑھا دینا کافی سمجھتے تھے۔ قرآن مجید خارج از نصاب تھا۔

شاہ صاحب کے اصلاحی کارنامے خدایات مراجعت حرمین کے بعد آپ نے مسلمانوں کی یہ صورت حال دیکھ کر اپنی جدوجہد سے تقریر و تحریر ہر دو طریق پر جو انجام دیں وہ رہتی دنیا تک فراموش نہیں کی جاسکتیں۔ آپ نے اس زمانہ کے طریقہ تعلیم کو بدل کر نئے اسلوب پر درس دیا، تعلیمات اسلام میں جو خرافات اور بے سروپا باتیں شامل کر دی گئیں تھیں ان کو الگ کیا اور دین کو ایک منظم و مرتب نظام زندگی کی حیثیت سے پیش کیا۔ معاندین کے اعتراضات کا کماحقہ رد کیا اور مشتبہ مقامات کی صراحت فرمائی۔ عقل و نقل دونوں اعتبار سے دین اسلام کو مطابق فطرت ثابت کرنے میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی۔ جمعی تصوف اور اس کی بے سروپا خرافات کی بجز قلم و ہجیاں بکھیر دیں، معصب فرقہ پرستوں اور مختلف مکتب خیال کے لوگوں کو ایک نقطہ عدل پر لا کر ان میں ہم آہنگی اور اتفاق پیدا کرنے کی کوشش فرمائی، کتاب و سنت کے احکام عوام تک پہنچانے کا انتظام بذریعہ ترجمہ قرآن فرمایا، شاہ صاحب ہی پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے ساڑھے گیارہ سو برس کے بعد سرزمین ہند میں قرآن مجید کا ترجمہ فارسی زبان میں کیا اور اسی کے بعد ترجمہ قرآن کی بنیاد پڑی، آپ ہی کی انتھک کوشش اور مخلصانہ جدوجہد کا نتیجہ ہے کہ آج کل ہم اس ملک میں علوم قرآن و حدیث کا چرچا دیکھ رہے ہیں۔

”جہاں نے راہ گروں کو دیکھ کر خود آگاہ ہے“

مولانا نسیم احمد فریدی نے بالکل سچ کہا ہے۔ فرماتے ہیں کہ ”حضرت شاہ صاحب کے فیوض و برکات جو آج بھی پوری تابانی کے ساتھ جلوہ افروز ہیں۔ کہاں تک شمار کروں بس اس شعر پر اکتفا کرتا ہوں۔

یک چراغی ست دریں بزم کو از پر تو آں ہر کجائی نگرم انجمنے ساختہ اند

شاہ صاحب موجد علوم ہیں..... حضرت مولانا ممدوح چند علوم کے مجتہد ہیں۔ آپ سے پیشتر ان کو کسی نے مدون نہیں کیا تھا اول علم اسرار الدین۔ شاہ صاحب نے ”الجزء اللطیف“ میں اپنے دلائل اعمال کی تفصیل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ”جو کام مجھ سے لئے گئے ہیں وہ یہ ہیں کہ فقہ میں جو مرضی (پسندیدہ نظریات) ہیں ان کو جمع کر دوں اور اس کے لئے فقہ حدیث کی از سر نو بنیاد رکھ کر اس فن کی پوری عمارت تیار کی گئی اور آنحضرت ﷺ کے تمام احکام و ترغیبات اور ان تعلیمات کے اسرار و مصاحح کو اس طرح منضبط کیا گیا کہ اس فقیر سے پہلے اس کا کام عشر عشر بھی نہیں کیا گیا تھا۔

دوم علم کمالات اربعہ یعنی ابداع، خلق، تدبیر اور تدلی سوم علم استعدادات نفوس انسانیہ و کمال و مال ہر شخص،

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ کمالات اربعہ ابداع، خلق، تدبیر، اور تدلی کی حقیقت اور نفوس انسانیہ کی استعدادات

کا علم مجھے عطا فرمایا گیا اور یہ دونوں ایسے علم ہیں کہ اس فقیر سے پہلے کسی نے ان کے کوچہ میں قدم نہیں رکھا۔

شان مجددیت..... حضرت شاہ صاحب بارہویں صدی کے مجدد تھے۔ چنانچہ ”تہذیبات“ میں تحریر فرماتے ہیں کہ ”جب میرا دورہ حکمت یعنی علم اسرار دین پورا ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے خلعت مجددیت پہنائی۔ پس میں نے مسائل اختلافی میں جمع (و تطبیق) کو معلوم کر لیا۔“ ایک اور جگہ تحریر فرماتے ہیں کہ ”مجھے خدا نے یہ شرف بخشا ہے کہ میں اس زمانہ کا مجدد، وصی اور قطب ہوں، اگر خدا نے چاہا تو میری کوششوں سے مسلمانوں میں ایک نئی زندگی پیدا ہو جائے گی۔“

مجدد کے منصب کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ شریعت کے قوانین کی توجیہ و تفسیر کتاب و سنت کے مطابق کرے اور اس میں قیاس کو ہرگز دخل نہ دے۔ تعلیمات و نظریات کو پیش کرے۔ وقت صحابہ و تابعین کے اعمال و افعال کو سامنے رکھے۔ وصی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ دین کے ان قوانین کو جو بتاتے ہیں کہ حرام کیا ہے اور حلال کیا ہے۔ رسول اکرم ﷺ کے اسوہ حسنہ اور ان کے ارشادات کی روشنی میں ترتیب دے۔ قطب وہ ہے جو خدا کی مرضی کو موجودہ حالات و ضروریات میں بنی نوع انسان پر ظاہر کر دے۔

شاہ صاحب کا مقام عظمت..... بقول مولانا نسیم احمد فریدی بلا شک و شبہ حضرت شاہ صاحب اپنے وقت کے مجدد،

حکیم الامتہ، امام علم و فن، مصلح امت اور ہمدرد انسانیت ہیں۔ وہ بیک وقت ایک عظیم الشان عالم دین بھی ہیں اور درویش باصفا بھی، مفسر و محدث بھی ہیں اور مفکر و متکلم بھی۔ مدرس و معلم بھی ہیں اور مولف و مصنف بھی۔ ماہر سیاسیات بھی ہیں اور رموز آشنائے معاشیات بھی، دریائے حکمت و معرفت کے غواص بھی ہیں اور اسرار شریعت کے محرم خاص بھی۔

ولیس علی اللہ بمستکر ان یجمع العالم فی واحد

آپ کے معاصر علماء نے جو علوم و معارف میں اپنی مثال آپ تھے آپ کے مقام عظمت کا اعتراف کیا ہے اور بڑی قدر و منزلت سے آپ کا ذکر کیا ہے۔ حضرت مرزا جان جاناں فرماتے ہیں۔
مثلاً ایشاں در محققان صوفیاء کہ جامع اندوز علم ظاہر و باطن و علم نوبیاں کردہ اند چند کس گزشتہ باشند (کلمات طیبات صفحہ ۸۴)

ان اہل تحقیق صوفیاء میں جو ظاہری اور باطنی علوم کے جامع ہیں اور نیا علم بیان کیا ہے۔ حضرت شاہ صاحب جیسے بس چند ہی لوگ گزرے ہوں گے۔

مولانا فخر الدین فخر جہاں دہلوی اپنے رسالہ ”فخر الحسن“ میں آپ کو اس طرح یاد فرماتے ہیں۔ شیخ صاحب المقامات العالیہ والکرامات الجلیلہ الشیخ ولی اللہ سلمہ اللہ تعالیٰ وابقاہ۔

سراج الہند حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب فرماتے ہیں۔ آیت من آیات اللہ و معجزۃ لنبی الکریم ﷺ یعنی شاہ صاحب اللہ کی آیتوں میں سے ایک آیت اور اس کے نبی ﷺ کا معجزہ ہیں۔

نواب صدیق حسن خاں ”اتحاف النبلاء“ میں تحریر فرماتے ہیں۔

اگر وجود اور صدر اول در زمانہ ماضی می بود امام الامتہ و تاج المجتہدین شمرده می شد

اگر شاہ صاحب کا وجود گزشتہ زمانہ میں صدر اول میں ہوتا تو تمام مجتہدوں کے پیشوا اور مقتدا مانے جاتے بلکہ ان کے سر تاج بنائے جاتے اور امام الامتہ کا اگر انقدر خطاب پاتے۔

علامہ شبلی رقمطراز ہیں کہ ”ابن تیمیہ اور ابن رشد کے بعد بلکہ خود انہیں کے زمانہ میں مسلمانوں میں جو عقلی تنزل شروع ہوا تھا اس کے لحاظ سے یہ امید نہ تھی کہ پھر کوئی صاحب دل و دماغ پیدا ہوگا لیکن قدرت کو اپنی نیرنگیوں کا تماشا دکھانا تھا کہ اخیر زمانہ میں شاہ ولی اللہ جیسا شخص پیدا ہو جس کی نکتہ سنجیوں کے آگے غزالی و رازی و ابن رشد کے کارنامے ماند پڑ گئے۔“

یہ تو آپ کے حلقہ بگوشوں اور عقیدت مندوں کا اظہار خیال تھا، ان کے علاوہ مولانا فضل حق خیر آبادی نے بھی آپ کی عظمت کا اعتراف کیا ہے۔ جن کے متعلق مشہور ہے کہ وہ بجائے عقیدت و نیاز کے اپنے آپ کو علم کے اس خالوادہ کا حریف مقابل سمجھا کرتے تھے، چنانچہ ان کے شاگرد رشید مولانا محسن بہاری اپنی کتاب ”الایضاح الجن“ میں خود اپنی سنی ہوئی شہادت بیان کرتے ہیں جب کہ وہ الور میں مولانا سے درس لیا کرتے تھے فرماتے ہیں۔ ”مولانا فضل حق کے ہاتھ ”ازالہ الحقا“ کا ایک نسخہ کہیں سے لگا، مولانا اس کے مطالعہ کے بڑے خواہشمند تھے۔ جب درس و تدریس یاد دوسرے مشاغل سے فرصت ملتی تو بکثرت اسی کتاب کے مطالعہ میں مصروف رہتے۔ جب مولانا اس کتاب کا بیشتر حصہ پڑھ کر فارغ ہوئے تو آپ نے سب کے سامنے جن میں، میں بھی شریک تھا۔ فرمایا کہ جس شخص نے یہ کتاب لکھی ہے وہ تو ایک بحر بیکراں ہے۔ جس کے ساحل کا پتہ نہیں چلتا۔

تحدیث نعمت و تحمید الہی..... جس مقام و منصب اور عظمت و رفعت سے آپ کو سرفراز کیا گیا تھا اس سے آپ بخوبی آگاہ تھے۔ جس کا اظہار بطور تحدیث نعمت آپ نے متعدد جگہ فرمایا ہے۔ چند اقتباسات بطور مثال پیش کئے جاتے ہیں۔

(۱) مجھ پر اللہ تعالیٰ کے خاص احسانات میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے مجھے اس آخری دور کا ”ناطق، حکیم، قائد اور

زعیم بنایا۔ (تلمیحات)

(۲) میرے ذہن میں ڈالا گیا کہ میں لوگوں تک یہ حقیقت پہنچا دوں کہ یہ زمانہ تیرا زمانہ ہے اور یہ وقت میرا وقت ہے، افسوس اس پر جو تیرے جھنڈے کے نیچے نہ ہو۔ (ایضا)

(۳) میں نے خواب میں دیکھا کہ میں قائم الزمان ہوں یعنی اللہ تعالیٰ جب خیر کے کسی نظام کا ارادہ فرماتے ہیں تو اپنے اس ارادہ کی تکمیل کیلئے مجھے آلہ کار بناتے ہیں۔ (فیوض الحرمین)

(۴) حق تعالیٰ کا عظیم ترین انعام اس بندہ ضعیف پر یہ ہے کہ اس کو خلعت فاتحیہ بخشا گیا ہے اور اس آخری دور کا افتتاح اس سے کرایا گیا ہے۔ (حجۃ اللہ البالغہ)

(۵) خداوند تعالیٰ نے ایک وقت میں میرے قلب میں میزان پیدا کر دی جس کی وجہ سے میں ہر اس اختلاف کا سبب پہچان لیتا ہوں جو امت محمدیہ میں واقع ہوا اور اس کو بھی پہچان لیتا ہوں جو خدا اور اس کے رسول کے نزدیک حق ہے، اور خدا نے مجھے یہ بھی قدرت دی ہے کہ امر حق کو دلائل عقلیہ و نقلیہ سے اس طرح ثابت کر دوں کہ اس میں کسی قسم کا شبہ اور اشکال باقی نہ رہے۔ (ایضا)

اس قسم کے بیسیوں اقوال آپ کی تصانیف میں ملتے ہیں جو نہ بطور تعالیٰ و خود سنائی ہیں نہ بطریق فخر و غرور بلکہ یہ بطور تحدیث نعمت و تحمید الہی ہیں جیسا کہ ارشاد ہے۔ "واما بنعمت ربك فحدث"

آہ اے ظالم یہ تو نے کیا کیا..... حجۃ اللہ البالغہ مترجم کے شروع میں مولوی معراج محمد باری کی تحریر کردہ مختصر سوانح حیات لگی ہے اس میں موصوف نے لکھا ہے کہ آپ کی آخری عمر میں دہلی پر ایک معصب شیعہ نجف علی خان کا تسلط ہو گیا تھا یہ مغل دربار کا آخری امیر تھا اس نے بہت سے علماء کو دردناک سزائیں دیں، امیر شاہ خاں "امیر الروایات" میں بیان فرماتے ہیں کہ اس نے شاہ ولی اللہ کے سچے اتروا کر ہاتھ بیکار کر دیئے تھے تاکہ وہ کوئی کتاب یا مضمون تحریر نہ کر سکیں۔ وفات حسرت آیات..... آپ بڑھیا نہ صلح مظفر نگر میں قیام پذیر تھے کہ مرض الموت میں گرفتار ہو گئے۔ قلت غذا کی وجہ سے ضعف و نقاہت پہلے ہی لاحق تھی۔ اب اس میں اضافہ ہو گیا۔ ۹ ذی الحجہ ۱۱۷۵ھ کو بغرض علاج دہلی تشریف لائے لیکن تقدیر، تدبیر پر غالب ہوئی اور ۲۹ محرم ۱۱۷۶ھ مطابق ۱۷۶۳ء کو بوقت ظہر یہ علم و معرفت کا آفتاب جہاں تاب افق دہلی میں ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا اور اپنے پیچھے بے شمار کواکب و نجوم کو چمکتا دھندلا چھوڑ گیا جو اس کی مستعار روشنی سے اب تک منور ہیں۔ تاریخ وفات "ابود امام اعظم دیں" ہے حضرت شاہ عبدالرحیم کے مزار سے متصل "مہندیاں" کے قبرستان میں آپ کے جسد خاکی کو سپرد خاک کیا گیا۔

ارباب چمن مجھ کو بہت یاد کریں گے ہر شاخ پر اپنا ہی نشان چھوڑ دیا ہے

الباقیات الصالحات..... حضرت شاہ صاحب کی پہلی اہلیہ کے بطن سے ایک صاحبزادے شیخ محمد اور ایک صاحبزادی بی بی امتہ العزیز تھیں اور دوسری اہلیہ یعنی شاہ ثناء اللہ کی صاحبزادی کے بطن سے چار صاحبزادے تھے۔ ان چار میں سب سے بڑے شاہ عبدالعزیز صاحب متوفی ۱۲۳۹ھ پھر شاہ رفیع الدین صاحب متوفی ۱۲۳۳ھ پھر شاہ عبدالقادر صاحب متوفی ۱۲۳۰ھ پھر شاہ عبدالغنی صاحب۔ شاہ ولی اللہ صاحب کی وفات کے بعد شاہ عبدالعزیز صاحب آپ کے جانشین ہوئے اور اپنے موخر الذکر بیٹوں حضرات کی تربیت کی مگر تینوں حضرات شاہ عبدالعزیز صاحب کی زندگی ہی میں وفات پا گئے۔ یہ سب حضرات تبحر علم و فضل اور افادہ و افاضہ کی جہت سے نامور فضلاء عصر ہوئے ہیں۔ نواب صدیق حسن خان نے اس خاندان کی بابت "اتحاف النبلاء" میں کیا خوب کہا ہے۔ ہر یکے از ایشاں بے نظیر وقت و فرید دہر و وحید عصر در علم و عمل و عقل و فہم و قوت تقریر و فصاحت تحریر و تقوی و دیانت و امانت و مراتب ولایت بود، وہم چنین اولاد اولاد اس سلسلہ از طلائے ناب است۔

اخلاق و عادات..... شاہ صاحب نہایت سادہ طبیعت، منکسر المزاج، نفیس الطبع، بلند ہمت، فراخ حوصلہ، جفاکش، بہادر و

شجاع، مستقل المزاج، ہمدرد و غرباء، ریاض نمود سے عاری، ظاہری نمائش و شان و شوکت سے گریزاں اور بڑے مہمان نواز و فیاض تھے، متمول ہونے کے باوجود نہایت سادہ زندگی بسر کرتے تھے، اکثر اوقات آپ کے خوان پر سادہ روٹی اور بعض اوقات معمولی سبزی ہوتی تھی۔ شان بے نیازی کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ آپ نے کبھی شاہان وقت کی طرف چشم ارادت سے نہ دیکھا۔

نظر ہے ابر کرم پہ درخت صحر اہوں
کیا خدانے نہ محتاج باغباں مجھ کو (اقبال)

شاہ صاحب کا مسلک..... حضرت شاہ صاحب اپنی وسعت علم، وقت نظر، قوت استدلال، ملکہ استنباط، سلامت فہم صفائی قلب، اتباع سنت، جمع بین العلم والعمل وغیرہ کمالات ظاہری و باطنی کی نعمتوں سے مالا مال ہونے کی وجہ سے اپنے لئے تقلید کی ضرورت نہیں سمجھتے تھے، اس کے باوجود فرماتے ہیں۔

استغدت منه صلى الله عليه وسلم ثلثه أمور خلاف ما كان عندي وما كانت طبعي تميل اليه اشد ميل
فصارت هذه الاستفادة من براهين الحق تعالى على احدها الوصاة بترك الالتفات الى التسبب ونايها
الوصاة بالتقليد بهذه المذاهب الاربع لا اخرج منها والتوفيق ما استطعت وجبلي تابی التقليد وتالف منه
راسا ولكن شنى طلب التعبد به بخلاف نفسي وههنا نكتة طويت ذكرها وقد تفتنت بحمد الله بستر
هذه الحيلة وهذه الوصاة (فيوض الحرمين)

میں نے اپنے عندیہ اور اپنے شدید میلان طبع کے خلاف رسول اللہ ﷺ سے تین امور استفادہ کئے تو یہ استفادہ میرے لئے برہان حق بن گیا۔ ان میں سے ایک تو اس بات کی وصیت تھی کہ میں اسباب کی طرف سے توجہ ترک کر دوں اور دوسری وصیت یہ تھی کہ میں ان مذاہب اربعہ کا اپنے آپ کو پابند کروں اور ان سے نہ نکلوں اور تاہم امکان تطبیق و توفیق کروں لیکن یہ ایسی چیز تھی جو میری طبیعت کے خلاف مجھ سے بطور تعبد طلب کی گئی تھی اور یہاں پر ایک نکتہ ہے جسے میں نے ذکر نہیں کیا ہے اور الحمد للہ مجھے اس حیلہ اور اس وصیت کا بھید معلوم ہو گیا ہے۔

معلوم ہوا کہ آپ کو آپ کی طبیعت اور جبلت کے خلاف نبی اکرم ﷺ کی روح مبارک کی جانب سے تقلید کرنے پر مامور کیا گیا اور دائرہ تقلید سے خارج ہونے سے منع کیا گیا۔ لیکن کسی خاص مذہب کو معین نہیں کیا گیا۔ بلکہ مذاہب اربعہ میں دائرہ منحصر رکھا گیا، البتہ مذاہب اربعہ کی تحقیق و تفتیش اور چھان بین کے بعد جب ترجیح کا وقت آیا اور اس کی جستجو کے لئے آپ کی روح مضطرب ہوئی تو دربار رسالت سے اس طور پر رہنمائی کی گئی۔

عرفنى رسول الله ﷺ ان فى المذهب الحنفى طريقته انيقته هى اوفق الطرق بالسنة المعروفة
التي جمعت ونقحت فى زمان البخارى واصحابه وذلك ان يؤخذ من اقوال الثلث (اى الامام وصاحبيه)
قول اقربهم بها فى المسئلة ثم بعد ذلك يتبع اختيارات الفقهاء الحنفين الذين كانوا من علماء
الحديث قرب شنى سكت عنه الثلث فى الاصول وما يعرضو الفيه ودلت الاحاديث عليه فليس بدمن
اثباته والكل مذهب حنفى (فيوض الحرمين)

آنحضرت ﷺ نے مجھے بتایا کہ مذہب حنفی میں ایک ایسا عمدہ طریق ہے جو دوسرے طریقوں کی بہ نسبت اس سنت مشہورہ کے زیادہ موافق ہے جس کی تدوین اور تنقیح امام بخاری اور ان کے اصحاب کے زمانہ میں ہوئی اور وہ یہ ہے کہ آئمہ ثلاثہ یعنی یعنی امام ابو حنیفہؒ ابو یوسفؒ محمدؒ میں سے جس کا قول سنت معروفہ سے قریب تر ہو، لے لیا جائے پھر اس کے بعد ان فقہاء حنفیہ کی پیروی کی جائے جو فقہ ہونے کے ساتھ حدیث کے بھی عالم تھے۔ کیونکہ بہت سے ایسے مسائل ہیں کہ آئمہ ثلاثہ نے اصول میں ان کے متعلق کچھ نہیں کہا اور نفی بھی نہیں کی۔ لیکن احادیث انہیں بتلا رہی ہیں تو لازمی طور پر اس کو تسلیم کیا جائے اور یہ سب مذہب حنفی ہی ہے۔

اس عبارت سے یہ بات بخوبی واضح ہو گئی کہ حضرت شاہ صاحب کو دربار رسالت سے کس مذہب کی طرف ہمنامی کی گئی۔ نیز سارے مذاہب میں کون اوفق بالسنۃ المعروفۃ ہے ظاہر ہے کہ وہ مذہب حنفی ہی ہے جیسا کہ فیوض الحرمین کی اس عبارت سے معلوم ہوا تو بلاشبہ حضرت شاہ صاحب کے نزدیک وہی قابل ترجیح اور لائق اتباع ہے۔

تقلید حنفیت کا واضح ثبوت..... خدا بخش لائبریری (پٹنہ) میں بخاری شریف کا ایک قلمی نسخہ موجود ہے جو شاہ صاحب کے درس میں رہا ہے۔ اس میں آپ کے تلمیذ محمد بن پیر محمد بن شیخ ابوالفتح نے پڑھا ہے، تلمیذ مذکور نے درس بخاری کے ختم کی تاریخ ۶ شوال ۱۱۵۹ھ لکھی ہے اور جمنا کے قریب جامع فیروزی میں ختم ہونا لکھا ہے۔ حضرت شاہ صاحب نے اپنے دست مبارک سے اپنی سند امام بخاری تک تحریر فرما کر تلمیذ مذکور کے لئے سند اجازت تحدیث لکھی اور آخر میں اپنے نام کے ساتھ یہ کلمات تحریر فرمائے۔ ”العمری نسا، الدہلوی وطننا، الاشعری عقیدہ، الصوفی طریقہ، الحنفی عملا والشافعی تدریسا خادم التفسیر والحديث والفقه والعربیۃ والکلام۔“ ۲۳ شوال ۱۱۵۹ھ

اس تحریر کے نیچے شاہ رفیع الدین صاحب دہلوی نے یہ عبارت لکھی ہے کہ ”بیشک یہ تحریر بالامیرے والد محترم کے قلم لکھی ہوئی ہے۔ نیز شاہ عالم کی مہر بھی بطور تصدیق ثبت ہے۔“

طرز تحریر اور تصنیفی خصوصیات..... ایک مصنف کی حیثیت سے بھی شاہ صاحب کا درجہ نہایت بلند ہے۔ آپ نے مروجہ طرز نگارش کو جو محض نامانوس اور پر شکوہ الفاظ کے طلسم اور فضول قافیہ پیمائی کے افسوں میں گھرا ہوا تھا وسعت بخشی اور اس قابل کر دیا کہ وہ ان لفظی گورکھ دھندوں اور بیجا ثقالت کی پابندیوں سے آزاد ہو کر حکیمانہ خیالات اور علمی مضامین کو بطریق احسن پیش کر سکے۔ زمانہ ماضی میں سب سے پہلے ابن خلدون نے یہ خدمت انجام دی تھی۔ ان کے بعد آپ ہی ایک ایسے مصنف ہیں جنہوں نے اس اسلوب کو زندہ کیا۔

باوجود سنجی اور ہندوستانی ہونے کے آپ نے عربی فصاحت و بلاغت کا بے نظیر نمونہ پیش کیا جس کی عظمت کا اعتراف اہل زبان نے بھی کیا ہے، مولانا ابوالحسن علی ندوی فرماتے ہیں کہ ”شاہ ولی اللہ صاحب پہلے ہندوستانی مصنف ہیں جن کی عربی تصانیف میں اہل زبان کی سی روانی و قدرت اور عرب کی سی عربیت ہے اور وہ ان بے اعتدالیوں سے پاک ہیں جو عجمی علماء کی عربی تحریر میں پائی جاتی ہیں۔“

اس کے علاوہ آپ ایک نئے اسلوب اور جداگانہ طرز کے بانی و موجد تھے جو جامعیت، زور بیان، تحکم و اعتماد اور فصاحت و بلاغت میں نبی کریم ﷺ کے طرز تکلم سے مشابہ ہے، مولانا مناظر احسن گیلانی اسی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ”عربی زبان میں انہوں نے جتنی کتابیں لکھی ہیں ان میں ایک خاص قسم کی انشاء کی جو ان کا مخصوص اسلوب ہے پوری پابندی کی ہے، شاہ صاحب پہلے آدمی ہیں جنہوں نے اپنی عبارتوں میں زیادہ تر ”جوامع الکلم“ النبی الخاتم ﷺ کے طرز گفتگو کی پیروی کی ہے، حتیٰ الوسع وہ اس کی کوشش کرتے ہیں کہ اپنے مدعا کا اظہار انہی لغات اور انہی محاورات سے کریں جو لسان نبوت اور زبان رسالت سے خاص تعلق رکھتے ہیں۔“

آپ کی تحریر میں تحقیق و علم اور فکر و نظر کے ساتھ ساتھ سوز و اخلاص اور درمندی کے جوہر بھی پائے جاتے ہیں۔ جس کے باعث وہ محض ایک تحقیقی تصنیف ہی نہیں رہتی بلکہ ایک دینی مصلح کا پیغام اور اخلاقی معلم کا درس بن جاتا ہے۔ آپ نے اپنی اکثر کتب نہایت پر فتن و پر آشوب زمانہ میں تصنیف فرمائی ہیں۔ لیکن آپ حالات گرد و پیش سے متاثر ہو کر جذبات کی رو میں نہیں بہہ جاتے اور نہ عام مصنفین کی طرح اپنی کتب میں زمانہ کار و نثار دیتے ہیں بلکہ نہایت توازن و اعتدال کے ساتھ قلم کورواں رکھتے ہیں اور مرکزی نقطہ خیال سے تجاوز نہیں فرماتے۔ آپ کی اسی خصوصیت کے متعلق علامہ سید سلیمان ندوی فرماتے ہیں کہ ”شاہ صاحب کی تصنیفات کے ہزاروں صفحے پڑھ جائیے آپ کو یہ معلوم بھی نہ ہوگا کہ یہ بارہویں صدی ہجری کے پر آشوب

زمانہ کی پیداوار ہے جب ہر چیز بے اطمینانی اور بد امنی کی نذر تھی صرف یہ معلوم ہو گا کہ فضل و علم کا ایک دریا ہے جو کسی شور و غل کے بغیر سکون و آرام کے ساتھ بہ رہا ہے جو زمان و مکان کے خس و خاشاک کی گندگی سے پاک صاف ہے۔“
شعر و شاعری..... شاہ صاحب جس طرح نثر نگاری میں یکتائے زمانہ تھے اسی طرح نظم لکھنے میں وہ ایک قادر الکلام شاعر بھی تھے۔ عربی نظم میں ”اطیب النغم فی مدح سید العرب و انجم“ کے نام سے نبی کریم ﷺ کی مدح و نعت میں ایک بسیط قصیدہ ہے جس کا پہلا شعر یہ ہے۔

کان نجوم او مضت فی الغیاب عیون الفاعی اورؤس العقارب

اس کے علاوہ تین قصیدے اور ہیں، دیوان عربی کا بھی پتہ چلتا ہے جس کو حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب نے جمع اور شاہ رفیع الدین صاحب نے مرتب کیا تھا، ہم یہاں ہر قصیدے کے پہلے شعر پر اکتفا کرتے ہیں۔

الا کل شئی ما خلا للہ زائل و کل وجود دون مجلاد باطل

الا انما هو للسلوب ظعائن و منہم انانین الوجود مانن

اشم عرف الرضا من نسمة السحر لعلہا کسیت من نشرہ العطر

کلمات طیبات اور حیات دلی وغیرہ میں آپ کی فارسی غزلیں اور رباعیاں موجود ہیں جو تمام تر آپ کے قلبی التہاب اور سوز و گداز کا عکس ہیں، فارسی میں آپ امین تخلص فرماتے تھے۔ ایک عربی کا مطلع ہے۔

دلے دارم ز خود خالی حبائش می توان کشتن در کیفیے جوش شرابش می توان کشتن

ایک دوسری غزل کا شعر ہے۔

جہان و جاں فدائے وضع شوخ شر آشوبت قیامت می نمائی دوم عیسیٰ دمر ہم ہم

ایک اور غزل کے دو شعر ملاحظہ ہوں۔

بہ زلف پیچ در پیچ کسے گم کردہ ام خود را خروش در ددل شبہائی کردم چہ کردم

دلے پرورد، جاں افکار، یار تند خودارم جہاں را پر زیار یہائی کردم چہ کردم

ایک رباعی ملاحظہ ہو۔

در عشق تو از جملہ جہاں بگند شتم وز ہر چہ بجز یاد تو از ال بگند شتم

مقصود من بندہ بجز وصل تو نیست اندر طلبت از دل و جاں بگند شتم

ایک اور رباعی ملاحظہ ہو۔

ہر مدر کہ شد مظهر آل یار عجیب ظاہر شدہ از صور تش آثار عجیب

در لوح دل از ثبت کئی صورت او پیدا شد از لوح دل اسرار عجیب

علمی خدمات..... حضرت شاہ صاحب نے ایک طرف مدرسہ و خانقاہ کی بساط بچھائی جس سے ہزاروں تشنگان علوم و معرفت نے استفادہ کیا اور پھر ملک کے گوشہ گوشہ میں پہنچ کر سارے ہندوستان میں فیوض کو تقسیم کیا۔ دوسری طرف اپنی بیش بہا تصنیفات کے ذریعہ ایک ایسا عظیم اور بے مثال علمی سرمایہ بہم پہنچایا جس کی مثال تاریخ ملت میں شاذ و نادر ہے۔

آپ کی تصانیف بے شمار ہیں۔ بعض مورخین دو سو سے زائد بتاتے ہیں، مصنف ”حیات ولی“ نے ان کی تعداد اکیاون بتائی ہے۔ لیکن آگے لکھا ہے کہ آپ کی تالیفات میں اور بھی بہت سی کتابیں قدیم کتب خانوں میں موجود ہیں مگر ہم نے صرف انہی کتابوں کا ذکر کیا ہے جو مطبوع ہو کر مشرق سے غرب تک نہایت وقعت کے ساتھ مشہور ہو چکی ہیں۔

شاہ صاحب کی تصنیفات کے سلسلہ میں یہ ایک عجیب بات ہے کہ آپ نے یہ تمام کام جیسا کہ حساب لگانے سے

معلوم ہوتا ہے کل ستائیس اٹھائیس برس سے بھی کم مدت میں انجام دیا ہے اور وہ بھی نہایت پر آشوب اور پر زماںہ میں جو آپ کی منزلت علمی اور کمال فن کا ایک واضح ثبوت ہے، آپ کی چند مشہور اور متداول تصنیفات حسب ذیل ہیں۔

(۱) فتح الرحمن فی ترجمۃ القرآن۔ قرآن پاک کا فارسی زبان میں ترجمہ ہے جو سب سے پہلے ہندوستان میں ہوا، یہ نہایت جامع مانع اور مطلب خیز ترجمہ ہے۔ ترجمہ کے ساتھ جابجا فوائد بھی ہیں جو نہایت مختصر مگر جامعیت اور اشکال کی گرہ کشائی میں بے مثل ہیں۔ اتنی مدت گزر جانے کے باوجود اب تک اس کے مقابل کا کوئی ترجمہ نہیں ہو سکا۔

(۲) فتح النجیر بمالایہ من حطہ فی علم التفسیر۔ عربی زبان میں قرآن پاک کی تفسیر کا نہایت مختصر اور بے نظیر رسالہ ہے جس میں شرح غریب القرآن اور اسباب نزول پر جابجا روشنی ڈالی گئی ہے۔

(۳) مصنف شرح موطا، موطا امام مالک کی فارسی زبان میں بہترین شرح ہے۔ جس کے دیکھنے کے بعد پتہ چلتا ہے کہ مصنف کو حدیث وفقہ نیز استخراج مسائل میں کتنا ملکہ تھا۔

(۴) مسوی شرح موطا۔ یہ عربی زبان میں ہے اور آپ کے اختیار کردہ طریقہ درس حدیث کا نمونہ ہے۔

(۵) عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید۔

(۶) تاویل الاحادیث۔ مکذبین انبیاء پر جو عذاب آئے اور رسولوں کے ذریعہ جن معجزات کا ظہور ہوا اس کتاب میں ان کو مطابق فطرت ثابت کیا ہے اور بتلایا ہے کہ وہ مخفی اسباب مادیہ کے باعث ظہور پذیر ہوئے ہیں۔ ان کا خارق عادت ہونا محض ہماری کوتاہ نظری کی بناء پر ہے اور خدا تعالیٰ کا نظام کائنات ناقابل تغیر ہے۔

(۶) چہل حدیث

(۸) حجتہ اللہ البالغہ۔ اس کا تعارف مستقل طور پر بعنوان ”صاحب حجتہ اللہ البالغہ“ آرہا ہے۔

(۹) الانصاف فی بیان سبب الاختلاف

(۱۰) الارشاد الی مہمات الاسناد

(۱۱) شرح تراجم ابواب صحیح البخاری

(۱۲) ازالۃ الخفاء عن خلافتہ الخلفاء۔ حجتہ اللہ البالغہ کی طرح یہ آپ کی دوسری معرکتہ الآراء تصنیف ہے، اس میں آپ نے خلفاء راشدین کی خلافت قرآن مجید، احادیث، تاریخ وغیرہ دلائل و براہین پیش کر کے حق ثابت کی ہے اور شیعہ و سنی کے باہمی اختلاف کو نہایت عدل و انصاف سے حل کیا ہے۔ جس سے جانین کی غلط فہمیاں اور شدت و تعصب دور ہو جاتا ہے۔ اثبات خلافت کے ساتھ ساتھ سیرت، تاریخ اور سیاست و خلافت کے بارے میں دیگر بیش بہا نکات بھی بیان ہوئے ہیں۔ انداز بیان نہایت شگفتہ اور سلیم ہے۔ حضرت مولانا عبدالحی فرنگی محلی فرماتے ہیں کہ ”اس موضوع پر پورے اسلامی لٹریچر میں ایسی کوئی کتاب موجود نہیں۔ مولانا فضل حق خیر آباد کا تاثر ہم پہلے نقل کر چکے ہیں۔“

(۱۳) قرہ العینین فی تفہیل النجین۔ اس میں خلیفہ اول حضرت صدیق اکبر ؓ اور فاروق اعظم ؓ کی افضلیت کا بڑے حسین انداز میں بیان ہے اور اس سلسلہ میں آپ نے عقلی و نقلی دلائل سے کام لیا ہے۔ حضرت عثمان ؓ کے فضائل بھی بیان فرمائے ہیں۔

(۱۴) فیوض الحرمین۔ قیام حرمین کے دوران جو فیوض و برکات بصورت خواب یا بطریق القاء آپ کو حاصل ہوئے یہ ان ہی کا مجموعہ ہے، بعض جگہ پیش گوئیاں، علم تصوف کی تصوف کی تحقیقات دوسرے مسائل کا بھی ذکر ہے۔ یہ عربی کتاب اردو ترجمہ کے ساتھ شائع ہو چکی ہے۔

(۱۵) تراجم بخاری (۱۶) مسلسلات

(۱۷) الانتباه فی احادیث رسول اللہ۔ یہ تینوں عربی رسائل فن حدیث سے متعلق ہیں۔

(۱۸) الطاف القدس۔ یہ فارسی زبان میں ہے۔ جس میں اپنے الہامات کو بیان کیا ہے۔

(۱۹) الدار الثمین فی مبشرات النبی الامین۔ عربی زبان میں ہے۔ جس میں ان بشارتوں کا بیان کیا ہے جو آپ کو یا آپ

کے نسب یا روحانی بزرگوں کو نبی کریم ﷺ کی ہوئی ہیں۔

(۲۰) شرح رباعین اس میں خواجہ باقی باللہ کی دور باعیوں کی شرح نہایت تفصیل کے ساتھ فرمائی ہے۔

(۲۱) بمعات (۲۲) سطعات (۲۳) لمعات

یہ تینوں رسالے فارسی زبانوں میں فن تصوف میں ہیں اور شاہ صاحب کی علمی بلندی کے آئینہ دار ہیں۔ مضامین

اتنے اونچے اور غامض ہیں کہ عام افہام سے بالاتر ہیں۔

(۲۴) ہوامع شرح حزب البحر

(۲۵) انفاس العارفین۔ اس میں اپنے بزرگوں کے حالات درج کئے ہیں۔ کتاب فارسی زبان میں ہے۔

(۲۶) اطیب النغم فی مدح سید العرب و انجم۔ نبی کریم ﷺ کی مدح میں عربی قصیدہ ہے۔

(۲۷) سرور الخزوں۔ ابن سید الناس نے سیرت نبوی پر ایک ضخیم کتاب ”عیون الاثر فی فنون المغازی والشمال

والسیر“ تالیف کی اور پھر اس کا ایک جامعہ خلاصہ ”تور العیون فی تلخیص سیر الامین والممامون“ کے نام سے لکھا، شاہ صاحب

نے بعض دوستوں اور بزرگوں کے اسرار پر اس خلاصہ کا فارسی میں ”سرور الخزوں“ کے نام سے ترجمہ کیا ہے۔

(۲۸) الانتباه فی سلاسل اولیاء اللہ۔ عربی زبان میں ہے جس میں اولیاء اللہ کے حالات ہیں۔

(۲۹) الخیر الكثير۔ تصوف و سیاست اور اسرار و حقائق پر بلند پایہ عربی تصنیف ہے۔

(۳۰) البدور البازغہ۔ اس دقیق کتاب میں فلسفہ اور تصوف کے حقائق و معارف بیان کئے ہیں اور بعض ابواب

حجتہ اللہ البالغہ کے مضامین کا خلاصہ ہے۔

(۳۱) التہمات الالہیہ یہ کتاب بقول مولانا منظور صاحب نعمانی ”ولی الہی کشکول“ ہے۔ اس میں زیادہ تر تصوف و

سلوک سے متعلق مقامات ہیں اور علوم شریعت کے بارے میں بھی مضامین ملتے ہیں۔ بعض باتیں ایسی ہیں جن کا تعلق

عالم بالا سے ہے۔ بعض مقامات پر اپنے دور میں پیدا شدہ خرابیوں اور لوگوں کے عیوب و نقائص کی نشاندہی کی ہے اور

معاشرہ کے ہر طبقہ کو مخاطب کر کے اصلاح پر ابھارا ہے۔ اصل کتاب کہیں عربی میں ہے اور کہیں فارسی میں، پوری کتاب

دو جلدوں میں ہے۔

(۳۲) مکتوبات مع فضائل ابوعبداللہ البخاری وابن تیمیہ چند اہم مکاتیب اور امام بخاری وابن تیمیہ کے حالات پر

مجموعہ ہے۔

(۳۲) مکتوب المعارف

(۳۴) الجز اللطیف فی ترجمۃ العبد الضعیف۔ فارسی رسالہ ہے جس میں آپ نے اپنی سوانح لکھی ہے۔

(۳۵) المقالة الوضیۃ فی النصیۃ والوصیۃ۔ اس میں اپنی اولاد، دوستوں، عقیدت مندوں اور شاگردوں کو آٹھ

نصیحتیں فرمائی ہیں۔

(۳۶) شفاء القلوب۔ (۳۷) زہر اوین

(۳۸) القول الجمیل۔ (۳۹) حسن العقیدہ

(۴۰) المقدمۃ السنیۃ۔ (۴۱) فتح الودود فی معرفۃ الجود

(۱۴۴) اعراب القرآن

(۴۳) ماثرا لاجداد

(۴۲) مسلسلات

(۴۵) الفوز الکبیر فی اصول التفسیر۔ فارسی زبان میں اصول تفسیر کا ایک مختصر مگر نہایت جامع رسالہ ہے۔ جس میں قرآن مجید کے علوم خمسہ، تاویل حروف مقطعات، رموز قصص انبیاء اور اصول ناسخ و منسوخ پر نہایت مفید اور بصیرت افروز مقالات جس خوش اسلوبی سے بیان کئے ہیں وہ حضرت شاہ صاحب ہی کا حق ہے۔

مولانا عبید اللہ صاحب سندھی کو جب اس خاص فن سے دلچسپی ہوئی تو اس فن کی بعض بڑی بڑی کتابوں کا مطالعہ کیا۔ لیکن جگہ جگہ وہ مشکلات میں پڑے۔ کہتے ہیں کہ میں نے اس بات کی شکایت حضرت الہند سے کی۔ انہوں نے مجھے الفوز الکبیر کے مطالعہ کا مشورہ دیا۔ اس کے مطالعہ کے بعد میری تمام مشکلات آسان ہو گئیں۔ آپ کی یہ اصل تصنیف فارسی زبان میں ہے، علامہ محمد منیر الدین دمشقی نے افادیت کے پیش نظر اس کا عربی میں سلیس ترجمہ کیا ہے جو آج کل عام طور پر مدارس میں پڑھایا جاتا ہے۔ اس کا ترجمہ اردو میں بھی شائع ہو چکا ہے۔ ہم نے اردو میں ”الروض النضیر شرح الفوز الکبیر“ کے نام سے شرح لکھی ہے۔ حق تعالیٰ قبول فرما کر باعث نفع بنائے۔ (آمین) ۱

(۸) صاحب شاطبیہ

نام و نسب اور پیدائش..... نام محمد قاسم، کنیت ابو القاسم اور ابو محمد ہے۔ والد کا نام فیروز اور دادا کا نام خلف بن احمد ہے۔ شاطبیہ کے باشندے ہیں جو مشرقی اندلس کا بڑا مردم خیز شہر تھا۔ ۵۳۸ھ کے آخر میں پیدا ہوئے۔ آنکھوں سے معذور تھے لیکن کمال درجہ ذہین و فہیم ہونے کے سبب سے نابیناؤں کی سی حرکات آپ سے ظاہر نہیں ہوتی تھیں۔

خانہ آئینہ راز و نشانی از روزن نیست

دل چو پناست چہ غم دیدہ اگر نابیناست

تحصیل علوم..... آپ فن قرأت کے مشہور امام، تفسیر و حدیث کے زبردست عالم، لغت و نحو میں بے نظیر اور علم تعبیر میں ماہر تھے۔ فن قرأت قاری عبد اللہ بن محمد بن ابی العاص منقری اور ابو الحسن علی بن محمد بزیل (ہذیل) اندلسی سے اور علم حدیث ابو عبد اللہ محمد بن یوسف بن سعاده، ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحیم خزرجی اور حافظ ابو الحسن ابن النعمہ وغیرہ سے حاصل کیا تھا۔ قوت حافظہ..... صحیح بخاری و صحیح مسلم اور موطا پر ایسا کامل عبور تھا کہ جب طلباء پڑھتے تو آپ قوت حافظہ سے ان کے نسخوں کی صحبت کراتے جاتے اور کثرت سے نکات بیان کرتے تھے۔

احترام علوم و کثرت فیض..... عظم قرأت با وضو ہو کر پر تکلف لباس میں نہایت خشوع و خضوع اور انکسار کے ساتھ پڑھاتے تھے۔ علامہ ابن خلکان فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے ان کی ذات سے ایک عالم کو فیض پہنچایا۔ میں نے مصر میں ان کے بہت سے شاگرد دیکھے ہیں۔

سفر مصر اور شاہی اعزاز..... ۵۷۲ھ میں مصر گئے اور سلطان صلاح الدین کے باکمال وزیر قاضی فاضل کے مہمان ہوئے۔ وزیر نے عزیز مہمان کی یہ ضیافت کی کہ خاص ان کے لئے ایک مدرسہ تعمیر کر لیا اور آپ یہاں کلام مجید، قرأت، نحو و لغت پڑھاتے رہے کشف و کرامات..... آپ کی بہت سی کرنامت مشہور ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ کے پاس بیٹھنے والے بغیر کسی موزن کے (غیبی طور پر) ان کی آواز سن لیتے تھے۔ کشف کے سبب سے اپنے شاگردوں کو بہت سی پوشیدہ باتیں بھی بتلا دیتے تھے، علامہ جزری نے اپنے شیخ الشیوخ سے نقل کیا ہے کہ امام شاطبی نماز فجر فاضلیہ میں خوب سویرے پڑھ کر پڑھانے کے لئے

۱۔ شاہ صاحب کے حالات الجزر اللطیف ”مصنف شاہ صاحب“، القوال الجلی فی مناقب الولی ”مصنف شیخ محمد عاشق پھلتی۔“ حیات ولی ”مصنف حافظ رحیم بخش دہلوی۔“ تذکرہ شاہ ولی اللہ ”مصنف مولانا محمد منظور نعمانی۔“ شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک ”مصنف پروفیسر خلیق نظامی۔“ شاہ ولی اللہ اور رد شیعہ ”مصنف مولانا محمد میاں، شاہ ولی اللہ“ مصنف عبد القیوم مظاہری وغیرہ میں مرقوم ہیں۔ ہمارے مضمون موخر الذکر کتاب اور حیات دلی اور حجتہ اللہ مترجم کے پیش لفظ سے مختص ہے۔ ۱۲

بیٹھ جاتے اور صرف یہ کہہ کر کہ ”جو پہلے آیا ہے وہ پڑھے“ شروع کر دیتے تھے۔ اس کے بعد الاسبق فالاسبق قرأت ہوتی تھی۔ ایک روز موصوف نے خلاف عادت یوں کہا کہ ”جو دوسرے نمبر پر آیا ہے وہ پڑھے۔“ اس نے قرأت شروع کر دی اور جو پہلے آیا تھا وہ پڑھنے سے رہ گیا۔ اب حاضرین میں سے کسی کو معلوم نہیں کہ اس سے کونسا قصور سرزد ہوا ہے، مگر اسے یاد آیا کہ رات احتلام ہو گیا جو شرکت درس کی تبدیلی کے باعث یاد نہیں رہا۔ وہ بیچارہ فوراً غسل کر کے حاضر ہوا تو امام صاحب نے کہا جو سب سے پہلے آیا تھا وہ پڑھے، سبحان اللہ کتنی عجیب کرامت ہے، امام ترمذی نے حضرت ابو سعیدؓ سے روایت کیا ہے۔ ”ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اتقوا فراستہ المؤمن فانہ بنظر بنور اللہ“ کہ مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ نور الہی سے دیکھتا ہے تصنیفات..... آپ کی تصانیف میں سے شاطبیہ اور رائیہ داخل درس ہیں، شاطبیہ میں ایک ہزار ایک سو تتر اشعار ہیں۔ جن میں علامہ دانی کی تیسیر کو اضافہ کے ساتھ نرالی طرز پر نظم کیا ہے، قصیدہ رائیہ جو صحف عثمانی کے رسم الخط میں ہے۔ اس میں دو سو اٹھانوے اشعار ہیں۔ تیسراناظمہ الزہر ہے جس میں آیات کا شمار اور ان کا اختلاف بیان کیا ہے۔ یہ دو سو ستانوے شعروں میں سے ہے۔ چوتھا قصیدہ دالیہ ہے جس کے پانچ سو اشعار ہیں۔ اس میں آپ نے ابن عبد البر کی تمہید کا خلاصہ کیا ہے جو بارہ جلدوں میں تھی، قرطبی سے منقول ہے کہ جب آپ قصیدہ شاطبیہ کی تصنیف سے فارغ ہوئے تو اس کو ساتھ لے کر بیت اللہ کے گرد بارہ ہزار طواف کئے۔ جب دعا کے مقامات پر پہنچتے تو یہ دعا پڑھتے۔ اللھم فاطر السموات والارض عالم الغیب والشہادۃ رب هذا البیت العظیم انفع بھا کل من قراھا۔ آپ فرماتے تھے جو شخص بھی میرا یہ قصیدہ پڑھے گا حق تعالیٰ اس کو ضرور نفع دیں گے۔ کیونکہ میں نے یہ خالص اللہ نظم کیا ہے۔

زیارت نبی کریم ﷺ..... ناظم سے منقول ہے کہ آپ کو نبی کریم ﷺ کی زیارت ہوئی تو سامنے کھڑے ہوئے خدمت بابرکت میں سلام عرض کیا اور کہا ”یا سیدی! یا رسول اللہ! اس قصیدے پر نظر فرمائیے۔“ آپ نے اس کو دست مبارک میں لیا اور فرمایا ”ہی مبارک کنہ من حفظھا دخل الجنة۔“

وفات ومدفن..... ۲۸ جمادی الاول (یا جمادی الثانی) بروز یکشنبہ ۵۹۰ھ میں بعد العصر بادن یا ترپن برس کی عمر میں مصر کے شہر قاہرہ میں وفات پائی۔ ابواسحاق خطیب جامع مصر نے نماز پڑھائی، وزیر مذکور قاضی فاضل نے بعد وفات بھی باکمال مہمان کی مفارقت گوارا نہیں کی۔ یعنی امام شاطبی پیر کی دن مقطم پہاڑ کے قریب قرافہ صغریٰ میں اسی مقبرہ میں دفن ہوئے جو قاضی فاضل نے اپنے لئے بنوایا تھا۔ علی صباغ اپنی شرح ”ارشاد المرید“ میں فرماتے ہیں کہ آپ کی قبر اب بھی مشہور و معروف ہے، ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ لوگ اب بھی آپ کی قبر کی زیارت سے مشرف ہوتے اور برکات حاصل کرتے ہیں، علامہ جزری فرماتے ہیں کہ میں نے بارہا آپ کی قبر کی زیارت کی ہے وہاں دعا بڑی جلدی قبول ہوتی ہے۔

مشو بمرگ زامد او اہل دل نو مید کہ خواب مردم آگاہ عین بیدار یست

جو ہر انساں عدم سے آشنا ہوتا نہیں آنکھ سے غائب تو ہوتا ہے فنا ہوتا نہیں (اقبال)

قصیدہ لامیہ ورائیہ..... قصیدہ لامیہ جو شاطبیہ کے ساتھ مشہور ہے اور قصیدہ رائیہ دونوں ایسے مشہور و متداول ہیں کہ ان کے تعارف کی ضرورت نہیں۔ شاطبیہ کے متعلق طاش کبریٰ زادہ لکھتے ہیں۔

ہی قصیدہ التی سارت فی الامصار و طارت فی الا لقطاد و صار الی قبولھا علماء الاعصار

یہ وہ قصیدہ ہے جو تمام ملکوں اور شہروں میں پھیلا اور ہر زمانہ کے علماء نے اس کو قبول کیا۔

علامہ جزری فرماتے ہیں کہ جس شخص نے آپ کے دونوں قصیدے پڑھے اس نے آپ کے وہی علوم سے غیر معمولی

فائدہ اٹھایا۔

شروح شاطبیہ..... (۱) شرح شاطبیہ۔ علم الدین ابوالحسن علی بن محمد بن عبد الصمد سخاوی متوفی ۶۴۳ھ کی ہے اور سب

سے پہلی شرح ہے۔

(۲) کنز المعانی۔ کمال الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن محمد موصلی متوفی ۶۵۶ھ کی مختصری شرح ہے۔

(۳) المفید۔ علم الدین ابو محمد قاسم بن احمد بن موفق اندلسی متوفی ۶۶۱ھ کی مختصری شرح ہے۔

(۴) ابراز المعانی

(۵) شرح شاطبیہ (کبیر) یہ دونوں ابو القاسم عبد الرحمن بن اسماعیل بن ابراہیم بن عثمان مقدسی معروف بابو شامہ متوفی ۶۶۵ھ کی تفسیریں ہیں۔

(۶) شرح شاطبیہ از ابو العباس احمد بن علی اندلسی متوفی ۶۴۰ھ

(۷) شرح شاطبیہ۔ از مجیب الدین ابو عبد اللہ محمد بن محمود بن نجار متوفی ۶۴۳ھ

(۸) شرح شاطبیہ۔ از منتخب الدین حسین بن ابی الغریب رشید ہمدانی متوفی ۶۴۳ھ

(۹) شرح شاطبیہ از ابو عبد اللہ محمد بن حسن بن محمد فارسی متوفی ۶۷۲ھ

(۱۰) شرح شاطبیہ از عیاد الدین ابو الحسن علی بن یعقوب بن شجاع بن زہران موصلی متوفی ۶۸۲ھ

(۱۱) شرح شاطبیہ از تقی الدین یعقوب بن بدران جرائدی متوفی ۶۸۸ھ

(۱۲) شرح شاطبیہ از علامہ جعفری برہان الدین ابو اسحاق ابراہیم بن عمر بن ابراہیم بن خلیل متوفی ۷۳۲ھ شاطبیہ کی سب سے بہتر شرح ہے جو ۶۹۱ میں لکھی گئی ہے۔

(۱۳) شرح شاطبیہ۔ از شرف الدین ابو القاسم ہیبت اللہ بن عبد الرحیم بارزی حموی متوفی ۷۳۸ھ

(۱۴) سراج القاری۔ از نور الدین ابو البقاء علی بن عثمان بن محمد بن احمد بن حسن عذری متوفی ۸۰۱ھ

(۱۵) شرح شاطبیہ از جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمن بن ابی بکر سیوطی متوفی ۹۱۱ھ

(۱۶) شرح شاطبیہ۔ از شہاب الدین ابو العباس احمد بن محمد بن ابی بکر قسطلانی متوفی ۹۲۳ھ

(۱۷) الغایہ شرح شاطبیہ از جمال الدین حسین بن علی حصنی متوفی ۹۶۴ھ

(۱۸) شرح شاطبیہ از ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ عجیب اور محققانہ شرح ہے اس کے مضامین سخاوی، جعفری اور ابو

شامہ کی شروح سے لئے گئے ہیں۔ ہر شعر کی صرفی اور نحوی تحقیق کے بعد فن کے لحاظ سے اس کا خلاصہ بیان کیا ہے۔

(۱۹) ارشاد المرید۔ از علی بن محمد معروف بصبغ، مختصر اور محققانہ شرح ہے۔

(۲۰) عنایات رحمانی۔ از قاری فتح محمد بن محمد اسماعیل پانی پتی۔ اردو زبان میں بہترین مفصل شرح ہے۔

شاطبیہ پر مکملے..... (۱) التکملة المفیدہ از ابو الحسن علی بن عمر بن ابراہیم کتانی متوفی ۷۲۳ھ اس میں علمی کی تبصرہ ابن شرح کی کافی اور اہوازی کی وجیز سے منتخب کر کے زیادات نظم کی ہیں۔

(۲) تکملہ شاطبیہ۔ از شہاب الدین احمد بن محمد بن سعید یمنی متوفی بعد از ۸۲۰ھ

مختصرات شاطبیہ اور اس کے خلاصے..... (۱) اختصار شاطبیہ۔ از عبد الصمد تبریزی متوفی ۷۶۵ھ

(۲) الدرر الجلائیہ خلاصہ شاطبیہ۔ از امین الدین عبد الوہاب بن احمد بن دہبان و مفتی متوفی ۷۶۸ھ ۱

(۹) صاحب طیبہ

فن قرأت میں دوسری داخل درس کتاب ”طیبہ“ ہے جو علامہ ابو الخیر شمس الدین جزری کی تصنیف ہے۔ ان کے حالات ”مقدمہ جزریہ“ کے ذیل میں پیش کئے جا رہے ہیں۔

۱۔ از مفتاح السعادة، ابن دکان، کشف الظنون، مقدمہ عنایات رحمانی ۱۲

(۱۰) صاحب مقدمہ جزریہ

نام و نسبت اور سکونت..... نام شمس الدین محمد، کنیت ابو الخیر اور لقب قاضی القضاۃ ہے۔ والد اور دادا کا نام بھی محمد ہے، سلسلہ نسب یوں ہے۔ شمس الدین محمد بن محمد بن علی بن یوسف بن عمر الجزری۔

اصل میں دمشق کے رہنے والے ہیں۔ بعد میں شیراز میں سکونت اختیار کر لی تھی، ملک دیار بکر میں موصل کے قریب دجلہ اور فرات کے مابین دریا شور کا جو ”جزیرہ ابن عمر“ ہے اس کی طرف نسبت کر کے الجزری مشہور ہیں۔

سنہ پیدائش..... ان کے والد محمد تاجر پیشہ آدمی تھے مدت دراز تک اولاد نہیں ہوئی تھی جب یہ خانہ کعبہ پہنچے اور آب زمزم پی کر اولاد کی دعا مانگی تو حق تعالیٰ نے انہیں یہ بزرگوار فرزند عنایت فرمایا۔ ۲۵ رمضان ۵۱۷ء کو بمقام دمشق شنبہ کی رات میں نماز تراویح کے بعد پیدا ہوئے اور اسی شہر میں نشوونما پائی۔

تحصیل علوم..... ۶۴۷ء میں سب سے پہلے قرآن پاک حفظ کیا اور ۶۵۷ء میں محراب سنائی پھر بعض شیوخ سے حدیث کی سماعت کی اور فرات پڑھی ۶۸۷ء میں قرأت سبعہ کو جمع کیا اور اسی سال حج بیت اللہ کی سعادت میسر آئی ۶۹۷ء میں دیار مصر پہنچے اور قرأت عشر واثی عشر وثلثہ عشر کو جمع کیا اس کے بعد پھر دمشق آئے اور علامہ دمیاطی ابرقوی سے حدیث اور امام اسنوی سے فقہ حاصل کیا اس کے بعد پھر دیار مصر پہنچے اور یہاں اصول و معانی اور بیان وغیرہ کی تعلیم حاصل کی پھر اسکندر بہ پہنچے اور ابن عبد السلام کے اصحاب سے سماع کیا۔ ۷۷۴ء میں حافظ عماد الدین اسماعیل بن کثیر نے اور ۷۸۵ء میں علامہ بلقینی نے آپ کو اجازت دی نیر عزالدین بن جماعہ اور محمد بن اسماعیل نجار سے بھی اجازت حاصل ہے اور قاہرہ اسکندریہ اور بلاد مغرب میں گشت کر کے قرأت کی تکمیل اور اس میں مہارت کلی پیدا کی۔

درس و تدریس..... اس کے بعد اپنے مصر میں ایک مدرسہ کی بنیاد ڈالی جس کا نام دارالقرآن رکھا اور درس کا سلسلہ شروع کیا ۷۹۳ء میں قضا شام کے عہدہ سر فراز کئے گئے ۷۹۸ء میں جب آپ پر ظلم و زیادتی کی گئی تو آپ بلاد روم میں تشریف لے گئے اور شہر بروسا میں قیام کر کے علم قرأت اور علم حدیث کی اشاعت کی اور مخلوق کو نفع عظیم پہنچایا۔ تمام ممالک اسلامیہ میں خصوصیت کے ساتھ علم قرأت کے امام تسلیم کئے گئے اور ملک روم میں آپ کو امام اعظم کا لقب دیا گیا۔

فتنہ تیموریہ..... ۸۰۵ء کے آغاز میں جب فتنہ تیموریہ برپا ہوا تو شاہ تیمور آپ کو اپنے ساتھ ماورالنہر لے آیا یہاں آپ شہر کش میں فروکش ہوئے کچھ دن کے بعد سمرقند تشریف لے گئے اور اسی علاقہ میں شرح مصابیح تصنیف کی جب شعبان ۸۰۷ء میں شاہ تیمور کا انتقال ہوا تو آپ یہاں سے خراسان کی طرف نکل گئے ہر اہ آئے پھر یزد پہنچے اس کے بعد اصبہان گئے آخر میں شیراز پہنچے اور ایک مدت تک یہیں قیام پذیر رہے ۸۲۳ء میں حرین شریفین کی مجاورت نصیب ہوئی اور ۸۲۷ء میں پھر شیراز واپس ہوئی۔

عبادت الہی

باوجودیکہ طالبان حدیث و تجوید کا ہجوم رہتا تھا مگر ادا و دو ظائف، عبادت، سفر و حضر میں قائم الیل اور شب بیدار رہتے تھے دو شنبہ اور پنجشنبہ کا روزہ بھی کبھی فوت نہ ہوتا تھا اس کے علاوہ ہر ماہ میں تین روزے برابر رکھتے تھے۔

یہی آئین قدرت ہے یہی اسلوب فطرت ہے جو ہے راہ عمل میں گامزن محبوب فطرت ہے (اقبال)

تصانیف و تالیفات..... تصنیف و تالیف کا دائرہ بھی نہایت وسیع تھا ہر روز اس قدر تصنیف فرمایا کرتے تھے جس قدر ایک عمدہ زود نویس کاتب لکھ سکتا ہے، علامہ ابو القاسم عمر بن فہد نے اپنے والد حافظ تقی الدین کے معجم شیوخ میں ان کی انتالیس تصانیف کا تذکرہ کیا ہے جن میں سے چند یہ ہیں۔

- (۱) حصن حصین
- (۲) مفتاح الحصن (حاشیہ حصن)
- (۳) عدۃ الحصن الحصین (مختصر الحصن)
- (۴) النشر فی قرات العشر
- (۵) تقریب النشر
- (۶) طیبۃ النشر (منظومہ نشر)
- (۷) الادلہ الواضحة فی تفسیر سورۃ الفاتحہ
- (۸) الجہال فی اسماء الرجال
- (۹) توضیح المصانح (مصانح کی شرح تین جلدوں میں ہے)
- (۱۰) المسند فیما تعلق بمسند احمد
- (۱۱) فی مناقب علی ابن ابی طالب
- (۱۲) ہدایۃ الہدایہ فی علوم الحدیث والروایہ مقدمہ جزریہ اور طیبہ دونوں متداول و مروج اور داخل درس ہیں۔

طبقات القراء

شعر و شاعری..... شعر و شاعری سے بھی کافی دلچسپی تھی اور قصائد لکھتے تھے۔ قصیدہ نبویہ کے دو شعر یہ ہیں۔

الا ای سود الوجه الخطایا و بیضت السنون سواد شعری
خبردار ہو کہ میرے چہرے کو میری خطاؤں نے سیاہ کر دیا اور میرے بالوں کی سیاہی کو سلین عمر نے سفید کر دیا
فما بعد التقی الا المعلى و ما بعد المصلی غیر قبری
تقوی کے بعد مصلے کے سوا کچھ نہیں اور مصلے کے بعد میری قبر کے سوا اور کچھ نہیں
ایک روز ان کی مجلس میں جب شمائل ترمذی کا ختم ہوا اور شاگرد اس کے پڑھنے سے فارغ ہوئے تو آپ نے یہ دو لطیف شعر نظم فرمائے۔

اخلائی وان شط الحبيب و ربه و عز تلاقیه و ناعت منازلہ
دوستو اگر حبیب اور مکان دور ہو گیا اس سے ملاقات کرنا دشوار ہو گیا اس کی منزلیں بعید ہو گئیں
فان فاتکم ان تبصروہ بعینه فما فاتکم بالسمع هدی شمائلہ
اگر تم سے اس کا دیکھنا فوت ہو گیا تو اس کی خبروں کا سننا تو فوت نہیں ہوا۔ یہ ہیں اس کی پاک عادتیں
وفات..... ۸۲۷ھ میں شیراز واپسی ہوئی اور شیراز ہی میں ۵ ربیع الاول ۸۳۳ھ میں جمعہ کے دن آفتاب عمر شریف
آفل مغرب عدم ہو گیا اور دارالقرآن میں مدفون ہوئے۔ آپ کے جنازہ کو بہت سے اشراف نے برکت کے خیال سے بوسہ
اور کاندھا دیا۔

باقیات صالحات..... آپ کی اولاد میں پانچ صاحبزادے ہیں۔ یعنی ابوالفتح محمد، مولود ۷۷۷ھ، ابو بکر احمد، مولود ۸۰۷ھ،
ابوالخیر محمد مولود ۸۹۷ھ، ابوالبقاء اسمعیل، ابوالفضل اسحاق اور تین صاحبزادیاں ہیں۔ فاطمہ، عائشہ، سلمیٰ، احمد بن مصطفیٰ
مشہور بطاش کبری زادہ نے ”الشقائق النعمانیہ“ میں لکھا ہے۔ ”و کلہم کانوا من القراء المجودین والحفاظ المحدثین۔“
شروح و حواشی جزریہ..... (۱) الحواشی المفہمہ لشرح المقدمہ۔ از ابو بکر احمد بن محمد بن محمد۔ ابن الجزری
(۲) الدقائق التحکمہ فی شرح المقدمہ۔ از شیخ الاسلام زین الدین ابو یحییٰ زکریا بن محمد خزرجی متوفی ۹۲۶ھ

(۳) ۱) العقود السعیه فی شرح المقدمۃ الجزریہ۔ از شیخ ابو العباس احمد بن محمد قسطلانی متوفی ۹۳۳ھ

(۴) الفوائد السریہ فی شرح المقدمۃ الجزریہ۔ از شیخ رضی الدین محمد بن ابراہیم معروف بابن الکلبی متوفی ۹۷۱ھ

(۵) مخ الفکر فی شرح المقدمۃ الجزریہ از ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۲ھ

(۶) شرح الجزریہ از شمس الدین محمد بن محمد دلی شارح تضاء متوفی ۹۴۷ھ

(۷) شرح الجزریہ۔ از شیخ محمد بن عمر معروف بقدر آفندہ متوفی ۹۹۶ھ (شرح فی التریبہ)

(۸) شرح الجزریہ۔ از عصام الدین احمد بن مصطفیٰ معروف بطاس کبری زادہ متوفی ۹۶۸ھ

(۹) شرح الجزریہ۔ از شیخ زین الدین عبد الدائم بن علی الجیدی متوفی ۸۷۰ھ

(۱۰) شرح الجزریہ از شیخ خالد بن عبد اللہ ازہری متوفی ۹۰۵ھ

(۱۱) القلائد الجوہریہ لشرح المقدمۃ الجزریہ از سعید احمد

(۱۲) فوائد مرضیہ شرح جزریہ۔ از قاری محمد سلیمان صاحب دیوبندی

(۱۳) شرح ہندی جزری از مولانا کرامت علی جونپوری۔ ۱

(۱۱) صاحب فوائد مکیہ

نام و نسب اور اصلی وطن..... آپ کا نام عبد الرحمن ہے اور والد کا نام محمد بشیر خان، شیخ الشیوخ، محقق وقت اور امام فن تھے۔ آپ کا اصلی وطن قائم گنج ہے جو ضلع فرخ آباد کا ایک قصبہ ہے۔

تفصیلی حالات..... جب آپ کے والد ماجد ہجرت کر کے عرب تشریف لے گئے تو ان کے ساتھ آپ اور آپ کے بڑے بھائی قاری عبد اللہ صاحب مکہ پہنچے۔ آپ اپنے بھائی سے تجوید و قرأت کی تکمیل کر کے ہندوستان تشریف لائے اور کانپور مولانا احمد حسین صاحب کے مدرسہ میں درس نظامی کی تکمیل فرمائی اور کئی سال تک اسی مدرسہ میں تجوید و قرأت کے مدرس رہے۔ پھر شیخ عبد اللہ رئیس الہ آباد آپ کو الہ آباد لے گئے وہاں ان کے مدرسہ احیاء العلوم میں سالہا سال درس و تدریس فرماتے رہے۔ یہ مدرسہ طویل عرصہ علم قرأت کا مرکز رہا۔ ہندوستان اور پاکستان دونوں میں آپ کے شاگرد بہت سے ہیں۔ ان میں سے مشہور و معروف یہ ہیں۔ مولانا قاری ضیاء الدین احمد صاحب الہ آبادی اور مولانا قاری عبد الوحید صاحب،

وفات..... کسی رنجیدگی کی وجہ سے مولانا عین القضاۃ صاحب کی طلبی پر احیاء العلوم سے مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ تشریف لے آئے تھے۔ یہاں ایک ہفتہ علیل رہ کر ۱۳۴۹ھ میں وفات پا گئے۔ یہاں کے قیام کی مدت تقریباً دو سال ہے۔ علمی یادگار..... تجویز کی مشہور و معروف اور جامع کتاب ”فوائد مکیہ“ آپ ہی کی تصنیف ہے جو اکثر جگہ داخل نصاب ہے۔ دوسری تصنیف ”فضل الدرر“ ہے جو علامہ شاطبی کے قصیدہ راسیہ کی نہایت نفیس اور محققانہ شرح ہے۔

حواشی فوائد مکیہ..... تعلیقات مالکیہ۔ از مولانا قاری عبد المالك صاحب علی گڑھی، حواشی مرضیہ۔ از مولانا قاری حافظ محبت الدین احمد بن قاری ضیاء الدین احمد الہ آبادی

(۱۲) صاحب خلاصۃ البیان

نام و نسب اور اصلی وطن..... اسم گرامی ضیاء الدین احمد بن شیخ عبدالرزاق ہے۔ نادرہ مقام کے رہنے والے ہیں۔ حوالہ
آباد کا ایک قصبہ ہے، سن پیدائش ۱۲۹۰ھ ہے۔

تحصیل علوم..... پہلے قرآن پاک حفظ کیا، حفظ قرأت سے فراغت کے بعد قاری عبدالرحمن صاحب کی خدمت میں
کانپور حاضر ہوئے اور تجوید و قرأت کی تکمیل کے ساتھ ہی اپنے چچا مولانا منیر الدین صاحب سے درس نظامی کی کتابیں
متوسطات تک پڑھیں۔ پھر امر وہہ تشریف لے گئے اور مدرسہ عربیہ جامع مسجد میں مولانا احمد حسن صاحب امر وہی سے
درسیات کی تکمیل کی۔ یہاں طلباء آپ سے قرأت اور تجوید کی تکمیل کرتے رہے اور یہیں سے آپ کو کافی شہرت حاصل
ہو گئی۔

درس و تدریس..... مدرسہ تجوید القرآن سہارنپور، مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ، قرأت القرآن کانپور، مدرسہ فاروقیہ جامعہ مسجد
جونپور، ان مختلف مدارس میں کتاب اللہ کی خدمت انجام دیتے رہے، مولانا عبدالکافی صاحب کی طلبی پر مدرسہ سبحانیہ الہ
آباد میں بھی ایک عرصہ تک اس خدمت پر فائز رہے اور یہاں سے بہت سے طلباء فارغ ہو کر جا بجا مدرسے بنے۔ پھر مولانا
ابوبکر صاحب کی طلبی پر علی گڑھ کالج میں تشریف لے گئے اور یہاں انگریزی کے طلباء ایک عرصہ تک فیض حاصل کرتے
رہے، یہاں مغرب بعد ایک گھنٹہ تعلیم ہوتی تھی۔

حلقہ تلامذہ..... آپ کے خوشہ چینان علم کی فہرست بڑی طویل ہے۔ چند مشہور تلامذہ کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں۔
قاری عبدالملک صاحب علی گڑھی، قاری عبداللہ صاحب، قاری محمد صدیق صاحب بنگالی، قاری عبدالطعبود
صاحب، قاری محمد عنایت اللہ صاحب، قاری محمد نذر صاحب، قاری محمد سلیمان صاحب، شیخ القراۃ مظاہر العلوم سہارنپور،
قاری غلام مصطفیٰ صاحب جبلپوری (پروفیسر سندھ یونیورسٹی پاکستان)

وفات..... آخر عمر میں معذور ہو جانے کی بناء پر گوشہ نشینی اختیار کی اور راسیہ و خلاصہ البیان کی شرح کے مکمل کرنے کی
کوشش فرماتے رہے۔ لیکن پوری نہ ہو سکی۔ کیونکہ بینائی بھی نہیں رہی تھی۔ عرصہ تک علیل رہ کر ۷ ربیع الثانی ۱۳۷۱ھ
میں شنبہ کے دن قبل مغرب وفات پائی اور دوسرے دن تجہیز و تکفین ہوئی اور نماز جنازہ حکیم سید محمد احسن نے پڑھائی۔ اے

(۱۳) صاحب موطا

نام و نسب..... مالک نام، کنیت ابو عبداللہ، امام دارالجرہ لقب اور والد کا نام انس ہے۔ سلسلہ نسب یوں ہے۔ مالک بن انس بن
مالک بن انس ابی عامر بن عمرو بن الحارث بن غیمان بن خثیل الاصبی۔ حافظ سوطی فرماتے ہیں کہ آپ کا نسب عرب بن یثجب بن
مطحان پر منتہی ہوتا ہے۔ و ساقہ بعضہم ہکذا ذواصح الحارث بن مالک بن زید بن غوث بن سعد بن عوف بن عدی بن مالک بن زید بن
سہل بن عمرو بن قیس بن معاویہ بن جشم بن عبد شمس بن وائل بن الغوث بن قطن بن عریب بن زہیر بن ایمن بن یسع بن حمیر
بن سبا بن یثجب بن عرب بن مطحان، آپ کی والدہ کا نام عالیہ بنت شریک بن عبدالرحمن الازدیہ ہے۔
بزرگوں کا وطن یمن تھا۔ سب سے پہلے ان کے پردادا ابو عامر نے مدینۃ النبی ﷺ میں آکر سکونت اختیار کی۔ چونکہ

۱۔ و لیس فی الرواۃ مالک بن انس غیرہ سوی مالک بن انس المکونی ردی عنہ حدیث واحد عن ہانی بن حرام
و غلط من ادخل حدیثہ فی حدیث الامام بہ علیہ الخطیب فی کتابہ المتفق والمفترق ۱۲۔ و قیل عثمان و اختار ابن
فرحون الاول و قال ذکرہ غیر و احدوہکذا ضبطہ ابن ماکولا ۱۲۔ و قیل جنیل جرم بہ ابن خلکان قال ابن فرحون
دھکذا قالہ الدار قطنی و حکاہ عن الزبیر، و الاول ضبط الحافظ فی الاصابۃ قال ابن فرحون کذاقیہ الامبر ابونصر
و حکاہ عن محمد بن سعید عن ابی بکر بن ابی اویس قال و امامن قال عثمان بن جمیل او ابن حنبل فقد صحف ۱۲
(۱) از مقدمہ عنایات رحمانی۔

یمن کے شاہی خاندان حمیر کی شاخ ”اصح“ سے تعلق رکھتے تھے اور آپ کے مورث اعلیٰ حارث اس خاندان کے شیخ تھے اس لئے حارث کا لقب ذوالصبح تھا۔ اسی وجہ سے امام مالک کو اصحی کہتے ہیں۔ آپ کے خاندان میں سب سے پہلے آپ کے پردادا ابو عامر مشرف باسلام ہوئے، قاضی ابو بکر بن علاء قشیری نے ان کو جلیل القدر صحابی بتایا ہے۔ وقال السیوطی ”ابو عامر جلیل شہد المغازی کلھا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلا بدر“ لیکن ذہبی فرماتے ہیں ”لم ارا احدا ذکرہ فی الصحابۃ“

سن پیدائش..... حافظ ذہبی، سمعانی اور ابن فرحون وغیرہ کے نزدیک صحیح و معتبر روایات کے لحاظ سے امام مالک ۹۳ھ میں پیدا ہوئے۔ چنانچہ محیی بن بکیر نے جو امام مالک کے بڑے شاگردوں میں سے ہیں یہی بیان کیا ہے۔ بعض حضرات نے ۹۰ھ اور بعض نے ۹۵ھ ذکر کیا ہے اور یافعی نے طبقات الفقہاء میں ۹۲ھ لکھا ہے۔ امام مالک ششم مادر میں معمول سے زیادہ رہے۔ اس مدت کو بعض نے دو سال بیان کیا ہے اور بعض نے تین سال کہا ہے۔

حلیہ مبارک..... مطرف بن عبد اللہ الیساری کہتے ہیں کہ آپ دراز قد، فربہ جسم، سفید رنگ مائل بہ زردی، کشادہ چشم، بلند و خوبصورت ناک رکھتے تھے، ان کی پیشانی میں سر کے بال کمی کے ساتھ تھے۔ جس کو عربی میں اصلع کہتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ و حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی اصلع تھے (ڈاڑھی گنجان اور اس قدر لمبی تھی کہ سینہ تک پہنچتی تھی۔ مونچھوں کے بال جو لبوں کے کنارے ہوتے تھے ان کو کترواتے تھے اور منڈوانے کو مکروہ سمجھتے تھے اور اس بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تقلید فرماتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حالات میں بیان کیا جاتا ہے کہ جب وہ کسی معاملہ میں متفکر ہوتے تو اپنی مونچھوں پر ہاتھ پھیرا کرتے تھے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کی مونچھوں کے دو طرفہ بال دراز تھے۔ امام مالک نہایت خوش پوشاک عدن کے بنے ہوئے نہایت نفیس اور بیش قیمت کپڑے پہنتے تھے۔ لباس اکثر سفید تھا اور اکثر اوقات عطر لگایا کرتے تھے۔

تحصیل علم..... امام مالک نے آنکھ کھولی تو مدینہ باغ و بہار تھا۔ آپ کا گھرانہ خود علوم کا مرجع تھا۔ آپ نے قرآن مجید کی قرات و سند مدینہ کے امام القراء نافع بن عبد الرحمن متوفی ۱۶۹ھ سے حاصل کی۔ جن کی قرات پر آج تمام دنیا اسلام کی بنیاد ہے۔ دیگر علوم کی خواہش کے جذبات غیر معمولی طور پر ودیعت تھے۔ زمانہ طالب علمی میں آپ کے پاس ظاہری سرمایہ کچھ نہ تھا۔ مکان کی چھت توڑ کر اس کی کڑیوں کو فروخت کر کے کتب وغیرہ کے صرف میں خرچ کرتے تھے۔ اس کے بعد دولت کا دروازہ کھل گیا۔ حافظہ نہایت اعلیٰ درجہ کا تھا۔ فرماتے تھے کہ جس چیز کو میں نے محفوظ کر لیا اس کو پھر کبھی نہیں بھولا۔

اساتذہ و شیوخ..... امام مالک نے صرف انہیں شیوخ سے استفادہ کیا جو صدق و طہارت میں معروف اور حفظ و فقہ میں ممتاز تھے۔ آپ نے جن شیوخ سے موطا میں روایت کی ہے ان کی تعداد پچانوے ہے۔ یہ سب اساتذہ مدنی ہیں۔ اس طرح مدینہ کا جو علم متفرق سینوں میں پرآگندہ تھا وہ اب صرف ایک سینہ میں مجتمع ہو گیا۔ اسی لئے آپ کا لقب ”امام دارالجرہ“ ہوا۔ آپ کے شیوخ میں صرف چھ حضرات غیر مدنی ہیں۔ یہ صرف موطا کے شیوخ کی تعداد ہے ورنہ علامہ زر قانی و دولقی نے لکھا ہے کہ آپ نے نو سو سے زائد شیوخ سے اخذ علم کیا ہے۔ نووی تہذیب الاسماء میں لکھتے ہیں کہ امام مالک کے شیوخ کی تعداد نو سو تھی۔ جن میں تین سو تابعین اور چھ سو تابعین تھے۔ حضرت نافع جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے غلام اور حدیث و روایت کے شیخ تھے جب تک وہ زندہ رہے تقریباً بارہ برس تک امام مالک ان کے درس میں شریک رہے۔ موطا میں بکثرت روایات انہیں سے ہیں۔ نیز اصح الاسانید میں سے ”مالک عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہ“ کو قرار دیا گیا ہے۔ بلکہ اس کو سلسلۃ الذہب کہا گیا ہے، شاہ ولی اللہ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ہارون رشید نے امام صاحب سے کہا کہ ہم نے آپ کی کتاب میں حضرت علی و ابن عباس کا ذکر بہت کم پایا۔ فرمایا وہ میرے شہر میں نہ تھے اور نہ میں ان کے اصحاب سے مل سکا (یہ فخر امام

ابو حنیفہ کو حاصل ہے) اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایات ان دونوں حضرات سے بھی کم ہیں۔ مثلاً امام اور مشہور اساتذہ یہ ہیں۔ زید بن اسلم، زہری، ابوالزناد، عبدالرحمن بن القاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق، ایوب سختیانی، ثور بن دہب، دہلی، ابراہیم بن ابی عبلہ مقدسی، حمید طویل، ربیعہ بن ابی عبدالرحمن، ہشام بن عروہ، یحییٰ بن سعید انصاری، عائشہ بنت سعد بن ابی وقاص وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ

علو شان و علمی مقام..... خلف بن عمر کہتے ہیں کہ میں امام مالک کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ مدینہ کے قاری ابن کثیر نے امام مالک کو ایک پرچہ دیا، آپ نے اس کو پڑھنے کے بعد اپنی جا نماز کے نیچے رکھ لیا۔ جب آپ کھڑے ہوئے تو میں بھی آپ کے ساتھ ہی چلنے لگا تو آپ نے فرمایا بیٹھ جاؤ اور وہ پرچہ مجھے دیا، دیکھتا کیا ہوں کہ اس میں یہ خواب لکھا ہوا تھا کہ لوگ آنحضرت ﷺ کے ارد گرد جمع ہیں اور آپ سے کچھ مانگ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے اس منبر کے نیچے ایک بہت بڑا خزانہ دفن کیا ہے اور مالک سے کہہ دیا ہے وہ تمہیں تقسیم کر دیں گے۔ لہذا مالک کے پاس جاؤ، لوگ یہ کہتے ہوئے واپس ہوئے، بتاؤ مالک تقسیم کریں گے یا نہیں۔ کسی نے جواب دیا جس بات کا مالک کو حکم دیا گیا ہے وہ ضرور اسے پورا کریں گے۔ اس خواب سے مالک پر گریہ طاری ہو گیا اور اتار دئے کہ میں تو انہیں روتا ہی چھوڑ آیا۔

محمد بن ریح کا بیان ہے کہ میں نے خواب میں حضور پر نور ﷺ کو دیکھا اور عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان، بعض مسائل میں جہاں مالک اور لیث کا اختلاف ہوتا ہے وہاں کیا کیا جائے۔ ارشاد فرمایا ”مالک، مالک، مالک و رشتہ جدی ابراہیم“ میرے دادا ابراہیم کا ورثہ علم مالک کو ملا ہے۔

شیخ عصر بکر علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ میں نے عالم رویا میں بہشت کو دیکھا وہاں امام اوزاعی اور سفیان ثوری سے ملاقات ہوئی تو میں نے ان سے دریافت کیا، امام مالک کہاں ہیں۔ دونوں نے جواب دیا ”مالک یہاں کہاں، مالک تو بہت بلندی پر ہیں“ اور تین مرتبہ سر اٹھا کر یہی الفاظ دہرائے یہاں تک کہ ان کی ٹوپیاں سر سے نیچے گر گئیں۔ جامع اوصاف کمال..... حافظ ذہبی کا بیان ہے کہ پانچ باتیں جیسی امام مالک کے حق میں جمع ہو گئیں ہیں۔ میرے علم کے مطابق کسی اور شیخ میں جمع نہیں ہوئیں۔

(۱) اتنی دراز عمر اور ایسی عالی سند

(۲) ایسی عمدہ فہم اور اتنا وسیع علم

(۳) آپ کے حجت اور صحیح الروایت ہونے پر ائمہ کا اتفاق

(۵) آپ کی خدمت، اتباع سنت اور دینداری پر محدثین کا اتفاق

(۶) فقہ اور فتویٰ میں آپ کی مسلمہ مہارت

تجربہ علمی کے باوجود لا علمی کا اعتراف..... عبدالرحمن بن مہدی کہتے ہیں کہ ہم امام مالک کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک شخص نے آکر کہا میں چھ ماہ کی مسافت سے ایک مسئلہ دریافت کرنے کیلئے حاضر ہوا ہوں۔ آپ نے فرمایا، کہو کیا ہے۔ اس نے بیان فرمایا، آپ نے فرمایا۔ مجھے اچھی طرح علم نہیں۔ وہ حیران ہو کر بولا۔ اچھا تو اپنے شہر والوں سے کیا کہوں۔ آپ نے فرمایا کہہ دینا کہ مالک نے اپنی لا علمی کا اقرار کیا ہے۔

درس و تدریس..... مدینہ منورہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بعد ان کی علمی درسگاہ کے جانشین حضرت نافع ہوئے۔ ان کی وفات کے بعد امام مالک ان کے جانشین ہوئے اور سترہ سال کی عمر میں مجلس افادہ و تعلیم کی ابتداء فرمائی اور تقریباً بائیس سال مسلسل فقہ و فتاویٰ، درس و تدریس میں مشغول رہے۔ جب حدیث نبوی کے املا کا وقت آتا تو پہلے وضو یا غسل کر کے عمدہ اور بیش قیمت پوشاک زیب تن فرماتے۔ بالوں میں کٹکھی کرتے، خوشبو لگاتے اور اس اہتمام کے بعد مجلس

علمی کی صدارت کے لئے باہر تشریف لاتے اور جب تک اس مجلس میں حدیث کا ذکر رہتا تھا یعنی انکی مجلس میں عود و لو بان ڈالتے تھے۔

وقار مجلس..... امام صاحب کی مجلس درس ہمیشہ پر تکلف فرش اور بیش قیمت قالینوں سے آراستہ اور ایسی ہیبت و وقار ہوتی تھی کہ اس میں شور و شغب ہونا تو درکنار کسی شخص کو با آواز بلند گفتگو کرنے کی مجال اور طاقت نہ ہوتی تھی۔ مولانا سید سلیمان ندوی نے مجلس درس کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے۔

”جاہ و جلال اور شان و شکوہ سے کاشانہ امامت پر بارگاہ شاہی کا دھوکہ ہوتا تھا، طلبہ کا ہجوم، مستفتیوں کا ازدہام، امراء کا ورود، علماء کی تشریف آوری، سیاحوں کا گذر، حاضرین کی مودب نشست، درخانہ پر سوار یون کا انبوہ دیکھنے والوں پر رعب و وقار طاری کر دیتا تھا۔“ ایک روز سفیان ثوری آپ کی مجلس میں تشریف لائے تو مجلس کی عظمت و جلال اور اس کی شان و شوکت دیکھ کر امام صاحب کی مدح میں یہ قطعہ نظم فرمایا۔

یابی الہ الجواب فلا یراجع ہیئہ والسانلون نواکس الاذقان

ادب الوقار و عز سلطان التقی فہوا المطاع و لیس ذا سلطان

تلامذہ و اصحاب..... آپ کے تلامذہ کی فہرست بڑی طویل ہے۔ حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں۔ ”حدث عنه خلق من الامتہ“۔ حافظ ذہبی لکھتے ہیں۔ ”وحدث عنه امم لایکادون یحصون“ (آپ سے اتنے لوگوں نے روایت کی ہے جن کا شمار تقریباً ناممکن ہے۔ قاضی عیاض نے اپنے ایک رسالہ میں آپ سے روایت کرنے والوں کی تعداد تیرہ سو سے بھی زیادہ گنائی ہے۔ حافظ دارقطنی نے اس سلسلہ میں ایک رسالہ لکھا ہے جس میں امام مالک سے روایت کرنے والوں کی تعداد ایک ہزار کے قریب ہے۔ حافظ ابو بکر خطیب بغدادی کے ایک رسالہ میں نو سو ترانوے روایت کور ہیں۔ خود آپ کے بعض شیوخ نے آپ سے روایت کی ہے۔ مثلاً زہر، ابوالاسود، ایوب سختیانی، ربیعہ الرائی، یحییٰ ابن سعید انصاری، محمد بن ابی ذئب، ابن جریج، اعمش، وغیرہ اہل علم و فضل تلامذہ میں سے امام محمد، امام شافعی، عبد اللہ ابن مبارک، لیث بن سعد، شعبہ، سفیان ثوری، ابن جریج، ابن عیینہ، یحییٰ القطان، ابن مہدی، ابوعاصم النبیل، عبد الرحمن اوزاعی میں علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ حافظ دارقطنی نے ایک رسالہ میں امام مالک سے امام ابو حنیفہ کی مرویات کو جمع کیا ہے لیکن شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ امام مالک سے امام ابو حنیفہ کا روایت کرنا ثابت نہیں۔

سنت نبویہ کی تعظیم و توقیر..... عبد اللہ بن مبارک جو امام مالک کے شاگرد ہیں بیان کرتے ہیں کہ ایک روز میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ روایت حدیث فرما رہے تھے۔ ایک بچہ نے نیش زنی شروع کی اور اس نے آپ کو تقریباً دس مرتبہ کاٹا۔ اس تکلیف کی وجہ سے آپ کا چہرہ کچھ متغیر ہو کر مائل بزردی ہو جاتا تھا۔ مگر آپ نے حدیث کو قطع نہیں فرمایا اور نہ آپ کے کلام میں کوئی لغزش ظاہر ہوئی۔ جب مجلس ختم ہو گئی اور سب آدمی چلے تو میں نے آپ سے اس کا تذکرہ کیا۔ فرمایا کہ میرا اس قدر صبر کرنا اپنی طاقت و شکیبائی کی بناء پر نہ تھا بلکہ پیغمبر ﷺ کی حدیث کی تعظیم کی وجہ سے تھا۔ باوجود ضعف و کبر سنی بھی مدینہ طیبہ میں کبھی سوار ہو کر نہیں چلے۔ جس ارض مقدس کے اندر جسم مبارک ﷺ ہو اس کے اوپر سوار ہو کر چلنا خلاف ادب جانتے تھے امام شافعی بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے آپ کے دروازہ پر خراسانی گھوڑے اور مصری خچر دیکھے تو میں نے امام صاحب سے کہا بہت عمدہ ہیں۔ آپ نے فرمایا میں نے تمہیں یہ سب ہدیہ کر دیئے ہیں۔ میں نے کہا سواری کے لئے آپ بھی رکھ لیجئے۔ فرمایا مجھے شرم آتی ہے کہ جس ارض مقدس میں حضور ﷺ ہوں میں اس کی مٹی کو سواری

لے (اگر امام مالک) جواب دینا چھوڑ دیں تو سب سائل اپنا سر نیچا کئے بیٹھے رہیں اور آپ کی ہیبت سے دوبارہ نہ پوچھ سکیں، وقار آپ کا ادب کرتا ہے اور پرہیزگاری کی بادشاہت پر عزت کے ساتھ متمکن ہیں (عجیب بات یہ ہے کہ) آپ کی اطاعت کی جاتی ہے حالانکہ آپ بادشاہ نہیں ہیں۔ ۱۲ لے بن قیل ان ملکہ ماروی عن احد الاروی عنہ ذلک الشیخ بعد ذلک الانافع بن ابی نعیم المقری ۱۲

کے کھروں سے روندوں۔

حب مدینہ..... ایک مرتبہ ہارون الرشید نے آپ سے دریافت کیا، آپ کے پاس مکان ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں تو میں نے آپ کو تین ہزار اشرفیاں دے کر کہا ”مکان خرید لیجئے۔“ آپ نے اشرفیاں لے لیں۔ جب ہارون الرشید مجلس سے اٹھنے لگا تو اس نے کہا ”اگر آپ ہمارے ساتھ چلیں تو بہت اچھا ہو کیونکہ میں نے یہ عزم کر لیا ہے کہ لوگوں کو موطا کا حامل بناؤں جیسے حضرت عثمان ؓ نے لوگوں کو حامل قرآن بنایا تھا۔“ آپ نے فرمایا کہ ”اس کی کوئی صورت نہیں کیونکہ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ مختلف شہروں میں اقامت پذیر ہوئے اور ہر اہل شہر کے پاس علم ہے، رہا میرا تمہارے ساتھ چلنا سو یہ بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے ”المدینۃ خیر لہم لو کانوا یعلمون۔“ ”رہی اشرفیاں سو یہ موجود ہیں چاہو لے لو۔“ یعنی تم جو یہ احسان کر کے مدینہ سے جدا کرنا چاہتے ہو یہ نہیں ہو سکتا۔

ونحن من طرب الی ذکرہا

دار الحبيب احق ان تہواھا

آپ کے فضل و کمال کا اعتراف..... مصعب زبیری فرماتے ہیں کہ امام مالک ثقہ، مامون، ثبت، عالم فقیہ، حجت، ورع ہیں۔ محیی بن معین، اور محیی بن سعید القطان جو حدیث و رجال کے ناقد ہیں وہ فرماتے ہیں کہ امام مالک امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں۔ عبد الرحمن بن مہدی کا قول ہے کہ روئے زمین پر امام مالک سے بڑھ کر حدیث نبوی ﷺ کا کوئی امانت دار نہیں۔ نیز فرماتے ہیں کہ سفیان ثوری امام حدیث ہیں امام سنت نہیں اور اوزاعی امام سنت ہیں امام حدیث نہیں اور امام مالک امام سنت بھی ہیں اور امام حدیث بھی۔ امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام مالک سے زیادہ جلد اور صحیح جواب دینے والا اور اچھی پرکھ والا نہیں دیکھا۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ تابعین کے بعد امام مالک مخلوق پر خدا کی حجت تھے۔ نیز فرماتے ہیں کہ علم تین آدمیوں پر دائر ہے۔ مالک بن انس، سفیان بن عیینہ، اور لیث بن سعد۔ امام احمد سے کسی نے دریافت کیا کہ اگر کوئی کسی کی حدیث زبانی یاد کرنا چاہے تو کس کی کرے۔ فرمایا مالک بن انس کی۔ امام بخاری سے سوال کیا گیا کہ سب سے زیادہ صحیح سند کو کسی ہے۔ فرمایا مالک عن نافع عن ابن عمر۔ امام نسائی فرماتے ہیں کہ تابعین کے بعد میرے نزدیک امام مالک سے زیادہ دانشمند، بزرگ، قابل وثوق اور ضعفاء سے کم روایت کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ موصوف نے ابو امیہ عبد الکریم کے علاوہ کسی متروک سے روایت کی ہو۔ امام احمد، ترمذی، نسائی اور حاکم نے حضرت ابو ہریرہ ؓ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ ”یوشک ان یضرب الناس راكبا والابل یطلبون العلم فلا یجدون عالما علم من عالم المدینت تقریب ہے کہ لوگ طلب علم کے لئے اونٹوں پر سوار ہو کر آئیں اور عالم مدینہ سے بڑھ کر کوئی عالم نہ پائیں۔ سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ عالم مدینہ کے مصداق امام مالک ہیں۔

امام مالک کا ابتلاء..... والی مدینہ جعفر بن سلیمان سے کسی نے شکایت کر دی کہ امام مالک آپ لوگوں کی بیعت کو صحیح نہیں سمجھتے۔ اس پر اس کو غصہ آیا اور آپ کو بلوا کر کوڑے لگوائے، آپ کو کھینچا گیا۔ دونوں ہاتھوں کو کھنچوا کر مونڈھے سے اتروادے گئے، ان باتوں سے آپ کی عزت و وقعت اور شہرت اور بڑھ گئی۔ بعض حضرات نے وجہ ابتلاء طلاق مکرہ کا مسئلہ بیان کیا ہے اور بعض نے تقدیم عثمان بر علیؓ، جب خلیفہ منصور حج کے لئے حرمین حاضر ہوا تو اس نے جعفر سے امام مالک کا قصاص لینا چاہا مگر آپ نے روک دیا اور فرمایا، واللہ، جب بھی مجھ پر کوڑا پڑتا تھا تو میں اس کو اسی وقت حلال اور جائز کر دیتا تھا آنحضرت ﷺ سے قرابت کے سبب۔

وفات..... امام صاحب کی عمر چوراسی یا چھیاسی یا ستاسی یا نوے برس کو پہنچی تھی کہ اتوار کے روز بیمار پڑ گئے اور تقریباً تین ہفتے بیمار رہے۔ مرض کی شدت میں کوئی تخفیف نہ ہوئی۔ یہاں تک کہ ۱۱ یا ۱۲ ربیع الاول ۷۹ھ میں یہ نفس قدی صفات مصیق زمان و مکان سے سعت اعلیٰ علیین و جوار قدس رب العالمین کی طرف انتقال کر گیا۔ جسد مبارک جنت البقیع میں

مدفون ہو آپ کی پیدائش اور انتقال کی تاریخ کو ایک بزرگ نے اس قطعہ میں نظم کیا ہے اور اسی سے آپ کی عمر کی مدت بھی ظاہر ہو جاتی ہے۔

نعم الامام المالك

فخر الانتم المالك

وفاته فاز مالک

مولده نجم عدی

وفات کے بعد..... قاضی عیاض نے ”امدارک“ میں ذکر کیا ہے کہ جس رات امام صاحب کا انتقال ہوا اسی رات عمر بن سعد انصاری نے خواب دیکھا کہ ایک کہنے والا کہہ رہا ہے۔

ثوی

غداة الهادی لدى ملحد القبر

لقد اصبح الاسلام زعزع ركن

عليه سلام الله في آخر الدهر

امام الهدى لزال للعلم صينا

آپ کے انتقال پر ابو محمد جعفر بن احمد بن الحسین السراج نے ذیل کے اشعار میں مرثیہ پڑھا۔

من المزن مرعاد السحائب مبراق

سقى جدنا ضم البقيع لمالك

اقاليم في الدنيا فساد و آفاق

امام موطاه الذي طبقت به

له حذر من ان يضام واشفاق

اقام به شرع النبي محمد ﷺ

فللكل منه حين يرويه اطراق

له سند عال صحيح و هيته

بهم انهم ان انت سالت حذاق

واصحاب صدق كلهم علم نسل

كفاه الا ان السعادة ارزاق

ولولم يكن الا ابن ادريس وحده

الباقيات الصالحات..... آپ نے اپنے اولاد امجاد میں تین صاحبزادے چھوڑے۔ سخی، محمد اور حماد۔ آپ کا ترکہ تین ہزار تین سواشریاں تھیں۔

تصنیفات..... موطا کے علاوہ امام صاحب کے بہت سے رسائل ہیں۔ جن کی تفصیل مقدمہ او جز الممالک میں موجود ہیں۔ ہم یہاں صرف موطا کا جو ان کی سب سے اہم اور مشہور اور مقبول ترین کتاب ہے تفصیلی تعارف کراتے ہیں۔

موطا امام مالک..... کتب خانہ اسلام کی وہ دوسری کتاب جو قرآن مجید کے بعد باقاعدہ طور پر فقہی ترتیب سے موب و مرتب ہو کر منصہ شہود پر آئی، علامہ ابو بکر بن العربی فرماتے ہیں ”موطا ہی نقش اول اور بنیادی کتاب ہے، بخاری کی حیثیت تو اس باب میں نقش ثانی کی ہے اور انہیں دونوں کتابوں پر مسلم و ترمذی جیسے بعد کے مؤلفین نے اپنی کتابوں کی بنیاد رکھی ہے۔“

زمانہ تالیف..... اس کی تالیف کا مقام مدینہ طیبہ ہے۔ کیونکہ امام مالک کا قیام ہمیشہ وہیں رہا۔ البتہ تالیف کا صحیح زمانہ معلوم نہیں ہو سکا۔ صرف قرآن سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے، محدث قاضی عیاض نے مدارک میں امام مالک کے شاگرد خاص ابو مصعب کی زبانی یہ روایت نقل کی ہے کہ موطاء کی تالیف خلیفہ ابو منصور عباسی کی فرمائش پر خود اسی کے عہد میں شروع ہوئی تھی۔ لیکن پایہ تکمیل کو اس کی وفات کے بعد پہنچی۔ منصور نے ۶ ذی الحجہ ۱۵۸ھ میں وفات پائی اور اس کی جگہ اس کا بیٹا مہدی مسند خلافت پر متمکن ہوا اور اس کی خلافت کے ابتدائی دور میں اس کی تالیف پوری ہوئی۔ ابتداء تالیف کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ علامہ ابن حزم نے صراحت کی ہے کہ امام مالک نے موطا کی تالیف سخی بن سعید انصاری متوفی ۱۳۳ھ کی وفات کے بعد کی ہے۔

وجہ تسمیہ..... لفظ ”موطا“ تو طیبہ کا مفعول ہے۔ صاحب قاموس نے اس کے لغوی معنی ”روندنے، تیار کرنے، نرم و سہل بنانے“ کے بیان کئے ہیں تو موطاء کے لغوی معنی روندنا ہوا، تیار کیا ہوا، نرم و سہل بنایا ہوا کے ہیں۔ یہاں یہ تمام معانی بطور استعارہ مراد لئے جاسکتے ہیں۔ ابو عبد اللہ محمد بن ابراہیم اصبہانی کہتے ہیں کہ میں نے ابو حاتم سے دریافت کیا کہ اس کا نام

موطا کیوں رکھا گیا۔ فرمایا کہ امام مالک نے اس کو مرتب کر کے لوگوں کے لئے سہل اور آسان بنادیا ہے اس کے اس کو موطا مالک کہتے ہیں۔ کما فیل۔ جامع سفیان..... امام مالک فرماتے ہیں کہ اس کتاب کو لکھ کر میں نے فقہاء مدینہ میں ستر فقہوں کے سامنے پیش کیا۔ سب نے ہی مجھ سے اتفاق کیا اس لئے میں نے اس کا نام موطا رکھا ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی اپنی شرح مسوی میں اس معنی کو راجح قرار دیا ہے کیونکہ یہ معنی صاحب کتاب سے منقول ہیں۔ ابن فہر کہتے ہیں کہ امام مالک سے پہلے کسی نے یہ نام نہیں رکھا۔ بلکہ آپ کے ہم عصر مصنفین میں سے بعض نے جامع کے ساتھ بعض نے مصنف کے ساتھ اور بعض نے مولف کے ساتھ مؤخر کیا ہے۔

کتب حدیث میں موطا کا مقام..... حضرت شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیز صاحب نے کتب حدیث کے پانچ طبقات قائم کئے ہیں جن میں موطاء کو طبقہ اولیٰ میں رکھا ہے۔ جمہور علماء کی رائے بھی یہی ہے۔ بلکہ شاہ ولی اللہ صاحب تو موطا کو تمام کتابوں میں مقدم اور افضل سمجھتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے اپنی کتاب مصنفی شرح موطا کے مقدمہ میں اس کی ترجیح کے دلائل و وجوہ کو نہایت تفصیل سے بیان کیا ہے۔

صاحب مفتاح السعادة نے بیان کیا ہے کہ جمہور کہتے ہیں کہ اس کا درجہ ترمذی کے بعد ہے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ اس کو مسلم کے بعد تیسرے درجہ پر رکھنا چاہئے۔ موطا کی صحت اور اس کے مرتبہ کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ امام شافعی فرماتے ہیں ”روئے زمین پر کتاب اللہ کے بعد موطا مالک سے زیادہ صحیح کوئی کتاب نہیں ہے۔“ اگرچہ خود علماء شوافع میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ امام موصوف کا قول صحیحین کے عالم وجود میں آنے سے پہلے کا ہے۔

موطا کی مقبولیت..... امام مالک کے شیوخ اور آپ کے معاصرین نے موطا کو قدر کی نگاہوں سے دیکھا ہے۔ اوپر گذر چکا ہے کہ امام صاحب نے فقہائے مدینہ کے سامنے پیش کیا تو سب نے داؤد تحسین دی اور بعد کے علماء کے نزدیک انتہائی مقبول رہی ہے۔ علامہ نووی شرح مسلم کے مقدمہ میں اپنے استاد کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ”ایک کتاب مجھ کو ایسی ملی جو ان کتابوں (صحیحین، ترمذی وغیرہ) سے بہتر ہے۔ اگرچہ یہ کتابیں بھی اچھی ہیں اور وہ موطا ہے جس کے مصنف کا نام مالک ابن انس ہے جو تمام محدثین کے شیخ الشیوخ ہیں۔“

علامہ زرقالی شارح موطا فرماتے ہیں کہ جب امام مالک نے اس کتاب کو تصنیف کیا تو دوسرے علماء نے اسی طرز سے احادیث کے مجموعے تیار کئے۔ لوگوں نے امام مالک سے جا کر بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ صرف اخلاص و حسن نیت کو بقاء ہے۔ یہ پیشین گوئی بالکل صحیح ثابت ہوئی۔ آج ان کی تصانیف کا سوائے موطا ابن ابی ذئب کے نام و نشان بھی معلوم نہیں ہوتا۔

اقول لمن یروی الحدیث ویکتب

ان اجبت ان تدعی لدی الحق عالما

اترك دارا كان بین بیوتها

ومات رسول الله فیها وبعده

وفرقت عمل العلم فی تابعیهم

فخلصه بالسك للناس مالک

فابری تبصیح الروایت کداء

ولو لم یلح نور الموطا لمن سری

فبادر موطا مالک قبل فوته

ودع للموطا کل علم تریده

ولنعم ما قال السعدون الوریجینی فی الموطا

ویسلک سبل الفقه فیہ و یطلب

فلو تعد ماتحوی من العلم یشر ب

یروح ویغدو جبرئیل المقرب

بسنت اصحاب قدت ادبوا

و کل امری منهم له فیہ مذهب

ومنہ صحیح فی المجلس و اجر ب

وتصیحها فیہ دواء مجرب

بلیل عماہ مادری ابن یدھب

فما بعده ان فات للحق مطلب

فان الموطا الشمس والعلم كوكب
ولم لا يطيب الفرع والاصل طيب
وفيه لسان الصدق بالحق معرب
فليس لها في العالمين مكذب
بان الموطا بالعراق مجب
فذاك من التوفيق بيته مخيب
تعالیه من بعد المنیت اعجب
بافضل مايجزى اللبيب المهذب
كذا فعل من يخشى الاله ويرهب
فاضحت به الامثال في الناس تضرب،
واذ كان يرضى في الاله ويغضب

هو الاصل طاب الفرع منه لطيه
هو العلم عند الله بعد كتابه
لقد اعربت آثاره ببياتها
وصحابه اهل الحجاز تفا خسروا
ومن لم تكن كتب الموطا بيته
اتعجب منه او علا في حياته
جزى الله عنا في موطاه مالكا
لقد احسن التحصيل في كل ماروی
لقد فاق اهل العلم حيا وميتا
وما فاقهم الا بقوى وخشيه
فلا زال يسقى قبره كل عارض

بمنفق طلعت عزاليه تسكب

روایات کی تعداد..... ابن الہیاب نے ذکر کیا ہے کہ امام مالک نے ایک لاکھ احادیث روایت کی تھیں۔ ان میں سے دس ہزار منتخب کر کے موطا میں درج کیں۔ پھر برابر ان کو کتاب و سنت اور آثار و اخبار صحابہ پر پیش کرتے رہے۔ یہاں تک کہ ان سب کو قلمزد کر دیا اور صرف پانچ سو باقی رہ گئیں۔ ابو بکر ابہری کہتے ہیں کہ موطا کی کل احادیث ایک ہزار سات سو بیس ہیں جن میں مسند اور مرفوع چھ سو اور مرسل دو سو بائیس، موقف چھ سو تیرہ اور تابعین کے اقوال و فتاویٰ دو سو پچاسی ہیں۔ ابن حزم نے کتاب ”مراتب الدیامتہ میں کہا ہے کہ میں نے احادیث موطا کو شمار کیا تو میں نے مسند احادیث کچھ اوپر پانچ سو اور احادیث مرسلہ کچھ اوپر تین سو پائیس۔ جن میں سے تقریباً ستر احادیث پر خود امام مالک نے بھی عمل نہیں کیا۔ موطا کے رواۃ..... امام مالک سے تقریباً ایک ہزار آدمیوں نے موطا کو سن کر جمع کیا ہے اور لوگوں کے طبقہ سے فقہاء، محدثین، صوفیاء و امراء اور خلفاء نے تبرکاً اس امام عالی مقام سے اس کی سند حاصل کی ہے۔ اسی لئے اس کے بہت سے نسخے ہیں۔ چنانچہ امام صاحب سے تیس طریقوں سے مروی ہے۔ جن میں سولہ نسخے مشہور ہیں اور ان میں بھی چار نسخے زیادہ اہم ہیں۔ یعنی محیی، ابن بکیر، ابو مصعب اور ابن وہب کے نسخے۔

(۱) ابو محمد محیی بن محیی کثیر بن وسلاس (یا وسلاس) بن شملل (یا شائل) بن مناقیا (یا منقلیا) مصمودی اندلسی مولود ۱۵۲ھ متوفی ۲۳۴ھ کا نسخہ، یہ سب سے زیادہ مشہور و متداول ہے۔ علامہ سیوطی زرقانی، حاجی اور شاہ صاحب نے اسی نسخہ کی شرح لکھی ہے۔ موصوف برابر کے مشہور قبیلے مصمودہ کی طرف منسوب ہو کر مصمودی کہلاتے ہیں۔

(۲) عبد اللہ بن وہب بن مسلم الفہری المصری مولود ۱۲۵ھ متوفی ۱۹۷ھ کا نسخہ، چار سو محدثین سے روایت کرتے ہیں جن میں سے امام مالک، لیث بن سعد، ابن ابی ذئب، سفیان بن عیینہ، ابن جریر اور یونس وغیرہ ہیں۔

(۳) ابو عبد الرحمن عبد اللہ بن مسلم بن قعب الحارثی متوفی ۳۲۱ھ کا نسخہ، امام مالک، لیث بن سعد، ابن ابی ذئب، حماد بن شعبہ، سلمہ بن وردان وغیرہ بہت سے مشائخ سے روایت کرتے ہیں۔

(۴) ابو عبد اللہ عبد الرحمن بن القاسم بن خالد بن جنادہ العتقی المصری مولود ۱۳۰ھ متوفی ۱۹۱ھ کا نسخہ علم حدیث کی طلب میں بہت سامان صرف کیا۔ پرہیزگاری اور تقویٰ میں عجائب روزگار تھے۔ صحت حدیث اور حسن روایت میں یگانہ آفاق اور نادر زمانہ تھے۔ اکثر اوقات آپ کی یہ دعا ہوتی تھی، اللھم امنع الدنیا منی و امنعنی منها۔

(۵) ابو محیی معن بن عیسیٰ بن دینار المدنی الاشجعی القزازی متوفی ۱۹۸ھ کا نسخہ امام مالک کے بڑے شاگردوں میں سے ہیں۔ آپ نے امام صاحب سے چالیس ہزار مسئلے سنے تھے۔ اپنے زمانہ کے محقق اور مفتی تھے۔ جب امام مالک اپنے بوڑھے ہو گئے کہ لاٹھی رکھنے کی ضرورت پڑی تو بجائے لاٹھی کے معن بن عیسیٰ ہوتے تھے۔ اسی وجہ سے لوگ ان کو عصائے مالک بھی کہتے تھے۔

(۶) ابو محمد عبد اللہ بن یوسف الکلاعی الدمشقی التیمیسی کا نسخہ۔ نہایت بزرگ و پرہیزگار اور مخیر تھے۔ امام بخاری نے ان سے بہت سی روایات بلا واسطہ کی ہیں۔ بخاری اور ابو حاتم نے ان کے ثقہ و عادل ہونے میں بہت مبالغہ کیا ہے۔

(۷) ابو زکریا۔ محیی بن عبد اللہ بن بکیر مخزومی متوفی ۲۳۱ھ کا نسخہ، بخاری نے بے واسطہ اور مسلم نے ایک واسطہ سے اپنی تصحیح میں ان سے بہت سی حدیثیں روایت کی ہیں، جس محدث نے ان کی توثیق نہیں کی اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ اس کو حال کی اطلاع نہیں ہو سکی۔ ورنہ صدق و امانت میں وہ مانند آفتاب ہیں۔

(۸) ابو عثمان سعید بن کثیر بن عفر بن مسلم انصاری مولود ۱۴۶ھ متوفی ۲۲۶ھ کا نسخہ بخاری اور دوسرے معتبر محدثین ان سے روایت کرتے ہیں۔ ان کو علم حدیث کے علاوہ دیگر علوم میں بھی کمال حاصل تھا۔ انساب، علم تاریخ اور واقعات عرب اور گزشتہ اخبار میں خصوصیت کے ساتھ دخل رکھتے تھے۔ فصاحت اور علوم ادبیہ میں بھی اپنے زمانہ کے سربرآوردہ علماء میں تھے۔ بہت زیادہ خوش کلام اور نیک صحبت تھے۔

(۹) ابو مصعب احمد بن ابی بکر القاسم بن الحارث بن زرارہ بن مصعب بن عبد الرحمن بن عوف زہری عوفی مولود ۵۰ھ متوفی ۲۴۲ھ کا نسخہ، مدینہ منورہ کے قاضی و مفتی تھے، اصحاب صحابہ ستہ ان سے روایت کرتے ہیں، البتہ نسائی نے ان سے بواسطہ روایت کی ہے، اہل مدینہ کو آپ پر بہت اعتماد تھا، ان کا نسخہ عام نسخوں سے ضخیم ہے۔ چنانچہ ابن حزم کہتے ہیں کہ ان کے نسخہ میں تقریباً ایک سو احادیث زائد ہیں۔

(۱۰) مصعب بن عبد اللہ زبیری کا نسخہ

(۱۱) محمد بن مبارک صوری کا نسخہ

(۱۲) سلیمان بن برد کا نسخہ

(۱۳) یحییٰ بن محیی بن بکیر بن عبد الرحمن تمیمی حنظلی نیشاپوری متوفی ۲۲۲ھ کا نسخہ۔ صحیحین میں ان کی

روایت موجود ہے۔

(۱۴) ابو احذافہ احمد بن اسماعیل سہمی متوفی ۲۵۹ھ کا نسخہ، شرائط کے لحاظ سے چنداں معتبر نہ تھے۔ اسی وجہ سے دار قطنی ان کی تصنیف کرتے تھے، خطیب فرماتے ہیں کہ دانستہ جھوٹ نہیں بولتے تھے لیکن غفلت اور سادگی کی بناء پر اس بلا میں پڑ جاتے تھے۔

(۱۵) ابو محمد سدید بن سعید ہروی متوفی ۲۴۰ھ کا نسخہ، مسلم اور ابن ماجہ نے ان سے روایت کی ہے اور وہ انکو معتبر جانتے ہیں۔ ابو القاسم لغوی تو ان کو حفاظ حدیث میں شمار کرتے تھے۔ لیکن امام احمد ابن حنبل بعض امور میں ان پر گرفت فرمایا کرتے تھے۔ آخر عمر میں کبر سنی، ضعف بصارت اور حافظہ میں خلل ہونے کے سبب سے قابل اعتماد نہیں رہے تھے۔

(۱۶) امام محمد بن الحسن شیبانی کا نسخہ، ان کے حالات عنقریب آرہے ہیں۔ قاضی عیاض نے ”المدارک“ میں ایک مستقل باب قائم کیا ہے۔ جس میں مذکورہ بالا رواہ کے علاوہ ذیل کے اشخاص کو بھی روایان موطا میں شمار کیا ہے۔ امام شافعی، مطرف بن عبد اللہ، عبد اللہ بن عبد الحکم، بکار بن عبد اللہ زبیری، زیاد بن عبد الرحمن اندلسی، سبطون بن عبد اللہ اندلسی، محمد بن شروس صفائی، ابو قرہ سکسی، احمد بن منصور تاملانی، قتیبہ بن سعید، عتیق بن یعقوب زبیری، اسد بن الفرات قرودی،

اسحاق بن عیسیٰ صباغ، بدیرۃ المغنی بغدادی، حفص بن عبد السلام اندلسی، حسان بن عبد السلام اندلسی، حبیب بن ابی حبیب، خلف بن جریر بن فضالہ قروی، خالد بن مزارا یلی، غازی بن قیس اندلسی، فرعوس بن عباس الاندلسی، محرز مدنی، الاء بن یحییٰ بن عبد اللہ ہدیری، سعید بن عبد الحکم اندلسی، سعید بن ابی ہند اندلسی، سعید بن عبدس اندلسی، عبد الاعلیٰ بن مسرود مشقی، عبد الرحیم بن خالد مصری، اسماعیل بن ابی اولیس، عیسیٰ بن شجرہ تونس، ایوب بن صالح مدنی، عبد الرحمن بن ہند طلیطلی، عبد الرحمن بن عبد اللہ اشبولی، عبید بن حیان دمشقی، سعید بن داؤد بن سعید بن ابی زبیر مدنی، محیی بن معین، ابن المدینی اور امام نسائی نے عبد اللہ بن مسلمہ قعنبی کو رواد موطا میں اثبت الناس مانا ہے۔ اس کے بعد عبد اللہ بن یوسف تنیسے کا درجہ ہے اور ابو معین نے معن بن عیسیٰ کو اثبت اصحاب مالک کہا ہے۔ بعض حضرات کا بیان ہے کہ امام احمد بن حنبل نے اپنے مسند میں روایت عبد الرحمن بن مہدی کو، امام بخاری نے روایت عبد اللہ بن یوسف تنیسے کو، امام مسلم نے روایت محیی بن محیی تمیمی نیشاپوری کو، امام ابو داؤد نے روایت قعنبی کو اور امام نسائی نے روایت قتیبہ بن سعید کو اختیار کیا ہے۔

شرح و حواشی موطا مالک..... موطا کی مقبولیت و ہر دلعزیزی کا یہ عالم ہے کہ اس کو شارحین معلقین و معشین کی ایک بڑی جماعت ہاتھ آئی ہے۔ قاضی عیاض نے اپنی معلومات کے مطابق ان کی تعدد ۹۶ بتائی ہے۔ ان کے بعد بھی اس میں ہر زمانہ میں اضافہ ہی ہوتا رہا۔ ہم یہاں چند شروع و تعلیقات ذکر کرتے ہیں۔ تفصیل کیلئے مقدمہ او جز المسائل ملاحظہ ہو۔
(۱) التتقی۔ ابوالولید باجی متوفی ۴۷۳ھ کی شرح ہے، صاحب کشف الظنون فرماتے ہیں کہ یہ ابن عبد البر کی شرح "التمہید" کا اختصار ہے۔

(۲) الاسماء

(۳) الاستیفاء۔ یہ دونوں بھی ابوالولید باجی کی ہیں۔

(۴) کتاب التمہید لمافی الموطا من المعانی والاسانید۔ حافظ بن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ کی ہے۔ موطا کے معانی کی تشریح اور اس کے اسانید کی تحقیق نیز اس کے ضمن میں فقہ و حدیث کی بے شمار معلومات ترتیب رواہ اور بہ لحاظ حروف تہجی درج ہیں۔

(۵) الاستدکار۔ خود حافظ صاحب موصوف ہی نے اپنی شرح التمہید کا اختصار کیا ہے۔

(۶) القبس۔ ابو محمد بن السمید بطلیوسی نحوی کی ہے۔

(۷) الموعد۔ ابوالولید بن صفاء کی ہے۔

(۸) المقتبس فی شرح موطا مالک بن انس۔ قاضی ابو بکر ابن العربی متوفی ۵۳۶ھ کی شرح ہے۔

(۹) کشف المغطا عن الموطا۔ حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ کی شرح ہے۔ (۱۰) تنویر الحوالک حافظ جلال

الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ کے کشف المغطا کا اختصار ہے۔

(۱۱) تجرید احادیث الموطا حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ کی شرح ہے۔

(۱۲) المعرب۔ محمد بن ابی زمنین کی ہے۔

(۱۳) المستقصیہ۔ محیی بن مزین کی ہے۔

(۱۴) الممالک۔ ابو بکر بن سابق صقلی کی ہے۔

(۱۵) شرح موطا۔ محمد ابن عبد الباقی زر قانی مالکی متوفی ۱۱۲۲ھ کی نفیس شرح ہے، اکثر حصہ فتح الباری سے ماخوذ

ہے، مصنف نے ۱۰۹۷ھ میں شروع کر کے ۱۱۱۲ھ میں مکمل کیا ہے۔

(۱۶) المصنف۔ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی متوفی ۱۱۷۶ھ کی فارسی زبان میں تعلق ہے۔

(۱۷) المسوی۔ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی متوفی ۱۱۷۶ھ مصنفی کا عربی میں اختصار ہے۔

(۱۸) الفتح الرحمانی۔ ابو محمد ابرہیم بن حسین معروف بہ شیخ بیرزی زادہ حنفی متوفی ۱۲۹۲ھ کی شرح ہے۔ انہوں نے اس

علامہ عینی کی شرح سے استفادہ کیا ہے۔

(۱۹) المصنفی شرح الموطا از شیخ ابو یوسف یعقوب البیانی اللاہوری متوفی ۱۰۹۸ھ

(۲۰) شرح موطا مالک۔ از ابو جعفر احمد بن سعید الداؤدی الاسدی متوفی ۴۰۲ھ

(۲۱) المحلی۔ شیخ سلام اللہ حنفی متوفی ۱۲۲۹ھ کی ہے جو حضرت عبدالحق محدث دہلوی کی اولاد میں سے ہیں۔

(۲۲) اوجز المسالک الی موطا مالک۔ حضرت مولانا زکریا صاحب مدظلہ شیخ الحدیث مظاہر العلوم سہارنپور کی گرانقدر

شرح ہے جو چھ جلدوں پر مشتمل ہے۔ یہ متقدمین کی شرح کا خلاصہ ہے، ہر باب میں ائمہ اربعہ کا مذہب معتبر کتب سے نقل کیا گیا ہے، حل لغات و مطالب اور مشکل مقامات کی پوری وضاحت کی گئی ہے۔

(۲۳) التعلیق المصجد علی موطا محمد۔ مولانا عبدالحق لکھنوی متوفی ۱۳۰۷ھ کا حاشیہ ہے۔

(۱۴) امام محمدؒ

ہزاروں سال نرس اپنی بے نوری پہ روتی ہے بہت مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ وور پیدا

نام و نسب..... ابو عبد اللہ کنیت، محمد نام ہے، والد کا نام حسن اور دادا کا نام فرقد ہے اور شیبانی نسبت ہے۔ اصل مسکن جزیرہ شام ہے۔ آپ کی ولادت واسط میں ۱۳۲ھ میں ہوئی، آپ کے والدین وغیرہ مستقل طور پر کوفہ منتقل ہو گئے تھے۔ یہیں آپ کی تعلیم و تربیت ہوئی۔

تحصیل علوم..... چودہ سال کی عمر میں امام اعظم ابو حنیفہؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر علم حاصل کیا۔ چار سال تک خدمت میں رہے۔ پھر امام ابو یوسفؒ سے تکمیل کی۔ ان کے علاوہ مسعر، اوزاعی، سفیان، ثوری اور امام مالک وغیرہ سے بھی علم حدیث وغیرہ میں استفادہ فرمایا۔ یہاں تک کہ باتفاق اہل علم فقہ کے بلند پایہ امام، تفسیر و حدیث کے ماہر و حاذق اور لغت و ادب کے نازش روزگار مسلم استاد بنے، آپ نے خود فرمایا ہے کہ مجھے آبائی ترکہ سے تیس ہزار درہم یاد دانی ملے تھے۔ جن میں سے آدھے میں نے لغت و شعر کی تحصیل میں صرف کئے اور آدھے فقہ و حدیث کی تحصیل میں صرف کئے۔

شب بیداری اور لذت علم..... امام محمدؒ راتوں کو بالکل نہیں سوتے تھے، ان کے پاس کتابوں کے ڈھیر لگے ہوئے تھے۔ جب ایک فن کی کتابوں سے طبیعت گھبرا جاتی تو دوسرے فن کا مطالعہ شروع کر دیتے تھے۔ آپ راتوں کو جاگتے اور کوئی مشکل مسئلہ حل ہو جاتا تو فرماتے کہ بھلا شاہزادوں کو یہ لذت کہاں نصیب ہو سکتی ہے۔

شیوخ و اساتذہ..... امام محمدؒ نے علماء کوفہ کے علاوہ مدینہ، مکہ، بصرہ، واسط، شام، خراسان اور یمامہ وغیرہ کے سینکڑوں مشائخ سے علوم کا استفادہ کیا ہے۔ ان میں سے چند کے نام یہ ہیں۔

اہل کوفہ میں امام اعظم ابو حنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ، امام زفر، سفیان ثوری، مسعر بن کدام، مالک بن مغول، حسن بن عمارہ وغیرہ۔ اہل مدینہ میں امام مالک، ابراہیم، ضحاک بن عثمان وغیرہ۔ اہل مکہ میں سے سفیان بن عیینہ، طلحہ بن عمرو، زمعہ بن صالح اہل بصرہ میں سے ابوالعوام وغیرہ۔ اہل واسط میں سے عباد بن العوام، شعبہ بن الحجاج، ابومالک عبد الملک ثعلبی۔ اہل شام میں سے ابو عمرو عبد الرحمن اوزاعی وغیرہ۔ اہل خراسان میں سے عبد اللہ بن مبارک۔ اہل یمامہ میں سے ایوب بن عتبہ تمیمی وغیرہ۔

درس و تدریس..... آپ نے بیس سال کی عمر میں درس دینا شروع کیا اور ہزاروں تشنگان علم کو سیراب کیا۔ آپ کو فہ میں موطا کا درس دیتے تھے تو اس کثرت سے لوگ آتے کہ راستے بند ہو جاتے تھے اسی کو دیکھ کر سعدون مالکی نے کہا تھا

ومما به اهل الحجاز تفاخروا ان الموطافي العراق محب

(اور بجز ان باتوں کے کہ جن پر اہل حجاز کو فخر ہے۔ ایک چیز یہ بھی ہے کہ موطا عراق میں محبوب ہے۔) علمی تعمق..... کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ کو غیر معمولی تنگدستی پیش آئی۔ جس کی وجہ سے فقہائی کے پاس جانا پڑا۔ آپ نے اس سے کہا کہ اگر تو میرا مطالبہ پورا کرے تو میں تجھے فقہ کے دو مسئلے بتاؤں گا۔ اس نے انکار کر دیا۔

قیمت در گرانمایہ چہ دانند عوام حافظ گوہر یکداندہ جز بنحو اس

اتفاق کی بات فقہائی نے قسم کھائی کہ اگر میں اپنی لڑکی کے جہیز میں تمام وہ چیز نہ دوں جو دنیا میں ہے تو میری بیوی کو تین طلاق، اس کے بعد اس نے علماء سے حکم دریافت کیا تو سب نے یہی جواب دیا کہ حائض ہو گیا۔ کیونکہ یہ چیز ممکن ہی نہیں۔ اب وہ مجبور ہو کر امام محمد کے پاس آیا۔ آپ نے فرمایا کہ بوقت سوال میرا ارادہ یہی تھا کہ میں تجھے یہ مسئلہ اور اس کے ساتھ ایک اور مسئلہ بتاؤں گا۔ لیکن اب تو ایک ہزار اشرفیاں لوں گاتب بتاؤں گا۔ تعظیم الشان المسئلہ فقہائی نے ایک ہزار اشرفیاں دے دیں۔ آپ نے فرمایا کہ جہیز میں قرآن پاک دے دے تو قسم سے نکل جائے گا۔ علماء نے اس کی وجہ دریافت کی۔ آپ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے ”ولا تطب ولا یابس الا فی کتاب مبین۔“

فوقع هذا الجواب عند هم فی حیز القبول

علم در یست نیک باقیمت

جہل در دیست سخت بر در مان

تفقہ واستنباط..... امام شافعی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے آپ کے یہاں رات میں قیام کیا اور صبح تک نماز پڑھتا رہا۔ لیکن امام محمد رات بھر پہلو پر لیٹے رہے اور صبح ہونے پر بلا تجدید وضو نماز فجر ادا کر آئے۔ مجھے بات کھٹکی تو میں نے آپ سے اس کا تذکرہ کیا۔ آپ نے فرمایا کیا آپ یہ سمجھ رہے ہیں کہ میں سو گیا تھا۔ نہیں بلکہ میں نے کتاب اللہ سے تقریباً ایک ہزار مسائل کا استنباط کیا ہے۔ پس آپ نے رات بھر اپنے لئے کام کیا اور میں نے پوری امت کے لئے۔

اصحاب و تلامذہ..... آپ کے تلامذہ کی تعداد حد سے زیادہ ہے۔ بہت سے اکابر کے اسماء گرامی علامہ کوثری نے درج کئے ہیں۔ چند مخصوص تلامذہ کے نام یہ ہیں۔ ابو حفص کبیر احمد بن حفص عجل، ان سے امام بخاری نے امام اعظم اور ان کے اصحاب کا فقہ حاصل کیا ہے۔ ابو سلیمان موسیٰ بن سلیمان جوزجانی، ان سے صحاح ستہ کا سلسلہ مشرق سے مغرب تک پہنچا ہے ابو عبید قاسم بن سلام ہروی مشہور مجتہد کبیر ہیں۔ علی بن معبد جامع کبیر و جامع صغیر کے راویوں میں سے ہیں اور اصحاب صحاح ستہ کے استاذ ہیں۔ موسیٰ بن نصیر رازی، محمد بن سماعہ، معقل بن منصور، محمد بن مقاتل رازی، شیخ ابن جریر، یحییٰ بن معین غطفانی، جرح و تعدیل کے مشہور امام ہیں۔ ابو زکریا، یحییٰ بن صالح و حاکمی حمصی امام بخاری کے شیوخ شام میں سے ہیں۔ ابو جعفر علی بن صالح جرجانی، شعیب بن سلیمان کیسانی، ابراہیم بن رستم، ہشام بن عبید اللہ، عیسیٰ بن ابان، شداد بن حکیم وغیرہ خصوصی تلامذہ..... امام محمد کے خصوصی تلامذہ میں سے اسد بن الفرات متوفی ۲۱۳ھ ہیں جن کی امام محمد نے خصوصی اوقات میں تعلیم و تربیت کی ہے۔ ساری ساری رات ان کو تنہا لے کر بیٹھتے، پڑھاتے اور مالی امداد بھی کرتے تھے۔ آپ نے امام محمد سے امام ابو حنیفہ کے مسائل اور ابن القاسم سے امام مالک کے مسائل حاصل کر کے ۶۰ کتابوں کا ایک مجموعہ مرتب کیا جس کا نام اسدیہ رکھا۔ علماء مصر نے اس مجموعہ کی نقل لینی چاہی اور قاضی مصر کے ذریعہ سفارش کی۔ آپ نے اس کی اجازت دی اور چمڑے کے تین سو ٹکڑوں پر اس کی نقل کرائی گئی جو ابن القاسم کے پاس رہی۔ مدونہ نسخوں کی اصل بھی یہی اسدیہ۔ اسد

یہ ہے ان ہی اسد ابن القرات نے افریقہ میں امام ابو حنیفہ اور امام مالک کا مذہب پھیلایا اور یہی فاتح صفلیہ ہیں۔ انہوں نے ہی وہاں اسلام کو پھیلایا ہے۔

دوسرے خصوصی تلمیذ امام شافعی ہیں۔ جن کو عام اوقات درس کے علاوہ بھی امام محمد نے خاص طور سے تعلیم دی ہے اور قسم قسم کے احسانات سے نوازا ہے۔ آپ نے امام محمد سے ایک سختی اونٹ کے بوجھ کی برابر کتابوں کا علم حاصل کیا ہے۔ مالی امداد..... حافظ ذہبی نے اپنی تاریخ کبیر میں ابو عبیدہ سے نقل کیا ہے کہ میں نے امام شافعی کو دیکھا کہ امام محمد نے ان کو پچاس اشرفیاں دیں اور اس سے پہلے پچاس روپے اور دے چکے تھے اور کہا کہ اگر آپ علم حاصل کرنا چاہیں تو میرے ساتھ رہیں۔ ابن سماء کا بیان ہے کہ امام محمد نے امام شافعی کے لئے کئی بار اپنے اصحاب سے ایک ایک لاکھ روپے جمع کر کے دیئے۔ امام مزنی سے منقول ہے کہ امام شافعی فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں عراق میں قرضہ کی وجہ سے مجبوس ہو گیا۔ امام محمد کو معلوم ہوا تو آپ نے مجھ کو چھڑا لیا۔ ایک دفعہ امام شافعی نے امام محمد سے کچھ کتابیں عاریتہ طلب کیں آپ نے دینے میں دیر کی تو امام شافعی نے یہ اشعار لکھ کر آپ کے پاس بھیجے۔

ولمن كان رآه قد راي من قبله

قل لمن لم تر عين من راه مثله

لعله يذله لاهله لعله

العلم ينهى اهله ان يمنوه اهله

ابن جوزی نے ”منتظم“ میں نقل کیا ہے کہ امام محمد ان اشعار کو پڑھ کر اتنے مسرور و متاثر ہوئے کہ مطلوبہ کتابیں عاریتہ نہیں بلکہ ہدیۃ امام شافعی کے پاس بھیج دیں۔ اس واقعہ کو مع ابیات ابن عبد البر نے جامع بیان العلم میں اور صمیری وغیرہ نے بھی مع سند کے نقل کیا ہے۔

یہی ہے عبادت یہی دین و ایمان کہ کام آئے دنیا میں انساں کے انساں (اقبال)

حسن اعتراف..... یہی وجہ تھی کہ امام شافعی امام محمد کی حد سے زیادہ تعظیم اور نہایت واضح الفاظ میں ان کے علمی احسانات کا اظہار کرتے تھے۔ چنانچہ محدث خطیب بغدادی اپنی تاریخ میں امام شافعی سے ناقل ہیں۔ ”امن الناس على في الفقه محمد بن الحسن“ فقہ کے بارے میں مجھ سے زیادہ احسان محمد بن حسن کا ہے، حافظ سمعانی بولطی کی زبانی امام شافعی کے یہ الفاظ نقل کرتے ہیں۔ اعانني الله برجلين بابن عيينه في الحديث وبمحمد في الفقه“ اللہ تعالیٰ نے دو شخصوں کے ذریعہ میری معاونت فرمائی، ابن عیینہ کے ذریعہ حدیث میں اور امام محمد کے ذریعہ فقہ میں۔ ”علامہ کردری نے امام شافعی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ”علم اور اسباب دنیوی کے اعتبار سے مجھ پر کسی کا بھی اتنا بڑا احسان نہیں جس قدر امام محمد کا ہے۔“

عام طلباء کے ساتھ حسن سلوک..... امام محمد کے پاس مال کی اتنی فراوانی تھی کہ تین سو منیم مال کی نگرانی کے لئے مقرر تھے۔ لیکن اس جلیل القدر امام نے اپنے تمام مال و متاع محتاج طلباء پر لٹا دیا۔ یہاں تک کہ ان کے پاس صاف ستھری پوشاک بھی نہ رہی۔ امام ابو یوسف نے جب ان کو میلے کچیلے کپڑوں میں دیکھا تو ان کیلئے ایک نئی پوشاک بھیج دی۔ لیکن امام محمد کی بلند ہمتی نے اس کے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ یہ نعمتیں تم کو پہلے دے دی گئیں اور مجھ کو بعد میں ملنے والی ہیں معمولات زندگی..... محمد بن سلمہ کا بیان ہے کہ امام محمد نے رات کے تین حصے کر دیئے تھے۔ ایک حصہ سونے کیلئے، ایک نماز کیلئے اور ایک درس کیلئے۔ وہ بہت زیادہ جاگتے تھے۔ کسی نے کہا، آپ سوتے کیوں نہیں۔ فرمایا، میں کس طرح سو جاؤں جب کہ مسلمانوں کی آنکھیں ہم لوگوں پر بھروسہ کر کے سوئی ہوئی ہیں۔ امام طحاوی فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے استاذ قاضی ابن ابی عمر ان سے سنا ہے کہ امام محمد رات دن میں تہائی قرآن پاک کی تلاوت کیا کرتے تھے۔

وفات..... امام محمد ستاون سال کی عمر پا کر ۸۹ھ میں بزبان خسرویہ کہتے ہوئے

دل بگرفت از غربت تمنائے وطن دارم

زدنیا میر دو خسرو بزر لب ہی گوید

دنیا سے رخصت ہو گئے۔ جائے وفات شہری ہے۔

وفات کے بعد..... کسی نے آپ کو خواب میں دیکھا اور سوال کیا کہ نزع کے وقت آپ کی کیا حالت تھی۔ فرمایا میں اس وقت عبد مکاتب کے مسئلہ پر غور کر رہا تھا۔ اسی حالت میں میری روح نکل گئی اور مجھے محسوس بھی نہ ہو سکا۔ آپ سے جو یہ منقول ہے کہ آپ اپنی آخری عمر میں فرمایا کرتے تھے کہ مکاتب کے مسئلے نے مجھے اس دن کی تیاری سے محروم رکھا یہ آپ تو اعضا فرماتے تھے۔ ورنہ ظاہر ہے کہ آپ جیسے متقین کی ساری زندگی آخرت و عاقبت کی تیاری ہی میں گذرتی ہے۔ حسن خداداد..... قدرت نے امام محمد کو جس طرح باطنی اور معنوی محاسن سے مزین کیا تھا اسی طرح ان کو حسن ظاہری کی دولت سے بھی بافراط نواز تھا۔ نہایت شکیل و جمیل اور انتہائی حسین و خوبصورت گویا قول صائب کے صحیح مصداق تھے۔

ہلاک حسن خداداد اوشوم کہ سرپا چو شعر حافظ شیرازی انتخاب ندارد

اسی غایت حسن کی وجہ سے امام ابو حنیفہ ان کو مجلس درس میں اپنے پیچھے بٹھایا کرتے تھے۔

تصانیف..... آپ کی تصنیفات کی تعداد ایک ہزار کے قریب کہی جاتی ہے۔ اپنے کمرہ میں کتابوں کے ڈھیر کے درمیان بیٹھے رہتے اور رات دن کتابیں لکھتے تھے۔ دس رومی عورتیں نقل کتب پر مامور تھیں۔ اس طرح آپ نے ایک ادارہ کی برابر تصنیفی خدمت انجام دی ہے۔ آپ کی تصانیف میں حسب ذیل کتابیں زیادہ مشہور ہیں اور یہی کتابیں فقہ حنفی کی اصل اصول خیال کی جاتی ہیں۔ کیونکہ امام صاحب کے مسائل روایت ان میں مذکور ہیں۔ کل مسائل جو آپ نے قرآن و حدیث کی روشنی میں استنباط کئے ہیں (۱۰۷۰۱۰۰) ہیں۔

مبسوط

اس میں آپ نے امام ابو یوسف کے جمع کردہ مسائل کو خوبی و وضاحت کے ساتھ مرتب کیا ہے۔ اس کو اصل بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ آپ نے اس کو سب سے پہلے تصنیف کیا ہے۔

جامع صغیر

اس میں آپ نے امام ابو یوسف کی روایت سے امام اعظم کے تمام اقوال لکھے ہیں۔ کل (۱۵۳۲) مسائل ہیں۔ جن میں سے (۱۷۰) مسائل میں اختلاف رائے بھی کیا ہے۔ اس کی تقریباً چالیس شرح لکھی گئیں۔ متقدمین کے یہاں فقہ میں یہی کتاب درس میں پڑھائی جاتی تھی۔

جامع کبیر

اس میں آپ نے امام صاحب کے اقوال کے ساتھ امام ابو یوسف اور امام زفر کے اقوال بھی ذکر کئے ہیں اور ہر مسئلہ کی دلیل لکھی ہے۔ یہ جامع صغیر سے زیادہ شوار ہے۔ بعد کے فقہاء نے اصول فقہ کے مسائل بھی زیادہ تر اسی کتاب کی روشنی میں اخذ کئے ہیں۔ بڑے بڑے نامور فقہاء نے اس کی شرحیں لکھی ہیں۔ ان میں سے ۴۲ کا ذکر شفاء الننون میں ہے۔

زیادات

جامع کبیر کی تصنیف کے بعد جو فروع یاد آتے رہے وہ اس میں درج کئے ہیں۔ اس لئے اس کو زیادات کہتے ہیں۔

کتاب الحج

امام محمد امام اعظم کی وفات کے بعد مدینہ طیبہ تشریف لے گئے اور تین برس امام مالک کی خدمت میں رہے۔ ان سے موطا بھی پڑھی۔ اہل مدینہ کا طریق فقہ جدا تھا۔ بہت سے مسائل میں وہ لوگ امام ابو حنیفہ سے اختلاف رکھتے تھے امام محمد نے مدینہ طیبہ سے واپس ہو کر یہ کتاب لکھی، اس میں پہلے فقہی باب باندھتے ہیں۔ پھر اہل مدینہ کا قول نقل کرتے ہیں اور احادیث و آثار اور قیاس ثابت کرتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ کا مذہب رائج اور صحیح ہے۔

سیر صغیر

یہ کتاب سیر پر ہے۔ امام اوزاعی نے اس کو دیکھا تو تعریف کی مگر بطور طنز یہ بھی کہا کہ ”اہل عراق کو فن سیر سے نسبت۔“ امام محمد نے یہ جملہ سنا تو سیر کبیر لکھنی شروع کی۔

سیر کبیر۔ اس کو ساٹھ ضخیم اجزاء میں مرتب کیا اور تیاری کے بعد ایک خچر پر لدوا کر خلیفہ ہارون الرشید کے پاس لے جانے کا ارادہ کیا۔ خلیفہ کو خبر ہوئی تو اس نے ازراہ قدر دانی شہزادوں کو استقبال کے لئے بھیجا اور ان کو ہدایت کی کہ امام محمد سے اس کی سند حاصل کریں۔ امام اوزاعی نے بھی اس محققانہ کتاب کی بہت تعریف کی۔

رقات وغیرہ۔ رقبہ کے قیام میں جو فقہ کا مجموعہ تیار کیا وہ رقات کہلاتا ہے۔ اسی طرح اور کتابیں کیسانیات، جرجانیات، ہارونیات وغیرہ۔ لیکن یہ کتابیں اصطلاح فقہاء میں ظاہر الروایۃ میں داخل نہیں۔ بلکہ کتاب الحج اس سلسلہ سے خارج ہے۔ الاحتجاج علی مالک

موطا امام محمد..... حدیث کی مشہور کتاب ہے جو امام مالک کی دوسری موطاؤں سے علمی و فنی اعتبار سے زیادہ بلند پایہ ہے۔ اس میں احادیث مرفوعہ اور موقوفات صحابہ مسند و مرسل روایات کی مجموعی تعداد (۱۱۸۵) ہے۔ جس میں (۱۰۰۵) تو امام مالک سے اور (۱۷۵) دوسرے طریق سے ہیں۔ جن میں (۱۳) امام ابو حنیفہ سے ہیں اور (۴) قاضی ابو یوسف سے اور بقیہ دیگر حضرات سے مروی ہیں۔

چونکہ امام محمد نے اپنی موطا میں بہت سے آثار و روایات اور اہل کو امام مالک کے علاوہ دوسرے حضرات سے نقل کیا ہے اس لئے مجاز اس کا انتساب امام محمد ہی کی طرف ہونے لگا۔

(۱۵) صاحب الجامع الصحیح

سالمہ اباید کہ تائیک سنگ اصلی ز آفتاب لعل باشد در بد خشاں یا عقیق اندر یمن

نام و نسب..... ابو عبد اللہ کنیت، محمد نام، امیر المؤمنین فی الحدیث لقب ہے۔ سلسلہ نسب یہ ہے۔ محمد بن اسماعیل، بن ابراہیم، بن المغیرہ، بن البرزہ الجعفی، برزہ فارسی کلمہ ہے۔ دہقان بخارا کی لغت میں کاشتکار یا کارندہ کو کہتے ہیں۔ امام بخاری کو دلاء کی طرف نسبت کر کے جعفی کہتے ہیں۔

تحقیق برزہ..... برزہ بن براء و سکون راء و سکون زاء و فتح باء ہے۔ حافظ ابن حجر نے مقدمہ فتح الباری میں اسی طرح ضبط کیا ہے اور کہا ہے کہ یہی مشہور ہے، ابن ماکولانے بھی اسی پر جزم ظاہر کیا ہے، مولانا بدر عالم صاحب ترجمان السنۃ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ عام طور پر مورخین و شارحین نے اس لفظ کو اسی طرح (برزہ) ضبط کیا ہے اور اس کے معنی کسان لکھے ہیں لیکن روس کے ایک مشہور عالم تہ میری مکاتبت ہوئی تو انہوں نے اس لفظ کی صحیح تعریف برزہ قرار دی۔ یعنی آل کے بعد الف اور زائد ہے اور اس کے معنی صیقل و ماہر کے بتائے یہ تصریف و نحو کے بہت بڑے عالم ہیں اور ان بلاد کی زبانوں سے پورے طور پر واقف ہیں اس لئے ان کی تحقیق قابل اعتماد ہے۔ ابن خلکان نے بعض لوگوں سے برزہ کا نام ”ماگولہ“ بھی نقل کیا ہے۔

خاندانی حالات..... امام صاحب کا نسب ایک پارسی خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ جس کے اراکین خسروان ایران کے عہد حکومت میں ممتاز اور جلیل القدر عہدوں پر مامور ہوتے رہے۔ آپ کے والد بزرگوار کے پردادا ”برزہ“ مجوسی مذہب

کے متبع تھے اسی مجوسیت پر انہوں نے انتقال کیا۔ اے ان کے صاحبزادے مغیرہ پہلے شخص ہیں جو حاکم بخارا ایمان بن احنس جعفی کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئے۔ چونکہ اس زمانہ کا دستور تھا کہ جو شخص کسی کے ہاتھ پر مسلمان ہوتا تھا اس کو اسی کے قبیلہ سے منسوب کرتے تھے۔ اس لئے امام موصوف جعفی مشہور ہوئے ورنہ جعفی خاندان سے آپ کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

والد بزرگوار اور جد امجد..... امام صاحب کے دادا اور ان کے والد کا حال بھی ”بردزبہ“ کے تفصیلی حالات کی طرح سے تاریکی میں ہے، آپ کے پردادا مغیرہ کے فرزند ”ابراہیم“ کے متعلق حافظ ابن حجر نے مقدمہ فتح الباری میں اور انہی کی پیروی کرتے ہوئے علامہ قسطلانی شارح مقدمہ نے لکھا ہے کہ مجھے ان کی زندگی کے حالات معلوم نہیں ہو سکے البتہ ابراہیم کے صاحبزادے، امام موصوف کے والد ”اسماعیل“ کے بارے میں حافظ ذہبی نے تاریخ الاسلام میں لکھا ہے کہ وہ علماء اقیاء میں سے ایک متمول و متورع اور جید عالم تھے جو ابو معاویہ سے راوی ہیں اور ان سے احمد بن جعفر اور نصر بن حسین وغیرہ راوی ہیں۔ حافظ نے ابن حبان کی کتاب الثقات سے نقل کیا ہے کہ طبقہ رابعہ کے مشہور محدثین میں سے تھے، ان کے شیوخ میں امام مالک اور حماد بن زید وغیرہ ہیں لیکن عبداللہ بن مبارک کی خدمت میں رہنے کا زیادہ موقع ملا تھا۔ امام بخاری تاریخ کبیر میں فرماتے ہیں کہ میرے والد اسماعیل نے امام مالک اور حماد بن زید کو دیکھا، ابن مبارک سے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا اور امام مالک سے حدیث سنی۔ علامہ قسطلانی نے احمد بن حفص سے نقل کیا ہے وہ آپ کے تورع کے متعلق فرماتے ہیں کہ میں ابوالحسن اسماعیل بن ابراہیم کی خدمت میں ان کی حالت نزاع کے وقت حاضر ہوا تو آپ کو یہ کہتے ہوئے سنا ”لا اعلم فی جمیع مالی درهما من شہتہ“ کہ خدا کا شکر ہے میرے پاس ایک بھی مشکوک درہم نہیں ہے۔ اس پر احمد بن حفص کہتے ہیں ”فتصا عزت الی نفسی عند ذلک۔“

سن پیدائش..... امام بخاری ۱۳ شوال ۱۹۲ھ میں جمعہ کے دن بعد نماز جمعہ پیدا ہوئے۔

تاریخ گنبد یرینہ درے پیدا شد

زندگی گفت کہ در خاک پتیدم ہمہ عمر
جائے پیدائش شہر بخارا ہے جو بقول علامہ قرمانی مجمع الفقہاء، معدن الفضلاء، منشاء العلماء، قبۃ الایمان، کرسی ملوک بنی سامان اور بلاد اسلام کا حسین ترین شہر ہے۔ آپ کمزور جسم کے تھے، نہ دراز قامت نہ کوتاہ قد بلکہ درمیانہ قدر رکھتے تھے۔

والد کی مستجاب دعا..... مورخ غبار نے تاریخ بخارات میں اور لاکانی نے شرح السنہ میں ذکر کیا ہے کہ آپ بچپن ہی سے نابینا ہو گئے تھے جس کی وجہ سے ان کی والدہ کو سخت قلق رہتا تھا اور وہ نہایت گریہ وزاری سے خدائے تعالیٰ کی جناب میں ان کی بصارت کے لئے دعا کیا کرتی تھیں، ایک مرتبہ شب کو ان کی والدہ نے حضرت ابراہیمؑ کو خواب میں دیکھا آپ فرما رہے ہیں کہ حق تعالیٰ نے تیری گریہ وزاری اور کثرت دعا کے سبب سے تیرے فرزند کو بصارت عطا فرمادی، جب وہ صبح کو اٹھیں تو اپنے لخت جگر کی آنکھوں کو روشن اور بینا پایا۔

اے صاحب مشاہید اسلام نے لکھا ہے کہ آفتاب اسلام کی شاعین نے جب ایران کی سزمین کو اپنی تنویر سے روشن کر دیا تو آپ کا سینہ بھی اس خورشید عالم تاب کے الواء سے مستنیر ہوا اور آپ حلقہ بلوش ملت بیضاء ہو گئے۔ لیکن موصوف نے اس کا کوئی حوالہ پیش نہیں کیا۔ ۱۲

قال الحافظ اسلم ولده المغیرہ علی ید الیمان الجعفی والی بخارا تنسب الیہ نسبتہ ولاء عملا بمذہب من یری ان من اسلم علی یدہ شخص کان ولاءہ له وانما قیل له الجعفی لذلك ۲۵ھ

عبداللہ بن المبارک امام ابو حنیفہ کے تلامذہ میں سے ہیں لیکن تعجب ہے کہ حافظ ابن حجر نے اس کا کوئی تذکرہ نہیں کیا۔ وقد ذکرہ فہم صاحب تہذیب الکمال ۱۲

بذلك جزم النووی فی الشرح والحافظ فی المقدمتہ وجماعتہ من العلماء وقال ابن کثیر ”لیلئہ الجمعۃ“ وقال ابو یعلی الخلیلی فی کتاب الارشاد ”لائتی عشرہ لیلئہ“

امام صاحب کا بچپن..... امام بخاری ابھی کم عمر ہی تھے کہ سر سے باپ کا سایہ اٹھ گیا اور آپ در یتیم بن کر والدہ کے آغوش عاطفت میں پرورش پاتے رہے۔ آپ کے وہ افعال و حرکات جو عالم طفولیت میں صادر ہوئے ان تمام ہم جویوں سے بالکل جدا تھے جن میں آپ لہو و لعب کی غرض سے شرکت فرماتے تھے۔ گویا شیخ سعدی نے یہ شعر آپ ہی کے حق میں کہا تھا۔

بالائے سرش زہو شمندی می تافت ستارہ بلندی

آغاز تعلیم اور ابتدائی دور..... آپ نے ابتدائی تعلیم اپنی والدہ محترمہ کی تربیت و نگرانی میں حاصل کی۔ احادیث یاد کرنے کا شوق و شغف بچپن ہی سے تھا۔ جب عمر کے نو درجے طے کر چکے اور دسویں سال میں قدم رکھا تو تحصیل علم کا شوق آپ کو کشاں کشاں علمی درس گاہوں میں لے گیا اور جب یہ معلوم ہوا کہ بخارا میں امام داخلی علماء حدیث میں سے ہیں تو ان کی خدمت میں آمد و رفت شروع کی، ایک روز کا واقعہ ہے کہ امام داخلی اپنے نسخے میں سے لوگوں کو احادیث سنارہے تھے۔ اثناء درس میں ان کی زبان سے نکلا ”سفیان عن ابی الزبیر عن ابراہیم۔“ بخاری فوراً بول پڑے، حضرت ابوالزبیر تو ابراہیم سے روایت نہیں کرتے، داخلی نے ان کی بات کو تسلیم نہ کیا تو آپ نے کہا کہ اصل بیاض ملاحظہ فرمائیں، چنانچہ امام داخلی اپنے مکان تشریف لے گئے اور اصل نسخہ پر نظر ڈالی پھر بخاری کو بلا کر کہا کہ میں نے اس وقت جو پڑھا تھا بے شک وہ غلط تھا۔ اب آپ بتلائیں کہ صحیح کس طرح ہے۔ بخاری نے کہا، صحیح سفیان عن الزبیر بن عدی عن ابراہیم ہے۔ امام داخلی یہ سن کر حیران رہ گئے اور کہا واقعی ایسا ہی ہے پھر قلم اٹھا کر داخلی نے قرآن کے نسخے کی تصحیح کی۔ یہ واقعہ امام بخاری کی عمر کے گیارہویں سال کا ہے۔

دیکھ چھوٹوں کو ہے اللہ بڑائی دیتا آسمان آنکھ کے تل میں ہے دکھائی دیتا (ذوق)

جب آپ سولہ سال کے ہوئے تو عبداللہ بن المبارک کی تمام کتابیں یاد کر لیں اور وکیع کے نسخے بھی ازبر کر لئے۔ زیارت حرملین..... پھر اپنی والدہ محترمہ اور بھائی احمد کے ہمراہ برائے حج مکہ معظمہ تشریف لے گئے۔ حج سے فراغت پائی تو ان کی والدہ اور بھائی وطن واپس ہو گئے اور خود بلاد حجاز میں طلب حدیث کیلئے رک گئے۔ علامہ کرمانی نے جو یہ کہا ہے ”حج بہ ابوہ و ہوا قام بمکتہ فی طلب العلم“ یہ سبقت قلم یا تحریف ناخین ہے و کذا مافی تذکرۃ الحفاظ۔ جمع مع امہ و اختہ سماع حدیث و طالب فقہ کیلئے اسفار..... امام بخاری نے تحصیل حدیث اور زیارت علماء کے لئے دور دراز کے سفر کئے اور ہمیشہ سخت سے سخت مصیبتوں کو برداشت کرتے رہے لیکن آپ کی ہمت عالی نے راحت جسمانی کو علمی شوق پر غالب نہ ہونے دیا اور ایک روز ان مصائب کے معاوضہ میں انہیں آسمان علم و فضل کا روشن آفتاب بنا کر چھوڑا جس کی منور شعاعوں سے یہ دنیا قیامت تک روشن رہے گی۔

قاضی ابن خلکان اپنی مشہور تصنیف ”وقیات الاعیان“ میں رقم طراز ہیں کہ امام صاحب مصر و شام میں استفادہ حدیث کی غرض سے دوبارہ گئے۔ حجاز میں متواتر چھ سال تک قیام کیا، کوفہ اور بغداد میں جو علماء کا مسکن تھا بارہا گئے۔ بصرہ چار مرتبہ گئے اور بعض مرتبہ پانچ پانچ برس تک اقامت پذیر رہے۔ صرف لیام حج میں زیارت کعبہ کی غرض سے سفر کرتے اور بعد فراغت پھر بصرہ چلے آتے۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ امام بخاری کے سفر کا آغاز ۲۱۰ھ سے ہوا اور انہوں نے تحصیل علم حدیث و فقہ کیلئے مختلف دور دراز مقامات کے سفر طے کئے اور بڑے بڑے محدثین و فقہاء سے علم حاصل کیا۔ چنانچہ بخ گئے اور مکی بن ابراہیم کے شاگرد ہوئے جو امام اعظم کے تلمیذ خاص تھے۔ ان سے اپنی تصحیح میں گیارہ ثلاثی احادیث روایت کی ہیں۔ بغداد میں معلی بن منصور کے شاگرد ہوئے جو بقول امام احمد امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد کے تلمیذ تھے۔ محی بن سعید القطن (تلمیذ امام اعظم) کے تلمیذ خاص امام احمد اور علی بن المدینی کے شاگرد ہوئے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں علی بن المدینی سے بہ کثرت روایات موجود ہیں۔ بصرہ پہنچ کر ابو عاصم النبیل کے شاگرد ہوئے۔ جن سے امام بخاری نے چھ روایات اعلیٰ درجہ کی روایت کی

ہیں جو ثلاثیات کہلاتی ہیں، ان کے علاوہ تین ثلاثیات محمد بن عبد اللہ انصاری سے روایت کی ہیں جو بتصریح منسوب بغدادی صاحبین کے تلمیذ اور حنفی تھے۔ ان کے علاوہ مرد میں علی بن شقیق وغیرہ سے، کوفہ میں عبید اللہ بن موسیٰ وغیرہ سے مکہ میں ابو عبد الرحمن المقرئ وغیرہ سے، مدینہ میں عبد العزیز اولیٰ وغیرہ سے، واسط میں عمرو بن محمد وغیرہ سے، مصر میں معبد بن ابی مریم وغیرہ سے، دمشق میں ابو مسر وغیرہ سے، قیساریہ میں محمد بن یوسف فریابی وغیرہ سے، عسقلان میں آدم بن ابی لیاں وغیرہ سے اور حمص میں ابو المغیرہ وغیرہ سے حدیث کی سماعت کی۔ حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ امام بخاری آٹھ مرتبہ بغداد آئے۔ ہر مرتبہ امام احمد بن حنبل بغداد کے قیام پر اصرار کرتے رہے۔

اخذ حدیث میں غایت احتیاط..... صاحب نزہۃ المجالس نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ امام بخاری طلب حدیث کی خاطر کسی محدث کے پاس گئے، دیکھا کہ ان کا گھوڑا ہاتھ سے چھوٹ کر بھاگ نکلا تو محدث نے اس کو اپنی چادر کا پلہ اس طرح دکھلایا جیسے اس میں دانہ ہے۔ چنانچہ گھوڑا یہ دیکھ کر واپس آگیا اور محدث نے اس کو آسانی سے پکڑ لیا، امام بخاری نے یہ تماشا دیکھ کر محدث سے پوچھا، کیا آپ کی چادر کے پلہ میں دانہ تھا۔ محدث نے کہا نہیں بلکہ اس تدبیر سے گھوڑے کو واپس کرنا تھا امام بخاری نے فرمایا، لا آخذ الحدیث عن من یکذب علی البہائم کہ میں اس شخص سے حدیث نہیں لے سکتا جو چوپاؤں کو دھوکا دیتا ہے۔

شیوخ و اساتذہ..... شیوخ و اساتذہ کی تعداد بہت زیادہ ہے، کہا جاتا ہے کہ آپ کے اساتذہ کی کل تعداد ایک ہزار سے زیادہ ہے۔ خود امام بخاری کا بیان ہے کہ میں نے ایک ہزار اسی آدمیوں سے حدیثیں لگھیں۔ ان میں سب کے سب محدث تھے۔ وقال ایضاً لم اکتب الا عین قال الایمان قول وعمل

اگرچہ اس امر کا تفصیلی حال معلوم نہیں ہو تا کہ امام صاحب نے ابتداء میں کن کن مشائخ سے فن حدیث حاصل کیا تھا لیکن اس قدر مسلم ہے کہ ان کا فضل و کمال اسحاق بن راہویہ اور علی بن المدینی کے تذریس کا زیادہ رہن منت ہے، حافظ ابن حجر نے ان کے شیوخ کے پانچ طبقے قائم کئے ہیں۔

(۱) تبع تابعین۔ مثلاً محمد بن عبد اللہ انصاری، ابو عاصم النبیل، مکی بن ابراہیم، عبید اللہ بن موسیٰ، ابو نعیم خلاز بن محیی، علی بن عیاش، عصام بن خالد وغیرہ۔

(۲) تبع تابعین کے وہ معاصر جنہوں نے کسی ثقہ تابعی سے حدیث کی روایت نہیں کی جیسے آدم بن ابی لیاں ابو مسر عبد الا علی بن مسر، سعید بن ابی مریم، ایوب بن سلیمان بلال وغیرہ

(۳) امام صاحب کے اساتذہ۔ ان میں وہ لوگ شمار ہیں جن کو کبار تبع تابعین سے اخذ حدیث کا موقع ملا۔ جیسے قتیبہ بن سعید، احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، سلیمان بن حرب، نعیم بن حماد، علی بن المدینی، محیی بن معین، ابو بکر بن ابی شیبہ، عثمان بن ابی شیبہ وغیرہ، اس طبقہ سے اخذ تحصیل میں امام مسلم بھی شریک ہیں۔

(۴) ہم عصر فقط جیسے محمد بن سخی ذہلی، ابو حاتم رازی، محمد بن عبد الرحیم صاعقہ، عبد بن حمید، احمد بن النضر وغیرہ

(۵) وہ معاصرین جو امام صاحب کے تلامذہ کی صف کے تھے، ان سے بھی بعض مرتبہ انہوں نے روایت کی ہے۔ جیسے عبد اللہ بن حماد آملی، عبد اللہ بن ابی العاص خوارزمی، حسین بن محمد قبانی وغیرہ کہ امام بخاری نے ان سی بھی قدر یسر

روایت کیا ہے جس میں حضرت وکیع کے قول پر عمل کیا ہے۔ موصوف فرماتے ہیں ”لایکون الرجل عالماً حتی یحدث عن ہو فوقہ و عن ہو مثلہ و عن ہو دونہ۔“ کہ آدمی اس وقت عالم (کامل) نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے سے مافوق اور اپنے برابر اور اپنے سے کم درجہ کے لوگوں سے روایت نہ کرے، خود امام بخاری کا قول ہے ”لایکون المحدث کاملاً حتی یکتب

عن ہو فوقہ و عن ہو مثلہ و عن ہو دونہ۔“

الغرض امام بخاری کے شوق علم کا یہ عالم تھا کہ شام، عراق، مصر، بغداد، خراسان وغیرہ میں کوئی محدث ایسا نہ تھا جس کے خرمن فیض سے آپ نے خوشہ چینی نہ کی ہو، ہم نے اصحاب صحاح کے ان اساتذہ و شیوخ کی فہرست مرتب کی تھی جن سے صحاح ستہ میں روایات کی تخریج ہے۔ لیکن طوالت کے خوف سے قلمزد کردی۔

درس و تدریس..... امام بخاری ۸۱ سال کی عمر میں فاضل اجل ہو گئے تھے اور آپ کے علمی تجربہ کی شہرت ایسی عام ہو چکی تھی کہ مسافت بعیدہ سے لوگ بغرض سمع حدیث آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے، شروع میں آپ نے بغرض رفاه عام محمد بن یوسف کی ڈیوڑھی میں درس کے لئے نشست اختیار کی تھی، بقول آپ کے شاگرد کے یہ زمانہ آپ کے عنقوان شباب کا تھا۔ اس کے بعد جہاں بھی گئے درس کا ڈنکا بجادیا۔ چنانچہ آپ نیشاپور پہنچ کر درس و تدریس میں مشغول ہوئے۔ علمائے وقت اکثر اوقات خدمت میں موجود رہتے۔ بالخصوص امام مسلم توروزانہ حاضر خدمت ہو کر آپ کے خرمن فیض سے خوشہ چینی کرتے تھے، ایک روز امام صاحب کی جامعیت علمی و کمال قابلیت سے متاثر ہو کر بے اختیار آپ کی پیشانی کا بوسہ لے لیا اور کہا کہ اے ملک حدیث کے بادشاہ! مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ کے قدم چومنے کی عزت حاصل کروں۔ امام ذہبی نے جو امام مسلم کے استاد اور نیشاپور کے باوقار محدث تھے اپنے شاگردوں کو اجازت دے دی تھی کہ امام صاحب کے انوار کمالات سے مستیز ہوں، امام صاحب کے حسن خلق اور کمال علم نے انہیں اس قدر گرویدہ کر لیا کہ امام ذہبی اور دوسرے محدثین نیشاپور کی مجلسوں کا رنگ پھیکا پڑ گیا۔ جس حلقہ میں چند روز پہلے کئی کئی سو متعلمین ہوتے تھے وہاں صرف دس بارہ ہی حاضر ہوئے۔ حاکم نیشاپوری لکھتے ہیں کہ آپ نے بصرہ میں فروکش ہو کر معاصرین کے لئے باران رحمت کا کام دیا اور اخاف کیلئے بھی اپنی تصانیف کا ایک بیش بہا ذخیرہ مذہبی کتب خانہ میں چھوڑ گئے۔ یوسف بن موسیٰ کا بیان ہے کہ ایک دن میں نے بصرہ کی گلیوں میں کسی شخص کو پکارتے ہوئے سنا کہ اے شائقان علم ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری آج کل بصرہ میں تشریف فرما ہیں جو شخص آپ کی زیارت کا مشتاق ہو وہ جامع مسجد بصرہ میں حاضر ہو جائے۔ یہ سنتے ہی میں جامع مسجد میں آ گیا۔ امام صاحب کی زیارت کیلئے اس وقت بہت سے علماء و فضلاء موجود تھے۔ ایک جوان آدمی ستون کی آڑ میں نماز پڑھ رہا تھا، دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ محمد بن اسماعیل بخاری یہی ہیں۔ جب آپ نماز سے فارغ ہو چکے تو علماء آپ کی ملاقات سے شرف اندوز سعادت ہوئے اور حاضرین کے ایک بڑے گروہ نے درخواست کی کہ آج ہمیں اپنے علم سے مستفیض ہونے کا موقعہ دیجئے۔ آپ نے ان کی التجا قبول فرمائی تو دوبارہ مسجد میں اعلان ہوا کہ محمد بن اسماعیل بخاری بصرہ میں تشریف لائے ہیں ہم نے ان سے تدریس کی التجا کی تھی جو منظور کر لی گئی کل فلاں مقام پر امام صاحب حدیثیں لکھوانے کیلئے تشریف لائیں گے۔ شائقین حدیث وہاں حاضر ہوں۔ چنانچہ دوسرے روز مقام مقررہ پر محدثین، فقہاء اور اہل مناظرہ کئی ہزار کی تعداد میں جمع ہو گئے تو امام صاحب نے فرمایا۔ اے علماء بصرہ! تم نے مجھ سے حدیثیں لکھوانے کا سوال کیا ہے جسے میں نے بسر و چشم منظور کر لیا سو آج میں تمہارے سامنے وہ حدیثیں پیش کروں گا جن کے راوی تمہارے ہی شہر کے رہنے والے ہیں مگر تم کو ان کی خبر نہیں، اس فقرہ سے حاضرین کے استعجاب کی کوئی حد نہ رہی اور ان کو امام بخاری کی وسعت علم اور اپنی کم مائیگی کے موازنہ کا موقع مل گیا۔ ان کی نگاہیں اب امام بخاری کے مبارک چہرہ پر تھیں اور کان اس آواز کے سننے کے مشتاق تھے جس سے سرمایہ علم میں اضافہ ہو، اس کے بعد امام صاحب نے جو حدیثیں بیان کیں ان سب کے رواۃ اہل بصرہ تھے۔

شہر میں کھولی ہے حالی نے دوکان سب سے الگ

مال ہے نایاب پر گاہک ہے اکثر بے خبر

اصحاب و تلامذہ..... آپ کے تلامذہ اور مستفیدین کا حلقہ نہایت وسیع تھا۔ فربری کہتے ہیں کہ آپ سے براہ راست نوے ہزار آدمیوں نے جامع صحیح کو سنا تھا، آپ کے شاگردوں میں بڑے پایہ کے علماء و محدثین تھے۔ مثلاً حافظ ابو عیسیٰ ترمذی، ابو عبد الرحمن نسائی، مسلم بن حجاج وغیرہ جو حدیث کے ارکان ستہ کے جلیل القدر رکب ہیں، ابو زرہ، ابو حاتم، ابن خزمہ، محمد

بن نصر مروزی، ابو عبد اللہ فربری وغیرہ بھی آپ کے تلامذہ میں ہیں جو آگے چل کر خود بڑے پایہ کے محدث ہوئے۔ غیر معمولی حافظہ..... امام بخاری نہایت قوی الحافظ تھے۔ استاد سے جو حدیث بھی سنتے فوراً زبانی یاد ہو جاتی۔ جب ان کے زمانہ طالب علمی اور صرف استماع حدیث پر اکتفا کرنے پر غور کیا جاتا ہے تو تعجب ہی نہیں بلکہ حیرت ہوتی ہے کہ فیاض ازل نے انہیں کس قسم کا دماغ عطا فرمایا تھا، انسائیکلو پیڈیا کے مصنف نے امام بخاری کے کمال حفظ کے متعلق لکھا ہے کہ ”امام بخاری کا استحضار اس غضب کا تھا کہ معاصرین ائمہ تک کو وہ ایک کرامت نظر آتا تھا۔ کہتے ہیں کہ بچپن ہی میں ان کو ستر ہزار حدیثیں یاد تھیں، جس کتاب پر ایک نظر ڈالتے وہ حافظہ میں محفوظ ہو جاتی تھی، ابن عدی نے اپنی سند کے ساتھ امام بخاری سے نقل کیا ہے کہ مجھے ایک لاکھ صحیح احادیث اور دو لاکھ غیر صحیح احادیث یاد ہیں۔

بے نظیر حافظہ کے چند ہوشربا واقعات..... (۱) سلیمان بن مجاہد بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں محمد بن سلام بیکندی کے پاس بغرض ملاقات آیا۔ انہوں نے فرمایا کہ اگر تم کچھ دیر پہلے آگئے ہوتے تو میں تمہیں ایک ایسا بچہ دکھاتا جس کو ستر ہزار حدیثیں زبانی یاد ہیں۔ حسن اتفاق اسی روز امام بخاری سے ملاقات ہو گئی تو انہوں نے امام صاحب سے دریافت کیا، کیا آپ کو ستر ہزار حدیثیں حفظ ہیں۔ آپ نے فرمایا مجھے اس سے بھی زیادہ مرویات محفوظ ہیں اور جس قدر صحابہ اور تابعین سند حدیث کے ضمن میں مذکور ہوتے ہیں ان کے سن ولادت، مولد، مسکن اور مختصر سی سوانح عمری سے بھی واقف ہوں، نیز جن حدیثوں کو میں نقل کرتا ہوں اس کا قرآن اور دوسری حدیثوں سے بھی ثبوت پیش کر سکتا ہوں۔

(۲) حاشد بن اسماعیل جو آپ کے زمانہ کے محدث ہیں کہتے ہیں کہ امام بخاری طلب حدیث کے لئے میرے ہمراہ شیوخ وقت کی خدمت میں آمد و رفت رکھتے تھے لیکن ان کے پاس قلم دوات نہ ہوتا تھا اور نہ وہاں کچھ لکھتے تھے۔ میں نے ان سے کہا کہ جب تم حدیث کو سن کر لکھتے نہیں تو تمہارے آنے جانے سے کیا فائدہ۔ سولہ دن کے بعد امام بخاری نے مجھ سے کہا آپ لوگوں نے مجھے بہت تنگ کر دیا، آؤ اب میری یاد کا اپنی نوشتوں سے مقابلہ کرو، اس مدت میں ہم نے پندرہ ہزار حدیثیں لکھی تھیں۔ امام بخاری نے وہ تمام حدیثیں پوری صحت کے ساتھ اس طرح سنائیں کہ میں خود اپنی لکھی ہوئی احادیث کو ان سے صحیح کرتا گیا۔ اس کے بعد آپ نے کہا، تم یہ خیال کرتے ہو کہ میں بے فائدہ سرگردانی اور تضییع اوقات کرتا ہوں، یاد رکھو کہ میرا حدیث اور سندوں کو پیرایہ تحریر میں لانے میں کوئی تاہی کرنا میری علمی معلومات کے لئے کسی طرح مضرت رساں نہیں ہو سکتا۔ آپ کے اس غیر معمولی حافظہ سے ہمارے استعجاب کی کوئی حد نہ رہی اور ہمیں کامل یقین ہو گیا کہ آپ سے کوئی ہم سبق مسابقت نہیں کر سکتا۔

(۳) جب آپ سمرقند تشریف لے گئے تو چار سو علماء نے آپ کو مغالطہ دینے کی غرض سے سات روز تک کمیٹیاں کیں، جس میں یہ امر بذریعہ شوری طے پا گیا کہ سو حدیثوں کی اسناد اور متون میں تغیر کر دیا جائے چنانچہ متون اور اسناد میں غیر معمولی تغیر و تبدل کر دیا گیا اس طور پر کہ محدثین عراق میں بھی اور سلسلہ شام میں مصری اور یمنی روایوں میں حجازی اور حجازیوں میں یمنی محتلط کر دیئے۔ جس سے خود مغالطین کو ان احادیث کی تقلید میں دشواری پیدا ہو گئی، لیکن جب وہ حدیثیں، امام بخاری کے سامنے پیش کی گئیں تو آپ نے با آسانی اس گتھی کو منٹوں میں سلجھا دیا۔

رہے ہیں اور بھی فرعون میری گھات میں اب تک مگر کیا غم ہے میری آستیں میں ہے ید بیضاء جب آپ بغداد تشریف لے گئے تو آپ کے بے مثال علمی تجربے نے فوراً شہرت حاصل کر لی۔ محدثین بغداد نے آپ کے معیار حافظہ اور یادداشت کا امتحان لینے کے لئے ایک سو حدیثوں کے متون اور سندوں کو تبدیل کر کے محتلط کر دیا اور دس آدمیوں نے ان حدیثوں کو پیش کرنے کی اس شرط کے ساتھ ذمہ داری لی کہ انہیں سنا کر ضعف و صحت کی نسبت بھی سوال کریں گے۔ محدثین بغداد کے اس مشورہ کی خبر مشہور عام ہوتے ہی اہل بغداد اور خراسانیوں کا جلسہ میں ازدہام ہو گیا اور ہر

شخص نے یکے بعد دیگرے ان مختلف حدیثوں کو امام بخاری کے سامنے پڑھنا شروع کر دیا، امام بخاری ہر ایک پر لا لاری کہتے اور لا علمی کا اظہار کرتے رہے۔ جب سب لوگ حدیثیں پیش کر چکے تو امام بخاری نے ہر متن کو اس کی اصلی سند اور ہر سند کو اس کے اصلی متن کے ساتھ ملحق کر کے ترتیب وار سنایا۔

اللہ رے تیرا حافظہ کیا یاد غضب ہے۔

لوگ یہ سن کر دنگ رہ گئے اور آپ کے علم و فضل کا ان کو لوہا مانا پڑا۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ تعجب اس پر نہیں ہے کہ صحیح و غلط میں امتیاز کر دیا بلکہ کمال یہ ہے کہ ان لوگوں نے جس ترتیب سے روایات کو غلط شکل میں پیش کیا تھا اس کو بھی بیان کر دیا۔

باطل سے دبنوالے اے آسمان نہیں ہم سوار کر چکا ہے تو امتحان ہمارا

(۵) اسحاق بن راہویہ سربر آوردہ علماء میں شمار ہوتے تھے لیکن ان کے پاس حدیث کا اس قدر سرمایہ تھا جتنا کہ امام بخاری کے خزانہ دماغ میں محفوظ تھا، ایک دفعہ ابن راہویہ نے جمعہ کے روز خطبہ پڑھتے ہوئے ایک حدیث کی سند میں غلطی کی، امام بخاری بھی مسجد میں خطبہ سن رہے تھے آپ نے اسی وقت روک دیا اور انہوں نے اپنی غلطی تسلیم کر لی۔

(۶) یحییٰ ابن راہویہ جن کو اپنی ہمہ دانی پر ایک حد تک فخر کرنا بجا تھا امام بخاری سے اپنی نسبت کہنے لگے کہ میں ایسے شخص سے واقف ہوں جس کے خزانہ دماغ میں ستر ہزار حدیثیں ہیں۔ امام بخاری نے کہا کہ اس نگار خانہ میں ایک اور شخص ہے جو دو لاکھ حدیثوں پر عبور رکھتا ہے۔

سجدہ گاہ سرکشان دہر ہے یہ آستان تیرے در پر ان کے مغرور نے سر رکھ دیا

علمائے اعلام کا حسن اعتراف امام بخاری کے اعتراف فضل و کمال میں علماء کے بکثرت اقوال ہیں۔ بطور نمونہ بعض بزرگان سلف کے مقولے ذیل میں درج ہیں۔

(۱) ایک مرتبہ سلیمان بن حرب نے آپ کو دیکھ کر فرمایا ”ہذا یكون له، صیت“ اس کو شہرہ آفاق حاصل ہو گیا۔ احمد بن حفص نے بھی ایک مرتبہ یہی فرمایا تھا۔

نگاہیں کالموں پر پڑ ہی جاتی ہیں زمانہ کی کہیں چھپتا ہے اکبر پھول پتوں میں نہاں ہو کر

(۲) قتیبہ بن سعید فرماتے ہیں کہ میں فقہاء، زہاد اور عباد سب کے پاس بیٹھا ہوں لیکن جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے بخاری جیسا کوئی نہیں دیکھا۔ یہ اپنے زمانہ میں ایسا ہے جیسے صحابہ کرام کے مابین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ۔

(۳) امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ سر زمین خراساں نے امام بخاری جیسا اور کوئی پیدا نہیں کیا۔ ممکن نہیں ہے دوسرا تجھ سا ہزار میں ہوتا ہے اک بہشت کا دانہ انار میں (آتش لکھوی)

(۴) شیخ بندار محمد بن بشار کہتے ہیں کہ ہمارے زمانہ میں بخاری سب سے زیادہ فقہ ہے۔

(۵) امام بخاری کہتے ہیں کہ مجھ سے محمد بن سلام بیکندی نے فرمایا کہ میری کتاب پر نظر ثانی کرو اور جہاں غلطی ہو اس کو قلمزد کرو، اس پر ان کے اصحاب میں سے کسی نے ازراہ تعجب کہا، اس جوان سے۔ آپ نے فرمایا یہ جوان تو وہ ہے جس کی نظیر نہیں۔

(۶) عبد اللہ بن عبد الرحمن داری کہتے ہیں کہ میں نے حرین، حجاز، شام اور عراق کے بے شمار علماء کو دیکھا ہے لیکن امام بخاری جیسا جامع کسی کو نہیں پایا۔

(۷) محمد بن عبد الرحمن دغولی کہتے ہیں کہ اہل بغداد نے ایک خط آپ کے نام بھیجا جس میں یہ شعر مر قوم تھا۔

المسلمون بخیر ما بقیت لهم ولیس بعدک خیر حین تفقد

(۸) امام الامم ابو بکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ فرماتے ہیں ”ما تحت اديم السماء اعلم بالحديث من محمد بن اسماعيل“ کہ آسمان تلے امام بخاری سے زیادہ حدیث کا جاننے والا کوئی نہیں ہے۔

(۹) امام ترمذی فرماتے ہیں کہ میں نے امام بخاری سے زیادہ علل و اسانید کا جاننے والا کوئی نہیں دیکھا۔

(۱۰) محیی بن جعفر بیکندی فرماتے ہیں کہ اگر میں اپنی عمر سے امام بخاری کی عمر میں اضافہ کرنے پر قادر ہوتا تو ضرور کر دیتا کیونکہ میری موت تو شخص واحد کی موت ہے اور امام بخاری کی موت علم کی بربادی ہے۔

(۱۱) عبد اللہ بن حماد آملی فرماتے ہیں کہ مجھے بخاری کے جسم کا ایک بال ہونا زیادہ پسند تھا۔

علماء کی نظر میں بخاری کی نظر ایک کسوٹی ہے..... امام بخاری کے فضل و کمال کا فن حدیث بہت کچھ مرہون منت ہے۔ آپ کی آفرینش اس وقت ہوئی تھی جب دنیائے حدیث میں ایک ہنگامہ بپا تھا، قریب قریب تمام حدیثیں مشتبہ نگاہوں سے دیکھی جاتی تھیں۔ آپ نے انتہائی عرق ریزی کے ساتھ غایت درجہ تنقیدی نظر سے کام لیتے ہوئے صحیح احادیث کو غیر صحیح سے ممتاز کیا، اسی کے پیش نظر شیخ فلاس فرماتے ہیں کہ امام بخاری جس حدیث سے واقف نہیں وہ دائرہ حدیث سے خارج ہے، آپ کے زمانہ میں وہ علماء و فضلاء جن کے گرد و پیش تلامذہ کے بڑے بڑے حلقہ ہوتے تھے امام صاحب کے پاس اپنے مجموعے اس غرض سے ارسال کرتے تھے کہ آپ ان کے متعلق صحت و ضعف کا فیصلہ کر دیں۔ جب امام صاحب ان کے مجموعوں کو پسند کر لیتے تو بطریق فخر کہا کرتے تھے کہ ہماری حدیثوں کو محمد بن اسماعیل نے تسلیم کیا ہے۔ جس سے یہ مقصود ہوتا تھا کہ اب ان کی صحت کے متعلق کیا کلام ہو سکتا ہے۔ جب امام بخاری جیسے نقاد فن اسے تسلیم کر لیں۔

استغناء و بے نیازی..... امام بخاری کے کمال علم کی بدولت امراء ملک بہت کچھ قدر کرتے تھے لیکن آپ نے کبھی اس امر کی کوشش نہیں کی کہ اور علماء و فضلاء کی طرح شاہان وقت و امراء قوم کی فیاضیوں سے فائدہ اٹھائیں اور اہل ثروت کے خوان کرم کی ریزہ چینی کو آپ کی غیور اور مستغنی طبیعت نے کبھی گوارا نہ کیا۔ حالانکہ بارہا اس کے مواقع آئے۔

دل فقر کی دولت سے مرانا غنی ہے دنیا کے زرو مال پہ میں تف نہیں کرتا (ذوق)

محل تہمت سے غایت احتیاط..... امام بخاری حد درجہ محتاط اور محل تہمت سے بہت دور رہنے والے تھے۔ اس سلسلہ میں علامہ عجلونی نے ایک خاص واقعہ نقل کیا ہے۔ امام صاحب کو تحصیل علم کے زمانہ میں ایک بار دریائی سفر پیش آیا، آپ کے پاس ایک ہزار اشرفیاں تھیں جہاز میں ایک شخص آپ سے بہت گھل مل گیا وہ خدمت میں حاضر ہوتا اور حسن عقیدت کا اظہار کرتا۔ امام صاحب کو بھی اس سے کچھ انس ہو گیا۔ آپ نے اسے اپنی اشرفیوں کی اطلاع کر دی، ایک روز ان کا رفیق سو کر اٹھا تو لگا روئے چلانے اور شور مچانے اس نے اپنا سر پٹینا اور کپڑے پھاڑنا شروع کر دیا، لوگ دوڑے اور پوچھنے لگے کہ کیا ہوا۔ لیکن وہ چیختا ہی رہا، پھر لوگوں کے اصرار پر اس نے کہا کہ میرے پاس ہزار اشرفیوں کی ایک تھیلی تھی وہ گم ہو گئی۔ لوگوں کو اس پر رحم آگیا اور کشتی کے مسافروں کے پیچھے پڑ گئے اور ایک ایک شخص کی تلاشی لی جانے لگی۔ امام صاحب نے آہستہ سے تھیلی سمندر میں پھینک دی، سب کے ساتھ آپ کی بھی تلاشی لی گئی جب کسی کے پاس تھیلی نہ نکلی تو لوگوں نے اس کو بہت ملامت کی کہ تو نے ناحق سب کو پریشان کیا، جہاز سے اترنے کے بعد وہ شخص تنہائی میں امام صاحب سے ملا اور کہا کہ آپ نے وہ تھیلی کیا کی۔ امام صاحب نے فرمایا، میں نے اسے سمندر میں پھینک دیا۔ اس نے کہا آپ کے دل کو اس قدر زکر کثیر کا ضائع ہونا کیسے گوارا ہوا۔ آپ نے فرمایا، تیری عقل کہاں ہے۔ کیا تجھے خبر نہیں کہ میری تمام عمر رسول اللہ ﷺ کی حدیث کی طلب میں ختم ہوئی، میری ثقاہت عالم میں مشہور ہے کیا میرے لئے سرقہ کا اشتباہ اپنے اوپر لینا کسی بھی طرح مناسب تھا، جس دولت (ثقاہت) کو میں نے تمام عمر میں حاصل کیا ہے کیا اسے چند اشرفیوں کے عوض کھود دیتا۔ (کلام نبوت)

امام بخاری کا زہد و تقوی..... امام بخاری میں بعض ایسی خصوصیتیں تھیں جن سے بعض اکابر علماء بھی محروم رہے۔ مجملہ

ان خصوصیات کی ایک خصوصیت تو رباع ہے۔ جس پر آپ کے متعدد واقعات شاہد ہیں، ایک شاگرد آپ کے واسطے سے بیان کرتے ہیں کہ جس وقت میں آدم بن ابی لیس کی خدمت میں حاضر ہوا تو خرچ کے آنے میں بڑی تاخیر ہوئی یہاں تک کہ مجھ کو گھاس کھا کر دو دن گزارنے پڑے۔ پھر دن ایک صاحب نے آکر مجھے دینار کی ایک تھیلی پیش کی جس کو میں پہچانتا ہی نہ تھا، ابوالحسن یوسف بن ابی ذر بخاری بیان کرتے ہیں کہ امام موصوف ایک مرتبہ بیمار ہوئے، ان کا قارورہ اطباء کو دکھایا گیا، انہوں نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ یہ سالن استعمال نہیں کرتے، امام موصوف نے فرمایا کہ چالیس سال سے سالن استعمال کرنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ ایک روز امام صاحب نے ابو معشر سے کہا تم میرا قصور معاف کر دو، ابو معشر نے متحیر ہو کر کہا، کیا قصور۔ آپ نے فرمایا کہ ایک روز میں نے حدیث بیان کرتے دیکھا کہ تم وجد میں ہاتھ اور سر ہلا رہے تھے۔ مجھے اس پر ہنسی آگئی، ابو معشر نے کہا میں نے معاف کر دیا۔

تمام عمر اسی احتیاط میں گذری کہ آئینہ کسی شاخ گل پہ بار نہ ہو

امام بخاری فرمایا کرتے تھے کہ مجھے امید ہے کہ غیبت کے سلسلہ میں حق تعالیٰ مجھ سے سوال نہ کریں گے کیونکہ جب سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ غیبت حرام ہے میں نے کسی کی غیبت نہیں کی۔

محمد بن منصور کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم امام بخاری کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اثناء درس میں ایک شخص نے اپنی داڑھی سے ایک تنکا نکال (مسجد کے) فرش پر ڈال دیا۔ تو آپ کچھ دیر تک اس کو اور لوگوں کو دیکھتے رہے جب کوئی آپ کا مقصد نہ سمجھ سکا تو آپ نے تنکا اٹھا کر آستین میں رکھ لیا اور جب مسجد سے باہر تشریف لائے تو وہ تنکا باہر پھینک دیا گویا مقصد یہ تھا کہ جس چیز سے داڑھی کو پاک صاف رکھا جاتا ہے اس سے مسجد کو بھی پاک رکھنا چاہیے۔

ان تعبد اللہ کانک تراہ کی تفسیر..... امام بخاری کے وراق کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ کسی باغ والے نے آپ کی دعوت کی اور آپ باغ میں تشریف لے گئے۔ وہاں نماز ظہر سے فراغت کے بعد نفل پڑھنے لگے اور جب نوافل پڑھ کر فارغ ہوئے تو ممیض کا دامن اٹھا کر لوگوں سے کہا، دیکھنا قمیص کے اندر کیا چیز ہے۔ لوگوں نے دیکھا تو ایک بھڑتھی (ایک روایت میں ہے بچھو تھا) جو سولہ یا سترہ جگہ ڈنک لگا چکی تھی۔ جس سے آپ کا جسم متورم ہو گیا تھا، لوگوں نے کہا، حضرت آپ نے نیت کیوں نہ توڑ دی۔ نفل نماز بھی بعد میں قضاء کر لیتے، آپ نے فرمایا جس سورت کی تلاوت شروع کی تھی اس میں اتنا مزہ آ رہا تھا کہ اس کے مقابلہ میں یہ تکلیف کچھ بھی محسوس نہیں ہوئی۔

ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء کا عملی نمونہ.....

خدا مہربان ہو گا عرش بریں پر (حالی)

ایک مرتبہ آپ اپنے مکان میں تشریف فرما تھے، باندی آئی آپ کے سامنے دوات رکھی تھی وہ اس کے پاؤں سے گر گئی، آپ نے فرمایا، کیسے چلتی ہو۔ اس نے کہا جب جگہ ہی نہ ہو تو کیسے چلوں! اس جواب پر آپ نے سخت دست کہنے کے بجائے ہاتھ پھیلانے اور فرمایا جا میں نے تجھے آزاد کیا، لوگوں نے کہا اس نے آپ کو برہم کیا اور آپ اس کو آزاد کر رہے ہیں! آپ نے فرمایا ارضیت نفسی بما فعلت

اشک خواہی رحم کن بر اشک بار

خوش طبعیت کہ شیوہ اغماض بر گزید

بر نفس خود حرام کند انتقام را

خود داری و عزت نفس..... فطرت نے آپ کو طبع غیور و خوددار عطا کی تھی۔ جس کا اندازہ آپ کی جلاوطنی کے واقعہ سے بخوبی ہو سکتا ہے جو عنقریب آ رہا ہے، نیز ایک مرتبہ آپ کی صداقت آمیز خود داری نے یہ ظاہر کرنے میں بھی باک نہیں کیا کہ میں نے اپنے استاد علی بن المدینی کے سوا کسی کے مقابلہ میں اپنے کو چھوٹا نہ سمجھا۔

گاہک کی قدر سے کچھ قیمت نہ پاؤ گے تم اپنی نظر میں ہو گا گروزن کم تمہارا (حالی)

عمر بن حفص اشتر کہتے ہیں کہ بصرہ میں ہم اور امام بخاری ساتھ ہی علم کی تحصیل کرتے تھے ایک دن امام بخاری درجہ میں نہ آئے ہم نے تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ ان کے پاس تن پوشی کیلئے کپڑے نہیں ہیں، لیکن امام صاحب نے اس مرحلہ پر بھی اپنی فطری غیرت کی قربانی برداشت نہیں کی اور اپنے بے تکلف رفقائے سے بھی اس راز کو راز ہی کے درجہ میں رکھا، ان کا یہ حال دیکھ کر فوراً کپڑے مہیا کئے گئے۔ اس کے بعد امام بخاری پھر اسی طرح چابندی کے ساتھ درس میں آنے لگے۔

کمال تیر اندازی..... امام بخاری کو تیر اندازی سے کافی دلچسپی تھی اور اس فن میں بھی اس قدر مہارت رکھتے تھے کہ عمر بھر آپ کے صرف دو تیروں نے خطا کی، ایک مرتبہ عبداللہ صہبانی کی معیت میں بغرض تیر اندازی گھوڑے پر سوار ہو کر شہر فربر کے باب فرضہ پر تشریف لائے، اثناء تیر اندازی میں آپ کا ایک تیر پل پر لگ جانے سے چوبی ستون پھٹ گیا، آپ نے گھوڑے سے اتر کر تیر نکال لیا اور تیر اندازی ترک کر کے شہر کی طرف واپس ہوئے، راستہ میں صہبانی سے کہا میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں، عبداللہ نے کہا، فرمائیے آپ نے فرمایا کہ پل والے سے جا کر کہو کہ تمہارا پل ہم سے خراب ہو گیا ہے، اس امر کی اجازت دیکر ہمیں مسرت کا موقعہ دو کہ ہم دوسرا ستون قائم کر دیں یا اس کا معاوضہ ادا کریں، عبداللہ صہبانی نے حمید بن انصر پل والے سے جا کر کہا تو اس نے کہا کہ میں امام پر تمام مال و دولت قربان کرنے کے لئے تیار ہوں، آپ کہہ دیجئے کہ میں نے معاف کیا، عبداللہ کہتے ہیں کہ جب میں نے یہ مشرکہ سنایا تو امام صاحب کو اس قدر مسرت ہوئی کہ خوشی کے آثار چہرہ سے نمایاں ہونے لگے۔ اسی روز مکان پہنچ کر شکرانہ میں دو سو درہم خیرات کئے اور لوگوں کو پانچ سو حدیثیں املا کرائیں، اس قصہ سے جہاں آپ کا کمال تیر اندازی ظاہر ہوتا ہے وہیں آپ کے تورع پر بھی روشنی پڑتی ہے۔

شعر گوئی..... امام بخاری میں جہاں اور خوبیاں تھیں وہیں آپ شاعر بھی تھے، افسوس ہے کہ دو تین شعروں کے علاوہ آپ کا زیادہ کلام دستیاب نہ ہو سکتا، ہم ان حضرات کی ہدایت کے لئے کافی ہے جو فن شعر سے ناواقف ہونے کی وجہ سے اسے فعل عبث اور ناجائز تصور کرتے ہیں۔

فعیسی ان یکون مر تک بغتہ

ذهب نفسه الصحیحة فلت

لہ اغتصموا فی الفراغ فضل رکوع

کم من صحیح رائیت من سقم

ابتلاء و آزمائش

حدیث میں ہے اشد الناس بلاء الانبیاء ثم الامثل فالامثل یعنی مخلوق میں سب سے شدید آزمائش انبیاء کی ہوتی ہے اس کے بعد درجہ بدرجہ جو افضل ہو۔ چنانچہ امام بخاری کو بھی حق تعالیٰ نے بڑے بڑے امتحان میں ڈالا، عبداللہ الحاکم نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے کہ جب آپ ۲۵۰ میں نیشاپور تشریف لائے تو محمد بن یحییٰ ذہلی نے اپنے شاگردوں سے کہا کہ ان صالح عالم کی خدمت میں جا کر ان سے حدیثیں سنو، ان کے کہنے پر لوگ اس کثرت سے امام موصوف کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ خود محمد بن یحییٰ کی مجلس درس ماند پڑ گئی، پھر امام صاحب جس شان سے نیشاپور میں داخل ہوئے اس کی تصویر امام مسلم نے ان الفاظ میں کھینچی ہے کہ اہل نیشاپور نے اس سے پہلے کسی والی یا عالم کا ایسا استقبال نہیں کیا تھا، ان کے استقبال کے لئے نیشاپور سے دو تین منزل باہر نکل آئے تھے امام صاحب نیشاپور پہنچ کر درس و تدریس میں مشغول ہو گئے

بلبل بہت ہے دیکھ کے پھولوں کو باغ باغ

یار ب نگاہ بد سے چمن بچائیو

ایک دفعہ امام ذہلی نے اہل نیشاپور سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ میں کل امام محمد بن اسماعیل کی ملاقات کو جاؤنگا جس کا جی چاہے میرے ساتھ چلے، امام ذہلی نے اپنے حلقہ کی گری ہوئی حالت محسوس کر کے خیال کیا کہ شاید کوئی امام صاحب سے

لہ فرصت میں عبادت کو غنیمت سمجھو، کیونکہ ہو سکتا ہے تمہاری موت اچانک آجائے، میں نے بہت سے شیخ و سالم اور تندرست لوگوں کو دیکھا کہ وہ اچھے خاصے تھے اچانک مر گئے۔

اس قسم کا سوال نہ کر بیٹھے جس کی بدولت مجھ میں اور امام بخاری میں مخالفت پیدا ہو جائے اس لئے انہوں نے سب سے کہہ دیا کہ تم لوگ امام صاحب سے کسی مذہبی اختلافی امر کے متعلق کچھ دریافت نہ کرنا کیونکہ اگر کوئی جواب ہمارے خلاف دے تو تاحی، رافضی، جمہی، مربئی فرقوں کو اہل سنت والجماعہ پر آویں کسے کا موقع ملے گا۔

انت ترید وانا رید واللہ یفعل ما یرید..... دوسرے روز جب امام ذہلی امام بخاری کی خدمت میں تشریف لائے تو کثرت زائرین کی وجہ سے تمام مکانوں بلکہ چھتوں پر بھی تل رکھنے کی جگہ نہ تھی، اتفاق سے بھجوالے انسان حریض فیما منع، امام ذہلی کی تاکید کے خلاف ایک شخص نے اٹھ کر امام صاحب سے سوال کیا۔

ما تقول فی اللفظ بالقرآن مخلوق ہوا وغیر مخلوق۔ کہ قرآن کے جو الفاظ ہماری زبان سے نکلتے ہیں وہ مخلوق ہیں یا نہیں۔ امام صاحب خاموش رہے لیکن جب بار بار اس نے سوال کیا تو امام صاحب نے مجبور ہو کر فرمایا۔ القرآن کلام اللہ غیر مخلوق ولفظی بالقرآن الفاظنا وفعالنا وفعالنا وفعالنا مخلوقہ والا متحان بدعتہ کہ قرآن کلام الہی اور غیر مخلوق ہے اور جو الفاظ ہماری زبان سے ادا ہوتی ہیں وہ ہمارے ہی الفاظ ہیں اور ہمارے الفاظ ہمارے افعال ہیں اور افعال مخلوق ہیں اور اس کا امتحان بدعت ہے۔
فتنہ کا آغاز اور امام ذہلی کا فتویٰ.....

ہم نہ کہتے تھے کہ حالی چپ رہو راست گوئی میں ہے رسوائی بہت
امام صاحب نے جس بالغ نظری سے کام لے کر ان چند مختصر جملوں میں کئی سال کے متداول جھگڑے کا فیصلہ کیا تھا اس کی اہل نیشاپور کو قدر کرنی تھی، لیکن افسوس انہوں نے فہم سلیم سے کام نہ لیا اور اس نکتہ کو عوام نے نا فہمی سے اس قدر طول دیا کہ امام صاحب کی ہر دلعزیزی میں فرق آگیا، امام ذہلی کو موقع ہاتھ آگیا اور انہوں نے فتویٰ جاری کر دیا کہ جو شخص (امام بخاری) اس بات کا قائل ہے کہ قرآن شریف کے الفاظ غیر مخلوق ہیں وہ بدعتی ہے، ہمارا فرض ہے کہ ایسے شخص کی مجالست اور مکالمہ سے احتراز کریں، امام ذہلی کے اس بے معنی فتویٰ نے امام صاحب کی طرف سے سوء ظنی پھیلانے میں نہایت کامیابی حاصل کی۔

چیونٹیوں میں اتحاد اور کھیوں میں اتفاق آدمی کا آدمی دشمن خدا کی شان ہے
ترک اقامت نیشاپور اور واپسی بسوئے وطن..... امام بخاری نے اپنے پر معنی جواب میں جن مسائل کو طے کر دیا تھا اسے (یقینہً) نبخوں نے سمجھ لیا جن میں سے اکثر تو امام ذہلی کی مخالفت کے خوف سے خاموش رہے لیکن امام مسلم نے امام ذہلی کے فتوے کو سنا تو جوش میں آکر وہ تمام مسودات اونٹوں پر لدا کر امام ذہلی کے پاس بھیج دیئے جن میں ان کی تقریریں درج تھیں اس واقعہ کے بعد امام بخاری کے حلقہ درس کی رونق پھسکی پڑ گئی صرف امام مسلم اور احمد بن سلمہ نے آخر تک موافقت کی جب معاملہ اس نازک حد تک پہنچ گیا تو امام صاحب نے نیشاپور کو خیر باد کہہ کر اپنے وطن بخارا کی طرف مراجعت کی، بخارا نے دو کوس تک استقبال کیا اور درہم و دینار شمار کرتے ہوئے شہر میں لائے۔
بخارا سے خرتنگ کی طرف مراجعت..... بخارا آئے ہوئے امام صاحب کو ابھی کچھ ہی روز گزرے تھے کہ مخالفین نے یہاں بھی سکون سے رہنے نہ دیا۔

ازیں چہ سود کہ در گلستان وطن دارم مرا کہ عمر چوز گس بخواب می گذارد
چنانچہ آپ کی غیور طبع اور خودداری نے آخر یہاں کی سکونت بھی ترک کرادی اور مجبوراً آپ اپنے نانہال خرتنگ چلے گئے جو سمرقند سے تین فرسخ (دس میل کے فاصلہ) پر ایک چھوٹا سا گاؤں ہے۔
وجوہ ترک وطن..... اس میں اختلاف ہے کہ بخارا سے جلا وطن ہونے کے کیا اسباب تھے، مورخ لغجار لکھتا ہے کہ شاہ

بخارا نے امام صاحب کی خدمت میں کہلا بھیجا کہ آپ کتاب، جامع اور تاریخ کبیر لے کر دارالامارت میں تشریف لائیں میں بھی آپ کے فیضان علم سے استوادہ کرنا چاہتا ہوں امام صاحب نے قاصد سے کہدیا کہ مجھے علم کی تذلیل کی ضرورت نہیں اور نہ میں اپنی تصانیف لے کر دربار میں آسکتا ہوں، اگر والی بخارا کو فوق علم نے بے چین کیا ہے میری مسجد یا مکان پر تشریف لائیں اور اگر یہ ناگوار طبع ہے تو مجھے بذریعہ حکومت تعلیم دینے سے روک دیں تاکہ میں خدا کے ہاں مجبور کیا جاؤں

حاکم نیشاپوری نے یہ وجہ بیان کی ہے کہ شاہ بخارا کی خواہش تھی کہ وہ قصر شاہی میں آکر شہزادوں کو تعلیم دیں، امام صاحب نے فرمایا کہ میں امیر کے لڑکوں کو کوئی خصوصیت نہیں دے سکتا میری مجلس عام ہے جس کا جی چاہے آکر شریک ہو، الغرض امیر بخارا کو امام صاحب کا استغفار ناگوار ہوا، حکم دیا کہ بخارا چھوڑ کر چلے جائیں، اس لئے آپ خرتنگ میں آگئے۔

صاقت علیم الارض بمارحبت..... افسوس ہے کہ آپ کو خرتنگ کی ہوار اس نہ آئی چند روز ہی اقامت پذیر ہوئے گزرے تھے کہ بیمار ہو گئے اور علالت کی روز افزوں ترقی نے آپ کو بہت نحیف کر دیا۔

آپ کی اس بیماری کی وجہ ایک دعا بتلائی جاتی جو آپ جلاوطنی کے غم اور اعزاء کے نافرجام خیالات سے تنگ آکر وفود غم میں کہتے رہتے تھے، الہی باوجود وسعت کے زمین میرے لئے تنگ ہو گئی ہے اس لئے اب مجھ کو اٹھالے۔

ڈرے دلوں کے ساتھ امیدیں بھی پس نہ جائیں اے آسیائے گردش لیل و نہار بس

وفات حسرت آیات..... والی بخارا کی مخالفت اور امام بخاری کی جلاوطنی کے واقعات ایسے نہ تھے جو زیادہ عرصہ تک تاریکی میں رہتے، اہل سمرقند کو معلوم ہوا تو انہوں نے امام صاحب سے سمرقند میں قیام کی درخواست کی جسے آپ نے منظور کر لیا اور رمضان المبارک کام مہینہ گزار کر بخیاں مسافرت گھوڑے پر سوار ہونے کی غرض سے دس بیس قدم چلے، لوگ بازو تھامے ہوئے تھے فرمانے لگے میں بہت ضعیف ہو گیا ہوں مجھے چھوڑ دو اس کے بعد لیٹ گئے اور راستہ ہی میں دو فعا پیام اجل آگیا اور کچھ دن کم باٹھ سال کی عمر پا کر ۲۵۶ میں نماز عشاء کے بعد حدیث رسول (رسول صلی اللہ علیہ وسلم) کا یہ آفتاب تاباں ہمیشہ کیلئے غروب ہو گیا۔ دوسرے دن جب انتقال کی خبر مشہور ہوئی تو سمرقند میں ایک تہلکہ مچ گیا، اس دھوم دھام سے جنازہ اٹھایا گیا کہ سارا سمرقند مشا کعت میں تھا ظہر کی نماز کے بعد اس دنیائے علم کے بادشاہ کو سپرد خاک کر دیا گیا۔

کل من علیہا فان ویبقی وجہ ربك ذوالجلال والاکرام

افسوس ہے کہ آپ نے اپنے بعد کوئی زینہ اولاد بھی نہ چھوڑی، کس نے آپ کا سنہ پیدائش، مدت عمر، اور سنہ وفات اس عبارت میں ظاہر کیا ہے ولد فی صدق وعاش حمیدا ومات فی نور، اس میں صدق کے اعداد (۱۹۳) انکی پیدائش، حمید کے اعداد (۶۲) انکی عمر اور لفظ نور کے اعداد (۲۵۶) ان کی وفات کا سال ظاہر کرتے ہیں کسی شاعر نے ان کو ذیل کے قطعہ میں نظم کیا ہے۔

جمع الصمیح مکمل التحریر

کان البخاری حافظا ومحدثا

فیہا حمید وانقضی فی نور

میلادہ صدق و مدت عمرہ

حافظ نے بسند خطیب، عبد الواحد بن آدم سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ ایک جگہ کھڑے ہیں اور آپ کے ساتھ صحابہ کی ایک جماعت ہے میں نے سلام کے بعد دریافت کیا یا رسول اللہ آپ یہاں کس لئے کھڑے ہیں۔ آپ نے سلام کا جواب دیکر فرمایا، محمد بن اسماعیل کا انتظار کر رہا ہوں، اس کے چند ہی روز بعد مجھے امام بخاری کے انتقال کی خبر ملی تو موصوف کی وفات ٹھیک اسی ساعت میں تھی جس میں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا۔

کہیں ڈھونڈے نہ پائیں گے یہ لوگ

ابنہ دنیا میں آئیں گے یہ لوگ

وفات کے بعد..... جو لوگ آپ کے مخالف تھے وہ آپ کے مزار پر حاضر ہوئے اور انتہائی ندامت و شرمندگی کے ساتھ توبہ کی، آپ کی وفات کے بعد ایک عرصہ تک آپ کی قبر کی مٹی سے مشک کی طرح خوشبو مہکتی رہی اور لوگ بطور تہنیک مٹی اٹھاتے رہے یہاں تک کہ قبر کی حفاظت مشکل ہو گئی حتیٰ کہ مزار مبارک کا نشان باقی رکھنے کے لئے اس کا انتظام کرنا پڑا کہ اس کی مٹی لوگ نہ لے جاسکیں، لوگوں کو اس مٹی کی خوشبو پر تعجب ہو گا لیکن ہمیں اس پر کوئی تعجب نہیں ہے کیونکہ جمال ہمیشہ در من اثر کرد و گرنہ من ہماں خاتم کہ ہستم (سعدی)

امام بخاری کا مسلک..... امام بخاری کے مسلک کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے تقی الدین سبکی نے طبقات الشافعیہ میں اور نواب صدیق حسن خاں نے ابجد العلوم میں ان کو شافعی لکھا ہے۔ حافظ ابن حجر کے نزدیک بخاری کے مباحث کا غالب حصہ امام شافعی کے مسلک سے ماخوذ ہے علامہ ابن قیم کی تحقیق میں آپ حنبلی تھے، علامہ طاہر جزائری کی نظر میں مجتہد مطلق ہیں۔ آپ کی جامع صحیح کے مطالعہ سے یہی واضح ہوتا ہے، علامہ انور شاہ صاحب کی رائے بھی یہی ہے واللہ اعلم تصنیفات..... امام بخاری نے متعدد تصانیف یادگار چھوڑیں جن کی فہرست درج ذیل ہے:

(۱) قضایا الصحابہ والتابعین۔

یہ آپ نے سن ۲۱۲ھ میں تاریخ کبیر سے پہلے لکھی ہے۔

(۲) التاریخ الکبیر۔

۸ اجزاء مسجد نبوی میں چاند کی روشنی میں لکھی ہے، ترتیب حروف تہجی کے اعتبار سے ہے اس کے راوی ابو احمد محمد بن سلیمان بن فارس اور ابو الحسن محمد بن سہل نسوی وغیرہ ہیں، امام بخاری فرماتے ہیں کہ اسحاق بن راہویہ میری کتاب تاریخ لے کر عبد اللہ بن طاہر امیر کے پاس حاضر ہوئے اور فرمایا: ”الا اریک سحرا“

(۳) التاریخ الاوسط۔

یہ کتاب اب تک نہیں چھپی، شاید اس کا قلمی نسخہ جرمنی میں موجود ہے۔ عبد اللہ بن احمد بن عبد السلام الحفاف اور زنجویہ بن محمد اللباد اس کے راوی ہیں۔

(۴) التاریخ الصغیر۔

اس کتاب کی ترتیب سنن سے ہے اور بہت مختصر ہے، عبد اللہ بن محمد بن عبد الرحمن الاشرق اس کے راوی ہیں۔

(۵) الجامع الکبیر۔

ذکرہ بن طاہر

(۶) خلق افعال العباد۔

اس میں عقائد کی بحثیں ہیں، خلق قرآن وغیرہ مسائل میں امام ذہلی کو جوابات دیئے ہیں، یوسف بن ریحان بن عبد الصمد اور فربری اس کے راوی ہیں۔

(۷) المسند الکبیر۔

(۸) اسلمی الصحابہ۔

اس کا تذکرہ ابو القاسم بن مندہ نے کیا ہے اور موصوف نے ”المعرفہ“ میں اور ابو القاسم بغوی نے ”معجم الصحابہ“ میں اس سے بہت کچھ نقل کیا ہے۔

(۹) کتاب العلل۔

اس کا تذکرہ بھی ابن مندہ نے کیا ہے جس کو موصوف عن محمد بن عبد اللہ بن حمدون عن ابی محمد عبد اللہ بن اشرقی

روایت کرتے ہیں۔

(۱۰) کتاب الفوائد۔

اس کا ذکر امام ترمذی نے کتاب المناقب میں حضرت طلحہ کے مناقب میں کیا ہے۔

(۱۱) کتاب الوحدان۔

اس میں ان صحابہ کرام کا ذکر ہے جن سے صرف ایک ایک ہی حدیث مروی ہے۔ بعض حضرات کی رائے ہے کہ یہ کتاب امام مسلم کی ہے بخاری کی نہیں۔

(۱۲) الادب المفرد۔

اخلاق نبوی پر مشہور و معروف تالیف ہے، بعض مدارس میں داخل درس بھی ہے اس کے راوی احمد بن محمد بن الجلیل

البرزاری ہیں۔

(۱۳) کتاب الصغفاء الصغیر۔

ضعیف راویوں کے تذکرہ میں مختصر سار سالہ ہے، جس میں عصیت کی جھلک جا بجا موجود ہے۔ اس کے راوی ابو بشر محمد بن احمد بن حماد الدولابی، ابو جعفر شیخ ابن سعید اور آدم بن موسیٰ الخواری ہیں۔

(۱۴) کتاب البسوط۔

اس کا ذکر خلیلی نے ”الارشاد“ میں کیا ہے اور مہیب بن سلیم کو اس کا راوی بتایا ہے۔

(۱۵) الجامع الصغیر۔ (۱۶) کتاب الرقاق۔

اس کا ذکر کشف الظنون میں ہے۔

(۱۷) بر الوالدین۔

حافظ ابن حجر نے اس کا ذکر کیا ہے اور موجودات میں اس کا شمار کیا ہے اس کا راوی محمد بن دلوہ الوراق ہے۔

(۱۸) کتاب الاثر بہ۔

حافظ دارقطنی کی ”الموتلف والمختلف“ میں اس کا ذکر ملتا ہے۔

(۱۹) کتاب الہیہ۔

پانچ سو احادیث کا مجموعہ بتایا جاتا ہے جو بظاہر کہیں موجود نہیں اس کا ذکر امام بخاری کے وراق نے کیا ہے۔

(۲۰) کتاب الکنی۔

اس کا ذکر ابو احمد حاکم نے کیا ہے اور اس سے انہوں نے بہت کچھ نقل بھی کیا ہے۔

(۲۱) التفسیر الکبیر۔

اس کا ذکر فربری اور وراق نے کیا ہے۔

(۲۲) جزء القراءة خلف الامام

(۲۳) جزء رفع الیدین۔

ان دونوں کے راوی محمود بن اسحاق الخزاعی ہیں۔

(۲۴) بدء المخلوقات۔

(۲۵) الجامع الصحیح۔

یہ امام بخاری کی سب سے زیادہ مشہور، مقبول، مہتمم باشان اور رفیع المنزلت تالیف ہے جس کا پورا نام ”الجامع الصحیح

المسند من حدیث رسول اللہ ﷺ وسننہ وایامہ“ ہے امام بخاری کو اس پر بہت ناز تھا فرمایا کرتے تھے کہ خدا کے یہاں بخاری کو میں نے نجات کا ذریعہ بنایا ہے۔

وجہ تالیف..... امام بخاری سے پہلے زیادہ رواج مسانید و مصنفات کا تھا، چنانچہ امام احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ اور عثمان بن ابی شیبہ جیسے عظیم القدر حفاظ حدیث نے مسانید مرتب کئے تھے اور ان سے پہلے عبد اللہ بن موسیٰ عیسیٰ کوفی، مسدد بن مسرہد بصری اور اسد بن موسیٰ اموی وغیرہ نے مسانید جمع کئے تھے، اسی طرح حافظ ابن حریج نے مکہ میں، امام اوزاعی نے شام میں، سفیان ثوری نے کوفہ میں، حماد بن سلمہ نے بصرہ میں ان کے علاوہ امام ابو یوسف، امام محمد اور عبد الرزاق وغیرہ نے مصنفات تیار کیں۔

جب ان مصنفات و مسانید کی تالیف سے تمام منتشر اور پر اگندہ روایتیں یکجا ہو گئیں تو پھر محدثین نے انتخاب و اختصار کا طریقہ اختیار کیا اور صحاح ستہ کی تدوین عمل میں آئی، امام بخاری جن کا نام مصنفین صحاح ستہ میں سرفہرست ہے انہوں نے جامع صحیح تصنیف کی۔

امام بخاری بیان فرماتے ہیں کہ میں ایک روز امام اسحاق بن راہویہ کی مجلس میں حاضر تھا وہاں ہمارے اصحاب میں سے کسی کی زبان سے نکلا، کاش تم رسول اللہ ﷺ کی سنن کے بارے میں کوئی مختصر سی کتاب جمع کر دیتے یہ خطاب تمام حاضرین مجلس سے تھا مگر دل میں اسی کے اتراجس کی قسمت میں روز اول سے یہ سعادت مقرر ہو چکی تھی، امام مدوح فرماتے ہیں کہ ”یہ بات میرے دل میں اتر گئی“ پھر غیبی تائید یہ ہوئی کہ آپ نے خواب میں دیکھا کہ میں آنحضرت ﷺ کے سامنے کھڑا ہوں اور ہاتھ میں ایک پنکھا ہے جس کے ذریعہ آپ کے اوپر سے مکھیاں دفع کر رہا ہوں، بیدار ہو کر بعض معبرین سے تعبیر دریافت کی انہوں نے کہا کہ تم آنحضرت ﷺ کی احادیث سے کذب کو دفع کرو گے۔ اس خواب نے آپ کے شوق اور ہمت کو اور بلند کر دیا، اور تالیف میں ہمہ تن مشغول ہو گئے۔

سنہ تالیف..... اب امام موصوف نے اس کتاب کی تالیف کا آغاز کس سنہ سے کیا اور کب اس سے فارغ ہوئے۔ یہ متعین طور سے تو نہیں بتایا جاسکتا البتہ اتنا معلوم ہے کہ تصنیف کرنے کے بعد امام بخاری نے اس کو اپنے شیوخ امام احمد بن حنبل متوفی سن ۲۴۱ھ ابن المدینی سن ۲۴۳ھ اور ابن معین کے سامنے پیش کیا ان حضرات نے اس کی تحسین کی اور اس کے صحیح ہونے کی شہادت دی البتہ چار احادیث کی بابت اختلاف کیا لیکن عقلی کا بیان ہے کہ ان چار کے بارے میں بھی امام بخاری ہی کا فیصلہ درست ہے اور وہ چاروں بھی صحیح ہیں محیی بن معین کا سنہ وفات سن ۲۴۳ھ ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس سنہ میں آپ تصنیف سے فارغ ہو چکے تھے گو اس میں اضافے بعد تک ہوتے رہے پھر اس کتاب کی مکمل میں بتصریح امام بخاری سولہ سیال لگے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس کی تصنیف کا آغاز سن ۲۱۷ھ میں ہوا تھا جب کہ آپ کی عمر شریف ۲۳ سال کی تھی۔

مقام تالیف..... کے بارے میں متعدد جگہیں بیان کی گئیں ہیں، ابن طاہر کہتے ہیں کہ آپ نے صحیح بخاری کو بخارا میں تصنیف کیا۔ ابن بجیر کہتے ہیں کہ مکہ معظمہ میں تصنیف کیا، بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس کی تصنیف بصرہ میں ہوئی ہے اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں تصنیف ہوئی ہے۔

لیکن خود امام بخاری کا بیان ہے کہ میں نے ”الجامع الصحیح“ کو بیت الحرام میں تصنیف کیا، ابواب و تراجم مسجد نبوی میں منبر شریف اور روضہ اقدس کے درمیان لکھے، ان اقوال مختلفہ میں حافظ ابن حجر نے یوں تطبیق دی ہے کہ تصنیف کا ابتدائی خاکہ اور ترتیب ابواب تو مسجد حرام میں ہوئی لیکن مختلف مقامات میں احادیث کی تخریج فرماتے رہے اور تراجم ابواب کے مسودہ کو مزار مبارک اور منبر شریف کے درمیان ہمیغہ میں تبدیل فرمایا۔

طریق تالیف صحیح بخاری کی تالیف میں سولہ سال کی طویل مدت صرف ہوئی اس پورے عرصہ میں آپ کا معمول یہ رہا کہ جب آپ کسی حدیث کو لکھنے کا ارادہ کرتے تو کتاب میں درج کرنے سے پہلے غسل کرتے حق تعالیٰ سے استخارہ کر کے دو رکعت نفل ادا کرتے۔ جب اس کی صحت پر پوری طرح انشراح ہو جاتا تب اس کو کتاب میں جگہ دیتے، اسی غایت اہتمام کی وجہ سے لوگوں کا قول ہے کہ امام بخاری نے گویا براہ راست حضور اکرم ﷺ سے سنا۔

تلقى من المصطفى ما اكتسب

كان البخاری فی جمعه

جامع صحیح کی مقبولیت امام بخاری کی عرق ریزی و جفاکشی، التزام صحت و حسن نیت کا نتیجہ ہے کہ آپ کی جامع اس قدر مقبول ہوئی کہ آپ کی زندگی میں ہی اس کو نوے ہزار آدمیوں نے آپ سے بلا واسطہ سنا۔ ابو زید مردزی فرماتے ہیں کہ میں حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان سویا ہوا تھا کہ خواب میں آنحضرت ﷺ کی زیارت ہوئی۔ آپ نے فرمایا ابو زید! امام شافعی کی کتاب کا درس کب تک دو گے میری کتاب کا درس کیوں نہیں دیتے۔ میں نے عرض کیا۔ حضور آپ کی کتاب کو کسی ہے۔ فرمایا محمد بن اسماعیل کی جامع صحیح۔ بقول حافظ ابن کثیر وقت، شدت، خوف، دشمن، سختی مرض، قحط سالی اور دیگر بلاؤں میں اس جامع صحیح کا پڑھنا تریاق کا کام دیتا ہے۔ ایک محدث نے اس کو ایک سو بیس مرتبہ مختلف مقاصد کیلئے پڑھا اور ہر مرتبہ کامیابی ہوئی۔ شیخ برہان الدین ابوالوفا ابراہیم بن محمد بن خلیل الطرابلسی الحلبی المتوفی ۸۴۱ھ صاحب ”تشیح“ شرح بخاری کے حالات میں لکھا ہے کہ انہوں نے صحیح بخاری ساٹھ مرتبہ سے زیادہ اور صحیح مسلم بیس مرتبہ سے زیادہ پڑھی تھی۔ بخاری کے حافظ ہندوستان میں مولانا عبدالحی مرحوم سابق ناظم ندوۃ العلماء نے ”یادایام“ میں مولانا عبد الملک عباسی کے متعلق نقل کیا ہے کہ

كان حافظا لقرآن و صحيح البخاری لفظا و معنى و كان يدرس عن ظهر قلبه.

ان کو قرآن پاک اور صحیح بخاری زبانی یاد تھی الفاظ بھی اور اس کے مطالب بھی اور یہ زبانی درس دیتے تھے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کے تلمیذ رشید مجاز فی الحدیث مولانا ابوسعید ظہور الحق کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ یہ بخاری و مسلم اور حصن حصین کے حافظ تھے، اس کا تذکرہ مولانا عبدالغنی ندوی پھلواری نے اپنے اس مقالہ میں کیا ہے جو معارف مئی ۱۹۲۹ء میں چھپا تھا۔

نیز تذکرہ علماء صفحہ ۶۴ پر مولانا رحمت اللہ الہ آبادی کے متعلق لکھا ہے ”کتب صحاح ستہ۔ زبان داشت“ تعداد روایات یہ کتاب حسب تصریح امام مدوح چھ لاکھ احادیث کے ذخیرہ کا انتخاب ہے۔ کل حدیثیں جو درج کتاب ہیں ان سب کی مجموعی تعداد بشمول مکررات و معلقات و متابعات نو ہزار بیسی ہے اور نجدف مکررات کل تعداد دو ہزار سات سو اکٹھ ہے، علامہ نووی اور شیخ ابن صلاح کے نزدیک تکرار کے ساتھ بخاری کی روایات کی تعداد ۷۲۷۵ ہے اور عدم تکرار کے ساتھ ۴۰۰۰۔ ابو عبد اللہ بن عبد الملک اندلسی نے اپنے فوائد میں جو شعر نقل کیا ہے اس میں احادیث کی تعدادی اسی نظریہ کے مطابق منظوم ہے۔ شعر یہ ہے۔

البخاری خمس ثم سبعون للعد

جميع احادیث الصحيح الذی روی

الی مائتین عد ذاك اولو الجد

وسبعه الاف تصایف و ماضی

لیکن ابن حجر نے پوری احتیاط سے شمار کیا تو روایات مرفوعہ کی تعداد ۷۳۹۷ اور تکرار کے ساتھ متابعات و تعلیقات کی تعداد ۱۳۴۱ ہے۔ جن میں اکثر کو امام بخاری نے سند ابیان کر دیا ہے اور موقوفات صحابہ و مقطوعات تابعین کی تعداد ۳۴۱ ہے۔ اس طرح مجموعی تعداد ۸۰۷۹ ہے۔ غیر مکرر روایات مرفوعہ ۲۳۵۳ اور غیر مکرر متابع و معلق ۱۶۰ ہیں۔ اس طرح غیر مکرر مجموعہ ۲۵۱۳ ہے۔ یہ تعداد اگرچہ امام بخاری کو جس قدر صحیح حدیثیں زبانی یاد تھیں۔ ان کے دسویں حصہ

کے بھی برابر نہیں۔ لیکن امام موصوف کے حسن انتخاب کا بہترین نمونہ ہے۔

مثالیات..... وہ احادیث کہلاتی ہیں جن میں راوی اور نبی کریم ﷺ کے درمیان صرف تین واسطے ہوں۔ یہ احادیث اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہیں۔ بخاری میں صرف ۲۲ مثالیات ہیں جو امام بخاری کا ماہہ الافتخار ہیں۔ ان میں بیس حدیثیں انہوں نے اپنے حنفی شیوخ سے روایت کی ہیں۔

ناقلمین و رواہ..... امام بخاری سے جامع صحیح کو اگرچہ ہزاروں آدمیوں نے سنا تھا لیکن امام موصوف کے جن تلامذہ سے اس کی روایت کا سلسلہ چلا وہ چار بزرگ ہیں۔

(۱) علامہ ابواسحاق ابراہیم بن معقل بن الحجاج نسفی متوفی ۲۹۴ھ یہ بہت بڑے حنفی علامہ اور نہایت نامور مصنف گذرے ہیں۔ حافظ ہونے کے ساتھ ہتھپہ بھی تھے اور اختلاف مذاہب میں گہری بصیرت رکھتے تھے، محاسن علمیہ کے ساتھ زہد و تقویٰ اور درع و عفاف کے زیور سے بھی آراستہ تھے۔ آپ کی تصنیفات میں المسند الکبیر اور التفسیر کا خاص طور سے ذکر کیا جاتا ہے۔

(۲) ابو محمد حماد بن شاكر بن سوہ نسفی حنفی متوفی ۳۱۱ھ، حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں نسفی کی بجائے نسوی لکھا ہے، علامہ کوثری نے تصریح کی ہے کہ صحیح نسفی ہی ہے، اسی طرح ان کی وفات کی بابت حافظ صاحب لکھتے ہیں کہ میرے خیال میں ان کی وفات ۲۹۰ھ کے لگ بھگ ہوئی ہے۔ لیکن محدث کوثری نے حافظ ابن نقطہ کی ”التقید“ کے حوالہ سے جزا لکھا ہے کہ ان کا سن وفات ۳۱۱ھ ہے۔

(۳) محمد بن یوسف فربری متوفی ۳۲۰ھ انہوں نے امام بخاری سے کتاب الصحیح کا دوبار سماع کیا ہے۔ ایک بار ۲۴۸ھ میں اپنے وطن فربر میں۔ جب امام مدوح وہاں تشریف لائے ہوئے تھے اور دوسری بار ۲۵۲ھ میں خود بخارا جا کر، آج کل علو اسناد کی وجہ سے انہیں کی روایت شائع و مشہور ہے۔

(۴) ابو طلحہ منصور بن محمد بن علی بن قرینہ بزودی متوفی ۳۲۹ھ

تراجم و ابواب..... جامع صحیح میں امام بخاری کے پیش نظر جس طرح احادیث صحیحہ کی تخریج ہوتی ہے اسی طرح وہ ان سے بہت سے مسائل کا استنباط و استخراج بھی فرماتے ہیں اسی لئے کبھی کبھی ایک روایت متعدد جگہوں پر نقل کرتے ہیں۔ جیسے حضرت عائشہ کی وہ حدیث جو حضرت بریرہ کے واقعہ سے متعلق ہے۔ اس کو بیس مرتبہ سے زائد نقل کیا ہے، علماء کا مشہور مقولہ ہے۔ ”فقہ البخاری فی تراجمہ“ بخاری کا سارا کمال ان کے تراجم میں ہے لیکن بہت سے مقامات پر حدیث اور ترجمہ الباب میں بے ربطی اور سوء ترتیب نظر آتی ہے۔ جس کی شکایت شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی اپنے مکتوبات میں بایں الفاظ کی ہے۔ در عقد تراجم سوء ترتیب و تقریر او در میان می آید و اہل علم را مطمئن نظر مطالب علمیہ می باشد نہ تراجم و ترتیب۔“

شیشہ دل ار نباشد گو سفال دور باش رندے آشام را بایں تطفہا چہ کار

لیکن اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ بعض مقامات پر امام مدوح نے اضافہ کرنا چاہا تھا مگر اس کا موقع نہ مل سکا۔ چنانچہ کہیں باب قائم کر لیا تھا مگر اس کے تحت حدیث درج کرنے کی نوبت نہ آئی۔ کہیں حدیث لکھ لی تھی لیکن باب قائم نہ کر سکے تھے۔ بہر حال کتاب کے بہت سے مقامات اسی طرح تشنہ تکمیل تھے کہ امام بخاری نے اس دار فانی سے عالم جاودانی کو رحلت فرمائی۔ بعد کو ناخین نے اپنی صوابدید کے مطابق جن ابواب میں چاہا ان حدیثوں کو نقل کر دیا۔ چنانچہ حافظ ابوالولید باجی اپنی کتاب ”اسماء رجال البخاری“ کے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ ہم سے حافظ ابو ذر زہردی نے بیان کیا کہ ہمیں ابواسحاق مستملی نے بتایا کہ میں نے صحیح بخاری کو اس کے اصل نسخہ سے جو فربری کے پاس موجود تھا نقل کیا تو میں نے دیکھا کہ اس میں بعض

چیزیں تو نام تمام ہیں اور بعض چیزوں کی تہیں ہو چکی ہے۔ چنانچہ بعض تراجم ابواب ایسے تھے کہ ان کے بعد پورا درج نہ تھا اور بعض حدیثیں ایسی تھیں کہ ان پر ابواب نہ تھے، پھر ہم نے ان میں سے بعض کو بعض کے ساتھ ملا دیا۔

باجی کا بیان ہے کہ یہ چیز میں نے یہاں اس لئے ذکر کی کہ ہمارے اہل وطن ایسے معنی کی دھن میں لگے رہتے ہیں جس سی ترجمۃ الباب اور حدیث میں باہمی ربط قائم ہو سکے اور وہ اس سلسلہ میں بیجا تاویلات کی بلا وجہ تکلیف اٹھاتے ہیں۔ حواشی و شروحات..... شیخ بخاری کی اہمیت و مقبولیت کی بناء پر ہر دور کے علماء نے اس پر شروح و حواشی لکھے ہیں۔ محدثین کو چھوڑ کر نحویوں اور صرفیوں نے بھی اعراب و تصریف کی جو خدمت بن پڑی کی حتیٰ کہ جب متون و تراجم اور اعراب و نسخ کی تمام خدمتیں ختم ہو گئیں تو خدمت بخاری کی فہرست میں نام درج کرانے والے مشتاقوں نے قرآن کریم کی طرح اس کے حروف تہجی ہی شمار کر ڈالے۔

لامع میں ایک سو سے زائد شروح و حواشی اور متعلقات بخاری کا تذکرہ کیا ہے۔ چند شروح یہ ہیں۔
(۱) اعلام السنن..... ابو سلیمان احمد بن محمد ابراہیم بن خطاب بستی خطابی متوفی ۳۰۸ھ کی عمدہ اور لطیف شرح ہے۔
(۲) شرح الجامع..... ابو القاسم احمد بن محمد بن عمر بن دردمی کی نہایت وسیع شرح ہے۔
(۳) شرح الجامع..... امام قطب الدین عبد الکریم بن عبد النور بن میسر حلبی متوفی ۴۵ھ کی ہے، نصف تک ہے اور دس جلدوں میں ہے۔

(۴) شرح الجامع..... ناصر الدین علی بن محمد بن منیر اسکندرانی کی ہے۔ کافی ضخیم ہے۔ تقریباً دس جلدوں میں ہے۔
(۵) التلویح..... حافظ علاء الدین مغلطائی ابن فتح ترکی مصری حنفی متوفی ۹۲ھ کی ضخیم شرح ہے۔
(۶) فتح الباری..... شیخ الاسلام ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ کی تصنیف ہے۔ جو ۸۱۷ھ سے شروع ہو کر ۸۴۲ھ میں مکمل ہوئی۔ علامہ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ بخاری کی شرح کا دین امت پر باقی ہے۔ حافظ سخاوی فرماتے ہیں کہ غالباً فتح الباری سے یہ دین ادا ہو گیا۔

(۷) الکوثر الجاری علی ریاض البخاری..... شیخ احمد بن اسماعیل بن محمد الکوران الحنفی متوفی ۸۹۳ھ کی بہترین شرح ہے جس میں کرمانی اور ابن حجر پر بہت سی جگہ رد و قد ہے۔

(۸) کوثر المعانی الدراری فی کشف خبایا شیخ البخاری..... شیخ محمد خضر بن عبد اللہ..... شنقیطی کی ہے۔
(۹) عمدۃ القاری..... علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ کی تصنیف ہے جو ۸۲۱ھ سے شروع ہو کر ۸۴۷ھ میں مکمل ہوئی۔ علامہ کوثری فرماتے ہیں کہ یہ فتح الباری سے ایک ثلث مقدار میں زیادہ ہے۔ اس میں مختلف مباحث کی ایسی وضاحت کی گئی ہے کہ قاری کو کسی دوسری شرح کی ضرورت نہیں رہتی۔ اگر فتح الباری کا مقدمہ نہ ہوتا تو اس کو فتح الباری پر نمایاں فوقیت حاصل ہوتی۔ بخاری کی شرح میں ان دو شروحوں کو سب سے زیادہ شہرت حاصل ہوئی۔

(۱۰) ارشاد الساری..... شہاب الدین احمد بن محمد الخطیب القسطلانی متوفی ۹۳۳ھ کی تصنیف ہے جو در حقیقت فتح الباری اور عمدۃ القاری کی تلخیص ہے۔ اگرچہ مصنف نے دوسری شروحوں سے بھی استفادہ کیا ہے۔

(۱۱) الکواکب الدراری..... علامہ شمس الدین محمد بن یوسف بن علی کرمانی متوفی ۸۶۷ھ کی تصنیف ہے۔ حافظ ابن حجر اور علامہ عینی نے اپنی شروحوں میں اس سے بہت کچھ لیا ہے۔ مصنف نے اس میں نحوی اعراب اور غریب الفاظ کو پوری طرح حل کیا ہے۔

(۱۲) مجمع البحرین..... شیخ تقی الدین محیی بن شمس الدین محمد بن یوسف بن علی کرمانی کی ہے اور بڑے بڑے آٹھ اجزاء میں ہے۔

(۱۳) المصباح الصبیح..... علامہ شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن عبد الدائم بن موسیٰ برماوی شافعی ۸۳۱ھ کی اپنی شرح

ہے چار اجزاء میں ہے۔
(۱۴) التلخیص لفہم قاری الصبیح..... شیخ برہان الدین ابراہیم بن محمد حلبی معروف بسبط بن العجمی متوفی ۸۴۱ھ کی ہے دو جلدوں میں ہے۔

(۱۵) مصابیح الجامع..... علامہ بدر الدین محمد بن ابی بکر و ماہنی متوفی ۸۲۸ھ کی ہے۔

(۱۶) شواہد التوضیح..... سراج الدین عمر بن علی بن الملقن الشافعی متوفی ۸۰۴ھ کی تصنیف ہے۔ تقریباً بیس جلدوں

میں ہے۔

(۱۷) ہدایۃ الباری..... شیخ الاسلام زکریا انصاری متوفی ۹۲۸ھ تلمیذ ابن حجر کی تصنیف ہے۔

(۱۸) تیسیر القاری..... علامہ نور الحق بن مولانا عبد الحق دہلوی متوفی ۱۰۷۳ھ کی تصنیف ہے۔ جس زمانہ میں شیخ

عبد الحق نے مشکوٰۃ کی شرح لکھی تھی اسی زمانہ میں ان کے صاحبزادے نے فارسی میں بخاری کی شرح لکھنی شروع کی۔

(۱۹) التوضیح علی الجامع الصبیح..... حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ کی لطیف شرح ہے۔

(۲۰) نجاح القاری فی شرح البخاری..... شیخ عبد اللہ بن محمد اماسی حنفی متوفی ۱۱۶۷ھ کی تصنیف ہے جو تیس جلدوں

میں ہے۔

(۲۱) شرح شیخ الاسلام بن محبت اللہ بخاری دہلوی کی ہے جو تیسیر القاری کے حاشیہ پر چھپی ہے۔ مگر صرف چودہ

پارے طبع ہوئے۔

(۲۲) النور الساری علی صحیح البخاری..... از علامہ الحسن العدوی العالم الازہری متوفی ۱۳۰۳ھ

(۲۳) فتح الباری بابیح الفصح الجاری فی شرح صحیح البخاری..... از ابو طاہر مجد الدین محمد بن یعقوب بن محمد بن ابراہیم

الشری از فیروز آدی المتوفی ۸۱۶ھ

(۲۴) عون الباری..... نواب صدیق حسن خان متوفی ۱۳۰۷ھ نے تجرید بخاری کی مختصر شرح لکھی ہے۔

(۲۵) نبراس الساری فی اطراف البخاری..... مولانا ابو سعید محمد بن عبد العزیز حنفی کی تصنیف ہے۔

(۲۶) فیض الباری شرح صحیح البخاری..... از مولانا عبد الاول زید پوری متوفی ۹۶۸ھ

(۲۷) نور القاری شرح صحیح البخاری..... از شیخ نور الدین احمد آبادی

(۲۸) منج الباری شرح فارسی بخاری..... از والدہ ماجدہ حافظہ دراز پشاور

(۲۹) فیض الباری..... علامہ کشمیری کے افادات ہیں جو ان کے تلمیذ رشید مولانا بدر عالم میرٹھی نے درس کے

وقت لکھے تھے۔

(۳۰) حاشیہ علامہ ابوالحسن نور الدین محمد بن عبد الہادی السندھی الحنفی

(۳۱) حاشیہ مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری ۱۲۹۸ھ اس کے آخری حصہ کی تکمیل حضرت نانائوئی نے کی۔

(۳۲) لامع الدرادی..... حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ کے درس کے افادات ہیں جن

کو آپ کے مختلف تلامذہ نے جمع کیا تھا۔ اس پر حضرت مولانا زکریا صاحب شیخ الحدیث مظاہر العلوم سہارنپور نے تعلیق اور

ایک مبسوط مقدمہ تحریر فرمایا ہے جس کا مطالعہ نہایت مفید ہے۔

(۱۶) امام مسلم

نام و نسب..... ابو الحسین کنیت، لقب عساکر الدین اور نام مسلم ہے۔ سلسلہ نسب یوں ہے، مسلم بن الحجاج بن مسلم بن ورد بن کرشاد القشیری۔ مولد و مسکن کے لحاظ سے گوان کے خمیر میں عجم کی خاک کا عنصر بھی شامل ہے۔ لیکن دراصل اس کا سلسلہ نسب عرب کے مشہور قبیلہ قشیر سے ملتا ہے۔ اسی بناء پر انہیں قشیری کہا جاتا ہے۔

مولد و مسکن..... امام مسلم خراسان کے مشہور و معروف شہر نیشاپور ۲ میں پیدا ہوئے جس کے متعلق احمد بن طاہر کہتے ہیں لیس فی الارض مثل نیسا بور بلد طیب ورت غفور اور فتوحی شاعر کہتا ہے جبذا شہر نیشاپور کہ در ملک خدائے۔ گر بہشت ست ہمین ست و گرنہ خود نیست، اور علامہ یاقوت حموی اس کو معدن الفضل و منبع العلماء لکھتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ وہاں سے اتنے ائمہ علم نکلے جن کا شمار نہیں ہو سکتا۔ اور علامہ تاج الدین سبکی رقمطراز ہیں کہ نیشاپور اس قدر بڑے اور عظیم الشان شہروں میں سے تھا کہ بغداد کے بعد اس کی نظیر نہ تھی اہل تاریخ نے اسکو امہات البلاد لکھا ہے لیکن چنگیز خان کے ہنگامہ میں تباہ و برباد اور بالکل ویران ہو گیا تھا کہتے ہیں کہ چنگیز خان نے جن لوگوں کو قتل کیا ان کی شمار سترہ لاکھ سینتالیس ہزار تھی، شہر نیشاپور شاہ طہموسپ کے آباد کردہ شہروں میں سے بتایا جاتا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ اس کو شاپور بن اردشیر نے آباد کیا تھا فارسی میں ”نہ“ شہر کو کہتے ہیں شاپور کے ساتھ مرکب ہو کر نیشاپور ہو گیا، اس کی معدنیاتی حالت یہ تھی کہ یہاں نہایت نفیس فیروزہ کی کانیں تھیں اور اس کی علمی حالت یہ تھی کہ اسلام میں سب سے پہلا مدرسہ جو تعمیر ہوا یہیں ہوا جس کا نام مدرسہ بہقیہ تھا۔ امام الحرمین (امام غزالی کے استاد نے اسی مدرسہ میں تعلیم پائی تھی عام شہرت ہے کہ دنیا کے اسلام میں سب سے پہلا مدرسہ بغداد کا، نظامیہ تھا، چنانچہ ابن خلکان نے بھی یہی دعویٰ کیا ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ فخر بغداد کے بجائے نیشاپور کو حاصل ہے بغداد کا نظامیہ ابھی وجود میں نہیں آیا تھا کہ نیشاپور میں متعدد بڑے بڑے دارالعلوم قائم ہو چکے تھے ایک بہقیہ، دوسرا سعدیہ، تیسرا نصریہ جسکو سلطان محمود کے بھائی نصر بن سبکتگین نے قائم کیا تھا، ان کے سوا اور بھی مدرسے تھے جنکا سر تاج نظامیہ نیشاپور تھا شیخ ابو حفص حداد، ابو علی و قاق، ابو محمد مرعش، ابو علی ثقفی، فرید الدین عطار، محمد بن یحییٰ جوہری، ابن راہویہ، نقبلی عمر خیام، حسین معمای، نظیری، اہلی، آگسی وغیرہ اہل علم کو اسی سر زمین نیشاپور نے پرورش کیا ہے۔

سنہ پیدائش..... میں اختلاف ہے ابن خلکان لکھتے ہیں کہ میں نے کسی حافظ حدیث کو ان کی سنہ ولادت اور عمر کو ضبط کرتے نہیں دیکھا، پھر فرماتے ہیں کہ حافظ ابن العلام نے غالباً (۲۰۲) بتایا تھا مگر بعد میں ابو عبد اللہ نیشاپوری کی ایک تصنیف سے معلوم ہوا کہ (۲۰۶) تھا حاکم نے سنہ وفات (۲۶۱) لکھ کر مدت عمر ۵۵ سال ذکر کی ہے اس حساب سے سنہ ولادت (۲۰۶) ثابت ہوتا ہے اسی کو ابن الاثیر نے جامع الاصول کے مقدمہ میں رائج قرار دیا ہے۔

سماع حدیث کیلئے سفر..... علامہ ذہبی نے آپ کے سماع حدیث کی ابتداء ۲۱۸ کو قرار دیا ہے گویا چودہ برس کی عمر سے سماعت کا زمانہ شروع ہو جاتا ہے۔ اس سے پہلے بھی سماعت کے مواقع حاصل تھے لیکن بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امام موصوف نے اس کو اس وقت کیلئے محفوظ رکھا جو ہر قسم کی اہلیت کا زمانہ ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے اس فن کے نشیب و فراز کو پیش نظر رکھ کر اس میدان میں قدم رکھا تھا۔

شیوخ و اساتذہ..... خراسان و نیشاپور میں اسحاق بن راہویہ اور امام ذہلی جیسے امام فن موجود تھے امام مسلم نے انکے علاوہ مختلف مقامات کی خاک چھانی، عراق، حجاز، شام اور مصر وغیرہ مقامات میں متعدد مرتبہ تشریف لے گئے بغداد کئی بار جانا ہوا اور یہاں آپ نے درس بھی دیا بغداد کا آخری سفر ۲۵۹ میں ہوا جس کے دو سال بعد آپ انتقال فرما گئے وہاں کے محدثین

میں سے محمد بن مہران اور ابو غسان وغیرہ سے سماعت کی عراق میں امام احمد بن حنبل اور عبد اللہ بن مسلمہ تعنی استفادہ کیا حجاز میں سعید بن منصور اور ابو مصعب سے روایتیں حاصل کیں مصر میں عمرو بن سواد اور حرملہ بن یحییٰ کے خرمن فیہ سے خوشہ چینی کی، احمد بن مسلمہ کی رفاقت میں بصرہ اور بلخ کا بھی سفر کیا۔ امام بخاری سے نیشاپور میں بہت کچھ استفادہ کیا صحیح مسلم میں جن بزرگوں سے آپ نے احادیث درج کی ہیں ان کی تعداد ہماری شمار کے مطابق دو سو گیارہ ہے۔

اصحاب و تلامذہ..... آپ کے تلامذہ میں حافظ ابو عیسیٰ ترمذی صاحب سنن، ابو حاتم رازی، ابو بکر بن خزیمہ، ابراہیم ابن ابی طالب، ابن صاعد، ابو حامد بن اشرفی، ابو حامد احمد بن حمدان، ابراہیم بن محمد سفیان، مکی بن عبدان، محمد بن مخلد، احمد بن سلمہ، موسیٰ بن ہارون اور ابو عوانہ جیسے ائمہ فن داخل ہیں۔

اخلاق و عادات، زہد و تقوی..... آپ نے عمر بھر نہ کسی کی غیبت کی نہ کسی کو مارا اور نہ کسی کو برا بھلا کہا اساتذہ و شیوخ کا بے احترام فرماتے تھے نہایت پاکیزہ خوار انصاف پسند تھے امام بخاری کے نیشاپور کے زمانہ قیام میں جب وہاں کی مجالس درس بے درنق ہو گئیں اور امام بخاری پر خلق کا ہجوم ہونے لگا تو حاسدین نے حسد کیا، عوام تو عوام امام ذہلی تک نے مسئلہ خلق قرآن میں امام بخاری کی مخالفت کی اور اپنی مجلس درس میں اعلان کر دیا۔ ”الامن کان یقول بقول البخاری فی مسئلۃ اللفظ بالقرآن فلیعتزل مجلسنا“ جو شخص لفظی بالقرآن غیر مخلوق قائل ہو وہ ہماری مجلس درس میں نہ آئے اس اعلان کو سن کر امام مسلم اور احمد بن مسلمہ فوراً مجلس سے اٹھے اور ان سے مسموعہ روایات کے تمام مسودے ان کو واپس کر دیے اور امام ذہلی سے بالکچھ روایت کرنا ترک کر دیا۔

آپ کے فضل و کمال کا اعتراف..... امام صاحب کی فطری قابلیت اور قوت حافظہ کی وجہ سے لوگ اس قدر گرویدہ ہو چکے تھے کہ اسحاق بن راہویہ جیسے امام فن نے ان مختصر الفاظ میں پیشین گوئی فرمائی ”ای رجل یكون هذا“ خدا جانے یہ شخص کس بلا کا آدمی ہو گا۔

نگاہیں کاملوں پر پڑ ہی جاتی ہیں زمانہ کی کس چھپتا ہے اکبر پھول پتوں میں نہاں ہو کر اسحاق کو سج نے آپ کو مخاطب کر کے فرمایا جب تک اللہ تعالیٰ آپ کو مسلمانوں کیلئے باقی رکھے گا بھلائی آپ کے ہاتھ سے نہ جائے گی۔ آپ امام بخاری کی خدمت میں بکثرت حاضر ہوتے تھے ایک مرتبہ ان کی تخر علمی اور زہد و تقویٰ سے متاثر ہو کر بے ساختہ ان کی پیشانی کا بوسہ لیا اور بے خودی میں پکار اٹھے ”دعنی اقبل رجلیک یا سید المحدثین وطیب الحدیث فی عللہ“ احمد بن مسلمہ کا بیان ہے کہ میں نے شیخ ابو ذر عہ اور ابو حاتم کو دیکھا ہے کہ وہ امام مسلم کو احادیث صحیحہ کی معرفت کے باب میں اپنے ہمعصر مشائخ پر ترجیح دیتے تھے، حافظ ابو قریش کہتے ہیں کہ دنیا میں حفاظ حدیث چار ہیں ان میں سے ایک امام مسلم ہیں۔ ابو عمرو و حمدان کہتے ہیں کہ میں نے شیخ ابن عقدہ سے پوچھا امام بخاری حافظ تر ہیں یا امام مسلم۔ آپ نے فرمایا بھائی یہ دونوں عالم ہیں میں نے کئی بار یہی سوال کیا تب آپ نے فرمایا کہ امام بخاری کبھی اہل شام کی بابت غلطی کر جاتے ہیں۔ بخلاف امام مسلم کے۔

امام مسلم کا مسلک..... آپ کے مسلک کی تعیین میں بڑی دشواری ہے۔ علامہ کشمیری فرماتے ہیں کہ امام مسلم و ابن ماجہ کا مذہب معلوم نہیں۔ نواب صدیق حسن خان نے انہیں شافعی شمار کیا ہے۔ صاحب کشف فرماتے ہیں الجامع الصحیح للامام المسلم الشافعی، مولانا عبد الرشید صاحب کی تحقیق یہ ہے کہ آپ مالکی المذہب تھے۔ مگر طبقات مالکیہ میں اس کا تذکرہ نہیں ہے۔ شیخ عبد اللطیف سندی فرماتے ہیں کہ امام ترمذی و مسلم کے متعلق عام طور سے یہ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ دونوں امام شافعی کے مقلد ہیں۔ حالانکہ یہ دونوں مجتہد تھے۔ صاحب الیالغ الجنی نے لکھا ہے کہ آپ اصولی طور پر شافعی تھے۔ آپ نے امام شافعی سے بہت کم اختلاف کیا ہے۔ شیخ طاہر جزائری کی بھی رائے یہی ہے کہ کسی امام کے مقلد فض نہیں تھے۔ البتہ امام

شافعی وغیرہ اہل حجاز کے مسلک کی طرف مائل تھے۔

وفات..... امام مسلم نے ۲۵ رجب ۲۶۱ھ میں بروز یکشنبہ وفات پائی۔ دو شنبہ کو جنازہ اٹھایا گیا اور نیشاپور کے باہر نصیر آباد میں دفن کئے گئے۔

جان من ہر چیز باصل خود باشد رجوع
ماچواز خاکیم آخر خاک می باید شدن
علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ ان کی قبر مبارک زیارت گاہ بنی ہوئی ہے۔

آسمان تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے
آپ کی وفات کا واقعہ بھی نہایت حیرت انگیز و عبرت خیز ہے۔ کہتے ہیں کہ مجلس درس میں ایک حدیث کے متعلق دریافت کیا گیا جو امام صاحب کو سوء اتفاق سے یاد نہ آئی۔ گھر واپس ہوئے تو انہیں خرما کا ایک ٹوکرا پیش کیا گیا۔ حدیث کی تلاش و جستجو میں اس قدر محو ہوئے کہ آہستہ آہستہ تمام چھوڑے تناول فرما گئے اور حدیث بھی مل گئی۔ بس یہی چھوڑے زیادہ کھا لینا ان کی موت کا سبب بنا۔ اس سے امام صاحب کی علمی شیفگی اور اسماک کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ وفات کے بعد ابو حاتم رازی نے خواب میں حال دریافت کیا۔ فرمایا خدا نے میرے لئے جنت کا مباح کر دیا۔

تصنیفات..... صحیح مسلم کے علاوہ امام مسلم کی اور بھی بہت سی تصنیفات ہیں۔ جن میں کامل طور سے تحقیق و امعان پایا جاتا ہے۔ اجمالی فہرست یہ ہے۔ مسند کبیر، الاسماء والکنی، جامع کبیر، کتاب العلل، کتاب التمزیز، کتاب الواحدان، کتاب الاقران، کتاب حدیث عمرو بن شعیب، کتاب الانتقاء باب السباع، کتاب مشلح مالک، کتاب مشلح الثوری، کتاب مشلح شعبہ، کتاب المخضرین، کتاب اولاد الصحابہ، کتاب اوہام المحدثین، کتاب الطبقات، کتاب افراد الشامین، کتاب رولہ الاعتبار، کتاب السوالات از احمد بن حنبل۔

صحیح مسلم..... مذکورہ بالا تصنیفات میں سب سے زیادہ مقبولیت و شہرت ”الجامع الصحیح“ کو حاصل ہوئی۔ جس کو یہ شرف حاصل ہے کہ ہمیشہ صحیح بخاری کے ساتھ اس کا بھی نام لیا جاتا ہے۔ اس میں فن حدیث کے وہ عجائبات ہیں جس میں کلام کرنے کی گنجائش ہی نہیں۔ شیخ ابو علی زاغونی کو بعض ثقافت نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کس چیز کے ذریعہ نجات پائی۔ کہا اس جزء کے صدقہ میں جو میرے ہاتھ میں ہے۔ دیکھا تو وہ صحیح مسلم کا ایک جزو تھا۔

وجہ تصنیف..... احادیث کے ذخیرے میں سب سے پہلے امام بخاری نے احادیث صحیحہ مرفوعہ کو الگ منتخب فرمایا اور جامع صحیح تصنیف کی۔ اس کو دیکھ کر امام مسلم کو بھی اسی عنوان سے ایک دوسرے انداز میں احادیث صحیحہ کو جمع کرنے کا شوق ہوا۔ لیکن امام بخاری کے پیش نظر احادیث صحیحہ مرفوعہ کی تخریج اور فقہ و سیرت اور تفسیر وغیرہ کا استنباط تھا۔ اس لئے انہوں نے موقوف و معلق، صحابہ و تابعین کے فتاویٰ بھی نقل کئے۔ جس کے نتیجہ میں احادیث کے متون و طرق کے ٹکڑے ٹکڑے کتاب میں بکھر گئے اور امام مسلم کا مقصد صرف احادیث صحیحہ کو منتخب کرنا ہے۔ وہ استنباط وغیرہ سے تعرض نہیں کرتے بلکہ ہر حدیث کے مختلف طرق کو حسن ترتیب سے یکجا بیان کرتے ہیں۔ جس سے متون کے اختلاف اور مختلف اسانید سے واقفیت حاصل ہو جاتی ہے۔ اس لئے احادیث منقطعہ وغیرہ کی تعداد نادر ہے۔

تعداد روایات..... امام مسلم نے اپنی جامع صحیح کا انتخاب ایسی تین لاکھ روایات سے کیا ہے جن کو آپ نے براہ راست اپنے شیوخ سے سنا تھا۔ اس انتخابی مجموعہ کی روایات کی تعداد علامہ طاہر جزائری کے نزدیک حذف مکررات کے بعد چار ہزار ہے۔ شیخ ابن صلاح کی تحقیق میں مکررات کے علاوہ بنیادی حدیثیں چار ہزار ہیں۔ علامہ عراقی فرماتے ہیں کہ اگر مکررات کا لحاظ کیا جائے تو صحیح مسلم کثرت طرق میں بخاری سے زائد ہے۔ چنانچہ احمد بن سلمہ جو امام موصوف کے ساتھ پندرہ سال شریک رہے وہ فرماتے ہیں کہ بارہ ہزار ہیں اور ابو احفص میاجی فرماتے ہیں کہ آٹھ ہزار ہیں۔ ممکن ہے دونوں کے نزدیک شمار کا معیار مختلف رہا ہو۔

تراجم و ابواب..... علامہ نووی فرماتے ہیں کہ امام مسلم نے اپنی کتاب کو ابواب کا لحاظ رکھتے ہوئے مرتب کیا ہے لویانی الواقع کتاب کی ترویج کر دی گئی تھی۔ لیکن شاید حجم کتاب کی زیادتی یا اور کسی وجہ سے تراجم ابواب قائم نہیں فرمائے ان کے بعد محدثین نے تراجم ابواب قائم کئے ہیں۔ بعض مناسب اور بعض غیر مناسب ہیں یا تو ترجمہ کی عبارت میں کمی یا الفاظ میں یا موزونیت ہوتی ہے۔ علامہ شبیر احمد عثمانی فرماتے ہیں۔ حق تو یہ ہے مصنف کی شایان شان اب تک تراجم قائم نہیں ہو سکے۔ تصنیف جامع میں امام مسلم کا اہتمام..... امام مسلم نے جمع صحیح میں نہ صرف یہ کہ اپنی ذاتی تحقیق پر اکتفا نہ کیا (یعنی یہ نہیں کیا کہ جن حدیثوں کو خود انہوں نے صحیح سمجھا تھا نقل کر دیا) بلکہ مزید احتیاط کے پیش نظر صرف وہی حدیثیں درج کیں جن کی صحت پر اور مشائخ وقت کا بھی اتفاق تھا۔ چنانچہ خود ان کا بیان ہے کہ ہر وہ حدیث جو میرے نزدیک صحیح تھی اس کو میں نے یہاں درج نہیں کیا۔ میں نے تو یہاں صرف ان احادیث کو درج کیا ہے جن کی صحت پر شیوخ وقت کا اجماع ہے۔ شیخ ابن صلاح وغیرہ نے اجماع سے اجماع عام سمجھا ہے۔ اس لئے ان کو امام مسلم کے اس دعوے کی صحت کے متعلق سخت اشکال ہوا لیکن امام مسلم کی مراد اجماع سے اجماع عام نہیں بلکہ اس دور کے بعض خاص مشہور شیوخ وقت کا اجماع ہے۔ چنانچہ علامہ بلقینی نے اس سلسلہ میں امام احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین، عثمان بن ابی شیبہ اور سعید بن منصور خراسانی، ان چار آئمہ کے نام گنا کر لکھا ہے کہ امام مسلم کی مراد ان چار حضرات کا اجماع ہے۔ امام مسلم نے اس پر بھی بس نہیں کیا بلکہ جب کتاب مکمل ہو گئی تو حافظ عصر ابو ذر عہ کی خدمت میں لے جا کر پیش کیا جو اس دور میں علل حدیث اور فن جرح و تعدیل کے بہت بڑے امام مانے جاتے تھے اور جس روایت کے بارے میں انہوں نے کسی علت کی طرف اشارہ کیا اسے کتاب سے خارج کر دیا اس طرح پندرہ سال کی محنت شاقہ میں بقول ابو الفضل احمد بن سلمہ یہ بارہ ہزار احادیث صحیحہ کا ایسا انتخاب مجموعہ تیار ہوا جس کے بارے میں خود مصنف نے جوش و اوعا میں کہا تھا کہ ”اگر محدثین دو سو سال تک بھی حدیثیں لکھتے رہیں تب بھی ان کا دار و مدار اسی المسند صحیح پر ہو گا۔ مردان خدا کی بات بے اثر نہیں ہوتی آج دو سو برس کیا گیارہ سو برس سے اوپر گزر گئے مگر کتاب کا حسن قبول اسی طرح پر ہے۔“ صحیح ہے ”سراج مقبال ہر گز نمبر د“ شیخ ابو عمرو ابن الصلاح نے بروایت حافظ ابو قریشی شیخ ابو ذر عہ کا قول نقل کیا ہے کہ امام مسلم نے اپنی صحیح میں چار ہزار احادیث جمع کی ہیں، موصوف کہتے ہیں کہ اس سے مراد باسقاط مکررات ہے۔ صحاح ستہ میں صحیح مسلم کا مقام..... علامہ نووی فرماتے ہیں کہ کتاب اللہ کے بعد صحیحین بخاری و مسلم کا مرتبہ ہے اور امت نے ان دونوں کی تلقین بالقبول کی ہے۔ البتہ صحیح بخاری بعض دیگر فوائد و معارف کے لحاظ سے سب سے فائق و ممتاز ہے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ حسن ترتیب وغیرہ کے لحاظ سے ان کا مقام بہت بلند ہے۔ یہاں تک کہ بعض لوگوں نے اسے صحیح بخاری پر بھی اچھالا ہے۔ کیونکہ سر و اسانید حسن سیاق متون، تلخیص طرق اور ضبط انتشار وغیرہ امور بخاری میں مفقود ہیں۔ حافظ مسلمہ بن قاسم قرطبی نے اپنی تاریخ میں صحیح مسلم کے متعلق لکھا ہے کہ اسلام میں کسی نے ایسی کتاب تصنیف نہیں کی۔ محدث قاضی عیاض نے ”الماء“ میں ابو مروان طبری سے نقل کیا ہے کہ میرے بعض شیوخ صحیح مسلم کو صحیح بخاری پر فضیلت دیتے تھے، شیخ ابو محمد تجیبی نے اپنی فہرست میں امام ابن حزم ظاہری کے متعلق بھی یہی لکھا ہے کہ وہ مسلم کی کتاب کو بخاری کی کتاب پر ترجیح دیا کرتے تھے۔ حافظ ابن مندہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابو علی نیشاپور کو جن سے بڑھ کر حافظ حدیث میری نظر سے نہیں گزرا، یہ کہتے سنا ہے کہ آسمان کے تلے مسلم کی کتاب سے صحیح ترکوئی کتاب نہیں۔ حافظ ابن مندہ نے جس انداز میں ابو علی نیشاپوری کی یہ تصریح نقل کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خود ان کی بھی رائے یہی ہے۔ حافظ عبد الرحمن بن علی الریجینی شافعی کہتے ہیں۔

تنازع اہل قوم فی البخاری و مسلم لدی و قالوا ای ذین تقدم

۱۔ میرے سامنے بخاری اور مسلم کے بارے میں کچھ لوگوں نے تنازعہ کیا اور کہا کہ ان دونوں میں سے (مرتبہ میں) کون مقدم ہے۔ میں نے کہا بخاری صحت کے اعتبار سے فوقیت رکھتے ہیں۔ جیسے مسلم ترتیب ابواب میں ان سے بڑھے ہوئے ہیں۔ ۱۲

فقلت لقد فاق البخاری صحیحہ کما فاق فی حسن الصناعتہ مسلم جن لوگوں نے صحیح مسلم کو صحیح بخاری پر ترجیح دی ہے اگر ان کی اس ترجیح کا منشا یہ ہے کہ امام مسلم کے پیش نظر فقط احادیث صحیحہ کا انتخاب ہے، برخلاف امام بخاری کے کہ وہ موقوفات و آثار وغیرہ کو بھی اپنی کتاب میں جگہ دیتے ہیں تب تو کوئی حرج نہیں ہے۔ کیونکہ اس سے صحیح مسلم کا نفس صحت میں رائج ہونا لازم نہیں آتا اور اگر یہ لوگ علی الاطلاق اصح کہنا چاہتے ہیں تو یہ ناقابل اعتبار ہے۔

راویان صحیح مسلم..... صحیح مسلم کی شہرت اگرچہ مصنف سے تو اتر کی حد تک پہنچی ہوئی ہے لیکن اس کی روایت کا سلسلہ شیخ ابواسحاق ابراہیم بن سفیان نیشاپوری متوفی ۳۰۸ھ سے قائم رہا۔ آپ کو امام مسلم سے خاص ربط تھا۔ اکثر حاضر خدمت رہتے تھے۔ ان کا بیان ہے کہ امام مسلم نے اس کتاب کی قرأت سے جو انہوں نے ہمارے لئے شروع کی تھی رمضان ۲۵۷ھ میں فراغت پائی۔ بلاد مغرب میں ایک اور شاگرد ابو محمد احمد بن علی قلائی سے بھی صحیح مسلم کی روایت کی جاتی ہے لیکن اس کا سلسلہ حدود مغرب سے آگے نہ بڑھ سکا۔ صحیح مسلم کا آخری حصہ جو تین جز کے قریب قریب ہے ابو محمد قلائی نے امام مسلم سے براہ راست نہیں سنا بلکہ وہ اس کو ابراہیم کے شاگرد ابو محمد جلودی سے روایت کرتے ہیں۔

شروح و حواشی صحیح مسلم..... صحیح مسلم پر بہت سی شروح و حواشی اور مستخرجات لکھے گئے ہیں۔ جن کا تذکرہ صاحب کشف الظنون نے تفصیل کے ساتھ کیا ہے۔ چند مشہور شروح یہ ہیں۔

(۱) المنہاج فی شرح صحیح مسلم بن الحجاج۔

حافظ ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ کی تصنیف ہے جو مشہور ہے۔

(۲) الایمان۔

خطیب قسطلانی شہاب الدین احمد بن محمد شافعی متوفی ۹۲۳ھ کی ہے جو نصف حصہ تک آٹھ ضخیم اجزاء میں ہے۔

(۳) شرح صحیح مسلم

ملا علی قاری ہروی کی ہے جو چار جلدوں میں ہے۔

(۴) مختصر شرح النووی۔

شیخ شمس الدین محمد بن یوسف قونوی حنفی نے منہاج نووی کا اختصار کیا ہے۔

(۵) العلم بفوائد کتاب مسلم۔

ابو عبد اللہ محمد بن علی مازری متوفی ۵۳۶ھ کی تصنیف ہے۔

(۶) اکمال العلم فی شرح مسلم۔

علامہ قاضی عیاض مالکی متوفی ۵۴۴ھ نے شرح مازری کی تکمیل کی ہے۔

(۷) المفہم لما اشتمل فی تلخیص کتاب مسلم۔

ضیاء الدین ابوالعباس احمد بن عمر بن ابراہیم قرطبی مالکی متوفی ۶۵۶ھ کی تصنیف ہے۔ موصوف نے پہلے صحیح مسلم کی تلخیص و تبویب کی اس کے بعد اس کی شرح لکھی۔ مصنف کا بیان ہے کہ اس میں علاوہ توجیہ و استدلال کے اعراب کے نکات بھی بیان کئے گئے ہیں۔

(۸) شرح زوائد مسلم۔

از سراج الدین عمر بن علی بن الملحق الشافعی متوفی ۸۰۴ھ

(۹) حاشیہ صحیح مسلم۔

از برہان الدین ابراہیم بن محمد الحلبي معروف بسط ابن النجفی متوفی ۸۴۱ھ
(۱۰) اکمال المعلم

امام عبداللہ محمد بن خلیفہ ابوشتانی الابی المالکی المتوفی ۸۷۷ھ کی تصنیف ہے۔ موصوف نے قاضی عیاض، نووی، قرطبی اور مازری کی شروح سے مدد لی ہے اور بہت سے فوائد کا اضافہ کیا ہے۔ یہ چار جلدوں میں ہے۔
(۱۱) المفہم فی شرح غریب مسلم۔

امام عبدالمفاخر بن اسماعیل فارسی متوفی ۵۱۹ھ نے الفاظ غریبہ کی شرح کی ہے۔
(۱۲) شرح صحیح مسلم۔

علامہ ابو الفرج عیسیٰ بن مسعود زوادی متوفی ۷۴۴ھ کی تصنیف ہے جو معلم، اکمال، مفہم وغیرہ شروح کا مجموعہ ہے۔ علامہ شعرانی کہتے ہیں کہ اس کا زیادہ تر مجموعہ میرے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ یہ پانچ جلدوں میں ہے۔
(۱۳) شرح صحیح مسلم۔

عماد الدین عبدالرحمن بن عبدالعلی مصری کی تصنیف ہے۔

(۱۴) الدیباچ علی صحیح مسلم بن الحجاج

علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ کی نہایت لطیف شرح ہے۔
(۱۵) المعلم فی شرح صحیح مسلم۔

از شیخ ابو یوسف یعقوب البیانی اللاہوری المتوفی ۱۹۰۸ھ
(۱۶) حاشیہ بر صحیح مسلم۔

از شیخ ابوالحسن نور الدین محمد بن عبدالمہادی السندی الحنفی المتوفی ۱۱۲۸ھ
(۱۷) عنایۃ المعتم بشرح صحیح مسلم۔

شیخ عبداللہ بن محمد الماسی حنفی متوفی ۱۱۶۷ھ کی تصنیف سات جلدوں میں نصف مسلم تک ہے۔
(۱۸) دشی الدیباچ۔

علامہ مجموعی متوفی ۱۲۹۸ھ نے شرح سیوطی کی تلخیص کی ہے۔
(۱۹) السراج الوہاب۔

نواب صدیق حسن خان متوفی ۱۳۰۷ھ کی ہے۔ جو مختصر منذری کی شرح ہے۔
(۲۰) شرح صحیح مسلم۔

از شیخ تقی الدین ابو عمرو عثمان ابن صلاح۔ اس کا ذکر سیوطی نے تقریب میں کیا ہے۔
(۲۱) فتح الملہم۔

علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی کی بہترین شرح ہے جس کی صرف تین جلدیں مکمل ہو سکیں۔ غالباً یہ پانچ جلدوں میں مکمل ہوتی مگر افسوس کہ مولانا کا انتقال ہو گیا اور کتاب نا تمام رہ گئی۔ اے

(۱۷) ابوداؤد

نام و نسب..... ابوداؤد کنیت، سلیمان نام اور والد کا اسم گرامی اشعث ہے۔ سلسلہ نسب یہ ہے۔ ابوداؤد سلیمان بن اشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداؤد بن عمرو بن عمران الازدی السجستانی۔

تحقیق سجستان..... امام ابو داؤد سجستان کی طرف منسوب ہو کر سجستانی کہلاتے ہیں۔ لیکن سجستان کہاں ہے اس کی تعیین میں قدرے اختلاف ہے۔ ابن خلکان کہتے ہیں کہ ان کی نسبت سجستان یا سجستانہ کی طرف ہے جو بصرہ کے اطراف میں ایک گاؤں کا نام ہے۔

شاہ عبدالعزیز صاحب بستان المحدثین میں فرماتے ہیں کہ اس نسبت کی تحقیق میں ابن خلکان سے غلطی سرزد ہوئی ہے حالانکہ ان کو تاریخ دانی اور تصحیح انساب و نسب میں کمال حاصل ہے۔ چنانچہ شیخ تاج الدین سبکی ان کی عبارت نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں۔ ”وہذا وہم والصواب انہ، نسبتہ الی الاقلیم المعروف المتاخم للبلاد الهند“ (یہ ان کا وہم ہے۔ صحیح یہ ہے کہ یہ نسبت اس اقلیم کی طرف ہے جو ہند کے پہلو میں واقع ہے۔) شاہ صاحب فرماتے ہیں یعنی یہ سیتان کی طرف نسبت ہے جو سندھ و ہرات کے مابین مشہور ملک ہے اور قندھار کے متصل واقع ہے۔ لیکن وہاں کے جغرافیہ میں اس نام کے شہر کا کہیں پتہ نہیں چلتا۔ یا قوت حموی نے لکھا ہے کہ یہ خراسان کے اطراف میں ہے اور اس کو سنجر بھی کہتے ہیں اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہے۔ صاحب معجم علمی کہتے ہیں ”سجستان ہی مدینتہ فی جنوب خراسان“ نواب صدیق حسن خان نے ”ریاض المرآت“ میں ذکر کیا ہے کہ یہ ایک ولایت ہے جس کی حدود خراسان سے مفاہزہ کرمان تک ہے اور غزنین، افغانستان اور ہند سے ملحق ہے۔ اس کو سجستان بن فارس نے آباد کیا تھا۔ اس لئے سجستان ہی سے موسوم ہے اور یہ زابلستان اور نیمروز کے ساتھ بھی مشہور ہے۔ اس میں ایک نہر ہے جس کا نام ہیر من ہے۔ قاموس میں ہے کہ یہ سیتان (یعنی سجستان) میں ہو کر گذرتی ہے۔ خواجہ معین الدین چشتی اور فرخی شاعر اسی سرزمین سے ہوئے ہیں۔ علامہ شبلی ”الفاروق“ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ سیتان کو عرب سجستان کہتے ہیں۔ حدود اربعہ یہ ہیں۔ شمال میں ہرات، جنوب میں مکران، مشرق میں سندھ اور مغرب میں کوہستان۔

سن پیدائش..... امام ابو داؤد سیتان میں ۲۰۲ھ میں پیدا ہوئے لیکن آپ نے زندگی کا بڑا حصہ بغداد میں گزارا اور وہیں اپنی سنن کی تالیف کی۔ اسی لئے ان سے روایت کرنے والوں کی اس اطراف میں کثرت ہے۔ پھر بعض وجوہ کی بناء پر ۲۷۱ھ میں بغداد کو خیر باد کہا اور زندگی کے آخری چار سال بصرہ میں گزارے جو اس وقت علم و فن کے لحاظ سے مرکزی حیثیت رکھتا تھا۔ تحصیل علم..... آپ نے جس زمانہ میں آنکھیں کھولیں اس وقت علم حدیث کا حلقہ بہت وسیع ہو چکا تھا۔ آپ نے بلاد اسلامیہ میں عموماً مصر، شام، حجاز، عراق، خراسان اور جزیرہ وغیرہ میں خصوصیت کے ساتھ کثرت سے گشت کر کے اس زمانہ کے تمام مشاہیر اساتذہ و شیوخ سے علم حدیث حاصل کیا۔ صاحب اکمال نے لکھا ہے کہ بغداد متعدد بار تشریف لائے۔ اساتذہ و شیوخ..... امام ابو داؤد تحصیل علم کے لئے جن اکابر و شیوخ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کا استقصاء دشوار ہے۔ خطیب تبریزی فرماتے ہیں کہ انہوں نے بے شمار لوگوں سے حدیثیں حاصل کیں، ان کی سنن اور دیگر کتابوں کو دیکھ کر حافظ ابن حجر کے اندازے کے مطابق ان کے شیوخ کی تعداد تین سو سے زائد ہے۔ آپ کے اساتذہ میں مشائخ بخاری و مسلم جیسے امام امام احمد بن حنبل، عثمان بن ابی شیبہ، قتیبہ بن سعید اور قعنبی، ابولولید طیاسی، مسلم بن ابراہیم اور یحییٰ بن معین جیسے ائمہ فن داخل ہیں۔

اصحاب و تلامذہ..... ان کے تلامذہ کا شمار بھی مشکل ہے۔ ان کے حلقہ درس میں کبھی کبھی ہزاروں کا اجتماع ہوتا تھا۔ عامہ ذہبی نے لکھا ہے کہ ان کے لئے سب سے زیادہ قابل فخر بات یہ ہے کہ امام ترمذی اور امام نسائی ان کے تلامذہ میں سے ہیں اور یہ عجیب اتفاق ہے کہ خود امام احمد تو ان کے اساتذہ میں ہیں لیکن امام احمد کے بعض استادوں نے ان سے روایت کی ہے بلکہ خود امام احمد بن حنبل نے بھی حدیث غیرہ کو ان سے روایت کیا ہے اور امام ابو داؤد اس پر فخر کیا کرتے تھے۔ ان کے علاوہ آپ کے شاگردوں میں سے چار شخص جماعت محدثین کے سردار و پیشوا ہوئے ہیں۔ ابو بکر بن ابی داؤد (آپ کے صاحبزادے) لوؤئی۔ ابن الاعرابی، ابن داسہ۔

۱۔ شخص از ابن ماجہ اور علم حدیث، محدثین عظام، بستان المحدثین، ابن خلکان، تذکرۃ الحفاظ، کشف۔

فن حدیث میں کمال..... ابراہیم حربی نے جو اس زمانہ کے عمدہ محدثین میں سے ہیں جب سنن ابوداؤد کو لکھا تو فرمایا کہ ”ابوداؤد کے لئے حق تعالیٰ نے علم حدیث ایسا نرم کر دیا ہے جیسے حضرت داؤد کے لئے لوہا ہوا تھا۔“ حافظ ابی طاہر بلخی نے اس مضمون کو پسند کر کے اس قطعہ میں نظم کیا ہے۔

لامام اہلیہ ابی دانود

لان الہ الحدیث و علمہ بکمالہ

لنبی اہل زمانہ دانود

مثل الذی لان الحدید و سبکہ

فقہی ذوق..... اصحاب صحاح ستہ کی نسبت امام داؤد پر فقہی ذوق زیادہ غالب تھا، چنانچہ تمام ارباب صحاح ستہ میں صرف یہی ایک بزرگ ہیں جن کو علامہ شیخ ابواسحاق شیرازی نے طبقات الفقہاء میں جگہ دی ہے۔ امام ممدوح کے اسی فقہی ذوق کا نتیجہ ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب کو صرف احادیث احکام کیلئے مختص فرمایا، فقہی احادیث کا جتنا بڑا ذخیرہ اس کتاب (سنن) میں موجود ہے صحاح ستہ میں سے کسی کتاب میں آپ کو نہیں ملے گا۔ چنانچہ حافظ ابو جعفر بن زبیر غرناطی متوفی ۷۰۸ھ صحاح ستہ کی خصوصیات پر تبصرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں اور احادیث فقہیہ کے حصر و استیعاب کے سلسلے میں ابوداؤد کو جو بات حاصل ہے وہ دوسرے مصنفین صحاح ستہ کو نہیں۔ علامہ یافعی فرماتے ہیں کہ آپ حدیث و فقہ دونوں کے سرخیل تھے۔ زہد و تقویٰ..... ابو حاتم فرماتے ہیں کہ امام موصوف حفظ حدیث، اتقان روایت، زہد و عبادت اور یقین و توکل میں یکتائے روزگار تھے۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ ورع و تقویٰ، عفت و عبادت کے بہت اونچے مقام پر فائز تھے۔ ان کی زندگی کا مشہور واقعہ ہے کہ ان کے کرتے کی ایک آستین تنگ تھی اور ایک کشادہ جب اس کا راز دریافت کیا گیا تو بتایا کہ ایک آستین میں اپنے نوشتے رکھ لیتا ہوں اس لئے اس کو کشادہ بنالیا ہے اور دوسری کو کشادہ کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی اس میں کوئی فائدہ نہ تھا اس لئے تنگ ہی رکھا۔

ہے ذوق برابر انہیں کم اور زیادہ

جو گنج قناعت میں ہیں نقدیر پر شا کر

قدر دانی اسلاف..... امام ابوداؤد اپنے دور کے بعض تنگ نظر ارباب روایات کی طرح ائمہ اہل الرائے کے مخالف نہ تھے بلکہ فقہاء کرام کی مساعی جمیلہ کو نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھتے اور بڑے ادب و احترام سے ان کا ذکر خیر کرتے تھے۔ چنانچہ حافظ مغرب علامہ ابن عبدالبر قرطبی بسند متصل ان سے نقل ہیں کہ امام ابوداؤد کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ شافعی پر رحمت نازل فرمائے وہ امام تھے، اللہ تعالیٰ ابو حنیفہ پر رحمت فرمائے وہ امام تھے، اللہ تعالیٰ مالک پر رحمت نازل فرمائے وہ امام تھے۔ آپ کے فضل و کمال کا اعتراف..... ابوداؤد کو علم و عمل میں جو امتیازی مقام حاصل تھا اس زمانہ کے علماء و مشائخ کو بھی اس کا پورا پورا اعتراف تھا۔ چنانچہ موسیٰ بن ہارون جو ان کے معاصر تھے فرماتے ہیں کہ ابوداؤد دنیا میں حدیث کیلئے اور آخرت میں جنت کیلئے پیدا کئے گئے ہیں۔ میں نے ان سے افضل کسی کو نہیں دیکھا امام حاکم فرماتے ہیں کہ امام داؤد بلا شک و ریب اپنے زمانہ میں محدثین کے امام تھے۔

اہل اللہ کی سچی عقیدت..... احمد بن محمد بن الیث کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت سہل بن عبد اللہ تستری جو اس زمانہ کے اہل اللہ میں سے تھے آپ کی خدمت میں تشریف لائے اور عرض کیا۔ امام صاحب میں ایک ضرورت سے آیا ہوں۔ اگر حسب امکان پوری کرنے کا وعدہ فرمائیں تو عرض کروں۔ آپ نے وعدہ کر لیا۔ انہوں نے کہا کہ جس مقدس زبان سے آپ رسول اللہ ﷺ کی احادیث روایت کرتے ہیں میں اس کو بوسہ دینے کی آرزو رکھتا ہوں ذرا آپ اسے باہر نکالیں۔ چنانچہ آپ نے اپنی زبان مبارک باہر نکالی اور حضرت سہل نے اس کو بوسہ دیا۔

امام داؤد کا مسلک..... شاہ صاحب نے بستان الحدیث میں فرمایا ہے کہ ان کے مسلک میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا

اے حدیث اور علم حدیث اپنے کمال کے ساتھ نرم ہو گئی، ابوداؤد کے لئے جو اہل حدیث کے امام ہیں جیسے لوہا اور اس کا گلانا سہل ہو گیا تھا داؤد کیلئے جو اپنے زمانہ کے نبی تھے۔

ہے کہ شافعی تھے۔ بعض نے ان کو حنفی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ نواب صدیق حسن خان نے ان کو شافعی مانا ہے اور تاریخ ابن خلکان میں مذکور ہے کہ شیخ ابواسحاق شیرازی نے ان کو طبقات الفقہاء میں امام احمد بن حنبل کے اصحاب میں شمار کیا ہے۔ حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب نے بھی علامہ ابن تیمیہ کے حوالے سے ان کو حنبلی فرمایا ہے۔ یہ بات ان کی سنن کے مطالعہ کے بعد بالکل آشکار ہو جاتی ہے کہ حنبلی المسلك ہی تھے۔ کیونکہ آپ نے اپنی سنن میں بہت سے مقامات پر دوسری ثابت و معروف روایات کے مقابلہ میں ان احادیث کو ترجیح دی ہے جن سے امام احمد کے مسلک کی تائید ہوتی ہے۔ مثلاً ترجمہ قائم کرتے ہیں ”باب کراہیت استقبال القبلة عند قضاء الحاجة“ چونکہ امام احمد کے نزدیک قضاء حاجت کے وقت استدبار قبلہ مطلقاً جائز ہے اس لئے ترجمہ الباب میں اس کو ترک کر دیا۔ مزید برآں اس کے آگے باب الرخصة فی ذلک کا ترجمہ قائم کر کے استدبار قبلہ کا جواز ثابت کیا ہے۔ اسی طرح ترجمہ میں ”باب البول قائم“ اس میں حضرت حذیفہ ؓ کی روایت ”انی سبأ لہ قوم اھ“ ذکر کر کے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی اباحت ثابت کی ہے جو امام احمد کا مسلک ہے جمہور کے نزدیک بغیر عذر مکروہ ہے۔ اب یہاں دوسری مشہور حدیث ذکر نہیں فرمائی جس سے بیٹھ کر ہی پیشاب کرنے کی تاکید نکلتی ہے بلکہ اس کو اپنی کتاب میں دوسری جگہ ذکر فرمایا ہے۔ اسی طرح ترجمہ قائم کیا ہے کہ ”باب الوضوء بفضل طہور المراء“ اس کے بعد ترجمہ قائم کیا ہے۔ ”باب النہی عن ذلک“ ائمہ اربعہ میں سے یہ صرف امام احمد کا مذہب ہے کہ عورت کے غسل یا وضو سے بچے ہوئے پانی کا استعمال مرد کیلئے ناجائز ہے۔

بہر کیف اس طرح کتاب کے مطالعہ کے بعد آپ کا حنبلی المسلك ہونا متعین ہو جاتا ہے۔

امام ابو داؤد کے پس منظر دید واقعات..... امام صاحب فقہ و حدیث اور زہد ورع کے ساتھ ساتھ اشیاء کی تحقیقات اور نوادرات کی معلومات حاصل کرنے کا بھی خاص ذوق رکھتے تھے۔ چنانچہ ”باب ماجانی بیر بضاعتہ“ کے ذیل بیر بضاعتہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ میں نے اس کو اپنی چادر سے بدست خود ناپ کر دیکھا تو اس کا عرض چھ ہاتھ نکلا۔ پھر میں نے باغ والے سے مزید تحقیق کرتے ہوئے پیچھا کیا اس کنویں کا حال پہلے کی نسبت کچھ بدل گیا ہے۔ اس نے کہا نہیں جیسا تھا ویسا ہی ہے۔ اس کے بعد میں نے اس کے پانی کو بغور دیکھا تو اس کا رنگ بدلا ہوا تھا۔ کتاب الزکوۃ کے تحت ”باب صدقۃ الزرع“ کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ میں نے مصر میں تیرہ بالشت کی ایک گلڑی بچشم خود دیکھی تھی، نیز اونٹ پر لد اہوا ایک ترنج دیکھا جس کو کاٹ کر دو ٹکڑے کر کے دو بوجھ کر دیئے گئے تھے۔

اقامت بصرہ اور درس حدیث..... امام صاحب کی جائے پیدائش گوسیتان ہے۔ لیکن آپ کی زندگی کا اکثر حصہ بغداد میں گذرا اور وہیں آپ نے اپنی سنن کی تالیف کی۔ حافظ ابو سلیمان نے بواسطہ عبد اللہ بن محمد سبکی ابو بکر بن جابر خادم ابو داؤد سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں بغداد میں آپ کے ساتھ تھا۔ شام کا وقت ہوا تو ہم نے مغرب کی نماز ادا کی۔ جب ہم نماز سے فارغ ہوئے تو اچانک کسی نے دروازے پر دستک دی۔ دیکھا تو امیر ابو احمد الموفق تھے جو آنا چاہتے تھے۔ میں نے امام صاحب کو اطلاع کی کہ امیر صاحب اجازت چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ ضرور چنانچہ امیر موصوف تشریف لائے۔ امام صاحب نے دریافت کیا کہ اس وقت آپ نے کیسے تکلیف کی۔ امیر نے کہا میں باتوں کیلئے حاضر ہوا ہوں۔ اگر آپ منظور فرمائیں تو زہد قسمت۔ امام صاحب نے کہا فرمائیے۔ امیر نے عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ بصرہ تشریف لے آئیں تاکہ وہاں بھی تشنگان علم آپ سے فیضیاب ہو سکیں۔ امام صاحب نے فرمایا، منظور ہے۔ امیر نے کہا دوسری خواہش یہ ہے کہ آپ میری لولاد کو اپنی کتاب سنن پڑھادیں، امام صاحب نے فرمایا منظور ہے۔ امیر نے کہا، تیسری گزارش یہ ہے کہ ان کیلئے درس کی کوئی مخصوص مجلس مقرر فرمادیں جس میں دیگر عام طلبہ کی شرکت نہ ہو۔ آپ نے فرمایا یہ نہیں ہو سکتا۔ اس واسطے کہ تحصیل علم کے سلسلہ میں شریف و وضع اور امراء و فقراء سب برابر ہیں۔ قال ابن جابر فکانوا یحضر و یسمعون مع العامۃ۔

وفات..... امام ابو داؤد نے ۷۳ سال کی عمر پر ۱۶ شوال ۲۷۵ھ میں انتقال فرمایا اور بصرہ میں امام سفیان ثوری کے پہلو میں مدفون ہوئے، یوم وفات روز جمعہ ہے۔

مثلاً ایوان سحر مرقد فروزاں ہو تیرا
نور سے معمور ہو خاکِ شہستان ہو تیرا (اقبال)

تصنیفات..... امام ابو داؤد نے بہت سا علمی ذخیرہ اپنی یادگار چھوڑا ہے۔ جس کی مجمل فہرست درج ذیل ہے۔ مراسل۔ الرد علی القدریہ۔ النسخ والنسخ۔ ماتفر دہ اہل الامصار۔ فضائل الانصار۔ مسند مالک بن انس۔ المسائل۔ معرفۃ الاوقات۔ کتاب بدء الوحی۔ سنن۔ ان میں سب سے زیادہ اہم آپ کی سنن ہے۔

سنن ابو داؤد..... پانچ لاکھ احادیث نبویہ کا وہ بہترین انتخاب اور گراں بہا مجموعہ ہے۔ جو علم دین میں اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ علامہ خطابی اپنی مشہور کتاب معالم السنن میں فرماتے ہیں۔ ”امام ابو داؤد کی کتاب السنن بلاشبہ ایسی عمدہ کتاب ہے کہ علم دین میں ایسی کوئی کتاب تصنیف نہیں ہوئی، یہ کتاب علماء کے تمام فرقوں اور فقہاء کے سب طبقوں میں باوجود اختلاف مذاہب کے حکم مانی جاتی ہے۔“

حافظ ابو طاہر سلفی نے اس کی مدح میں ایک عمدہ نظم لکھی ہے۔ جو درج ذیل ہے۔

اولیٰ لہ کتاب لذی فقہ وذی نظر	ومن یکون من الاوزار فی وزر
ماقد تولی ابو داؤد محتسبا	تالیفہ فاق فی الاضواء کا لقمر
لا یستطیع علیہ الطعن مبتدع	ولو تقطع من ظغن ومن ضجر
فلیس یوجد فی الدنیا اصح ولا	اقوی من السنۃ الغراء والاثر
وکل مافیہ من قول النبی ومن	قول الصحابۃ اہل العلم والبصر
یرویہ عن ثقہ عن مثله ثقہ	عن مثله ثقہ کالانجم الزهر
وکان فی نفر فیما حق ولا	اشک فیہ اماما عالی الحظر
یدری الصحیح من الآثار یحفظہ	ومن روی ذاک من انشی ومن ذکر
محققا صادقا فیما یجنی بہ	قد شاع فی البدء عنہ ذی اوفی الحضر
والصدق للمرء فی الدارین منقبہ	ما فبقہا ابدا فخر لمفتخر

وجہ تالیف..... علامہ ابن قیم فرماتے ہیں حفاظ حدیث کی ایک جماعت ایسی تھی جس نے اپنی پوری توجہ استنباط مسائل اور اس میں غور و فکر کرنے پر ہی صرف کر ڈالی۔ یہاں تک کہ ناقلین حدیث کی پہلی جماعت جو فتویٰ دینے سے بھی احتراز کرتی تھی ان کا مقصد صرف حضور ﷺ کی احادیث کو روایت کرنا تھا اور یہ حضرات ائمہ مجتہدین کی فقہی باریکیوں سے ناواقف تھے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے معتقدین میں سے بعد کے کچھ لوگوں نے ائمہ پر نقد کرنا شروع کر دیا جیسے حمید نے امام ابو حنیفہ اور احمد بن عبد اللہ عجلّی نے امام شافعی پر سخت تنقید کی اور کہا کہ یہ لوگ قابل اعتماد تو ہیں لیکن انہیں حدیث سے واقفیت نہیں۔

پس امام ابو داؤد نے ضرورت محسوس کی کہ فن حدیث میں ایک نئے انداز کی کتاب کی ضرورت ہے جس میں ان احادیث کا استیعاب ہو جن سے ائمہ نے اپنے مذہب پر استدلال کیا ہے۔ چنانچہ آپ نے اپنی اس کتاب میں فقہاء کے متدلات ہی کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔ خود فرماتے ہیں کہ میری اس کتاب میں مالک، ثوری اور شافعی وغیرہ کے مذاہب کی بنیادیں موجود ہیں۔ اسی کے پیش نظر امام غزالی نے تصریح کی ہے کہ علم حدیث میں صرف یہی ایک کتاب مجتہد کیلئے کافی ہے۔

۱۔ تمام کتابوں میں سے فقیہ اور صاحب نظر اور اس شخص کیلئے جو گناہوں سے بچنا چاہتا ہے وہ کتاب ہے جس کو ابو داؤد نے طلب ثواب کیلئے تالیف کی۔ جو روشنی میں چاند کی طرح فوقیت لے گئی ہے۔ کوئی بدعتی اس پر طعن کرنے کی جرات نہیں کر سکتا۔ اگرچہ کینہ اور تنگ دلی (حسد) سے وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے۔

زمانہ تالیف..... متعین طور پر تو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ امام موصوف اپنی اس سنن کی تالیف سے کس سنہ میں فارغ ہوئے البتہ تاخیر و ہوتا ہے کہ اس کی تکمیل اپنے عہد شباب ہی میں کر چکے تھے اور یہ وہ زمانہ ہے جب آپ کے شیخ امام احمد بن حنبل زندہ تھے۔ جب آپ نے یہ کتاب امام مدوح کی خدمت میں پیش کی تو انہوں نے اس کو بہت پسند فرمایا اور اس کی تحسین کی امام احمد کا سن وفات ۲۴۱ھ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ ۲۴ سال کی عمر میں اس کی تالیف سے فارغ ہو چکے تھے۔

تعداد روایات..... امام داؤد نے پانچ لاکھ احادیث کے مجموعہ میں سے صرف چار ہزار آٹھ سو احادیث کو منتخب کر کے اس سنن میں درج کیا ہے۔ مزید برآں چھ سو مراسیل بھی ہیں اور جمہور کے یہاں مرسل حدیث قابل حجت ہے۔ امام ابو داؤد اور آپ کے استاد احمد بن حنبل کا بھی یہی مسلک ہے۔ امام شافعی اس کے خلاف ہیں تو کل تعداد ۵۴۰۰ ہوئی۔

قال الامام ابو داود في رسالته الى اهل مكنه ولعل عدد الذي في كتابي من الاحاديث قدر اربعة آلاف وثمانمائة حديث ونحو ستمائة حديث من المراسيل۔ "بعض حضرات نے کل ۵۲۰۱ ذکر کی ہے۔ والا قرب الى الصواب هو الاول۔ عبد الغني مقدسي کے نسخہ کے آخر میں ہے کہ امام ابو داؤد کی کتاب میں چھ ہزار احادیث ہیں جن میں سے چار ہزار اصل ہیں اور دو ہزار مکرر ہیں۔ والبصري يزيد على البغدادى ستمائة حديثه ونيفا وستين حديثا والف كلمته ونيفا۔

ابو داؤد کی ثلاثیات..... نواب صدیق حسن خاں نے "الحطه في ذكر الصحاح الستة" میں اور مولانا تقی الدین صاحب نے "محدثین عظام" میں ذکر کیا ہے کہ سنن ابو داؤد میں ایک حدیث ثلاثی بھی ہے اور یہ حدیث "حدثنا مسلم بن

ابراهيم ناعهد السلام بن ابي حازم ابو طالوت قال شهدت ابا برزة دخل على عبيد الله بن زياد فحدثني فلان سماه مسلم وكان في اسماط قال فلما راه عبيد الله قال ان محمد يكلم هذا الحراح" لیکن اس حدیث کا ثلاثی ہونا محل بحث ہے۔ اس واسطے کہ عبد السلام بن ابی حازم گو حضرت ابو برزہ سے بلا واسطہ بھی روایت رکھتے ہیں لیکن یہ روایت بلا واسطہ نہیں بالواسطہ ہے۔ کیونکہ انہوں نے خود تصریح کی ہے کہ حضرت ابو برزہ عبید اللہ کے پاس تشریف لائے لیکن میں آپ کے ساتھ

عبید اللہ بن زیاد کے یہاں نہیں گیا اور نہ میں نے یہ حدیث بلا واسطہ سنی بلکہ "حدثني فلان" مجھ سے یہ حدیث ایک فلاں شخص نے بیان کی جو اس جماعت میں موجود تھا جو عبید اللہ بن زیاد کے پاس تھی۔ اب یہ فلاں شخص کون ہے۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ میرے شیخ مسلم بن ابراہیم نے اس کا نام ذکر کیا تھا (مگر مجھے یاد نہیں رہا) حافظ ابن حجر تقریب میں لکھتے ہیں کہ

"عبد السلام بن ابی حازم حدثني فلان عن ابی برزة" میں فلاں سے مراد ان کے چچا ہیں، امام احمد نے اپنے مسند میں حوض کوثر والی یہ حدیث عبد السلام بن ابی حازم کے طریق سے روایت کی ہے اور فلاں کا نام عباس جریری بتایا ہے۔ روایت یوں ہے۔

"حدثنا عبدالله حدثني ابي ثناء الصمد ثنا عبد السلام ابو طالوت ثنا العباس الجريري ان عبيد الله بن زياد قال لابي برزة هل سمعت النبي صلى الله عليه وسلم ذكره قط يعني الحوض قال نعم لامرة ولا مرتين فمن كذب به فلا سقاها الله منه" معلوم ہوا کہ یہ حدیث ثلاثی نہیں بلکہ عبد السلام کے بعد عباس جریری کا واسطہ ہے۔

تنبیہ..... مولانا تقی الدین صاحب ندوی مظاہری نے یہاں تین غلطیاں کی ہیں اول یہ کہ موصوف نے اس حدیث کو ثلاثی مانا ہے۔ حالانکہ یہ ثلاثی نہیں ہے۔ دوم یہ کہ موصوف نے اس کو حدیث ابن الدحداح سے تعبیر کیا ہے۔ حالانکہ اس میں کہیں ابن الدحداح نہیں ہے اس میں تو صرف یہ ہے "ان محمد يكلم هذا الحراح" کہ تمہارا محمد یہ موٹا ٹھکنا ہے۔ سوم یہ کہ انہوں نے کہا ہے کہ یہ حدیث کتاب الجنائز میں ہے۔ حالانکہ یہ کتاب السنۃ کے تحت "باب في الحوض" کے ذیل میں ہے نہ کہ کتاب الجنائز میں۔ فسبحان ربی لا یضل ولا ینسی۔

سنن ابو داؤد کی طویل السند احادیث..... محدثین کے یہاں اعلیٰ اسناد کی بہت زیادہ اہمیت ہے۔ کیونکہ عالی اسناد اقرب الی الصحیحہ اور قلیل الخطا ہوتی ہے۔ بایں معنی کہ اسناد کے ہر اردی میں احتمال خطا ہوتا ہے۔ پس جس قدر رواد زیادہ ہوں گے۔

سنن ابو داؤد کی طویل السند احادیث..... محدثین کے یہاں اعلیٰ اسناد کی بہت زیادہ اہمیت ہے۔ کیونکہ عالی اسناد اقرب الی الصحیحہ اور قلیل الخطا ہوتی ہے۔ بایں معنی کہ اسناد کے ہر اردی میں احتمال خطا ہوتا ہے۔ پس جس قدر رواد زیادہ ہوں گے۔

سنن ابو داؤد کی طویل السند احادیث..... محدثین کے یہاں اعلیٰ اسناد کی بہت زیادہ اہمیت ہے۔ کیونکہ عالی اسناد اقرب الی الصحیحہ اور قلیل الخطا ہوتی ہے۔ بایں معنی کہ اسناد کے ہر اردی میں احتمال خطا ہوتا ہے۔ پس جس قدر رواد زیادہ ہوں گے۔

سنن ابو داؤد کی طویل السند احادیث..... محدثین کے یہاں اعلیٰ اسناد کی بہت زیادہ اہمیت ہے۔ کیونکہ عالی اسناد اقرب الی الصحیحہ اور قلیل الخطا ہوتی ہے۔ بایں معنی کہ اسناد کے ہر اردی میں احتمال خطا ہوتا ہے۔ پس جس قدر رواد زیادہ ہوں گے۔

اسی قدر خطا کے احتمالات زائد ہوں گے اور جس قدر رواہ کم ہوں گے اسی قدر احتمالات خطا بھی کم ہوں گے اسی لئے محدثین کے ہاں ثنائی اور ثلاثی روایت کو اعلیٰ و ارفع سمجھا جاتا ہے اور جتنے وسائل زائد ہوں اتنا ہی اس کا درجہ علو اسناد کے اعتبار سے گر جاتا ہے، سنن ابوداؤد میں میری نظر سے ایک ثنائی حدیث گذری ہے جو ”تفریع استفتاح الصلوٰۃ“ کے تحت ایک خالی الترجمہ باب کے ذیل میں بایں سند مروی ہے۔ حدثنا الحسن بن علی ناسلیمان بن داود الهاشمی ناعبدالرحمن بن ابی الزنا وعن موسی بن عقبہ عن عبداللہ بن الفضل بن ربیعہ بن الحارث بن عبدالمطلب عن عبدالرحمن الاعرج عن عبداللہ بن ابی رافع عن علی ابن ابی طالب عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انه کان اذا قام الی الصلوٰۃ المکتوبۃ دوسری ثنائی حدیث باب الاربع قبل الظهر وبعده“ کے ذیل میں بایں سند مروی ہے۔ حدثنا ابن المثنی نامحمد بن جعفر ناشعبت قال سمعت عبیدۃ یحدث عن ابراہیم عن ابن منجاب عن قرثع عن ابی ایوب عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اربع قبل الظهر لیس فیہن تسلیم تفتح لہن ابواب السماء۔ تیسری ثنائی حدیث ”باب فیمن تزوج ولم یسم صداقا حتی مات۔“ کے ذیل میں بایں سند مروی ہے۔ ”حدثنا محمد بن یحیی بن فارس الذہلی و عمر بن الخطاب قال محمد حدثنی ابو الاصبغ الجزری عبدالعزیز بن یحیی انا محمد بن سلمت عن ابی عبدالرحیم خالد بن ابی یزید عن زید بن ابی انیسۃ عن یزید بن ابی حبیب عن مرثد بن عبداللہ بن عقبہ بن عمار ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔“ چوتھی ثنائی حدیث ”باب فی الطلاق علی غلط“ کے ذیل میں ہے۔ ممکن ہے ان کے علاوہ اور بھی ثنائی احادیث یا اس سے اور طویل السند حدیث ہو ہماری نظر سے پوری کتاب بالاستیعاب نہیں گذری و لعل اللہ یوفی۔

سنن میں امام ابوداؤد کا طرز تخریج احادیث..... (۱) علامہ خطابی اپنی مشہور کتاب معالم السنن میں تحریر فرماتے ہیں کہ امام ابوداؤد کی عادت یہ ہے کہ جب کسی مسئلہ میں احادیث متعارض ہوں تو آپ ایک باب میں احادیث کی تخریج کے بعد دوسرے باب میں اس کے معارض احادیث کو لاتے ہیں۔ لیکن ”باب الامام یصلی من قعود“ کے ذیل میں حضرت انس بن مالک، جابر بن عبداللہ، ابو ہریرہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جو احادیث روایت کی ہیں وہ سب اوائل کی ہیں اور جمہور علماء کے نزدیک منسوخ ہیں۔ آپ کے مرض الموت سے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث جس میں یہ ہے کہ ”آپ نے بیٹھ کر نماز پڑھائی اور صحابہ نے آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔“ یہ حدیث ابوداؤد کے کسی نسخہ میں نہیں ملتی۔ فلسط ادری کیف اغفل ذکر هذه القصۃ وہی سن امہات السنن۔

(۲) امام ابوداؤد کبھی تو ایک سلسلہ سند میں مختلف اسانید کو بیان کر دیتے ہیں اور کبھی ایک ہی متن میں مختلف متون کو اکٹھا کرنے کے بعد ہر حدیث کے الفاظ کو علیحدہ علیحدہ بیان کرتے ہیں۔ مثلاً ”باب کیف یستاک“ کے ذیل میں شیخ مسدد اور سلیمان بن داؤد عتقی دونوں حماد بن زید سے راوی ہیں لیکن ان کے الفاظ میں اختلاف ہے۔ اس لئے آپ نے ”قال مسدد“ اور ”قال سلیمان“ کہہ کر ہر ایک کی حدیث کے الفاظ کو علیحدہ علیحدہ بیان کر دیا تاکہ الفاظ کا اختلاف ظاہر ہو جائے۔

(۳) بقول حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی جب کسی راوی کے الفاظ میں کوئی زیادتی یا کمی یا تغیر ہو یا راوی کا کوئی وصف بیان کرنا ہو تو اس کو دوسری روایت سے علیحدہ کر کے بطور جملہ معترضہ اثناء سند یا اثناء متن یا آخر سند میں بیان کرتے ہیں۔ جیسے ”باب کراہۃ استقبال القبۃ عند قضاء الحاجۃ“ کے تحت آخر حدیث میں ابوزید کے متعلق فرماتے ہیں و ابوزید ہو مولیٰ بنی ثعلبہ۔

(۴) جب ایک راوی پر دو سندیں جمع ہوں اور ایک حدیث کے ساتھ اور دوسرے نے عنعنہ سے روایت کیا ہو تو پہلے حدیث اولیٰ روایت کو ذکر کرتے ہیں اس کے بعد عنعنہ کو جیسے ”باب مقدار الركوع والسجود“ کے ذیل میں حضرت انس کی روایت کو صاحب کتاب نے احمد بن صالح اور محمد بن رافع نیشاپوری سے روایت کیا ہے اور شیخ محمد بن رافع کی روایت میں حضرت سعید

بن جبر اور حضرت انس سے سماع کی تصریح ہے۔ اس لئے موصوف نے اس کو مقدم ذکر کر کے آخر میں کہا ہے ”وہذا لفظ ابن رافع قال احمد عن سعيد بن جبر عن انس بن مالك۔“

(۵) جب آپ کسی باب میں دو یا تین حدیثیں لاتے ہیں تو ان کا مقصد کسی خاص چیز کو بیان کرنا ہوتا ہے جو پہلی روایت میں واضح نہیں ہوتی یا کسی روایت میں مزید کلام کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے متعدد احادیث لاتے ہیں ورنہ اختصار ہی سے کام لیتے ہیں، امام داؤد نے اہل مکہ کے نام جو خط لکھا تھا اس میں اس کی تصریح موجود ہے حیث قال۔

”واذا اعدت الحديث في الباب من وجهين وثلاثه فانما هو من زيادة الحديث فيه ربما فيه كلمته زائدة على الاحاديث۔“

(۶) کبھی آپ ایک ترجمہ کے تحت مختلف روایات کو جمع کر دیتے ہیں جیسے ”باب كراهته استقبال القبلة عند قضاء الحاجة“ میں استدبار عند الحاجة کی روایات بھی لائے ہیں۔

(۷) کبھی طویل حدیث کو ایک باب کے تحت مختصر طور پر بیان کرتے ہیں کیونکہ ترجمہ الباب حدیث کے اسی ٹکڑے سے مناسبت رکھتا ہے جیسے ”باب النهي عن التلقين“ کے بعد ”باب الرخصة في ذلك“ کے ذیل میں سہل نیشاپوری کی حدیث کو مختصر کر دیا ہے اور کتاب الجہاد میں ”باب فضل الحرس في سبيل الله“ کے تحت مطولا ذکر کیا ہے۔

(۸) کبھی ترجمہ باب اس طور پر قائم کرتے ہیں کہ خود ترجمہ کے الفاظ کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہوتا ہے کہ احادیث سے ثابت شدہ حکم کے اندر یہ چیزیں بھی داخل ہیں جیسے ”باب المواضع التي نهى عن البول فيها“ کے تحت حدیث میں کہیں بول کا تذکرہ نہیں ہے۔ صرف براز کا ذکر ہے لیکن چونکہ دونوں لازم و ملزوم ہیں اس لئے ترجمہ کے الفاظ سے اشارہ کر دیا کہ علت ممانعت دونوں میں ایک ہے اور حکم براز میں بول بھی داخل ہے۔

(۹) کبھی موصوف طویل حدیث کو صرف اس لئے مختصر طور پر بیان کرتے ہیں کہ اگر پوری حدیث ذکر کی جائے تو بعض سننے والے اس کی فقہت کو سمجھ نہ سکیں گے۔ موصوف نے اپنے رسالہ میں اس کی بھی تصریح کی ہے۔ فرماتے ہیں ”وربما اختصرت الحديث الطويل لاني لو كتبت بطوله لم يعلم بعض من سمعه ولا يفهم موضع الفقه منه فاختصرته لذلك۔“

روایت حدیث میں غایت احتیاط..... امام داؤد روایت حدیث میں بہت محتاط ہیں جس کی شہادت موصوف کی سنن میں جا بجا موجود ہے۔ مثال کے طور پر ”باب الاما بصلی من قعود“ کے ذیل میں سلیمان بن حرب والی روایت سے اس کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے جس کے متعلق موصوف نے تصریح کی ہے کہ میں نے یہ پوری حدیث شیخ سلیمان بن حرب کی زبانی سنی ہے۔ بجز جملہ ”اللهم ربنا لك الحمد“ کے کہ اس کی خبر مجھے شیخ کے بعض اصحاب نے دی ہے یا یہ کہ شیخ نے یہ حدیث بیان کی تو میں موصوف سے اس لفظ کو اچھی طرح نہیں سمجھ سکا بلکہ سماع حدیث میں جو رفقاء میرے ساتھ تھے انہوں نے مجھے سمجھایا ”وهذا يدل على كمال الاحتياط والامتنان على اداء لفظ الحديث، باب الرجل يخطب على قوس كئيد يل في سعيد بن منصور کی روایت کے آخر میں اس کی تصریح ہے۔“ قال ابو علي سمعت ابا داود قال ثبتني في شئ منه بعض اصحابي“ اور ”باب في صلاة الليل“ کے تحت حدیث محمد بن بشار نا ابو عاصم نا ہیر بن محمد عن شریک بن عبد اللہ کے آخر میں ہے۔ ”قال ابو داود خفي على من ابن بشار بعضه“

صحت کے لحاظ سے صحاح ستہ میں سنن ابو داؤد کا مقام..... یہ بات تو متفق علیہ ہے کہ صحت کے لحاظ سے صحیحین (بخاری و مسلم) کو سنن اربعہ پر فضیلت حاصل ہے لیکن اس کے بعد کی ترتیب میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض حضرات نے نسائی شریف کو تیسرا درجہ دیا ہے اور بعض نے جامع ترمذی کو، شاہ عبدالعزیز صاحب نے جہاں کتب حدیث کے طبقات بیان کئے ہیں وہاں سنن ابو داؤد کو دوسرے طبقے میں شمار کیا ہے لیکن صاحب مفتاح السعادة نے لکھا ہے کہ سب سی او نچا درجہ بخاری

شریف کا ہے۔ اس کے بعد صحیح مسلم کا، پھر سنن ابوداؤد کا اور یہی ترتیب مناسب ہے کیونکہ امام مسلم نے اپنی کتاب میں بحال کے تین طبقے قائم کئے ہیں جس کے متعلق امام حاکم اور حافظ بیہقی نے لکھا ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب میں صرف پہلے ہی طبقہ کی روایات کو جگہ دی ہے۔ لیکن قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ انہوں نے طبقہ ثانیہ کی روایات کو بھی اپنی کتاب میں درج کیا ہے، علامہ نووی نے ان کے قول کی تحسین کی ہے، حضرت گنگوہیؒ نے اپنی تقریر مسلم میں فرمایا ہے کہ بعض جگہ انہوں نے طبقہ ثالثہ کی روایت کو بھی ضمناً و استشهداً بیان کیا ہے۔ بہر کیف مسلم شریف میں طبقہ اولیٰ و طبقہ ثانیہ کی روایات موجود ہیں اس پر ابن سید الناس نے لکھا ہے کہ امام داؤد نے بھی ضعیف اور ناقابل اعتبار روایات سے گریز کیا ہے اور جہاں کہیں ضعف شدید ہے اس کی وجہ بیان کر دی ہے۔ نیز قسم اول و ثانی کی روایات بکثرت اپنی کتاب میں لائے ہیں معلوم ہوا کہ دونوں کے شرائط ایک ہیں۔ یعنی مسلم شریف میں صحیح اور حسن دونوں طرح کی روایات ہیں، لیکن امام زین العرانی نے اس کو تسلیم نہیں کیا کہ دونوں کے شرائط ایک ہیں کیونکہ امام مسلم نے اپنی کتاب میں صحت کا التزام کیا ہے ان کی کتاب کو کسی حدیث کے متعلق یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ ان کے نزدیک حسن ہے اس لئے کہ حدیث حسن کا درجہ صحیح سے کمتر ہے اور امام داؤد کا مشہور قول ہے کہ ”ما سکت عنہ فہو صالح“ جس حدیث سے میں سکوت اختیار کروں وہ قابل استدلال ہے اس میں حسن و صحیح دونوں کا احتمال ہے۔ امام ابوداؤد سے یہ کہیں منقول نہیں کہ جس کو میں صالح کہوں وہ صحیح ہی ہے، علاوہ ازیں امام زہری کے تلامذہ کے پانچ طبقات ہیں۔ امام مسلم نے طبقہ ثانیہ کی روایات کو اصالتہ ذکر کیا ہے اور طبقہ ثالثہ کی روایات کو ضمناً اور امام ابوداؤد طبقہ ثالثہ کی روایات کو بھی اصالتہ لائے ہیں ان وجوہ کی بناء پر سنن ابی داؤد کا مقام صحیح کے بعد ہی رکھا جائے گا۔

ناقلین و رواۃ اور سنن ابوداؤد کے نسخے..... سنن ابوداؤد کے قلمی اور مطبوعہ نسخوں میں تقدیم و تاخیر اور کمی بیشی کے لحاظ سے بہت زیادہ فرق ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ امام داؤد سے اس کتاب کو متعدد حضرات نے روایت کیا ہے۔ حافظ ابن جعفر بن الزبیر نے اپنی یادداشت میں لکھا ہے کہ امام ابوداؤد سے ان کی کتاب السنن ہم تک چار حضرات کی متصل اسناد سے پہنچی ہے اور انہی کے نسخے زیادہ مشہور ہیں۔

(۱) حافظ ابو بکر محمد بن بکر بن محمد بن عبد الرزاق التمار البصری متوفی ۳۴۵ھ جو ابن داسہ سے مشہور ہیں۔ ان کی روایت اور روایتوں کی نسبت بہت مکمل اور جامع ہے اور بلاد مغرب میں زیادہ رائج ہے، حافظ ابو بکر جصاص حنفی صاحب ”احکام القرآن“ سنن ابوداؤد کو ان ہی سے روایت کرتے ہیں۔ ان کی روایت میں کتاب الادب سے از باب ما یقول اذا اصبح تا باب الرجل یثقی الی غیر موالیہ، ساقط ہے۔ ان سے شیخ ابو سلیمان خطابی نے بصرہ میں ۳۴۵ھ میں سنن ابوداؤد سنی ہے، ان کے علاوہ ابو محمد عبد اللہ بن عبد المومن قرطبی (من قداماء شیوخ ابن عبد البر) ابو علی حسن بن محمد روزباری، ابو عمر احمد بن سعید بن حزم، ابو حفص عمر بن عبد الملک خولانی اور ابو علی حسن بن داؤد سمرقندی وغیرہ نے علم حاصل کیا ہے۔ ودوی عنہ بالا جازۃ ابو نعیم الاصبہانی۔

(۲) ابو علی محمد بن احمد بن عمرو لولوی بصری متوفی ۳۲۱ھ ان کا نسخہ ہندو عرب اور بلاد مشرق میں زیادہ مشہور ہے اور مصر و ہندوستان میں جو نسخے مطبوعہ ہیں وہ انہی کی روایت سے ہیں ان کے نسخے کو اس حیثیت سے بھی ترجیح حاصل ہے کہ انہوں نے کتاب السنن کا سماع محرم ۲۷۵ھ میں کیا ہے جب کہ امام ابوداؤد نے اس کا آخری املاء کر لیا تھا کیونکہ اسی سال بروز جمعہ ۱۶ شوال کو امام مدوح نے سفر آخرت اختیار کیا ہے، ابن داسہ اور لولوی کے نسخوں میں ترتیب کے اعتبار سے تقدیم و تاخیر بھی ہے اور تعداد احادیث کے لحاظ سے کمی بیشی بھی ہے۔ نیز امام ابوداؤد نے احادیث پر جو کلام کیا ہے وہ بھی بعض نسخوں میں کم ہے اور بعض میں زائد، پھر بھی یہ نسخے قریب قریب ہیں کچھ زیادہ تفاوت نہیں ہے، ان سے ابو عمر قاسم

بن جعفر بن عبد الواحد ہاشمی اور عبد اللہ الحسین بن بکر بن محمد الوراق معروف بہ اس وغیرہ نے علم حاصل کیا ہے۔

(۳) حافظ ابو عیسیٰ اسحاق بن موسیٰ بن سعید الرطبی متوفی ۳۲۰ھ یہ امام ابو داؤد کے وراق اور کاتب تھے۔ ان کا نسخہ ابن داسہ کے نسخے کے قریب قریب ہے لیکن کچھ زیادہ رائج نہیں ہے، ان سے حافظ ابو عمر احمد بن دحیم بن خلیل نے ۳۱۷ھ میں سماع کیا ہے۔

(۴) حافظ ابو سعید احمد محمد بن زیاد بن بشر معروف بابن الاعرابی متوفی ۳۴۰ھ ان کا نسخہ نہایت صغیر ہے۔ چنانچہ اس میں کتاب الفتن، کتاب الملاحم، کتاب الحروف، کتاب الخلق اور قریب نصف کتاب اللباس اور بہت سی احادیث متعلقہ وضوء و صلوٰۃ اور نکاح ندارد ہیں جیسا کہ حافظ ابن حجر نے ”المجموع الفہرست“ میں اور ابن طولون نے ”الفہرست الاوسط“ میں ذکر کیا ہے۔ ان سے ابو اسحاق ابراہیم بن علی بن محمد بن غالب التمار، ابو عمر احمد بن سعید بن حزم اور ابو حفص عمر بن عبد الملک خولانی وغیرہ راوی ہیں اور ان سے علامہ خطابی نے مکہ مکرمہ میں سنن ابو داؤد سنی ہے۔ ان چار کے علاوہ کچھ اور حضرات کے نسخے بھی مروی ہیں۔ جیسے

(۵) ابو الطیب احمد بن ابراہیم بن عبد الرحمن اشثانی

(۶) ابو عمر و احمد بن علی بن الحسن بصری

(۷) ابو الحسن علی بن الحسن بن عبد انصاری۔ ان کے نسخہ میں بعض ایسے امور زائد ہیں جو نقد احادیث کے سلسلہ میں بہت زیادہ نافع ہیں۔ عبد الغنی مقدسی کے نسخہ کے آخر میں ہے کہ انہوں نے امام ابو داؤد سے انکی سنن چھ بار سنی ہے۔

(۸) ابو اسامہ بن عبد الملک بن یزید الرواس

(۹) ابو سالم محمد بن سعید الجلودی۔

سنن ابی داؤد کی مقبولیت..... امام موصوف کے شاگرد حافظ محمد بن مخلد دوری متوفی ۳۳۱ھ کا بیان ہے کہ آپ نے کتاب السنن تصنیف کی اور اس کو لوگوں کے سامنے پہنچا تو محدثین کے لئے ان کی کتاب قرآن کی طرح قابل اتباع بن گئی۔ یحییٰ بن زکریا بن یحییٰ کہتے ہیں کہ اصل اسلام کتاب اللہ ہے اور فرمان اسلام سنن ابی داؤد علامہ ابن حزم کا بیان ہے کہ ایک بار حافظ سعید بن سکن صاحب اصح متوفی ۳۵۳ھ کی خدمت میں اصحاب حدیث کی ایک جماعت حاضر ہوئی اور انہوں نے کہا ہمارے سامنے حدیث کی بہت سی کتابیں آگئی ہیں اگر شیخ اس سلسلہ میں کچھ ایسی کتابوں کی طرف ہم لوگوں کی رہنمائی کریں کہ جن پر ہم اکتفا کر سکیں تو بہتر ہے حافظ ابن السکن نے یہ سن کر کچھ جواب نہیں دیا بلکہ اٹھ کر سیدھے اندر گھر میں تشریف لے گئے اور کتابوں کے چار بستے لا کر اوپر تلے رکھ دیئے پھر فرمانے لگے یہ اسلام کی بنیادیں ہیں کتاب مسلم، کتاب بخاری، کتاب ابی داؤد کتاب نسائی۔

بشارت اور عیسیٰ تائید..... حافظ ابو طاہر نے خود حسن بن محمد بن ابراہیم ازودی سے روایت کی ہے کہ حسن بن محمد نے مجھ سے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا آپ فرماتے ہیں کہ جو شخص سنت سے تمسک کرنا چاہے اس کو سنن ابو داؤد پڑھنا چاہیے۔

سنن ابو داؤد پر ابن جوزی کی تنقید..... علامہ جوزی نے جامع ترمذی کی تمیں، سنن نسائی کی دس اور سنن ابو داؤد کی نو احادیث کو موضوع قرار دیا ہے لیکن اول تو ابن جوزی نقد روایات میں متشدد مانے گئے ہیں چنانچہ علامہ نووی فرماتے ہیں کہ انہوں نے اپنی کتاب، الموضوعات، میں بہت سی ایسی حدیثوں کو موزوں کہہ دیا ہے جن کے موزوں ہونے پر کوئی دلیل نہیں بلکہ وہ صرف ضعیف ہیں، حافظ ذہبی نے بھی اپنا یہی نظریہ ظاہر کیا ہے، حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ نقد روایات میں ابن جوزی کے تشدد اور حاکم کے تساہل نے ان کی کتابوں سے انتفاع کو مشکل بنادیا ہے پس ان دونوں سے نقل کے وقت ناقل کیلئے

احتیاط ضروری ہے دوسرے یہ کہ علامہ سیوطی نے چار روایت کا جواب، القول الحسن فی الذب عن السنن، میں اور باقی کا جواب التبعات علی الموضوعات، میں دے دیا ہے اس لئے ابن جوزی کا ہر حدیث کے متعلق وضع کا فیصلہ صحیح نہیں۔
سنن ابی داؤد کے حواشی و شروح..... علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں کہ لوگوں نے صحیحین پر تو بہت کچھ لکھا ہے اور منقول و مختصر اور متوسط ہر قسم کی شروح لکھی ہیں لیکن سنن ابی داؤد کے ساتھ صحیحین جیسا اعتناء نہیں کیا تاہم علماء نے اس کی متعدد شرحیں اور حواشی لکھے ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں۔
(۱) معالم السنن۔

از ابو سلیمان احمد بن محمد بن ابراہیم بن خطاب الخطابی البستی متوفی ۳۸۸ھ، یہ سب سے عمدہ، نہایت معتبر، بہت نافع اور قدیم شرح ہے۔
(۲) مرقاۃ الصعود

از علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ نہایت لطیف شرح ہے جس کی تلخیص
(۳) درجات مرقاۃ الصعود کے نام سے علامہ دہلوی نے کی ہے۔

(۴) الحجتی۔ از حافظ زکی الدین ابو محمد عبد العظیم بن عبد القوی بن عبد اللہ المنذری البصری متوفی ۶۵۶ھ
(۵) تہذیب السنن۔

از حافظ شمس الدین محمد بن ابی بکر بن ایوب بن القیم الجوزی الحنبلی متوفی ۷۵۱ھ مختصر مگر تحقیقات لائقہ سے بھرا ہوا حاشیہ ہے۔
(۶) التجالہ۔

از حافظ شہاب الدین ابو محمود احمد بن محمد بن ابراہیم المقدسی متوفی ۷۶۹ھ علامہ خطابی کی شرح معالم السنن کی تلخیص ہے۔

(۷) شرح سنن ابی داؤد۔

از شیخ سراج الدین عمر بن علی بن الملحق الشافعی متوفی ۸۰۴ھ

(۸) شرح سنن ابی داؤد۔

از شیخ ابو زرعدہ ولی الدین احمد بن عبد الرحیم عراقی متوفی ۸۲۶ھ

(۹) شرح سنن ابی داؤد۔

از حافظ علاء الدین بن قلیچ مغلطائی متوفی ۷۶۲ھ مگر یہ دونوں شرحیں کامل نہیں ہوئیں۔ علامہ جلال الدین سیوطی نے شرح عراقی کے متعلق لکھا ہے کہ اس کی شروع کتاب سے سب سے سہولت کے ساتھ سات جلدیں ہیں اور ایک جلد میں صیام، حج اور جہاد ہے۔ اگر یہ پوری ہو جاتی تو چالیس جلدوں سے زائد میں ہوتی۔

(۱۰) شرح سنن ابی داؤد۔

از شیخ شہاب الدین احمد بن حسین الرملی المقدسی الشافعی متوفی ۸۴۴ھ

(۱۱) شرح سنن ابی داؤد۔

از شیخ قطب الدین ابو بکر بن احمد بن دین الیمینی الشافعی متوفی ۶۵۲ھ۔ یہ چار ضخیم جلدوں میں ہے۔

(۱۲) شرح سنن ابی داؤد۔

از شیخ شہاب بن رسلان، صاحب غایۃ المقصود نے لکھا ہے کہ ہمارے شیخ حسین بن محسن انصاری یمینی نے بلاد

عرب میں ان کی شرح آٹھ ضخیم جلدوں میں دیکھی ہے۔

(۱۳) شرح سنن ابی داؤد۔

از علامہ بدر الدین محمود بن احمد العینی الحنفی متوفی ۸۵۵ھ۔

(۱۴) شرح سنن ابی داؤد۔ از شیخ محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۷ھ یہ ناتمام ہے۔

(۱۵) غایتہ المقصود۔

از شیخ شمس الحق ابو الطیب عظیم آبادی، غالباً اس کا صرف جزو اول ہی طبع ہو سکا ہے۔

(۱۶) عون المعبود۔

از شیخ محمد اشرف، یہ غایتہ المقصود کی تلخیص ہے اور چار جلدوں میں ہے، لیکن آخر کتاب کی عبارت سے معلوم

ہوتا ہے کہ خود شیخ شمس الحق ہی نے اپنی شرح کی تلخیص کی ہے۔

(۱۷) فتح الودود۔

از علامہ ابوالحسن عبدالہادی سندھی متوفی ۱۱۳۹ھ۔ وهو شرح لطیف بالقول

(۱۸) التعلیق المحمود۔

مولانا فخر الحسن صاحب گنگوہی کا نہایت عمدہ اور مشہور حاشیہ ہے۔

(۱۹) بذل المجہود۔

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری کی بہترین شرح ہے جو اہل علم میں مشہور و معروف ہے۔

(۲۰) المنہل الورور۔

یہ جدید شرح حجاز سے آئی ہے جو مختصر اور مفید ہے۔

(۲۱) انوار المحمود۔

حضرت شاہ صاحب کے افادات کا مجموعہ ہے۔

(۲۲) الہدی المحمود ترجمہ سنن ابی داؤد

از مولوی وحید الزماں بن مسیح الزماں لکھنوی۔

(۲۳) فلاح و بہود شرح اردو قال ابوداؤد۔

نادم تحریر کی تالیف ہے جس کی دو جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ باقی زیر تالیف ہے۔ اس میں قال ابوداؤد کا بہترین

حل ہے اور اقوال سے متعلقہ ابواب کی مفصل تشریح۔

(۱۸) امام ابن ماجہ

نام و نسب..... محمد نام، ابو عبد اللہ کنیت، الربیع القرظی بنی نسبت، ابن ماجہ عرف اور والد کا نام یزید ہے۔ عام کتابوں میں داد کا نام مذکور نہیں، لیکن شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی نے بستان الحدیث میں داد کا نام عبد اللہ لکھا ہے۔ اب شجرہ نسب یوں ہے ابو عبد اللہ بن یزید بن عبد اللہ ابن ماجہ الربعی القرظی۔

تحقیق ماجہ..... ماجہ کے بارے میں سخت اختلاف ہے۔ بعض اس کو داد کا نام سمجھتے ہیں جو صحیح نہیں۔ بعض کا قول ہے کہ یہ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام ہے۔ علامہ سید مرتضیٰ زبیدی نے بعض علماء سے اس قول کی تصحیح بھی نقل کی ہے۔ چنانچہ تاج العروس شرح قاموس میں لکھتے ہیں کہ اس بارے میں ایک اور قول بھی ہے اور اس کی بھی علماء نے تصحیح کی ہے کہ ماجہ آپ کی والدہ کا نام تھا۔

شاہ عبد العزیز صاحب نے بھی بستان الحمد شین میں اسی کو صحیح قرار دیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

”اور صحیح یہی ہے کہ ماجہ، تخفیف میم آپ کی والدہ تھیں۔ لہذا ابن میں الف لکھنا چاہیے تاکہ معلوم ہو جائے کہ ابن ماجہ محمد کی صفت ہے نہ کہ عبد اللہ کی۔ نواب صدیق حسن خان نے بھی الحظہ بذکر صحاح ستہ اور اتحاف النبلاء المتعین باحیاء ماثر الفقہاء والحمد شین میں بعینہ یہی نقل کر دیا ہے۔ مگر خود شاہ صاحب موصوف کے عجالہ نافعہ میں ہے کہ ماجہ ابو عبد اللہ کے والد کا لقب ہے دادا کا نہیں اور ماں کا نام بھی نہیں ہے۔“

شاہ صاحب نے عجالہ نافعہ میں جو لکھا ہے اکثر علماء کی تصریحات اسی کے مطابق ہیں۔ پھر اس بحث کے طے کرنے کا حق سب سے زیادہ مورخین قزوین کو ہے کہ اہل البیت ادوی بمافیہ (گھر کی بات گھر والے ہی خوب جانتے ہیں) اور ان حضرات کے بیانات حسب ذیل ہیں۔

محدث رافعی تاریخ قزوین میں امام ماجہ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں کہ ”ان کا نام محمد بن یزید ہے اور ماجہ یزید کا لقب ہے۔ جس پر تشدید نہیں ہے۔ یہ فارسی نام ہے اور کبھی ان کا شجرہ نسب یوں بھی بیان کر دیا جاتا ہے محمد بن یزید بن ماجہ، لیکن پہلی بات زیادہ ثابت ہے۔“

حافظ ابن کثیر نے ”البدایۃ والنہایۃ“ میں حافظ خلیلی کے حوالہ سے جو قزوین کے مشہور مورخ ہیں نقل کیا ہے کہ ماجہ یزید کا عرف تھا سب سے بڑھ کر یہ کہ اس بارے میں خود امام ابن ماجہ کے مشہور ترین شاگرد حافظ ابوالحسن بن القطان کا بیان موجود ہے جس میں وہ نہایت جزم کے ساتھ تصریح کرتے ہیں کہ ماجہ آپ کے والد کا لقب تھا دادا کا نہیں۔ امام نووی نے تہذیب الاسماء واللغات میں علامہ مجد الدین فیروز آبادی نے القاموس المجلد میں اور ابوالحسن سندھی نے شرح ابن ماجہ میں صاف تصریح کی ہے کہ ”ماجہ آپ کے والد ماجد کا لقب تھا دادا کا نہیں۔“

ماجہ حسب تصریح رافعی فارسی نام ہے جو غالباً ماہ یا ماچہ کا معرب ہے۔ معلوم ہوا کہ آپ عجمی نژاد ہیں عربی النسل نہیں۔ پس رہی جو آپ کی نسبت ہے یہ نسلی نہیں بلکہ نسبت ولاء ہے جیسا کہ ابن خلکان نے تصریح کی ہے۔ تحقیق قزوین..... قزوین عراق عجم کا مشہور شہر ہے۔ جس کو امام ابن ماجہ کے وطن عزیز ہونے کا فخر حاصل ہے یہ ایران کے صوبہ آذربائیجان میں واقع ہے۔ علامہ یاقوت حموی معجم البلدان میں جو عربی زبان میں قدیم جغرافیہ پر مشہور ترین کتاب ہے رقمطراز ہیں۔

”قزوین میں قاف پر زبر، زاپر سکون، واؤ پر زبر اور یاء ساکن ہے، یہ مشہور شہر ہے اس کے اور رے کے درمیان ۲۷ فرسخ کی مسافت ہے اور ابھر اس کے بارہ فرسخ پر ہے۔ یہ شہر اقلیم چہارم میں پچھتر درجہ طول بلد اور ۳۷ درجہ عرض بلد پر واقع ہے۔ ابن الفقیہہ کا بیان ہے کہ سب سے پہلے جس نے اس شہر کی بنیاد ڈالی وہ شاہپور ذوالاکتاف تھا۔ قزوین حضرت عثمان ؓ کے عہد خلافت میں فتح ہوا ہے۔ آپ نے ۲۴ھ میں حضرت براء بن عازب ؓ کو رے کا والی مقرر کیا تھا۔ انہوں نے اسی سنہ میں پہلے ابھر کو فتح کیا۔ پھر قزوین پر آکر اپنی فوجیں ڈال دیں۔ اہل شہر نے صلح کی درخواست کی۔ آپ نے اہالی ابھر سے جن شرائط پر صلح کی تھی وہی شرطیں ان کے سامنے رکھیں۔ قزوین والوں نے سب شرطیں تو منظور کر لیں مگر جزیہ دینے پر آمادہ نہ ہوئے۔ لیکن جب حضرت براء ؓ نے صاف کہہ دیا کہ اس کے بغیر کام نہیں چلے گا تو سب نے اسلام قبول کر لیا۔ جس کی بدولت ان کی سابقہ حالت برقرار رہی اور قزوین کی سب اراضی عشری قرار پائیں۔ صاحب حبیب السیر نے ایک عجیب واقعہ لکھا ہے کہ ہمارے زمانہ میں شہر قزوین میں ایک شخص نے ایک خر بوزہ چاک کیا تو اس میں ایسی روشنی نمودار ہوئی کہ پورا مکان روشن ہو گیا اور تین روز تک برابر روشن رہا۔ لوگ جوق در جوق تماشا دیکھنے کیلئے آتے رہے۔“

فن حدیث میں قزوین کی شہرت کا آغاز تیسری صدی ہجری سے شروع ہوتا ہے۔ اس صدی میں جو مشہور محدث

یہاں کے باشندے یا نزیل تھے ان میں محمد بن سعید بن سابق ابو عبد اللہ رازی متوفی ۲۱۰ھ حافظ علی بن محمد ابو الحسن طنافسی متوفی ۲۳۳ھ حافظ عمرو بن رافع ابو حجر بجلی متوفی ۲۳۷ھ، اسماعیل بن توبہ ابو سلیمان قزوینی حنفی متوفی ۲۴۷ھ امام ابن ماجہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں بعد میں یہاں کی خاک سے بڑے بڑے محدثین اور فقہاء پیدا ہوئے جن کے ذکر کے تواریخ قزوین مالا مال ہیں۔

ولادت باسعادت امام ابن ماجہ کی ولادت جیسا کہ خود ان کی زبانی ان کے شاگرد جعفر بن اور لیس نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے ۲۰۹ھ میں واقع ہوئی جو ۸۲۴ عیسوی کے مطابق ہے۔

عہد طالب علمی امام ابن ماجہ کے بچپن کا زمانہ علوم و فنون کیلئے باغ و بہار کا زمانہ تھا۔ اس وقت بنو عباس کا آفتاب اقبال نصف النہار پر تھا اور دودمان عباسی کا گل سرسید مامون عباسی سر پر آرائے خلافت بغداد تھا اور قزوین میں بڑے بڑے علماء مثلاً ابو الحسن علی بن محمد طنافسی متوفی ۲۳۳ھ، ابو حجر عمرو بن رافع بجلی متوفی ۲۳۷ھ، ابو سلیمان (ابو سہل) اسماعیل بن توبہ قزوینی متوفی ۲۴۷ھ، ابو موسی ہارون بن موسی بن حبان تمیمی متوفی ۲۴۸ھ اور ابو بکر محمد بن ابی خالد یزید قزوینی وغیرہ مسند درس و افتاء پر جلوہ افروز تھے۔ امام ابن ماجہ نے پہلے ان سے حدیث کا بہت بڑا ذخیرہ فراہم کیا۔ اس کے بعد تکمیل فن کیلئے بلاد اسلامیہ کی طرف رحلت کی تاکہ ایک حافظ حدیث کیلئے طرق و اسانید کا جتنا سرمایہ درکار ہے وہ فراہم ہو جائے۔

طلب حدیث کیلئے رحلت امام ابن ماجہ اکیس بائیس سال کی عمر تک وطن عزیز ہی میں تحصیل علم میں مصروف رہے۔ جب یہاں سے فارغ ہوئے تو دوسرے ممالک کا سفر اختیار کیا۔ آپ کی رحلت علمیہ کی تاریخ تو معلوم نہ ہو سکی مگر علامہ صفی الدین خزر جی نے خلاصہ تہذیب التہذیب الکمال میں اسماعیل بن عبد اللہ بن زرارہ ابو الحسن رتی کے ترجمہ میں تصریح کی ہے کہ ابن ماجہ نے ۲۳۰ھ کے بعد سفر کیا ہے اس سے اتنا معلوم ہوا کہ غالباً عمر عزیز کے تیسویں سال آپ نے راہ طلب میں وطن مالوف سے قدم باہر نکالا ہے اور حسب تصریح مورخین مختلف ممالک خراسان، عراق، حجاز، مصر، شام اور مختلف شہروں رے، بصرہ، کوفہ، بغداد، مکہ اور دمشق وغیرہ کی خاک چھانی ہے، چنانچہ حافظ ابو یعلیٰ خلیلی لکھتے ہیں کہ ابن ماجہ نے کوفہ، بصرہ، مصر اور شام کا سفر کیا۔ حافظ ابن جوزی رقمطراز ہیں کہ مکہ، بصرہ، کوفہ، بغداد، شام، مصر اور رے کا سفر کیا۔ مورخ شمس الدین بن خلکان فرماتے ہیں کہ حدیث پاک کے لکھنے کیلئے عراق، بصرہ، کوفہ، بغداد، مکہ، شام، مصر اور رے کا سفر کیا۔ حافظ ابن حجر عسقلانی تحریر فرماتے ہیں کہ خراسان، عراق، حجاز، مصر، شام اور دیگر بلاد میں سماع حدیث کیا۔ شیوخ و اساتذہ حافظ ابن حجر کے الفاظ ”وغیرہا من البلاد“ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فہرست انہی ناموں تک محدود نہیں بلکہ امام ابن ماجہ کے حدود سفر میں ان کے علاوہ اور شہر بھی داخل ہیں۔ چند اساتذہ کرام کے اسماء حسب ذیل ہیں۔

ابو مصعب احمد بن ابی بکر زہری، ابو اسحاق ابراہیم بن المنذر خزائی، بکر بن عبد الوہاب خواہر زادہ واقدی، ابو محمد حسن بن علی الخلال حلوانی، ابو عبد الرحمن سلمہ بن شیبہ نیشاپوری، محمد بن یحییٰ عدنی، حسین بن حسن سلمی، محمد بن میمون النخاط، محمد بن سلمہ عدنی، یزید بن عبد اللہ یمامی، عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ، عبد اللہ الاشج، محمد بن عبد اللہ ہمدانی، ابو کریب محمد بن العلاء، ہناد بن السری، ولید بن شجاع سکونی، اسماعیل بن موسیٰ فزاری، علی بن منذر اودی، عبد اللہ بن عمار حضرمی، حسن بن مدرک الطحان سدوسی، زید بن اخزم طائی، عباس عنبری، عباس بن یزید بحرانی، عبد اللہ بن اسحاق البدعہ جوہری، عقبہ بن مکرم، عمرو بن علی الفلاس، محمد بن بشر، محمد بن النشی، محمد بن معمر بحرانی، نصر بن علی جہضمی، احمد بن عبدہ ضبی، بشر بن ہلال الصواف، محمد بن خلاد باہلی، احمد بن ابراہیم الدورقی، ابراہیم بن سعید جوہری، رجاء بن مر جی غفاری، زہیر بن حرب نسائی، بوقلابہ عبد الملک وقاشی، فضل بن یعقوب رخامی، محمد بن اسحاق صاعانی، ابوالاحوص محمد بن ابی شیم، احمد بن سنان واسطی، اسحاق بن وہب العلاف، ایوب بن حسان الدقاق، حسین بن محمد البرار، صالح بن ابی شیم البصری، عمار بن خالد۔

اصحاب و تلامذہ..... امام ابن ماجہ کے تلامذہ کی فہرست بھی طویل ہے۔ حافظ جمال الدین مزی نے تہذیب اہل بیت میں حسب ذیل حضرات کے نام گنائے ہیں۔

علی بن سعید بن عبد اللہ عسکری، ابراہیم بن دینار جرشی ہمدانی، احمد بن ابراہیم قزوینی، ابو الطیب احمد بن روح شعرانی، اسحاق بن محمد قزوینی، جعفر بن اوریس، حسین بن علی بن برانیاد، سلیمان بن یزید قزوینی، محمد بن عیسیٰ صفار، ابو الحسن علی بن ابراہیم بن سلمہ قزوینی، ابو عمر واحد بن محمد بن حکیم مدنی اصبہانی، ان ناموں کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں و آخرون یعنی ان کے علاوہ اور بھی ہیں۔

علماء کا آپ کی خدمت میں خراج تحسین..... امام ابن ماجہ کی امامت فن، فضل و کمال، جلالت شان، وسعت نظر، حفظ حدیث اور ثقاہت کے تمام علماء معترف ہیں اور ہر دور کے تذکرہ نویسوں نے آپ کے ترجمہ میں ان چیزوں کو نمایاں طور پر بیان کیا ہے۔ چنانچہ ابو یعلیٰ خلیلی لکھتے ہیں کہ ”ابن ماجہ بڑے ثقہ، متفق علیہ، قائل احتجاج میں آپ کو حدیث اور حفظ حدیث میں پوری معرفت حاصل ہے۔“

حافظ ابن الجوزی فرماتے ہیں کہ آپ نے بہت سے شیوخ سے سماع حدیث کیا اور سنن، تاریخ، تفسیر تصنیف کی۔ آپ ان سب چیزوں کے عارف تھے۔

علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ ”بیشک آپ حافظ حدیث، صدوق اور وافر العلم تھے۔“ مورخ ابن خلکان فرماتے ہیں کہ آپ حدیث کے امام، حدیث اور اس کے جمیع متعلقات سے واقف تھے۔

مسلم..... امام ابن ماجہ کا بھی مسلک متعین طور پر معلوم نہ ہو سکا۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے نزدیک امام احمد کے مسلک کی طرف میلان تھا۔ علامہ انور شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ شاید امام ابن ماجہ شافعی تھے۔ علامہ طاہر جزائری فرماتے ہیں کہ ابن ماجہ وغیرہ علماء و مجتہدین میں سے کسی کے مقلد نہیں تھے بلکہ ائمہ حدیث امام شافعی، احمد، اسحاق اور ابو عبیدہ کے قول کی طرف میلان رکھتے تھے۔ یعنی اہل عراق کے مذہب کے مقابلہ میں اہل حجاز کی طرف زیادہ مائل تھے جس کا اندازہ کتاب کے مطالعہ سے بھی ہوتا ہے۔

وفات..... امام ابن ماجہ کی وفات خلیفہ معتمد علی اللہ عباسی کے عہد میں ہوئی ہے۔ بقیہ مصنفین صحاح ستہ نے بھی بجز امام نسائی کے اسی کے دور خلافت میں وفات پائی ہے۔ حافظ ابو الفضل محمد بن طاہر مقدسی شروط الائمة السہ میں لکھتے ہیں کہ میں نے قزوین میں امام ابن ماجہ کی تاریخ کا نسخہ دیکھا تھا۔ یہ عہد صحابہ سے لے کر ان کے زمانہ تک کے رجال اور احصار کے حالات پر مشتمل ہے۔ اس تاریخ کے آخر میں امام مدوح کے شاگرد جعفر بن اوریس کے قلم سے حسب ذیل تحریر ثبت تھی۔ ”ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ نے دو شنبہ کے دن انتقال فرمایا اور سہ شنبہ ۲۲ ماہ رمضان المبارک ۲۷۳ھ کو دفن کئے گئے اور میں نے خود ان سے سنا، فرماتے ہیں کہ میں ۲۰۹ھ میں پیدا ہوا۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۶۴ سال تھی۔ آپ کے بھائی ابو بکر نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور آپ کے ہر دو برادران ابو بکر اور ابو عبد اللہ اور آپ کے صاحبزادے عبد اللہ نے آپ کو قبر میں اتارا اور دفن کیا۔“

امام ابو القاسم رافعی نے تاریخ قزوین میں یہ بھی لکھا ہے کہ غسل میت محمد بن علی قہرمان اور ابراہیم بن دینار وراق نے دیا تھا۔

تصانیف..... امام ابن ماجہ نے حسب ذیل تصانیف یادگار چھوڑیں۔

(۱) التفسیر۔

جس کے متعلق مشہور مفسر حافظ عماد الدین ابن کثیر ”الہدایۃ والنہایۃ“ میں لکھتے ہیں ”ولا ابن ماجہ تفسیر حافل“

حافظ صاحب کی اس تصریح سے معلوم ہوا کہ یہ ایک ضخیم تالیف ہے۔ اس میں امام ابن ماجہ نے قرآن پاک کی تفسیر کے سلسلہ میں جس قدر احادیث اور صحابہ و تابعین کے اقوال مل سکتے ہیں ان سب کو بالاسناد روایت کیا ہے۔ (۲) التاریخ۔

جس کا تعارف مورخ ابن خلکان نے ”تاریخ ملیح“ اور محدث ابن کثیر نے ”تاریخ کامل“ کے الفاظ سے کر لیا ہے۔ یہ صحابہ سے لے کر مصنف کے عہد تک کی تاریخ ہے جس میں بلاد اسلامیہ اور راویان حدیث کے حالات ہیں۔ (۳) السنن..... امام ابن ماجہ کی وہ مایہ ناز اور شرہ آفاق تصنیف ہے جس نے آپ کی امامت فن کا سکہ بٹھایا۔ حافظ شمس الدین ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں خود امام ابن ماجہ کی زبانی نقل کیا ہے کہ میں نے اس سنن کو جب امام ابو زرعہ کے سامنے پیش کیا تو وہ اس کو دیکھ کر فرمانے لگے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر یہ کتاب لوگوں کے ہاتھوں میں آگئی تو یہ (حدیث کی موجودہ) تصنیفات یا ان میں سے اکثر معطل ہو کر رہ جائیں گی۔“

محدث ابو القاسم امام الدین عبدالکریم بن محمد قزوینی تاریخ قزوین میں رقمطراز ہیں کہ ”حفاظ حدیث امام ابن ماجہ کی کتاب کو صحیحین، سنن ابی داؤد اور سنن نسائی کے برابر رکھتے ہیں اور اس کی روایات سے احتجاج کرتے ہیں۔“ حافظ ابن کثیر البدایہ والنہایہ میں فرماتے ہیں کہ ”یہ کتاب امام ابن ماجہ کے علم و عمر، تبحر، اطلاع اور اصول و فروع میں ان کی اتباع سنت کو بتاتی ہے۔“

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ ان کی کتاب سنن (احکام) میں ایک عمدہ اور جامع کتاب ہے۔ تعداد روایات..... امام ابن ماجہ نے لاکھوں احادیث کے ذخیرے سے چار ہزار روایات کا انتخاب کر کے بیس کتب اور پندرہ سو ابواب کے تحت پوری مناسبت کے ساتھ درج کیا ہے۔ ناقلین و رواۃ..... آپ کی کتاب السنن کے مشہور راوی جیسا کہ امام رافعی نے تاریخ قزوین میں لکھا ہے یہ چار حضرات ہیں۔ ابوالحسن علی بن ابراہیم بن سلمہ بن بحر القحطان مولود ۲۵۴ھ متوفی ۳۴۵ھ سلیمان بن یزید، ابو جعفر محمد بن عیسیٰ، ابو بکر حامد ابہری۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے تہذیب التہذیب میں راویان سنن میں سعدون اور ابراہیم بن دینار دو شخصوں کے نام کا اور اضافہ کیا ہے۔

ان سب لوگوں میں جس شخص کی روایت کو قبول عام نصیب ہوا ہے وہ حافظ ابوالحسن القحطان ہیں۔ ان کے نسخہ میں بہت سی روایتیں خود ان کی سند سے بھی منقول ہیں۔ چنانچہ مطبوعہ نسخوں میں جس جگہ قال ابوالحسن حدیث الخ آتا ہے اس سے یہی مراد ہیں۔

یہ ابوالحسن اپنے وقت کے بہت بڑے عالم، حافظ حدیث، صاحب تفسیر، عالم فقہ، ماہر نحو و لغت اور عابد و زاہد تھے۔ تیس سال تک صائم الدہر رہے۔ افطار میں صرف روٹی اور نمک پر گذران کرتے تھے۔ اخیر عمر میں نابینا ہو گئے تھے کہا کرتے تھے کہ یہ مجھے کثرت کلام کی سزا ملی ہے۔

ثلاثیات..... سنن ابن ماجہ میں پانچ حدیثیں ثلاثی ہیں جو امام بخاری کے بعد مصنفین صحاح میں سب سے زیادہ ہیں۔ یہ پانچوں روایتیں ایک ہی شخص جبارہ بن مفلس سے بواسطہ کثیر بن سلیم حضرت انس بن مالک سے مروی ہیں اور یہ اگرچہ امام ابن ماجہ کے طبقہ کے لحاظ سے بہت عالی ہیں مگر سند کے لحاظ سے ان کا کوئی خاص وزن نہیں، کیونکہ کثیر بن سلیم راوی پر محدثین عام طور پر جرح کرتے چلے آئے ہیں۔ روایات حسب ذیل ہیں۔

(۱) من احب ان یکثر اللہ خیر بیئہ فلیتوضا اذا حضر غدا وہ و اذ ارفع (باب الوضوء عند الطعام)

(۲) ما رفع من بین یدی رسول اللہ ﷺ فضل شواء قط ولا حملت معہ طغستہ (باب الشواء)

(۳) الخیر اسرہ الی البیت الذی یغشی من الشفرة الی سنام البعیر (باب الصیافۃ)

(۴) ما مررت ببلیتہ اسری بی سلاء الا قالوا لیا محمد مر انتک بالحجامة (باب الحجامة)

(۵) ان ہذہ الامۃ مرحومۃ عذابہا باید یسافذاکان یوم القیامۃ دفع الی کل رجل من المشرکین فیقال ہذا فداؤک

من النار (باب صفۃ امتہ محمد ﷺ)

صحت کے اعتبار سے سنن ابن ماجہ کا درجہ..... حافظ شمس الدین ذہبی لکھتے ہیں کہ سنن ابو عبد اللہ (ابن ماجہ) اچھی کتاب ہے، کاش اس کو چند اہی حدیثیں جو تعداد میں زیادہ نہیں خراب نہ کرتیں۔

یہ چند روایات کہ جنہوں نے سنن ابن ماجہ جیسی صاف کتاب کو گدلا اور مکدر بنادیا ان کی تعداد کیا ہے اس کے بارے میں حافظ محمد طاہر مقدسی لکھتے ہیں کہ میں نے شہرے میں ایک قدیم جزء کی پشت پر حافظ ابو حاتم معروف بخاموش کے قلم سے یہ لکھا دیکھا ہے۔

”ابوزرعہ کہتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ ابن ماجہ کی کتاب کا مطالعہ کیا تو اس میں بجز تھوڑی سی مقدار کے کہ جن میں کچھ خرابی موجود ہے اور کوئی بات نہ دیکھی۔ چنانچہ انہوں نے کچھ اوپر دس روایات ایسی ذکر کی ہیں۔“ لیکن حافظ ذہبی نے تذکرہ الحفاظ میں ابوزرعہ ہی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ شاید اس میں پوری تیس حدیثیں بھی ایسی نہ ہوں کہ جن کی اسناد میں ضعف ہو۔ غالباً یہ تیس کے قریب وہی روایتیں ہیں جن کو حافظ ابن جوزی نے موضوعات میں داخل کیا ہے یا دیگر محدثین نے ان میں سے بعض روایات کے موضوع ہونے کی تصریح کی ہے۔ رہی عام ضعیف روایات سو واقعی اس کتاب میں بکثرت ہیں۔ حافظ ذہبی ”سیر النبلاء“ میں لکھتے ہیں کہ

”ابوزرعہ کا یہ بیان کہ شاید اس میں پوری تیس حدیثیں بھی ایسی نہ ہوں جن کی سند میں ضعف ہے، اگر صحیح ہیں تو ان کی مراد ان تیس حدیثوں سے نہایت گری ہوئی اور ساقط روایتیں ہیں ورنہ جن روایتوں سے حجت نہیں قائم ہوتی وہ تو بہت ہیں شاید ایک ہزار کے قریب ہوں۔“

ایک اہم غلط فہمی..... حافظ ابوالحجاج مزی نے اس بارے میں ایک عام حکم لگایا ہے کہ ”ہر وہ روایت جو صرف ابن ماجہ میں ہو اور صحاح ستہ کی کسی دوسری کتاب میں نہ ہو وہ ضعیف ہے“ لیکن حافظ ابن حجر نے اس کلیہ سے اتفاق نہیں کیا۔ چنانچہ وہ تہذیب التہذیب میں لکھتے ہیں کہ میرے تتبع کے مطابق علی الاطلاق ایسا نہیں ہے اگرچہ فی الجملہ اس میں بہت سی منکر حدیثیں ہیں۔

حافظ ابن حجر کی رائے میں احادیث کی بہ نسبت رجال کے بارے میں ایسا کہنا زیادہ مناسب ہے۔ فرماتے ہیں لیکن حافظ مزی کی تصریح کو رجال پر محمول کرنا اولیٰ ہے۔ حدیثوں پر محمول کرنا صحیح نہیں جیسا کہ میں نے سابق میں بتایا کہ جن روایات میں وہ ائمہ خمسہ سے منفرد ہیں ان میں سے صحیح حدیثیں بھی ہیں اور حسن بھی۔ مولانا عبد الرشید صاحب نعمانی کی تحقیق میں رجال کے متعلق بھی کلی طور پر یہ حکم نہیں لگایا جاسکتا۔ چنانچہ موصوف نے اپنی کتاب ابن ماجہ اور علم حدیث میں ان کو مثالوں کے ذریعہ واضح کیا ہے، بہر کیف سنن ابن ماجہ میں کتب خمسہ کی بہ نسبت ضعیف حدیثیں زیادہ ہیں اس لئے اس کا درجہ صحاح ستہ میں سب سے فروتر ہے۔

سنن ابن ماجہ کا شمار صحاح ستہ میں..... حافظ ابن السکون نے اسلام کی بنیادی کتابیں چار بتائی ہیں۔ صحیحین، ابو داؤد، نسائی۔ حافظ ابن مندہ نے بھی اسی پر اکتفا کیا ہے۔ بعد کو حافظ ابو طاہر سلفی نے جامع ترمذی کو بھی مذکورہ کتابوں کے ساتھ شمار کر کے تصریح کی ہے کہ ان پانچوں کتاب کی صحت پر علماء شرق و غرب کا اتفاق ہے۔

سنن ابن ماجہ کو کتب خمسہ کے بالمقابل سب سے پہلے جس شخص نے جگہ دی وہ حافظ ابو الفضل محمد بن طاہر مقدسی

متوفی ۵۰ھ ہیں۔ جنہوں نے شروط الائمتہ السہ اور اطراف السہ دو مشہور کتابیں تصنیف کی ہیں۔ پہلی کتاب میں موصوف نے ائمہ خمسہ کے ساتھ امام ابن ماجہ کی شرط پر بھی بحث کی ہے اور دوسری کتاب میں ان چھوٹی کتابوں کے اطراف احادیث کو جمع کیا ہے۔ بعد کو تمام مصنفین اطراف و رجال نے بقول حافظ سیوطی ان کی رائے سے اتفاق کیا۔ ارباب رجال میں سب سے پہلے حافظ عبد الغنی مقدسی متوفی ۶۰۰ھ نے الکمال فی اسماء الرجال میں ان چھوٹی کتابوں کے رجال کو مدون کیا ہے۔ اسی عہد میں حافظ ابن طاہر کے معاصر محدث زین بن معاویہ عبد ریی سرسطلی مالکی متوفی ۵۲۵ھ نے اپنی کتاب ”الترید للصحاح والسنن“ میں کتب خمسہ کے ساتھ سنن ابن ماجہ کی بجائے موطا امام مالک کی حدیثوں کو درج کیا ہے۔ اس بناء پر بعد کے علماء میں یہ بحث پیدا ہوئی کہ صحاح ستہ کی چھٹی کتاب موطا کو قرار دیا جائے یا سنن ابن ماجہ کو۔ علامہ ابن الاثیر جزری متوفی ۶۰۶ھ نے اپنی کتاب ”جامع الاصول“ میں محدث زین بن ہی کی رائے کو ترجیح دی ہے۔ لیکن عام متاخرین کا فیصلہ ابن ماجہ ہی کے حق میں ہے۔ محدث ابوالحسن سندھی شارح ابن ماجہ لکھتے ہیں کہ ”عام متاخرین اسی طرف ہیں کہ یہ صحاح ستہ کی چھٹی کتاب ہے۔“

شروح و تعلیقات..... سنن ابن ماجہ پر بڑے بڑے حفاظ اور اہل فن حضرات نے شروح و تعلیقات لکھی ہیں۔

(۱) شرح سنن ابن ماجہ۔

حافظ علاء الدین بن حجاج بن عبد اللہ مغلطائی الحنفی متوفی ۷۲۷ھ کی سب سے پہلی اور سب سے جامع شرح ہے۔ افسوس ہے کہ یہ تمام نہ ہو سکی صرف ایک حصہ کی شرح ہے جو پانچ جلدوں پر مشتمل ہے۔

(۲) شرح سنن ابن ماجہ۔

علامہ ابن رجب زبیری کی تصنیف ہے اور یہ وہ ابن رجب نہیں جو شیخ ابن تیمیہ کے شاگرد اور مشہور مصنف ہیں بلکہ یہ کوئی اور ابن رجب ہیں۔ ان کی شرح کا ذکر شیخ ابوالحسن سندھی نے اپنے حواشی میں کیا ہے۔ و ذکر السیوطی فی البغیۃ من الشارحین ذین الدین عبد الرحمن بن احمد بن رجب الحنبلی المتوفی ۷۹۵ھ

(۳) مائمس الیہ الحاجہ علی سنن ابن ماجہ

مشہور مصنف شیخ سراج الدین عمر بن علی ابن الملقن متوفی ۸۰۴ھ نے صرف زوائد کی شرح لکھی ہے۔ یعنی ان روایات کی جو کتب خمسہ میں موجود نہیں۔ یہ شرح ۸۰۰ھ میں لکھی گئی۔

(۴) الدیباجہ فی شرح سنن ابن ماجہ۔

شیخ کمال الدین محمد بن موسی دمیری متوفی ۸۰۸ھ کی شرح ہے جو پانچ جلدوں میں ہے۔

(۵) شرح سنن ابن ماجہ۔

حافظ برہان الدین ابراہیم بن محمد معروف بسط ابن الجیمی متوفی ۸۴۱ھ کی مختصر سی تعلیق ہے۔

(۶) مصباح الزجاجة۔

علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ کا مختصر سا حاشیہ ہے۔

(۷) نور مصباح الزجاجة۔

شیخ علی بن سلیمان مالکی مغربی نے سیوطی کے حاشیہ مذکورہ کا اختصار کیا ہے۔

(۸) شرح سنن ابن ماجہ۔

شیخ ابوالحسن محمد بن عبد الہادی سندھی حنفی متوفی ۱۱۳۸ھ کی شرح ہے جو سیوطی کے حاشیہ سے زیادہ جامع ہے۔

اس میں ضبط الفاظ حل غریب اور بیان اعراب کا زیادہ اہتمام کیا گیا ہے۔

(۹) انباج الحاجہ بشرح سنن ابن ماجہ۔
شیخ عبدالغنی بن ابی سعید مجددی دہلوی حنفی متوفی ۱۲۹۵ھ کی مختصر مگر جامع شرح ہے۔

(۱۰) حاشیہ بر سنن ابن ماجہ۔

مولانا فخر الحسن گنگوہی کا ہے جو مشہور و متداول ہے۔ اس میں علامہ سیوطی اور مولانا عبدالغنی دونوں کی شرحوں کو مع مزید اضافہ کے جمع کر دیا ہے۔

(۱۱) مفتاح الحاجۃ۔

شیخ محمد علوی کا حاشیہ ہے۔

(۱۹) امام ترمذیؒ

نام و نسب..... محمد نام، ابو عیسیٰ کنیت اور والد کا نام عیسیٰ ہے۔ پورا نسب یوں ہے۔ ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ بن ضحاک سلمی۔ ترمذی، بوغی، قبیلہ بنو سلیم سے تعلق رکھتے تھے۔ اس لئے نسبت میں سلمیٰ کہلاتے ہیں۔ بوغی قریہ بوغ کی جانب منسوب ہے جو ترمذ سے کچھ فرسخ کی طرف کی مسافت پر واقع ہے۔ بعض روایات کے مطابق امام ترمذی اسی میں سوہ خواب ہیں (علامہ سمعانی نے ان کے نسب نامہ میں موسیٰ کے بجائے شداد لکھا ہے۔ اما ترمذی کے دادا مرزئی الاصل ہیں لیث بن یسار کے زمانہ میں ترمذ کی طرف منتقل ہو کر یہیں اقامت گزریں ہو گئے تھے۔

سنہ پیدائش اور تحقیق ترمذ..... امام ترمذی ۲۰۹ھ میں ترمذ مقام پر پیدا ہوئے۔ ترمذ ایک قدیم شہر کا نام ہے جو اموداریا کے (جس کو جیحون اور نہر بلخ بھی کہتے ہیں) ساحل پر واقع ہے۔ لفظ ماورالنہر میں بھی نہر سے بیشتر یہی نہر مراد لی گئی ہے۔ کسی زمانہ میں یہ نہایت شاندار اور مشہور تھا لیکن چنگیز خان کے ہنگامہ میں تباہ و برباد ہو کر صرف ایک قصبہ کی حیثیت کا رہ گیا ہے۔ حکیم محمد بن علی اور ابو بکر وراق اسی ترمذ کے باشندے تھے۔

لفظ ترمذ کے تلفظ میں اختلاف ہے۔ بعض لوگ تاء اور میم کو مفتوح کہتے ہیں اور بعض دونوں کو مضموم حافظ ابن دقین العید فرماتے ہیں کہ

خود وہاں کے لوگ نیز دوسرے اشخاص کی زبان زد ان دونوں کا کسرہ ہے اور یہی اہل درس کے یہاں مشہور ہے۔ ایک جماعت تاء کو فتح اور میم کو کسرہ دیتی ہے۔ وقال موتمن الساجی سمعت عبداللہ بن محمد الانصاری یقول هو بضم التاء۔

تحصیل علم..... امام ترمذی جس دور میں پیدا ہوئے اس زمانہ میں علم حدیث درجہ شہرت کو پہنچ چکا تھا۔ بالخصوص خراسان اور ماورالنہر کے علاقے تو مرکز حیثیت رکھتے تھے اور امام بخاری جیسے جلیل القدر محدث کی مسند علم بچھ چکی تھی۔ امام ترمذی کو شروع ہی سے تحصیل علم حدیث کا شوق دامن گیر ہو گیا تھا۔ چنانچہ آپ نے طلب حدیث کیلئے مختلف حصوں، علاقوں اور ملکوں کا سفر کیا۔ بصرہ، کوفہ، واسط، رے، خراسان اور حجاز میں برسوں زندگی گزاری۔ حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔ ”طاف البلاد وسمع خلقا من الخراسانین والعراقیین والحجازیین“

شیوخ و اساتذہ..... امام ترمذی نے اپنے زمانہ کے ہر خرمن حدیث سے استفادہ کیا ہے۔ چنانچہ امام بخاری، امام مسلم، علی بن حجر مرزوی، ہناد بن سری، قتیبہ بن سعید، محمد بن بشار، ابواسحاق ابراہیم بن سعید جوہری، بشر بن آدم، جارد بن معاذ، حاتم بن سبہ، رجا بن محمد، زیاد بن ایوب، سعید بن عبدالرحمن، صالح بن عبداللہ بن ذکوان، عباس بن عبدالمعظم، فضل بن سهل، محمد بن ابان بن وزیر نصر بن علی، ہارون بن عبداللہ، یحییٰ بن اکثم وغیرہ بڑے بڑے محدثین سے آپ کو شرف تلمذ حاصل ہے۔ جن شیوخ سے آپ نے ”جامع“ میں حدیثیں روایت کی ہیں ان کی تعداد ہماری شمار کے مطابق

۲۰۶ ہے۔ جنہیں ۳۱ حضرات کوئی ہیں۔

امام بخاری و مسلم کا امام ترمذی سے سماع حدیث..... اگرچہ امام ترمذی امام بخاری کے ارشد اور مایہ ناز تلامذہ میں سے ہیں تاہم یہ شرف ان کو بھی حاصل ہے کہ خود استاد نے ان سے حدیث کا سماع کیا ہے۔ چنانچہ ”ابواب التفسیر“ الحشر میں حسب ذیل روایات کو لکھ کر ”حدثنا عبد اللہ بن عبد الرحمن عن ہارون بن معاویہ عن حفص بن غیاث عن حبیب بن عمرہ عن سعید بن جبیر عن النبی ﷺ مرسل فرماتے ہیں۔“ مجھ سے محمد بن اسماعیل نے یہ حدیث سنی ہے۔ اور ”ابواب المناقب“ میں حدیث ”یا علی لا یحل لاحد ان یجنب لی هذا المسجد غیر وغیرک“ کے متعلق لکھا ہے۔ ”وقد سمع محمد بن اسماعیل منی هذا الحديث۔“ خود امام بخاری کو بھی اپنے لائق شاگرد پرناز تھا۔ چنانچہ آپ نے امام ترمذی کے سامنے اس امر کا اعتراف ان الفاظ میں کیا تھا۔ ”انضعت بك اكثر مما انضعت بی“ میں نے تم سے اس سے زیادہ نفع اٹھایا جتنا تم نے مجھ سے اٹھایا ہے۔

اسی طرح امام مسلم بھی گو امام ترمذی کے استاد ہیں لیکن ایک روایت صحیح مسلم میں بھی امام ترمذی سے مروی ہے اور وہ احصوا ہلال شعبان لرمضان والی روایت ہے۔

اصحاب و تلامذہ..... بقول حافظ محمد موسیٰ بن علق ”مات البخاری فلم یخلف بنی خراسان مثل ابی عیسیٰ فی العلم والحفظ والورع والزهد۔“ امام بخاری کے انتقال کے بعد امام ترمذی کے ہم پلہ خراسان میں کوئی محدث نہیں تھا۔ اس لئے ان کی ذات مرجع خلائق بن گئی ان کے تلامذہ میں خراسان و ترکستان کے علاوہ دنیائے اسلام کے مختلف گوشوں کے آدمی ملتے ہیں۔ چند ممتاز تلامذہ کے نام درج ذیل ہیں۔

ابو حامد احمد بن عبد اللہ مروزی، ہشیم بن کلیب شاشی، ابو العباس محمد بن احمد بن محبوب مروزی، احمد بن یوسف نسفی، عبد بن محمد بن نسفی، محمد بن محمود، داؤد بن نصر بن سہل بزودی وغیرہ۔

قوت حافظہ..... حق تعالیٰ شانہ جب کسی سے کوئی کام لینا چاہتا ہے تو اس کے اسباب بھی پیدا کر دیتا ہے۔ امام مدوح کو جس طرح اکابر محدثین سے استفادہ کا موقع ملا ویسے ہی خداداد قوت حفظ بھی عطا کی گئی۔ ابو سعید اور کسی فرماتے ہیں کہ امام ترمذی کی قوت حفظ بھی ضرب المثل تھی۔ ان کا ایک حیرت انگیز واقعہ رجال کی سب ہی کتابوں میں مذکور ہے کہ انہوں نے ایک شیخ سے دو جزو کے بقدر بواسطہ حدیثیں سنیں اور قلمبند کی تھیں لیکن ابھی ان کو پڑھ کر سنانے کا موقع نہ ملا تھا حسن اتفاق مکہ مکرمہ کے راستے میں ان سے ملاقات ہو گئی تو ترمذی نے اس موقع کو غنیمت سمجھ کر قرأت اجزاء کی درخواست کی۔ شیخ نے منظور کیا اور کہا، اجزاء نکال لو، میں پڑھتا ہوں تم مقابلہ کرتے جاؤ۔ ترمذی نے اجزاء تلاش کئے۔ مگر وہ ساتھ نہ تھے۔ بہت گھبرائے لیکن اس وقت ان کی سمجھ میں اس کے سوا اور کچھ نہ آیا کہ سادے کاغذ کے دو اجزاء ہاتھ میں لے کر فرضی طور سے سننے میں مشغول ہو گئے۔ شیخ نے قرأت شروع کی اور اتفاق سے ان کی نظر کاغذ پر پڑ گئی تو سادے نظر آئے۔ شیخ کو طیش آیا اور فرمایا ”میرا مذاق بناتے ہو۔“ ترمذی نے واقعہ بیان کیا اور کہا اگرچہ وہ اجزاء میرے ساتھ نہیں ہیں لیکن لکھے ہوئے سے زیادہ محفوظ ہیں۔ شیخ نے فرمایا اچھا سناؤ۔ ترمذی نے وہ تمام حدیثیں فر فر سنائیں۔ شیخ کو خیال ہوا کہ شاید ان کو پہلے سے یاد تھیں اس لئے باور نہیں کیا ترمذی نے عرض کیا کہ آپ دوسری حدیثیں سنائیے اور امتحان لے لیجئے۔ شیخ نے اپنی خاص چالیس حدیثیں اور پڑھیں۔ ترمذی نے ان کو بھی فوراً صحت کے ساتھ دہر لیا تب شیخ کو ان کے حفظ کا یقین ہوا اور نہایت متعجب ہوئے۔

زہد و تقویٰ..... امام ترمذی زہد و تورع اور خوف خدا اس درجہ کا رکھتے تھے کہ اس سے زیادہ کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا۔ خوف الہی سے بکثرت روتے روتے آنکھوں کی بینائی جاتی رہی تھی۔

۱۔ مولانا انور شاہ صاحب کشمیریؒ نے اس کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ جب ذہین شاگرد استاد سے سوال کرتا ہے تو اس کی نگاہ دیگر علوم کی طرف جاتی ہے۔ ۱۲۔

آغاز صبح و آخر شہا گریستن

نور آور و بسینہ و ظلمت برد و دل

اتر گیا جو تیرے دل میں لا شریک لہ

رہے گا تو ہی جہاں میں یگانہ و یکتا

بعض حضرات کی رائے ہے آپ مادرزاد نابینا تھے۔ لیکن حافظ ابن حجر نے اس کی تردید کی ہے۔

ابو عیسیٰ کنیت کی کراہت ہم شروع میں بتا چکے ہیں کہ امام ترمذی کا نام محمد اور کنیت ابو عیسیٰ ہے اور مصنف ابن ابی شیبہ اور ابو داؤد کی روایت میں ابو عیسیٰ کنیت رکھنے کی کراہت وارد ہے۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ کے باپ نہ تھے، پھر آپ نے اس کنیت کو کیوں اختیار کیا۔ اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ علماء نے اس کو خلاف اولیٰ پر محمول کیا ہے مگر یہ چیز امام ترمذی کی جلالت شان سے بعید ہے۔ بعض حضرات نے یہ اعتذار کیا ہے کہ حضرت مغیرہ بن شیبہ نے اپنی کنیت ابو عیسیٰ رکھی تھی اور حضور ﷺ نے ان کو ابو عیسیٰ کہہ کر پکارا ہے۔ اس سے عدم کراہت پر استدلال ہو سکتا ہے لیکن بتان الحمد للہ میں شاہ عبدالعزیز صاحب کامیلان کراہت ہی کی طرف ہے۔

وفات امام ترمذی کا انتقال مشہور ہے روایت کے مطابق ۳۱ رجب ۲۷۹ھ میں شب دوشنبہ کو خاص ترمذ میں ہوا اور آپ نے ستر سال کی عمر پائی۔ سنہ وفات اور مدت عمر کو کسی نے اس شعر میں ظاہر کیا ہے۔

الترمذی محمد ذوزین
۲۷۹ غطر وفاتہ عمہ فی عین

تصانیف امام ترمذی نے بکثرت تصانیف کی ہیں۔ آپ کو فقہ اور تفسیر پر بھی کافی دستگاہ تھی جو ان کی سنن سے ظاہر ہے، ان کی مختلف کتابوں کا تذکرہ ملتا ہے۔

(۱) الشمائل اس میں آپ نے چار سو حدیثیں جمع کی ہیں۔ یہ چھپن بابوں پر منقسم ہے۔ مختلف حضرات نے اس کی شرحیں لکھی ہیں۔ جن میں ملا علی قاری کی جمع الوسائل اور شیخ ابراہیم بجوری کی مواہب لدنیہ اور مولانا احمد علی صاحب کا حاشیہ زیادہ مقبول ہے۔ شیخ علیم الدین قنوجی کی درر الغناک فی شرح الشمائل اور شیخ ابوالامداد ابراہیم اللقانی الماکی کی بچتہ المحافل شرح الشمائل بھی اچھی شروح میں سے ہیں۔ دیگر شروح یہ ہیں۔ اشرف الوسائل از حافظ شہاب الدین احمد بن حجر مکی متوفی ۹۷۳ھ شرح حماک عربی اور فارسی از شیخ مصلح الدین محمد بن صلاح ابن جلال اللاری المتوفی ۹۷۹ھ۔ شرح شماک از عصام الدین ابراہیم بن محمد اسفرائینی متوفی ۹۴۳ھ۔ شرح شماک از شیخ عبدالرؤف المنادی المتوفی ۱۰۳۱ھ۔

(۱) زہر الحماک علی الشمائل۔

از علامہ جلال الدین سیوطی۔

(۲) العلل

اس موضوع پر آپ نے دو کتابیں لکھی ہیں ایک علل صغریٰ جو مطبوع ہے اور ایک علل کبریٰ، یہ بالکل نایاب ہے۔

(۳) المفرد

(۴) الزہد

(۵) الاسماء والکنی

(۶) کتاب التاریخ۔

اس کا تذکرہ ابن الندیم نے اپنی فہرست میں کیا ہے۔

(۷) جامع ترمذی

اس میں آپ نے امام ابو داؤد سجستانی اور امام بخاری دونوں کے طریقوں کو جمع کیا ہے۔ ایک طرف آپ نے احادیث احکام میں سے صرف ان احادیث کو لیا ہے جن پر فقہاء کا عمل رہا ہے۔ دوسری طرف اس کو صرف احکام کیلئے مختص نہیں کیا

۱۱۹ و ذکر اسمعانی انہ مات فی ۲۷۵ھ۔

بذلکہ امام بخاری کی طرح سیر، آداب، تفسیر، عقائد، فتن، احکام، اشراط اور مناقب سب ابواب کی احادیث کو لے کر اپنی کتاب کو جامع بنادیا ہے اور پھر اس پر مستزاد یہ کہ علوم حدیث کی مختلف انواع کو اس میں اس طرح سمویا ہے کہ وہ علم حدیث کا بو قلموں زار بن گئی ہے۔ چنانچہ ابو جعفر بن الزبیر متوفی ۷۰۸ھ صحاح ستہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ”امام ترمذی کو علم حدیث کے مختلف فنون کو جمع کرنے کے لحاظ سے جو امتیاز حاصل ہے اس میں کوئی اور ان کا

شریک نہیں۔“ قال ابن خلکان ”صنف كتاب الجامع والعلل تصنيف رجل متقن وبه كان يضرب المثل جامع ترمذی چودہ علوم پر مشتمل ہے..... حافظ ابن رشید متوفی ۷۲۲ھ نے ان فنون کی حسب ذیل تفصیل دی ہے۔ (۱) تبویب۔ (۲) بیان فقہ۔ (۳) علل احادیث و بیان صحیح و ضعیف۔ (۴) بیان اسماء و کنی۔ (۵) جرح و تعدیل۔ (۶) جن سے حدیث نقل کی ہے ان کے متعلق یہ بتانا کہ ان میں سے کس نے آنحضرت ﷺ کو پایا ہے اور کس نے نہیں۔ (۷) راویان حدیث کا شمار اس تفصیل کے بعد حافظ موصوف لکھتے ہیں کہ یہ تو اس کتاب کے علوم کا اجمالی بیان ہے اور تفصیل میں جایا جائے تو اور بھی متعدد علوم ہیں۔

حافظ ابوالفتح بن سید الناس فرماتے ہیں کہ مجملہ ان علوم کو جو ترمذی کی کتاب میں موجود ہیں اور ابن رشید نے ان کو ذکر نہیں کیا یہ ہیں۔ (۸) بیان شدوذ۔ (۹) بیان موقوف۔ (۱۰) بیان مدرج، حافظ ابو بکر بن العربی متوفی ۷۵۴ھ صاحب ”عارضۃ الاحوذی“ کے بیان سے چار علوم کا اور اضافہ ہوتا ہے۔ (۱۱) بیان اسناد۔ (۱۲) متروک العمل روایات کی توضیح۔ (۱۳) احادیث کتاب کے رد و قبول کے بارے میں علماء کا جو اختلاف ہے اس کا بیان۔ (۱۴) حدیثوں کی توجیہ و تاویل کے سلسلہ میں علماء کے اختلاف آراء کا ذکر۔

ترمذی کی کتاب پر سنن و صحیح اور جامع کا اطلاق..... امام ترمذی کی کتاب آٹھ قسم کے مضامین پر مشتمل ہے جن کی تفصیل گزر چکی ہے۔ اس لئے اس کو جامع کہا جاتا ہے اور چونکہ ترتیب فقہی کے اعتبار سے بکثرت احکام کی حدیثیں لائے ہیں اس لئے اس پر سنن کا اطلاق بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ پہلے کتاب الطہارۃ لاتے ہیں۔ اس کے بعد کتاب الصلوٰۃ پھر زکوٰۃ و صوم وغیرہ۔ علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ جامع نیشاپوری اور خطیب بغدادی نے بھی اسے ”الجامع“ کہا ہے۔ مگر ترمذی کو جامع کا صحیح کہنا اور نسائی و ترمذی کو خطیب کا صحیح کہنا ان کے نزدیک تساہل ہے۔ مگر فی الواقع اس کو تساہل قرار دینا مناسب نہیں کیونکہ باعتبار اغلب صحیح کہا جاسکتا ہے۔ جیسے صحاح ستہ کہنا باعتبار اعلیٰ ہے۔ نیز امام ترمذی خود بھی اس کو صحیح کہتے ہیں۔ چنانچہ حافظ ابو بکر بن نقطہ بغدادی متوفی ۶۶۹ھ اپنی مشہور کتاب ”التقید فی رواۃ الكتب والمسانید“ میں خود امام ترمذی کی زبانی نقل ہیں کہ ”میں نے اس المسند الصحیح (یعنی کتاب الجامع) کو تصنیف کر کے علماء حجاز کے سامنے پیش کیا۔“

جامع ترمذی بڑوں کی نگاہ میں..... حافظ ابوالفضل محمد بن طاہر مقدسی لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہرات میں شیخ الاسلام ابواسامیل عبد اللہ بن محمد انصاری صوفی متوفی ۴۸۱ھ سے امام ترمذی اور ان کی جامع کا ذکر آیا تو فرمانے لگے کہ ان کی کتاب میرے نزدیک بخاری و مسلم کی کتاب سے زیادہ نافع ہے۔ کیونکہ بخاری و مسلم کی کتابوں سے تو صرف عالم تجرہ ہی فائدہ اٹھا سکتا ہے لیکن ابو عیسیٰ کی کتاب سے ہر شخص مستفید ہو سکتا ہے۔

حافظ ابوالفتح بن سید الناس متوفی ۷۳۴ھ شرح ترمذی کے مقدمہ میں حافظ یوسف بن احمد سے نقل کرتے ہیں کہ امام عیسیٰ ایسے فضائل کے حامل ہیں کہ جن کو لکھا جاتا ہے، بیان کیا جاتا ہے اور سنا جاتا ہے۔ ان کی کتاب ان پانچ کتابوں میں داخل ہے جن کی قبولیت اور ان کے اصول کی صحت کے فیصلہ پر علماء و فقہاء اور اکابرین محدثین میں سے اہل حل و عقد اور ارباب فضل و دانش نے اتفاق کیا ہے۔

شیخ ابراہیم مجبوری کا ہر طالب حدیث کیلئے یہ مشورہ ہے کہ الجامع الصبیح کا مطالعہ کرنا چاہیے کیونکہ کتاب حدیث و

فقہی فوائد اور سلف و خلف کے مذاہب کی جامع ہے۔ پس یہ مجتہد کیلئے کافی ہے اور مقلد کیلئے نیاز کرنے والی ہے (ہمارے خیال میں مجتہد کیلئے تو کافی ہو سکتی ہے لیکن مقلد کیلئے کافی نہیں۔ شاہ عبدالعزیز صاحب فرماتے ہیں کہ ترمذی کی جامع ان کی کتابوں میں سب سے بہتر تصنیف ہے بلکہ متعدد وجوہ سے جمیع کتب حدیث سے احسن ہے۔

ترمذی کی ثلاثیات..... اسناد کے لحاظ سے سب سے اونچا درجہ وحدانیات کا ہوتا ہے۔ جس میں روایت کنندہ اور نبی کریم ﷺ کے درمیان ایک واسطہ ہے۔ ائمہ اربعہ میں یہ شرف صرف امام ابو حنیفہؒ کو حاصل ہے۔ اس کے بعد ثلاثیات کا درجہ ہے۔ جس میں دو واسطے ہوں۔ تیسرے نمبر پر ثلاثیات ہیں جن میں تین واسطے ہوں۔

امام ترمذی کی جامع میں ایک سو اکیاون عنوان کتب اور ہر کتاب کے تحت متعدد ابواب ہیں اور اس میں ایک روایت ثلاثی بھی ہے۔

ملا علی قاری کا تسامح..... ملا علی قاری نے مرقاة شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ جامع ترمذی کو صحاح کے درمیان ایک خصوصیت یہ حاصل ہے کہ اس کی ایک حدیث ثنائی ہے اور وہ یہ ہے ”یاتی علی الناس زمان الصابر فیہم علی دینہ کالقابض علی الجمر۔ فاسنادہ اقرب من اسنادی البخاری و مسلم و ابی داود فان لہم ثلاثیات۔“

امام ترمذی نے اس کو کتاب الفتن میں روایت کیا ہے۔ پوری اسناد یوں ہے۔ ”حدثنا اسماعیل بن موسیٰ الفزاری بن انبت السدی الکوفی فاعمر بن شاکر عن انس بن مالکؓ قال، قال رسول اللہ ﷺ الخ“ میں حضور ﷺ تک تین واسطے ہیں۔ اسماعیل بن موسیٰ، عمر بن شاکر اور انس بن مالکؓ۔ پس اس کی سند ثلاثی ہوئی نہ کہ ثنائی۔ جامع ترمذی میں صرف یہی ایک روایت ثنائی ہے اس کے علاوہ اور کوئی ثلاثی روایت نہیں ہے۔

جامع ترمذی کی کل احادیث معمول بہا ہیں..... امام ترمذی نے کتاب العلل میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ میری اس کتاب کی کل احادیث معمول بہا ہیں اور ہر ایک پر اہل علم میں سے کسی نہ کسی کا عمل ضرور ہے۔ سوائے دو حدیثوں کے۔

(۱) حدیث ابن عباسؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم جمع بین الظهر والعصر بالمدينة والمغرب والعشاء من غیر خوف ولا مطر ولا سفر۔

(۲) عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه قال من شرب الخمر فاجلدوه فان عاد فی الرابعة فاقتلوه لیکن اگر دیکھا جائے تو ان دونوں حدیثوں پر بھی بعض اہل علم کا عمل ہے۔ حنفیہ حدیث لول کو جمع صوری پر اور حدیث ثنائی کو سیاست پر محمول کرتے ہیں۔ اگر حاکم وقت مصلحت سمجھے تو چوتھی بد قتل بھی کر سکتا ہے۔ پس احناف کے یہاں ان دونوں پر عمل ممکن ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ امام ترمذی نے اپنی بہت سی احادیث مرویہ کو خود ضعیف کہا ہے۔ پھر بھی ان کے معمول بہا ہونے کا اعتراف اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ عمل بالحدیث کا مدار صرف قوت سند پر نہیں ہے اور یہی صحیح حقیقت بھی ہے۔

جامع ترمذی پر ابن جوزی کی بیجا تنقید..... علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ ابن جوزی نے جامع ترمذی کی تیس احادیث کو موضوع قرار دیا ہے۔ لیکن ابن جوزی نقد روایات میں متشدد قرار دیئے گئے ہیں۔ علامہ نووی فرماتے ہیں کہ ابن جوزی نے بہت سی ایسی احادیث کو موضوع کہہ دیا ہے جن کے موضوع ہونے پر کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ واقعی وہ ضعیف ہیں۔ علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ ابن جوزی نے بہت سی قوی و حسن روایات کو بھی کتاب الموضوعات میں داخل کر لیا ہے۔ معلوم ہوا کہ ابن جوزی کا ہر حدیث کے متعلق وضع کا فیصلہ بے جا ہے۔ علامہ سیوطی نے اپنی کتاب ”القول الحسن فی الذب عن السنن“ میں ان سب کا جواب دیا ہے۔

بعض اہل الکوفہ کا مصداق..... شیخ سراج لکھتے ہیں کہ امام ترمذی نے جہاں کہیں اہل کوفہ کا تذکرہ کیا ہے اس سے مراد امام ابو حنیفہؒ ہیں اور ایسا امام صاحب کی شان میں غایت تعصب سے کیا ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے بھی یہی فرمایا ہے کہ امام

ترمذی کو ائمہ مجتہدین کے ساتھ ایک طرح کا تعصب تھا۔ خصوصاً امام اعظم ابو حنیفہ کی ذات گرامی سے، اس کے انہوں نے امام صاحب اور ان کے تلامذہ کی طرف ”بعض اہل الکوفہ“ سے اشارہ کیا ہے اور امام صاحب کے اسم شریف کو کہیں کتابوں میں صراحتہ ذکر نہیں کیا۔

ان حضرات کی گفتگو سے معلوم ہوتا ہے کہ ”بعض اہل الکوفہ“ سے حنفیہ بھی مراد ہوتے ہیں۔ حالانکہ یہ کلیہ نہیں ہے کبھی اس کا اطلاق دوسرے علماء کوفہ پر بھی کیا ہے۔ جیسے ”باب ماجاء لنبیاء بموخر الراس“ کے تحت میں فرماتے ہیں۔ ”قد ذهب اهل الكوفة الى هذا الحديث منهم وكيع بن الجراح۔“

حضرت مولانا انور شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ امام ترمذی کو امام صاحب کا مسلک کبھی قابل اعتماد سند سے نہیں پہنچا تھا۔ جیسا کہ زعفرانی کے واسطے سے امام شافعی کا قول قدیم پہنچا۔

امام ترمذی کے نزدیک امام اعظم کی شخصیت مسلم ہے..... چنانچہ امام ترمذی نے کتاب العلل میں امام صاحب سے ایک روایت نقل کی ہے جو مصری نسخہ میں موجود ہے اور حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں بھی اس کا تذکرہ کیا ہے۔ البتہ موجود متداول و مطبوعہ نسخوں سے غائب ہے جو معاندین کے حذف والحاق کی خطرناک پالیسی کا نتیجہ ہے روایت یہ ہے۔ ”حدثنا محمود بن غیلان حدثنا ابو یحیٰی الحماني قال سمعت ابا حنیفہ یقول ما رأیت اکذب من جابر الجعفی ولا افضل من

عطاء بن ابی رباح۔“

اس روایت کا تعلق رجال کی جرہ و تعدیل سے ہے اور امام ترمذی نے اس کو سند کے طور پر نقل کیا ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ امام مدوح کے نزدیک امام ابو حنیفہ کا شمار ان ائمہ میں ہے جن کے قول سے جرح و تعدیل کے باب میں سند پکڑی جاتی ہے۔

جامع ترمذی کے رواہ..... حافظ ابو جعفر بن الزبیر نے اپنے برناج میں تصریح کی ہے کہ اس کتاب کو امام ترمذی سے حسب ذیل حضرات نے روایت کیا ہے۔

(۱) ابو العباس محمد بن احمد بن محبوب۔

(۲) حافظ ابو سعید ثیم بن کلیب شاشی متوفی ۳۳۵ھ، صاحب ہدایہ نے جامع ترمذی کو ان ہی کے طریق سے

روایت کیا ہے۔

(۳) ابو ذر محمد بن ابراہیم۔

(۴) ابو محمد حسین بن ابراہیم قطان

(۵) ابو حامد احمد بن عبد اللہ تاجر

(۶) ابو الحسن داؤری

جامع ترمذی کی شروح..... اس کی اہمیت و افادیت کے پیش نظر علماء محدثین نے اس کے ساتھ پورا اعتناء کیا اور اس کی متعدد شروح و حواشی لکھے چند مشہور و متداول شروح و حواشی یہ ہیں۔

(۱) عارضۃ الاحوذی۔

از حافظ ابو بکر بن العربی مالک متوفی ۴۵۶ھ

(۲) قوت المغتدی۔

از علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ

(۳) شرح ترمذی۔

از ابو الطیب مدنی متوفی ۱۱۰۹ھ

(۴) شرح ترمذی۔

از شیخ سراج احمد سرہندی۔ یہ چاروں شرحیں یکجا ”شروح اربعہ“ کے نام سے بھی چھپی ہیں مگر صرف دو ہی جلدیں طبع ہو سکیں۔

(۵) نفع قوت المفتدی۔

علامہ دمنی نے قوت المفتدی کی تلخیص کی ہے جو کتاب کے ساتھ چھپی ہوئی ہے۔

(۶) شرح ترمذی۔

از حافظ ابوالفتح محمد بن محمد بن سید الناس شافعی متوفی ۷۳۴ھ اس کا مکمل نسخہ مدینہ منورہ کے کتب خانے میں موجود ہے۔

(۷) شرح ترمذی۔

از شیخ زین الدین عبدالرحمن بن احمد بن رجب الحنبلی متوفی ۷۹۵ھ

(۸) شرح ترمذی۔

از شیخ سراج الدین عمر بن رسلان المبلقینی الشافعی متوفی ۸۰۵ھ

(۹) شرح زوائد ترمذی

از شیخ سراج الدین عمر بن رسلان

(۱۰) حاشیہ شیخ ابوالحسن نور الدین محمد بن عبد الہادی السندی اختی متوفی ۱۱۳۸ھ

(۱۱) تحفۃ الاحوذی از مولانا عبدالرحمن صاحب مبارک پوری۔ اس کے مقدمہ میں بہت سی مفید معلومات ہیں۔

(۱۲) العرف الخفی مولانا انور شاہ صاحب کشمیری کے افادات ان کے شاگرد نے جمع کئے ہیں۔

(۱۳) معارف السنن

مولانا محمد یوسف صاحب بنوری مدظلہ حضرت شاہ صاحب کے افادیت کی روشنی میں نہایت محققانہ شرح تصنیف

فرما رہے ہیں۔ ابھی صرف چار جلدیں طبع ہوئی ہیں۔

(۱۴) الکوکب الدوی حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ کے افادات ہیں جن کو حضرت

مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی نے مرتب کیا تھا۔ حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ شیخ الحدیث مظاہر العلوم سہارن

پور کے حواشی کے ساتھ دو جلدوں میں چھپی ہوئی ہے۔

(۲۰) امام نسائیؒ

نام و نسب..... احمد نام، ابو عبدالرحمن کنیت۔ والد کا نام شعیب ہے۔ پورا نسب یوں ہے احمد بن شعیب بن علی بن بحر بن

سنان بن دینار النسائی۔ خراسان اور ماوراء النہر کا علاقہ ہمیشہ سے علم و فن اور ارباب کمال کا مرکز رہا ہے۔ تاریخ اسلام کے

سینکڑوں نامور فضلاء اس خاک سے اٹھے ہیں۔ امام نسائی بھی اسی زرخیز خاک پاک کے ایک مایہ ناز فرزند تھے۔

تحقیق نساء..... نسائی نساء کی طرف نسبت ہے۔ کبھی عرب لوگ ہمزہ کو واؤ سے بدل کر نسبت میں نسوی بھی کہا کرتے ہیں اور

قیاس کے مطابق بھی یہی ہونا چاہیے لیکن مشہور نسائی ہی ہے۔ مورخ ابن خلکان فرماتے ہیں کہ یہ نساء کی طرف نسبت ہے۔ جس

میں نون و سین دونوں مفتوح ہیں اور اس کے بعد ہمزہ مکسور واقع ہے۔ یہ سرخس کے قریب خراسان کا ایک مشہور شہر ہے جس کو

فیروز بن یزدجرد نے آباد کیا تھا۔ یہاں بہت سے ارباب فن پیدا ہوئے ہیں۔ نسائی ہمزہ کے مد اور قصر دونوں طرح سے پڑھا گیا ہے۔ سنہ پیدائش..... امام نسائی ۲۱۵ھ میں پیدا ہوئے۔ بعض نے آپ کا سن پیدائش ۲۱۴ھ بتلایا ہے مگر ”تہذیب“ میں امام نسائی کی زبانی منقول ہے۔ ”یشہ ان یکون مولدی فی سنہ ۲۱۵ھ“ اندازہ ہے میری پیدائش ۲۱۵ھ میں ہوئی۔

تحصیل علم..... آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے شہر کے شیوخ سے حاصل کی۔ اس کے بعد ۲۳۰ھ میں سب سے پہلے قتیبہ بن سعید کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ علامہ ذہبی فرماتے ہیں۔ ”رحل الی قتیبہ ولہ خمس عشرة سنت و شہرین“ سب سے پہلے امام قتیبہ کی خدمت میں سفر کر کے گئے جبکہ عمر شریف پندرہ سال کی تھی اور ان کے پاس ایک سال دو ماہ قیام رہا۔ اس کے بعد دوسرے شیوخ و اساتذہ سے استفادہ کیا۔ دنیائے اسلام کے مختلف حصوں کا سفر کیا۔ شاہ عبدالعزیز صاحب لکھتے ہیں کہ انہوں نے خراسان، عراق، حجاز، جزیرہ، شام اور مصر وغیرہ بہت سے شہروں کے اکابر، شیوخ و اساتذہ سے استفادہ کیا۔ اس کے بعد آپ نے مصر کو اپنے علوم کی نشر و اشاعت کا مرکز بنالیا۔ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی تحریر فرماتے ہیں کہ مصر میں مستقل طور پر سکونت اختیار کی۔ ان کی تصانیف اسی اطراف میں پھیلیں اور بہت سے لوگوں نے آپ سے علم حاصل کیا اور حدیث کی روایت کی۔ پھر آخر میں ماہ ذیقعدہ ۳۰۲ھ میں مصر سے دمشق آگئے۔

شیوخ و اساتذہ..... ان کے شیوخ و اساتذہ کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ بیشمار مخلوق سے حدیث کا سماع کیا۔ اسحاق بن راہویہ، محمد بن نصر، علی بن حجر، یونس بن عبدالاعلیٰ، محمد بن بشار، امام ابو داؤد سجستانی وغیرہ ان کے شیوخ میں داخل ہیں۔ حافظ ابن حجر نے امام بخاری کو بھی ان کے اساتذہ میں شمار کیا ہے۔ ابو زرہ رازی اور ابو حاتم سے بھی روایت کرنا ثابت ہے۔

اصحاب و تلامذہ..... ان کے تلامذہ میں دنیائے اسلام کے مختلف گوشوں کے آدمی ملتے ہیں۔ حافظ ابن حجر نے ان کے تلامذہ کی ایک طویل فہرست نقل کرنے کے بعد لکھا ہے ”وامم لایحصون“ چند مشہور تلامذہ کے نام حسب ذیل ہیں۔ امام نسائی کے صاحبزادے عبدالکریم، ابوبکر بن احمد ابن السنی، ابو علی حسن بن خضر اسبیوطی، حسن بن الطبق عکسری، ابو القاسم حمزہ بن محمد بن علی کنانی، ابوالحسن محمد بن عبداللہ، محمد بن معاویہ، محمد بن قاسم اندلسی، علی بن جعفر الطحاوی، احمد بن محمد بن مہندس، ابوبشر دولابی وغیرہ۔

زہد و تقویٰ..... امام نسائی زہد و تقویٰ میں یکتائے روزگار تھے۔ صوم داؤدی پر ہمیشہ عمل پیرا رہتے تھے۔ یعنی ایک روز روزہ رکھتے تھے اور دوسرے روز افطار کرتے تھے۔ حافظ محمد بن مظفر فرماتے ہیں کہ میں نے مصر میں اپنے مشائخ سے سنا ہے وہ بیان کرتے تھے کہ امام نسائی کے دن رات کا اکثر حصہ عبادت میں گزرتا تھا اور اکثر حج بیت اللہ کیا کرتے تھے۔

خیالک فی عینی و ذکرک فی فمی وحک فی قلبی فاین تطیب

شجاعت و بہادری..... امام نسائی بہت شجاع اور بڑے بہادر حق گوئی و بیباکی میں بہت آگے تھے جو مردان خدا کا ہمیشہ سے عام شعار رہا ہے۔

آمین جو ان مردان حق گوئی و بیباکی اللہ کے شیروں کو آتی نہیں رو باہی (اقبال)

(جہاد کا جذبہ بھی تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ امیر مصر کے ساتھ جہاد میں شرکت بھی کی۔)

عام حالات زندگی..... امام نسائی نے سنت نبویہ کو قائم کیا۔ تا شہادت ان کی زندگی اسی پر قائم رہی۔ سنت کی اشاعت اور بدعت سے نفرت پر ان کی شہادت کا واقعہ خود ایک واضح دلیل ہے۔ بادشاہوں کی مجالس سے آپ نے ہمیشہ گریز کیا۔ اس کے باوجود کھانے پینے میں ہمیشہ کشادہ دست رہے۔ بہترین غذائیں کھاتے، مرغ خرید کر پالتے اور خوب فرہ کر کے کھاتے تھے۔ حافظ ابن کثیر کا بیان ہے کہ روزانہ مرغ کھانے کے بعد نبیذ (شربت) پیتے تھے۔ آپ کے نکاح میں چار بیویاں تھیں

اور ہر ایک کے پاس ایک شب رہتے تھے۔ ان کے علاوہ لونڈیاں بھی تھیں لیکن آپ کی اولاد میں صرف صاحبزادہ محمد الکریم کا نام معلوم ہو سکا۔

حلیہ مبارک..... قدرت نے جس طرح امام نسائی کو معنوی اور باطنی محاسن عطا کرنے میں فیاضی سے کام لیا تھا اسی طرح ان کو حسن ظاہری کی دولت بھی بافراط عطا کی گئی تھی۔ بڑے وجیہ و شکیل تھے۔ چہرہ نہایت پر شکوہ اور روشن تھا۔ رنگ نہایت سرخ و سفید تھا۔ یہاں تک کہ بڑھاپے میں بھی حسن و تروتازگی میں فرق نہیں آیا تھا۔ لباس نہایت نفیس اور قیمتی زیب تن فرماتے تھے۔

علماء و معاصرین کا اعتراف..... حافظ ابن حجر، علامہ ذہبی اور ابن کثیر وغیرہ نے بہت سے اہل علم کے اقوال نقل کئے ہیں جنہوں نے امام نسائی کی رفعت شان اور فضل و کمال کا اعتراف کیا ہے۔ مورخ ابن خلکان فرماتے ہیں کہ آپ اپنے زمانہ میں حدیث کے امام تھے۔ ابو سعید عبدالرحمن نے اپنی تاریخ مصر میں لکھا ہے کہ ”آپ حدیث میں امام، ثقہ، معتبر اور حافظ تھے۔“ امام دارقطنی فرماتے ہیں کہ ”اپنے زمانہ کے تمام محدثین سے (شیخین کے بعد) بلند اور اونچے تھے۔“ حاکم کہتے ہیں کہ میں دارقطنی سے یہ سنا ہے کہ امام نسائی جرح رواہ، فن حدیث، فن تنقید اور احتیاط میں اپنے معاصرین سے کہیں فائق تھے۔“ ابن الحداد شافعی فرماتے ہیں کہ میں اپنے اور اللہ کے مابین امام نسائی کو واسطہ بنا چکا ہوں۔

ناقدین فن کے نزدیک امام نسائی کا مقام..... ناقدین فن کے نزدیک جلالت علمی کے اعتبار سے امام نسائی کا پایہ امام مسلم سے بھی بڑھا ہوا ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی مقدمہ فتح الباری میں رقم طراز ہیں۔ ”فن رجال میں ماہرین فن کی ایک جماعت نے ان کو امام مسلم بن الحجاج پر بھی فوقیت دی ہے اور دارقطنی وغیرہ نے ان کو اس فن میں اور دیگر علوم حدیث میں امام الائمہ ابو بکر بن خزیمہ صاحب المسند پر بھی فوقیت دی ہے۔“

حافظ شمس الدین ذہبی سیر اعلام النبلاء میں امام نسائی کے ترجمہ میں فرماتے ہیں کہ ”یہ مسلم، ترمذی اور ابوداؤد سے حدیث، علل حدیث اور علم الرجال میں زیادہ ماہر ہیں اور بخاری و ابوزرعہ کے ہمسر ہیں۔“

علامہ تاج الدین سبکی طبقات الشافعیۃ الکبریٰ میں لکھتے ہیں۔ ”میں نے اپنے شیخ حافظ ابو عبد اللہ ذہب سے سوال کیا کہ آیا مسلم بن الحجاج حدیث کے زیادہ حافظ ہیں یا امام نسائی۔ فرمایا امام نسائی۔ پھر شیخ (حافظ تقی الدین سبکی) سے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے اس سے موافقت کی۔“

امام نسائی کا مسلک..... دیگر محدثین کی طرح امام نسائی کے فقہی مسلک کے بارے میں بھی اختلاف ہے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب فرماتے ہیں کہ ”آپ شافعی المذہب تھے۔ جیسا کہ آپ کے مناسک سے پتہ چلتا ہے۔“

نواب صدیق حسن خاں نے بھی شاہ صاحب کی تائید کرتے ہوئے امام نسائی کو شوافع میں شمار کیا ہے اور شاہ ولی اللہ صاحب کے نزدیک بھی ان کا انتساب مسلک شافعی کی جانب مناسب ہے۔ لیکن فیض الباری میں حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری کا قول ہے کہ کچھ لوگوں نے امام ابوداؤد اور امام نسائی کو شافعی کہا ہے، لیکن حق یہ ہے کہ یہ حضرات حنبلی تھے۔ حافظ ابن تیمیہ نے اس کی تصریح کی ہے۔ امام نسائی کی سنن کے مطالعہ سے بھی ان کا حنبلی ہونا ظاہر ہے۔ مثال کے طور پر امام احمد کے نزدیک جمعہ کی نماز قبل الزوال جائز ہے۔ چنانچہ امام نسائی نے ”باب وقت الجمعہ“ ترجمہ قائم کر کے وہی روایات نقل کی ہیں۔ جن سے حنابلہ کا استدلال ہے اور جمہور ائمہ ثلاثہ کی دلیل حضرت انس رضی اللہ عنہ کی صریح روایت ”کان یصلی الجمعة محین تمیل الشمس“ کو ترک کر دیا ہے۔

اسی طرح جمہور کے نزدیک شوہر و بیوی ایک ساتھ غسل جنابت کر رہے ہوں تو دونوں کا غسل بالاتفاق ہو جائے گا۔ لیکن اگر عورت مرد سے پہلے غسل کرے تو اس کے غسل سے بچے ہوئے پانی سے شوہر کو غسل کرنا امام احمد کے نزدیک ناجائز ہے اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جائز ہے۔ امام نسائی نے ”باب اغتسال الرجل والمرأة من اناء واحد“ ترجمہ قائم کر کے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کو نقل کیا ہے۔ جس سے ان کا حضور ﷺ کے ساتھ غسل کرنا ثابت ہے اس کے بعد دوسرا ترجمہ ”باب الرخصۃ فی ذلک“ قائم کیا جو فی الواقع جمہور کا مستدل بیان کرنے کیلئے لیکن یہاں جو روایت نقل کی ہے وہ جمہور کے مسلک پر صحیح دلالت نہیں کرتی۔ حالانکہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی مشہور روایت جمہور کا مستدل ہے۔ اس کو امام نسائی نے اس باب میں ترک کر دیا ہے۔

امام نسائی پر تشیع کا شبہ غلط ہے..... ملک شام میں خارجیت کا زور تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مخالفین بڑی تعداد میں موجود تھے۔ اس لئے امام نسائی نے کتاب ”خصائص علی“ لکھی تاکہ لوگوں کو اس کے ذریعہ ہدایت ہو اور آپ نے بر ملا حق کا اظہار کیا۔ اس پر لوگوں نے تشیع کا الزام لگا دیا۔ ”پھر ناقلین اس کو نقل کرتے چلے گئے۔ چنانچہ ابن خلکان کے الفاظ میں ”کان یتشیع“ ابن کثیر لکھتے ہیں۔ ”فیہ شنی من التشیع“ مگر یہ چیز سراسر غلط اور کذب محض ہے۔ کیونکہ اس کے بعد آپ نے فضائل صحابہ پر ایک مستقل کتاب تصنیف فرمائی جس سے خود بخود تشیع کا شبہ بے بنیاد ثابت ہوتا ہے۔ نیز آپ کی سنن سے یہ حقیقت بالکل واضح گف ہو جاتی ہے کہ خلفاء راشدین میں امام نسائی اسی ترتیب کے قائل ہیں جو جمہور اہل سنت والجماعت کا مسلک ہے۔ امام نسائی پر دور ابتلاء.....

تمنا آبرو کی ہو اگر گلزار ہستی میں تو کانٹوں میں الجھ کر زندگی کرنے کی خو کر لے (اقبال)

امام نسائی کو مصر میں جو شہرت و عظمت اور مقبولیت حاصل ہوئی اس کی بناء پر حاسدین حسد کرنے لگے۔ اس لئے آپ نے ذیقعدہ ۳۰۲ھ میں مصر کو خیر باد کہا اور وہاں سے فلسطین کے ایک مقام رملہ آگئے۔ چونکہ شام میں بنی امیہ کی طویل حکومت کے سبب سے خارجیت و ناصیت کا زور تھا۔ عوام حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بدگمان تھے، اس لئے آپ دمشق تشریف لے گئے اور جامع دمشق میں ممبر پر چڑھ کر کتاب خصائل علی رضی اللہ عنہ سنائی شروع کی۔ ابھی تھوڑی ہی سی پڑھی تھی کہ کسی سائل نے سوال کیا آپ نے امیر معاویہ کے فضائل پر بھی کوئی کتاب لکھی ہے۔ آپ نے فرمایا معاویہ کے لئے یہی کافی ہے کہ برابر برابر چھوٹ جائیں۔ دوسری روایت یہ ہے کہ آپ نے فرمایا۔ مجھے ان کے مناقب میں بجز اس حدیث کے ”لا اشبع اللہ بطنہ“ اور کوئی حدیث نہیں پہنچی۔ اس پر عوام نے مشتعل ہو کر زور کو ب شروع کر دی، امام صاحب کے نازک مقام پر سخت چوٹیں آئیں جن کے سبب سے امام صاحب نیم جاں ہو گئے۔

در رہ حق کشیدہ اندبلا ایں بلا شد سبب بقر بے ولا

اسی حالت میں لوگ آپ کو مکان پر لائے امام صاحب نے فرمایا کہ مجھ کو مکہ مکرمہ لے چلو تاکہ میرا انتقال مکہ معظمہ میں ہو۔

وفات..... کہتے ہیں کہ آپ کی وفات ۳ صفر ۳۰۳ھ میں پیر کے دن مکہ معظمہ پہنچنے پر ہوئی اور وہاں صفا و مردہ کے درمیان دفن کئے گئے۔

اس خاک کے ذروں سے ہیں شرمندہ ستارے اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحب اسرار (اقبال)

دوسری روایت یہ ہے کہ مکہ معظمہ جاتے ہوئے راستہ میں بمقام شہر رملہ (فلسطین) انتقال ہوا۔ پھر وہاں سے آپ کی نعش مکہ معظمہ پہنچائی گئی۔ انتقال کے وقت آپ کی عمر ۸۸ سال کی تھی۔

تصانیف..... امام نسائی نے مختلف موضوع پر کتابیں لکھی ہیں۔ جن کتابوں کے نام معلوم ہو سکے وہ درج ذیل ہیں۔

(۱) السنن الکبریٰ۔

یہ ابو بکر محمد بن معاویہ معروف بابن الاحرر کی روایت سے مروی ہے۔

(۲) کتاب الصغفاء والمتر وکین۔

اس میں آپ نے بہت سے ثقہ ائمہ حدیث و فقہ کو بھی ضعیف کہہ دیا ہے۔ کچھ تو امام نسائی کے میزان میں تشدد زیادہ تھا اور کچھ مزاج میں تعصبی رنگ تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ امام نسائی کے نقد رجال میں تشدد سے فائدہ اٹھا کر دوسرے لوگوں نے الحاقی عبارتوں کا اضافہ کر دیا ہو جیسا کہ میزان الاعتدال میں امام صاحب کا ذکر الحاقی ہے۔

(۳) کتاب الجمعہ۔

اس کا تذکرہ شاہ عبدالعزیز صاحب نے کیا ہے۔

(۴) عمل الیوم واللیلۃ۔

مشہور تصنیف ہے اور مطبوعہ ہے۔

(۵) کتاب المدلسین

(۶) کتاب الاسماء والکنی

(۷) مسند علی

(۸) مسند منصور بن زاذان

(۹) خصائص علی۔

جس کی وجہ سے آپ پر تشیع کا الزام لگایا گیا تھا۔

(۱۰) السنن الصغری جو مجتبیٰ کے نام سے مشہور ہے۔

(۱۱) اغراب شعبہ علی سفیان و سفیان علی شعبہ

سنن نسائی..... اس میں آپ نے امام بخاری و مسلم کی طرح صرف صحیح الاسناد روایات ہی کو لیا ہے۔ آپ کی یہ تصنیف بخاری و مسلم دونوں کے طریقوں کو جامع سمجھی جاتی ہے اور علل حدیث کا بیان اس پر متزاہد ہے۔ اس کے ساتھ حسن ترتیب اور جودت تالیف میں بھی ممتاز ہے۔ چنانچہ حافظ ابو عبد اللہ بن رشید متوفی ۷۲۱ھ فرماتے ہیں کہ یہ کتاب علم سنن میں جس قدر کتابیں تالیف ہوئی ہیں ان سب میں تصنیف کے لحاظ سے انوکھی اور ترتیب کے اعتبار سے بہترین ہے اور یہ بخاری و مسلم دونوں کے طریقوں کی جامع ہے۔ نیز علل حدیث کے بھی ایک خاص حصے کا اس میں بیان آگیا ہے۔

تالیف سنن..... حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب فرماتے ہیں کہ امام نسائی جب ”سنن کبریٰ“ کی تالیف سے فارغ ہوئے تو اس کو امیر رملہ کی خدمت میں پیش کیا۔ امیر موصوف نے امام مدوح سے دریافت کیا کہ اس میں جو کچھ ہے وہ صحیح ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں! اس پر امیر نے فرمائش کی کہ میرے لئے صرف صحیح روایات کو جمع کر دیجئے تو امام نسائی نے ان کیلئے سنن صغریٰ تصنیف کی جو مجتبیٰ کے نام سے مشہور ہے اور صحاح ستہ میں داخل ہے۔

لفظ مجتبیٰ تاء فوقانیہ کے بعد باء موحده کے ساتھ زیادہ مشہور ہے۔ بعض نے بجائے باء کے نون سے پڑھا ہے۔ مجتبیٰ اجتباء سے ہے جس کے معنی انتخاب اور برگزیدہ کرنے کے ہیں اور مجتبیٰ اجتباء ہے جس کے معنی درخت سے پختہ میوہ چننے کے ہیں۔ مذکورہ بالا واقعہ کا ذکر علامہ ابن اثیر نے جامع الاصول میں کیا ہے اور ملا علی قاری نے بھی اس کو مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں سید جمال الدین کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

سنن نسائی کے بارے میں حافظ ذہبی کی رائے..... لیکن علامہ ذہبی نے ”سیر اعلام النبلاء“ میں امام نسائی کے ترجمہ میں اس واقعہ کے متعلق لکھا ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں بلکہ مجتبیٰ ابن السنی کا اختصار ہے۔ جو نسائی کے شاگرد ہیں۔ مولانا عبدالرشید نعمانی کی رائے بھی یہی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ بالفعل جو کتاب سنن نسائی کے نام سے ہمارے

یہاں داخل درس ہے وہ دراصل امام موصوف کی تصنیف نہیں بلکہ ان کی کتاب کا اختصار ہے۔ جو ان کے نامور شاگرد حافظ ابو بکر بن السنی کے قلم کا مرہون منت ہے اس مختصر کا نام المجتبیٰ ہے اور اس کو سنن صغریٰ بھی کہا جاتا ہے۔ مگر امام نسائی کا خود اپنا بیان جس کو ان کے شاگرد ابن الاحرر نے نقل کیا ہے کہ ”كتاب السنن ای الکبریٰ کله صحیح و بعضه معلوم الا انه یبینه والمنتخب المسمى بالمجتبیٰ صحیح“ پوری کتاب السنن (الکبریٰ) کا بیشتر حصہ صحیح ہے اور بعض حدیثیں معلول ہیں تو ان کی علت کو بیان کر دیا اور اس کا انتخاب جو المجتبیٰ کے نام سے موسوم ہے وہ تمام تر صحیح ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سنن کبریٰ کا اختصار ابن السنی نے امام نسائی کے زیر نگرانی رہ کر کیا ہے۔

فی الیابح الجنی یمکن حملها علی ان یکون ابن السنی ہاشم اختصار رہا بامر النسائی فلنحمل علیہ ہذہ

الروایتہ ولا یجترہ علی شق عصا الجماعۃ بقول محتمل۔“

امام اعظم اور امام نسائی..... حافظ سخاوی فرماتے ہیں کہ حافظ ابوالشیخ ابن حیان نے اپنی کتاب السننہ میں اور ابن عدی نے اپنی تاریخ کامل میں اور خطیب نے تاریخ بغداد میں اور ان سے پہلے دوسرے لوگوں نے جیسے ابن شیبہ نے مصنف میں اور امام بخاری و نسائی نے ائمہ مجتہدین کے بارے میں جو کلام کیا ہے میں ان ائمہ کو اعتراضات سے برتر سمجھتا ہوں، کیونکہ ان کے مقاصد نہایت اعلیٰ تھے۔ اس لئے ان معترضین کی پیروی سے اجتناب کرنا چاہیئے۔

جب امام نسائی مصر آئے تو وہاں امام طحاوی سے مذاکرے رہے۔ شاید اسی زمانہ میں ایک روایت امام اعظم سے بھی کی ہے اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام نسائی نے امام ابو حنیفہ اور آپ کے تلامذہ پر جو نقد کیا تھا اس سے رجوع کر لیا تھا۔ اس واسطے کہ اگر امام نسائی کے نزدیک امام اعظم حدیث میں قوی نہیں تھے کثیر الغلط تھے (جیسا کہ یہ الفاظ ان کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں) تو سنن نسائی میں امام صاحب سے روایت کرنے کے کیا معنی روایت کرنا ہی اس کی دلیل ہے کہ وہ امام صاحب کو قوی فی الحدیث اور ثقہ سمجھتے ہیں۔ روایت یہ ہے۔

”حدثنا علی بن حجر ثنا عیسیٰ هو ابن یونس عن النعمان یعنی اباحنیفہ عن عاصم بن ابی رزین عن ابن

عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما لیس علی من اتی بہیمۃ محد۔“

یہ حدیث ابن السنی کی روایت میں نہیں ہے لیکن ابن الاحرر، ابو علی سیوطی اور مغاربہ کے نسخوں میں موجود ہے۔ سنن نسائی کی طویل السند حدیث..... سنن نسائی میں ”الفضل فی قراۃ قل هو اللہ احد“ کے ذیل میں ایک عشاری (دس واسطوں والی حدیث ہے اور یہ ہے۔ ”اخبرنا محمد بن بشر حدثنا عبدالرحمن حدثنا زائدہ عن منصور عن ہلال بن یساف عن ربیع بن خثیم عن عمرو بن میمون عن ابی لیلیٰ عن امراۃ عن ایوب عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال قل هو اللہ احد ثلث القرآن۔“ امام نسائی فرماتے ہیں ما عرف اسنادا اطول من ہذا۔“

راویان سنن نسائی..... امام نسائی سے ان کی کتاب السنن کو جن حضرات نے روایت کیا ہے ان کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں۔

(۱) امام ممدوح کے صاحبزادہ عبدالکریم۔

(۲) حافظ ابو بکر احمد بن محمد بن اسحاق الدینوری معروف بابن السنی متوفی ۳۶۴

(۳) ابو علی حسن بن خضر سیوطی

(۴) حسن بن رشیق عسکری

(۵) حافظ ابوالقاسم حمزہ بن محمد علی کنانی متوفی ۳۵۷ھ

(۶) ابوالحسن محمد بن عبداللہ بن زکریا حبویہ

(۷) محمد بن معاویہ بن الاحرر

(۸) ابو عبد اللہ محمد بن قاسم بن محمد بن قاسم بنائی، اموی، قرطبی متوفی ۳۲۸ھ

(۹) امام احمد بن محمد بن المہندس

(۱۰) امام ابوالحسن علی بن احمد طحاوی متوفی ۳۵۱ھ۔ اکابر فقہاء حنفیہ میں سے ہیں اور بڑے پایہ کے محدث گزرے ہیں۔

یہ مشہور امام وقت ابو جعفر طحاوی کے صاحبزادہ ہیں جن کی شرح معانی الآثار بے مثل کتاب ہے۔
شروح و تعلیقات..... سنن نسائی یا اتفاق علماء صحاح ستہ کا ایک فرد ہے۔ مگر افسوس کہ اس کی شروح کی طرف علماء نے وہ توجہ نہیں کہ جو دیگر کتب کی طرف کی گئی چھ صدی گزرنے کے بعد جلال الدین سیوطی نے اس پر ایک تعلیق لکھی جس کا نام زہر الرئی علی المجتبیٰ ہے۔ مصنف کے دیگر تعلیقات کی طرح یہ تعلیق بھی بہت سی خوبیوں کی حامل ہے۔ دوسری تعلیق یا حاشیہ شیخ ابوالحسن نور الدین محمد بن عہد الہادی سندھی متوفی ۱۳۸ھ کا ہے۔ یہ سیوطی کی تعلیق سے زیادہ مفصل ہے اس میں متن کے ضروری مقامات کا حل اور اعراب کی تحقیق اور الفاظ غریبہ کی تشریح کی گئی ہے۔ تیسری شرح ابو حفص سراج عمر بن علی بن محمد معروف بابن التخذ متوفی ۸۰۴ھ کی ہے۔ انہوں نے صحاح کی شروح لکھی ہیں۔ اس سلسلہ میں انہوں نے زوائد النسائی علی الاربعہ کی ایک جلد مرتب کی جس میں سنن نسائی کی ان احادیث کی شرح کی ہے جو بخاری، مسلم، ترمذی اور ابوداؤد میں نہیں ہیں۔ مگر یہ نایاب ہے۔

چوتھے حضرت مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث مظاہر العلوم سہارنپور کی تعلیق ہے جو حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب لور حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب وغیرہم کی افادات کا مجموعہ ہے۔ اس میں مشکل مقامات کا حل، اغلاط طباعت کی تصحیح اور امام نسائی کے قول ”هذا منكر وهذا صواب“ پر محققانہ بحث اور اس کتاب کی خصوصیات و تراجم پر سیر حاصل کلام کیا گیا ہے۔ افسوس کہ یہ بھی ہنوز زیور طبع سے روشناس نہ ہو سکی۔

(۲۱) امام طحاویؒ

نام و نسب

احمد نام، ابو جعفر کنیت، ازدی، طحاوی نسبت اور والد کا نام محمد ہے۔ شجرہ نسب یہ ہے۔ ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ بن سلمہ۔ یہاں تک جمہور محدثین و مورخین کا اتفاق ہے۔ مورخ ابن خلکان نے سلمہ کے والد عبد الملک کی اور حافظ بن عساکر نے عبد الملک کے والد سلمہ اور ان کے دادا سلیم کی بھی تصریح کی ہے۔ مسلمہ بن قاسم قرطبی نے ان کے بعد کچھ اور پشتوں کا تذکرہ کیا ہے۔ پورے کو ملا کر سلسلہ نسب کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ بن سلمہ بن عبد الملک بن سلمہ بن سلیم بن سلیمان بن جواب الازدی الحجری المصری الخثلی۔ ازدیمن کا ایک طویل الذیل قبیلہ ہے اور حجر اس کی ایک شاخ ہے۔ ایک دوسرے قبیلہ ازد شنورہ سے ممتاز کرنے کیلئے ازد حجر بولا جاتا ہے۔ چونکہ امام طحاوی کا تعلق یمن کے مشہور قبیلہ ازد کی شاخ حجر سے تھا اس لئے اس کی طرف منسوب ہو کر ازدی حجری کہلاتے ہیں۔ نیز آپ کے آباؤ اجداد فتح اسلام کے بعد مصر میں فروکش ہو گئے تھے۔ اس لئے مصری بھی کہلاتے ہیں۔ آپ کے والد عالم اور دیندار آدمی تھے۔ طحاوی نے ان سے سماعت بھی کی ہے۔ جس سال طحاوی کے ماموں اسماعیل مزنی کا وصال ہوا یعنی ۲۶۴ھ میں اسی سال ان کے والد نے بھی داعی اجل کو لبیک کہا۔

تحقیق طحا..... طحاء، صعید مصر کے دیہات میں سے ایک گاؤں کا نام ہے۔ جس کی طرف منسوب ہو کر طحاوی کہلاتے ہیں۔ اکثر مصنفین نے یہی کہا ہے۔ لیکن صاحب معجم البلدان کی تحقیق یہ ہے کہ امام موصوف طحا کے باشندے نہیں تھے بلکہ اس کے قریب ہی ایک مختصر سی آبادی جو تقریباً دس مکانات پر مشتمل تھی جس کو مخطوط کہتے ہیں اس کو امام صاحب کے وطن

عزیز ہونے کا شرف حاصل ہے۔ مگر آپ نے طلحہ طوطی نسبت کو پسند نہیں فرمایا بلکہ اپنے وطن سے قریبی آبادی طحا کی طرف نسبت کی علامہ سیوطی نے بھی ”لب اللباب فی تحریر الانساب“ میں یہی ذکر کیا ہے۔

سنہ پیدائش..... اس میں قدرے اختلاف ہے۔ مورخ ابن خلکان ۲۳۸ھ اور حافظ ابن عساکر بروایت ابن یونس ۲۳۹ھ بیان فرماتے ہیں۔ علامہ ذہبی نے دوسرے قول کی تصحیح کی ہے اور ابوالحسن بھی اسی طرف گئے ہیں۔ مگر تخب الافکار میں علامہ عینی فرماتے ہیں کہ سمعانی نے کہا ہے کہ امام طحاوی کی ولادت ۲۲۹ھ میں ہوئی ہے۔ یہی درست معلوم ہوتا ہے۔ ابو سعید بن یونس کا بیان ہے کہ امام طحاوی نے فرمایا کہ میری ولادت کا سال ۲۲۹ھ ہے۔

یہ بیان حافظ ابن عساکر کے مذکورہ بالا قول سے مختلف ہے جس کو وہ بھی بروایت ابن یونس نقل کر رہے ہیں مگر یہ اس لئے راجح معلوم ہوتا ہے کہ خود مصنف کے اپنے قلم سے قلمبند ہوا ہے۔ حافظ ابن کثیر نے بھی اسی کی تائید کی ہے۔ حافظ ابن نقطہ نے بھی ”التقید لمعرفۃ رواتہ المسانید“ میں یہی سال (۲۲۹ھ) بیان کیا ہے۔ دوسرے حضرات نے اتنی وضاحت اور کی ہے کہ ربیع الاول کی دس تاریخ اور شب یکشنبہ تھی۔

تحصیل علم..... امام طحاوی علم کی طلب میں اپنے مسکن سے مصر آئے اور یہاں اپنے ماموں ابو ابراہیم اسماعیل بن یحییٰ مزنی جو امام شافعی کے اجل تلامذہ اور سربر آوردہ اصحاب میں تھے ان سے پڑھتے رہے اور اسی لئے ابتداء میں امام شافعی کے مذہب پر رہے۔ مگر چند سالوں کے بعد فقہ شافعی کے بجائے فقہ حنفی کے متبع ہو گئے تھے۔

سماع حدیث کیلئے سفر..... امام طحاوی نے امام مزنی کے علاوہ مصر کے دیگر محدثین کی خدمت میں بھی حاضر ہو کر فقہ و حدیث کو حاصل کیا بلکہ مصر میں ہر وارد ہونے والے محدث و عالم کی خدمت میں حاضر ہو کر استفادہ کرتے تھے۔ اپنے شہر کے شیوخ سے استفادہ کے بعد ۲۶۸ھ میں ملک شام کا رخ کیا۔ بیت المقدس، غزہ، عسقلان کے شیوخ سے سماعت کی۔ دمشق میں ابو عازم عبد الحمید قاضی دمشق سے ملاقات کی اور ان سے فقہ حاصل کیا۔ اس کے بعد ۲۶۹ھ میں مصر واپس تشریف لائے۔

علامہ کوثری فرماتے ہیں کہ جو شخص امام طحاوی کے شیوخ پر نظر ڈالے گا اسے بخوبی معلوم ہو جائے گا کہ ان کے شیوخ میں مصری، مغاربہ، یمنی، بصری، کوئی، حجازی، شامی اور خراسانی مختلف ممالک کے حضرات ہیں۔ جن سے آپ نے اخبار و آثار کا علم حاصل کیا۔ مصر اور اس کے علاوہ دیگر شہروں کے شیوخ سے تحصیل علم کیلئے صحرانوردی کی۔ یہاں تک کہ وہ علوم جو مختلف اشخاص کے پاس پر آگندہ تھے ان سب کو امام موصوف نے سمیٹ لیا اور بالاخر ایک وقت وہ آیا کہ اپنے زمانہ میں تحقیق مسائل اور وقت نظر کے لحاظ سے طحاوی کا کوئی مثل نہ رہا۔

شیوخ و اساتذہ..... آپ کے شیوخ کی تعداد بے شمار ہے۔ بعض حضرات نے ان کے شیوخ کو مستقل تصنیف میں جگہ دی ہے۔ چنانچہ حافظ عبد العزیز بن ابی طاہر تمیمی نے اپنی ایک تالیف میں آپ کے اساتذہ کو یکجا جمع کیا ہے۔ چند مشہور اساتذہ کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

ابراہیم بن ابی داؤد برلسی، ابراہیم بن متقہ خولانی، ابراہیم بن محمد صیرنی، ابراہیم بن مرزوق بصری، احمد بن قاسم کوئی، احمد بن داؤد سدوسی، احمد بن سہیل رازی، احمد بن اصرم مزنی، احمد بن مسعود مقدسی، احمد بن سعید فہری، ابوبشر احمد دولابی، احمد بن خالد فارسی، احمد بن عبد اللہ برقی، احمد بن حماد تجیبی، احمد بن محمد بن بشار، احمد بن شعیب نسائی، اسحاق بن ابراہیم وراق، اسحاق بن حسن طحان مروزی، اسماعیل بن یحییٰ مزنی، بحر بن نصر خولانی، بکار بن قتیبہ بصری، جعفر بن احمد اسلمی، حجاج بن عمران مازنی، حسن بن عبد اللہ علی صنعانی، حکیم بن سیف رقی، ربیع بن سلیمان ازدی، روح بن فرج، زکریا بن یحییٰ، سعید بن بشر رقی، سلیمان بن شعیب کیسانی، صالح بن حکیم تمار بصری، صالح بن شعیب بصری، طاہر بن عمرو، عبد الرحمن ابو زرعہ دمشقی، عبد العزیز بن معاویہ نسائی، علی بن شیبہ مصری، علی بن معبد، علی بن سعید رازی، علی بن زید فرائسی، عمران بن موسیٰ طائی، فہد بن سلیمان مکی، قاسم بن عبید اللہ الحسینی، لیث بن عبیدہ مروزی، محمد بن جعفر

فریابی، محمد بن حرمہ، محمد بن مکی، محمد بن حمید رعی، محمد بن سلامہ طحاوی، نصر بن مرزوق عتقی، ولید بن محمد تمیمی، ہارون بن محمد عسقلانی، یحییٰ بن عثمان سہمی، یحییٰ بن اسماعیل بغدادی۔

اصحاب و تلامذہ..... امام طحاوی کے علمی کمالات نے آپ کی ذات گرامی کو طالبان حدیث و فقہ کا مرجع بنا دیا تھا۔ اختلاف مسلک و مشرف کے باوجود دور دراز ملکوں سے طالبان علوم سفر کی صعوبتیں اٹھاٹھا کر علمی استفادہ کیلئے آپ کے پاس آتے تھے، چند تلامذہ کے نام یہ ہیں۔

ابو عثمان احمد بن ابراہیم، احمد بن عبد الوارث زجاج، احمد بن محمد دامغانی، ابو محمد حسن بن قاسم، سلیمان بن احمد طبرانی، ابو محمد عبد اللہ بن حدید، عبد الرحمن بن اسحاق جوہری، ابو القاسم عبید اللہ بن علی داؤدی، محمد بن احمد انجمی، محمد بن ابراہیم مقرر، محمد بن جعفر غندر بغدادی، محمد بن عمر ترمذی، مسلم بن قاسم قرطبی، مکی بن احمد بردعی، میمون بن حمزہ عبیدی، ہشام بن محمد رعی، ہشام بن محمد بن قرہ مصری، یوسف بن قاسم میانجی۔

امام طحاوی کا مسلک.....

جہاں میں اہل ایمان صورت خورشید جیتے ہیں
ادھر ڈوبے ادھر نکلے، ادھر ڈوبے ادھر نکلے

امام طحاوی نے ابتدائی نشوونما کے زمانہ میں اپنے ماموں ابو ابراہیم اسمعیل بن یحییٰ مزنی ہی سے فقہ حاصل کرنا شروع کیا تھا۔ اس لئے ابتداً آپ امام شافعی کے مقلد تھے۔ پھر تفتہ میں جتنا آگے بڑھتے رہے اتنا ہی انقلاب سے دوچار ہوتے رہے۔ اصل و فرع میں مد و جزر میں مدافعت، اقدام و احجام کا معاملہ، نقص و ابرام کی صورت، قدیم و جدید کی تقسیم ایک عجیب کیفیت تھی۔ ادھر ماموں کے پاس وہ سامان نہ تھا جس سے طحاوی کی تشنگی دور ہو سکتی۔ آخر اس کی جستجو ہوئی کہ مسائل خلافیہ میں ماموں جان کیا کرتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ کثرت سے فقہ حنفی کا مطالعہ کرتے ہیں اور بہت سے مسائل میں امام شافعی کے مسلک سے الگ ہو کر امام اعظم کے ارشاد سے ملتا جلتا فیصلہ صادر کر دیتے ہیں، اور اس طرح کے تمام مسائل ایک ذاتی یادداشت (مختصر) میں جمع کر لیتے ہیں۔ اب طحاوی نے بطور خود عراقی اسلوب فقہ کا مطالعہ شروع کیا۔ دل کو بھاگیا اس کے بعد امام طحاوی نے باقاعدہ احمد بن ابی عمران سے فقہ حنفی حاصل کرنا شروع کیا جو عراق سے تشریف لائے تھے۔ اس سے پہلے طحاوی بکار بن قتیہ کی وہ تردید بھی ملاحظہ کر چکے تھے جو امام مزنی کے سلسلہ میں کی گئی تھی۔ یہی وہ موڑ ہے جہاں سے طحاوی پرانی راہ مسلک شافعی کو خیر باد کہتے ہوئے نئی راہ مسلک حنفی پر گامزن ہوئے۔

بے حقیقت افسانے و بے بنیاد کہانیاں..... تبدیلی مسلک کے سلسلہ میں جو واقعہ صادقہ اوپر مذکور ہوایہ امام طحاوی کا اپنا بیان ہے جس کو محمد بن احمد شروطی نے آپ کی زبانی نقل کیا ہے۔ اس لئے یہی صحیح و معتبر اور قابل پذیرائی ہے۔ اس سلسلہ میں اور جو واقعات نقل کئے گئے ہیں مثلاً ابو اسحاق شیرازی نے طبقات الفقہاء میں بیان کیا ہے کہ ”اول اول شافعی المسلک تھے اور مزنی سے علم فقہ حاصل کرتے تھے۔ ایک روز مزنی کی زبان سے نکل گیا بخدا تم کو کچھ نہ آیا۔“ طحاوی کو یہ بات سخت ناگوار گذری اور ابن ابی عمران کی درسگاہ میں آرہے۔ جب طحاوی نے مختصر تالیف کی تو فرمایا اگر ابو ابراہیم زندہ ہوتے تو اپنی قسم کا کفارہ ادا کرتے۔

اسی طرح سلفی نے ”معجم شیوخ“ میں بروایت احمد بن عبد المعتم آمدی عن ابن علی زامغانی عن القدری اور حافظ ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں اور حافظ ابن حجر نے ”لسان المیزان“ میں اسی قسم کے جو واقعات نقل کئے ہیں وہ سب بے سند، خلاف روایت اور بعید از عقل ہیں۔

علو شان و علمی مقام..... امام طحاوی حفظ حدیث کے ساتھ ساتھ فقہ و اجتہاد میں بہت بلند مقام رکھتے تھے۔ قافلہ علم میں بہت کم ایسے حضرات نکلیں گے جو بیک وقت حدیث و فقہ اور اصول فقہ میں امام طحاوی کے کامل ہمہ دانی ہمسری کر سکیں۔

آپ کا شمار اعاظم مجتہدین میں ہوتا۔ چنانچہ ملا علی قاری نے آپ کو طبقہ ثالثہ کے محدثین میں شمار کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ مجتہدین ہیں جو ان مسائل میں اجتہاد کرتے ہیں۔ جن میں صاحب مذہب سے کوئی روایت منقول نہ ہو جیسے خصاف، ابو جعفر، طحاوی، ابوالحسن کوفی، شمس الائمہ سرخسی، فخر الاسلام بزودی، فخر الدین قاضی خاں وغیرہ۔ یہ لوگ امام صاحب سے اصول و فروع میں مخالفت نہیں کرتے۔ البتہ حسب اصول و قواعد ان مسائل کے احکام کا استنباط کرتے ہیں جن میں صاحب مذہب سے کوئی نص نہ ہو۔

مگر شاہ عبدالعزیز صاحب فرماتے ہیں کہ ”مختصر طحاوی“ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ امام طحاوی مجتہد منتسب تھے محض امام ابو حنیفہ کے مقلد نہ تھے۔ کیونکہ بہت سے مسائل میں ان کے مذہب سے اختلاف کیا ہے۔ اسی لئے مولانا عبدالحی صاحب نے امام ابو یوسف اور امام محمد کے طبقے میں شمار کیا ہے اور کہا ہے کہ ان کا مرتبہ ان دونوں سے کم نہیں تھا۔ طحاوی کا مرتبہ ارباب حکومت کے یہاں..... حسین بن عبداللہ قرشی بیان کرتے ہیں کہ ابو عثمان احمد بن ابراہیم اپنے زمانہ قضاء میں ہمیشہ طحاوی کو اپنے ساتھ رکھتے تھے اور سماع حدیث کا مشغلہ رہتا تھا۔ عبدالرحمن بن اسحاق جوہری کو قضاء مصر کا منصب تفویض ہوا تو ہمیشہ سواری کے موقع پر یہ معمول رہا کہ طحاوی کے بعد سوار ہوتا اور بعد میں اترتا۔ لوگوں نے کہا بھی کہ آپ قاضی وقت ہو کر ایسا کیوں کرتے ہیں۔ فرمایا کہ ہم پر یہی ضروری ہے کیونکہ طحاوی عالم اور پیشوا ہیں۔ نیز یہ کہ وہ مجھ سے گیارہ برس بڑے ہیں۔ گیارہ برس تو خیر بڑی مدت ہوتی ہے اگر وہ مجھ سے گیارہ گھنٹے بھی بڑے ہوتے تب بھی محض عمدہ قضاء کی وجہ سے ان پر بڑائی جتنا مناسب نہ ہوتا۔

جب ابو محمد عبداللہ بن زبر اسی عمدہ قضاء پر فائز ہوئے اور طحاوی نے ان کے سامنے فریضہ شہادت انجام دیا تو بڑی تعظیم سے پیش آئے۔ نہ صرف یہی بلکہ ابو محمد نے طحاوی سے ایک حدیث کے بارے میں بھی سوال کیا۔ یہ حدیث ابو محمد کسی اور شخص کے واسطے سے بروایت طحاوی سن چکے تھے۔ اس موقع پر طحاوی نے اس حدیث کا املا کر لیا۔

ایک بار طحاوی احمد بن طولون کی مجلس میں حاضر ہوئے۔ مجلس میں پہلے نکاح کی رسم ادا ہوئی۔ نکاح کے بعد خادم ایک صحنی میں سودینا اور خوشبو لے کر حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یہ تحفہ قاضی صاحب کیلئے ہے۔ قاضی نے طحاوی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ حق طحاوی کا ہے۔ اس کے بعد دس صینیاں گواہوں کیلئے آئیں مگر قاضی برابر یہی کہتا رہا کہ یہ طحاوی کا حق ہے۔ آخر میں خود طحاوی کا ذاتی تحفہ بھی آگیا۔ اس طرح طحاوی ایک ہی مجلس سے بارہ ہزار دینار اور خوشبو لے کر اٹھے۔ فن جرح و تعدیل اور امام طحاوی..... فن رجال و جرح و تعدیل میں امام طحاوی کو کامل دستگاہ حاصل تھی۔ اس فن میں آپ کی مستقل تصانیف بھی ہیں۔ تاریخ کبیر اور نقض المدسین جو کراہیسی کے رد میں ہے۔ اسی طرح ابو عبید کی کتاب النسب پر مستقل تردید لکھی ہے جہاں آپ مشکل الآثار میں رواہ پر اور معانی الآثار میں احادیث متعارضہ پر کلام کرتے ہیں۔ اس سے اس کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

امام طحاوی کے کمالات کا اعتراف..... امام طحاوی کے فضل و کمال، ثقاہت و دیانت کا اعتراف ہر دور کے محدثین و مورخین نے کیا ہے۔ علامہ عینی تب الافکار میں فرماتے ہیں۔

”امام طحاوی کی ثقاہت، دیانت، امانت، فضیلت کاملہ اور علم حدیث میں ید طولی اور حدیث کے نسخ و منسوخ کی مہارت پر اجماع ہو چکا ہے۔ امام طحاوی کے بعد کوئی ان کا مقام پر نہ کر سکا۔“

ابو سعید بن یونس تاریخ علماء مصر میں امام طحاوی کے حالات ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

”طحاوی صاحب ثقاہت و فقہ ہونے کے ساتھ بلا کی نظر بھی رکھتے تھے۔ ان کے بعد کوئی ان جیسا نہیں ہوا ہے۔

مسلمہ بن قاسم قرطبی ”الصلۃ“ میں فرماتے ہیں کہ

”امام طحاوی ثقہ، جلیل القدر، فقیہ، علماء کے اختلافی مسائل اور تصنیف و تالیف میں صاحب بصیرت تھے۔ حافظ ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ

”طحاوی حنفی المسلک ہونے کے باوجود تمام فقہی مذاہب پر نظر رکھتے تھے۔“

ابن جوزی ”منتظم“ میں فرماتے ہیں کہ ”طحاوی ثقہ، ثبت، فہیم و فقیہ تھے۔“

سبط ابن الجوزی ”مرآۃ الزمان“ میں مذکورہ بالا جملہ دہرانے کے بعد فرماتے ہیں کہ ”طحاوی کے فضل، صدق، زہد و ورع پر تمام اہل علم کا اتفاق ہے۔“

علامہ ذہبی کے الفاظ تاریخ کبیر میں یہ ہیں۔ ”فقیہ، محدث، حافظ، زبردست امام، ثقہ، ثبت اور ذی فہم۔“

علامہ سیوطی کے الفاظ میں ”الامام، العلامة، الحافظ، صاحب تصانیف، ثقہ، ثبت، فقیہ ان کے بعد کوئی ان جیسانہ ہوا۔“

علامہ عینی نے بہت سے علماء کے اقوال نقل کئے ہیں۔ بہر حال یہ واقعہ ہے کہ امام طحاوی قرآن و حدیث سے استنباط و فقہ میں اپنے معاصرین و مابعد کے علماء میں نظیر نہیں رکھتے۔ انہیں اعلم الناس، سمدھب ابی حنیفہ کہا گیا ہے۔

امام طحاوی کی جلالت شان و ثقاہت کے باوجود حافظ بہیقی، ابن تیمیہ اور ابن حجر وغیرہ نے اعتراضات کئے ہیں جو مقدمین کے اعتراف و توثیق کے سامنے کچھ حقیقت نہیں رکھتے۔

وفات..... ابن خلکان و فیات الاعیان میں امام طحاوی کے حالات بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ ذیقعدہ کی چاند رات تھی، جمعرات کی شب تھی کہ اچانک پیغام اجل آپہنچا اور ۳۲۱ھ میں امام طحاوی یہ کہتے ہوئے دنیا سے رخصت ہوئے۔

نامہ رسید از آل جہاں بہر مراجعت برم
عزم رجوع می کنم رخت پیرخی برم

قبر شریف قرافہ میں ہے جو عام طور پر مشہور ہے۔ آپ کی تاریخ ولادت مصطفیٰ ۲۲۹، مدت عمر محمد ۹۲ اور تاریخ وفات محمد مصطفیٰ ۳۲۱ ہے۔ علامہ سمعانی ابن کثیر اور حافظ سیوطی وغیرہ نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔

مدفن..... علامہ عینی تخب الافکار میں فرماتے ہیں کہ ”میں نے ایک مصری عالم کی تصنیف مصر کے اماکن متبرکہ کے سلسلہ میں دیکھی ہے۔ اس کا مولف بیان کرتا ہے کہ بعض حضرات کا بیان ہے کہ طحاوی کا مرقد مقام خندق عبور کرنے کے بعد دائیں سمت میں مسجد محمود کے قریب ہے جسے عام طور پر لوگ جانتے ہیں۔ تاریخ اور جغرافیہ میں اس خندق اور مسجد محمود کے نام اکثر ملتے ہیں، مگر اب کچھ بھی نہیں رہا۔ آج طحاوی کے مزار پر جانے کی صورت یہ ہے کہ جو سڑک امام شافعی کے مرقد تک جارہی ہے اس پر دائیں طرف بالکل سامنے جہاں مرقد شافعی جانے والی ٹرم رکتی ہے وہیں مزار ہے۔ شارع شافعی سے دائیں جانب جانے والی سڑک پر شارع طحاویہ کے سامنے ایک پرانے گنبد کے نیچے یہ آفتاب علم محو خواب ہے۔ مزار پر تاریخ وفات کندہ ہے اور ایک خاص عظمت برستی ہے۔ گنبد کے نیچے ایک خالی جگہ بھی ہے۔ گمان یہ ہے کہ یہاں سید احمد طحاوی مدفون ہے۔ موصوف زندگی میں اس بات کے متمنی رہتے تھے۔“

تصانیف و تالیف..... امام طحاوی کی تالیفات از دیاد فوائد کے لحاظ سے دیکھی جائیں یا جامعیت و تحقیق کے پہلو سے۔ ہر طرح نہایت مقبول و ممتاز رہی ہیں جن کو علماء و فقہاء نے ہمیشہ بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ لیکن بہ نسبت متاخرین کے متقدمین میں ان کا اعتناء زیادہ رہا ہے۔ اسی لئے آپ کی کتابیں بہت کم طبع ہو سکیں۔ مشہور و اہم تالیف کا تعارف حسب ذیل ہے۔

(۱) مشکل الآثار..... ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ یہ آپ کی آخری تصنیف ہے۔ جس کا اصل نام ”مشکل الحدیث“ ہے عام طور پر لوگ مشکل الآثار کے نام سے جانتے ہیں۔ احادیث نبویہ میں جو بظاہر تضاد معلوم ہوتا ہے اس کتاب میں اس تضاد کو دور کر کے احکام کا استخراج کیا ہے۔ اس کا ایک نسخہ سات سیم جلدوں میں مکتبہ شیخ الاسلام فیضی اللہ استبول میں موجود ہے جو صحت کے لحاظ سے قابل اعتماد ہے۔ اس کو ابوالقاسم ہشام بن محمد ابن ابی خلیفہ رعیانی نے طحاوی سے روایت کیا ہے علامہ کوثری

فرماتے ہیں کہ جن حضرات کو امام شافعی کی ”اختلاف الحدیث“ اور ابن قتیبہ کی ”مختلف الحدیث“ دیکھنے کا موقع ملا ہے اور پھر انہوں نے طحاوی کی یہ تالیف بھی دیکھی ہے ان پر طحاوی کی عظمت اور وسعت علم بخوبی روشن ہو جاتی ہے۔ ابوالولید قاضی ابن رشد نے بعض اعتراضات کے ساتھ اس کا اختصار کیا ہے۔ علامہ عینی کے شیخ قاضی القضاة جمال الدین یوسف بن موسیٰ ملطی نے اس اختصار کا بھی اختصار کیا ہے جو ”المختصر من المختصر“ کے نام سے طبع ہو چکی ہے۔ بہرہ صرف یہ کہ تلخیص بہت عمدہ ہے بلکہ ابولید کے تمام اعتراضات کی حقیقت بھی کھول دی ہے۔

(۲) اختلاف العلماء..... یہ تصنیف مکمل نہ ہو سکی۔ تاہم نئے سائز کے تقریباً ایک سو تیس جزو حدیثی میں بیان کی جاتی ہے۔ علامہ کوثری فرماتے ہیں کہ میں یہ اصل کتاب نہیں دیکھ سکا۔ البتہ اس کا خلاصہ ”مختصر اختلاف علماء الامصار“ جو ابو بکر رازی نے کیا ہے مکتبہ جلال اللہ ولی الدین استنبول میں موجود ہے۔ مختصر کا اندازہ یہ ہے کہ ائمہ اربعہ اور اصحاب ائمہ اربعہ کے ساتھ غنی، عثمان بنی، اوزاعی، ثوری، لیث بن سعد، ابن شبرمہ، ابن ابی لیلیٰ اور حسن بن حی جیسے قدیم مجتہدین و کبار محدثین متقدمین کے اقوال ذکر کئے ہیں۔

(۳) احکام القرآن..... یہ بیس اجزاء میں ہے۔ قاضی عیاض اکمال میں بیان کرتے ہیں کہ ”طحاوی نے تفسیر قرآن کے موضوع پر ایک ہزار ورق لکھے تھے۔“ (یہ احکام القرآن ہی کا ذکر ہے۔)

(۴) کتاب الاشرط الکبیر فی التوثیق..... یہ تقریباً چالیس اجزاء پر مشتمل ہے۔ بعض مستشرقین نے اس کا کچھ حصہ شائع کیا ہے۔ اس کا ایک حصہ مکتبہ علی پاشا شہید استنبول میں اور ایک حصہ مکتبہ مراد ملا استنبول میں ملتا ہے۔ مگر ان دونوں سے بھی کتاب مکمل نہیں ہوتی۔

(۵) الاشرط الاوسط..... مختصر الاشرط یہ پانچ اجزاء پر مشتمل ہے۔ مکتبہ شیخ الاسلام فیض اللہ میں موجود ہے۔ اس کتاب سے علم شرط و توثیق پر طحاوی کی دسترس کا اندازہ ہوتا ہے۔

(۶) مختصر الطحاوی فی الفقہ..... فقہ حنفی میں سب سے پہلی نہایت معتمد اور اعلیٰ تصنیف بالکل اسی انداز پر جیسی شافعی مسلک پر امام مزنی کی مختصر ہے جس میں امام اعظم و اصحاب امام کے اقوال مع ترجیحات ذکر کئے ہیں۔ اس کے نسخے مکتبہ ازہر، مکتبہ جلال اللہ استنبول میں موجود ہیں۔ لوگوں نے اس کی شرحیں بھی لکھی ہیں۔ ان میں سب سے قدیم اور سب سے اہم ابو بکر جصاص رازی کی شرح ہے۔ روایت و درایت دونوں لحاظ سے عمدہ ہے۔ اس کا ایک ٹکڑا دار الکتب مصر میں اور باقی حصہ مکتبہ جلال اللہ میں ہے۔ دوسری شرح ابو عبد اللہ حسین بن علی صمیری کی ہے۔ تیسری شرح شمس الاممہ سرخسی کی ہے۔ اس کا کچھ حصہ مکتبہ سلیمانہ میں اور باقی حصہ مکتبہ شہزادہ آستانہ میں ملتا ہے۔ چوتھی شرح ابونصر احمد بن محمد اقطع شارع مختصر القدوری کی ہے۔ پانچویں شرح بہاء الدین علی بن محمد سمرقندی اسپجانی کی ہے۔ چھٹی شرح ابونصر احمد بن منصور خجندی کی ہے جو بہت مفصل ہے۔ شرح خجندی مکتبہ علی پاشا شہید میں اور شرح سمرقندی مکتبہ بنی جامع میں موجود ہے۔ ساتویں شرح احمد بن محمد بن مسعود وبری کی ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی شرح ہیں۔

(۷) نقض کتاب المدلسین..... یہ پانچ اجزاء میں ہے۔ جس میں ابو علی حسین بن علی کراہیسی کی کتاب المدلسین کا بہترین رد کیا ہے۔ کراہیسی کی کتاب بہت مضر اور خطرناک تھی۔ جس میں اعداد بر سنت کیلئے حدیث کے خلاف مواد فراہم کیا تھا اور اپنے مسلک کی زندگی کے لئے خلاف مسلک تمام رواۃ کو ذلیل کرنے کی کوشش کی تھی۔ اس کتاب کے بارے میں امام احمد کا ارشاد ابن رجب نے شرح علل ترمذی میں دہرایا ہے۔ طحاوی نے اس فتنہ کی سرکوبی بڑی اوالعزمی سے کی ہے۔ کتاب المدلسین کے باب میں امام احمد کے علاوہ ابو ثور وغیرہ نے بھی سخت مذمت کی ہے۔

(۸) عقیدۃ الطحاوی..... یہ عقائد پر مشہور کتاب ہے۔ اس کا پورا نام یہ ہے۔ ”بیان اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ علی“

مذہب فقہاء الملئہ ابی حنیفہ والی یوسف الانصار و محمد بن الحسن۔ "علامہ کوثری فرماتے ہیں کہ اس میں اہل سنت و الجماعت کے عقائد بہ لحاظ مذہب فقہاء امت (امام اعظم و اصحاب امام) بیان کئے ہیں۔ جس کی بہت سی شروح بھی لکھی گئی ہیں۔

(۹) سنن الشافعی..... اس میں وہ سب احادیث جمع کر دی ہیں جو امام مزنی کے واسطہ سے امام شافعی سے مروی ہیں۔ علامہ فرماتے ہیں کہ مسند امام شافعی کو روایت کرنے والے اکثر امام طحاوی کے واسطہ سے ہیں۔ اس لئے سنن الشافعی کو سنن الطحاوی بھی کہا جاتا ہے۔

(۱۰) التاریخ الکبیر..... ابن خلکان، ابن کثیر یافعی، سیوطی اور ملا علی قاری وغیرہ سب نے اس کا ذکر کیا ہے۔ ابن خلکان نے لکھا ہے کہ میں نے اس کتاب کی تلاش میں انتہائی کوشش کی لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ کتب رجال اس کی نقول سے بھری ہوئی ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت اہم اور معتمد ترین کتاب ہے۔

(۱۱) کتاب الخلل..... تقریباً چالیس اجزاء ہیں جن میں احکام، صفات، اجناس اور احادیث مرویہ سے بحث کی ہے۔ (۱۲) شرح المغنی..... حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں اس سے بہت جگہ اخذ کیا ہے۔ مثلاً باب اذا صلی فی الثوب الواحد فلیجعل علی عاتقیہ میں کہا ہے کہ طحاوی نے شرح المغنی میں اس پر باب قائم کیا ہے اور اس کی ممانعت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما پھر طاؤس و نخعی سے نقل کی ہے۔

(۱۳) الرد علی ابی عبید..... ایک جزو میں ہے اس کا تعلق مسئلہ انساب سے ہے۔ ابو عبید نے کتاب النسب میں جو غلطیاں کی تھیں امام طحاوی نے ان کی تصحیح کی ہے۔ ان کے علاوہ دیگر تالیفات یہ ہیں۔

(۱۴) النوادر الفقہیہ دس اجزاء میں ہے۔

(۱۵) النوادر والحکایات..... تقریباً بیس اجزاء میں ہے۔

(۱۶) حکم ارض مکہ..... ایک جزو ہے۔

(۱۷) حکم الفی والغنائم..... ایک جزو ہے۔

(۱۸) کتاب الاثر بہ..... طحاوی کی دوسری کتابوں کے ساتھ ہشام و عینی اس کو بھی لے گئے تھے۔

(۱۹) الرد علی عیسیٰ بن ابان

(۲۰) الرزیہ..... ایک جزو ہے۔

(۲۱) شرح الجامع الکبیر

(۲۲) شرح الجامع الصغیر

(۲۳) کتاب المحاضر والسجلات

(۲۴) کتاب الوصایا

(۲۵) کتاب الفرقان

(۲۶) اخبار ابی حنیفہ۔ واصحابہ۔

اس کو لوگ مناقب کے نام سے جانتے ہیں۔

(۲۷) التسویتہ بین حدیث و اخبارنا۔

اس کی تلخیص ابن عبد البر نے جامع بیان العلم و فضلہ میں کی ہے۔

(۲۸) کتاب صحیح الآثار

(۲۹) اختلاف الروایات علی مذہب الکوفیین۔ دو جزو ہیں۔

(۳۰) کتاب العزل

(۳۱) معانی الآثار..... حسب تحقیق ملا علی قاری یہ کتاب امام طحاوی کی پہلی تصنیف ہے۔ اختلافی مسائل پر دلائل کا محکمہ اس کتاب کا موضوع ہے۔ طحاوی اپنی سند سے ان تمام احادیث و اخبار کو بیان کرتے ہیں۔ جن سے ائمہ کرام اختلافی مسائل پر استدلال کرتے ہیں۔ پھر اسناد و متن، روایات و نظر کی روشنی میں فریضہ نقد انجام دے کر خاص انداز سے وہ حقائق نکالتے ہیں جو ہر ایسے انصاف پسند اور متلاشی انسان کیلئے کافی ہوتے ہیں۔ جس کا مقصد تقلید جامد نہ ہو۔ حافظ سخاوی نے جن کتب حدیث کے مطالعے کا خصوصی مشورہ دیا ہے ان میں معانی الآثار بھی ہے۔ جس کو شرح معانی الآثار بھی کہا گیا ہے۔ علامہ امیر اتقانی فرماتے ہیں ”شرح معانی الآثار پر غور کرو کیا تم ہمارے اس مذہب حنفی کے علاوہ دیگر مذاہب میں بھی اس کی نظیر پاسکتے ہو۔“ عالم مصر شیخ محمد خضریٰ بک صاحب ”التشریح الاسلامی.....“ فرماتے ہیں ”قد اطلعنا علی هذا الكتاب فوجدناه كتاب رجل ملنى علما و

تمکین من حفظ سنت رسول الله صلى الله على وسلم مع تمام الاطلاع على اقاويل الفقهاء و مستنداتهم فيما ذهبوا اليه۔“

بیہقی کا طعن اور اس کا جواب..... حافظ بیہقی نے اپنی کتاب ”اللاوسط“ میں لکھا ہے کہ جب میں نے اس کتاب کی تالیف شروع کی تو ایک شخص میرے پاس ابو جعفر طحاوی کی کتاب لے کر آیا (یعنی معانی الآثار) میں نے دیکھا کہ مصنف نے بہت سی ضعیف احادیث کو محض اپنی رائے سے صحیح قرار دیا ہے اور بہت سی صحیح احادیث کو ضعیف کہا ہے، شیخ عبدالقادر قرشی ”الکتاب الجامع“ میں اس طعن کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ امام طحاوی کا دامن اس ناپاک طعن سے بالکل پاک ہے۔ چنانچہ میں نے اپنی کتاب ”الحادی فی بیان آثار الطحاوی“ میں تمام اسانید کتب اور اس کی احادیث پر کلام کر کے ثابت کیا ہے کہ جرح مذکور بے بنیاد ہے، صاف لفظوں میں فرماتے ہیں ”والله ارفی هذا الكتاب شيئا مما ذكره البيهقي عن الطحاوي“ اس کے بعد لکھتے ہیں کہ ہمارے شیخ قاضی القضاة علاء الدین المار دینی نے بیہقی کی کتاب ”سنن کبیر“ پر ایک کتاب لکھی ہے۔ (یعنی الجوہر النقی فی الرد علی البیہقی) اس میں ثابت کیا ہے کہ بیہقی نے جو طعن امام طحاوی پر کیا ہے خود وہی اس کے مرتکب ہیں۔

کتب حدیث میں معانی الآثار کا مقام..... علامہ عینی نے اس کو دوسری بہت سی کتب حدیث پر ترجیح دی ہے فرماتے ہیں کہ ”سنن ابی داؤد، جامع ترمذی اور سنن ابن ماجہ وغیرہ پر اس کی ترجیح اس قدر واضح ہے کہ اس میں شک کوئی ناواقف ہی کرے گا۔“ علامہ ابن حزم نے اپنے جمود و تشدد کے باوجود اس کو سنن ابی داؤد و سنن نسائی کے درجہ پر رکھا ہے۔ علامہ ابن خلدون، امام دارقطنی وغیرہ کی تقلید میں یہ لکھ گئے کہ طحاوی کے شرائط متفق علیہ نہیں ہیں کیونکہ مستور الحال وغیرہ سے بھی روایت کی ہے۔ اس لئے اس کا مرتبہ صحیحین و سنن کے بعد ہے حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک اس کا مرتبہ سنن ابی داؤد کے قریب ہے کیونکہ اس کے رواۃ معروف ہیں۔ اگرچہ بعض متکلم فیہ بھی ہیں۔ اس کے بعد ترمذی پھر سنن ابن ماجہ کا درجہ ہے۔

معانی الآثار کی خصوصیات..... (۱) اس میں بکثرت ایسی حدیثیں موجود ہیں جس سے دیگر کتب خالی ہیں۔

(۲) ایک حدیث کی مختلف اسانید جمع کر دیتے ہیں جس میں ایک محدث کو بہت سے نکات و فوائد کا علم ہوتا ہے۔

(۳) غیر منسوب رواہ کی نسبت اور مبہم راوی کا نام، مشتبہ کی تمیز، مجمل کی تفسیر، اضطراب و شک راوی سب کو نہایت وضاحت سے بیان کرتے ہیں۔

(۴) صحابہ و تابعین کے آثار، فقہاء کے اقوال اور ائمہ کی جرہ و تعدیل بھی بیان کرتے ہیں۔ جس سے ان کے معاصرین کی کتابیں خالی ہیں۔

(۵) کبھی ترجمہ کسی فقہی مسئلہ پر قائم کرتے ہیں اور باب کے تحت کی روایت سے ایسے دقیق استنباطات کرتے ہیں جن کی طرف اذہان کم منتقل ہوتے ہیں۔

(۶) اولہ احناف کے ساتھ دوسرے ائمہ کے دلائل بھی بیان کرتے ہیں اور اس پر نظر قائم کرتے ہوئے پوری طرح محاکمہ کر کے تقہ کا اعلیٰ نمونہ پیش کرتے ہیں۔

شرح و تعلیقات معانی الآثار..... معانی الآثار پر ہمیشہ بہترین علمی کوششیں کی گئی ہیں۔ درس روایت، تلخیص تشریح، نقد رجال، غرض ہر پہلو سے اس کو علماء کی توجہ کا شرف رہا ہے۔ چند شروح و تعلیقات یہ ہیں۔
(۱) الحادی فی تخریج معانی الآثار للطحاوی..... حافظ عبدالقادر قرشی کی تصنیف ہے جس کا ایک ٹکڑا دار الکتب المصریہ میں موجود ہے۔ حافظ موصوف نے اپنی طبقات میں جہاں قسم الجامع کا باب باندھا ہے۔ وہاں اپنی اس شرح کی تالیف کا تذکرہ پوری تفصیل کے ساتھ کیا ہے۔

(۲) شرح معانی الآثار..... از مولانا ابو محمد بنی صاحب لباب، اس کا ایک ٹکڑا مکتبہ لیا صوفیہ آستانہ میں موجود ہے۔
(۳) منتخب الافکار..... علامہ بدر الدین عینی کی بے نظیر شرح ہے۔ جس میں شرح حدیث کے ذیل میں رجال پر بھی مفصل گفتگو ہے۔ اس کی آٹھ جلدیں مولف ہی کے قلم سے لکھی ہوئی دار الکتب المصریہ کے مخطوطات میں موجود ہیں۔ مگر کرم خوردہ ہیں۔ اس کے کچھ اجزاء مکتبہ احمد ثالث بمقام طوبقو میں اور کچھ اجزاء مکتبہ عموجہ حسین پاشا آستانہ میں ملتے ہیں۔ علامہ موصوف کی یہ عظیم الشان خدمت بھی شرح بخاری سے کم درجہ کی نہیں ہے۔

(۴) مبانى الاخبار..... یہ بھی علامہ بدر الدین عینی کی تصنیف ہے، جو آپ ہی کے علم سے لکھی ہوئی چار جلدوں میں دار الکتب المصریہ میں موجود ہے۔ اس شرح میں رجال پر گفتگو نہیں ہے۔ کیونکہ اس کے لئے مولف موصوف نے ایک مستقل کتاب معانی الاخبار فی رجال معانی الآثار لکھی ہے۔

(۵) معانی الاخبار فی رجال معانی الآثار..... اس کی دو جلدیں ہیں۔ اس کا جو نسخہ دار لکتب المصریہ میں ہے وہ ناقص ہے۔ مگر یہ نقص مکتبہ رواق الاتراک ازہر کے نسخے سے دور کیا جاسکتا ہے۔

(۶) امانی الاخبار..... حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رئیس التبلیغ (نور اللہ مرقدہ) کی گر انقدر شرح ہے جو تمام سابقہ شروح کا بہترین خلاصہ ہے۔ افسوس ہے کہ شرح کی تکمیل تو تقریباً ہو چکی تھی لیکن حضرت مولانا کی زندگی میں اس کی صرف دو ہی جلدیں شائع ہو چکی تھیں کہ اچانک موصوف کا سانحہ وصال پیش آگیا۔

(۷) تلخیص معانی الآثار..... حافظ ابن عبدالبر کی تصنیف ہے۔ موصوف اپنی عام کتابوں میں عموماً اور ”التمہید“ میں خصوصاً بڑی کثرت سے امام طحاوی سے نقل کرتے ہیں۔

(۸) تلخیص معانی الآثار..... حافظ زیلعی صاحب نصب الرایہ کی تصنیف ہے جو مکتبہ رواق الاتراک ازہر میں محفوظ ہے۔ اس کا ایک نسخہ مکتبہ کوبریلی آستانہ میں بھی ہے۔ اس کی شرح صاحب لباب نے کی ہے جو مکتبہ ابا صوفیہ آستانہ میں لے ہے۔

(۲۲) صاحب مصابیح

نام و نسب اور سکونت..... حسین نام، کمینیت، ابو محمد، لقب محی السنۃ، والد کا نام مسعود اور دادا کا محمد ہے فراء بغوی سے مشہور ہیں اور ابن الفراء بھی کہلاتے ہیں۔ آپ کا سن پیدائش ۴۳۵ھ ہے۔

لغت عرب میں فرو پو ستین کو کہتے ہیں۔ ان کے آباؤ اجداد میں سے کوئی پو ستین سی کر فروخت کرتا تھا اس لئے ان کو فراء اور ابن الفراء کہتے ہیں۔ بغوی ان کے وطن بغوی کی طرف نسبت ہے۔ بغوی کی اصل بغشور ہے جو ”باغ کور“ کا معرب ہے۔ یہ ایک معمور و آباد شہر ہے جو ہرات اور مرد کے درمیان واقع ہے۔ شور کو حذف کر کے بغ کی طرف نسبت کی تو

بغوی ہو گیا۔ یہ لفظ ثنائی ہے، مگر زیادت و او کی وجہ سے ثلاثی ہو گیا۔

تحصیل علوم..... آپ اپنے زمانہ کے مشہور محدث و مفسر اور بلند پایہ قراء میں سے ہیں۔ فقہ میں قاضی حسین بن محمد کے شاگرد ہیں اور صاحب تعلیقہ اور اجل شوافع میں سے ہیں اور حدیث میں ابوالحسن عبدالرحمن بن محمد داؤد کے شاگرد ہیں اور زمرہ محدثین میں داخل ہیں۔ ابو عمر عبدالواحد الحلیمی، ابوالفضل، رمیاد بن محمد الحنفی، ابو بکر یعقوب بن احمد صیرفی، ابو الحسن علی بن یوسف جوینی احمد بن ابی نصر، حسان بن محمد، ابو بکر محمد بن الہیثم، ابوالحسن محمد بن محمد اور دیگر محدثین سے بھی کافی استفادہ کیا ہے۔ آپ سے ابو منصور محمد بن اسعد العطار، ابوالفتوح محمد بن محمد الطائی اور ابوالکارم فضل اللہ بن محمد رمانی وغیرہ نے روایت کی ہے۔

زہد و ورع..... تمام عمر تصنیف و تالیف اور حدیث و فقہ کے درس میں مشغول رہے۔ ہمیشہ با وضو درس دیتے اور زہد و قناعت میں زندگی گزارتے تھے۔ افطار کے وقت خشک روٹی کے ٹکڑے پانی سے تر کر کے کھاتے تھے۔ جب لوگوں نے اصرار کے ساتھ کہا کہ خشک روٹی کھانے سے دماغ میں خشکی پیدا ہو جائے تو بطور ناخوش (سالن) کے روغن زیتون استعمال کرنے لگے۔ کہا جاتا ہے کہ ان کی بیوی کا انتقال ہو اور کافی مال چھوڑ کر مرے لیکن آپ نے انکی میراث میں سے کوئی چیز نہیں لی۔

گر نہیں دولت تو صدمہ کچھ نہیں
دل غمی رکھتے ہیں شکوی کچھ نہیں (ازل لکھنوی)

محی السنہ لقب کی وجہ..... جب آپ نے شرح السنۃ تصنیف کی تو آنحضرت ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ ارشاد فرما رہے ہیں کہ تو نے میری احادیث کی شرح کر کے میری سنت کو زندہ کر دیا۔ پس اسی دن سے آپ کا لقب محی السنۃ ہو گیا۔ وفات..... ماہ شوال ۵۱۶ھ میں بمقام شہر مردروز وفات پائی اور اپنے استاد قاضی حسین کے پاس مقبرہ طالقانی میں مدفون ہوئے۔ وہاں آپ کی قبر مشہور و معروف ہے۔ عمر اسی سال سے متجاوز تھی۔

تصانیف..... آپ کی جلیل القدر حدیثی خدمت مصابیح السنۃ ہے جس میں (۴۴۸۴) احادیث ہیں۔ صحاح میں بخاری اور مسلم سے (۲۴۳۴) اور حسان میں سنن ابی داؤد اور ترمذی وغیرہ سے (۲۰۵۰) دو ہزار پچاس لیکن صاحب کشف نے احادیث مصابیح کی جو تعداد بعض حضرات سے نقل کی ہے وہ اس سے مختلف ہے۔ انہوں نے کل احادیث کی تعداد (۴۷۱۹) بتائی ہے۔ جن میں (۳۲۵) بخاری کی ہیں اور (۸۷۵) مسلم کی اور (۱۰۵۱) متفق علیہ اور باقی دیگر کتب حدیث کی ہیں (محقق) صاحب کشف نے بعض حضرات کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ اس کتاب کا نام مصابیح خود مصنف کا معین کردہ نہیں ہے بلکہ صاحب کتاب نے جو دیباچہ میں یہ کہا ہے۔ ”اما بعد ان احادیث هذا الكتاب مصابيح اه“ اس کی وجہ سے بطور غلبہ اس کا نام مصابیح ہو گیا۔ دوسری خاص تالیفات یہ ہیں۔ تفسیر معالم التنزیل، شرح السنۃ، فتاویٰ بغویہ، ارشاد الانوار فی شاکل النبی المختار، ترجمۃ الاحکام (فی الفروع) تہذیب (فی الفروع) الجمع بین الصحیحین۔

شروع مصابیح.....

- (۱) المیسر شرح مصابیح..... از شیخ شہاب الدین فضل بن حسین تور پشٹی حنفی متوفی ۶۶۱ھ
- (۲) شرح مصابیح..... از شیخ یعقوب بن اوریس بن عبداللہ رومی قرمانی حنفی متوفی ۸۳۳ھ
- (۳) شرح مصابیح..... از شیخ علاء الدین علی بن محمود بن محمد بسطامی ہروی حنفی ۸۷۵ھ
- (۴) شرح مصابیح..... از علامہ زین الدین ابوالعدل قاسم بن قطلوبغا حنفی ۸۷۵ھ
- (۵) شرح مصابیح..... از قاضی ناصر الدین عبداللہ بن عمر البیضاوی المتوفی ۶۸۵ھ
- (۶) التویر..... از شمس الدین محمد بن مظفر اتخالی متوفی ۷۴۵ھ
- (۷) شرح مصابیح..... از شیخ محمد بن الواسطی البغدادی معروف بابن العاقولی المتوفی ۷۹۷ھ

(۸) تصحیح المصانح..... از شیخ شمس الدین محمد بن محمد الجزری المتوفی ۸۳۳ھ

(۹) شرح مصانح..... از شیخ ظہیر الدین محمود بن عبد الصمد

(۱۰) شرح مصانح..... از شمس الدین احمد بن سلیمان معروف بابن کمال پاشا

(۱۱) شرح مصانح..... از علی بن عبد اللہ بن احمد معروف بزین العرب

(۱۲) المفاتیح شرح مصانح..... از شیخ منظر الدین الحسین بن محمود بن الحسین الزیدانی۔

(۱۳) شرح مصانح..... از شیخ عبد المومن بن ابی بکر بن محمد الزعفرانی۔

(۱۴) شرح مصانح..... از شیخ ابو عبد اللہ اسماعیل بن محمد اسماعیل بن عبد الملک بن عمر المدعو باشراف الفقاعی۔

(۱۵) المناہج والتفاتیح فی شرح احادیث المصانح..... از شیخ صدر الدین ابو عبد اللہ محمد بن ابراہیم۔

(۱۶) تلفیقات المصانح..... از شیخ قطب الدین محمد ازینقی متوفی ۸۸۴ھ

مختصرات و تخاریج.....

(۱) ضیاء المصانح..... از شیخ تقی الدین علی بن عبد الکانی السبکی متوفی ۷۵۶ھ

(۲) مختصر المصانح..... از شیخ ابو الخبیب عبد القاہر بن عبد اللہ السمر وردی المتوفی ۵۶۳ھ

(۳) الخاریج فی فوائد متعلقہ باحدیث المصانح۔ از شیخ مجد الدین ابو طاہر محمد بن یعقوب الفیروز آبادی۔

(۲۳) صاحب مشکوٰۃ

نام و نسب..... نام محمد (یا محمود) کنیت ابو عبد اللہ، لقب ولی الدین اور والد کا نام عبد اللہ ہے۔ نسب امری ہیں اور خطیب تبریزی سے مشہور ہیں۔ اپنے وقت کے محدث علام اور فصاحت و بلاغت کے امام تھے۔ حدیث میں آپ کا امتیازی پایہ مشکوٰۃ سے ظاہر ہے۔ مبارک شاہ ساوی وغیرہ کو آپ سے شرف تلمذ حاصل ہے۔

تصانیف..... آپ کی تصانیف میں سب سے زیادہ مشہور صحاح ستہ کا ضخیم مجموعہ ”مشکوٰۃ المصانح“ ہے جس میں صحاح کے سوا دوسری کتابوں کی حدیثیں بھی جمع ہیں۔ یہ نہایت مقبول و متداول کتاب ہے۔ ہندوستان میں تو ایک مدت تک صرف مشکوٰۃ اور مشارق الانوار ہی درس حدیث کا معراج کمال رہی ہیں اور اب جب کہ صحاح ستہ تکمیل فن حدیث کیلئے ضروری قرار پا چکیں مشکوٰۃ بھی دورہ حدیث سے قبل لازمی ہے۔

حافظ مشکوٰۃ ہندوستان میں..... بلکہ ایک زمانہ تو وہ تھا کہ مشکوٰۃ کو قرآن کی طرح سینوں میں جگہ دی جاتی تھی۔ تذکرہ علمائے ہند میں بابا داؤد مشکوٰۃ کے ذکر میں ہے کہ فقہ، حدیث، تفسیر اور حکمت و معانی میں کمال رکھتے تھے اور مشکوٰۃ کے (منا و سندا) حافظ تھے۔ اسی وجہ سے ان کا لقب مشکوٰۃ ہو گیا۔ واللہ در من قال

فذلك مشکوٰۃ و فیہا مصابیح

لهذا علی کتب الانام تراجم

حوانج اہل الصدق منه مناجیح

لئن کان فی المشکات یوضح مصباح

وفیہا من الانوار مشاع نفعہا

فضیہ اصول الدین والفقہ والہدی

طرف تالیف..... مصانح میں صرف احادیث مذکور تھیں راوی کا نام، مخرج حدیث، صحت و ضعف اور حسن و غیرہ کا تذکرہ تھا۔ صاحب مشکوٰۃ نے جملہ امور بیان کئے اور یہ بھی بتا دیا کہ وہ حدیث کس کتاب کی ہے۔ چنانچہ تیرہ اصحاب حدیث کا خصوصی ذکر ہے۔ صحاح ستہ، امام مالک، شافعی، احمد، دارمی، دارقطنی، بیہقی اور ابوالحسن رزین بن معاویہ۔ پھر صرف صاحب

مصانح کے لکھنے پر اعتماد نہیں کیا بلکہ اصول کی ان تمام کتابوں میں روایات کا اختلاف مقابلہ کر کے نقل کیا ہے اور جہاں جہاں صاحب مصانح نے احادیث کو غریب یا ضعیف یا منکر قرار دیا ہے موصوف نے ان کا سبب بھی ظاہر کر دیا۔
مصانح کی فصلیں اور مشکوٰۃ میں اضافہ..... صاحب مصانح نے ہر باب کے تحت دو فصلیں قائم کی ہیں۔ فصل اول میں تحجین کی حدیث لائے ہیں جن کو صحاح کے نام سے تعبیر کیا ہے اور فصل ثانی میں ابوداؤد، ترمذی، نسائی وغیرہ کی احادیث لائے ہیں جن کو حسان کے نام سے یاد کیا ہے۔ صاحب مشکوٰۃ نے اکثر و بیشتر ہر باب میں تیسری فصل کا اضافہ کیا ہے جن میں صحاح ستہ کے علاوہ دیگر کتب حدیث کی احادیث لائے ہیں۔ نیز مرفوع احادیث کے علاوہ صحابہ اور تابعین کے اقوال و افعال بھی جو باب کے مناسب تھے جمع کر دیئے ہیں۔

احادیث مشکوٰۃ و مصانح کی تعداد..... شاہ عبدالعزیز صاحب نے بستان المحدثین میں بیان کیا ہے کہ مصانح کی احادیث (۴۴۸۴) ہیں۔ (ابن ملک نے بھی یہی تعداد بیان کی ہے۔) اس پر صاحب مشکوٰۃ نے (۱۵۱۱) کا اضافہ کیا ہے تو مشکوٰۃ کی کل احادیث (۵۹۹۵) ہوئیں۔ لیکن مظاہر حق والے نے اور صاحب تعلیق الصبح نے مصانح کی احادیث (۴۴۳۴) مانی ہیں۔ اس شمار کے مطابق مشکوٰۃ کی احادیث کا مجموعہ (۵۹۴۵) ہے۔ تاریخ الحدیث میں ہے کہ مشکوٰۃ میں ۲۹ کتابیں ہیں، ۳۲ ابواب اور ۱۰۳۸ فصلیں ہیں۔

سنہ وفات..... صاحب مشکوٰۃ کا سال وفات تحقیق کے باوجود معلوم نہ ہو سکا۔ البتہ یہ یقین ہے کہ ۷۳۷ھ کے بعد وفات ہوئی ہے۔ کیونکہ بروز جمعہ مادر مضان ۷۳۷ھ میں تو اس تالیف سے فراغت ہوئی ہے جیسا کہ صاحب مشکوٰۃ نے آخر کتاب میں تصریح کی ہے۔ بعض حضرات نے اندازہ لگا کر سال وفات ۷۴۸ھ ذکر کیا ہے اور صاحب تاریخ حدیث نے ۷۴۰ھ مانا ہے۔
شروح و حواشی مشکوٰۃ.....

- (۱) الکاشف عن حقائق السنن..... از علامہ حسن بن محمد الطیبی متوفی ۷۴۳ھ
- (۲) شرح مشکوٰۃ..... از ابوالحسن علی بن محمد مشہور بعلم الدین سخاوی۔
- (۳) منہاج المشاہدہ..... از شیخ عبدالعزیز ابہری، متوفی فی حدود ۸۹۵ھ
- (۴) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ..... از شیخ نور الدین علی بن سلطان محمد ہروی مشہور بالقاری متوفی ۱۰۱۴ھ
- (۵) شرح مشکوٰۃ..... از شیخ شہاب الدین ابوالعباس احمد بن محمد بن محمد ابن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۹۷۳ھ
- (۶) حاشیہ مشکوٰۃ..... از سید شریف علی بن محمد جر جانی۔
- (۷) حاشیہ مشکوٰۃ..... از شیخ محمد سعید بن المجدد الف ثانی متوفی ۱۰۷۰ھ
- (۸) ہدایۃ الرواۃ الی تخریج المصانح و مشکوٰۃ..... از شیخ الفضل احمد بن علی معروف بابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۳ھ
- (۹) لمعات الصبح (عربی)
- (۱۰) اشعة المصباح (فارسی)..... از شیخ ابوالمجدد عبدالحق بن سیف الدین بخاری دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ
- (۱۱) لتعلیق الصبح..... از مولانا محمد اویس صاحب کاندھلوی۔
- (۱۲) مرعاة المفاتیح..... از مولانا عبید اللہ رحمانی مبارک پوری
- (۱۳) ذریعۃ النجاة شرح مشکوٰۃ..... از شیخ عبدالنبی عماد الدین محمد شطاری متوفی ۱۰۲۰ھ
- (۱۴) زینۃ الزکاة فی شرح مشکوٰۃ..... از سید محمد ابوالمجدد محبوب عالم بن سید جعفر احمد آبادی متوفی ۱۱۱ھ
- (۱۵) مظاہر حق (اردو) از نواب قطب الدین خاں بہادر متوفی ۱۲۸۹ھ
- (۱۶) ترجمہ مشکوٰۃ (جلد اول) از مولوی کرامت علی جانی پوری متوفی ۱۲۹۰ھ

(۲۴) صاحب مقدمہ فتح الباری

حافظ ابن حجر عسقلانی کی مشہور و معروف تصنیف ہے جن کے حالات ”تختہ الفکر“ کے ذیل میں آرہے ہیں۔

(۲۵) صاحب مقدمہ ابن الصلاح

نام و نسب اور پیدائش..... عثمان نام، ابو بکر و کنیت اور تقی الدین لقب ہے، سلسلہ نسب یہ ہے ابو عمرو تقی الدین عثمان بن عبد الرحمن بن عثمان بن موسیٰ بن ابی النصر الکردی الشہر زوری الشرحانی الشافعی۔

آپ شہر زور سے قریب اربل (شمالی عراق) میں ایک گاؤں ”شرخان“ میں ۵۷۷ھ مطابق ۱۱۸۱ھ میں پیدا ہوئے۔ اس لئے شرحانی کہلاتے ہیں۔ لیکن مشہور نسبت شہر زوری ہے، ان کے والد عبد الرحمن کا لقب صلاح الدین تھا۔ اس لئے ابن الصلاح کے ساتھ مشہور ہوئے اور کبھی پردادا کی طرف منسوب ہو کر نصری بھی کہلاتے ہیں۔

تحصیل علوم..... ان کے والد صلاح الدین بڑے جلیل القدر عالم اور نہایت مجتہد فقیہ تھے۔ اس لئے ابن الصلاح نے ابتداء میں اپنے والد محترم سے علم فقہ حاصل کیا اور تھوڑی ہی مدت میں علم فقہ میں ایسا سوخ حاصل کر لیا کہ فقہ شافعی کی کتاب ”المہذب“ کا درس دینے اور تکرار کرانے لگے۔ پھر ان کے والد نے ان کو موصل بھیج دیا جہاں آپ نے فقہ اصول، تفسیر، حدیث اور لغت وغیرہ انواع علوم میں مہارت نامہ حاصل کی۔

سماع حدیث اور رحلت و سفر..... پھر آپ نے تحصیل علوم حدیث کی خاطر بلاد اسلامیہ بغداد، خراسان اور شام وغیرہ کا سفر کیا اور متعدد شیوخ حدیث سے مستفید ہو کر حدیثی دولت سے مالا مال ہوئے، حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں لکھا ہے کہ آپ نے موصل میں عبید اللہ بن اسکین، نصر اللہ بن سلامہ، محمود بن علی موصلی، عبد الحسن بن الطوسی سے، بغداد میں ابو احمد بن سیکنہ، عمر بن طبرزد سے، ہمدان میں ابو الفضل بن المعزم سے، نیشاپور میں متصور موید سے، مرد میں ابو المظفر بن السمعانی وغیرہ سے، دمشق میں جمال الدین عبد الصمد، شیخ موفق الدین مقدسی، فخر الدین بن عساکر سے، حلب میں ابو محمد بن علوان سے اور حران میں حافظ عبد القادر سے حدیث کی سماعت کی ہے۔

درس و تدریس..... ابن خلکان کہتے ہیں کہ تحصیل علوم سے فراغت کے بعد آپ نے ملک الناصر صلاح الدین یوسف بن ایوب کے مدرسہ ”ناصریہ“ میں درس دینا شروع کیا۔ وہاں آپ مدت دراز تک رہے اور بہت کثرت سے لوگوں نے فائدہ اٹھایا، پھر شام سے دمشق میں زکی ابو القاسم ہیثمہ بن عبد الواحد بن رواحہ حموی کے مدرسہ طہر رواجیہ میں منتقل ہو گئے، حافظ ذہبی نے ”العبر فی اخبار من غیر“ میں لکھا ہے کہ یہاں آپ مستقل تیرہ سال تک شیخ الحدیث رہے ہیں، پھر جب الملک الاشرف بن الملک العادل بن ایوب نے دمشق میں ”دار الحدیث“ کی تعمیر کی تو تدریسی خدمات انجام دینے کیلئے اس نے آپ کو منتخب کیا۔ چنانچہ آپ مدرسہ رواجیہ سے دار الحدیث میں آ گئے، اس کے بعد زمرہ خاتون بنت ایوب کی مدرسہ ”العدالیہ الصغری“ میں بھی درس دیا۔ غرض آپ نے مختلف مدارس میں درس حدیث کی عظیم الشان خدمات انجام دیں۔

اصحاب و تلامذہ..... آپ مشہور مورخ علامہ ابن خلکان کے استاد تھے اور استاد بھی ایسے کہ ان کو آپ سے کافی فیض پہنچا۔ چنانچہ ابن خلکان نے خود اس کا اعتراف کیا ہے۔ فرماتے ہیں ”وہو احداشیخہ الذین انتفعت بہم“ شیخ ذہبی فرماتے ہیں کہ آپ سے شمس الدین عبد الرحمن بن نوح، کمال الدین سلا، کمال الدین اسحاق تقی الدین بن رزین اور قاضی وغیرہ نے علم فقہ اور فخر الدین عمر کرچی، مجد الدین بن المہتار، شیخ تاج الدین عبد الرحمن، شیخ زین الدین فاروقی، قاضی شہاب الدین جوری، خطیب شرف الدین فراوی، شہاب محمد بن شرف، صدر محمد بن حسن ازموی، عماد بن البالی، شرف محمد بن الخطیب لا آبادی، ناصر

الدین محمد بن المہتار، قاضی ابوالعباس احمد بن علی الجلی اور شہاب احمد بن العفیف وغیرہ نے حدیث حاصل کی ہے۔ علمی مقام..... آپ بڑے مشہور و معروف محدث تھے، فن حدیث کے تمام علوم پر گہری نگاہ رکھتے تھے یہاں تک کہ علمائے حدیث کے یہاں جب لفظ شیخ مطلق بولا جاتا تو اس سے آپ ہی مراد ہوتے تھے جیسا کہ شیخ عراق نے اپنے الفیہ میں اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے۔

وکلما طلقت لفظ الشیخ
ارید الا ابن الصلاح مہما
نیز اسماء رجال کے اندر کافی مہارت رکھتے تھے اور حدیث کے علاوہ فن تفسیر، فقہ اور نقل لغات میں بھی غیر معمولی ملکہ حاصل تھا، ابن خلکان کہتے ہیں۔

كان احد علماء عصره في التفسير والحديث والفقه واسماء الرجال وما يتعلق بعلم الحديث ونقل اللغة
وكانت له مشاركة في فنون عديدة
آپ علم تفسیر، حدیث، فقہ، اسماء رجال اور علم حدیث اور نقل لغات سے متعلق تمام علوم میں اپنے دور کے یکتا تھے۔ نیز آپ کو بہت سے فنون میں دسترس حاصل تھی۔

شیخ سخادی نے اپنی کتاب ”فتح المغیث“ کے شروع میں آپ کو ان القاب کے ساتھ یاد کیا ہے۔
”العلامة الفقيه حافظ الوقت مفتي الفرق شيخ الاسلام تقي الدين ابو عمرو عثمان ابن الامام البارع صلاح الدين كان اماما، بارعا، حجة، متبحرا في العلوم الدينية، بصيرا بالمنهج ووجوهه، خيرا باصوله، عارفا بالمذاهب جميعا، المادة من اللغة والعربية حافظا للحديث، متصافيه حسن الضبط، كبير القدر، وافر الحرمة، عديم النظر في زمانه مع الدين والعبادة والنسك والصيانة، والورع والتقوى، انتفع به خلق وعولوا اعلى تصانيفه۔“
زہد و ورع..... آپ جس طرح علم و فن کے دریا تھے اسی طرح زہد و ورع اور پرہیزگاری کے لحاظ سے بھی اپنی نظیر آپ تھے۔ چنانچہ ابن خلکان لکھتے ہیں۔

وكان من العلم والدين على قدر عظيم
آپ علم اور دینداری کی اندر ایک بڑے رتبہ پر فائز تھے۔
نیز دوسری جگہ فرماتے ہیں۔

ولم يزل امره جاريا على السداد والصلاح والاجتهاد في الاشتغال والنصح.
آپ قوم کی اصلاح و سدھار اور اس کے نفع اور دیگر اشتغال خیر میں ہمیشہ سرگرداں رہتے۔
رحلت و وفات..... علی الصبح ۲۵ ربيع الآخر ۶۴۳ھ مطابق ۱۲۴۵ء میں وفات پائی اور ظہر کے بعد نماز جنازہ پڑھی گئی اور باب النصر سے باہر مقابر صوفیہ میں دفن کئے گئے۔

مولفات و تصنیفات..... موصوف و مشق میں کافی مدت تک اقامت پذیر رہے اور یہیں مختلف علوم میں کتابیں تصنیف کیں۔ جن میں آپ نے تحقیقات جدیدہ و فوائد بدیعہ کا ذخیرہ جمع کر دیا ہے۔ آپ کی اہم ترین تصنیفات حسب ذیل ہیں۔

(۱) طبقات الفقهاء الشافعية

(۲) الامالی

(۳) فوائد حلتی

(۴) ادب المفتی والمستفتی

(۵) حسلۃ الناسک فی صفۃ الناسک

(۶) شرح الوسیط

(۷) الفتاوی

(۸) شرح صحیح مسلم

(۹) الموقوف والمختلف

(۱۰) طریق حدیث الرحمة

(۱۱) علوم الحدیث..... یہ آپ کی جلیل القدر اور عظیم الشان تصنیف ہے۔ جو آپ نے اپنی عمر کے آخری دور میں لکھی ہے۔ چنانچہ اس کے ایک نسخہ کے اخیر میں مرقوم ہے کہ مصنف نے اس کو بروز جمعہ ۷ رمضان ۶۳۰ھ میں املاء کرنا شروع کیا اور آخر محرم ۶۳۲ھ میں نماز جمعہ اور نماز عصر کے درمیان فراغت پائی۔ موصوف وقتاً فوقتاً اس کا املاء کراتے تھے۔ تاہم پوری کتاب کا املاء دار الحدیث الملکیۃ الاشرفیہ میں ہوا ہے۔ کتاب کے شروع میں ایک اہم مقدمہ ہے۔ جس میں علوم حدیث کا مرتبہ اور اس کی عظمت ظاہر کی ہے، اس کے بعد مضامین کتاب کو علوم حدیث کی (۶۵) انواع ذکر کرتے ہوئے منضبط کیا ہے۔

موصوف کی یہ کتاب تدوین علوم حدیث کی تمام سابقہ کتب پر فائق ہے، حافظ عبدالرحیم عراقی اس کتاب کی شرح کے شروع میں فرماتے ہیں۔

فان احسن ما صنف اهل الحديث في معرفة الاصطلاح كتاب علوم الحديث لابن الصلاح
معرفت اصطلاح میں اہل حدیث نے جتنی کتابیں لکھی ہیں ان سب میں بہتر کتاب ابن الصلاح کی علوم الحدیث ہے۔
اسی طرح شیخ برہان الدین ابناسی رقم طراز ہیں ”ان کتابہ هذا احسن تصنیف فیہ“ کہ علوم حدیث میں ان کی یہ کتاب بہترین تصنیف ہے۔ اسی لئے علماء نے اس کی طرف وہ توجہ کی ہے جو اس سے پہلے علوم حدیث کی کسی کتاب کی طرف نہیں کی۔
چنانچہ نظم و نشر، اختصار و استدراک اور تشریح ہر لحاظ سے علماء نے اس کی خدمت کی، حافظ ابن حجر فرماتے ہیں ”فلہذا عکف الناس علیہ وسارو بسیرہ فلا یحصى کم ناظم له و مختصر، ومستدرک علیہ و مقتصر، و معارض له و منتصر“

(۱) الارشاد..... از یحییٰ بن شرف نووی۔ اس میں موصوف کی کتاب کی تلخیص کی ہے۔ پھر اس کو ”التقریب“ میں ملخص کیا ہے۔

(۲) اختصار علوم الحدیث..... از حافظ اسماعیل بن عمر۔ ابن کثیر

(۳) الخلاصۃ فی علم الحدیث..... از علامہ طبری

(۴) محاسن الاصطلاح..... از علامہ بلقینی

(۵) مختصر علوم الحدیث از شیخ علاء الدین ماردینی۔

(۶) التبصرہ والتذکرہ..... از حافظ عبدالرحیم بن حسین العراقي، ایک ہزار اشعار میں منظوم ہے۔

(۷) الفیۃ الحدیث..... از شیخ جلال الدین سیوطی

(۸) التبیید والایضاح لما اطلق واغلق من کتاب ابن الصلاح حافظ عراقی کی شرح ہے جس کو ”الہیئت“ بھی کہتے ہیں۔

(۹) شرح علوم الحدیث..... از شیخ بدر الدین محمد بن بہادر الزرکشی۔

(۱۰) الافصاح علی نکت ابن الصلاح..... از حافظ ابن حجر عسقلانی

(۲۶) صاحب نخبۃ الفکر

نام و نسب..... احمد نام، ابو الفضل کنیت اور شہاب الدین لقب ہے۔ عسقلان کی طرف منسوب ہیں۔ والد کا نام علی اور لقب نور الدین ہے۔ سلسلہ نسب یوں ہے۔ احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد الکنانی النسب العسقلانی الاصل المصری المولد النزیل القاهرہ۔

علامہ سیوطی اور حافظ بن فہد مکی نے محمد بن علی کے بعد ابن محمود بن احمد بن حجر بن احمد کا اضافہ کیا ہے۔ وجہ تعلق..... حافظ موصوف ابن حجر کے لقب مشہور ہیں۔ جدا مجید کا لقب بھی ابن حجر تھا۔ پس یا تو آپ نے بطور تفاؤل اپنا لقب ابن حجر رکھا یا آل حجر کی نسبت سے ابن حجر مشہور ہوئے جیسا کہ ابن عماد حنبلی نے لکھا ہے آل حجر کا قبیلہ ارض قابض میں آباد تھا وہاں سے منتقل ہو کر جرید کے جنوبی حصہ میں سکونت پزیر ہو گیا تھا اس مردم خیز خاندان میں محدثین اور فقہاء کی ایک بڑی جماعت پیدا ہوئی ہے۔

تحقیق نسبت..... حافظ ابن حجر کے نام کے ساتھ عسقلانی اور مصری کی نسبت جزو لاینفک کی حیثیت رکھتی ہے ایک زمانہ میں اہ عسقلان فلسطین کا خوبصورت شہر تھا اسی لئے اس کو عروس شام کا خطاب دیا جاتا تھا صاحب روایات نے تلخیص الآثار کے حوالہ سے تحریر کیا ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک بھی اسی شہر میں مدفون ہے، فلسطین کا دوسرا متبرک شہر رملہ ہے جس کی بابت حضرت قتادہ نے ذکر کیا ہے کہ رملہ کی مسجد اور اس کے بازار کے درمیان ستر ہزار۔ انبیاء علیہم السلام کی قبریں ہیں جو حضرت لقمان کے بعد ایک ہی دن فوت ہوئے تھے، حافظ ابن حجر اسی عسقلان کی طرف منسوب ہیں۔ بلخ کے دیہاتوں میں سے ایک گاؤں بھی عسقلان کے ساتھ موسوم ہے جس کی طرف ابو یحییٰ عیسیٰ بن احمد بن وردان منسوب ہیں۔ مصری کہلائے جانے کی وجہ یہ ہے کہ مصر ہی آپ کا مولد و منشاء ہے اور تحصیل علم کے بعد بھی اسی کے مختلف خطوں میں آپ کا قیام رہا اور یہیں پیوند خاک بھی ہوئے۔

ولادت باسعادت..... آپ ۲۳ شعبان ۷۷۳ھ میں پیدا ہوئے، مقام ولادت مصر کا عتیقہ، نامی ایک قریہ بتلایا جاتا ہے بچپن ہی میں والد ماجد شیخ نور الدین علی کے سایہ عاطفت سے محروم ہو گئے تھے خود فرماتے ہیں کہ جب میرے والد فوت ہوئے تو میری عمر کے چار سال بھی پورے نہیں ہوئے تھے اور آج وہ مجھے بالکل ایک خیال کی طرح یاد ہیں۔ اتنا یاد آتا ہے کہ انہوں نے کہا میرے لڑکے (ابن حجر) کی کنیت ابو الفضل ہے۔

اس لئے آپ نے زکی خرنوبی نامی ایک شخص کی کفالت میں نشوونما پائی جنہیں آپ کے والد نے وفات کے وقت وصی مقرر کیا تھا۔

ایک شیخ وقت کی مستجاب دعا..... بیان کیا جاتا ہے کہ حافظ ابن حجر کے والد کی کوئی اولاد نہ رہتی تھی اس شکستہ دلی میں ایک دن مشہور بزرگ شیخ صنابری کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض حال کیا شیخ نے دعا کی اور فرمایا کہ تیری پشت سے ایک ایسا لڑکا پیدا ہو گا جو پوری دنیا کو علم کی دولت سے مالا مال کر دے گا، شاہ عبدالعزیز صاحب لکھتے ہیں کہ ابن حجر کی تصنیفات کی اتنی مقبولیت اور شہرت شیخ صنابری کی اس دعا کا نتیجہ ہے۔

تحصیل علم..... باقاعدہ تعلیم کا آغاز کرنے سے پہلے ہی شیخ صدر السیفی شارح مختصر التبریزی سے کلام پاک حفظ کرنا شروع کیا۔ حافظہ غیر معمولی پایا تھا اس لئے صرف نو سال کی عمر میں حافظ قرآن ہو گئے۔ اور قرآن ہی نہیں بلکہ العمدة، النیۃ الحدیث (طہرانی) الحادی الصغیر اور مختصر ابن حاجب بھی زبانی یاد کر لیں۔

علمی سفر..... ۸۴ھ میں حافظ صاحب اپنے وصی زکی خرنوبی کے ہمراہ مکہ مکرمہ گئے اور فریضہ حج کی ادائیگی کے بعد وہاں کے مشاہیر علماء کے حلقہاء درس میں شرکت کی سب سے پہلے جس شخص سے آپ کو شرف تلمذ حاصل ہوا وہ شیخ عقیف الدین البخاری ہیں آپ نے ان سے صحیح بخاری کی سماعت کی ان کے علاوہ عالم جاز حافظ ابو حامد محمد بن ظہیرہ اور شیخ جمال بن ظہیرہ سے کسب فیض کیا اور اسی سال مسجد حرام میں تراویح میں پورا کلام مجید سنایا۔ خود فرماتے ہیں کہ، میں نے اسی سال لوگوں کو تراویح پڑھائی۔

کسب حدیث..... جب آپ سن رشد کو پہنچے تو علم حدیث کی طرف متوجہ ہوئے اور حدیث کے سرچشموں سے سیرابی حاصل کرنے کے لئے دور دراز ممالک کا سفر کر کے حدیث کی سماعت کی۔ تحصیل علم کیلئے آپ نے جن ملکوں کا سفر کیا ان میں حرمین شریفین کے علاوہ اسکندریہ، نابلس، رملہ، غزہ، یمن، قبرص، شام اور حلب وغیرہ شامل ہیں اسی بناء پر آپ کے شیوخ کی تعداد بہت زیادہ ہے جن کو نہ بیان کرنا ممکن اور نہ شمار کرنا، ۹۶ھ میں آپ قاہرہ وارد ہوئے اور حافظ زین الدین ابو الفضل عبد الرحیم بن حسین بن عبد الرحمن عراقی سے علم حدیث کی تحصیل کی اور اس میں اتنا کمال پیدا کر لیا کہ ان کے شیخ نے حدیث پڑھانے کی اجازت فرمادی۔ جب شیخ عراقی کی وفات کا وقت قریب آیا تو کسی نے پوچھا آپ کے بعد آپ کا جانشین کون ہو گا شیخ نے کہا ابن حجر! پھر ابو زرہ پھر بشی۔

دیگر علوم کی تکمیل..... فقہ میں شیخ سراج الدین ابو حفص عمر بن رسلان بلقینی، حافظ ابن الملحق، شیخ برہان الدین الانباسی اور نور الدین بشی کے سرچشمہ فیض سے سیرابی کی شیخ بلقینی نے سب سے پہلے آپ کو افتاء و تدریس کی اجازت دی، ادب میں عمادی اور محبت بن ہشام سے، علم عروض میں پشتگی سے کتابت میں ابو علی الزرقانی اور نور الدین بدماصی سے، قرأت سبعہ میں تنوخی سے اور متفرق علوم میں عز بن جماعہ سے مہارت حاصل کی ان کے علاوہ دیگر اکابر شیوخ و ماہرین فن کی خدمت میں حاضر ہوئے چنانچہ سریاقوس میں صدر الدین اشبیطی، غزہ میں احمد بن خلیلی، رملہ میں احمد بن محمد ایکلی، بیت المقدس میں شمس الدین قلمندی، بدر الدین مکی، محمد انجی اور محمد بن عمر بن موسی دمشق میں بدر الدین بن قوام الباسی اور فاطمہ بنت الحیا التوخیہ فاطمہ بنت الہادی، عائشہ بنت الہادی منی میں زین الدین ابو بکر بن الحسین کے حلقہائے درس میں شریک ہو کر تحصیل کی۔ آپ کے زمانہ میں امام لغت علامہ مجد الدین فیروز آبادی صاحب قاموس بھی زندہ تھے جو مشہور اٹام اور مرجع خواص و عوام تھے، اسے فن لغت میں ان کے بھی خرمین علم سے خوشہ چینی کی۔

بدر الدین عینی سے خوشہ چینی..... حافظ ابن حجر علامہ بدر الدین عینی (جن کی عمدۃ القاری فی شرح صحیح البخاری مشہور و معروف کتاب ہے، بارہ سال چھوٹے تھے اور دونوں میں گو معاصرانہ منافست تھی مگر پھر بھی حافظ ابن حجر نے آپ سے استفادہ کیا ہے، بلکہ دو طبعی شیخ مسلم کی اور ایک حدیث مسند احمد کی آپ سے سنی ہیں اور بلدانیات میں ان کی تخریج بھی کی ہے نیز الجمع المومنین، مجمع المہفوس، کے طبقہ ثالثہ میں آپ کو اپنے شیوخ میں شمار کیا ہے۔

ذہانت و حافظہ..... آپ کو ذہانت و فطانت سے بہرہ وافر ملا تھا جس کی شہادت خود آپ کے شیوخ و اساتذہ نے دی ہے، جب آپ پانچ سال کی عمر میں مکتب میں بٹھائے گئے تو سورہ مریم صرف ایک دن میں حفظ کر کے لوگوں کو متحیر کر دیا۔ الحادی الصیغر کو ایک مرتبہ اسناد کی تصحیح کے ساتھ پڑھا دوسری مرتبہ خود پڑھا اور تیسری مرتبہ زبانی سنادیا۔ حافظ سخادی لکھتے ہیں کہ متقدمین نے ان کے حفظ، ثقاہت، امانت معرفت تامہ، ذہن کی تیزی اور غیر معمولی ذکاوت کی شہادت دی ہے علامہ شوکانی فرماتے ہیں کہ ان کے حفظ و الثقان کی شہادت ہر قریب و بعید اور دوست و دشمن نے دی حتیٰ کہ لفظ حافظ ان کیلئے ایک اجماعی خطاب بن گیا۔ علامہ شعرانی نے ذیل الطبقات میں حافظ سیوطی سے نقل کیا ہے کہ حافظ ابن حجر کو بیس ہزار سے زائد احادیث محفوظ تھیں نیز علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ ان کا حافظ اتنا وسیع تھا کہ بلاشبہ ان کا وصف بیان کرتے وقت بحر بن حجر

کہا جاسکتا ہے۔ حافظ ابن فہد کی نے آپ کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے حفظ و اتقان کا خصوصیت سے ذکر کیا ہے فرماتے ہیں کہ حفظ و اتقان میں ان کا کوئی جانشین نہ ہو سکا۔ منقول ہے کہ آپ نے زمزم اس نیت سے پیا کہ قوت حافظہ میں امام ہو کر کے برابر ہو جائیں چنانچہ حق تعالیٰ نے یہ مراد آپ کی پوری کی محققین کا خیال ہے کہ آپ حفظ و اتقان میں علامہ ذہبی پر فوقیت رکھتے تھے، وکان يقول الشروط التي اجتمعت في الان بها اسمي حافظا۔

سرعت قرات..... ان کی سرعت قرات کے بعض ایسے محیر العقول واقعات منقول ہیں جن پر اس زمانہ میں یقین کرنا مشکل ہے لیکن یہ واقعات حافظ صاحب کے اکابر تلامذہ اور بڑے بڑے علماء سے متواتر منقول ہیں اس لئے ان کی صحت میں کوئی شک نہیں کیا جاسکتا۔ حافظ ابن فہد کی لکھتے ہیں کہ انہوں نے بخاری ظہر و عصر کے درمیان کی دس مجلسوں میں ختم کی اور مسلم ڈھائی دن کی پانچ مجلسوں میں اور نسائی دس مجلسوں میں۔ ان میں سے ہر مجلس تقریباً چار گھڑی کی ہوتی تھی۔ دمشق میں ناصر الدین ابو عبد اللہ محمد جہیل کو سنانے کیلئے باب المنصر اور باب الفرج کے درمیان جو مزار تعلق شریف نبوی کے مقابل ہے حج مسلم کو تین روز میں ختم کیا چنانچہ اس پر فخر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

بجوف دمشق الشام کرش الاسلام

قرات بحمد اللہ جامع مسلم

حضرت حافظ مجاہد لعل اعلام

علی ناصر الدین الامام بن جہیل

قراءة ضبط فی ثلاثہ ایام

وتم بتوفیق الالہ وفضلہ

ابن فہد دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ انہوں نے شام کے سفر میں طبرانی کی معجم صغیر کو ظہر و عصر کے درمیان کی ایک مجلس میں پڑھا۔ اس میں طبرانی کی جس معجم صغیر کا ذکر ہے جسے حافظ موصوف نے صرف ایک مجلس میں ختم کیا وہ ڈیڑھ ہزار احادیث مع اسناد پر مشتمل ہے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب لور نواب صدیق حسن خاں نے لکھا ہے کہ وہ سنن ابن ماجہ چار مجلسوں میں ختم کر دیتے تھے۔ دمشق میں موصوف کی مدت اقامت کل سو اوواہر ہی لور اس قلیل مدت میں موصوف نے ایک سو مجلدات پڑھ ڈالیں۔ ذوق شعر و سخن..... حافظ صاحب کو ابتدائے عمر ہی سے شعر و سخن سے بھی خاص شغف تھا اور انہوں نے اپنی فطری ذہانت کی بناء پر اس فن میں بھی پوری مہارت حاصل کر لی تھی علامہ سیوطی کا بیان ہے کہ شعر و ادب کی طرف توجہ مبذول کی تو اس میں بھی پوری مہارت حاصل کر لی اور کثرت سے بہت عمدہ نظمیں کہیں۔ آپ کو شاعر کی حیثیت سے بھی اتنی شہرت حاصل تھی کہ مصر کے ان سات مشہور شعراء میں آپ کا نام در سرے نمبر پر تھا جنہیں شہاب کہا جاتا تھا۔ علامہ شوکانی نے لکھا ہے کہ ان کو شعر میں ید طولیٰ حاصل تھا مصنفین ادباء کی ایک جماعت نے ان کی بہترین ادبی تخلیقات نقل کی ہیں جیسے ابن الجتہ نے شرح البدیع میں۔ اور یہ سب شاعری میں آپ کے علوم مرتبت کے معترف ہیں۔

حافظ ابن حجر کی شاعری کے جو نمونے منتشر طور پر کتابوں میں ملتے ہیں ان کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس میں ادبی چاشنی کے ساتھ موعظت و حکمت کا خزانہ بھی ہے۔

دیوان ابن حجر..... دیوان ابن حجر کے نام سے ان کا مجموعہ کلام بھی موجود ہے جس میں ہر صنف سخن کے الگ الگ اشعار ہیں یہ دیوان سات اصناف سخن پر مشتمل ہے۔ نبویات، ملوکیات، اخوانیات، غزلیات، اعراض، موشحات تقاطیع۔ آغاز دیوان میں مدح رسول میں ایک طویل قصیدہ ہے جس میں صحیح بخاری کے ختم کا بھی ذکر ہے۔ نواب صدیق حسن خاں کے بیان کے مطابق اس دیوان کا ایک نسخہ ان کے پاس موجود تھا ایک نادر نسخہ کتب خانہ خدیویہ اور ایک جامع الباشا موصول میں ہے۔

رنگ کلام و انداز بیان..... آپ کے کلام کا عمومی رنگ یہ ہے۔

انزلت برضا العزائم فوادی

اجبت وقاراً کنجم ساطع

۱۔ خدا کا شکر ہے میں نے جامع مسلم کو پڑھا ہے۔ دمشق شام میں جو اسلام کا دل ہے، امام ناصر الدین ابن جہیل کے رو برو ایسے حفاظ کے حضور میں جو علماء کی حاجتوں کا مرکز ہیں اور اللہ کے فضل لور اس کی توفیق سے پورے ضبط کے ساتھ تین دن میں ان کی قرات تمام ہوئی۔ ۱۲۔

ان نحو الکواکب الوقاد

وانا لشهاب فلاح تاند عاذلی

ذیل کے قطعہ میں کتنی حکیمانہ بات کہی ہے۔

ثلثاً من الدنيا اذا حصلت

لشخص فلن بخشى من الضر والضرير

وصحة حيم وخاتمة خير

غنى عن بينها والسلامة منهم

ایک قطعہ میں عشرہ مبشر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس طرح جمع کیا ہے۔

لقد بشر الهادی فی الصحب زمرة

بجنات عدن کلهم فضل اشهر

سعید، زبیر، سعد، طلحہ، عامر

ابوبکر، عثمان بن عوف علی و عمر

اپنی وفات سے تین سال قبل اپنی کتاب ”الامالی الحدیثیہ“ کے بارے میں جو ایک ہزار سے زیادہ مجالس پر مشتمل ہے گیارہ اشعار کی ایک نظم کہی جس کے ابتدائی دو شعر یہ ہیں۔

يقول راجی الہ الخلق احمد من

اهل الحديث نبی الخلق منتقلا

تدلو من الالف ان عدت مجالسه

تخریج اذکار رب ناقدو علا

حافظ ابن حجر بہت برجستہ گو شاعر تھے ان کی برجستہ گوئی کے متعدد نمونے بستان، نظم العقیان اور ذیل ”طبقات الحفاظ“ میں ملتے ہیں، نواب صدیق حسن خاں نے ”خطیرۃ القدس“ میں یہ قطعہ بھی آپ ہی کی طرف منسوب کیا ہے۔

خاض العواذل فی حدیث مدامعی

لما جرى كالجر سرعته سیره

فجسته لاصون ستر هوا کم

حتی بخوضوا فی حدیث غیرہ

لطافت و ظرافت..... آپ کے مزاج میں مزاج و خوش طبعی تھی جس کا کبھی کبھی مظاہرہ ہوتا تھا ایک مرتبہ عمدہ قضاء پر شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن علی قایاتی کا ان کی جگہ تقرر ہوا، حسن اتفاق سے کسی تقریب میں دونوں نے ایک دوسرے کے ساتھ کھانا کھایا اس موقع پر آپ نے برجستہ یہ قطعہ کیا۔

عندی حدیث ظریف بمثلہ تلتقی

من قاضین یعزی هذا و هذا یهنا

يقول ذا اکر هونی و ذایقول استرحنا

ویکذبان جمیعاً ممن یصدق منا

علمی مشغلہ اور مطالعہ کتب..... آپ کے اوقات معمور رہتے تھے کسی وقت خالی نہ بیٹھتے تھے۔ تین مشغلوں میں سے کسی ایک مشغل میں ضرور مصروف رہتے تھے مطالعہ کتب، تصنیف و تالیف یا عبادت، دمشق میں دو ماہ دس دن تک قیام فرمایا اور اس مدت میں افادہ عام کی غرض سے کتب حدیث کی سو جلدیں پڑھیں اور تقریباً سو مجلسوں میں املا کر لیا اور تصنیف و تالیف، عبادت اور دیگر ضروریات کو ان اوقات کے علاوہ انجام دیتے تھے۔

درس و تدریس..... تحصیل علوم اور ان میں کمال پیدا کرنے کے بعد آپ نے درس و تدریس کی مسند بچھائی آپ کے فضل و کمال کا شہرہ سن کر دور دراز ملکوں کے شائقین علم نے جوق در جوق آپ کی طرف ہجوم کیا وقت کے اکابر علماء و فضلاء تک نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا اور مصر کے بیشتر علماء نے آپ سے فیض حاصل کیا۔

۱۔ تین چیزیں دنیا میں ایسی ہیں کہ اگر یہ کسی کو حاصل ہو جائیں تو اسے کسی نقصان یا تکلیف کا خوف نہ کرنا چاہئے ایک اہل دنیا سے بے نیازی اور ان سے مامون رہنا، دوسرے تندرستی اور تیسرے خاتمہ بالخیر۔ بلاشبہ ہادی نے اپنے صحابہ کی ایک جماعت کو جنت خلد کی بشارت دی جن کا فضل مشہور ہے وہ سعید، زبیر، سعد، طلحہ، عامر، ابوبکر، عثمان بن عوف، علی اور عمر ہیں۔

۲۔ کتنا ہے احمد جو اللہ تعالیٰ سے امید کرنے والا ہے اور عام مخلوق کی نبی کی حدیث نقل کرنے والوں سے ناقل ہے ہزار کے قریب ہیں اگر اس کی وہ مجلسیں شہر کی جائیں جن میں اس نے اپنے رب کے ذکر کئے ہیں جو برتر و ناقد ہیں۔

۳۔ یہ ایک دل چسپ قصہ ہے کہ اس کے محل سے دو قاضیوں سے ملاقات ہو گئی کہ ایک تعزیت کرتا ہے اور دوسرا مبارکباد دیتا ہے کہتا ہے کہ مجھے قاضی بننے پر مجبور کیا اور یہ کہتا ہے کہ ہم نے معزول ہو کر راحت پائی حالانکہ دونوں جھوٹے ہیں پس ہم میں کون سچا ہے۔ ۱۲

انہوں نے خانقاہ پیر سپہ میں تقریباً ۱۱ سال تک حدیث، فقہ اور قرآن پاک کا درس دیا اسی طرح شیخ غنیہ، جامع اتلع اور جمالیہ میں کچھ عرصہ تک قال اللہ و قال الرسول کے نغمے سنائے پھر موسیٰ یہ میں فقہ کا درس دیا آپ کے درس کی شہرت سے پوری دنیائے اسلام گونج اٹھی اور ہر ملک کے بے شمار شائقین علم آنے لگے ان کی تعداد حد شد سے باہر ہے درس و تدریس کے ساتھ جامع ازہر اور جامع عمرو میں خطیب کے فرائض بھی انجام دیتے تھے، تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ اصحاب و تلامذہ..... آپ کے حلقہ درس سے سینکڑوں طلبہ آسمان علم و فضل کے اختر تابندہ بنے امام سخاوی کا بیان ہے کہ کثرت تعداد کی بناء پر تلامذہ کے نام شمار میں نہ آسکے ہر مذہب کے باکمال علماء آپ کے تلامذہ میں داخل ہیں۔ ان میں سے مشاہیر کے نام اور اجمالی تعارف درج ذیل ہے۔

(۱) محمد بن عبد الرحمن السخاوی مولود سن ۸۳۱ھ متوفی ۱۶ شعبان سن ۹۰۲ھ موصوف خود لکھتے ہیں کہ میں نے سن

۸۳۸ھ سے ابن حجر کی صحبت اختیار کی اور پھر عمر بھر ان سے وابستہ رہا یہاں تک کہ ان سے پورا پورا علم حاصل کیا اور مجھے یہ کہنے کا حق حاصل ہے کہ میں نے بہت سے علوم میں اختصاص پیدا کیا۔ میں ان کی فرد و گاہ سے قریب ہی سکونت پذیر تھا اس لئے ان کے درس کا کوئی سبق مجھ سے کبھی ناغہ نہ ہوتا تھا حافظ صاحب بسا اوقات قرات کیلئے مجھے بلوا بھیجتے تھے۔

(۲) برہان الدین ابراہیم بن عمر بقاعی مولود سن ۸۰۹ھ متوفی سن ۸۸۵ھ انہوں نے ابتداء نحو اور فقہ کی تحصیل

تاج بہادر سے اور قرات علامہ جزری سے کی اس کے بعد تقی الحصنی، تاج الغریبلی، عماد بن اشرف، علماء القلندی اور حافظ ابن حجر وغیرہ سے مختلف علوم و فنون میں مہارت اور اپنے معاصرین پر فوقیت حاصل کی آپ کی شہرہ آفاق تفسیر آپ کے بھر علمی، جامعیت اور فہم و ذکا کی شاہد عدل ہے۔

(۳) حافظ عمر بن فہد مکی مولود سن ۸۱۴ھ متوفی سن ۹۰۶ھ صغر سنی میں کلام پاک حفظ کرنے کے بعد شیوخ مکہ مراغی،

جمال بن ظہیرہ، ولی، عراق، ابن الجزری، نجم بن جی اور کارزدنی وغیرہ سے استفادہ کر کے سن ۸۵۰ھ میں مصر آئے اور لسان المیزان اور دوسری کتابیں حافظ ابن حجر سے پڑھیں خود لکھتے ہیں کہ ”میں نے حافظ ابن حجر سے فخبہ الفکر، تخریج احادیث الاربعین (للنودی) الامتناع بالاربعین، التباہیہ بشرط سماع پڑھیں اور مسلسل بالاولیۃ کو بلند طرق کے ساتھ ان سے سنا۔

(۴) قاضی زکریا بن محمد انصاری مولود ۸۲۶ھ متوفی ۹۰۶ھ صغر سنی میں قرآن پاک، عمدۃ الاحکام اور مختصر التبریزی

کا کچھ حصہ حفظ کیا۔ پھر ۸۴۱ھ میں قاہرہ آگئے اور مختصر مذکور پوری حفظ کی۔ بلقینی، قلیانی، شرف سبکی، ابن حجر، ابن ہمام اور زین العرانی جیسے جلیل القدر اور نادر روزگار شیوخ سے کسب فیض کیا۔ حافظ ابن حجر نے افتاء و تدریس کی اجازت مرحمت فرمائی۔

ان علماء کے حالات سے یہ حقیقت ظاہر ہوتی ہے کہ حافظ ابن حجر جس طرح شیوخ کے معاملہ میں خوش نصیب

تھے۔ اسی طرح تلامذہ کے سلسلہ میں بھی انتہائی نصیبہ ور تھے۔ آپ کے حلقہ درس سے جو طلبہ بھی سند فراغ لے کر نکلے وہ ایام وقت اور فاضل دور ال بن کر چمکے اور اپنے نام کے ساتھ اپنے عالی مرتبت استاد کا نام بھی روشن کیا۔

شجر علمی اور جامعیت..... حافظ صاحب نے اپنے عہد کے تمام مشہور علمی مراکز اور یگانہ روزگار فضلاء سے کسب فیض

اور ان کی صحبت سے استفادہ کیا تھا اور تحصیل علم میں غیر معمولی محنت جاکا ہی اور عرق ریزی نے آپ کو نہ صرف اپنے عہد بلکہ تاریخ اسلام کا نامور علم بنادیا۔ چنانچہ آپ کو حافظ العصر، خاتمہ الحفاظ، امام الائمہ، محی السنۃ، علم الائمۃ الاعلام، فرید الوقت، معجز الزمان اور عمدہ المحققین کے خطابات سے نوازا گیا۔

خاکساری و فروتنی..... لیکن بایں ہمہ شجر علمی و جلالت شان فروتنی اور تواضع کا پیکر تھے، اپنی جانب کسی بڑائی کو منسوب نہ کرتے تھے۔ ایک مرتبہ برمش الفقیہ نے آپ سے سوال کیا تم نے اپنا مثل دیکھا ہے۔ اس کے جواب میں آپ نے فرمایا۔

”حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ”فلاتزکوا انفسکم ہوا علم بمن اتقی“

بازار خود فروشی ازاں سوئے دیگر است

در راه ماسکتہ دلی می خرد و بس

شخص سعدی نے کیا ہی خوب کہا ہے

دواندر ز فرمود بر روئے آب

مر اپیر دانائے مرشد شہاب

دگر آنکہ بر غیر بد میں مباح

یکے آنکہ بر خویش خود میں مباح

بذل اموال..... افلاس انسان کے حوصلے کو پست کرتا ہے اور دو لہتمندی قوائے دماغی کو کند اور ست کرنے والی ہے جس طرح افلاس میں مستقل مزاج رہنا شوالہ ہے اسی طرح نشہ دولت میں اپنے آپ کو سنبھالے رکھنا مشکل ہے اسی لئے کسی نے کہا ہے۔

باد باخوردن و ہشیار نشستن سهل است

چوں بد دولت بر سی مست نگر دی مردی

مگر اسلاف کے حالات میں نہ افلاس سے کوئی فتور آتا تھا نہ ثروت سے کوئی تغیر۔ شاہ عبدالعزیز صاحب حافظ ابن حجر کے حالات میں تحریر فرماتے ہیں کہ جب حافظ ممدوح بخاری کی شرح فتح الباری کی تالیف سے فارغ ہوئے تو آپ کو اتنی مسرت ہوئی کہ قاہرہ کے باہر مقام ”تاج“ میں ۸ شعبان ۸۴۲ھ کو پانچ سو اشرفیاں خرچ کر کے ایک شاندار دعوت کی۔ جس میں قایانی، دنائی اور سعد ویری وغیرہ علماء اور تمام اعیان شہر شریک ہوئے۔ حافظ سخاوی لکھتے ہیں ”وہ ایک یادگار دن تھا علماء و قضاة، امراء و فضلاء کا ایسا اجتماع لوگوں نے نہیں دیکھا، اس اجتماع میں مقدمہ فتح الباری پڑھا گیا اور شعراء نے خصوصی نظمیں پڑھیں۔“

منصب قضاء..... حافظ ابن حجر نے قضاء کی آزمائشوں میں مبتلا نہ ہونے کا شروع ہی سے عزم کر لیا تھا۔ سلطان موند نے آپ کو شام کا منصب قضاء بارہا سپرد کرنا چاہا مگر ہر مرتبہ آپ نے شدت سے انکار کیا۔ لیکن قدرت کو اس سلسلہ میں بھی آپ سے خدمات لینا مقصود تھا۔ اس لئے محرم ۸۲۷ھ میں جب ملک اشرف برسبائی نے منصب قضاء قبول کرنے کیلئے آپ کے احباب سے دباؤ ڈالوایا تو ناچار اس پیشکش کو قبول کرنا پڑا۔ جس سے آپ بحسن و خوبی عہدہ برآ ہوئے۔

ابن ہند کی نے لکھا ہے کہ حافظ صاحب سب سے پہلے ۸۲۷ھ میں قاضی القضاة کے منصب پر مامور ہوئے اور اسی سال ذیقعدہ میں اس سے گلو خلاصی حاصل کر لی۔ پھر رجب ۸۲۸ھ کو دوبارہ اسی منصب پر فائز ہوئے اور ۸۳۳ھ تک رہے پھر اس کو چھوڑ دیا۔ جمادی الاولیٰ ۸۳۴ھ میں جھٹی بار قاضی ہوئے۔ درمیانی کچھ وقفوں کو چھوڑ کر ۸۲۷ھ سے ۸۵۲ھ تک پر ابر اسی عہدہ جلیلہ پر فائز رہے۔ جمادی الثانی ۸۵۲ھ میں اس سے ہمیشہ کیلئے سبکدوشی حاصل کر لی۔

تعصب ابن حجر الامال والحدیر..... مذکورہ بالا تمام صفات حمیدہ کے ساتھ حافظ صاحب میں حنفی شافعی کا تعصب بھی حد درجہ کا تھا۔ بالخصوص انہوں نے اپنی تصانیف میں حنفیہ کے ساتھ انصاف نہیں کیا اور جاہ حق و اعتدال کو ملحوظ نہ رکھ سکے۔ بقول حضرت مولانا انور شاہ کشمیری ”حافظ ابن حجر سے رجال حنفیہ کو سب سے زیادہ نقصان پہنچا ہے“ مثال کے طور پر انہوں نے تہذیب التہذیب میں امام اعظم کے صرف ۲۳ کبار تلامذہ کا ذکر کیا ہے جب کہ حافظ مزنی نے تہذیب الکمال میں ایک سو سے زائد کبار تلامذہ کے تراجم لکھے ہیں۔ قاضی ابن شحہ نے لکھا ہے کہ ”حافظ ابن حجر نے بھی احناف کے سلسلہ میں وہی روش اختیار کی ہے جو علامہ ذہبی نے احناف و شوافع دونوں کے حق میں اختیار کی تھی۔“ اسی بناء پر علامہ سبکی نے لکھا ہے کہ ”علامہ ذہبی کے کلام سے شافعی اور حنفی کے تراجم پر اعتماد نہ کرنا چاہیے اور اسی طرح حافظ ابن حجر کے کسی حنفی کے ترجمہ کو بھی نہ لینا چاہیے۔ خواہ وہ مقدم ہو یا متاخر۔“ وبقول تلمیذہ البرہان البقاعی انه لا يعامل احدا بما يستحقه من الاکرام۔

حافظ سخاوی ابن حجر کیلئے کس درجہ سرپا سپاس رہتے ہیں سب جانتے ہیں مگر انہیں بھی درد کا منہ پر تعلیقات میں کہہ دینا پڑا کہ حافظ ابن حجر جب تک سچائی کا پہلو کمزور نہ کر دیں کسی حنفی عالم کے حالات بیان ہی نہیں کر سکتے۔ ”حافظ سخاوی کے اس نقطہ نظر کے نقوش درد کا منہ کے حواشی میں بہت ملیں گے۔“

یہ حقیقت درون خانہ طشت از بام ہونے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ محبت الدین محمد بن شحہ نے حافظ ابن حجر کے بارے میں بالکل درست فیصلہ صادر کیا ہے کہ ”حافظ ابن حجر تعصب کے اس مقام پر ہیں جہاں کسی متقدم یا متاخر حنفی عالم کے بارے میں ان کی باتیں یکسر بے اعتناء ہو جاتی ہیں۔“

سنہ وفات..... اکثر محققین کی رائے کے مطابق ۲۸ ذی الحجہ ۸۵۲ھ کو شنبہ کے دن بعد نماز عشاء علم و عمل کا یہ آفتاب غروب ہوا۔ اس وقت عمر شریف ۷۹ سال ۴ ماہ ۱۰ دن کی تھی۔ مرض الموت کا سبب سہال کی شدت تھی۔ ایام مرض الموت میں قاضی القضاۃ سعد الدین دیری برائے عیادت تشریف لائے اور حال دریافت کیا تو موصوف نے علامہ زنجشیری کے قصیدے کے چار شعر پڑھے۔

قرب الرحیل الی دیار لا آخرہ
ولد حم مہتی فی القبر و وحدتی
فانا مسکین الذی لایامہ
فلن رحمۃ فانت اکرم راحم

فاجعل الہی خیر عمری آخرۃ
وارحم عظامی حین تنقی تاخرہ
دلت باوزار غدت متواترہ
فبارجودک یا الہی ذاکرہ

طاش کبری زادہ نے وفات کی تاریخ اور سنہ ۱۸ ذی الحجہ ۸۵۸ھ دیا ہے جو صحیح نہیں ہے کیونکہ سال ولادت ۷۷۳ھ اور ۷۹ سال کی عمر پر خود صاحب مفتاح السعاده بھی متفق ہیں۔ اس کی رو سے سنہ وفات ۸۵۲ھ ہی صحیح ہوتا ہے۔ غالباً طاش کبری زادہ ہی کی تحقیق پر اعتماد کر کے نواب صدیق حسن خاں نے بھی لکھا ہے کہ ۱۸ ذی الحجہ ۸۵۸ھ یوم شنبہ کی صبح سویرے انتقال فرمایا اور اس وقت ان کی عمر ۷۹ سال ۴ ماہ ۱۰ دن تھی۔

جنازہ بہت دھوم سے اٹھا تھا۔ حافظ سخاوی کا بیان ہے کہ میں نے اتنا جم غفیر کسی کے جنازہ میں نہیں دیکھا۔ ابن فہد مکی لکھتے ہیں کہ ان کے جنازے میں بہت عظیم مجمع تھا۔ جنازہ کی نماز علم بلقینی نے پڑھائی اور نماز جنازہ میں سلطان ظاہر چقمق اور اس کے درباریوں نے بھی شرکت کی، کہا جاتا ہے کہ نماز جنازہ میں حضرت خضرؑ بھی شریک تھے۔

تدفین مصر کے مشہور قبرستان ”قراۃ الصغریٰ“ میں دیلمی کی تربت کے سامنے اور امام شافعی و شیخ مسلم سلمیٰ کی قبروں کے درمیان عمل میں آئی۔ حافظ سخاوی بیان کرتے ہیں کہ ان کی لاش کو کاندھا دینے کیلئے امراء اور اکابر ٹوٹے پڑے تھے اور وہ لوگ بھی ان کی قبر تک پیدل گئے جو کبھی اس کی نصف مسافت پیدل نہ گئے ہوں گے۔ علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ مجھ سے شہاب الدین منصور نے بیان کیا کہ وہ حافظ ابن حجر کے جنازے میں شریک تھے جب وہ نماز میں پہنچے تو آسمان نے لاش پر باران رحمت شروع کر دی اس وقت انہوں نے یہ اشعار پڑھے

قد لہ بکت السحب علی قاضی القضاۃ بالمطر

وانہلہم الرکن الذی

کان مشیداً من حجر

تصانیف..... حافظ ابن حجر نے اپنی طویل علمی زندگی میں مختلف فنون کی بکثرت کتابیں تصنیف کیں اور آپ کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ اپنی تصانیف کی شہرت و قبول عام کا مشاہدہ اپنی زندگی ہی میں کر لیا۔ امام سخاوی نے ان کی کل تصنیفات کی تعداد ۱۵۰ سے زائد بتائی ہے جن میں بیشتر کتابیں فن حدیث سے متعلق ہیں علامہ سیوطی نے (۱۸۶) کتابوں کے نام شمار کرائے ہیں اور ابن عمامہ حبلی نے (۷۲) تصانیف کے نام لکھے ہیں جن کی کل مجلدات کی تعداد (۱۱۲) ہے۔ چند مشہور تصانیف کا مختصر تعارف درج ذیل ہے۔

(۱) تعلیق التعلیق..... یہ آپ کی سب سے پہلی کتاب ہے جو ۸۰۴ھ کی تصنیف ہے۔ اس میں صحیح بخاری کی تعلیقات کی اسانید موصولہ کا ذکر ہے اور آثار موقوفہ اور متابعات سے بحث کی گئی ہے۔ اس کی تکمیل کبد شیوخ کی حیات میں

۱! بلاشبہ آسمان نے آنسو بہائے۔ قاضی القضاۃ پر بادش کے، ایک ایسا کن منہم ہو گیا جو حجر سے مضبوط بنا ہوا تھا۔ ۱۲

ہوئی اور شیوخ نے اس کے بے مثل ہونے کی شہادت دی۔ موصوف نے ایک جلد میں اس کی تلخیص بھی کی ہے جس کا نام ”التشویق الی وصل المبہم من التعلیق“ ہے اس کے بعد اس کو بھی مختصر کیا ہے۔ جس کا نام ”التوفیق بتعلیق التعلیق“ ہے۔

(۲) فتح الباری شرح صحیح البخاری..... اس مایہ ناز کتاب نے حافظ ابن حجر کو تاریخ علم و فن میں زندہ جاوید کر دیا۔ ان کو خود بھی اپنی تصنیف پر بجا طور پر ناز تھا۔ جیسا کہ امام سخاوی نے تصریح کی ہے کہ رایتہ فی مواضع اثنی علی شرح البخاری والتعلیق والنخبہ وقال السخاوی فی الضوء اللامع سمعت ابن حجر یقول لست راضیا عن شئی من تصانیفی لانی عملتها فی ابتداء الامر ثم لم یتھیا لی من تحریر ہا سوی شرح البخاری ومقدمته والمشتبہ والتہذیب ولسان المیزان۔

یہ شرح دس جلدوں میں ہے اور ”ہدی الساری“ کے نام سے ایک ضخیم جلد میں اس کا مقدمہ علیحدہ ہے۔ مقدمہ کی تالیف سے ۸۱۳ھ میں فراغت ہوئی۔ اس کے بعد ۸۱۷ھ سے فتح الباری کی تالیف کا کام شروع ہوا اور یکم رجب ۸۴۲ھ میں اس عظیم کام سے فراغت ہوئی۔

(۳) بلوغ المرام من ادلة الاحکام..... یہ حدیث کی کتاب ہے جس کا تعارف خود حافظ صاحب نے ان الفاظ میں کر لیا ہے یہ مختصر کتاب احکام شرعیہ کے دلائل حدیث پر مشتمل ہے میں نے اسے اسلئے تصنیف کیا ہے کہ جو شخص اسے یاد کر لے وہ اپنے ہمعصروں میں نابغ مانا جائے اس سے ایک مبتدی بھی استفادہ کر سکتا ہے اور منتہی بھی۔

(۴) لسان المیزان..... یہ امام ذہبی کی شہرہ آفاق تصنیف، میزان الاعتدال فی نقد الرجال کی تلخیص ہے اس کے متعلق خلیفہ چلی نے حافظ ابن حجر کا یہ قول نقل کیا ہے کہ میری خواہش تھی کہ میزان الاعتدال کے طرز پر ایک کتاب تصنیف کروں لیکن اس میں طول عمل معلوم ہوا اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ اسی کتاب کی تلخیص اس طرح کر دی جائے کہ ان اسماء کو حذف کر دیا جائے جن کی تخریج ائمہ ستہ یا ان میں سے بعض نے اپنی کتابوں میں کی ہے۔

(۵) الدرر النبی فی منتخب تخریج احادیث الہدایہ..... حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے جب امام رافعی کی شرح الوجیز کی تخریج احادیث کی تلخیص کی تھی اس وقت امام زیلیعی کی تخریج احادیث ہدایہ سے بھی مراجعت کی تھی، میرے بعض احباب نے اس کا خلاصہ کرنے کا مشورہ دیا تاکہ اس سے استفادہ کیا جاسکے میں نے ان کا مشورہ قبول کر کے اس کا بہترین خلاصہ کیا اس تلخیص سے ۸۲۷ھ میں فارغ ہوئے۔

(۶) الاصابہ فی تمییز الصحابہ..... طبقات صحابہ میں ہے اس میں استیعاب، ذیل استیعاب لابن عبد البر اور اسد الغابہ کا خلاصہ اور اس پر مزید اضافہ واستدراک ہے راقم الحروف نے اس کا بالاستیعاب مطالعہ کیا ہے۔

(۷) تہذیب التہذیب..... یہ فن رجال کی مشہور و ممتاز کتاب ہے جو حافظ عبد الغنی مقدسی متوفی ۶۰۰ھ کی الکمال فی معرفۃ الرجال، اور حافظ مزی متوفی ۷۴۲ھ کی تہذیب الکمال فی اسماء الرجال کی بہترین تلخیص ہے۔

(۸) تقریب التہذیب..... یہ تہذیب التہذیب کی بھی کی تلخیص ہے تہذیب کے آخر میں حافظ صاحب نے لکھا ہے کہ اس کی تالیف میں سات سال گیارہ ماہ لگے اور اس کی تلخیص جو تقریب کے نام سے موسوم ہے اس سے ۹ جمادی الآخرہ ۸۰۸ھ کو فراغت ہوئی۔ راقم الحروف کے مطالعہ میں یہ دونوں کتابیں رہی ہیں۔

(۹) تعجیل المنہجہ..... مسانید ائمہ اربعہ کے رجال سے علامہ محمد بن علی نے التذکرہ میں مفصل بحث کی ہے حافظ ابن حجر نے اس کو پیش نظر رکھ کر یہ تلخیص کی ہے اور ائمہ اربعہ کی دوسری تصانیف سے رواہ کا اضافہ کیا ہے۔

(۱۰) الدرر الکامنہ فی اعیان المائتہ الثامنہ..... اس میں آٹھویں صدی کے علماء فضلاء، صلحاء، امراء وغیرہ کے حالات و سوانح ہیں۔ تراجم کی کل تعداد (۴۵۰۰) ہے اس کی تالیف سے ۸۳۰ھ میں فراغت ہوئی اس کے بعد ۸۳۷ھ تک اس میں اضافہ فرماتے رہے پھر بھی آخر عمر تک اس کی تکمیل نہ ہو سکی اور بہت سے تراجم رہ گئے امام سخاوی نے اس پر

نظر ثانی کر کے مفید حواشی لکھے اور بہت سے تراجم کا اضافہ کیا۔

(۱۱) نخبۃ الفکر فی مصطلح اہل الاثر..... جن کتابوں پر خود حافظ ابن حجر کو ناز تھا ان میں سے ایک نخبۃ الفکر بھی ہے جو اصول حدیث میں نہایت جامع اور بہت عمدہ معتمد متن صغیر انجم ہونے کے باوجود کثیر النفع ہے اور سینکڑوں سال سے داخل درس ہے اس کی افادیت اور جامعیت کے پیش نظر بہت سے ارباب علم حضرات نے اس پر قلم اٹھایا اور حواشی و شروحات، تعلیقات و منظومات ہر طرح سے اس کی خدمت کی گئی۔

شروح و حواشی نخبۃ الفکر.....

(۱) نزہۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر..... یہ خود حافظ ابن حجر کی شرح ہے جس میں توضیح و تشریح کے ساتھ متن کی عبارت کو اس طرح سمویا ہے کہ شرح سے متن کا امتیاز اگر ناممکن نہیں تو دشوار ضرور ہے۔

(۲) نتیجۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر..... یہ حافظ موصوف کے صاحبزادے کمال الدین محمد کی شرح ہے۔

(۳) امعان النظر فی توضیح نخبۃ الفکر..... یہ مولانا محمد اکرم بن عبدالرحمن مکی کی شرح ممزوج ہے۔

(۴) حاشیہ نخبۃ الفکر..... از شیخ ابراہیم اللقانی المتوفی ۱۰۴۰ھ

(۵) تعلیق نخبۃ الفکر..... از علامہ زین الدین قاسم بن قطلوبغا الحنفی المتوفی ۸۷۹ھ

منظومات نخبۃ الفکر.....

(۱) عقد الدرر فی نظم نخبۃ الفکر..... از شیخ ابو حامد بن ابی المحاسن یوسف بن محمد القاسی المتوفی ۱۰۵۲ھ

(۲) منظومہ..... از ابن الصیرفی احمد بن صدقہ متوفی ۹۰۵ھ۔

(۳) منظومہ..... از کمال الدین محمد بن الحسن ششمی مالکی متوفی ۸۲۱ھ

(۴) منظومہ..... از شہاب الدین بن محمد متوفی ۸۹۳ھ

(۵) منظومہ..... از شیخ منصور سبط الناصر طبلداوی۔

(۶) منظومہ..... از قاضی برہان الدین محمد بن ابی اسحاق المقدسی المتوفی ۹۰۰ھ

شروح نزہۃ النظر.....

(۱) مصطلحات اہل الاثر علی شرح نخبۃ الفکر..... از ملا علی قاری بن سلطان محمد ہروی متوفی ۱۰۱۴ھ

(۲) ایواقیت والدرر علی شرح نخبۃ الفکر..... از شیخ محمد عوبعید الرواف المناوی الحدادی المتوفی ۱۰۳۱ھ

(۳) عقد الدرر فی جید نزہۃ النظر..... از مولانا عبداللہ صاحب ٹوٹکی

(۴) شرح شرح نخبۃ الفکر..... از مولانا وجیہ الدین بن نصر اللہ بن عماد الدین علوی گجراتی متوفی ۹۹۸ھ

(۵) شرح شرح نخبۃ الفکر..... از ابوالحسن محمد صادق بن عبدالمہادی السندھی الحنفی المتوفی ۱۱۳۸ھ

(۲۷) امام قدوری

نام و نسب..... احمد نام، ابوالحسین کنیت، قدوری نسبت اور والد کا نام محمد ہے۔ شجرہ نسب یہ ہے ابوالحسین احمد بن ابی بکر محمد بن احمد بن جعفر بن حمدان البغدادی القدوری۔

چوتھے طبقے کے فقہاء کبار میں سے بڑے جلیل القدر فقہ اور محدث تھے۔ آپ کا سنہ پیدائش ۳۶۲ھ ہے اور جائے پیدائش شہر بغداد

تحقیق کنیت..... مختصر القدروی کے اکثر نسخوں میں موصوف کی کنیت ابوالحسن مکتوب ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ آپ کی کنیت ابوالحسن ہے جیسا کہ تاریخ ابن خلکان، مدینۃ العلوم اور انساب سمعانی وغیرہ میں مذکور ہے۔

قدوری نسبت کی تحقیق..... مورخ ابن خلکان نے اپنی تاریخ ”وفیات الاعیان“ میں ذکر کیا ہے کہ ”قدوری بضم قاف و وال و بسکون واو قدوری کی طرف نسبت ہے جو قدر (بمعنی ہانڈی) کی جمع ہے۔ لیکن مجھے اس نسبت کا سبب معلوم نہیں۔“ صاحب مدینۃ العلوم فرماتے ہیں کہ قدوری صنعت قدور (دیگ سازی) کی طرف نسبت ہے یا اس کی خرید و فروخت کی طرف۔ یا قدور اس گاؤں کا نام ہے جس کے امام موصوف باشندے تھے۔ (دفیہ نظر، کذابی شرح درر البحار للربادی)

تحصیل علم..... امام قدوری نے علم فقہ اور علم حدیث رکن الاسلام ابو عبد اللہ محمد بن یحییٰ بن مہدی جرجانی متوفی ۳۹۸ھ سے حاصل کیا جو امام ابو بکر احمد جصاصی کے شاگرد ہیں۔ اور ابو بکر جصاص، ابوالحسن عبید اللہ کرخی کے تلمیذ رشید ہیں اور امام کرخی، ابو سعید بردعی کے خوشہ چیں ہیں اور ابو سعید بردعی علامہ موسیٰ رازی کے فیض یافتہ ہیں اور موسیٰ رازی امام محمد شیبانی کے علم پروردہ اور مایہ ناز فرزند ہیں۔ گویا امام قدوری نے پانچ واسطوں سے امام محمد شیبانی سے علم فقہ حاصل کیا ہے۔ حدیث محمد بن علی بن سواد اور عبید اللہ بن محمد جو سنی سے روایت کرتے ہیں۔ ابو بکر احمد بن علی بن ثابت خطیب بغدادی صاحب تاریخ، قاضی القضاۃ ابو عبد اللہ محمد بن علی بن نمدامغانی قاضی مفضل بن مسعود بن محمد بن یحییٰ بن ابی الفرج التوخی متوفی ۴۲۳ھ صاحب اخبار الخوین وغیرہ کو آپ سے شرف تلمذ حاصل ہے۔

امام قدوری کی توثیق..... خطیب بغدادی فرماتے ہیں کہ ”میں نے آپ سے حدیث لکھی ہے۔ آپ صدوق تھے اور حدیث کی روایت کم کرتے تھے۔“ امام سمعانی فرماتے ہیں کان فقیہا صدوقاً انتہت الیہ ریاست اصحاب ابی حنیفہ۔ بالعراق وعز عندهم قدره وار تفع جاہہ وکان حسن العبارة فی النظر مديماً لتاوة القرآن۔“ آپ فقیہ و صدوق تھے۔ آپ کی وجہ سے عراق میں ریاست مذہب حنیفہ کمال پر پہنچی اور آپ کی بڑی قدر و منزلت ہوئی۔ آپ کی تقریر و تحریر میں بڑی دل کشی تھی۔ ہمیشہ تلاوت قرآن کرتے تھے، قاضی ابو محمد نے طبقات الفقہاء میں آپ کا تذکرہ کرتے ہوئے پر زور الفاظ میں تعریف کی ہے۔

اہل کمال کی قدردانی..... اختلاف عقائد و اختلاف جزئیات مسائل کے باوجود مخالفین سے حسن سلوک اور اہل کمال کی قدردانی ہمارے اسلاف کا عام شیوہ رہا ہے۔ امام قدوری اور شیخ ابو حامد اسفرائینی شافعی کے مابین ہمیشہ علمی حدیثی مناظرے رہے ہیں۔ مگر امام قدوری ان کی نہایت تعظیم و تکریم کرتے تھے۔

فقہی مقام..... ابن کمال پاشا نے آپ کو اور صاحب ہدایہ کہ طبقہ خامسہ یعنی اصحاب ترجیح میں شمار کیا ہے اکثر علماء نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ حضرات قاضی خاں وغیرہ سے بڑھے ہوئے ہیں اور بالفرض بڑھتے ہوئے نہ ہوں تو برابر کے ضرور ہیں۔ پس امام قدوری کو بھی تیسرے طبقہ میں شمار کرنا چاہیے۔

رحلت و وفات..... امام قدوری نے شہر بغداد میں عمر ۶۶ سال اتوار کے دن ۵ رجب ۴۲۸ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا اور اسی روز ”درب ابی خلف“ میں مدفون ہوئے۔ اس کے بعد آپ کو ”شارع منصور“ کی طرف منتقل کر لیا گیا۔ اب آپ ابو بکر خوارزمی حنفی کے پہلو میں آرام فرما ہیں۔ ”مادۃ تاریخ“ ”لامع النور“ ہے۔

بجائال دیدہ جال روشنش باد

ہزاراں فیض بر جان و تنش باد

تصانیف.....

(۱) تجرید..... یہ سات جلدوں میں ہے۔ اس میں اصحاب حنیفہ و شافعیہ کے مسائل خلاف پر محققانہ بحث کی ہے اس کا املا آپ نے ۴۰۵ھ میں شروع کر لیا ہے۔

(۲) مسائل الخلاف..... اس میں علل و ادلہ سے تعرض کئے بغیر صرف امام صاحب اور آپ کے اصحاب کے مابین

فردی اختلاف کا ذکر ہے۔

(۳) تقریب..... اس میں مسائل کو معہ اولہ ذکر کیا ہے۔

(۴) شرح مختصر الکفر خی

(۵) شرح ادب القاضی

مختصر القدوری..... یہ تقریباً ایک ہزار سال کا قدیم مستند متن متین ہے۔ جس میں بیسیوں کتابوں سے تقریباً بارہ ہزار ضروری مسائل کا انتخاب ہے اور عہد تصنیف سے آج تک پڑھایا جا رہا ہے قدرت نے اس کتاب کی عظمت خفی مسلمانوں میں اتنی بڑھادی ہے کہ طاش کبری زادہ نے لکھا ہے۔ ”ان ہذا المختصر تبرک بہ العلماء حتی جربوا قراتہ اوقات الخدا وایام الطاعون۔“ علماء نے اس کتاب سے برکت حاصل کی ہے۔ مصائب اور طاعون میں اسکو آزمایا گیا ہے۔

صاحب ”مصابح انوار الادعیہ“ نے ذکر کیا ہے کہ جو شخص اس کو حفظ کر لے وہ فقر و فاقہ سے مامون رہے گا۔ نیز جو شخص اس کو کسی صالح استاد سے پڑھے اور وہ ختم کے وقت برکت کی دعا کرے تو انشاء اللہ وہ اس کے مسائل کی شمار کے موافق دراہم کا مالک ہوگا۔

کشف الظنون وغیرہ میں اور چیزیں بھی اس سلسلہ میں نقل کی گئی ہیں کم از کم اتنا تو ہمیں بھی ماننا چاہئے کہ مصنف کے تقویٰ اور تقدس کا اثر پڑھنے والوں کی طرف منتقل ہوتا ہے۔

حفاظ قدوری..... صاحب ”الجواهر المہیہ“ نے اپنے بھائی محمد بن محمد بن نصر اللہ بن سالم بن ابی الوفاء القرشی متوفی ۷۲۲ھ کے متعلق لکھا ہے کہ یہ مختصر القدوری کا حافظ تھا۔

کرامت عجیبہ..... علامہ بدر الدین عینی نے شرح ہدایہ میں ذکر کیا ہے کہ امام قدوری اپنی مختصر کی تصنیف سے فارغ ہو کر اس کو سفر حج میں ساتھ لے گئے اور طواف سے فارغ ہو کر حق تعالیٰ سے دعا کی۔ بارالہا! اگر مجھ سے کہیں اس میں غلطی یا بھول چوک ہو گئی ہو تو مجھے اس پر مطلع فرما۔ اس کے بعد آپ نے کتاب کو اول سے لے کر آخر تک ایک ایک ورق کھول کر دیکھا تو پانچ یا چھ جگہ سے مضمون نحو تھا۔ فہذا من اجل کراماتہ۔

بنا کے آئینہ دیکھے ہے پہلے آئینہ گر ہنرور اپنے بھی عیب و ہنر کو دیکھتے ہیں (ذوق)

کتب فقہیہ کی اہمیت..... قدوری اور کنز کا لفظ بولنے میں تو نہایت سبک اور ہلکا معلوم ہوتا ہے لیکن میرے نزدیک یہ کتابیں اسلام کے بہترین دل و دماغ کی انتہائی عرق ریز یوں کے آخری منہج نتائج ہیں۔ خدا جزائے خیر دے ان بزرگوں کو جنہوں نے دین کی دشواریوں کو حل کر کے مذہبی زندگی گزارنے والوں کیلئے راہ آسان کر دی۔

شروح و حواشی مختصر القدوری.....

(۱) خلاصۃ الدلائل فی تنقیح المسائل..... از امام حسام الدین علی بن احمد مکی متوفی ۵۹۸ھ

(۲) المجتبی..... از نجم الدین محمد بن محمود بن محمد زایدی (معتزلی الاعتقاد خفی الفروع) متوفی ۶۵۶ھ تین جلدوں میں ہے۔

(۳) السراج الوہاج الموضح لکل طالب محتاج تین جلد۔

(۴) الجوہرۃ البیضاء..... دو جلد۔ یہ دونوں ابو بکر بن علی الحدادی المتوفی ۸۰۰ھ کی تصانیف ہیں۔

(۵) شرح قدوری..... از محمد شاہ بن الحاج حسن رومی ۹۳۹ھ

(۶) جامع المضممرات..... از یوسف بن عمر بن یوسف الصوفی الکادوری۔

۱۔ وہو من الکتاب الغیر السعیدہ، قال فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ۔ نقل الزایدی لایعدض نقل المعبرات السعیدۃ فانہ ذکر ابن دہبان لہ لایصح الی ما نقلہ صاحب الفقیہ مخالفاً للقول اعدا لم یعضدہ نقل من غیرہ، ومثلہ فی التہر ایضاً انتہی وفیہ ایضاً فی موضع آخر الحدادی للزایدی مشہور بتعلیل الروایات الضعیفہ۔ ۱۲

- (۷) تصحیح القدوری..... از علامہ زین الدین قاسم بن قطلوبغا متوفی ۹۷۹ھ
- (۸) شرح قدوری..... از امام احمد بن محمد معروف بن نصر الاقطع متوفی ۴۷۲ھ دو جلدوں میں۔
- (۹) البحر الزاخر..... از شیخ احمد بن محمد بن اقبال۔
- (۱۰) النوری شرح القدوری..... از محمد بن ابراہیم رازی متوفی ۶۱۵ھ
- (۱۱) ملتئم الاخوان..... از ابو المعالی عبد الرب بن منصور غزنوی متوفی ۵۰۰ھ
- (۱۲) الکفایہ..... از اسماعیل بن الحسین الکبیری
- (۱۳) البیان..... از محمد بن رسول الموقانی۔
- (۱۴) التقرید..... از محمود بن احمد قونوی متوفی ۷۷۰ھ چار جلدوں میں ہے۔
- (۱۵) اللباب..... از جلال الدین ابوسعید مطهر بن الحسن بن سعد بن علی مندریزدی۔ دو جلدوں میں ہے۔
- (۱۶) زاد الفقہاء..... از ابو المعالی بہاء الدین۔
- (۱۷) الینایج فی معرفۃ الاصول والتفاریح..... از بدر الدین محمد بن عبد اللہ شبلی طرابلسی متوفی ۷۶۹ھ
- (۱۸) شرح القدوری..... از شہاب الدین احمد سمرقندی۔
- (۱۹) از رکن الاممہ عبدالکریم بن محمد بن علی الصیغی۔
- (۲۰) شرح القدوری..... از ابو اسحاق ابراہیم بن عبدالرزاق بن ابی بکر بن رزق اللہ بن خلف الرسفی مشہور بابن المحدث متوفی ۶۹۵ھ، یہ بھی نامکمل ہے۔
- (۲۲) شرح قدوری..... از امام ابو العباس محمد بن احمد الجوبی۔
- (۲۳) تنقیح الضروری حاشیہ قدوری..... از مولانا نظام الدین کیرانوی۔ (۱)
- (۲۴) الصحیح النوری شرح اردو مختصر القدوری..... از رافضی سطور محمد حنیف غفرلہ گنگوہی۔

(۲۸) صاحب ہدایہ

نام و نسب..... علی نام، ابو الحسن کنیت، برہان الدین لقب اور والد ابو بکر ہیں۔ شجرہ نسب یہ ہے۔ ابو الحسن علی ابی بکر عبد الجلیل بن الخلیل ابی بکر حبیب۔ سلسلہ نسب سیّدنا ابو بکر صدیق ؓ سے ملتا ہے۔ آپ کی پیدائش ۸ رجب المرجب ۵۱۱ھ میں دو شنبہ کو عصر کے بعد ہوئی۔ ۵۴۴ھ میں آپ زیارت حرین سے مشرف ہوئے۔

وطن عزیز..... عام طور پر آپ کا وطن مرغینان ہی بتلایا جاتا ہے۔ جو مراغہ کا ایک قصبہ ہے لیکن صاحب ہدایہ کے ہم وطن بادشاہ بابر نے ”تزک“ میں صاحب ہدایہ کے گاؤں کا نام ”رشدان“ بتلایا ہے، جو مرغینان کے تعلقہ میں تھا۔ صاحب مفتاح السعاده نے بھی مرغینانی کے بعد نسبت میں رشدانی بڑھایا ہے۔

تحصیل علوم..... صاحب ہدایہ نے اپنے دور کے ان اساطین امت سے علوم کی تحصیل کی تھی جو ہر فن میں مرجع خلافت تھے۔ جن کے اسماء کی ایک طویل فہرست جس کو مثنیٰ کہتے ہیں، بقول حافظ عبدالقادر قرشی صاحب جواہر مہیہ خود صاحب ہدایہ نے مرتب کی ہے جس میں اپنے شیوخ اور ان کی مرویات کو جمع کیا ہے چند خاص اساتذہ کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

اساتذہ و شیوخ..... مفتی الثقلین نجم الدین ابو حفص عمر بن محمد بن احمد بن اسماعیل بن لقمان النسفی متوفی ۵۳۷ھ مثنیٰ مذکور کو انہی کے ذکر سے شروع کیا ہے، ان سے ان کی بعض تصانیف پڑھی ہیں اور مسندات خصاف کا سماع کیا ہے، ابو الیث

احمد بن حفص عمر النسفی متوفی ۵۴ھ ابو الفتح محمد بن عبد الرحمن بن ابی بکر بن محمد ابی توبہ الشہینی المروزی، ان سے صحیح بخاری کا اکثر حصہ پڑھا ہے ضیاء الدین محمد بن الحسین بن ناصر بن عبد العزیز البندنجی، ان سے فقہ پڑھا ہے اور شیخ المسلم کی اجازت حاصل کی ہے۔ محمد بن الحسن بن مسعود بن الحسن ان سے طحاوی کی شرح آثار کی اجازت حاصل کی ہے، شیخ الاسلام ضیاء الدین ابو محمد صاعد بن اسعد بن اسحاق بن محمد بن امیرک المرغینانی۔ ان سے مرغینان میں ترمذی شریف پڑھی ہے، شیخ عثمان بن ابراہیم بن علی بن نصر بن اسماء الخواقندی۔ ان سے کچھ فقہی مسائل پڑھے ہیں، ابو البرکات صفی الدین عبد اللہ بن محمد بن الفضل بن احمد بن احمد بن محمد الصاعدی الفرادی۔ ان سے نیشاپور میں بالمشافہہ اجازت مطلقہ ملی ہے۔ ابو محمد حسام الدین عمر بن عبد العزیز بن عمر بن مازہ مشہور بصدر الشہید متوفی ۵۲۶ھ، تاج الدین احمد بن عبد العزیز بن عمر بن مازہ مشہور بصدر السعید، قوام الدین احمد بن عبد الرشید بن الحسین البخاری متوفی ۵۹۹ھ، ابو عمرو عثمان بن علی بن محمد بن محمد بن علی البیکندی متوفی ۵۵۲ھ، ابو شجاع ضیاء الاسلام عمر بن محمد بن عبد اللہ النخعی البسطامی، شیخ الاسلام بہاؤ الدین علی بن محمد بن اسماعیل بن علی بن احمد بن محمد بن اسحاق السمرقندی الابجالی متوفی ۵۳۵ھ ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحمن البخاری متوفی ۵۴۶ھ، منہاج البیہ محمد بن محمد بن الحسین۔ قال صاحب الہدایہ فی حقہ لم تر عینی مثله والاعز منہ ولا اوفر منہ علما۔

مکمل تصویر..... ان محترم و مقدس ہستیوں کے فیضان صحبت نے آپ کو کشور علم و فضل کا تاجدار بنالیا۔ جس کی مکمل تصویر صاحب جواہر مضیہ نے اس طرح کھینچی ہے جس میں ان کے چہرہ فضل و کمال کا ایک ایک خد و خال نمایاں ہو جاتا ہے۔ فرماتے ہیں۔

”کان اماما، فقیہا، حافظا، محدثا، مفسرا، جامعاً للعلوم، ضابطاً للفنون، متقناً محققاً نظاراً مدققاً، زاهدا، ورعا

بارعا، فاضلا، ماہرا، اصولیا ادبیا، شاعرا لم تر العیون مثله فی العلم والادب۔“

صاحب ہدایہ امام وقت، فقیہ بے بدل، حافظ دوراں، محدث زماں، مفسر قرآن، جامع علوم، ضابطہ فنون، پختہ علم، محقق، وسیع النظر، باریک بین، عابد و زاہد، پرہیزگار، فائق الاقران، فاضل الاعیان ماہر فنون، اصولی، بے مثل ادیب اور بے نظیر شاعر تھے۔ علم و ادب میں آپ کا ثانی نہیں دیکھا گیا۔

آپ کے ہم عصر علماء امام فخر الدین قاضی خاں، صاحب محیط و ذخیرہ محمود بن احمد بن عبد العزیز۔ شیخ زین الدین ابونصر احمد بن محمد بن عمر عتابی اور صاحب فتاویٰ ظہیریہ محمد بن احمد بخاری وغیرہ نے آپ کے فضل و تقدم کا اقرار کرتے ہوئے داد قابلیت پیش کی ہے۔ قال عبد القادر القرشی ”اقر له اهل مصره بالفضل والتقدم۔“

صاحب ہدایہ کا عالی مقام..... ابن کمال پاشا نے آپ کو اصحاب ترجیح میں گنا ہے۔ جن کی کارگزاری صرف اتنی ہی ہوتی ہے کہ صاحب مذہب سے جو مختلف روایتیں ہوں ان میں سے کون افضل ہے اور کون منقول اس کو بتاتے ہیں۔ کقولہم هذا اصح روایت، هذا اوفق بالناس۔ لیکن اکثر علماء نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ آپ کی شان قاضی خاں سے کم نہیں۔ چنانچہ خود قاضی خاں اور زین الدین عتابی سے منقول ہے کہ صاحب ہدایہ فقہ میں اپنے ہم عصروں پر فوقیت رکھتے تھے۔ بلکہ اپنے اساتذہ سے بھی سبقت لے گئے تھے۔ نیز نقد و لائل و استخراج مسائل کا جو ملکہ آپ کو حاصل ہے وہ محتاج بیان نہیں پس انصاف یہ ہے کہ آپ کو مجتہدین فی المذہب کے زمرہ میں شمار کیا جائے، جس میں امام ابو یوسف اور امام محمد تھے۔

درس و تدریس..... باب افادہ و درس بہت وسیع تھا۔ شیخ الاسلام جلال الدین محمد، نظام الدین عمر شیخ الاسلام عماد الدین بن ابی بکر، شمس الاممہ محمد بن عبد الستار بن محمد کروری، جلال الدین محمود بن الحسین، شیخ الاسلام الاشتر دشنی برہان الاسلام زرنوبی، قاضی القضاہ محمد بن علی بن عثمان سمرقندی جیسے آفتاب و ماہتاب آپ ہی کے دامن تربیت سے فیضیاب ہیں، صاحب جواہر مضیہ نے قاضی عمر بن محمود بن محمد کے حالات میں بحوالہ صاحب ہدایہ لکھا ہے آپ فرماتے ہیں کہ یہ میرے پاس رشدان سے تحصیل فقہ کیلئے آئے اور ایک مدت تک میرے درسی و وظائف کی پوری پابندی کرتے رہے، جب

واپسی کا ارادہ کیا تو میرے پاس یہ اشعار لکھے۔

وحاز اساليب العلى والمحامد
وانت جميع الناس فى ثوب واحد
وانت الذى رببتى مثل والد
فهل منك اذن يا كبير الاما جد
فلا بديو ما ان يكون بعائد

ايذا الذى ذاق الانام جميعها
وانت عديم المثل لازالت باقيا
وانت الذى ءا سورا العلى
اريد المرحالا من ذراك ضرورة
فان طال الباث الغريب ببلدة

حاشیہ عنایہ ص ۱۹۲/۳ پر ہے کہ سب سے پہلے ہدایہ کتاب خود ان کے مصنف سے علامہ شمس الاممہ کروری نے پڑھی۔
بدأت سبق میں صاحب ہدایہ کا خاص طرز عمل..... صاحب ہدایہ کے تلمیذ خاص برہان الاسلام زر نوجی نے
تعلیم المتعلم میں ذکر کیا ہے کہ ہمارے استاد (صاحب ہدایہ) کی خاص عادت تھی کہ آپ اسباق کی ابتداء بدھ کے روز کراتے
تھے اور اس سلسلہ میں یہ حدیث روایت کرتے تھے ”ما من شئ بدی يوم الاربعاء الا تم۔“ ایسی کوئی چیز نہیں جو بدھ کے روز
شروع کی جائے اور وہ پوری نہ ہو۔ امام صاحب کا بھی طرز عمل یہی تھا۔

صاحب ہدایہ نے یہ حدیث شیخ قوام الدین احمد بن عبدالرشید بن حسین بخاری سے سند متصل روایت کی ہے۔ فوائد
بہیہ میں ہے کہ بعض محدثین نے اس روایت کے متعلق کلام کیا ہے، چنانچہ شیخ شمس الدین محمد بن عبدالرحمن سخاوی نے
”المقاصد الحسنة فى الاحاديث المشتهرة على الاستقامة“ کہا ہے کہ مجھے اس کی کوئی اصل نہیں ملی۔ نیز حدیث جابر رضی اللہ عنہ
”يوم الاربعاء يوم نحس مستمر“ (۱) کے معارض ہے۔ ملا علی قاری نے المصنوع فی معرفۃ الموضوع میں حدیث جابر کے یہ
معنی بیان کئے ہیں کہ بدھ کا روز کفار کے حق میں نحس ہے جس کا مفہوم یہ نکلا کہ مومنین کے حق میں سعد ہے پس دونوں
حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں۔ مولانا عبدالحی صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے حدیث اول کیلئے ایک اور اصل تلاش کی ہے اور
وہ یہ کہ امام بخاری نے (ادب میں) امام احمد و براء نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد فتح میں
پیر، منگل، بدھ تین ایام میں دعا کی اور بدھ کے روز ظہر و عصر کے درمیان دعا مقبول ہوئی۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے
جب بھی کوئی امر مہم درپیش ہوا تو میں نے بدھ کے روز ظہر و عصر کے مابین دعا کی اور وہ مقبول ہوئی۔

علامہ سیوطی نے سهام الاصابۃ فی الدعوات المستجابۃ میں کہا ہے کہ اس کی اسناد جید ہے نور الدین علی بن احمد سمہودی
نے ”وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ“ میں اس حدیث کو مسند احمد کی طرف منسوب کرنے کے بعد کہا ہے کہ اس کے راوی ثقہ ہیں
۔ پس اس حدیث سے یہ نکلا کہ بدھ کے روز میں ایک مستحباب ساعت ہے۔ اس لئے علماء نے بدھ کے روز اسباق کی ابتداء کو
بہتر خیال کیا ہے۔ علاوہ ازیں صحیح روایت سے ثابت ہے کہ حق تعالیٰ نے بدھ کے روز نور کی تخلیق کی اور ظاہر ہے کہ علم سر اسر
نور ہے فیقاس لتمامہ بیدایت اذیابی اللہ الا ان یتم نورہ۔

وفات حسرت آیات..... صاحب ہدایت نے ۱۲ زی الحجہ ۵۹۳ھ یا ۵۹۶ھ میں شب سہ شنبہ کو عالم آب و گل سے
رشتہ حیات منقطع کیا اور سرزمین سمرقند میں یہ آفتاب علم و ہدایت یہ کہتا ہوا کہ اے
چنیں قفس نہ سزائے چو من خوش الحانست
روم بگلشن رضواں کہ مرغ آں چمنم
ہمیشہ کیلئے روپوش ہو گیا۔ رحمۃ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

کہا جاتا ہے کہ سمرقند میں تقریباً چار سو نفوس مدفون ہیں جن میں سے ہر ایک کا نام محمد ہے۔
الباقیات الصالحات..... صاحب ہدایہ کے تین صاحبزادے تھے۔ عماد الدین، نظام الدین عمر، ابوالفتح جلال الدین محمد

اے رواہ الطبرانی فی الاوسط اے ہدایہ گویا اس باب میں قرآن سے مشابہ ہے جس نے گزشتہ شرائع کی کتابوں کو منسوخ کر دیا۔ پس اس
کتاب کو پڑھتے رہو اور اس کی خواندگی لازم کر لو، اگر تم ایسا کرو گے تو تمہاری گفتگو سچی اور غلطیوں سے پاک ہو جائے گی۔ ۱۲

اور تینوں صاحب فضل و کمال اور والد ماجد سے تربیت یافتہ تھے۔ جلال الدین محمد نے ادب اور فقہ میں نام روشن کیا۔ عماد الدین نے کتاب ”ادب القاضی“ اور نظام الدین عمر نے ”جواہر الفقہ“ اور ”الفوائد“ وغیرہ کتابیں یادگار چھوڑیں۔ تصانیف و تالیفات..... آپ کی تصانیف ہدایہ، کفایہ، منہجی، تجنیس، مزید، مناسک حج، نشر للذہب، مختارات النوازل، فرائض العثمانی، مختار الفتاوی وغیرہ نہایت گر افندہ نافع و مفید ہیں۔ بالخصوص ہدایہ تو آپ کا وہ مایہ ناز و بلند پایہ علمی شاہکار ہے جس کی نظیر آج تک دنیائے علم و فن کا کوئی فرزند پیش نہیں کر سکا۔

ہدایہ..... ہدایہ میں گو فقہ کے تمام مسائل نہیں ہیں اور ان مختصر جلدوں میں فقہ جیسے بحر ذخار علم کا سمنا مشکل کیا ہے بھی ناممکن۔ لیکن دماغ کی جتنی ورزش، اس کی عجیب و غریب سہل ممتنع عبارتوں سے ہوتی ہے میں نہیں جانتا کہ اس مقصد کے لئے ہدایہ سے بہتر کتاب مسلمانوں کے پاس موجود ہے۔ ہدایہ کے پڑھنے والے کج راہی اور غلط روی کے شکار نہیں ہو سکتے۔ خود صحیح سوچنے اور دوسرے کے کلام کے صحیح مطلب کے سمجھنے کا جتنا اچھا سلیقہ یہ کتاب پیدا کر سکتی ہے عام کتابوں میں اس کی نظیر مشکل ہی سے ملتی ہے پس کسی شاعر کا اس قطعہ میر

ان الهدایہ کا لقرآن قد نسخت

ما صنفو قبلها فی الشرع من کتب

فاحفظ قراتها والزم تلاوتها

مبالغہ نہیں بلکہ حقیقت کا اظہار ہے۔ و کذا فی انشاد عماد الدین ابن صاحب الهدایہ۔

الی حافظہ و یجلوا العمر

فمن ناله نال اقصر المنی

کتاب الهدایہ یهدی الہدی

فلازمه واحفظ یاذا العجی

تالیف ہدایہ..... صاحب کتاب نے اپنی تصنیف ہدایہ کے دیباچہ میں کہا ہے کہ شروع ہی سے میرے دل میں یہ بات آتی تھی کہ فقہ میں کوئی کتاب ایسی ہونی چاہیے جو صغیر انجم ہونے کے ساتھ ساتھ ہر نوع کے مسائل پر حاوی ہو۔ حسن اتفاق کہ چندے بعد ہی میں نے امام قدوری کی مختصر پائی، جو اپنی نظیر آپ ہے۔ ادھر میں نے جامع صغیر کے حفظ و ضبط کا غایت درجہ اہتمام دیکھا تو میں نے ان دونوں کا انتخاب کر کے جامع صغیر کی ترتیب پر ایک کتاب ہدایت المبتدی کے نام سے تصنیف کی۔ اگر توفیق شامل حال رہی تو اس کی شرح بھی لکھوں گا جس کا نام کفایۃ المبتدی ہوگا۔

صاحب مفتاح السعاده لکھتے ہیں۔ ”شرحها شرحافی نحو ثمانین مجلدات و سماء کفایت المنتہی۔“ کہ حق تعالیٰ کی طرف سے آپ کو شرح کی توفیق ہوئی اور آپ نے اسی جلدوں میں اس کی شرح لکھی جس کا نام کفایۃ المبتدی ہے۔ پھر اس شرح کا اختصار کیا جس کو ہدایہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ جس طرح صاحب ترجمہ حنفی عالم کی ہدایہ اور کفایہ نام سے ہے اسی طرح حنابلہ میں ابو الخطاب کی ہدایہ اور شافعی میں سے شیخ نجم الدین بن الرفعہ کی بحفایہ بھی انہی ناموں سے مشہور ہے۔

زمانہ تالیف..... موصوف نے ماہ ذیقعدہ ۵۷۳ھ میں بروز چہار شنبہ بعد نماز ظہر ہدایہ کی تصنیف شروع کی اور پوری عرق ریزی و جانکاهی کے ساتھ مسلسل تیرہ سال تک اس طرح مصروف رہے کہ ہمیشہ روزہ رکھتے اور اس کی بھی کوشش کرتے کہ کسی کو روزہ کی اطلاع نہ ہو۔ چنانچہ خادم کھانا رکھ کر چلا جاتا اور آپ کسی طالب علم کو بلا کر کھلا دیتے۔ خادم واپس آتا اور برتن خالی دیکھ کر خیال کرتا کہ کھانے سے فارغ ہو چکے۔

ہدایہ کی اہمیت..... حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری نے علامہ زیلیعی کی نصب الرایہ کے مختصر سے پیش نامہ میں حضرت علامہ کشمیری کا قول براہ راست ان ہی سے سن کر نقل کیا ہے کہ ابن ہمام کی فتح القدیر جیسی کتاب لکھنے کے لئے اگر مجھ سے کہا جائے تو یہ کام کر سکتا ہوں، لیکن اگر ہدایہ جیسی کتاب لکھنے کا مطالبہ کیا جائے تو ”ہرگز نہیں کے سوا اس کا کوئی

جواب میرے پاس نہیں ہے۔“ مولانا مناظر احسن گیلانی فرماتے ہیں کہ غالباً خاکسار سے بھی حضرت شلہ صاحب نے یہی فرمایا تھا۔ شاہ صاحب کی جانب اس مفہوم کی نسبت ان الفاظ میں بھی کی جاتی ہے کہ ”الحمد للہ میں ہر کتاب کے مخصوص طور پر کچھ نہ کچھ لکھ سکتا ہوں لیکن چار کتابیں اس سے مستثنیٰ ہیں۔ قرآن عزیز، بخاری شریف، مثنوی اور ہدایہ۔“ علامہ کشمیری کی جلالت شان سے جو واقف ہیں وہ ان کے اس قول کے وزن کو محسوس کر سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ صاحب ہدایہ کی وفات پر ساڑھے سات سو سے زیادہ زمانہ گزر چکا مگر ہدایہ آج بھی اسی طرح نصاب میں باقی ہے۔ وجہ یہی ہے کہ جن مقاصد کے پیش نظر یہ کتاب نصاب میں داخل کی گئی ہے فقہ حنفی میں کوئی دوسری کتاب اب تک ایسی تصنیف ہی نہیں ہوئی جو اس کی قائم مقامی کر سکے۔

حفاظ ہدایہ..... شیخ محی الدین عبدالقادر قرشی نے الجواہر المہیہ میں شمس الدین محمد بن الحسن حلبی کے حالات میں لکھا ہے کہ یہ صغریٰ سن میں کتاب ہدایہ کو ازبر کر چکے تھے، حفظ کے بعد انہوں نے فقہاء کی ایک جماعت کو ہدایہ سنائی جن میں علامہ ابو حفص عمر بن الوروی بھی ہیں۔ انہوں نے مختلف مقامات سے ہدایہ کو سن کر مذکورہ ذیل عبارت میں اجازت نامہ لکھ کر مرحمت کیا۔ اما بعد حمد اللہ علی حسن البدایتہ والصلوة علی نبیہ محمد الموصوف فی الکتب بما فیہ الکفایتہ وعلی آلہ واصحابہ سفن النجاة و نجوم الہدایتہ فقد عرض علی الفاضل اللیب شمس الدین محمد بن الحسن الحنفی من کتاب الہدایتہ مواضع متوافرة اوائلہ وواسطہ واداخرہ، فجرى فیہ بلسان رطب فصیح جرى من جمع (یعنی طرفہ بالیاء والنون وهذا جمع السلامتہ وبالفاء والواو وهذا جمع الصحیح) فہو جیب من نجیب لابل عجیب من عجیب لابل علم من علم ومن یشابہ اباه فما ظلم، فاللہ تعالیٰ یرزقہ العلم والعمل بما فی الکتاب، وغیرہ بدع لمحمد بن الحسن ان یعد من اعیان الاصحاب، حور ذلك فی منتصف شعبان سنہ اربع واربعین وسبع مائتہ نیز شہاب الدین محمود بن ابی بکر بن عبد القاہر متوفی ۶۸۰ھ کے متعلق لکھا ہے کہ یہ بھی ہدایہ کے حافظ تھے۔

احادیث ہدایہ کے متعلق ایک غلط فہمی کا ازالہ..... صاحب ہدایہ نے مسائل کے سلسلہ میں جن احادیث و آثار سے استدلال کیا ہے بعض حضرات کو ان کے متعلق ضعف کا اور صاحب ہدایہ کی قلت نظر کا شبہ ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ شیخ عبدالحق صاحب دہلوی نے بھی ان کی نسبت اپنے خیالات کا اظہار ان لفظوں میں کیا ہے۔

و کتاب ہدایہ کہ در دیار مشہور و معتبر ترین کتابا است نیز درین وہم انداختہ چہ مصنف وے در اکثر بنائے کار بر دلیل معقول نہادہ و اگر حدیثی آوردہ نزد محدثین خالی از ضعف نہ، غالباً اشتغال آن استاد در علم حدیث کمتر بودہ است و لیکن شرح شیخ ابن الہمام جزاء اللہ خیر الجزاء تلافی آن نمودہ و تحقیق کار فرمود است (شرح سفر السعاده ص ۲۳)

اور کتاب ہدایہ نے بھی جو اس دیار میں مشہور اور معتبر ترین کتابوں میں سے ہے اس وہم میں (کہ مذہب شافعی بہ نسبت مذہب حنفی حدیث کے زیادہ موافق ہے) ڈال دیا ہے کیونکہ اس کے مصنف نے بیشتر دلیل عقلی ہی پر بنا رکھی ہے اور جو حدیث لاتے ہیں وہ محدثین کے نزدیک ضعف سے خالی نہیں ہوتی۔ غالباً ان کا شغل علم حدیث سے کم رہا ہے۔ لیکن شیخ ابن الہمام کی شرح ہدایہ نے اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ اس کی تلافی کر دی ہے اور انہوں نے تحقیق سے کام لیا ہے۔

حالانکہ نہ تو صاحب ہدایہ کا شغل علم حدیث کم تھا بلکہ وہ خود بڑے محدث اور حافظ حدیث تھے، اور نہ جو حدیثیں وہ بیان کرتے ہیں وہ ضعیف ہیں کیونکہ وہ سب ائمہ متقدمین کی کتابوں سے منقول ہیں بلکہ بات یہ ہے کہ جس طرح امام بغوی نے مصابیح السنۃ میں اور شاہ ولی اللہ صاحب نے حجتہ اللہ البالغہ میں اپنے ائمہ کی کتابوں پر اعتماد کرتے ہوئے بلا حوالہ و سند ذکر کیا ہے اسی طرح صاحب ہدایہ نے متقدمین ائمہ پر اعتماد کرتے ہوئے ان کی روایات کو اپنی تصنیف میں جگہ دی ہے۔ بعد میں فتنہ تاتار میں متقدمین کا علمی سرمایہ بہت کچھ ضائع ہو گیا اور بہت سی کتابیں جو پہلے متداول تھیں اب فتنہ میں بالکل یہ معدوم

ہو گئیں۔ اب ارباب تخریج نے ان روایات کو متقدمین ائمہ کی تصانیف میں تلاش کرنے کی بجائے ان کتابوں میں تلاش کیا ہے جو ان کے عہد میں تھیں۔ اسی لئے ان کو متعدد روایات کے متعلق یہ کہنا پڑا کہ یہ روایت ہم کو ان لفظوں میں نہ مل سکی۔ ورنہ ظاہر ہے کہ بہت سی روایات کے متعلق حافظ زیلیعی اور حافظ ابن حجر عسقلانی وغیرہ مخیر جہین احادیث ہدایہ بصراحت ہیں کہ ہم کو نہ مل سکیں، حالانکہ وہ روایات کتاب الآثار اور مبسوط امام محمد وغیرہ میں موجود ہیں اور یہ کچھ ہدایہ ہی کی خصوصیت نہیں خود صحیح بخاری کی تعلیقات میں بھی بہت سی ایسی روایتیں موجود ہیں جن کے بارے میں حافظ ابن حجر نے یہی تصریح کی ہے جس کی اصل وجہ وہی ائمہ متقدمین کی کتابوں کا فقدان ہے۔ ورنہ امام بخاری یا صاحب ہدایہ کی شان اس سے کہیں بڑھ کر ہے کہ ان کے متعلق کسی نے اصل روایت کے بیان کرنے کا شبہ بھی نہ کیا۔ ہر یہ کہ حافظ ابن حجر نے یہی یہ ہے کہ وہ سنا ہے کہ حدیث ثابت ہو اور حافظ ابن حجر ”لم نقف“ یا ”لا لوری“ کہیں جب کہ حافظ ابن حجر کی وسعت نظر اور کثرت اطلاع مسلمات میں سے ہے۔ جواب یہ ہے کہ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ وسیع النظر ہونے سے محیط العلم ہونا تو لازم نہیں ہے۔ آخر یہی حافظ ابن حجر ہیں جنہوں نے ”المجمع الموعس“ میں امام فخر الدین رازی کی زینہ اولاد کی نفی کی ہے اور کہا ہے ”والابلیغنا من کلام احد من المورخین انہ کان للامام ولد ذکر۔“ حالانکہ مدینۃ العلوم، طبقات کفوی، تاریخ یافعی اور تاریخ ابن خلکان وغیرہ میں محمد اور محمود دو صاحبزادوں کی تصریح موجود ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ تاریخ ابن خلکان میں تو یہ بھی ہے کہ ان دونوں کی شادی شہر رے کے ایک بہت بڑے مالدار اور حاذق طبیب کی دو صاحبزادیوں کے ساتھ ہوئی تھی۔ بہر حال حافظ ابن حجر کے لادری کہنے سے اصل حدیث کا عدم لازم نہیں آتا بلکہ یہ موصوف کے عدم علم پر مبنی ہے۔ چنانچہ علامہ زین الدین قاسم بن قطلوبغا نے ”منیت الالمعی فی مافات من تخریج احادیث الہدایتہ للزیلعی“ میں ان احادیث کی بھی تخریح کر دی ہے۔ جن کے بارے میں حافظ ابن حجر نے ”لم اجدہ“ کہا ہے۔

درس ہدایہ میں صحیحین سے استدلال..... ہدایہ کی جن حدیثوں کے نیچے ارباب حواشی غریب جدا، نادر جدا کے الفاظ لکھ دیا کرتے ہیں یہ غرابت و ندرت صرف لفظی حد تک ہے، ورنہ اگر الفاظ سے قطع نظر کر لیا جائے تو ان ہی حدیثوں کے مفہوم اور مفاد کو اکثر و بیشتر صحاح کی حدیثوں کے الفاظ سے ثابت کیا جاسکتا ہے، چنانچہ سیر الاولیاء میں مولانا فخر الدین زراوی کے متعلق لکھا ہے کہ یہ چاشت کی نماز کے بعد ہدایہ کا درس دیا کرتے تھے۔ ایک دن کا واقعہ جو خود میر خورد کا چشم دید ہے درج کرتے ہیں کہ مولانا حسب دستور ہدایہ پڑھا رہے تھے کہ

روزے آل عالم ربانی مولانا کمال الدین سامانی کہ از مشاہیر علماء شہر بود ہدایت سلطان المشائخ آمد چوں از خدمت سلطان المشائخ باز گشت سبب فرط اتحادیکہ بخدمت مولانا فخر الدین و انت وریں مجلس حاضر شد۔

ایک دن عالم ربانی مولانا کمال الدین سامانی جو مشاہیر علماء میں تھے سلطان المشائخ کی زیارت کو تشریف لائے جب وہاں سے واپس ہوئے تو اس تعلق کی وجہ سے جو انہیں مولانا فخر الدین سے تھا اس مجلس میں حاضر ہوئے۔

مولانا فخر الدین نے ان کو دیکھ کر ہدایہ پڑھانے کا طرز عجیب طریقہ سے بدل دیا، میر خورد لکھتے ہیں کہ

چوں خدمت مولانا کمال الدین دید تمسکات ہدایہ را ترک وادہ با احادیث صحیحین تمسک می داد

جب مولانا کمال الدین کی خدمت دیکھی تو ہدایہ کی حدیثوں کو چھوڑ کر صحیحین کی حدیثوں سے استدلال فرمانے لگے۔

یعنی حنفی مذہب کے مسائل کی تائید میں صاحب ہدایہ جن حدیثوں کو عموماً پیش کرتے ہیں مولانا فخر الدین نے بغیر

کسی سابقہ تیاری کے اچانک ایک مقام سے جہاں سبق ہو رہا تھا یہ رنگ بدلا کہ صاحب ہدایہ کی پیش کردہ دلیلوں کو چھوڑ کر حنفی

نقطہ نظر کی تائید میں صحیحین کی حدیثیں پیش کرنی شروع کر دیں۔

شروح و حواشی ہدایہ..... (۱) النہایۃ..... شیخ حسام الدین حسین بن علی بن الحجاج بن علی معروف بالصنعانی الحنفی متوفی

۷۰۱ھ۔ علامہ سیوطی نے ”طبقات الخلفاء“ میں ذکر کیا ہے کہ یہ ہدایہ کی سب سے پہلی شرح ہے۔

(۲) حاشیہ ہدایہ..... از شیخ جلال الدین عمر بن محمد بن عمر البخاری المتوفی ۶۹۱ھ

(۳) خلاصۃ النہایۃ فی فوائد الہدایۃ..... محمود بن احمد قنوی متوفی ۷۷۰ھ نے شرح مذکور کا خلاصہ کیا ہے جو ایک

جلد میں ہے۔

(۴) الفوائد..... حمید الدین علی بن محمد الضریر بخاری۔ متوفی ۶۶۷ھ کی تصنیف ہے اور دو جزوں میں ہے۔ بعض

حضرات کا بیان ہے کہ ہدایہ کی سب سے پہلی شرح یہی ہے۔

(۵) معراج الدرایۃ الی شرح الہدایۃ..... شیخ قوام الدین محمد بن محمد بخاری کا کی متوفی ۷۴۹ھ کی تصنیف ہے۔

(۶) نہایۃ الکفایۃ فی درایۃ الہدایۃ..... از شیخ ابو عبد اللہ تاج الشریعہ عمر بن صفور الشریعہ الاول عبید اللہ المحبوبی الحنفی۔

(۷) الغایۃ..... شیخ ابو العباس احمد بن ابراہیم بن عبد الغنی بن ابی اسحاق السروجی ۷۱۰ھ کی تصنیف ہے جو نا تمام ہے کتاب

الایمان تک چھ ضخیم جلدوں میں ہے جس کا مکملہ قاضی سعد الدین محمد دیری متوفی ۸۶۷ھ نے کتاب الایمان سے لکھا ہے۔

(۸) حواشی ہدایہ..... از نجم الدین ابوطاہر اسحاق بن علی بن یحییٰ متوفی ۷۱۱ھ۔ دو جلدوں میں ہے اور فوائد نفیسہ سے

مشحون ہے۔

(۹) شرح ہدایہ..... از شہاب الدین احمد بن حسن مشہور بابن الزرکشی متوفی ۷۳۸ھ

(۱۰) غایۃ البیان ونادۃ الاقران..... شیخ قوام الدین امیر کاتب عمید ابن امیر عمر الاتقانی الحنفی متوفی ۷۵۸ھ کی

تصنیف ہے۔

(۱۱) الکفایۃ شرح الہدایۃ..... از جلال الدین بن شمس الدین الخوارزمی الکرلانی۔

(۱۲) الکفایۃ شرح الہدایۃ..... از علاء الدین علی بن عثمان المارذینی الترکمانی متوفی ۷۵۰ھ

(۱۳) فتح القدیر للعاجز الفقیر..... شیخ کمال الدین محمد بن عبد الواحد السیواسی معروف بابن الہمام الحنفی المتوفی ۸۶۱ھ

کی مبسوط و مفصل، محقق و معتمد اور بے نظیر شرح ہے۔

(۱۴) التوشیح..... سراج الدین عمر بن اسحاق الہندی المتوفی ۷۷۳ھ۔ حافظ اس شرح کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے

ہیں ”وہو مطول ولم یکفل“ یہ بڑی طویل شرح ہے۔ اگرچہ مکمل نہ ہو سکی۔

(۱۵) شرح ہدایۃ..... یہ بھی شیخ سراج الدین ہی کی ہے جو چھ جلدوں میں ہے طاش کبری زادہ نے اس شرح کی

خصوصیت یہ بیان کی ہے کہ ہو علی طریق الجدل اس میں جدل (بحث) کا طریقہ اختیار کیا ہے، گویا یہ استدلالی شرح ہے۔

(۱۶) العنایۃ..... از شیخ اکمل الدین محمد بن محمود البابری الحنفی متوفی ۷۸۶ھ بہت عمدہ شرح ہے۔

(۱۷) شرح ہدایۃ..... از شیخ علاء الدین علی بن محمد بن حسن الخلاطی المتوفی ۷۵۸ھ

(۱۸) النہایۃ شرح ہدایۃ..... از قاضی بدر الدین محمود بن احمد العینی المتوفی ۸۵۵ھ بہت عمدہ شرح ہے۔

(۱۹) نہایۃ النہایۃ..... از شیخ محبت الدین محمد بن محمد بن محمود معروف بابن الشحہ الحنفی المتوفی ۸۹۰ھ فصل غسل

تک پانچ جلدوں میں ہے۔

(۲۰) شرح ہدایۃ۔ از شیخ ابوالکلام احمد بن حسن التبریزی الجاد بروی الشافعی المتوفی ۷۴۶ھ

(۲۱) شرح ہدایۃ۔ از شمس الدین محمد بن عثمان بن الحریری المتوفی ۷۲۸ھ

(۲۲) شرح ہدایۃ۔ از شیخ احمد بن مصطفیٰ معروف بطاش کبری زادہ متوفی ۹۶۸ھ نا مکمل ہے۔

(۲۳) شرح ہدایۃ۔ از شیخ علی بن محمد معروف بمعطف متوفی ۸۷۵ھ کتاب البیع تک ہے۔

(۲۴) شرح ہدایہ۔ از شیخ عبدالحلیم بن محمد معروف باخی زادہ متوفی ۱۰۱۳ھ
 (۲۵) ارشاد الروایہ فی شرح الہدایہ۔ از شیخ مصطفیٰ بن زکریا بن ابی دو غمش القرمانی متوفی ۸۰۹ھ
 (۲۶) زبدہ الدرایہ شرح ہدایہ۔ از قاضی عبد الرحیم بن علی الا آمدی
 (۲۷) شرح ہدایہ۔ از شیخ ابن عبدالحق ابراہیم بن علی بن احمد بن علی بن یوسف بن ابراہیم الدمشقی متوفی ۷۴۴ھ یہ غالباً مکمل ہے۔

(۲۸) شرح ہدایہ۔ از تاج الدین ابو محمد احمد بن عبد القادر الحنفی متوفی ۷۴۹ھ
 (۲۹) شرح ہدایہ۔ از سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ھ
 (۳۰) سلالۃ الہدایہ۔ از شیخ ابراہیم بن احمد الموصلی، میر سید شریف کی شرح کا اختصار ہے۔
 (۳۱) الدرایہ شرح ہدایہ۔ از شیخ ابو عبد اللہ محمد بن مبارک شاہ بن محمد الملقب بمعین الروی۔
 (۳۲) شرح ہدایہ۔ از شیخ ابو بکر تقی الدین بن محمد الحنفی المتوفی ۸۳۹ھ
 (۳۳) شرح ہدایہ۔ از شیخ نجم الدین ابراہیم بن علی الطرطوسی الحنفی المتوفی ۷۵۸ھ
 (۳۴) شرح ہدایہ۔ از شیخ حمید الدین المتخلص بابن عبد اللہ الہندی دہلوی، عمدہ شرح ہے مگر ناتمام ہے۔
 (۳۵) شرح ہدایہ۔ از الہد اد جونپوری تلمیذ مولانا عبد اللہ تلمیذی چند جلدوں میں ہے۔
 (۳۶) عین الہدایہ (اردو) از مولانا امیر علی صاحب یہ کئی ضخیم جلدوں میں ہے۔

تجربیات الہدایہ (۱) عدد اصحاب الہدایہ والنہایتہ فی تجرید مسائل الہدایہ۔ از شیخ کمال الدین محمد بن احمد ہدایہ میں جو مسائل بضم دلائل مذکور ہیں ان سب کو دلائل سے مجرّد کر کے جمع کیا ہے اور ضرورت کے مطابق کہیں تشریح بھی کی ہے۔

(۲) الرعایہ فی تجرید مسائل الہدایہ۔ از شیخ ابوالفتح محمد بن عثمان معروف بابن اقرب المتوفی ۷۷۴ھ
 تخاریج احادیث ہدایہ (۱) العنایتہ فی تخریج احادیث الہدایہ۔ از شیخ محی الدین عبد القادر بن محمد القرشی متوفی ۷۷۵ھ
 (۲) نصب الرایہ لاحادیث الہدایہ۔ از شیخ جمال الدین یوسف الزلیعی المتوفی ۷۶۲ھ (۳) الدرایتہ فی منتخب احادیث الہدایہ۔ از شیخ احمد بن علی بن حجر العسقلانی المتوفی ۸۵۲ھ علامہ زیلعی کی کتاب نصب الرایہ کا اختصار ہے۔ (۴) منیۃ الامعی فی مافات من تخریج احادیث الہدایہ للزیلعی۔ از علامہ زین الدین قاسم بن قطلوبغا الحنفی۔

صاحب اکسیر پر از تفصیر علامہ زیلعی نے احادیث کشاف کی بھی تخریج کی ہے اور حافظ ابن حجر نے اس کی بھی تلخیص کی ہے۔ نواب صدیق حسن خاں نے اپنی کتاب ”الاکسیر فی اصول التفسیر“ میں اصل تخریج احادیث کشاف کو حافظ ابن حجر کی تالیف قرار دے کر جو کچھ لوصاف و فضائل اس کے لکھے گئے ہیں وہ سب تخریج ابن حجر کے ساتھ لگا دے اور اس کی تلخیص کو زیلعی کی طرف منسوب کر دیا حالانکہ یہ بات عقل و نقل ہر دو اعتبار سے غلط ہے نقلاً تو اس لئے غلط ہے کہ خود ابن حجر کی تلخیص میں حمد و صلوٰۃ کے بعد یہ عبارت ہے۔ ہذا تلخیص تخریج الاحادیث الواقعۃ فی الکشاف الذی خرجه الامام ابو محمد الزلیعی لخصۃ مستوفی المقاصد غیر مغل بشی من فوائدہ اور عقلاً اس لئے غلط ہے کہ حافظ ابن حجر حافظ زیلعی کی وفات سے گیارہ سال بعد پیدا ہوئے ہیں تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اصل کتاب تو حافظ ابن حجر بعد کو لکھیں اور حافظ زیلعی اس کی تلخیص پہلے ہی کر ڈالیں۔

نواب صاحب کی یہ ایک ہی غلطی نہیں بلکہ مولانا عبدالحی صاحب نے ان کی تراجم و وفیات کے سلسلے میں اور بھی بہت سی غلطیاں گنائی ہیں حافظ ابن حجر کی درایہ تلخیص نصب الرایہ، ہندوستان میں دو مرتبہ چھپی ہے ایک مرتبہ اس کو بھی زیلعی کی طرف منسوب کر دیا گیا مقصد یہی ہو گا کہ اصل تو حافظ ابن حجر کی ہے اور تلخیص زیلعی کی ہے حالانکہ واقعہ برعکس ہے یعنی اصل زیلعی کی ہے اور تلخیص ابن حجر کی ہے قال صاحب کشف الظنون عند ذکر الہدایہ و خرج الشیخ جمال

الدین یوسف الزیلعی المتوفی ۷۶۲ھ احادیث و سماہ نصب الرایۃ لاحادیث الہدایۃ کذبخط السخاوی والنخصۃ الشیخ ابن حجر العسقلانی و سماہ الدرر الیۃ فی احادیث الہدایۃ انتہی۔ ۱

(۲۹) صاحب کنز الدقائق

نام و نسب اور سکونت عبداللہ نام، ابوالبرکات کنیت، حافظ الدین لقب، والد کانام احمد، دادا کانام محمود ہے۔ نسب (بفتح تین) کے باشندے تھے جو ماوراء النہر میں بلاد سند سے ایک شہر کانام ہے اسی نسبت سے آپ کو نسبی کہتے ہیں شہر نسب جس کو نخب بھی کہتے ہیں ایک زمانہ میں بڑا پر رونق اور معمور شہر تھا لیکن مرور ایام اور حوادث زمانہ سے ویران ہو گیا۔ آپ بڑے عابد و زاہد، متقی، امام کامل، فقہ و اصول میں یگانہ روزگار اور مشہور متون نگار مصنفین میں سے ہیں۔ قال الاتفاق ہو، امام کامل فاضل محرر مدق

تحصیل علوم آپ نے بڑے جلیل القدر و بلند پایہ محدثین و فقہائش الاممہ محمد بن عبدالستار کروری، نجم العلماء علی بن محمد بن علی جمید الدین عزیزی، بدر الدین خواہر زادہ وغیرہم سے علوم کی تحصیل کی اور آپ سے علامہ سفناقی وغیرہ نے سماع کیا۔ صاحب جواہر کی صاحب جواہر مہیہ نے حرف عین میں لام نسبی کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ حافظ موصوف نے علم فقہ علامہ کروری سے حاصل کیا ہے اور احمد بن عتابی سے زیادات کی روایت کی ہے ملا علی قاری نے بھی انہی کی پیروی کی ہے علامہ کفوی فرماتے ہیں کہ صاحب جواہر نے خود تصریح کی ہے کہ عتابی کی وفات ۵۸۹ھ میں ہوئی ہے اور لام نسبی کی وفات ۷۱۰ھ یا (۷۱۱ھ) میں ہوئی ہے پس لام نسبی متوفی ۷۱۰ھ کی روایت علامہ عتابی متوفی ۵۸۶ھ سے کیسے صحیح ہو سکتی ہے۔

صاحب کنز کا فقہی مقام ابن کمال پاشا نے آپ کو فقہاء کے چھ طبقے میں شمار کیا ہے جو روایات ضعیفہ کو روایات قویہ سے تمیز کر سکتے ہیں بعض حضرات نے آپ کو مجتہدین فی المذہب میں سے مانا ہے اور کہا ہے کہ جس طرح اجتہاد مطلق کا درجہ آئمہ اربعہ پر ختم ہو گیا ہے اسی طرح اجتہاد فی المذہب آپ پر ختم ہو گیا ہے قائل مذکور نے اس پر تفریع کرتے ہوئے یہ بھی کہا ہے کہ امت پر ان میں سے کسی ایک کی تقلید واجب ہے۔ علامہ بحر العلوم نے شرح تحریر الاصول اور شرح مسلم الثبوت میں اس قول کو رد کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ ہرگز قابل اعتناء نہیں بلکہ یہ قول بلا شک و ریب رجما بالغیب ہے۔

تاریخ وفات میں شدید اختلاف ہے شیخ قوام الدین اتقانی اور ملا علی قاری نے نیز صاحب کشف الظنون نے اعتماد الاعتقاد کا تعارف کراتے ہوئے ۷۰۱ھ ذکر کی ہے اور بعض حضرات نے ۷۱۰ھ علامہ قاسم بن قطلوبغا نے اپنے رسالہ الاصل فی بیان الوصل والفصل، میں ۷۱۰ھ کے بعد مانی ہے شیخ حموی نے اپنی شرح میں ذکر کیا ہے کہ ان کی وفات ماہ ربیع الاول ۷۱۱ھ میں جمعہ کی شب میں ہوئی ہے علامہ اتقانی نے جائے وفات شہر ایذج بتلایا ہے اور جائے دفن ”الجلال“ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔ صاحب خلاصۃ الاصفیاء نے تاریخ وفات کے سلسلہ میں یہ قطع تحریر کیا ہے جس سے سن وفات ۷۱۰ھ نکلتا ہے۔

حافظ دین و متقی نسفی

شد زدار فنا گلد بریں

ہم بفرما دیگر تقی نسفی

مخزن جو دو گو بتار بخش

علمی کارنامے لام نسفی بڑے بلند پایہ مصنفین میں سے ہیں بالخصوص متن نگاری تو ان کی کلاہ افتخار کا طرہ امتیاز ہے فروع میں متن دانی اور اس کی شرح کافی، فقہ میں مشہور متن کنز الدقائق اصول میں متداول و مقبول متن المنار اور اس کی شرح کشف الاسرار، شرح منتخب حسامی، مصنفی شرح منظومہ نسفی، مستصفی، شرح فقہ نافع، اعتماد الاعتقاد شرح عمدہ، فضائل الاعمال اور تفسیر میں مدارک تنزیل وغیرہ بھی آپ کی یادگار ہے۔

صاحب کشف الظنون نے شروح ہدایہ کے ذیل میں امام نسفی کی شرح ہدایہ کا بھی تذکرہ کیا ہے لیکن طبقات نقی الدین میں بخط ابن شجنہ مرقوم ہے کہ ان کی کوئی شرح ہدایہ معروف نہیں ہے۔ علامہ اتقانی نے غایت البیان میں ذکر کیا ہے کہ امام نسفی نے چاہا تھا کہ ہدایہ کی شرح لکھوں لیکن جب ان کے ہم عصر عالم تاج الشریعہ نے یہ سننا اور فرمایا کہ ان کیلئے یہ زیبا نہیں تو امام نسفی نے اپنے ارادہ کو ختم کر دیا اور ہدایہ کے مثل ایک کتاب تصنیف کی جس کا نام موافی ہے پھر اس کی شرح کی جس کا نام کافی ہے فکنا شرح الہدایہ۔

کنز الدقائق کی جامعیت بظاہر کنز وغیرہ متون کی کتابیں جو آج کل موٹے موٹے حروف اور طویل الذیل حواشی کے ساتھ چھپی ہوئی ہیں دیکھنے والوں کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاید یہ کوئی بڑی کتاب ہے لیکن جن حروف میں آج کل اخبارات و جرائد یومیہ وغیرہ شائع ہوتے ہیں ان ہی حروف میں مثلاً کنز کو اگر لکھا جائے تو بلا مبالغہ کسی معمولی سی نوٹ بک میں پوری کتاب سما سکتی ہے ان متون کی نوعیت میرے خیال میں ان یادداشتوں کی سی ہے جو لیکچر وغیرہ دینے کیلئے نوٹ کر لیتے ہیں۔ اسلاف نے اس کی عجیب مشق بہم پہنچائی تھی دس دس صفحات میں جس کی تفصیل آسکتی ہے اسی مضمون کو دو سطر دو سطر میں اس طرح بند کر سکتے تھے کہ سارے مفصل مضمون پر وہ عبارت حاوی ہو سکتی تھی یہ ایک کمال تھا جسے اب نقص ٹھہرایا گیا ہے قضاء و افتاء کے کام کرنے والے حضرات ان یادداشتوں کو زبانی یاد کر لیتے تھے نتیجہ یہ تھا کہ سارے ابواب اور مضمون کے عنوان انہیں محفوظ رہتے تھے۔

کنز الدقائق اور اس کے غیر ظاہر الروایہ وغیرہ مفتی بہا مسائل امام نسفی نے اپنی اس مختصر میں دو باتوں کا خاص اہتمام کیا ہے اول یہ کہ اس میں بالالتزام وہی مسائل ذکر کئے ہیں جو آئمہ احناف سے ظاہر الروایہ ہیں قال صاحب البحر فی ذیل مسئلہ فما کان ینبغی للمولف ذکرہ فی المتن لانه موضوع لظاہر الروایہ ۱۵۸۰ (بحر ص ۲۳۲ ج ۷) دوم یہ کہ اس میں زیادہ تر آئمہ ثلاثہ کے وہی اقوال لئے ہیں جو مفتی بہا ہیں لیکن کچھ مسائل ایسے بھی ہیں جو غیر ظاہر الروایہ اور غیر مفتی بہا ہیں۔ لیکن وہ کون کون سے مسائل ہیں جن کے متعلق حتمی طور پر یہ کہا جاسکے کہ یہ غیر ظاہر الروایہ ہیں اور یہ غیر مفتی بہا ہیں یہ مسئلہ نہایت اہم اور وقت طلب ہے کیونکہ نہ اس کے متعلق کسی شرح میں تعرض ہے اور نہ حواشی میں اس کی نشان دہی ہے۔ بجز چند مسائل کے جن کے متعلق ارباب حواشی نے چند مختلف مقامات میں کہا ہے کہ یہ غیر ظاہر الروایہ یا غیر مفتی بہا ہیں ہم نے بڑی کاوش اور نہایت عرق ریزی کے بعد صد ہا کتب فقہیہ کے مطالعہ سے وہ مسائل ترتیب کے ساتھ مع حوالجات جمع کئے ہیں جو غیر ظاہر الروایہ یا غیر مفتی بہا ہیں اگر ان کی تفصیل مطلوب ہو تو ہماری شرح ”معدن الحقائق“ کے مقدمہ کی طرف رجوع کرو۔

کنز الدقائق اور اس کی شروحات یوں تو متن مذکور اپنی جامعیت اور ترتیب و تہذیب کے ساتھ ساتھ حسن اختصار کی وجہ سے یوم تصنیف سے لے کر آج تک ہمیشہ ہی ارباب قلم کا منظور نظر رہا ہے اور مختلف اہل علم حضرات زیلعی، عینی، حلبی، مقدسی اور کرمانی وغیرہ نے اس پر قلم اٹھلایا ہے اور بیسیوں شروحات معرض وجود میں آچکی ہیں جن کی فہرست درج ذیل ہے لیکن علامہ ابن قیم مصری کی شرح البحر الرائق کشف مغلفات، توضیح معضلات اور تصریحات و تفریعات میں اپنی نظیر آپ ہے و لعمریہ ما قال المنصور القلیسی

علی الکنز فی الفقہ الشروح کثیرہ بحار تفید الطالبین لایا
ولکن بهذا الجر صارت سواقیا ومن درد البحر امستقل السواقیا

فہرست شروحات و حواشی کتاب کنز الدقائق

نمبر شمار	شرح	مصنف	سن وفات
۱	البحر الرائق فی شرح	زین العابدین بن ابراہیم بن محمد بن محمد بن محمد بن بکر	۹۷۰ھ

۵۷۲۳	معروف بابن نجم فخر الدین ابو محمد عثمان بن علی الزیلعی	کنز الدقائق تبیین الحقائق لما اکتز فیہ	۲
۵۸۵۵	قاضی بدر الدین محمود بن احمد العینی	من اللدقائق رمز الحقائق شرح کنز	۳
	علامہ بدر الدین محمد بن عبد الرحمن العینی الدیری	الدقائق المطلب الفائق	۴
۱۰۰۵ھ	سراج الدین عمر بن ابراہیم بن محمد بن محمد بن محمد بن بکر الشہیر بابن نجم	النہر الفائق	۵
	شیخ ابراہیم بن محمد القاری	مستخلص الحقائق	۶
	مصطفیٰ بن بابی معروف بابی زادہ	الضرائد فی حل المسائل والقواعد	۷
	شیخ عبد الرحمن عیسیٰ العمری	فتح مسالک الرمزی شرح مناسک الکنز	۸
۹۲۱ھ	معین الدین ہروی معروف بسلا مسکین	شرح کنز الدقائق	۹
۷۳۰ھ	قاضی عبد البر بن محمد معروف بابن الشنہ حلبی	=====	۱۰
	الخطاب بن ابی القاسم القرہ حصارى	=====	۱۱
	شمس الدین محمد بن علی القوج حصارى	=====	۱۲
۸۶۳ھ	قاضی زین العابدین عبد الرحیم بن محمود العینی	=====	۱۳
۱۰۰۳ھ	شیخ علی بن محمد الشہیر بابن غانم مقدسی	=====	۱۴
۷۲۸ھ	شیخ قوام الدین ابو الفتوح مسعود بن ابراہیم کرمانی	=====	۱۵
۹۵۰ھ	ابن سلطان قطب الدین ابو عبد اللہ محمد بن محمد بن عمر الصالحی	=====	۱۶
۸۵۸ھ	شیخ ابو حامد محمد بن احمد بن الصیاء المکی	=====	۱۷
	ابو المعارف محمد عنایت اللہ قادری لاہوری	ملقط الدقائق	۱۸
۱۳۱۲ھ	مولانا محمد احسن صدیقی نانوتوی	حاشیہ کنز الدقائق	۱۹
۱۳۷۳ھ	مولانا محمد اعزاز علی بن محمد مزاج علی	حاشیہ کنز الدقائق	۲۰
۱۳۱۲ھ	مولانا محمد احسن صدیقی نانوتوی	احسن المسائل ترجمہ اردو	۲۱
	از شاہ اہل اللہ (برادر حضرت شاہ ولی اللہ) دہلوی	ترجمہ فارسی	۲۲
۱۳۶۱ھ	از ظہیر احمد سہوانی	ظہیر الحقائق (ترجمہ اردو)	۲۳
	از راقم سطور محمد حنیف غفرلہ گنگوہی	معدن الحقائق (شرح اردو)	۲۴
۱۲۵۲ھ کے بعد	از مولانا محمد سلطان خان	تحفۃ العجم فی فقہ الامام الاعظم (اردو)	۲۵

۳۰ صاحب وقایہ (۳۱) و شارح وقایہ

نام و نسب..... شارح وقایہ کانام عبید اللہ ہے اور لقب صدر الشریعۃ الا صغر اور والد کانام مسعود ہے اور دادا کانام محمود اور لقب تاج الشریعہ ہے (علامہ دمیاطی نے "تعالیق الانوار علی الدر المختار" میں بواسطہ شیخ مرتضیٰ حسینی تاریخ بخارا سے اور علامہ کفوی رومی نے کتاب اعلام الاخیار فی طبقات فقہاء مذہب الشعمان المختار میں علامہ ازہتی نے مدینۃ العلوم میں یہی ذکر کیا ہے۔ علامہ قہستانی نے جامع الرموز میں اور ملا لطف اللہ نے حواشی شرح میں دادا کانام عمر بتایا ہے۔

اور پردادا کانام احمد ہے اور لقب صدر الشریعۃ الا کبر ہے اور پردادا کے باپ کانام عبید اللہ ہے اور لقب جمال الدین اور کنیت ابو المکارم اور عبید اللہ جمال الدین کے باپ کانام ابراہیم ہے آخر میں آپ کا نسب حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے مل جاتا ہے شجرہ نسب یہ ہے۔ صدر الشریعۃ الا صغر عبید اللہ بن مسعود بن تاج الشریعہ محمود بن صدر الشریعۃ الا کبر احمد بن جمال الدین ابی المکارم عبید اللہ بن ابراہیم بن احمد بن عبد الملک بن عمیر بن عبد العزیز بن محمد بن جعفر بن خلف بن ہارون بن محمد بن محمد بن محبوب بن الولید بن عبادہ بن الصامت الانصاری المحبوی

رفع اشتباہ..... ہم نے یہ پوری تفصیل اس لئے ذکر کی کہ ان کے نسب کے سلسلہ میں بہت سے لوگوں نے غلطی کی ہے چنانچہ صاحب مدینۃ العلوم نے عبید اللہ کو تاج الشریعہ کا والد قرار دیا ہے اور ان کے درمیان جو صدر الشریعۃ الا کبر احمد کا واسطہ ہے اس کو حذف کر دیا فائدہ قال ومن شروح الہدایۃ الکفایۃ لتاج الشریعۃ ہو محمود بن عبید اللہ بن محمود المحبوی "نیز عبید اللہ کے باپ کانام محمود مانا ہے حالانکہ ان کانام ابراہیم ہے اسی طرح قہستانی نے اپنی عبارت "عبید اللہ بن مسعود بن تاج الشریعہ عمر بن صدر الشریعہ عبید اللہ بن محمود بن محمد المحبوی" میں پے درپے پانچ جگہ غلطی کی ہے۔ اول یہ کہ تاج الشریعہ کانام عمر قرار دیا ہے حالانکہ ان کانام محمود ہے دوم یہ کہ تاج الشریعہ کو عبید اللہ کا بیٹا مانا ہے حالانکہ وہ احمد بن عبید اللہ کا بیٹا ہے سوم یہ کہ صدر الشریعہ کو عبید اللہ کا لقب دیا ہے حالانکہ وہ ان کے بیٹے احمد کا لقب ہے جو تاج الشریعہ کے باپ ہیں چہاں یہ کہ عبید اللہ کے والد کو محمود کے ساتھ موسوم کیا ہے حالانکہ وہ مسکمی بابر ابراہیم ہے پنجم یہ کہ عبید اللہ کے دادا کو محمد کے ساتھ موسوم کیا ہے حالانکہ ان کانام احمد بن عبد الملک ہے اسی طرح صاحب کشف الظنون وغیرہ نے بھی سلسلہ نسب میں کئی جگہ غلطی کی ہے جس کی تفصیل مقدمہ سعایہ مقدمہ عمدۃ الرعیۃ اور الفوائد البہیہ میں موجود ہے۔

تحصیل علوم..... شارح وقایہ اپنے وقت کے امام، جامع معقول و منقول، محدث جلیل، بے مثل فقیہ، علم تفسیر، علم خلاف وجدل، نحو لغت، ادب و کلام اور منطق وغیرہ کے بحر عالم تھے علم کی تحصیل اپنے دادا تاج الشریعہ وغیرہ اکابر علماء کی تھی۔ آپ کے خاندان میں نسلا بعد نسل فضل و کمال منتقل ہوتا رہا آپ کے جد امجد صدر الشریعہ الا کبر سے مشہور ہوئے تو آپ صدر الشریعۃ الا صغر کہلائے حافظ ابو طاہر محمد بن حسن بن علی طاہری اور صاحب فصل خطاب محمد بن محمد بخاری مشہور بخواجہ پارسا وغیرہ آپ کے شاگرد درشید ہیں۔

وفور علم و طرز تدریس..... علامہ قطب الدین رازی شارح شمس آپ کے ہم عصر ہیں اور معقولات میں طرفہ روزگار انہوں نے آپ سے بحث و مباحثہ کرنا چاہا تو پہلے آپ نے اپنے پروردہ غلام و تلمیذ خاص مولوی مبارک شاہ کو ان کے درس میں بھیجا اس وقت آپ ہرات میں تھے اور قطب الدین رے میں تھے مبارک شاہ نے وہاں پہنچ کر دیکھا کہ صدر الشریعہ ابن سینا کی کتاب الارشادات اس طرح پڑھا رہے ہیں کہ نہ مصنف کی پیروی کرتے ہیں اور نہ کسی شارح محقق طوسی وغیرہ کی مبارک شاہ نے درس کی یہ کیفیت دیکھ کر قطب الدین رازی کے پاس لکھا کہ یہ شخص تو آگ کا شعلہ ہے آپ اس کے مقابلہ کیلئے ہرگز نہ آئیں ورنہ شرمندگی ہوگی قطب الدین نے مبارک شاہ کی یہ بات مان لی اور مباحثہ کا خیال چھوڑ دیا۔

سنہ وفات و آرام گاہ..... آپ نے بزبان حافظ یہ کہتے ہوئے۔

روزے رخصت بینم و تسلیم دے گئے

ایں جان عاریت کہ بحافظ سپرد دوست

۷۴۷ھ میں جان جان آفریں کے سپرد کی۔ تعدیل العلوم کا تعارف کراتے ہوئے صاحب کشف الظنون نے کتاب

الطبقات میں علامہ کفوی نے اور خطیب عبدالباقی وغیرہ نے سنہ وفات یہی ذکر کیا ہے ملا علی قاری نے چھ سو اسی کے قریب بتایا ہے اور صاحب کشف الظنون نے و شارح وقایہ، نقایہ اور شرح فصول الخمسین کا تعارف کراتے ہوئے ۷۴۵ھ ذکر کیا ہے غالب یہ ہے کہ پہلا قول (۷۴۷ھ) ہی صحیح ہے۔

آپ کا اور آپ کے والدین کا اور والدین کے اجداد سب کے مزارات شارع آبار بخارا میں ہیں اور آپ کے دادا تاج الشریعہ اور نانا برہان الدین کا مزار کرمان میں ہے۔

تصنیفات و تالیفات..... آپ نے مشہور فقہی کتاب وقایہ کی (جو آپ کے دادا تاج الشریعہ کی تصنیف ہے اعلیٰ شرح لکھی جو نہایت مقبول و متداول اور داخل درس ہے پھر وقایہ متن کا اختصار کیا جو نقایہ کے نام سے موسوم ہے جس کو عمدہ بھی کہتے ہیں اصول فقہ میں تنقیح پھر اس کی شرح تو شیخ لکھی جس کی شرح سعد الدین تفتازانی نے تلکوت کے نام سے کی ہے یہ بھی داخل درس ہیں ان کے علاوہ دوسری اہم تصانیف ہیں۔

المقدمات الاربعہ، تعدیل العلوم (اقسام علوم عقلیہ میں) کوشاح علم معانی میں شرح فصول الخمسین (نحو میں) کتاب الشریعہ کتاب الحاضرہ وغیرہ مشکلات علوم اور مسائل کے حل میں آپ بڑے ماہر تھے اسلئے آپ کی تمام تصانیف سے نفع عظیم ہوا۔

فہرست شروحات کتاب وقایہ

نمبر شمار	شرح	مصنف	سن وفات
۱	شرح وقایہ	علاء الدین علی بن عمر رومی مشہور بقدر خواجہ	۸۰۰ھ
۲	= =	عبد اللطیف بن عبد العزیز بن فرشتہ مشہور بابن ملک	-
۳	عنایہ شرح وقایہ	سید علی توقاتی رومی	اواخر ۸۰۰ھ
۴	شرح وقایہ	علی بن مجد الدین محمد بن مسعود بن محمود بن محمد بن فخر الدین رازی	۸۷۵ھ
۵	= =	سید شریف علی بن محمد بن علی جرجانی	۸۱۶ھ
۶	= =	محمد بن حسن بن احمد بن ابی یحییٰ کو اکی جلی	۱۰۹۶ھ
۷	الحمایہ فی شرح الوقایہ	شیخ یوسف بن حسین کرمانی	فی حدود ۹۰۰ھ
۸	شرح وقایہ	محمد بن مصلح الدین قوجوی معروف بشیخ زادہ رومی	۹۵۰ھ
۹	= =	محمد بن مصلح الدین محمد بن عبد اللہ بن احمد بن محمد بن ابراہیم تمر تاشی	۱۰۰۴ھ
۱۰	=	علامہ فصیح الدین ہروی	-
۱۱	توفیق العنایہ فی شرح الوقایہ	شیخ زین الدین جنید بن صندل	-
۱۲	الاستغناء	شیخ علاء الدین علی طرابلسی	-
۱۳	التطبیق	شیخ قاسم بن سلیمان بیکندی	-
۱۴	الاستغناء فی الاستیعاف	شیخ حسام الدین الکوج	۹۷۰ھ

فہرست حواشی شرح و قایہ

نمبر شمار	حاشیہ	مصنف	سن وفات
۱	حاشیہ شرح و قایہ	علی بن مجد الدین محمد بن محمد بن مسعود بن محمد	۸۷۵ھ
۲	ذخیرۃ العقبی	یوسف بن جنید توقانی مشہور باخی چلی	۹۰۵ھ
۳	حاشیہ شرح و قایہ	حسن چلی بن شمس الدین محمد شاہ بن شمس الدین محمد بن حمزہ	۸۸۶ھ
۴		محمی الدین محمد بن تاج الدین مشہور خطیب زادہ رومی	۹۰۱ھ
۵		محمی الدین محمد بن ابراہیم بن حسین نکساری رومی	=
۶		شیخ یوسف بن حسین کرمانی	فی حدود ۹۰۰ھ
۷	= (تاباب الشہید)	محمی الدین احمد بن محمد نجمی	
۸		مصلح الدین مصطفیٰ بن حسام الدین	
۹		محمی الدین محمد شاہ بن علی بن یوسف بالی بن شمس الدین محمد بن حمزہ	۹۲۹ھ
۱۰	= (تاباب الشہید)	اسعدی بن الناجی بیگ مشہور بناجی زادہ	۹۰۲ھ
۱۱	= (علی الاوائل)	محمی الدین چلی محمد بن علی بن یوسف بالی فناری	۹۵۴ھ
۱۲	=	کمال الدین اسماعیل قرمانی مشہور بقمرہ کمال	
۱۳	=	یعقوب باشا بن خضر بیگ بن جلال الدین رومی	
۱۴	=	شیخ سنان الدین یوسف رومی	
۱۵	=	شمس الدین احمد بن قاضی موسیٰ مشہور بالخیالی	بعد ۸۶۲ھ
۱۶	=	محمد بن فراموز مشہور بملا خسرو	۸۸۵ھ
۱۷	=	محمد بن محمد مشہور بعرب زادہ رومی	۹۶۹ھ
۱۸	=	تاج الدین ابراہیم بن عبید اللہ حمیدی	۹۷۳ھ
۱۹	=	شیخ صالح بن حلال	
۲۰	=	محمد بن مصلح الدین قوجوی معروف بشیخ زادہ رومی	۹۵۰ھ
۲۱	=	حسام الدین حسین بن عبد اللہ	۹۲۶ھ
۲۲	=	شیخ مصطفیٰ بن خلیل	۹۳۵ھ
۲۳	= (علی الاوائل)	شمس الدین احمد بن بدر الدین مشہور بقاضی زادہ رومی	۹۸۸ھ
۲۴	=	شیخ الاسلام احمد بن یحییٰ بن محمد بن سعد الدین تفتازانی	۹۱۶ھ
۲۵	حاشیہ شرح و قایہ	عصام الدین ابراہیم بن محمد اسفرائینی	۹۴۴ھ
۲۶	حاشیہ شرح و قایہ	محمی الدین محمد قرہ باغی	۹۴۳ھ
۲۷	=	قاضی شمس الدین احمد بن حمزہ معروف بعرب چلی	۹۵۰ھ
۲۸	=	مفتی زکریا بن بہرام	۱۰۱۰ھ
۲۹	=	عبد اللہ بن صدیق بن عمر ہروی	

۱۹۹۸ھ

۱۱۵۵ھ

۱۲۸۶ھ

۱۲۸۵ھ

۱۲۷۱ھ

۱۲۷۸ھ

۱۲۸۷ھ

۱۳۰۷ھ

شیخ وجیہ الدین بن نصر اللہ بن عطاء الدین گجراتی

شاہ لطف اللہ بن اورنگ زیب معروف بہ ملتان

ابو المعارف محمد عنایت اللہ قادری لاہوری

شیخ نور الدین بن شیخ محمد صالح احمد آبادی

محمد یوسف بن محمد اصغر بن ابی الرحم بن یعقوب

عبد الحکیم بن امین اللہ بن محمد اکبر بن ابی الرحم

خادم احمد بن محمد حیدر بن محمد مبین بن محبت اللہ بن احمد عبد الحق

عبد الرزاق بن جمال الدین احمد

محمد حسن بن ظہور حسن بن شمس علی سنبھلی

عبد الحکیم بن عبد الرب بن بحر العلوم عبد العلی

ابوالخیر محمد معین الدین بن شاہ خیرات علی بن سید احمد کڑوی

مولانا عبد الحی بن عبد الحکیم بن امین اللہ انصاری

مولانا وحید الزماں بن مسیح الزماں لکھنوی فاروقی حنفی

== ۳۰

۳۱ حل المشكلات

۳۲ غایتہ الحواشی

۳۳ حاشیہ شرح وقایہ

۳۴ = (تاجت مسح الراس)

۳۵ = (غیر تام)

== ۳۶

۳۷ = (غیر تام)

== ۳۸

== ۳۹

۴۰ تعلیق بر شرح وقایہ

۴۱ عمدۃ الرعاۃ

۴۲ نور الہدیہ (اردو)

(۳۲) صاحب نور الایضاح

نام و نسب نام حسن، کنیت ابو الاخلاص اور والد کا نام عمار اور دادا کا نام علی ہے وفاتی کر کے مشہور ہیں شہر بلولہ جو سعاد مصر میں ایک بستی ہے اس کی طرف نسبت کرتے ہوئے آپ کو شرنبلالی کہتے ہیں جو خلاف قیاس ہے۔

قیاس کے لحاظ سے شہر ۲ بلوی ہونا چاہیے جیسا کہ خود موصوف نے اپنی کتاب ”درر الكنوز“ کے آخر میں تصریح کی ہے آپ کا سن پیدائش تقریباً ۹۹۴ء ہے۔

تحصیل علوم چھ سال کی عمر میں ان کو ان کے والد مصر لے آئے تھے یہیں آپ نے قرآن پاک حفظ کیا اور شیخ محمد حموی اور شیخ عبد الرحمن المسیری سے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ امام عبد اللہ نحریری، علامہ محمد امجدی سے علم فقہ حاصل کیا شیخ الاسلام نور الدین علی بن غانم مقدسی وغیرہ علماء سے بھی کافی استفادہ کیا۔ ۱۰۳۵ھ میں مسجد اقصیٰ کی زیارت نصیب ہوئی اور شیخ ابو الاسعاد یوسف بن وفا کی صحبت حاصل رہی۔

درس و تدریس آپ اپنے زمانہ کے نامور محدثین و فقہائیں سے تھے بالخصوص فتاویٰ میں تو آپ مرجع خلافت تھے آپ نے ایک عرصہ تک جامع ازہر میں درس دیا ہے سید السند احمد بن محمد حموی شیخ شاہین الامنادی علامہ احمد نجی اور علامہ اسماعیل نابلسی دمشق وغیرہ نے آپ سے تعلیم حاصل کی۔

وفات تقریباً ۷۵ سال کی عمر میں جمعہ کے روز عصر کے بعد ۱۱ رمضان ۱۰۶۹ھ میں بزبان حال یہ کہتے ہوئے۔

لائی حیات آئے قضاے چلی چلے اپنی خوشی نہ آئے نہ اپنی خوشی چلے (ذوق)

سفر آخرت فرمایا اور تربتہ المجاورین میں مدفون ہوئے۔ حدائق حنفیہ، کشف، ہامش، مقدمہ عمدۃ الرعاۃ المجم العلمی غیث الغمام، اور خلاصۃ الاثر فی اعیان القرن الحادی عشر میں سنہ وفات یہی مذکور ہے اور یہی صحیح ہے التحلیقات السنیۃ مصر

الفوائد البہیہ۔ مقدمہ عمدۃ الرعاۃ، کشف الظنون حدائق حنفیہ ۱۲ ۲ فی القاموس شہری کسری ثلاثیہ و خمسون موضعاً کلہا بمصر عشرۃ بالمشرقیۃ و خمسۃ بالمغربیۃ و ستۃ بجزیرہ تونسیا و احدی عشرۃ بالغربیۃ و سبعة بالمسعودیۃ و ثلاثیۃ بالنوفیۃ و ثلاثیۃ بجزیرہ بنی نصر و اربعۃ بالجیرۃ و اثنتان برمسیس و اثنتان بالجیرۃ ۱۲

یہ میں ۱۱۶۹ھ اور نسخہ یوسفیہ و مصطفائیہ میں ۱۲۶۹ھ ہے مگر یہ غلط ہے۔

تصانیف و تالیفات (۱) رقم البیان فی دیتہ المفصل والاسان۔ یہ ۱۰۱۹ھ کی تالیف ہے (۲) بسط الکفالتہ فی ۵ جیل الکفالتہ یہ ۱۰۲۶ھ کی تصنیف ہے (۳) حفظ الاصرین عن اعتقاد من زعم الحرام لایحدی لذمین (۴) سعادة اهل الاسلام بالمصافحة عقیب الصلوہ والسلام۔ یہ دونوں ۱۰۲۹ھ کی تصنیف ہیں۔ (۵) غنیۃ ذوی الاحکام فی بغیۃ ورر الاحکام یہ ۱۰۳۵ھ کی تصنیف ہے۔ (۶) اسعاد آل عثمان المکرم ببناء بیت اللہ الحرم۔ یہ ۱۰۳۹ھ کی تصنیف ہے۔ (۷) انفاذ الاوامر الالہیۃ بنصر العساکر العثمانیہ۔ یہ ۱۰۴۱ھ کی تصنیف ہے۔ (۸) تنقیح الاحکام فی الابرار الخاص والعام یہ ۱۰۴۲ھ کی تصنیف ہے۔ (۹) امداد الفتح شرح نور الایضاح۔ ۵ ربيع الاول ۱۰۴۵ھ کو شروع کر کے ۵ ربيع الاول ۱۰۴۶ھ میں اس کی تلبیض سے فراغت پائی۔ (۱۰) حسام الحکام السحقیقین لصد السعدین عن اوقاف المسلمین (۱۱) نظر الحاذق الخری فی الرجوع علی المستعیر (۱۲) جد اول الزلال الجاریۃ لترتیب الفوائت بكل احتمال یہ تینوں ۱۰۵۰ھ کی تصنیف ہیں۔ (۱۳) واضح الحجة للعدول عن خلل الحجة یہ ۱۰۵۲ھ کی تصنیف ہے۔ (۱۴) مراقی الفلاح شرح نور الایضاح۔ اواخر جمادی الاخری میں شروع کر کے اوائل رجب ۱۰۵۴ھ میں فراغت ہوئی (۱۵) السعۃ الجدة بکفیل الوالدة یہ ۱۰۵۵ھ کی تصنیف ہے۔ (۱۶) الاستعارة من کتاب الشهادة (۱۷) الزهر النضیر فی الحوض المستدر یہ دونوں ۱۰۵۷ھ کی تصنیف ہیں (۱۸) نفیس المجرب بشراء الدرر یہ ۱۰۵۸ھ کی تصنیف ہے (۱۹) فتح باری الاطاف بجدول تحقیقی الاوقاف۔ یہ ۱۰۵۹ھ کی تصنیف ہے۔ (۲۰) الاحکام الملخصہ فی حکم ماء الحمۃ یہ بھی ۱۰۵۹ھ کی تصنیف ہے۔ (۲۱) ارشاد الاعلام لرتبۃ الجدة وذوی الارحام فی تزویج الایتام (۲۲) الابتسام باحکام الاقام یہ دونوں ۱۰۶۰ھ کی تصنیف ہیں۔ (۲۳) اتحاف الاریب بجواز استنباط الخطیب (۲۴) ایضاح الخفیات لتعارض بینۃ النفی والاثبات (۲۵) نزہۃ اعیان الحزب بمسائل اشرب یہ تینوں ۱۰۶۱ھ کی تصانیف ہیں۔ (۲۶) الدرہ الفریدہ بین الاعلام تعقیق میراث من علق طلاقتما قبل الموت باشر اولیام یہ ۱۰۶۴ھ کی تصنیف ہے (۲۷) تحفۃ الاکمل فی جواز لبس الاحمر (۲۸) النظم المستطاب محکم القرآۃ فی صلوة لجنآۃ بام الکتاب یہ دونوں ۱۰۶۵ھ کی تصانیف ہیں۔ (۲۹) الدرۃ الیتیمہ فی الفقیہ (۳۰) الاثر المحمود لقہر ذوی العہود (۳۱) الاقتناع فی حکم اختلاف الراہن والمرہن فی الرومن غیر ضیاع (۳۲) تحفۃ اعیان الغنا بصحتہ الجمعۃ فی الضیاع (۳۳) بدیعۃ الہدی لما استیسر من الہدی یہ پانچوں ۱۰۶۷ھ کی تصانیف ہیں۔ (۳۴) قمر الملتہ الکفریہ بالادلتہ الحمدیہ لحزب و بر الحلتۃ الجوانیۃ یہ ۱۰۶۸ھ کی تصنیف ہے۔

ان کے علاوہ دیگر تالیفات جن کا سنہ تالیف معلوم نہیں ہو سکا یہ ہیں کشف القناع الرافع عن مسالۃ التبرع بما یستحق الرضیع (۲۶) ایقاظ ذوی الدر استہ بوصف من کلف السعیۃ (۳۷) اصابتہ الفرض الاہم فی العنق المہم (۳۸) احسن الاقوال للحرز عن مخظور الفعّال (۳۹) سعادة الماجد بعمارة المساجد (۴۰) نہایتہ الفریقین فی اشتراط الملک لاخر اشرطین (۴۱) اکرام ذوی الالباب بشریف الخطاب (۴۲) درر الكنوز (۴۳) کشف العضل فیمن عضل (۴۴) تجدد المسرات بالقسم بین الزوجات (۴۵) العقد العزید فی جواز التقلید۔

(۴۶) نور الایضاح پوں تو آپ کی جملہ تصانیف گوہر بے بہا اور تحقیقات و تدقیقات کا خزانہ ہیں مگر ان سب میں حاشیہ درر و غرر سب سے اعلیٰ و ارفع ہے جو موصوف کی حیات ہی میں غیر معمولی شہرت حاصل کر چکا تھا امداد الفتح شرح نور الایضاح بھی نہایت لاجواب کتاب ہے مگر بالکل نایاب ہے فقہ میں نور الایضاح متن متین ساڑھے تین سو سالہ قدیم ترین مختصر سار سالہ ہے مگر نہایت مفید اور داخل درس ہے لہذا آپ نے یہ کتاب الاعتکاف تک لکھی جس سے ۲۴ جمادی الاول ۱۰۳۲ھ میں جمعہ کے روز فارغ ہوئے اس کے بعد مسائل زکوٰۃ و حج کو اس کے ساتھ ملحق کر کے عبادات خمسہ کی تکمیل فرمائی اس کے متعلق حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری کا مصرع میں صرف ایک بار سرسری مطالعہ کرنے کے بعد ہندوستان میں

بلفظ طبع کرانے کا قصہ مشہور ہے اور حضرت شاہ صاحب کے حافظہ کے لحاظ سے یہ بات کوئی بعید بھی نہیں لیکن مجھے اس کا کوئی معتمد اور قابل وثوق حوالہ نہیں مل سکا۔

(۳۳) صاحب منتخب حسامی

نام و نسب اور سکونت محمد نام، ابو عبد اللہ کنیت، حسام الدین لقب، والد کا نام محمد اور دوا کا نام عمر ہے۔ اخیث (فتح الف و سکون خاء و کسر سین) کی طرف منسوب ہیں جو فرغانہ کا ایک شہر ہے جس کے متعلق صاحب انساب نے لکھا ہے "کانت من انزه بلادها واحسنها"

شیخ کامل، امام فاضل عالم فروع و اصول، ماہر جدل و خلاف تھے محمد بن عمر نو جا باذی محمد بن محمد بخاری فخر الدین محمد بن احمد بن الیاس مایمر غی وغیرہ نے آپ سے فقہ کی تعلیم حاصل کی ہے۔

تصانیف آپ کی کتاب منتخب حسامی اصول فقہ کی بہترین و معتبر اور مقبول و متداول کتاب ہے اس کے علاوہ حجتہ الاسلام امام غزالی کی منقول کی تردید میں جو امام اعظم کی تشنیع پر مشتمل ہے آپ نے ایک نفیس رسالہ چھ فصول میں لکھا ہے جس میں امام غزالی کا ایک ایک قول لے کر مدلل تردید کی ہے اور امام صاحب کے مناقب جلیلہ بھی ذکر کئے ہیں۔

شروح حسامی اکابر علماء و محققین فضلاء نے ان کی شرح لکھی ہیں جن میں امیر کاتب عمید بن امیر عمرو بن عمیر غازی کی تبیین جو موصوف نے ۷۱۶ھ میں سفر حج کے موقع پر لکھی اور عبد العزیز بخاری کی تحقیق زیادہ مشہور ہیں۔

وفات آپ نے بروز دو شنبہ ۲۲ یا ۲۳ ذیقعدہ ۶۴۴ھ میں وفات پائی اور قاضی خاں کے قریب مقبرہ القضاہ میں مدفون ہوئے۔

لاش پر عبرت یہ کہتی ہے امیر آئے تھے دنیا میں اس دن کیلئے ۲

فہرست حواشی و شروح کتاب منتخب حسامی

نمبر شمار	شرح	مصنف	سن وفات
۱	الوافی شرح منتخب	شیخ حسام الدین حسین بن علی صغنائی	بعد ۷۱۱ھ
۲	التحقیق =	شیخ عبد العزیز بن احمد بخاری	۷۳۰ھ
۳	التبیین =	شیخ قوام این امیر کاتب بن امیر عمر و اتقانی حنفی	۷۵۸ھ
۴	شرح منتخب (مختصر)	امام حافظ الدین عبد اللہ بن احمد نسفی	۷۱۰ھ
۵	= (مطلوب)	==	=
۶	تعلیق بر منتخب	شیخ احمد بن عثمان ترکمانی	۷۴۴ھ
۷	حاشیہ حسامی	مولانا معین الدین عمرانی دہلوی	
۸	تعلیم العالی فی تشریح الحسامی	مولانا برکت اللہ بن محمد احمد اللہ بن محمد نعمت اللہ لکھنوی	
۹	النای شرح حسامی	شیخ ابو محمد عبد الحق بن محمد امیر بن خواجہ شمس الدین دہلوی	
۱۰	التعلیق الحامی علی الحسامی	مولانا فیض الحسن بن مولانا فخر الحسن گنگوہی	

(۳۴) صاحب منار الانوار

صاحب کنزالدقائق حافظ الدین ابوالبرکات عبداللہ بن احمد نسفی متوفی ۷۱۰ھ کا مشہور و معروف جامع فقہ اور نہایت نافع متن متین ہے جن کے حالات کنزالدقائق کے ذیل میں گزر چکے۔

فہرست حواشی و شروح کتاب المنار

نمبر شمار	شرح	مصنف	سن وفات
۱	کشف الاسرار فی شرح المنار	حافظ الدین ابوالبرکات عبداللہ بن احمد نسفی (مصنف متن)	۷۱۰ھ
۲	افاضۃ الانوار فی اضاءۃ اصول المنار	ابوالفضائل سعد الدین محمود بن محمد دہلوی	۷۷۱ھ
۳	شرح المنار	ناصر الدین الربوۃ محمد بن احمد بن عبدالعزیز قونوی دمشقی	۷۶۴ھ
۴	تبصرۃ الاسرار فی شرح المنار	شیخ شجاع الدین بیتہ اللہ بن احمد ترکستانی	۷۳۳ھ
۵	الانوار فی شرح المنار	شیخ اکمل الدین محمد بن محمود بن البابر قنفی	۷۸۶ھ
۶	اقتباس الانوار فی شرح المنار	شیخ جمال الدین یوسف بن قوامی العنقری الخراطی	
۷	جامع الاسرار فی شرح المنار	شیخ قوام الدین محمد بن محمد بن احمد الکافی	
۸	شرح المنار	شیخ شرف الدین ابن کمال فریقی	
۹	فتح الغفار فی شرح المنار	علامہ زین الدین بن نجم مصری (صاحب بحر الرائق)	۹۷۰ھ
۱۰	شرح المنار	شیخ جلال الدین رسول ابن احمد بن یوسف التبانی الحنفی	۷۹۳ھ
۱۱		شیخ زین الدین عبدالرحمن بن ابی بکر معروف بابن العینی	۸۹۳ھ
۱۲		شیخ عبدالرحمن بن صاچلی امیر	۹۸۷ھ
۱۳		شیخ کمال الدین حسین الوزیر	
۱۴		شیخ عبداللطیف بن عبدالعزیز بن فرشتہ مشہور بابن ملک	
۱۵	زبدۃ الاسرار فی شرح المنار	شیخ ابوالثناء احمد بن محمد سیواسی	
۱۶	الفوائد الغیثیۃ الشمسیۃ	شیخ شمس الدین محمد قوجہ حصاری	
۱۷	مدلر الخول فی شرح الاصول	شیخ ابو عبداللہ محمد بن مبارک شاہ بن محمد ہروی الملقب بالعمین	
۱۸	زبدۃ الافکار فی شرح المنار	شیخ شمس الدین محمد بن حسین بن محمد نوشاہادی	
۱۹	زین المنار	شیخ یوسف بن عبدالملک بن بخشایش	
۲۰	انوار الافکار	شیخ عیسیٰ بن اسماعیل بن خسرو شاہ الاقسرائی	۷۲۷ھ
۲۱	التبیان	شیخ محمد بن محمود بن حسن الحسینی	
۲۲	شرح المنار	شیخ جلال الدین بن احمد رومی حنفی معرف بالقبانی	۷۹۲ھ
۲۳	زبدۃ الاسرار فی شرح المنار	شیخ شمس الدین سیواسی	۱۰۴۵ھ
۲۴	شرح المنار	علامہ زین ابوالعدل قاسم بن قطلوبغا حنفی	۸۷۹ھ

قاضی القضاة بدر الدین محمود بن احمد بن موسی بن احمد بن حسین العینی الحنفی	=	۲۵
شیخ عزالدین عبدالطیف بن عبدالعزیز بن امین الدین	==	۲۶
شیخ محمد بن مصلح الدین قوجوی معروف بشیخ اودہ رومی	==	۲۷

فہرست مختصرات و منظومات کتاب المنار

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف	سن وفات
۱	قدس الاسرار فی اختصار المنار	شیخ ناصر الدین الربوۃ محمد بن احمد بن العزیز قونوی	۷۶۲ھ
۲	لب الاصول	شیخ زین الدین ابن نجیم مصری	۹۷۰ھ
۳	مختصر المنار	شیخ زین الدین ابوالعزیز طاہر بن حسن معروف بابن حبیب	۸۰۸ھ
۴	تنویر المنار	قاضی ابوالفضل محمد بن محمد بن شحہ	۸۹۰ھ
۵	اساس الاصول	شیخ علی بن محمد	-
۶	غصون الاصول	شیخ خضر بن محمد آماسی	-
۷	منظومۃ المنار	شیخ فخر الدین احمد بن علی معروف بابن الفصح ہمدانی	۷۵۵ھ
۸	==	شیخ محمد بن حسن بن احمد بن ابی یحییٰ کواکبی حلبی	۱۰۹۶ھ

(۳۵) صاحب اصول الشاشی

اصول الشاشی اصول فقہ حنفی کی ایک مسلم الثبوت بنیادی کتاب ہے جس کا مصنف ان با اثر متقدمین فضلاء میں سے ہے جو ریاد سمعہ اور نمود و شہرت کو پسند نہیں کرتے تھے چنانچہ صاحب کتاب نے اخلاص و حسن نیت اور نفع رسانی خلافت کو باعث ثواب دارین سمجھ کر اپنا نام نامی صفحات کتاب پر ظاہر نہیں فرمایا شاید جن نے بھی مصنف کے متعلق کوئی تصریح نہیں کی فہرست کتب خانہ آصفیہ (ریاست حیدر آباد دکن) میں اس کا ایک قلمی نسخہ موجود ہے مگر اس میں بھی مصنف کا خانہ خالی چھوڑ دیا گیا۔ ”محبوب الالباب فی تعریف الکتب والکتاب“ فہرست پٹنہ میں اس کا کوئی قلمی یا مطبوعہ نسخہ نہیں ہے۔ ”اکتفاء القتوع بما ہو مطبوع“ میں اصول فقہ کے تحت لکھتے ہیں۔ ”الشاشی الملقب بالقفال اھ“ لیکن یہ کتاب زیر بحث اصول الشاشی کے علاوہ ہے اور مصنف بھی اور ہیں اس واسطے کہ ملقب بالقفال دو شخص گذرے ہیں ایک ابو بکر محمد بن علی بن اسماعیل القفال متوفی ۳۱۴ھ دوم ابو بکر عبداللہ بن احمد بن عبداللہ القفال اگر یہاں اول مراد ہو تو یہ شافعی المذہب ہیں اور اصول الشاشی حنفی مذہب کے مطابق تالیف ہوئی ہے اور اس کے مصنف اسی مذہب کے ہیں اور اگر ثانی مراد ہو تو یہ شاشی نہیں بلکہ مروزی ہیں۔ فہرست خدیو یہ مصر میں اصول الشاشی مطبوعہ ہند ۱۸۹ھ کے تحت میں مصنف کا نام اسحاق بن ابراہیم الشاشی السمر قندی متوفی ۳۲۵ھ لکھا ہے ان کی کنیت ابو ابراہیم ہے اپنے زمانہ کے بہت بڑے عالم اور ثقہ تھے جامع کبیر کی روایت ابو سلیمان جوزجانی سے بواسطہ زید بن اسامہ کرتے تھے ان کی وفات مصر میں ۳۲۵ھ میں ہوئی حاجی خلیفہ ملا کاتب چلبی نے اس کتاب کو ”کتاب المسین“ کے نام سے لکھا ہے اور وجہ تسمیہ یہ نقل کی ہے کہ اس کی تصنیف کے وقت مصنف کی عمر پچاس سال کی تھی اور مصنف کا نام نظام الدین شاشی تحریر کیا ہے وجہ تسمیہ کے سلسلہ میں بعض حضرات یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ صرف پچاس روز میں تصنیف کی گئی ہے اس لئے یہ مسین کے نام کے ساتھ مشہور ہو گئی جیسے اور بعض کتابیں کیروزی وغیرہ کے نام سے مشہور ہیں۔

مولانا عبدالحی صاحب نے ”الفوائد البہیہ“ میں صاحب کشف کی عبارت بلا تکثیر نقل کی ہے اگر صاحب کشف کی تحقیق قابل وثوق سمجھی جائے تو مصنف کا نام نظام الدین کہنا بیجا نہ ہوگا مگر غیر مشاہیر علماء میں ماننا ہی پڑے گا کیونکہ کتب توارخ میں اس نام کے مصنف کا کہیں پتہ نہیں چلتا۔

شاش کے متعلق دائرہ المعارف میں اور لغت کی دیگر کتابوں میں لکھا ہے کہ یہ ایک شہر کا نام ہے جو ماوراء النہر کے متعلقات میں سے ہے و ذکر السمعانی انہما مدینۃ و راء نہر سیحون من ثغور الترك۔

شرح و حواشی اصول الشاشی..... (۱) شرح الشیخ محمد بن الحسن خوارزمی فارابی مشہور بشمس الدین شاشی اتمہ فی ۸۱ھ (۲) فصول الحواشی (۳) احسن الحواشی علی اصول الشاشی از مولانا بزرگت اللہ بن محمد احمد اللہ بن محمد نعمت اللہ لکھنوی (۴) عمدۃ الحواشی۔ از مولانا فیض الحسن بن فخر الحسن گنگوہی۔

(۳۶) صاحب توضیح و تنقیح

تنقیح متن اور توضیح شرح دونوں کتابیں شارح و قایم صدر الشریعۃ الاصفہانی عبید اللہ بن مسعود بن محمود محبوبی حنفی متوفی ۷۴۷ھ کی ہیں جن میں شیخ فخر الاسلام بزودی کی کشف کو تصحیح کیا ہے اس کے ساتھ ساتھ امام رازی کی محصول اور علامہ ابن حاجب کی مختصر کے چند مباحث بھی مع تحقیقات بدیعہ و تدقیقات منیعہ پورے ضبط و ایجاز کے ساتھ منضم کئے ہیں صاحب کتاب کے حالات شرح و قایم کے ذیل میں گزر چکے ہیں۔

حواشی و شرح توضیح و تنقیح..... (۱) شرح تنقیح، از سید عبد اللہ بن محمد الحسینی معروف بقرہ کار متوفی ۷۵۰ھ

(۲) تغیر الشیخ از علامہ شمس الدین احمد بن سلیمان بن کمال پاشا متوفی ۹۰۱ھ

(۳) حاشیہ توضیح از شیخ عبد القادر بن ابی القاسم انصاری متوفی ۸۲۰ھ (تقریباً)

(۴) تلوح شرح توضیح از علامہ سعد الدین تفتازانی

(۵) تعلیق بر مقدمات اربعہ توضیح از شیخ علاء الدین علی العربی الحلبی متوفی ۹۰۱ھ

(۶) تعلیق بر مقدمات از سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ھ

(۷) تعلیق بر مقدمات۔ از شیخ محی الدین محمد بن ابراہیم بن خطیب متوفی ۹۰۱ھ

(۸) تعلیق بر مقدمات۔ از شیخ محمد بن الحاج حسن متوفی ۹۱۱ھ

(۹) تعلیق بر مقدمات۔ از شیخ لطف اللہ بن حسن توقانی مقتول ۹۰۰ھ

(۱۰) تعلیق بر مقدمات۔ از شیخ عبد الکریم متوفی فی حدود ۹۰۰ھ

(۱۱) تعلیق بر مقدمات۔ از شیخ حسن بن عبد الصمد سامونی متوفی ۸۹۱ھ

(۱۲) تعلیق بر مقدمات۔ از شیخ مصلح الدین مصطفیٰ قسطلانی متوفی ۹۰۱ھ

(۳۷) صاحب تلوح شرح توضیح

علامہ سعد الدین مسعود بن قاضی فخر الدین عمر بن برہان الدین عبد اللہ تفتازانی متوفی ۷۹۲ھ کی ماہ ناز و شہرہ آفاق شرح ہے جو حل غوامض تنقیح اور تشریح مغلفات توضیح میں بے نظیر کتاب ہے ان کے حالات اور تفصیلی تعارف مختصر المعانی کے ذیل میں آئے گا۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)

فہرست حواشی کتاب تلوخ شرح توضیح

نمبر شمار	حاشیہ	مصنف	سن وفات
۱	حاشیہ تلوخ	المحقق حسن چلی بن محمد شاہ بن محمد بن حمزہ مشہور بفناری	۸۸۶ھ
۲	=====	سید شریف علی بن محمد جر جانی خفی	۸۱۶ھ
۳	=====	شیخ محی الدین محمد بن حسن سامونی	۹۱۹ھ
۴	=====	شیخ علاء الدین محمد بن محمد مشہور بمصطفیٰ	۸۷۱ھ
۵	=====	شیخ علاء الدین علی الطوسی	۸۸۷ھ
۶	=====	الفاضل بن محمد فراموز مشہور بملا خسرو	۸۸۵ھ
۷	الترجیح حاشیہ تلوخ	قاضی برہان الدین احمد بن عبد اللہ سیواسی	۸۰۰ھ
۸	حاشیہ تلوخ	شیخ علاء الدین علی بن محمد قوشی	۸۷۹ھ
۹	===== (غیر تام)	الفاضل مصطفیٰ الدین مصطفیٰ مشہور بحسام زادہ	=====
۱۰	=====	علامہ ابو بکر بن ابی القاسم لیشی سمرقندی	=====
۱۱	===== (علی الاوائل)	الفاضل معین الدین	=====
۱۲	=====	علامہ عثمان الخطابی مشہور بحسام زادہ	=====
۱۳	=====	شیخ مصلح الدین مصطفیٰ بن یوسف بن صالح مشہور بخواجه زادہ	۸۹۳ھ
۱۴	=====	شیخ مصلح الدین مصطفیٰ بن شعبان مشہور بسروری	۹۶۹ھ
۱۵	=====	شیخ الاسلام احمد بن یحییٰ بن محمد بن سعد الدین تفتازانی	۹۱۶ھ
۱۶	=====	شیخ وجیہ الدین بن نصر اللہ بن عماد الدین گجراتی	۹۹۸ھ
۱۷	=====	شیخ نور الدین بن محمد صالح احمد آبادی	۱۰۵۵ھ
۱۸	=====	علامہ زین الدین ابو الحداد قاسم بن قطلوبغا خفی	۸۷۹ھ
۱۹	=====	شیخ علاء الدین علی بن محمود بن محمد بسطامی	۸۷۵ھ
۲۰	=====	شیخ یعقوب بن نور اللہ بن حسن بناری	۱۰۰۳ھ
۲۱	=====	حافظ امان اللہ بن نور اللہ بن حسن بناری	۱۱۳۳ھ
۲۲	=====	مولوی عبدالسلام دیوی	

فہرست تعلیقات بر تلوخ شرح توضیح

نمبر شمار	تعلیق	مصنف	سن وفات
۱	تعلق بر تلوخ (علی الاوائل)	شیخ یوسف بالی ابن شیخ یکان	
۲	=====	محمد بن یوسف بالی ابن شیخ یکان	
۳	===== (علی الاوائل)	علامہ سلمان بن کمال پاشا	۹۳۰ھ
۴	=====	شیخ خضر شاہ منشوی	۸۵۳ھ

فی صد ۹۰۰ھ

۹۸۸ھ

۱۰۳۹ھ

۹۸۳ھ

۹۴۳ھ

شیخ عبدالکریم

شیخ شمس الدین احمد بن محمود معروف بقاضی زادہ

شیخ ہدایتہ اللہ علانی

الفاضل ابوالسعود بن محمد العمادی

شیخ محی الدین محمد قرہ باغی

۵====(علی الاولیٰ)

۶====

۷ تعلق بر تلوح

۸ غمرات الخ

۹ تعلق بر تلوح

(۳۸) صاحب مسلم الثبوت

مسلم الثبوت قاضی محبت اللہ بہدی صاحب مسلم العلوم کی نہایت عالی مرتبہ کتاب ہے جو غالباً علامہ ابن ہمام کی تحریر شیخ ابن حاجب کی مختصر اور قاضی بیضاوی کی منہج سے ماخوذ ہے بہت سی جگہ فاضل موصوف نے اپنی تحقیقات کا بھی اضافہ کیا ہے۔ ہر فریق کے دلائل پھر اس پر شبہات و جوابات کی بھرمار، مواضع صعبہ و مباحث مسئلہ کا بہترین حل اس کے ساتھ ساتھ عمدگی عبارت و غایت اختصار وغیرہ امور اس کتاب کا طرہ امتیاز ہے۔ صاحب کتاب کے حالات انشاء اللہ تعالیٰ مسلم العلوم کے ذیل میں آئیں گے۔

حواشی و شروح مسلم الثبوت..... (۱) شرح مسلم الثبوت از مولانا عبدالحق بن فضل حق بن فضل امام خیر آبادی (۲) کشف المہم ممافی المسلم از محمد بشیر الدین بن محمد کریم الدین عثمانی قنوجی (۳) التعلیق المنعوت علی مسلم الثبوت از مولانا برکت اللہ بن محمد احمد اللہ بن محمد نعمت اللہ لکھنوی (۴) فواحح الرحوت شرح مسلم الثبوت از مولانا بحر العلوم عبد العلی بن نظام الدین بن قطب الدین شہید (۵) مفاحح البیوت فی حل مسلم الثبوت از مولانا فیض الحسن بن مولانا فخر الحسن سہارنپوری (۶) شرح مسلم الثبوت (تامباوی الاحکام) از ملا محمد حسن بن قاضی غلام مصطفیٰ (۷) شرح مسلم الثبوت از ملا محمد مبین بن ملا محبت اللہ لکھنوی۔ (۸) نفائس الملکوت شرح مسلم الثبوت از مولوی ولی اللہ بن حبیب اللہ بن ملا محبت اللہ فرنگی محلی۔

(۹) شرح مسلم الثبوت از ملا نظام الدین بن قطب الدین شہید سہالوی۔

(۱۰) السبیل الاقوم فی توضیح المسلم (اردو) از مولانا عبدالحق صاحب خطیب جامع رنگون

(۳۹) صاحب نور الانوار

نام و نسب..... آپ کا نام احمد ہے اور والد کا نام ابو سعید، ملا جیون سے مشہور ہیں سلسلہ نسب یوں ہے احمد بن شیخ ابو سعید بن عبد اللہ بن شیخ عبد الرزاق بن شاہ مخدوم (مخدوم خاصہ) آخر میں آپ کا نسب شریف سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے وابستہ ہے۔

سیدائش و سکونت..... آپ کے دادا عبد اللہ کے جد امجد مخدوم خاصہ جو شیخ صلاح الدین دہلوی کی لولاد سے ہیں قصبہ اٹیٹھی کے مشہور بزرگوں میں سے تھے دہلی سے منتقل ہو کر قصبہ اٹیٹھی میں اقامت پذیر ہو گئے تھے ملا جیون اسی قصبہ اٹیٹھی میں پیدا ہوئے سنہ پیدائش تقریباً ۱۰۴۸ھ ہے۔

تحصیل علوم..... سات سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کیا پھر تحصیل علوم و فنون میں مشغول ہوئے اور یورپ کے متفرق قصبات میں رہ کر فضلاء عصر سے استفادہ علوم کیا وریات میں سے اکثر کتب شیخ محمد صادق ترکھی سے پڑھیں آخر میں ملا لطف اللہ گوردی جہاں آبادی سے سند فراغت حاصل کی آپ کے تجربہ علمی کے متعلق مولانا آزاد بلگرامی کے الفاظ ہیں۔ ”حاصل کلام الہی دور دانش عقلی و نقلی بحر امتناہی“ تحصیل علوم سے فراغت کے بعد مسند صدارت مدرس کوزینت

بخشی اور اپنے وطن میں درس دیتے رہے۔

قوت حافظہ و سادگی مزاج..... آپ نہایت سادہ وضع، غریب الطبع، منکسر المزاج، ملن سار اور رسمی تکلفات سے قطعاً بیگانہ اور قوت حافظہ میں یگانہ تھے درسی کتابوں کی عبارتوں کے پورے پورے اور اقوال و صحفیات حفظ اور بڑے بڑے قصیدے ایک مرتبہ سننے سے یاد ہو جاتے تھے۔

شاہ عالمگیر ملا صاحب کے سامنے..... چالیس سال کی عمر میں اجمیر شریف ہو کر دہلی پہنچے اور یہاں کافی مدت تک اقامت کی اور درس و افادہ کا مشغلہ جاری رہا کشت طالع نے آپ کو شہاب الدین شاہجہاں بادشاہ تک پہنچایا۔ شاہجہاں نے آپ کو اور رنگ زیب عالمگیر کی تعلیم کیلئے مقرر کیا اور عالمگیر نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذتہ کیا اور پھر عمر بھر حد سے زیادہ اعزاز و احترام کرتا رہا اسی طرح شاہ عالم خلف عالمگیر آپ کے سامنے لوازم تکریم بجالاتا اور شاہ فرخ سیر بھی آپ کی بڑی قدر و منزلت کرتا تھا۔

زیارت حرمین شریفین..... بچپن سال کی عمر میں حرمین شریفین حاضر ہوئے یہاں بھی ایک مدت تک اقامت کی اور ظاہری و باطنی و برکات سے مالا مال ہوئے چار پانچ سال کے بعد واپس ہو کر بلاد دکن میں سلطان عالمگیر کے ساتھ چھ سال گزارے ۱۱۱۲ھ میں پھر حرمین شریفین حاضری دی ایک سال اپنے والد ماجد کی طرف سے، دوسرے سال والدہ ماجدہ کی جانب سے مناسک حج ادا کئے اور صحیحین کا درس نہایت تحقیق و اتقان کے ساتھ مراجعت کتب و شروح کے بغیر دیا۔

تصوف و سلوک..... ۱۱۱۶ھ میں ہندوستان واپس آکر اپنے وطن میں دو سال قیام کیا اس زمانہ میں طریق سلوک و تصوف کی طرف زیادہ توجہ فرمائی اور حضرت شیخ یسین بن عبدالرزاق قادری سے خرقہ خلافت حاصل کیا پھر اپنے احباب و مریدین کے ساتھ دہلی تشریف لائے اور درس و افادہ میں مشغول ہوئے۔

ایک عجیب و غریب خواب..... صاحب آئینہ اودھ شاہ سید محمد ابوالحسن مانک پوری نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے کہ ملا جیون کے والد نے خواب دیکھا کہ میں اپنے دونوں بیٹوں (ملا جیون اور ان کے برادر حقیقی ملا بوڑھن) کی انگلی پکڑے ہوئے چلا جا رہا ہوں کہ اچانک ایک طرف سے سور دوڑا ہوا قریب میں آیا میں نے ملا بوڑھن کو گود میں اٹھالیا اور وہ ملا جیون کا دامن چھو کر چلا گیا۔ جب بیدار ہوئے تو بہت متاسف ہو کر فرمایا کہ سور کے چھوئے کا مطلب دنیا میں ملوث ہونا ہے بوڑھن اس سے بچ گیا۔

ملا جیون تاحیات سوائے اپنے کھانے اور کپڑے کے اور کسی طرح بادشاہ سے متمتع نہیں ہوئے اور نہ اپنے لئے کوئی علوفہ مقرر کر لیا جبکہ بادشاہ خود اس کا متمنی رہتا تھا بایں ہمہ احتیاط ان کے والد نے اس قدر ملوث ہو جانے کی نسبت پہلے ہی فرمادیا کہ اس کو دنیا سے چھو لیا۔

دنیا سے رحلت..... آپ نے ۱۱۳۰ھ میں بزبان اقبال یہ کہتے ہوئے۔

آہ اس آباد ویرانے میں گھبراتا ہوں میں رخصت اے بزم جہاں سوئے وطن جاتا ہوں میں

کاشانہ فردوس کو نشیمن بنایا۔ پچاس روز کے بعد نعش مبارک دہلی سے اٹھیں لے جا کر آپ کے مدرسہ میں دفن کی

گئی تاریخ وفات اس قطعہ سے ظاہر ہے۔

شد از پس دنیا بخت باریاب

شیخ احمد چوں بفضل ایزدی

نیز شیخ احمد عالی جناب (۱۱۳۰ھ)

مہدی حق شیخ احمد وصل اوست (۱۱۳۰ھ)

علمی کارنامے..... آپ نے اپنی پوری زندگی درس و تدریس اور تصنیف میں صرف کی اصول فقہ میں نور الانوار شرح المنار آپ کی زندہ یادگار ہے جس سے دنیا علم کا پچہ پچہ بخوبی واقف ہے یہ کتاب آپ نے مدینہ منورہ کے قیام کے دوران

صرف دو ماہ کے اندر لکھی ہے۔ نیز ہندوستان میں سب سے پہلے احکام القرآن کے موضوع پر التفسیر اللاحدیہ فی بیان الآیات الشرعیۃ مع تالیفات المسائل الفقہیہ“ آپ ہی نے تالیف کی جس میں قرآن مجید کی کم و بیش پانچ سو آیات کی تشریح و توضیح حنفی نقطہ نگاہ سے کی ہے اور لطف یہ ہے کہ یہ موصوف کی دور طالب علمی کی تصنیف ہے جیسا کہ خاتمہ کتاب میں خود موصوف نے سال تکمیل و تصنیف بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ میں نے آیات شریفہ کی تفسیر اٹھنی شہر میں لکھنا شروع کی تھی۔ یہ ۱۰۶۲ھ کا واقعہ ہے جب میں حسامی پڑھتا تھا اور سولہ برس کا تھا ۱۰۶۹ھ میں بلدہ مذکورہ میں اس سے فراغت پائی اس وقت میں شرح مطالع پڑھتا تھا اور کاروان عمر اکیسویں منزل طے کر چکا تھا کچھ زمانہ کے بعد ۱۰۷۵ھ میں اٹھنی کے اندر درس کے زمانہ میں نظر ثانی کر کے اس کی صحت کی اس وقت میں ستائیس سال کا تھا۔

ان کے علاوہ دیگر تالیفات یہ ہیں: ”السواح“ یہ لوائح جامی کے طرز پر ہے جس کو آپ نے حجاز کے دوسرے سفر میں تصنیف کیا۔ ”مناقب الاولیاء“ یہ اٹھنی کے آخری زمانہ قیام کی تصنیف ہے۔ ”آداب احمدی“ سیر و سلوک میں ہے جو آپ نے ابتدائے عمر میں لکھی تھی۔

(۴۰) صاحب فرائض سراجیہ

نام و نسب..... نام محمد کنیت ابو طاہر، لقب سراج الدین، والد کا نام محمد اور دادا کا نام عبدالرشید ہے نسب میں سجادندی سے مشہور ہیں۔

علامہ حمید الدین محمد بن علی نو قدی وغیرہ نے آپ سے تعلیم حاصل کی ہے علم فرائض میں سراجیہ متن اور اس کی شرح علم حساب میں تجنیس وغیرہ آپ کی تصانیف ہیں اور خود سراجیہ متن کی شرح بھی لکھی ہے۔

سن وفات

مصنف

نمبر شمار شرح

۵۷۸۶ھ	شیخ اکمل الدین محمد بن محمود بابر تی مصری حنفی	شرح سراجیہ	۱
۵۸۰۳ھ	شیخ شہاب الدین احمد بن محمود سیواسی	=====	۲
۵۷۶۲ھ	شیخ ربوہ محمد بن احمد بن عبدالعزیز دمشقی قونوی	المواہب اللکھیہ فی شرح فرائض سراجیہ	۳
-	شیخ ابوالحسن حیدرہ بن عمر	شرح سراجیہ	۴
-	شیخ محی الدین محمد بن مصطفیٰ معروف بشیر اودہ	=====	۵
-	شیخ مصلح بن صلاح الداری	=====	۶
۵۸۳۰ھ	شیخ برہان الدین حیدری بن محمد ہروی	=====	۷
۵۹۱۶ھ	شیخ الاسلام سیف الدین احمد بن یحییٰ بن محمد ہروی	=====	۸
۵۸۳۲ھ	شیخ شمس الدین محمد بن حمزہ فناری	=====	۹
-	فاضل بہشتی محمد مشہور بفخر خراسان	=====	۱۰
۵۹۲۰ھ	شیخ شمس الدین احمد بن سلیمان معروف بابن کمال باشا	=====	۱۱
۵۷۹۲ھ	شیخ سعید الدین مسعود بن عمر تفتازانی	=====	۱۲
۵۸۱۶ھ	سید شریف الدین علی بن محمد جرجانی	شریفیہ شرح سراجیہ	۱۳
۵۶۵۸ھ	شیخ مجد الدین حسن بن احمد حلبی مشہور بابن امین الدولہ	شرح سراجیہ	۱۴

۱۵	====	شیخ بہاء الدین حیدرہ بن محمد بن ابراہیم حلبی	۱۰۰ھ
۱۶	ضوء السراج	شیخ محمود بن ابی بکر بن ابی العلاء بخاری کلابازی	۱۰۰ھ
۱۷	الفرائد التاجی فی شرح فرائض السراجی	شیخ عبد الکریم بن محمد بن حسن محمد بن حسن ہمدانی	-
۱۸	المقاصد السنیہ بشرح السراجیہ	شیخ یونس بن یونس بن عبد القادری رشیدی اثری	۱۰۱۱ھ
۱۹	التحقیق	شیخ محمد بن حاج احمد بن نصر	بعد ۸۵۲ھ
۲۰	شرح سراجیہ	شیخ اور لیس بن شیخ پاشا	بعد ۸۵۸ھ
۲۱	حاشیہ سراجیہ	شیخ مصطفیٰ مشہور بطاشکبری زادہ	۹۶۸ھ
۲۲	شرح سراجیہ	شیخ محی الدین محمد بن مصلح الدن قوجوی	۹۵۰ھ
۲۳	ارشاد الراجی شرح فرائض سراجی	شمس الدین محمود بن احمد بن ظہیر اللارندی	

منظومات کتاب سراجیہ

۱	منظومہ	محمود بن عبد اللہ بدر الدین گلستانی	۸۰۱ھ
۲	====	ابوالعزیز الدین طاہر بن حسن معروف بابن حبیب حلبی	۸۰۸ھ
۳	====	فخر الدین احمد بن علی بن الفصح ہمدانی	۸۵۵ھ
۴	====	ابو عبد اللہ تاج الدین عبد اللہ بن علی سنجاری	۸۹۹ھ

(۴۱) صاحب حجتہ اللہ البالغہ

فن اسرار شریعت میں یہ مایہ ناز کتاب حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا تصنیفی شاہکار ہے جن کے حالات تفصیل کے ساتھ ”صاحب الفوز الکبیر“ کے ذیل میں گذر چکے۔
حجتہ اللہ البالغہ کا اجمالی تعارف..... حضرت شاہ صاحب کو یقین تھا کہ کچھ عرصہ بعد دور عقلیت شروع ہونے والا ہے جس میں احکام شریعت کے متعلق اوہام و شکوک کی گرم بازاری ہوگی اسی خطرہ کا سد باب کرنے کے لئے شاہ محمد عاشق پھلتی کے اصرار پر آپ نے بالہام ربانی یہ بے نظیر کتاب ایسے عالم میں تحریر فرمائی جو محو و استغراق کا عالم تھا۔ یہ ایک دوسری صفت الہامی ہے جو شاید کسی دوسری کتاب میں موجود نہیں خطبہ و کتاب میں استخارہ کا حال بیان فرماتے ہیں ”صرت کالمیتہ فی ید الغسال“ اکثر اثناء کتاب میں ”عظمیٰ ربی اہمینی ربی“ فرماتے ہیں۔

یہ کتاب جس محدثانہ، متکلمانہ، فقیہانہ اور فلسفیانہ انداز میں تصنیف ہوئی ہے وہ حضرت شاہ صاحب ہی کا حق ہے جس میں آپ نے تعلیمات اسلام کو مطابق فطرت اور دینی احکام کو مبنی بر عدل ثابت کیا ہے ہر حکم الہی اور امر شریعت کے اسرار و مصالح نہایت بلیغ اور مدلل انداز میں بیان کئے ہیں جس سے ایک طرف تو متشکک و متردد حضرات کے شکوک و شبہات کا ازالہ ہو جاتا ہے اور دوسری طرف معترضین کے احکام اسلام پر معاندانہ اعتراضات کا منہ توڑ جواب مل جاتا ہے۔

اس کتاب میں آپ نے مابعد الطبیعی مسائل سے ابتداء کی ہے اور فلسفہ اسلام کو ایک مرتب شکل میں پیش کرنے کی کامیاب کوشش فرمائی ہے قدرت کے قانون مکافات کو فلسفیانہ نہ طرز پر بیان کیا ہے اس کے بعد ارتقاات کے زیر عنوان اقتصادیات اور سیاسیات کے مسائل پر بحث کی ہے پھر اخلاقیات کا موضوع لیا ہے اور انسانی سعادت پر گفتگو کی ہے اس کے بعد نظام شریعت اس کے عقائد و ارکان پر تبصرہ کرتے ہوئے ان کے اسرار و حکم بیان فرمائے ہیں اور معاصی و آثام پر تفصیلی

بحث کی ہے۔ بعد ازاں تاریخ مذاہب پر تبصرہ کیا ہے اور تشریح و قانون سازی کے بارے میں نہایت مفید نکات بیان کئے ہیں آخر میں آپ نے حدیث سے استنباط کا صحیح طریقہ بتایا ہے اور فقہ سے متعلق بیش بہا معلومات بہم پہنچائی ہیں دوسرے حصے میں فقہی طرز پر ابواب قائم کر کے شریعت کے جملہ احکام پر مفصل تبصرہ کیا ہے اور ہر حکم کی علت اس کی حکمت اور فوائد و مصالح بیان کئے ہیں جس سے پڑھنے والا ان احکام پر علی وجہ البصیرہ ایمان لے آتا ہے اور اس کے تمام شکوک و شبہات زائل ہو جاتے ہیں غرض اس کتاب کو اگر پورے مذاہب اسلام کی مکمل شرح کہا جائے تو غلط نہ ہو گا درحقیقت یہ کتاب امام غزالی کی ”احیاء العلوم“ کے طرز پر ہے اور بعض اعتبار سے اس سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہے۔

حجتہ اللہ البالغہ ایک معجزہ ہے..... علامہ سید ابوالحسن علی ندوی فرماتے ہیں کہ شاہ صاحب کی یہ مایہ ناز تصنیف آنحضرت ﷺ کے ان معجزات میں سے ہے جو آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد آپ کے امتیوں کے ہاتھ پر ظاہر ہوئے اور جن سے اپنے وقت میں رسول کریم ﷺ کا اعجاز نمایاں اور اللہ کی حجت تمام ہوئی۔

حجتہ اللہ البالغہ کے متعلق علماء فحول کی آراء..... اس کتاب کی نسبت خصوصاً و نیز دربارہ ازالۃ الخفاء تفہیمات و سطعات وغیرہ عموماً علماء کرام کا مقولہ ہے کہ یہ کتابیں زمانہ اسلام میں بے مثل و عدیم النظیر کتابوں میں سے ہیں جن کا مثل پایا نہیں گیا۔

نواب صدیق حسن خاں قنوجی صاحب ”اتحاف النبلاء حجتہ اللہ البالغہ کی بابت فرماتے ہیں۔

اس کتاب اگرچہ در علم حدیث نیست اما
یہ کتاب اگرچہ علم حدیث میں نہیں ہے لیکن اس میں بہت
شرح احادیث بسیار در اں کردہ و حکم و
سی احادیث کی شرح اور ان کے اسرار و حکم بیان کئے گئے
اسرار آں بیان نمودہ تا آنکہ در فن خود غیر
ہیں حتی کہ اپنے فن میں بے نظیر ثابت ہوئی ہے اور کسی
مسبق علیہ واقع شدہ و مثل آں دریں دوازدہ
دوسری کتاب کو اس پر سبقت حاصل نہیں ہوئی بارہ سو
صد سال پہلے کے از علمائے عرب و عجم
سال کے اندر علماء عرب و عجم میں سے کسی نے ایسی معرکتہ الاراء
تصنیع موجود نیامدہ و مجملہ تصانیف
کتاب تصنیف نہیں کہ غرضیکہ یہ کتاب مولف کی تمام تصانیف
مؤلفش مرضی بودہ است و فی الواقع بیش
میں عمدہ اور بہترین تصنیف ہے اور حقیقت میں (ہماری) ازاں است
اس (رائے) سے بہت کچھ زیادہ ہے۔

مولانا محمد منظور نعمانی فرماتے ہیں کہ ”میں اپنی زندگی میں کسی بشر کی کتاب سے اتنا مستفید نہیں ہوا جس قدر کہ اس کتاب سے خدا نے مجھے فائدہ پہنچایا۔ میں نے اسلام کو ایک مکمل اور مرتبہ الاجزاء نظام حیات کی حیثیت سے اس کتاب سے جانا ہے دین مقدس کی ایسی بہت سی باتیں جن کو پہلے میں صرف تقلید لمانتا تھا اس جلیل القدر کتاب کے مطالعہ کے بعد الحمد للہ میں ان پر تحقیق اور علی وجہ البصیرہ یقین رکھتا ہوں۔“

حجتہ اللہ البالغہ کا ادبی مقام..... یہ کتاب عربی زبان میں ایک عجمی کے قلم سے ہونے کے باوجود کہیں سے عجمی قلم کی

ہو نہیں آتی اس سے شاہ صاحب کی بہترین عربی انشاء پر دازی کا ثبوت فراہم ہوتا ہے۔
 شیخ ابو محمد عبدالحق حقانی حجتہ اللہ البالغہ مترجم کے مقدمہ میں لکھتے ہیں۔ ”عبارت وہ عمدہ ہے کہ اگر فن ادب میں بجائے مقامات حریری کے اس کو مقرر کیا جائے تو نہایت مناسب ہے۔“

شیخ مصطفیٰ مکی فرماتے ہیں کہ ”جب یہ کتاب عرب میں پہنچی تو علماء سے دیکھ کر حیران ہو گئے، مصر میں چونکہ ادب کا مشغلہ زیادہ ہے ان لوگوں نے ادب کے پیرائے میں تبہمق نظر ڈالی اور دیکھ کر حیرت زدہ ہوئے کہ ہندی کی ایسی تحریر کہ عرب کے کملاء بھی ایسا نہیں لکھ سکتے، نیز یہ کتاب جب یورپ پہنچی تو ان لوگوں کو یقین ہی نہ آتا تھا کہ کسی ہندوستانی نے اسے آخری دور میں تصنیف کیا ہے بلکہ ان کا یہ خیال تھا کہ پرانے زمانہ میں کسی جلیل القدر ہستی نے تصنیف کی ہے کیونکہ ان کے نزدیک آخری دور میں کسی ایسی شخصیت کا پیدا ہونا بعید از قیاس تھا۔

ایک عجیب و غریب واقعہ..... مولانا عبدالغفور دانا پندی نے حجتہ اللہ البالغہ مترجم کی تقریظ میں نقل کیا ہے کہ جس وقت یہ کتاب تیار ہوئی تو تمام ملکوں میں اس کا شہرہ ہوا اور نقل ہو کر شائع ہونے لگی شاہ وقت کی نظر سے بھی گزری اس نے دیکھ کر پھانسی کا حکم دیدیا، وزیراعظم کسی فہم پر گئے تھے رات کو پہنچے تو یہ خبر معلوم ہوئی اسی وقت شاہ کے پاس جا کر دریافت حال کیا۔ شاہ نے کہا اس نے بہت سی عجیب باتیں لکھی ہیں اور مذہب حنفی کے خلاف میں بہت زور دیا ہے وزیر نے جواب دیا کہ جو درجہ اجتہاد پر پہنچا ہوا ہو اس کے لئے خلاف درست ہے اور یہ صرف نام کے ملا نہیں بلکہ قطب شہر ہیں ان کی ایک آہ کے اثر سے دلی کی کیا حقیقت ہے دنیا کا تختہ الٹ جائے تو کچھ تعجب نہیں، شاہ پر عجیب حالت طاری ہوئی اور اس نے پھانسی کا حکم منسوخ کر دیا۔
 حجتہ اللہ البالغہ کے اردو تراجم..... (۱) نعمتہ اللہ السابغہ، از ابو محمد عبدالحق دہلوی، مولف تفسیر حقانی (۲) آیات اللہ الکاملہ از مولوی خلیل احمد اسراہیلی (۳) شمس اللہ البازغہ از مولوی عبدالحق ہزاروی، یہ سراسر آیات اللہ الکاملہ کی نقل ہے صرف شروع کے چند ابواب کا ترجمہ بدل دیا گیا ہے (۴) ترجمہ حجتہ اللہ از مولوی بشیر یہ ترجمہ نامکمل ہے بحث دوم پر ختم ہو جاتا ہے (۵) ترجمہ حجتہ اللہ از مولانا عبدالرحیم۔

(۴۲) صاحب الاشباہ والنظائر

نام و نسب اور پیدائش..... عمدۃ العلماء قدوة الفضلاء الشیخ العلامة زین العابدین بن ابراہیم بن محمد بن محمد بن (محمد بن) بکر المصری الحنفی، ان کے اجداد میں کسی کا نام نجم تھا اس لئے ان کی طرف منسوب ہو کر ابن نجم سے مشہور ہیں، سنہ ۹۲۶ھ ہے اور جائے پیدائش قاہرہ۔

تحصیل علوم..... آپ نے علماء قاہرہ سے تعلیم حاصل کی اور شیخ امین الدین بن عبدالعال حنفی، شیخ ابو الفیض سلمی، شیخ شرف الدین بلقینی، شیخ الاسلام احمد بن یونس مشہور بابن الشلبی سے علم فقہ حاصل کیا اور علوم عربیہ و عقلیہ کی تحصیل شیخ نور الدین دیلمی مالکی اور شیخ شہیر مغربی وغیرہ سے کی اور علم طریقت عارف باللہ سلیمان خضری سے حاصل کیا۔

ایک صاحب علم کی محسوس..... مولانا احمد رضا صاحب بجنوری نے مقدمہ انوار البہدی صفحہ ۲/۱۶۴ پر موصوف کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ ”آپ نے حافظ قاسم بن قطلوبغا حنفی وغیرہ سے علوم کی تحصیل و تکمیل کی“ اور اس سے پہلے ۲/۱۵۴ پر حافظ قاسم کا سن وفات ۸۷۹ھ تحریر کر چکے ہیں اور ابن نجم مصری (صاحب ترجمہ) کا سنہ ولادت ۹۲۶ھ ہے قاین التلمذ تدبر

اصحاب و تلامذہ..... آپ اپنے زمانہ کے اکابر علماء سے اجازت افتاء و تدریس رکھتے تھے چنانچہ آپ ساری عمر درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں مشغول رہے اور خلق خدا نے آپ سے کافی فائدہ اٹھایا۔ چند مشہور تلامذہ یہ ہیں۔ آپ کے بھائی سراج الدین عمر بن ابراہیم صاحب النہر الفائق، علامہ محمد غزنی ترمذی تاشی صاحب البیان، شیخ محمد کسبی سبط ابن ابی شریف

مقدسی، عبدالغفار مفتی القدس۔

اخلاق و عادات..... جس طرح آپ کمال علم و فضل میں اونچے مقام پر فائز تھے اسی طرح حسن معاشرہ اور خلق عظیم کے زیور سے بھی خوب آراستہ تھے شیخ عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں کہ میں دس سال تک آپ کا ہم صحبت رہا لیکن کبھی آپ سے کوئی ایسا فعل سرزد ہوتے ہوئے نہیں دیکھا جو باعث عیب ہو نیز فرماتے ہیں کہ میں ۹۵۳ھ میں آپ کے ساتھ حج کیلئے گیا تو میں نے آپ کو اپنے ساتھیوں اور پڑوسیوں کے ساتھ خلق عظیم پر پایا جبکہ سفر آدمی کے ہر اچھے برے اخلاق کی قلعی کھول دیتا ہے۔ ولقد اجاد الشیخ نور الدین ابوالحسن الخطیب فقال

والعلم ماعجز الوری من حصره

یملیکہ بکمالہ من صدرہ

فتری الجمیع کنقطتہ فی بحرہ

ذوالفضل زین الدین حاز من التقی

لاسیما الفقه الشریف فانہ

واذا نظرت الی الشروح باسرها

رحلت و وفات..... سید احمد حموی نے حواشی الاشباہ والنظائر میں بعض فضلاء سے نقل کیا ہے کہ آپ نے ۸ رجب ۹۷۰ھ میں وفات پائی اور سیدہ سکنہ کے قریب مدفون ہوئے خود ابن نجیم کے صاحبزادے احمد نے الرسائل الزینیہ کے دیباچہ میں یہی سنہ لکھا ہے بعض حضرات نے شیخ نجم غزی کی کتاب ”الکواکب السائرہ فی اعیان المائتہ العاشرہ“ سے ۹۶۹ھ نقل کیا ہے واضح ہوا اول

تصنیفات و تالیفات..... (۱) البحر الرائق فی شرح کنز الدقائق کشف مغلقات توضیح معضلات اور تشریحات و تفریعات میں اپنی نظیر آپ ہے و لنعم ما قال المنصور البلسی۔

بحار تفید الطالبین لالیہ

علی الكنز فی الفقه الشروح کثیرہ

ومن ورد البحر استقل السواقیا

ولکن بهذا البحر صارت سواقیا

(۲) شرح المنار (۳) لب الاصول مختصر تحریر الاصول (۴) تعلیق الہدایۃ (۵) حاشیہ جامع الفصولین (۶) الفتاوی

(۷) اربعین رسائل (۸) الفوائد الزینیہ فی فقہ الحنفیہ۔

(۹) الاشباہ والنظائر..... فقہ حنفی کے قواعد و ضوابط میں مشہور و معروف اور بلند پایہ تصنیف ہے جو آپ نے اخیر عمر میں چھ ماہ کی مدت میں لکھی ہے اور جمادی الاخر ۹۶۹ھ میں اس سے فراغت پائی ہے۔

شروح و حواشی الاشباہ والنظائر..... (۱) زواہر الجواہر فی شرح الاشباہ والنظائر از علامہ محمد بن محمد تمر تاشی (۲) تنویر الاذہان فی شرح الاشباہ والنظائر از شیخ مصطفیٰ بن خیر الدین (۳) التحقيق الباہر فی شرح الاشباہ والنظائر از شیخ محمد بہتہ اللہ البعلی الحنفی (۴) تعلیق از شیخ علی بن غانم الخزرجی۔ (۵) تعلیق از مولیٰ محمد بن محمد مشہور بجوی زادہ (۶) تعلیق از مولیٰ علی بن امر اللہ مشہور بقنالی زادہ (۷) تعلیق از مولیٰ عبدالحلیم بن محمد مشہور بانخی زادہ (۸) تعلیق از مولیٰ مصطفیٰ مشہور بابو المیاسن (۹) تعلیق از مولیٰ مصطفیٰ بن محمد مشہور بزمی زادہ (۱۰) تعلیق از مولیٰ محمد بن محمد الحنفی مشہور بزیرک زادہ (۱۱) تعلیق از مولیٰ شرف الدین عبدالقادر بن برکات الغزی۔ ۱

(۴۳) صاحب عقود سم المفتی

نام و نسب..... آپ کا نام محمد امین اور والد کا نام عابد بن اور دادا کا نام سید شریف عمر ہے ۱۱۹۸ھ میں دمشق شام میں پیدا ہوئے اور والد ماجد کے زیر سایہ پرورش پائی ان کے چچا شیخ صالح صاحب کشف بزرگ تھے انھوں نے آپ کی والدہ کو آپ

کی سیدائش کی خوشخبری سنائی اور ابھی آپ شکم مادر ہی میں تھے کہ موصوف نے آپ کو محمد امین کے ساتھ موسم کیا اور تحصیل علوم..... کم سنی میں قرآن پاک حفظ کر کے تجارت کیلئے اپنے والد کی جگہ بیٹھنے لگے تاکہ خرید و فروخت اور تجارت میں آگئی حاصل ہو ایک مرتبہ بیٹھے ہوئے قرآن پاک پڑھ رہے تھے کہ اچانک ایک غیر متعارف شخص یہ کہتے ہوئے گزرا کہ اس طرح تلاوت کرنا جائز نہیں اس لئے کہ یہ بازار کا موقع ہے تم پڑھتے ہو اور لوگ آمد و رفت خرید و فروخت اور امور تجارت میں لگے رہتے ہیں قرآن نہیں سنتے تو تم بھی گناہ گار ہوتے ہو اور تمہارے سبب سے دوسرے لوگ بھی گناہ گار ہوتے ہیں۔ نیز تجوید کے لحاظ سے تمہاری قرات بھی صحیح نہیں یہ سنتے ہی موصوف اٹھ کھڑے ہوئے دل میں تجوید کی تڑپ پیدا ہو گئی کسی بہترین قاری کی جستجو شروع کی لوگوں نے شیخ سعید حموی کا پتہ بتلایا آپ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور میدانیہ، جزیریہ اور شاطبیہ وغیرہ کتابیں حفظ کیں اور فن قرات میں اس کی جمیع وجوہ اور تمام طرق کے ساتھ اتقان حاصل کیا اس کے بعد صرف و نحو اور فقہ وغیرہ علوم کی تحصیل شیخ ابراہیم حلبی وغیرہ سے کی یہاں تک کہ جملہ علوم میں متبحر بالخصوص فقہ و حدیث میں شہرہ آفاق ہو گئے۔

علمی ذخیرہ..... آپ کے پاس جملہ علوم و فنون کی کتب کا اتنا ذخیرہ تھا کہ اس کی نظیر نہیں ملتی ان کے والد کے پاس اسلاف کی جتنی کتابیں موجود تھیں وہ سب انہوں نے ان کو دیدی تھیں اس کے علاوہ ان کی طرف سے عام اجازت تھی کہ جس کتاب کی ضرورت ہو خرید لو، ان کے والد ان سے کہا کرتے تھے انک اصیت مامتہ اناس من سیرۃ سلفی فجزاک اللہ خیر الجزاء۔ اساتذہ کا ادب و احترام..... ایک مرتبہ شیخ محمد عبدالنبی دمشق تشریف لائے اور آپ اپنے شیخ محمد شاکر کی معیت میں ان کی زیارت کیلئے حاضر ہوئے شیخ محمد شاکر نے ملاقات کی اور شیخ محمد عبدالنبی کے پاس بیٹھ گئے موصوف ان کی جوتیاں لئے ہوئے چوکھٹ پر کھڑے رہے شیخ محمد عبدالنبی نے ان کے شیخ سے کہا کہ ان سے کہہ دیجئے کہ بیٹھ جائیں چنانچہ شیخ محمد شاکر کو کہنا پڑا ”اجلس یا ولدی“

باادب باش تا بزرگ شوی

کہ بزرگی نتیجہ ادب ست

وفات..... تقریباً چون سال زندہ رہ کر ۲۱ ربیع الثانی ۱۲۵۲ھ میں بدھ کے روز طائر ملکوتی نے قفس قالب ناسوتی سے نجات پائی اور مقبرہ دمشق کے باب الصغریٰ میں مدفون ہوئے جس کا انتخاب آپ اپنی وفات سے بیس روز پہلے کر چکے تھے۔
سعدیامرد نکو نام نمیرد ہرگز
مردہ آنست کہ نامش بہ نکوئی نہ برند

علمی خدمات..... ۱۲۴۹ھ میں فقہ کی مقبول و متداول کتاب رذالمختلہ حاشیہ در مختلہ معروف بہ شامی تصنیف فرمائی جو پانچ ضخیم جلدوں میں ہے اور کئی بار چھپ چکی ہے اس پر فتویٰ حنفیہ کا بڑا مدار ہے عرصہ سے نایاب تھی اب راقم الحروف کے زیر تصحیح مکتبہ نعمانیہ سے فوٹو آفسٹ پر شائع ہو رہی ہے جس کی جلد لول منظر عام پر آچکی ہے دوسری تصانیف یہ ہیں حاشیہ بضای، حاشیہ مطول، حاشیہ شرح ملتقی حاشیہ نہر سل الحسام البندی لنصرہ مولانا خالد نقشبندی، حواشی شرح منار، شفاء العلیل و دبل الغلیل، صحتہ الخالق حاشیہ بحر الرائق، العقود الدریۃ فی تنقیح فتاویٰ الحامدیہ، نشر العرف فی بعض الاحکام علی العرف، اتحاف الذی انبیہ بجواب ما یقول الفقیہ عقودر سم المفتی اور اس کی شرح جو فن افتاء میں نہایت مقبول اور داخل درس ہے۔

(۴۴) صاحب بیان السنۃ

امام طحاوی کا ایک مختصر مگر نہایت جامع متن ہے جو عقیدۃ الطحاوی کے نام سے مشہور ہے اور حال ہی میں داخل درس ہوا ہے صاحب کتاب کے حالات مصنفین کتب حدیث کے ذیل میں گزر چکے۔
حواشی و شروح بیان السنۃ..... (۱) شرح عقائد الطحاوی از شیخ شجاع الدین بیہ اللہ بن احمد بن معلی بن محمود الطرازی

ترکستانی متوفی ۷۳۶ھ یہ شرح ترکی زبان میں ہے۔ (۲) شرح عقائد الطحاوی از صدر الدین علی محمد بن العزلاذری اللعشقی الحنفی متوفی ۷۴۶ھ (۳) القلائد فی شرح العقائد از شیخ محمود بن احمد بن مسعود القونوی المتوفی ۷۵۰ھ یہ سب سے بہترین شرح ہے (۴) شرح عقائد الطحاوی از سراج الدین عمر بن اسحاق الہندی الحنفی متوفی ۷۷۳ھ (۵) شرح عقائد الطحاوی از ابو عبد اللہ محمود بن محمد بن ابی اسحاق القسطنطینی الحنفی متوفی بعد ۹۱۶ھ (۶) النور اللامع والبرہان الساطع، از ابو الفضائل نجم الدین بکترس ترکی متوفی ۶۵۲ھ (۷) نور الیقین فی اصول الدین از شیخ کافی حسن البسنوی الاقحساری متوفی ۱۰۶۵ھ (۸) العتلیق از حضرت الاستاذ حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ مہتمم دارالعلوم دیوبند۔

(۴۵) صاحب عقائد نسفیہ

نام و نسب اور پیدائش..... نام عمر، ابو حفص کنیت، مفتی الثقلین اور نجم الدین لقب ہے والد کا نام محمد ہے سلسلہ نسب یوں ہے ابو حفص نجم الدین عمر بن محمد بن احمد بن اسماعیل بن محمد بن لقمان النسفی یہ اش ۴۶۱ھ میں ہے اور مقام ولادت شہر نسف (من بلاد ماوراء النہر)

تحصیل علم و افادہ..... آپ اپنے زمانہ کے امام فاضل اجل، اصولی، متکلم، ادیب، مفسر، محدث، نحوی، فقیہ اور مشہور آئمہ حفاظ میں سے تھے (ذکرہ ابن النجار) علم فقہ کی تعلیم صدر الاسلام ابو الیسر محمد بن محمد بن عبد الکریم بن موسیٰ بزودی متوفی ۴۹۳ھ سے پائی تھی۔ ان کے علاوہ اور بہت سے شیوخ سے علم حاصل کیا تھا جن کی فہرست آپ کی کتاب ”تعداد الشیوخ لعمری“ میں موجود ہے آپ سے آپ کے صاحبزادے ابو الیث احمد معروف بمجد نسفی صاحب ہدایہ برہان الدین علی بن ابی بکر مرغینانی اور ابو بکر احمد بن علی بن عبد العزیز بلخی معروف بالظہیر، ابو الفضل محمد بن عبد الجلیل بن عبد الملک بن حیدر سمرقندی احمد بن محمد موفق الدین خطیب خوارزم، احمد بن موسیٰ الکشنی ابو عبد اللہ محمد بن الحسن بن محمد برہان الدین الکاسانی وغیرہ نے تعلیم حاصل کی کہا جاتا ہے کہ آپ جن و انس ہر دو کو تعلیم دیتے تھے اسی لئے آپ کو مفتی الثقلین کہتے ہیں۔

لطیفہ ملیحہ..... ملا علی قاری نے نقل کیا ہے کہ موصوف علامہ جلال اللہ زحشری سے مکہ مکرمہ میں ملاقات کیلئے تشریف لے گئے کیونکہ ”بہار عمر ملاقات دوستان باشد“ دروازے پر دستک دی علامہ جلال اللہ زحشری نے اندر سے کہا کون۔ موصوف نے جواب دیا عمر۔ زحشری نے کہا، انصرف منصرف ہو جائیے واپس ہو جا آپ نے فرمایا! عمر لا ینصرف عمر منصرف نہیں ہوتا۔ زحشری نے جواب میں کہا اذ انکرا صرف۔

نسفی اشعار..... شیخ الاسلام علامہ زرنوجی نے تعلیم المعلم میں ذیل کے اشعار کو آپ کی طرف منسوب کیا ہے

و علی الصلوۃ مواظبا و محافظا

بالطبیاتہ تصرفیہا حافظا

فی فضلہ فاللہ خیر حافظا

اطیعوا وجدوا ولا تکسلوا

ولا تہجعوا غیارا الورع

وقال فی ام ولدہ

کن للاوامر والنواہی حافظا

واطلب علوم الشرع واجہد واستعن

واسئل الہک حفظ حفظک راغبا

وقال ایضا

وانتم الی ربکم ترجعون

قلیلا من اللیل ما یہجعون

سلام علی من یتمتنی بطرفہا۔ دلمعتہ خدیہا و لمعتہ طرفہا، سبتی واصبتی فناء ملیحت

تحریرت الاوهام فی کنہ و صفہا۔ فقلت ذرینی اعذرینی فانی۔ شغفت تحصیل العلوم و کشفہا

ولی فی طلاب العلم و الفضل و التقی

غنی عن غناء الغانیات و عرفها

ان کے صاحبزادے ابواللیث احمد کہتے ہیں انشد فی والدی لشرفہ

یا صاحب العلم اترضی بان

تسعد قوم و لك الشقوة

کفک الله سبحانه لایکن

غیرک اوفی منك بالخطرہ

وقال صاحب الهدایہ الشیخ الامام الزاهد صفی الدین منظوما فی الاجازة للشیخ الامام نجم الدین

عمر بن محمد نسفی

اجزت لهم، روایت مستجازی. و مسموعی و مجموعی بشرطہ. فلاید عو دعائی بعد موتی و کاتب

ابو حفص بخطہ

لمصانیف..... فقہ و تفسیر اور علم تاریخ وغیرہ میں آپ کی بہت سی تصانیف ہیں جن کی تعداد ایک سو کے لگ بھگ بتائی جاتی ہے چند جلیل القدر تصانیف یہ ہیں۔

(۱) التیسیر فی علم التفسیر، آپ کی تصنیفات میں یہ سب سے زیادہ مہتم بالشان تصنیف ہے جو فن تفسیر کی کتب مبسوط میں مانی گئی ہے فی الكشف فر الایات بالقول و بسط فی معناہا کل البسط (۲) المنظومہ یہ سب سے پہلی کتاب ہے جو علم فقہ میں نظم کی گئی ہے۔ (۳) نظم الجامع الصغیر (۴) قد فی علماء سمرقند علم تاریخ میں بے نظیر کتاب ہے بیس جلدوں میں بتائی جاتی ہے۔ (۵) کتاب المواقیت (۶) الاشعار المختار من الاشعار یہ بھی بیس جلدوں میں ہے۔ (۷) مشارع اشراک (۸) کتاب اشروط (۹) طلبتہ الطلبة علم لغت میں ہے بعض حضرات نے یہ عبدالکریم بن محمد رکن الاممہ تلمیذ صدر الاسلام کی تالیف مانی ہے۔ (۱۰) تاریخ بخارا۔ (۱۱) العقائد النسفیہ علم کلام میں بہت عمدہ اور مشہور داخل درس متن ہے جس کی شروح علامہ تفتازانی وغیرہ نے لکھی ہے (۱۲) عجالتہ الحی بصفۃ المغربی (۱۳) الفتاوی النسفیہ (۱۴) کتاب النجاح فی شرح کتاب اخبار الصحاح۔

غلط انتساب..... مولانا فقیر محمد نسفی نے حدائق حنفیہ میں اور مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی نے فوائد بہیہ میں ملا علی قاری سے بحوالہ زر قانی وغیرہ ذکر کیا ہے کہ کشف الظنون نے عقائد نسفیہ کو شیخ ابو حفص عمر نسفی متوفی ۵۳۷ھ کی طرف منسوب کیا ہے جو ذلت قدم ہے ان حضرات کی رائے میں یہ کتاب شیخ ابو الفضل برہان الدین محمد بن محمد بن محمد نسفی مولود ۶۰۰ھ متوفی ۶۸۶ھ یا (۶۷۹ھ) کی تصنیف ہے۔ قال محمد بن عبدالباقی الزرقانی المالکی فی شرح المواہب اللدنیہ فی بحث خصائص الاممۃ الحمدیہ العقائد النسفیہ الذی شرحہ السعد التفتازانی لابی الفضل محمد بن محمد بن محمد المعروف بالبرہان الحنفی النسفی لہ مختصر تفسیر الرازی و مقدمتہ فی الخلاف و تصانیف کثیرہ فی علم الکلام وغیرہ توفی ۶۸۷ھ نہ ہو متاخر عن النسفی صاحب التفسیر و الفتاوی وغیرہما توفی ۵۳۷ھ وغیر صاحب الكنز من الفوائد البہیہ۔

تخطیہ غلط ہے اور انتساب صحیح..... مگر ان حضرات کا تخطیہ بظاہر غلط اور صاحب کشف کا انتساب صحیح معلوم ہوتا ہے کیونکہ شارح عقائد علامہ تفتازانی نے تصریح کی ہے کہ یہ کتاب شیخ نجم الملۃ والدین عمر نسفی کی تصنیف ہے عبارت ملاحظہ ہو۔

”وان المختصر المسمی بالعقائد للامام الہمام قدوة علماء الاسلام نجم الملۃ والدین عمر النسفی

اعلی اللہ درجاتہ فی دار السلام یشمل من ہذا الفن علی غرر الفرائد و درر الفوائد۔“

علامہ خیالی نے بھی اپنے حاشیہ میں اس پر کوئی نیکر نہیں کی۔ وفی المعجم العلی النسفی ہو نجم الدین ابو حفص عمر النسفی لہ ”العقائد النسفیہ“ توفی ۵۳۷ھ البتہ صاحب کشف نے حافظ الدین عبداللہ بن احمد نسفی متوفی ۷۱۰ھ کی کتاب ”عمدة العقائد“ کے ذیل میں جو یہ کہا ہے ”اولہ قال اہل الحق حقائق الاشیاء ثابتہ اھ“ یہ باعث تردد ہے کیونکہ شیخ

ابو حفص عمر موصوف کی کتاب کا آغاز بھی انہیں الفاظ کے ساتھ ہے بہت ممکن ہے کہ دونوں کی عبارت میں توارد ہو ہمارے پاس حافظ الدین نسفی کی کتاب عمدۃ العقائد نہیں ہے دیکھنے کے بعد ہی فیصلہ ہو سکتا ہے۔
وفات..... شیخ نجم الدین ابو حفص عمر نسفی نے شہر سمرقند میں شب پنج شنبہ ماہ جمادی الاولیٰ ۵۳۷ھ میں وفات پائی۔ مادہ تاریخ فقیہ والا قدر (۵۳۷) اور مقبول عصر (۵۳۷) ہے۔

روئے زمانہ قابل دیدن دوبارہ نیست روپس نہ کرد ہر کہ ازیں خاکداں گذشت
وفات کے بعد..... کسی نے ان کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ منکر نکیر کے سوالات کا معاملہ کیسے گذرا۔ انھوں نے کہا کہ حق تعالیٰ نے میری روح واپس کی اور منکر و نکیر نے سوالات کئے میں نے کہا کہ ان کا جواب نشر میں دوں یا نظم میں انھوں نے کہا کہ نظم میں فہلت۔

و نبی محمد مصطفیٰ
اسأل اللہ عفوه و عطاہ

ربی اللہ لا الہ سواہ
و دینی الاسلام و فعلی ذمیم

فہرست شروحات کتاب العقائد النسفیہ

نمبر شمار شرح	مصنف	سنہ وفات
۱ شرح العقائد	شمس الدین ابوالثناء محمد بن احمد اصفہانی	۵۷۴۹ھ
۲ القلائد علی العقائد	شیخ جمال الدین محمود بن احمد بن مسعود قونوی	۵۷۷۰ھ
۳ القول الوانی شرح عقائد النسفی	شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن زین الدین ابو العدل قاسم	-
۴ الدرۃ	شیخ ابن حزم اندلسی	-
۵ حل المعائد فی شرح العقائد	شیخ ملا زادہ ہروی خیر زیانی	-
۶ شرح العقائد	علامہ سعد الدین تفتازانی	۵۷۹۲ھ
۷ الفوائد القادرہ فی شرح العقائد النسفیہ	عبد القادر بن ابوالنصر محمد اور لیس بن محمد محمود سلہٹی	۱۷

۴۶ صاحب شرح عقائد

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی کی تصنیف ہے جو عقائد نسفیہ کی تمام شروحات میں اعلیٰ و ارفع ہے ان کے حالات مختصر المعانی کے ذیل میں آئیں گے۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)

فہرست حواشی شرح عقائد

نمبر شمار حاشیہ	مصنف	سنہ وفات
۱ حاشیہ رمضان آفندی	شیخ رمضان بن محمد	-
۲ حاشیہ شرح عقائد	شیخ محمد بن غرس خنی	۹۳۲ھ
۳ حاشیہ الکستلی	شیخ مصلح الدین مصطفیٰ قسطلانی	۹۰۱ھ
۴ حاشیہ شرح عقائد	شیخ علاؤ الدین علی بن محمد معروف مصطفیٰ	۸۷۵ھ
۵ ==	شیخ محمد بن میناس	-

۱۷ از حدائق حنفیہ فوائد بہیہ کشف الظنون شذرات الذہب روح البیان الجواہر المہدیہ وغیرہ ۱۲

۶	==	ملاء عصام الدین ابراہیم بن محمد اسفرائی	۲۹۳ھ
۷	==	شیخ احمد بن عبد اللہ قریمی	=
۸	==	شیخ محی الدین محمد معروف بیرالوجہ	
۹	==	شیخ سنان الدین یوسف حمیدی	۹۱۲ھ
۱۰	==	شیخ علاؤ الدین علی العربی	۹۰۱ھ
۱۱	==	شیخ خضر شاہ رومی منتشاوی	۸۵۳ھ
۱۲	==	شیخ محی الدین محمد بن ابراہیم نکساری	۹۰۱ھ
۱۳		تحفۃ الفوائد شرح العقائد	۸۹۵ھ
۱۴		حاشیہ شرح عقائد	۹۲۰ھ
۱۵	==	شیخ محمد قاسم غزی شافعی معروف بابن الغرایلی	۹۱۸ھ
۱۶	==	شیخ صلاح الدین معلم سلطان بایزید بن محمد خاں	
۱۷	==	ملاء عبدا حکیم سیالکوٹی	۱۰۶۷ھ
۱۸	==	شیخ عز الدین محمد بن ابی بکر بن جماعہ	۸۱۹ھ
۱۹		مطلع بدور الفوائد منبع جوہر الفرائد	
۲۰		حاشیہ شرح عقائد	
۲۱		تعلیق الفرائد علی	
		شرح العقائد	
۲۲		الفرائد فی حل شرح العقائد	۹۰۵
۲۳		حاشیہ شرح عقائد	
۲۴	==	شیخ محمد بن احمد بن علی بہونی	
۲۵		النکت علی شرح العقائد	۸۸۵ھ
۲۶		حاشیہ شرح عقائد	۹۹۸ھ
۲۷	==	علامہ احمد بن موسیٰ مشہور بخیاالی	بعد ۸۶۲ھ
۲۸		فرائد القلائد علی احادیث شرح العقائد	۱۰۱۰ھ
۲۹	==	شیخ جلال الدین سیوطی	۹۱۱ھ
۳۰		حاشیہ شرح عقائد	۹۹۲ھ
۳۱	==	الیاس بن ابراہیم بن داؤد بن خضر کردی	۱۱۳۸ھ
۳۲	==	ملاء علاء الدین لاری	

(۴۷) صاحب مسایرہ

نام و نسب..... نام محمد، لقب کمال الدین، والد کانام عبد الواحد، لقب بہام الدین اور دادا کانام جد الحمید، پردادا کانام مسعود ہے سیواسی الاصل اور اسکندری الاقامہ ہیں اور ابن البہام سے مشہور ہیں علامہ حموی نے حواشی اشباہ میں ذکر کیا ہے کہ "البہام"

۱۔ از کشف الظنون لملاکاتب چلبلی "تاریخ علماء ہند ۱۲

پرفل لام بعوض مضاف الیہ ہے یہ اصل میں ہمام الدین ہے علامہ طحطاوی نے در مختار میں اور ابن ابی شیبہ نے شرح مساریہ میں کہا ہے کہ یہ (یعنی ہمام الدین) ان کے والد عبد الواحد کا نام ہے۔

سنہ پیدائش..... ان کے والد عبد الواحد مشہور قضاہ میں سے ہیں اولاد سیواس میں قاضی رہے جو روم کا ایک شہر ہے پھر وہاں قاضی رہے اس کے بعد اسکندریہ میں قاضی مقرر ہوئے اور یہیں ایک مالکی للذہب قاضی کی صاحبزادی سے شادی کی جن کے بطن سے علامہ ابن الہمام ۸۸ھ میں پیدا ہوئے۔ علامہ سیوطی نے بغیہ میں سنہ پیدائش ۹۰ھ اور صاحب مفتاح نے اس کے قریب قریب بتایا ہے۔

تحصیل علوم..... ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی اور ہدایہ شیخ سراج الدین عمر بن علی مشہور بقاری الہدایہ متوفی ۸۲۹ھ سے پڑھی۔ علوم عربیہ جمال حمیدی سے اور اصول وغیرہ علامہ بساطی سے اور حدیث ابوزرعہ ابن البساطی عراقی سے حاصل کی۔ جمال حنبلی اور شمس شامی وغیرہ سے بھی حدیث کا سماع کیا اور علامہ مراغی وابن ظہیرہ اور رقیہ مدینہ سے بھی اجازت حاصل کی۔ علم تصوف آپ نے شیخ خوانی سے اور علم قرأت علامہ زراعتی سے حاصل کیا تھانیز شیخ الاسلام ابوالولید محبت الدین محمد بن محمد بن محمد الحلبی سے بھی آپ کو شرف تلمذ حاصل ہے اور ان حضرات کی توجہات نے آپ کو امام عصر، علامہ دوراں اور بلند پایہ محدث بنادیا فقہ اصول فقہ، نحو، صرف، معانی، بیان حدیث، تفسیر، تصوف و سلوک، جدل و خلاف، منطق و موسیقی غرض تمام علوم و فنون میں یگانہ روزگار بنے کہا کرتے تھے کہ یہ معقولات میں کسی کی تقلید نہیں کرتا۔ آپ علوم ظاہری کے ساتھ ساتھ صوفی کامل اور صاحب کشف و کرامات بھی تھے اور آپ پر جذب کی حالت طاری ہوتی تھی۔

فقہی مقام..... صاحب بحر علامہ ابن نجیم مصری نے آپ کو اہل ترجیح میں لکھا ہے لیکن دوسرے علماء نے آپ کو اہل اجتہاد میں شمار کیا ہے اور یہی رائے قوی ہے جس کی شاہد آپ کی تصنیفات و تالیفات ہیں آپ کے ہم عصر شیخ برہان انباسی فرماتے ہیں کہ میں نے دین کے حج و دلائل طلب کئے، معلوم ہوا ابن ہمام سے بڑھ کر ان کا عالم ہمارے شہر میں کوئی نہ تھا۔ درس و تدریس و اشاعت علم..... تکمیل علوم کے بعد آپ آخر عمر تک اشاعت علم میں مشغول رہے۔ منصور اشرفیہ شیخونہ اور قبۃ الصالح میں ایک مدت تک درس و تدریس اور افتاء کا کام انجام دیا۔

محقق ابن الہمام، علامہ بدر الدین عینی اور حافظ ابن حجر عینوں ہم عصر ہیں لوگ اخذ حدیث کیلئے حافظ ابن حجر کی طرف اور اخذ فقہ و اصول کیلئے محقق ابن الہمام کی طرف رجوع کرتے تھے شمس الدین محمد مشہو بابن امیر حاج حلبی، قاضی القضاہ عبد البر بن محمد بن محمد محبت الدین معروف بابن الشنہ اور سیف الدین محمد بن محمد بن عمر بن قطلوبغا شیخ محمد بن ابراہیم بن ابی الصفا ابو العدل زین الدین قاسم بن قطلوبغا وغیرہ تشنگان علم آپ کے چشمہ فیض سے سیراب ہوئے۔

وفات..... ۸۱۳ھ میں قاہرہ آئے اور ایک عرصہ تک یہیں قیام کیا اس کے بعد حلب کی طرف منتقل ہو گئے اور بروز جمعہ ۷ رمضان ۸۶۱ھ میں دنیا سے کوچ کر گئے قال الشہاب المنصور رحمہ

زها كخدا الخود وروض انف. وادمع الطل على تكف. كانما الا غصان اذ تمايلت شرف سطت شربا

عليهم قرقف. كانما الدولاب ثكلى قد عذت. تندب شجواو الدموع ذرف كانما القمري فيه قارى.

صبحا واوراق الغصون مصحف. كانما كل حمام همزة يحملها من كل غصن الف.

كانما ربيع الصبا معشوقته فالدوح مصيبو نحوها ويعطف كانما زهر الرياض اعين.

فاتحته اجفانها لا تطرف. فلا تشبه بالنجوم لطفها فانها من النجوم الطف. ولا تنفس بالبدر

وجه شيخنا. فانه عند الكمال يكسف بحر خضم في العلوم زاخر. سيف صقيل في الحقوق مرهف.

۱۔ قال الشيخ في فيض الباري ولعل ابن الهمام لم تكن له اجازة عن الحافظ (يعني ابن حجر) بالمشافهة نعم يستقامن ذكره بلفظ الشيخ ان له اجازة منه كتابه ۱۲۔

سل عنه في العلم والحلم معا. فهو ابو حنيفة والا حنف. لا ثانيا عظفا ولا مستكبرا.
ولا اخر عجب ولا مستكف لا يطرف الكبر له شمائل. ولا يهز جانبيه الصلف.
فهو من الخبر وانواع التقى على الذي كان عليه السلف. فلو حلفت انه شيخ الهدى.
لصدق الناس و بر الحلف يادوحته العلم التي قد اينتعت. ثمارها والناس منها تقطف.
ياسيدابه الانام تقتدى يارحمته به البلاء يكشف. قد كان لي بالخانقاه خلوة. الفقها دهر
و نعم المالف نقدتها وان لي من بعدها. لحالته اثر فيها التلف. ومن عجيب ان اكون

شاعرا وليس لي في الدهر بيت يعرف. لازلت محروس الجناب راقيا. في شرف لا يعتره سرف
تصنيفات وتالیفات..... آپ نے بہت سی مفید و معتبر کتابیں تصنیف کیں جن میں سے ہر ایک ایسے علمی مباحث و
فوائد پر مشتمل ہے جو دوسری کتابوں میں بہت کم ملتے ہیں۔

”فتح القدير للعاجز الفقير شرح ہدایہ آپ کی بے نظیر کتاب ہے اس کی ابتداء ۸۲۹ھ میں ہوئی مگر تکمیل نہیں ہو سکی
بلکہ کتاب الوکالتہ سے آخر کتاب تک علامہ شمس الدین۔ احمد بن قودر مشہور بقاضی زادہ رومی متوفی ۹۸۸ھ نے مکمل کیا ہے۔
اصول فقہ میں ”التحریر“ بھی لاجواب ہے علامہ جلال الدین سیوطی نے حسن المحاضرہ میں لکھا ہے کہ شیخ ابو العباس احمد بن محمد
السری متوفی ۸۶۱ھ کے پاس آپ کی آمدورفت رہتی تھی ایک مرتبہ آپ شیخ کے پاس آئے اور کتاب ”التحریر“ ہاتھ میں
تھی شیخ نے کتاب کو دیکھ کر فرمایا کہ کتاب تو بہت عمدہ ہے مگر اس سے لونی نفع نہ اٹھا سکے گا فان الامر کما قال الشيخ۔

عقائد میں ”مسایرہ“ بہت عمدہ اور داخل درس ہے فقہ میں ”زاد الفقیر“ بھی بہت عمدہ ہے اور ایک رسالہ اعراب
سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم پر بھی لکھا ہے۔

مسایرہ..... اس کا پورا نام ”المسایرہ فی العقائد المنجیۃ فی الاخرۃ“ ہے ابتداء آپ نے امام غزالی کے رسالہ قدسیہ کا
اختصار کیا تھا بعد میں کچھ زائد باتیں ذہن میں آئیں آپ نے ان کا اضافہ کیا اور ہوتے ہوئے کتاب پہلے مقصد سے نکل گئی اور
ایک مستقل تصنیف بن گئی۔ اس کتاب میں ایک مقدمہ ہے اور ایک خاتمہ اور چار ارکان مقدمہ میں فن کی تعریف وغیرہ ہے
اور رکن اول میں ذات باری رکن دوم میں صفات باری رکن سوم میں افعال باری رکن چہارم میں صدق رسول ﷺ کا بیان ہے
ہر رکن میں دس دس اصول ہیں اور خاتمہ میں ایمان و اسلام کی بحث ہے۔

شروح مسایرہ..... (۱) شرح مسایرہ۔ از شیخ سعد الدین الدیرمی الحنفی متوفی ۸۶۷ھ (۲) شرح مسایرہ از شیخ قاسم بن قطلوبغا
الحنفی متوفی ۸۷۸ھ (۳) المسامرہ فی شرح المسایرہ از شیخ کمال الدین محمد بن محمد معروف بابن ابی شریف متوفی ۹۰۵ھ۔ ۱

(۴۸) صاحب حاشیہ خیالی

نام و نسب..... احمد نام شمس الدین لقب اور والد کا نام موسیٰ ہے خیالی سے مشہور ہیں بڑے محقق جامع معقول و
منقول عالم تھے حافظ ابن عماد حنبلی نے آپ کو امام علامہ لکھا ہے آپ نے مبانی علوم کی تحصیل اپنے والد ماجد سے کی اس
کے بعد مولیٰ خضر بیگ بن جلال الدین متوفی ۸۶۳ھ کی خدمت میں رہے۔

درس و تدریس..... آپ کے بہترین مشاغل تھے غیاث الدین باشا چلی اور کمال الدین اسماعیل بن بابی قرمانی مشہور بقرہ
کمال وغیرہ بڑے بڑے علماء نے آپ کی شاگردی کی ہے شروع میں آپ سلطانیہ بروسا میں مدرس تھے اور یومیہ تیس درہم
پاتے تھے اس کے بعد کسی اور جگہ منتقل ہو گئے جب خطیب زادہ کے والد تاج الدین ابراہیم مشہور بابن الخطیب کا (جو مدرسہ

از نیت میں مدرس تھے انتقال ہو گیا تو وزیر محمود بادشاہ نے سلطان محمد خاں کی خدمت عالیہ میں علامہ خیالی کے متعلق عرضی پیش کی شاہ نے کہا یہ وہی شخص تو ہے جس نے شرح عقائد پر حواشی لکھے ہیں۔ محمود بادشاہ نے کہا جی ہاں! یہ وہی شخص ہے شاہ نے کہا بے شک یہ اس کا مستحق ہے اور علامہ خیالی عزم حج کر چکے تھے۔ قسطنطنیہ پہنچنے پر وزیر نے یہ بات ان کے گوشہ گزار کی موصوف نے کہا اب تو میں حج کا ارادہ کر چکا ہوں اگر آپ اپنی وزارت اور بادشاہ سلامت اپنی سلطنت بھی دیدے تب بھی سفر حج ہلکی نہیں کر سکتا چنانچہ آپ حج کیلئے چلے گئے اور واپس ہونے کے بعد کچھ دنوں تک مذکورہ مدرسہ میں مدرس کی اس کے بعد انتقال ہو گیا یہاں آپ کا روزینہ ایک سو تیس درہم تھا۔

زبد و تقوی..... پیکر علم و فضل ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے عابد زاہد بھی تھے صوفیاء کے طریق پر ذکر و اذکار میں مشغول رہتے اور دن رات میں صرف ایک دفعہ کھانا کھاتے تھے اور اتنے نحیف الجشہ تھے کہ انگشت شہادت اور انگوٹھے کے حلقہ میں ان کا بازو آجاتا تھا۔ مولوی غیاث الدین کا بیان ہے کہ میں دو سال برابر آپ کی خدمت میں رہا اور شہر از نیت میں میں نے آپ سے تعلیم بھی حاصل کی مگر کبھی آپ کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھا۔ ایک روز جامع مسجد میں خواجہ زادہ کے ساتھ مباحثہ ہوا اور آپ اس پر غالب آگئے کسی نے آپ سے کہا کہ آج تو آپ خواجہ زادہ پر غالب آگئے آپ نے فرمایا کہ میں بھی ابن صالح بخیل کا سر ٹھوکتا ہی رہا۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے صرف اسی دن آپ کو ہنستے ہوئے دیکھا ہے خواجہ زادہ مذکور کی مرعوبیت کا یہ عالم تھا کہ وہ علامہ خیالی کے خوف سے کبھی بستر پر نہیں سویا۔ جب علامہ خیالی کا انتقال ہو گیا تب اس نے کہا ”انا سلتی بعد ذلک علی ظہری“

وفات..... آپ نے صرف تینتیس سال کی عمر پائی اور دنیا سے رخصت ہو گئے۔

غافلاں از مرگ مہلت خواستند

عاشقان گفتند نے زود باد

بار کرنا نہیں کسنا نہیں محمل مجھ کو (ہدایت)

سفر ملک عدم میں کروں کیونکر تاخیر

صاحب ”انجم العلی“ نے سنہ وفات ۸۶۲ھ لکھا ہے۔ صاحب کشف نے حواشی شرح تجرید کا تعارف کراتے ہوئے سنہ وفات (۸۷۰) ذکر کیا ہے اور حواشی شرح عقائد کے ذیل میں کہا ہے کہ ۸۶۰ھ کے بعد انتقال ہوا ہے اور یہ بھی ذکر کیا ہے کہ حواشی شرح عقائد کی تاریخ تالیف آخر رمضان ۸۶۲ھ ہے صاحب انوار الباری نے ۸۸۶ھ لکھا ہے مگر یہ غلط ہے۔ تصانیف..... شرح عقائد پر آپ کے حواشی نہایت مشہور و مقبول اور متداول ہیں اس میں بعض مضامین ایسے دقیق و دشوار ہیں کہ ان کو حل کرنے سے بڑے بڑے فضلاء عاجز ہو جاتے ہیں لیکن علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی نے ان کا بھی بہترین حل کر دیا ہے کسی نے خوب کہا ہے۔

برائے حل او عبدالحکیم است

خیالات خیالی بس عظیم است

اوائل شرح تجرید پر بھی آپ کا بہت عمدہ حاشیہ ہے اور استاد خضر بیگ کے منظومہ ۱ لعقائد کی شرح بھی کی ہے نیز ایک حاشیہ عقائد عضدیہ پر بھی لکھا ہے۔

حواشی خیالی..... (۱) حاشیہ خیالی۔ از شیخ کمال الدین اسماعیل قرمانی معروف بقرہ کمال (۲) حاشیہ خیالی از شیخ لطف اللہ بن الیاس رومی مقتول ۹۰۰ھ (۳) حاشیہ خیالی از شیخ رمضان بن عبدالحسن معروف بہ بہشتی متوفی ۹۷۹ھ (۴) حاشیہ خیالی۔ از شیخ حسن بن حسین بن محمد (۵) حاشیہ خیالی از شیخ محمد عالم مرعشی معروف چغلی زادہ متوفی ۱۱۵۰ھ (۶) حاشیہ خیالی از شیخ خواجہ زادہ (۷) حاشیہ خیالی۔ از شیخ حسن چلبی بن الفناری متوفی ۸۸۶ھ (۸) حاشیہ خیالی از ملا عبدالحکیم بن شمس الدین سیالکوٹی متوفی ۱۰۶۷ھ (۹) حاشیہ خیالی از شیخ محمد سعید بن امام ربانی مجدد الف ثانی متوفی ۱۰۷۰ھ (۱۰) تعلیق بر خیالی۔ از ملا نور محمد کشمیری متوفی ۱۱۹۵ھ (۱۱) حاشیہ خیالی از شیخ قول احمد۔ ۱

(۴۹) صاحب مسامرہ

نام و نسب اور پیدائش..... نام محمد، ابو لمعالی کنیت۔ کمال الدین لقب۔ والد کا نام محمد لقب ناصر الدین ہے۔ دادا کا نام علی اور کنیت ابو بکر ہے ابن ابی شریف قدسی سے مشہور ہیں ۵ ذی الحجہ ۸۲۲ھ کو شنبہ کی رات میں بمقام قدس پیدا ہوئے اور یہیں نشوونما پائی۔

تحصیل علوم..... پہلے قرآن پاک حفظ کیا پھر شاطبیہ اور نووی کی کتاب ”المنہاج حفظ یاد کر کے حافظ ابن حجر عسقلانی اور قاضی القضاۃ سعد الدین دیری حنفی وغیرہ کو سنائی شیخ زین الدین اور شیخ غماد الدین بن شرف سے فقہ حاصل کیا شہاب بن ارسلان کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے ۸۴۴ھ میں قاہرہ پہنچے اور یہاں حافظ ابن حجر سے استفادہ کیا اور شیخ محقق ابن ہمام حنفی وغیرہ سے بھی سیرابی حاصل کی۔

درس و تدریس اور افتاء..... ۸۴۶ھ سے فتویٰ دینا شروع کیا ۸۵۳ھ میں حج کیلئے گئے اور زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے ۸۷۹ھ میں والد ماجد دنیا سے رخصت ہو گئے تو ۸۸۱ھ میں آپ نے قاہرہ کو وطن بنالیا اور یہیں درس و تدریس کا مشغلہ رہا اور خلق کثیر نے آپ سے استفادہ کیا۔

وفات..... کشف الظنون میں ہے کہ آپ نے ۹۰۵ھ میں وفات پائی۔

الموت کاس وکل الناس شاربہ

والقبر باب وکل الناس داخلہ

تصانیف..... علم فقہ میں ”اسعاد بشرح الارشاد“ اصول فقہ میں ”الدرر اللوامع بتحریر جمع الجوامع“ عقائد و کلام میں ”الفرائد فی حل شرح“ العقائد اور المسامرہ شرح المسامیر تصنیف کی جو داخل درس ہے یہ حواشی شرح عقائد کے بعد کی تصنیف ہے تفسیر بیضاوی بخاری اور صفوۃ الزہد پر بھی کچھ تحریر فرماید۔ صوب الغمامہ بھی آپ ہی کی تصنیف ہے آپ کے تلمیذ خاص مجیر الدین عبد الرحمن حنبلی نے الانس الجلیل بتاریخ القدس و التحلیل میں آپ کا ترجمہ قلمبند کیا ہے۔

(۵۰) صاحب امور عامہ

نام و نسب..... آپ کا نام مرزا محمد زاہد ہے قاضی محمد اسلم کے فرزند ارجمند ہیں مولانا خواجہ کوہی جو خراسان کے مشہور بزرگ اور شیخ طریقت تھے قاضی محمد اسلم انہیں کی اولاد میں ہیں مرزا زاہد کی پیدائش شہر ہرات میں ہوئی اس لئے نسبت میں یہودی کہلاتے ہیں۔

تحصیل علوم..... آپ نے اپنے والد ماجد قاضی محمد اسلم اور ملا محمد فاضل وغیرہ علماء عصر سے علوم مروجہ کی تکمیل کی اور صرف تیرہ سال کی عمر میں سند فراغت حاصل کر کے علم و فن میں یکتائے روزگار ہوئے، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں مرزا از مشرب صافی صوفیہ نیز بہرہ تمام داشتہ و صحبت یکے از اکابر ایں طریقہ دریافتہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب مرزا صاحب کی فقہی قابلیت پر تنقید فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ”مرزا زاہد داخل اور فقہ کم بود امیر لے شرح و قایہ می خواندے حضرت جد بزرگوار (شاہ عبدالرحیم صاحب) سبق نمی فرمود۔

ملازمت اور درس و تدریس..... ابتداء رمضان ۱۰۶۳ھ میں شاہ جہاں کی جانب سے کابل کی واقعہ نویسی پر مامور ہوئے پھر شاہ عالم گیر نے ۱۰۷۵ھ میں اردوئے معلیٰ (شکر شاہی) کا محتسب بنادیا۔

اس زمانہ میں آپ کا قیام اکبر آباد میں رہا اور اسی زمانہ میں شاہ ولی اللہ صاحب کے والد ماجد حضرت شاہ عبدالرحیم

صاحب نے آپ سے منطق و فلسفہ کی تمام کتابیں پڑھیں ایک عرصہ کے بعد آپ کو کابل کی صدارت تفویض ہوئی پھر تمام منصوبوں سے استعفاء دیگر گوشہ نشینی اختیار کی اور تدوین و ترویج علوم کی خدمت اپنے ذمہ لے لی۔

دیانتداری اور پرہیزگاری حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے ایک واقعہ نقل کیا ہے جس سے مرزا صاحب کی دیانتداری پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ مرزا صاحب نے رمضان شریف میں اپنے شاگرد درشید شاہ عبد الرحیم صاحب کی دعوت کی شاہ عبد الرحیم صاحب فرماتے ہیں کہ میں مرزا صاحب کے مکان پر پہنچا افطار کا وقت قریب تھا ایک کباب فروش حاضر ہوا اور اس نے کباب کا پورا خوان مرزا صاحب کے سامنے رکھ کر عرض کیا یہ حضور کی نیاز ہے آپ نے مسکرا کر فرمایا۔ عزیز من میں تمہارا پیر نہیں استاد نہیں پھر نیاز کیسی۔ بظاہر کوئی اور غرض ہے اس کو بیان کرو کباب فروش نے پہلے تو یہی کہا کہ کوئی غرض نہیں مگر جب زیادہ اصرار کیا گیا تو معلوم ہوا کہ اس کی دکان لب سڑک ہے اور قاضی صاحب کے پیادے اس کو وہاں سے اٹھوانا چاہتے ہیں بہر حال مرزا صاحب نے اس کی تسلی فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ کل کسی متدین پیادے کو مجھجوں گا جو تحقیق کر کے بیچ فیصلہ کر دے گا۔ اب آپ جائیے! کباب فروش! حضور افطار کا وقت قریب آگیا، اب میں یہ کباب کہاں لے جاؤں، فروخت کا وقت بھی نہیں رہا میں نے تو یہ آپ ہی کیلئے بنائے تھے آپ ہی منظور فرمائیں۔ مرزا صاحب نے اپنے بچوں کے معلم سے فرمایا ان کبابوں کی قیمت طے کر کے مکان میں بھجوادو اور قیمت ان کے حوالے کر دو۔ چنانچہ معلم نے کباب فروش کو علیحدہ لے جا کر قیمت دریافت کی کباب والے نے صرف آٹھ آنے مانگے، معلم نے آٹھ آنے اس کے حوالے کر دیئے۔ شاہ عبد الرحیم صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے معلم سے کہا کہ یہ مال بہت زیادہ کا ہے، آٹھ آنے میں بھی اس نے خوشامد میں دیا ہے رشوت سے تو اب بھی خالی نہیں میری یہ گفتگو مرزا صاحب نے سن لی فوراً کباب فروش کو بلوا کر دریافت فرمایا۔ ان کبابوں پر کیا صرف ہوا ہے اور تمہاری محنت کتنی ہے۔ ٹھیک ٹھیک بتاؤ۔ بہر کیف جب حساب کیا گیا تو ان کبابوں کی قیمت ساڑھے تین روپے ہوتی تھی۔ مرزا صاحب نے اس کو یہی قیمت دلوائی اور معلم کو بلا کر بہت ڈانٹا اور فرمایا: تم چاہتے ہو کہ اپنا روزہ حرام مال سے افطار کریں یہ کون سی عقلمندی ہے اور کیا خیر خواہی۔

کرامت و بزرگی حضرت شاہ عبد الرحیم صاحب آگرہ میں قاضی صاحب کے پاس حضرت شیخ سعدی شیرازی کے یہ دو شعر پڑھ رہے تھے۔

جز ستر عشق ہرچہ سجویانی بطلالت ست

جز یاد دوست ہرچہ کنی عمر ضائع ست

علمی کہ رہ حق نہ نماید جہالت ست

سعدی بغوی لوح دل از نقش غیر حق

چوتھا مصرعہ یعنی ”علمی کہ رہ حق نہ نماید“ یاد نہیں آیا تھا اس کی وجہ سے بہت تنگ دل ہو رہے تھے کہ دفعۃً ایک شخص کمرل اوڑھے ظاہر ہو اجاب وہ تیسرا مصرعہ پڑھ چکے تو اس شخص نے برابر سے نکل کر چوتھا مصرعہ پڑھ دیا بس سنتے ہی کھل گئے دوڑے اور جا کر مصافحہ کیا پوچھا آپ کا اسم شریف۔ کہا ”فقیر المصلح الدین شیرازی می گویند یعنی عالم یقظہ میں حضرت شیخ سعدی کی روح نے مکمل ہو کر مصرعہ بتا دیا۔

وفات حسرت آیات ۱۱۱۱ھ میں اس قاضی زاہد منش نے دنیاے فانی سے کوچ کیا۔

وطن براوج کاخ لامکاں کرد

وداع کلبہ نگ جہاں کرد

تصانیف جس زمانہ میں شاہ عبد الرحیم صاحب شرح مواقف پڑھتے تھے مرزا صاحب نے شرح مواقف کا مشہور حاشیہ تحریر فرمایا۔ شرح تہذیب علامہ دوانی اور رسالہ تصور و تصدیق ملاقطب الدین رازی کے حواشی و شرح ہیاکل آپ کی مشہور تصانیف ہیں جو ہندوستان، بخارا اور کابل وغیرہ کے عربی مدارس میں داخل درس ہیں اور ایک عرصہ تک ان کتابوں کو اتنی اہمیت حاصل رہی ہے کہ کسی مولوی کو اپنے اقران میں اس وقت تک امتیاز حاصل ہی نہیں ہوتا تھا جب تک کہ تبرکات ہی سہی علم ان

العلم المجتد لہ کے دو لفظوں ہی پر چند حروف بنام حاشیہ منقوش نہ کر دے ہوں مشہور ہے کہ مولانا محمد حسن کانپوری کا زہد کے تیس تیس حاشیوں کو سامنے رکھ کر پڑھ لیا کرتے تھے کتب مذکورہ کے علاوہ شرح تجرید پر بھی مرزا صاحب کے حواشی ہیں۔

فہرست حواشی کتاب امور عامہ

۱	حاشیہ بر امور عامہ	ملا احمد عبدالحق بن ملا محمد سعید بن ملا قطب الدین فرنگی محلی	=====
۲	حاشیہ بر امور عامہ	قاضی احمد علی بن سعید فتح محمد سندیلی	اواخر ۱۲۰۰ھ
۳	حاشیہ بر امور عامہ	بحر العلوم عبد العلی بن نظامی الدین بن قطب الدین شہید	۱۲۳۵ھ
۴	حاشیہ بر امور عامہ	ملا محمد حسن بن قاضی غلام مصطفیٰ بن اسعد	۱۲۰۹ھ
۵	حاشیہ بر امور عامہ	ملا محمد مبین بن ملا محبت اللہ لکھنوی	۱۲۲۵ھ
۶	حاشیہ بر امور عامہ	محمد وارث رسول نمائنداری	
۷	حاشیہ بر امور عامہ	مولوی ولی اللہ بن حبیب اللہ بن ملا محبت اللہ فرنگی محلی	۱۲۷۰ھ
۸	حاشیہ بر امور عامہ	مولوی عبدالحق بن فضل حق بن فضل امام خیر آبادی	
۹	حاشیہ بر امور عامہ	مولوی وحید الزماں بن مولوی مسیح الزماں	

درس نظامی میں سات کتب اوبیہ داخل درس ہیں، سب سے معلقہ، حماسہ، متنبتی، مقامات، فتح الیمن، مفید الطالبین، فتح العرب

(۵۱) صاحب سب سے معلقہ م ۵۵ھ

نام و نسب..... حماد نام، ابو القاسم کنیت راویہ لقب، والد کا نام ساہو ریا میسرہ ہے اور کنیت ابو لیلیٰ اور دادا کا نام مبارک اور پردادا کا نام عبیدہ ہے اس کی اصل ویلم کی تھی یہ ۹۰ھ میں (اور بقول حسن سندوی ۷۵ھ میں) کوفہ میں پیدا ہوا اور وہیں نشوونما پائی۔ کوفہ میں تین شاعر تھے اور تینوں کا نام حماد تھا۔ ایک حماد بن عمر جو حماد غر د سے مشہور ہے اور ایک حماد بن الزبرقان اور ایک حماد راویہ۔

تعارف..... حماد شعر و اشعار، لغات و ادب اور معرفت و واقعات عرب میں ید طولیٰ رکھتا تھا۔ سیر و سیاحت سے اس کو بہت دلچسپی تھی، چنانچہ اس نے بہت سے شہروں اور ملکوں، دیہاتوں اور جنگلوں کا سفر کیا ہے مورخ زر کلی کتاب الاعلام میں اس کا تعارف کراتے ہوئے لکھتا ہے۔

اشعار ہا و اخبار ہا و انا بہا و لغاتہا

کان من اعلم الناس بایام العرب و

ان کے اشعار و اخبار اور انساب و لغات کا جاننے والا تھا

یہ لوگوں میں سب سے زیادہ عربوں کی جنگ ان

ابن النطاح نے ذکر کیا ہے کہ حماد ابتداء میں بڑا الابیالی قسم کا آدمی تھا اکثر چوروں اور ڈاکوؤں کے ساتھ رہتا تھا ایک مرتبہ اس نے کسی کے یہاں نقب لگایا اور صاحب خانہ کا سب مال نکال لیا۔ اس میں انصار کے اشعار کا ایک جز بھی تھا۔ حماد نے اس کو پڑھا اور پورے کو محفوظ کر لیا، اس کے بعد شعر و ادب لیا م عرب اور لغات کی طلب میں لگ گیا یہاں تک کہ اس میں وہ کمال حاصل کیا جس کی نظیر نہیں۔

راویہ لقب کے ساتھ ملقب ہونے کی وجہ..... ولید بن یزید اموی نے اس سے پوچھا کہ تمہیں راویہ کا لقب کیسے ملا۔ اس نے کہا امیر المومنین! میں نے ہر اس شاعر کے قدیم و جدید اشعار کو یاد کیا ہے جس کو آپ جانتے ہیں یا آپ نے اس کا نام

سنا ہے نیز میں ان کے اشعار کی روایت بھی کرتا ہوں اس لئے لوگ مجھے راویہ کہنے لگے۔

ولید بن یزید کا تخیل..... یہ سکر ولید متخیر رہ گیا اور اس نے پوچھا کہ تمہیں کتنے اشعار یاد ہیں۔ حماد نے کہا کہ کثرت سے یاد ہیں کہ حروف معجم کی ترتیب سے ہر حرف پر سو قصیدے پڑھ سکتا ہوں اور یہ شعراء جاہلیت کے ان اشعار کے علاوہ ہوں گے جو مقطعات کہلاتے ہیں۔

قوت حافظہ اور آزمائش..... ولید نے بغرض امتحان اشعار سنانے کا حکم دیا چنانچہ حماد نے اشعار سنانا شروع کئے اور اتنے سنائے کہ ولید سنتے سنتے تھک گیا اور مجبور ہو کر اپنی جگہ اپنے ایک معتمد کو بٹھادیا، حماد نے اس کو صرف عرب جاہلیت کے کچھ کم تین ہزار اشعار سنا ڈالے جب ولید کو اس کی اطلاع ملی تو اس نے ایک لاکھ درہم دینے کا حکم کیا۔

کہا جاتا ہے کہ کسی نے حماد سے کثرت روایتہ کے متعلق دریافت کیا اس نے کہا کہ میں سات سو قصیدے ایسے روایت کرتا ہوں جن میں سے ہر ایک کا آغاز ”بانت سعاد“ سے ہے۔

ایک مرتبہ طرماح شاعر نے حماد کو ساٹھ اشعار کا ایک قصیدہ سنایا حماد نے کہا یہ قصیدہ تیرا نہیں ہے اس نے کہا یہ کیسے۔ حماد نے کہا کہ میں یہی قصیدہ بیس اشعار کے اضافہ کے ساتھ سناتا ہوں جس سے خود ثابت ہو جائے گا کہ یہ قصیدہ تیرا نہیں ہے چنانچہ حماد نے اس کو اسی طرح سنادیا۔

حماد راویہ اور من گھڑت اشعار..... مولانا سعید احمد اکبر آبادی نے ”وحی الہی“ میں ذکر کیا ہے کہ بنو امیہ اور عباسیہ کے عہد میں کچھ ایسے لوگ تھے جو خلفاء و امراء سے بیش از بیش انعام حاصل کرنے اور بعض دوسری اغراض کے لئے از خود کلام گھڑ گھڑ کر شعراء و خطباء جاہلیت کی طرف منسوب کر کے سنا دیتے تھے ان وضاعین میں حماد راویہ اور خلف بن حیان الاحمر زیادہ مشہور ہیں۔ امام اضمعی کا قول ہے کہ حماد اعلم الناس ہے اگر وہ اشعار میں کمی بیشی نہ کرے علامہ یاقوت حموی لکھتے ہیں کہ اضمعی نے یہ اس لئے کہا کہ حماد کے متعلق عام خیال یہ تھا کہ وہ شعر از خود کہتا ہے اور پھر شعراء عرب کی طرف اسے منسوب کر دیتا ہے۔ مفصل ضبی کا قول ہے کہ شعر پر حماد کی وجہ سے ایسی آفت ٹوٹی ہے جس کی کبھی اصلاح نہیں ہو سکتی، یہ شخص قدیم شاعروں کے محاورات، انداز بیان اور ان کے لغات و اسلوب اور اسے پوری طرح واقف تھا اس لئے ان کے ہی طرز میں شعر کہہ کر ان کی طرف منسوب کر دیتا تھا اور سوائے ماہر فن نقاد کے عام لوگوں کو امتیاز نہیں ہو سکتا تھا کہ اس قصیدے میں کتنے شعر شاعر کے ہیں اور کتنے خود حماد کے کہے ہوئے ہیں۔ یہی حال خلف الاحمر کا تھا۔ اس کی تصدیق اس قصہ سے بخوبی ہو جاتی ہے کہ ایک مرتبہ خلیفہ مہدی نے مفصل ضبی کو بلا کر پوچھا کہ زہیر بن ابی سلمیٰ نے اپنے قصیدہ کا آغاز ”دع ذاو عد القول فی ہرم“ سے کیا ہے اس سے پہلے کوئی بات نہیں کی پھر اس نے ”دع“ کہہ کر خود کو کس بات کے ترک کا حکم کیا ہے۔ مفصل نے کہا حضور مجھے اس کی بابت کچھ معلوم نہیں البتہ یہ خیال ہوتا ہے کہ شاعر کسی فکر میں ڈوبا ہوا تھا یا کوئی شعر کہنا چاہتا تھا اس سے ہٹ کر اس نے کہا ”دع ذا“ ای دع مانت فیہ من الفكر وعد القول فی ہرم“ مہدی نے حماد راویہ کو بلا کر پوچھا، اس نے کہا قصیدے کا آغاز یوں ہے۔ لمن الديار بقنة الحج. اقوين مذجع ومذدھر لعب الزمان بهاد غیر ہا لعدی سوافی المورو القطر

قصر بمنذفع النحات من. ضفوی الات الضال والسر. دع ذاو عد القول ۱۵

مہدی نے مفصل سے کہا: یہ اس نے کیا سنایا ہے۔ مفصل نے کہا حضور! یہ اس نے اپنی طرف سے گھڑا ہے۔ مہدی نے حماد سے حلف لیا تو حماد نے اس کا اعتراف کیا کہ واقعی یہ میرا کلام ہے مہدی نے حماد کو انعام دیا۔ لیکن مفصل کو اس سے زیادہ دیا اور عام اعلان کر لیا کہ ہم نے حماد کو عہدگی شعر کی بناء پر مفصل کو اس کی سچائی کی بنا پر انعام دیا ہے سو جو شخص نیا اور عمدہ شعر سننا چاہے وہ حماد سے سنے اور جو شخص صحیح روایت کے ساتھ سننا چاہے وہ مفصل سے سنے۔

حماد کی کہانی خود اس کی زبانی..... علامہ حریری نے ”درة الغواص“ میں اور ابن خلکان نے اپنی تاریخ میں حماد کا بیان

نقل کیا ہے وہ کہتا ہے کہ یزید بن عبد الملک کے یہاں میرا آنا جانا رہتا تھا جس کی وجہ سے اس کا بھائی ہشام مجھ پر ہمیشہ جو رجحان اور زیادتی کرتا رہتا تھا۔ جب یزید کا انتقال ہو گیا اور خلافت کی باگ ڈور ہشام کے ہاتھ میں آ گئی تو مجھے اپنے متعلق اور ہشام سے ہوا اس لئے میں نے باہر آنا جانا بند کر دیا اور گھر میں چھپ کر بیٹھ رہا اگر کوئی اشد ضرورت ہوتی تو خفیہ طور پر کسی قابل وثوق دوست کے ساتھ باہر جاتا اور ضرورت پوری کر کے واپس آ جاتا اسی طرح پورے ایک سال گزر گیا مگر اس درمیان میں کسی سے کوئی ایسی بات نہیں سنی جو میرے لئے باعث تردد ہو اس لئے میں مطمئن ہو گیا چنانچہ ایک روز میں نے رصافہ کی جامع مسجد میں نماز ادا کی نماز سے فارغ ہو کر باہر آیا تو پولیس والوں سے ملاقات ہوئی۔ انھوں نے کہا حماد! امیر یوسف بن عمر نے بلایا ہے میں اپنے دل میں کہنے لگا کہ یہی اندیشہ تھا اس کے بعد میں نے ان سے کہا کہ مجھے اتنی مہلت ملے گی جس میں اپنے گھر والوں کو ہمیشہ کیلئے الوداع کہہ کر آؤں۔ انھوں نے کہا ہر گز نہیں میں نے مایوس ہو کر خود کو ان کے حوالہ کر دیا اور وہ مجھے یوسف بن عمر کے پاس لے گئے وہ اس وقت ایوانِ اہم میں رونق افروز تھا میں نے سلام کیا اس نے سلام کا جواب دے کر مجھے ایک خط دیا جس میں یہ مضمون تھا۔

بسم الله الرحمن الرحيم

من هشام امیر المومنین الی یوسف بن عمر الثقفی اما بعد فاذا قرأت کتابی هذا فابعث الی حماد الراویة من یتلیک به من غیر ترویج وادفع له خمس مائة دینار وجملا مہریا یسیر علیہ الاثنی عشر لیلۃ الی دمشق۔

حماد کہتا ہے کہ میں نے اشرفیاں لیں اور اونٹ پر سوار ہو کر بارہ روز کی مسافت طے کر کے دمشق پہنچا اور اجازت طلب کر کے ”دار قوراء“ یمن داخل ہوا جہاں ہشام ریشمی سرخ لباس زیب تن کئے ہوئے سرخ قالین پر جلوہ افروز تھا میں نے سلام کیا ہشام نے سلام کا جواب دے کر مجھے اپنے قریب بلایا میں نے قریب ہو کر پا بوسی کی اب اچانک دیکھتا ہوں کہ وہ باندیاں نہایت حسین و جمیل موجود ہیں جن کے کانوں میں چمکدار موتیوں والے جھونکے پڑے ہیں ہشام نے کہا: کہو حماد! کیا حال ہے۔ میں نے کہا: امیر المومنین! بحمد اللہ بخیر ہوں، اس نے کہا، جانتے ہو میں نے تم کو کیوں بلایا ہے۔ میں نے کہا نہیں! اس نے کہا ایک شعر کے متعلق معلوم کرنے کیلئے بلایا ہے کہ وہ کس کا ہے میں نے کہا وہ کون سا شعر ہے۔ تو ہشام نے یہ شعر پڑھا۔

قینۃ فی یمنہا ابریق

ودعوا بالصبح یومہا فجاءت

میں نے عرض کیا حضور! یہ شعر عدی بن زید عبادی کے قصیدے کا ہے۔ ہشام نے کہا قصیدہ سناؤ میں نے قصیدہ سنایا بکر العاذلونی فی وضع الصبح۔ یقولون لی اما تستحق۔ ویلومون فیک یا بنتہ عبد اللہ والقلب عند کم موہوق۔ لیست ادری اذا کثر والعدل فیہما۔ اعد ویلومنی ام صدیق۔ قال حماد فانتهیت فیہا الی قولہ۔

دعوا بالصبح یومہا فجاءت. قینۃ فی یمنہا ابریق. قدمته علی عقار کعین الدلیک

صفی سلافہا الرووق. مرة قبل مزجہا فاذا ما. مرجت لذطعمہا من یذوق وطفافوقہا

فقا قیع کالیا. قوت حریزینہا التصفیق. ثم کان المزائج ماء سحاب لا صری اجن ولا مطروق

حماد کا بیان ہے کہ قصیدہ سکر ہشام مستی میں جھومنے لگا اور بولا! حماد! تم نے خوب کہا پھر اس نے باندی سے کہا کہ اسے جام می پلا چنانچہ اس نے مجھے ایک گھونٹ شراب پلائی جس سے میری تہائی عقل ماؤف ہو گئی پھر ہشام نے قصیدہ کا اعادہ کر لیا میں نے دوبارہ سنایا تو اس نے دوسری باندی سے شراب کے لئے کہا اس نے بھی اسی طرح شراب پلائی اس کے بعد ہشام نے کہا حماد! بول کیا ضرورت ہے۔ میں نے کہا ان میں سے ایک باندی عنایت کر دیجئے ہشام نے کہا یہ دونوں مع ساز و سامان تیری ہیں۔ اس کے بعد پھر شراب کا دور چلا اور میں اتنا مدہوش ہو گیا کہ صبح تک کچھ خبر نہیں رہی جب صبح ہوئی تو

دیکھا کہ دس خادم ہیں جن میں سے ہر ایک کے پاس دس دس ہزار درہموں کی تھیلیاں ہیں ان میں سے ایک حلام نے کہا کہ امیر المومنین نے سلام کہا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ آپ یہ عطیہ لیجئے اور اپنے سفر میں اس سے فائدہ اٹھائیے چنانچہ میں وہ دونوں باندیاں اور زر نقد لے کر واپس آ گیا۔

سبعہ معلقہ..... زمانہ جاہلیت کی مختصر سی مدت میں جو شاعری روایت کی گئی ہے وہ اتنی زیادہ ہے کہ اس کو یکجا کرنا مشکل ہے حالانکہ اس کا بڑا حصہ راویان شعر کے فاتحانہ معرکوں میں مر جانے کی وجہ سے تلف ہو گیا ابو عمرو بن العلاء کا قول ہے کہ ”عرب کی شاعری کا بہت ہی کم حصہ تم تک پہنچا ہے اگر وہ تمام ملتا تو تم کو علم و حکمت اور شعر و ادب کا بہت بڑا حصہ ملتا۔“ لیکن اس بہت سے حصہ کی نسبت بھی جاہلیت کی طرف غیر صحیح اور اس کی روایت مشکوک ہے کیونکہ شاعری کی تدوین دوسری صدی ہجری سے قبل تک نہیں ہوئی تھی اور اتنے طویل زمانہ تک شاعری کا زبانی منتقل ہوتے رہنا اس امر کے امکانات رکھتا ہے کہ اس میں تبدیلیاں، اضافے اور مصنوعی اشعار جگہ پا چکے ہیں دور جاہلیت کی شاعری کے مشہور راوی حماد اور خلف الاحمر کے متعلق من گھڑت شعروں کو جاہلی شعراء کی طرف منسوب کرنے کا شیوہ جو ہم ذکر کر چکے ہیں اس گمان کی مزید تصدیق کرتا ہے شاید وہ انچاس قصیدے جنہیں ابوزید قرشی نے جمہرہ اشعار العرب میں جمع کیا ہے قدیم شاعری کی سب سے زیادہ صحیح روایت اور جاہلی شاعری کے طرز واداء و اسلوب بیان کی سچی مثال پیش کرتے ہیں اور ان میں بھی اعتبار روایت سب سے زیادہ مستند اور بلحاظ حفاظت و عنایت سب سے زیادہ معتمد معلقات (یا مذہبات یا سموط) ہیں جن کے متعلق غالب رائے یہ ہے کہ وہی ایسے سات قصائد ہیں جو تمام مورخین کے خیال کے مطابق عربوں کے منتخب و پسندیدہ قصائد تھے جنہیں آب زر سے و صیلوں پر لکھوا کر اظہار مقبولیت اور دائمی شہرت کے لئے خانہ کعبہ پر آویزاں کر دیا گیا تھا چنانچہ ان میں سے بعض تو فتح مکہ کے دن تک وہاں لٹکے ہوئے تھے اور کچھ اس آگ کی نذر ہو گئے تھے جو اسلام سے قبل خانہ کعبہ میں لگی تھی۔ بعض لوگ ان قصائد کے خانہ کعبہ پر آویزاں کئے جانے کی بلا دلیل معقول تردید کرتے ہیں۔ متقدمین میں اس خیال کے موید ابو جعفر نحاس متوفی ۳۳۸ھ ہیں جنہوں نے شرح معلقات میں لکھا ہے کہ ”یہ کہنا کہ یہ قصائد خانہ کعبہ پر آویزاں کئے گئے تھے روایت کوئی سند نہیں رکھتا۔“ اور متاخرین میں جرمن مستشرق پروفیسر نولڈ کی ہے جس نے اپنی کتاب میں اس خیال کو ترجیح دی ہے کہ معلقات کے معنی منتخبات یعنی پسندیدہ اور چنے ہوئے قصائد ہیں اور یہ نام حماد نے ان قصائد کو گلے میں لٹکے ہوئے ہاروں سے تشبیہ دیتے ہوئے رکھا ہے اس کی مزید تقویت کیلئے یہ دلیل پیش کی ہے کہ ان قصائد کو سموط بھی کہتے ہیں جس کے معنی ہاروں کے ہیں، فرانسیسی پروفیسر سکامین ہیار جس نے اپنی زبان میں تاریخ ادب عربی پر کتاب لکھی ہے وہ بھی نولڈ کی رائے سے پورے طور پر متفق ہے حالانکہ اہم عہد ناموں کو کعبہ پر آویزاں کرنا زمانہ جاہلیت کا ایسا دستور ہے جس کے آثار اسلام آنے کے بعد بھی باقی رہے چنانچہ قریش نے اپنی وہ خیر اداں بھی خانہ کعبہ پر آویزاں کی تھی جس میں انہوں نے آنحضرت ﷺ کی دعوت اسلام پر آپ کی حمایت میں اٹھنے والے بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب سے ترک موالات کا تہیہ کیا تھا نیز خلیفہ ہارون رشید نے بھی وہ عہد نامہ خانہ کعبہ پر آویزاں کیا تھا جس میں اس نے اپنے بعد اپنے دو بیٹوں امین اور مامون کو خلیفہ بنانے کا عہد لیا تھا۔ پھر ان قصائد کے بارے میں ایسا تسلیم کر لینے میں کون سا امر مانع ہے جبکہ یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ عرب شاعری سے کس قدر متاثر ہوتے تھے اور ان میں شاعروں کو کس درجہ عزت و وقعت تھی، ثانیاً یہ ایک ایسی رسم ہے جس کی مثالیں یونانی ادب میں بھی ملتی ہیں چنانچہ وہ قصیدہ جو غنائی شاعری کے سربر آوردہ شاعر ”بندار“ نے ڈیگورس کی مدح میں کہا تھا اسے بھی لمنوس میں لہنتہز کے معبد کی دیواروں پر آب زر سے لکھایا گیا تھا۔

۱۔ حریری نے درۃ القواص، میں یہ قصہ اسی طرح نقل کیا ہے لیکن اس میں ایک اشکال تو یا جاریۃً اسقہ پر ہے کیونکہ ہشام شراب نوعل نہیں تھا (الایہ کہ اس کے سامنے صرف دوسروں نے پی ہو) دوسرا اشکال ان ہشاء ابغث الی یوسف بن عمر اسقہ پر ہے کہ اس وقت یوسف مذکور والی عراق نہیں تھا بلکہ والی عراق خالد بن عبد اللہ القسری تھا جس کا اس تاریخ نے ذکر کیا ہے واللہ اعلم۔

سبعہ معلقہ کے سات قصیدوں کے کہنے والے شعراء امرؤ القیس، زہیر بن ابی سلمی، طرفہ بن العبد بن ربیعہ، عنترہ بن شداد، عمرو بن کلثوم، اور حارث بن حلزہ ہیں۔ پہلا قصیدہ..... ملک الشعراء ذوالقروح امرؤ القیس حندج بن حجر بن عمرو کندی کا ہے جو نبی کریم ﷺ کی بعثت سے تقریباً چالیس سال قبل گزرا ہے (انجمن علمی میں ہے کہ بیاسی سال قبل گزرا ہے) یہ معزز خاندان کا نجیب الطرفین بچہ تھا اس کا باپ بنو اسد کا بادشاہ اور شاہان کندہ کی نسل سے تھا اس کی ماں کلیب و مہلبہل کی بہن تھی۔ امرؤ القیس کے معنی عبد الصنم کے ہیں امراء بمعنی عبد اور قیس بمعنی بت، اسی وجہ سے امام اصمعی اسکو امراء اللہ کہا کرتے تھے مگر صحیح یہ ہے کہ امراء بمعنی مرد اور قیس بمعنی شدت ہے۔

امرو القیس کا بچپن نہایت ناز و نعم میں گذرا۔ سرداری کے ماحول میں بڑھا۔ بعد میں اس کی عادتیں بگڑ گئیں اور مے نوشی، عشق بازی، کھیل کود اور شعر و شاعری میں لگ گیا آوارگی و دل لگی اپنا شیوہ بنایا اور مجدد سروری کے بلند کاموں میں حصہ لینے سے گریز کرنے لگا اسی لئے لقب ملک الفضیل ہو گیا تھا بد چلن ہو جانے کی وجہ سے باپ نے اسے گھر سے نکال دیا۔ یہ اپنے باپ کا سب سے چھوٹا لڑکا تھا گھر سے نکلنے پر اس نے آوارہ گردوں اور اوباشوں کے گروہ میں شرکت کر لی اور شدہ شدہ یہ یمن کے ایک علاقہ ”دمون“ میں پہنچا جہاں اسے اپنے باپ کے مرنے کی اطلاع ملی جسے بنو اسد نے اس کے ظالمانہ رویہ کی بنا پر قتل کر ڈالا تھا، باپ کی موت کی خبر سن کر امرؤ القیس نے کہا۔

دمون اننا معشر یمانون

نطاول الليل علينا دمون

واننا لاهلنا مجنون

اس کے بعد کہنے لگا ”ضیعتی صغیر و حملتی دمہ کبیر الا صحو الیوم ولا سکر غد الیوم خمر و غذا مر“ میرے باپ نے کم سنی میں تو مجھے گھر سے نکال دیا اور بڑاے ہونے پر اپنا خون مجھ سے اٹھو لیا۔ آج ہوش نہیں اور کل نشہ نہیں آج شراب اور کل معاملہ کی بات۔“ پھر اس نے یہ شعر کہا۔

ولافی غذا ذکان ماکان مشرب

خلیلی ما فی الیوم مصحی لشارب

اس کے بعد اس نے قسم کھائی کہ جب تک اپنے باپ کے عوض بنو اسد کے سو آدمیوں کو قتل نہ کر لوں اور سو کے سر موٹ کر ان کو ذلیل نہ کر لوں اس وقت تک نہ گوشت کھاؤں گانہ شراب پیوں گانہ سر میں تیل ڈالوں گارات کو جب تاریکی چھائی اور اس نے دور کہیں بجلی کووندے دیکھی تو کہا۔

ل ارق لبرق بلیل اهل یضی سناہ باعلی الجبل اتائی حدیث فکذبہ

بامر تزعزع منه القل بقتل بنی اسد ربهم الاکل شنے سواہ جلل

اگلے روز اس نے اپنے منصوبہ کی تکمیل کیلئے اپنے تنہیالی خاندان بکرو تغلب سے مدد چاہی اور بنی اسد کی طرف کوچ کیا اور ان پر ہلہ بول دیا۔ بنو اسد نے اس سے کہا کہ اپنے باپ کے عوض ان میں سے سو معزز آدمی بطور فدیہ قبول کر لے لیکن وہ نہ مانا اور جنگ پر مصر رہا تب بنو تغلب و بنو بکر نے بھی اس کا ساتھ چھوڑ دیا، ادھر منذر بن ماو سل

نے اپنی دیرینہ عداوت کی وجہ سے امرؤ القیس کا پیچھا لیا جس پر امرؤ القیس کی حامی جماعتیں منذر کے ڈر سے منتشر ہو گئیں اور اس کو کہیں پناہ نہ مل سکی بالاخر اس نے سمول بن عادیا کی پناہ لی اس کے پاس اپنی زرہیں امانت رکھیں اور مٹھر غانی کے نام سفارشی خط لکھو لیا تاکہ وہ اسے قیصر تک پہنچا دے اس زمانہ میں قیصر شاہ روم مقام چستیاں میں تھا جب امرؤ القیس اس

لے میں اس بجلی کیلئے بیدار رہا جو رات میں کوندی اور اس کی روشنی پہاڑ کے بالائی حصے کو روشن کر رہی ہے مجھے ایک ایسی خبر پہنچی ہے جس سے پہاڑ کی چوٹیاں لرز جائیں لیکن میں نے اس کی تصدیق نہیں کی وہ خبر یہ ہے کہ بنو اسد نے اپنے آقا کو قتل کر دیا ہے یہ اتنی اہم خبر ہے کہ اس کے بعد تمام دوسری چیزیں بے وقعت اور حقیر ہیں۔

کے پاس پہنچا تو اس نے نہایت گرم جوشی اور احترام سے اس کو خوش آمدید کہا قیصر کا خیال تھا کہ وہ امرؤ القیس کو اپنا بلالے اس کے بعد عربوں میں وہ اپنی قوت بڑھا کر ایرانی حکومت کا زور توڑ سکے گا چنانچہ اس نے ایک بڑا لشکر امرؤ القیس کے ساتھ روانہ کر دیا لیکن بعد میں خیال بدل جانے کی وجہ سے لشکر کو واپس بلا لیا، اسی اثنا میں امرؤ القیس کسی جلدی بیماری میں مبتلا ہو گیا جس کی وجہ سے اس کے بدن میں زخم پڑ گئے اور گوشت گل گیا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جب امرؤ القیس لشکر لے کر چلا گیا تو طماح لہذی نے قصر سے اس کے خلاف شکایتیں کر کے قیصر کو درغلا یا تاکہ وہ امرؤ القیس سے اپنے باپ کے قتل کا بدلہ لے سکے، چنانچہ قیصر نے امرؤ القیس کو ایک زہر آلود کار چوہی جوڑا بھیجا اس وقت امرؤ القیس انقرہ پہنچ چکا تھا اس جوڑے کے پہننے کے بعد اس کی وہ حالت ہوئی جو اوپر مذکور ہوئی امرؤ القیس کے مندرجہ ذیل اشعار سے اس قصہ کی تائید بھی ہوتی ہے۔

لہ لقد طمح الطماح من نحو ارضه . لیلبنی من دائه ماتلبسا . و بدلت قرحا دامیا بعد صحتہ

فیالک نعمی قد تحولت ابوسا . فلو انھا نفس تموت سریتہ . و لکنھا نفس تساقط انفسا

امرؤ القیس بچپن ہی میں شعر کہنے لگا تھا، طبیعت کا تیز اور نہایت ذہین تھا اس کی شاعری میں الفاظ کی شوکت مشکل الفاظ کی کثرت، شعروں کی عمدہ بندش، ندرت خیال اور حسن تشبیہ پائی جاتی ہے مسلسل سفروں خطرات کے مقابلوں اور مختلف معاشروں میں اختلاط نے اس کے دماغ کو کھول کر تیز کر دیا تھا چنانچہ وہ نئے نئے معانی و مضامین پیدا کرتا، انوکھے اور جدید اسالیب اختیار کرتا تھا اس کی شہرت و برتری غیر معمولی ذہانت اور بلند مرتبہ کی وجہ سے اس کے زمانے کے بہت سے لوگوں کے اشعار بھی اس کی شاعری میں جگہ پا گئے ہیں کہتے ہیں کہ یہ سب سے پہلا شاعر ہے جس نے محبوب کے کھنڈروں پر کھڑے ہونے اور رونے کی رسم ایجاد کی اس کی شاعری میں شاہی شوکت و سطوت، فقیرانہ تواضع و مسکنت، قلندرانہ مستی، بھرتے شیر کی حمیت، آوارگی کی ذلت و بے حیائی، زخم خوردہ کے شکوے اور نالے سب ہی یکجا ملتے ہیں انہیں وجوہ کی بناء پر تمام ادباء کا اتفاق ہے کہ شعراء عرب میں کوئی شاعر امرؤ القیس سے نہیں بڑھ سکا، اس کو ملک الشعراء اور اشعر الناس کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے، بعض روایات میں حضور اکرم ﷺ کا ارشاد منقول ہے ”ان امرؤ القیس اشعر الناس و قائد ہم الی النار و انه بیدہ لواء الشعر“ مجتہد البلاغۃ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول نقل کیا ہے جس میں آپ نے امرؤ القیس کو تمام شعراء پر ترجیح دی ہے لبید شاعر سے لوگوں نے پوچھا

سب سے بڑا شاعر کون ہے۔ لبید نے کہا الملک الضلیل (یعنی امرؤ القیس) لوگوں نے کہا اس کے بعد کون ہے۔ لبید نے کہا الشاب القلیل (یعنی طرفہ) لوگوں نے کہا اس کے بعد کون ہے۔ لبید نے کہا الشیخ ابو عقیل (یعنی لبید) فرزدق شاعر سے کسی نے پوچھا اشعر الناس کون ہے۔ فرزدق نے جواب دیا اشعر الناس وہ ہے جو یہ کہتا ہے۔

بسیمک فی اعشار قلب مقفل

ما ذرفت عینک الا لیضربی

خلف کا قول ہے کہ میں نے امرؤ القیس کے اس شعر سے زیادہ جامع شعر نہیں دیکھا۔

وقاد و ذاد و عاد و افضل

افاد و جاد و ساد و زاد

امرؤ القیس جس طرح شعر و شاعری میں تمام جاہلی دور کے شاعروں کا لام و قائد تھا اسی طرح عشق بازی میں بھی سب سے پیش پیش تھا اپنی ججازاد بہن عزیزہ سے عشق کرتا اور اس کی ملاقات کا مشتاق رہتا تھا، ایک مرتبہ قبیلہ کو سفر کا اتفاق ہوا

طماح اپنے وطن سے اس لئے آیا کہ اپنی الجھن اور مصیبت مجھ پر ڈال دے اور میں صحت کے بعد خونی زخموں میں مبتلا ہو جاؤں افسوس اس نعمت و خوش حالی پر جو تکالیف و شدائد میں تبدیل ہو جائے اگر میری جان صرف ایک اکیلے آدمی ہی کی موت ہوتی تو کوئی مضائقہ نہ تھا لیکن یہ تو ایسی جان ہے جو بہت سی جانیں لے ڈوبے گی۔ ۱۲۔ تیری دونوں آنکھیں اشکبار نہیں ہو میں مگر صرف اس لئے کہ تو اپنی دونوں (نگاہوں کے) تیروں کو (میرے) شکستہ دل کے ٹکڑوں میں مارے۔ وقد اجتمع عند عبد الملک اشراف من الناس و الشعراء فالہم

عن ارق بیت قالته العرب فاجتمعوا علی بیتہ و ما ذرفت ۱۲۵۱

حسب دستور مردوں کا قافلہ آگے تھا مگر یہ خفیہ طور پر عورتوں کی جماعت کے ساتھ ہو لیا جو مردوں سے پیچھے چل رہی تھیں راستہ میں ایک تالاب واقع ہوا جس کا نام دار جلیل تھا جب عورتیں وہاں پہنچیں تو مشورہ ہوا کہ نہانا چاہئے امرؤ القیس یہ معلوم کر کے کسی جگہ چھپ گیا۔ جب عورتیں کپڑے اتار کر تالاب میں داخل ہو گئیں تو اس نے تالاب کے کنارے سے ان کے کپڑے اٹھائے اور ایک درخت پر چڑھ گیا۔ عورتیں غسل سے فارغ ہو کر تالاب سے باہر نکلیں تو کپڑے نہ پائے، تلاش کے بعد معلوم ہوا کہ امرؤ القیس نے اٹھائے ہیں عورتوں نے کپڑوں کی واپسی پر اصرار کیا لیکن اس نے یہ شرط لگائی کہ ہر عورت اس کے سامنے برہنہ آئے۔ مجبوراً عورتیں برہنہ سامنے آئیں اس معلقہ میں اسی واقعہ کا بیان ہے جو اکیاسی اشعار پر مشتمل ہے جس کا آغاز ”قضانک من ذکرى حبیب و منزل“ اہ سے ہے۔

امرو القیس نے ۵۶۰ھ میں وفات پائی اور جیل عسیب میں دفن ہوا ابن الکلبی کہتے ہیں کہ موت کی مدہوشی کے وقت اس کی زبان پر یہ کلمات رواں تھے رب خطبتہ مجرة و طعت مسخرة وجفنتہ متعجرہ بقی غدا بانقرة کتنے فصیح بلغ خطبہ نیزوں کے تیز طعنے اور لبریز پیالے کل انقرہ میں رہ جائیں گے۔

دوسرا قصیدہ..... طرفہ بن عبد بن سفیان بکری کا ہے جو بلند پایہ شاعر، ہجو گوئی میں بڑا جری اور شریف الاصل تھا امرؤ القیس کے بعد شعراء عرب میں کوئی اس کے مثل نہ تھا۔ یہ یشیمی کی حالت میں پیدا ہوا تھا اور اس کے چچاؤں نے اس کی پرورش کی تھی لیکن انھوں نے تربیت میں لاپرواہی برتی اور اسے بے ادب اور بے ڈھنگ بنا دیا چنانچہ یہ جوان ہوا تو بیکاری، آرام پرستی، کھیل کود اور مے نوشی کی عادت پڑ چکی تھی لوگوں کو بے آبرو کرنے کا چرکا لگ چکا تھا یہاں تک کہ جوانی کی ترنگ میں آکر اس نے شاہ عمرو بن ہند کی ہجو کہہ ڈالی حالانکہ یہ شاہ کی خوشنودی و عطیات کا محتاج تھا۔ طرفہ بچپن ہی سے نہایت ذہین و طباع، حساس و زود فہم تھا بھی بیس برس کا بھی نہ ہوا تھا کہ شاعری میں کمال حاصل کر لیا اور اس کا شمار بلند پایہ شاعروں میں ہونے لگا کہتے ہیں کہ اس نے اپنی زندگی میں جو پہلا شعر کہا وہ یہ تھا۔

ونفزی ماشئت ان فقری

خلالك الجوفیضی اصفری

لابدبو ما ان تصادی فاصبری

قد رفع الفخ فما ذاتحدری

طرفہ کا باپ بہت سامال چھوڑ کر مرا تھا اس کے چچاؤں نے مال تقسیم کرنے سے انکار کیا تو طرفہ نے کہا۔

صغر البنون وربط وردة غیب

مانظرون بمال وردة فیکم

حتى تظل له الدماء تصیب

قدیبعث الامر العظیم صغیرہ

بکر فسا قیہا المنایاتغلب

والظلم فرق بین حی وائل

والکذب یالفہ المدنی الاخیب

والصدق یالفہ الکریم المرتجی

لیکن عمرو بن کلثوم کی طرح اس کی شہرت بھی اس کے معلقہ کی وجہ سے ہوئی ممکن ہے اس کے اور بہت سے اشعار بھی ہوں جو راویوں کے علم میں نہ آ سکے ہوں، کسی چیز کے وصف میں مبالغہ کو چھوڑ کر راست بیانی سے کام لینا اس کی خصوصیت ہے اس کے اشعار میں پیچیدہ ترکیبیں، نامانوس الفاظ اور مبہم مضامین پائے جاتے ہیں جو اس کے معلقہ سے ظاہر ہیں یہ معلقہ ایک سو پانچ اشعار پر مشتمل ہے پہلا شعر یہ ہے ”لخولہ اطلال برفقہ تہمداه“ اس کی ابتداء تغزل سے ہے اس کے بعد سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے طرفہ نے نہایت انوکھے انداز سے پینتیس شعروں میں اپنی اونٹنی کی تعریف کی ہے پھر اپنے ذاتی کمالات پر مشتمل فخریہ شاعری ہے جو نہایت پر مغز اور بلغ ہے۔

طرفہ کو اس کی عین حالت شباب میں (یعنی چھبیس سال کی عمر میں) قتل کر دیا گیا، جس کا واقعہ مفصل بن محمد

اے اس کا ثبوت طرفہ کی بہن خرق کے مرثیہ کے اشعار ہیں۔

فلما توفاه استوی سیدا فحما

عدد ناله ستاو عشرین حجت

علی خیر حال لا ولید اولاقحما (بقیہ اگلے صفحہ پر)

فجغابہ لمار جونا ایابہ

بن یعلیٰ ضبیتی نے یوں بیان کیا ہے کہ عبد عمرو بن مرشد قبیلہ کا سردار اور شاہ عمرو بن ہند کا مقرب تھا اور طرفہ کی بہن اس سے منسوب تھی بہن نے ایک روز شوہر کے متعلق اپنے بھائی طرفہ سے کوئی شکایت کی طرفہ نے بہنوئی کی جہو میں کچھ اٹھا کر دے دیئے جن میں سے دو شعر یہ ہیں۔

وان له كشحا اذا قام اهضما

اے ولاخیر فیہ غیر ان له الغنہ

یقلن عیب من سرارة ملهما

تظل نساء الحی یعکفن حوله

یہ اشعار شاہ عمرو بن ہند تک پہنچ گئے اس کے بعد ایک روز بادشاہ عبد عمرو بشر کے ساتھ شکار کیلئے نکلا اور ایک گور خر شکار کر کے عبد عمرو سے ذبح کرنے کیلئے کہا، عبد عمرو نے بہت کوشش کی مگر شکار قابو میں نہ آیا، بادشاہ نے یہ دیکھا تو ہنس کر کہا کہ طرفہ نے تیرے بارے میں صحیح کہا ہے اور جہو یہ اشعار سنائے۔ اس سے پیشتر طرفہ عمرو بن ہند کی جہو بھی کر چکا تھا۔ عبد عمرو نے بادشاہ سے اشعار سن کر عرض کیا حضور! طرفہ نے آپ کی شان میں جو کچھ کہا ہے وہ اس سے بھی سخت ہے اور وہ اشعار سنائے جن میں سے ایک شعر یہ ہے۔

رغوٹا حول قبتنا تخور

۲ فلیت لنا مکان الملک عمرو

بادشاہ کو یہ سکر طیش آگیا اور کہنے لگا کہ اچھا وہ میرے بارے میں ایسا کہتا ہے فوراً بحرین میں معلیٰ نامی شخص کو جو قبیلہ عبد قیس سے تعلق رکھتا تھا حکم لکھوا دیا کہ وہ طرفہ کو قتل کر دے اس پر بعض مشیر کاروں نے مشورہ دیا کہ تمکس پرانا گھاگ اور طرفہ کا دوست ہے طرفہ کے قتل کے بعد اس سے جہو کا خطرہ ہے اس لئے دونوں کو قتل کر ادیا جائے چنانچہ بادشاہ نے دونوں کو بلایا اور انکو دوسرے بند لگانے عامل بحرین کے نام دے جن میں دونوں کے قتل کا حکم تھا مگر ظاہر یہ کیا کہ ان خطوط میں تمہارے لئے انعام و اکرام کا حکم ہے بادشاہ نے خود بھی ان کو اس وقت ہدیے دیئے یہ دونوں بچ سمجھ کر روانہ ہو گئے مقام حیرہ میں پہنچے تو تمکس نے بادشاہ کے بے سبب اظہار کرم سے کھٹک کر طرفہ سے کہا کہ مجھے تو کچھ دال میں کالا نظر آتا ہے، بلا وجہ یہ عزت و احترام نہیں ہے میں ایسا خط لے کر نہ جاؤں گا جس کے متعلق مجھے معلوم نہ ہو کہ اس میں کیا لکھا ہے طرفہ نے کہا تم بے وجہ بادشاہ کی طرف سے بدگمانی کرتے ہو ڈر کی کیا بات ہے اگر انعام ملا فہماور نہ واپس آجائیں گے لیکن تمکس نہ مانا اس نے خط کی مہر کھول دی اور اہل حیرہ میں سے ایک غلام سے پڑھوایا غلام نے خط دیکھ کر کہا تو تمکس ہے۔ اس نے جواب دیا ہاں! کہا بچ نکل ورنہ تیرے قتل کا حکم ہے تمکس نے خط لے کر نہر حیرہ میں پھینک کر کہا۔

کذلک اقصی کل قط مضلل

الفتیہا بالشی من جنب کافر

یجود بها التیاری فی کی جدول

رضیت لها بالماء لمارانیتھا

نیز طرفہ سے کہا کہ یقین کر بخدا جو میرے خط کا مضمون ہے وہی تیرے خط کا ہے طرفہ نے کہا یہ ضروری نہیں کہ تیرے لئے حکم قتل ہو تو میرے لئے بھی ہو طرفہ نے جب تمکس کا کہنا نہ مانا تو وہ فوراً واپس ہو گیا اور طرفہ عامل بحرین کے پاس خط لے کر پہنچا۔ عامل نے کہا طرفہ! سن تو ایک شریف الاصل انسان ہے علاوہ ازیں تیرے خاندان والوں سے میرے اچھے تعلقات ہیں مجھ کو تیرے قتل کا حکم دیا گیا ہے بس ابھی بھاگ نکل ورنہ اگر خط کھول لیا گیا تو سوائے قتل کے اور کوئی چارہ نہ ہو گا لیکن طرفہ اب بھی نہ مانا اور یہ خیال کیا کہ عامل انعام دینے سے بچنے کیلئے ایسا کہہ رہا ہے بہر حال خط پڑھا گیا اور طرفہ کی خواہش کے مطابق پہلے اس کو شراب پلا کر مست بنوایا گیا اور پھر قتل کر دیا گیا۔

اس کی عمر پچیس سال کی ہوئی تھی اور وہ کرانقدر سردار ہو گیا تھا اسکی موت کا صدمہ ہمیں اس وقت پہنچا جب ہم یہ امید کر رہے تھے کہ وہ بخیر و عافیت واپس آئے گا اور اس وقت جب وہ نہ تو لڑکا تھا نہ سن رسیدہ تھا۔

۱۔ اس میں بحر اس کے کوئی بھی خوبی نہیں کہ وہ مالدار ہے اور اس کمرنازک ہے ہے قبیلہ کی عورتیں اس کے ارد گرد چکر لگاتے ہوئے کہتی ہیں کہ لمبی کھجور کی شاخ ہے۔

۲۔ کاش کہ عمرو بن بادشاہ کے بجائے جو کہ ہمارے خیموں کے آس پاس بڑا بڑا پھرتا ہے کوئی دوسرا بادشاہ ہوتا۔ ۱۲

تیسرا قصیدہ..... زہیر بن ابی سلمیٰ ربیعہ بن ربیع مزنی کا ہے جو نبی کریم ﷺ کے عہد سے کچھ پہلے گزرا ہے اس نے اپنے باپ کے رشتہ داروں (بنو عطفان) میں تربیت پائی اور ایک زمانہ تک اپنے باپ کے ماموں شامہ بن عذیر کی صحبت میں رہا۔ صاحب فراش مریض تھا اور اس کے کوئی اولاد نہ تھی وہ نہایت دانشمند شخص تھا اصابت رائے، بلند پایہ شعری اور کثرت مال کی وجہ سے وہ ناموری حاصل کر چکا تھا چنانچہ زہیر نے شاعری میں اس کی خوشہ چینی کی اس کے علم و حکمت سے متاثر ہوا جس کا بین ثبوت اس کی شاعری کے وہ جواہر حکمت مہم پہنچاتے ہیں جن سے اس نے اپنی شاعری کو مرصع کیا ہے۔

یوں بھی شاعری میں یہ خانوادہ ممتاز حیثیت رکھتا تھا، زہیر کا باپ ربیعہ، اس کی دونوں بہنیں سلمیٰ اور خنساؤ دونوں لڑکے کعب اور بحیر (جو مسلمان ہو گئے تھے) قابل ذکر شعراء میں شمار کئے جاتے ہیں اور یہ ایسی خصوصیت ہے جو زمانہ جاہلیت میں اولاد زہیر اور زمانہ اسلام میں اولاد جریر کے سوا کسی دوسرے شاعر کو میسر نہیں، زہیر ان شاعروں میں سے ایک ہے جنہیں مدح، کہاوتیں، اور حکیمانہ مقولے نظم کرنے میں کامل دسترس حاصل تھی نیز یہ جاہلیت کے تین مایہ ناز شعراء میں سے ایک ہے بلکہ بعض لوگ تو اسے نابغہ ذبیانی اور امرؤ القیس سے بھی بڑھاتے ہیں چنانچہ قدامہ بن موسیٰ جو بہت اونچے عالم شاعر ہیں وہ زہیر کو تمام شعراء پر مقدم کرتے ہیں اور اس کے اس قول کو بے حد پسند کرتے ہیں۔

قد جعل المبتغون الخير في هرم

والمائلون الى ابوابه طرقا

من یلق یوما علی علاقته هرما

يلق السماحت فيه والندی خلقا

اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا کلام غریب الفاظ پیچیدہ عبارت، بیہودہ خیالات اور فحشیات سے منزہ اختصار جامعیت نیز راست گفتاری اور حکمت سے پر ہونے کے باعث دیگر شعراء کے کلام سے ممتاز ہے حضرت عمر بن الخطاب سے منقول ہے کہ آپ نے لوگوں سے کہا تم اپنے سب سے بڑے شاعر کا شعر سناؤ، لوگوں نے کہا وہ کون ہے۔ آپ نے فرمایا زہیر، لوگوں نے پوچھا یہ کس لئے۔ آپ نے فرمایا ”کان لا يعاظر بين القول ولا تليع حوشى الكلام ولا يمدح الرجل الا بما هو فيه“ کہ نہ اس کی بات میں تعقید و پیچیدگی ہوتی ہے اور نہ یہ نادر و غریب کلام کو جگہ دیتا ہے نیز یہ ہر شخص کی تعریف انہیں اوصاف کے ساتھ کرتا ہے جو اس میں موجود ہوتے ہیں وہو القائل

اذا ابتدرت قيس بن غيلان غايته

من المجد من يسبق اليها يسود

سبقَت إليها كل طلق مبرز

سبوق الى الغايات غير مخلد

فلو كان حمد يخلد الناس لم تمت

ولكن حمد المرليس بمخلد

عکرمہ بن جریر کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والد سے پوچھا: اشعر الناس کون ہے۔ انھوں نے کہا کہ دور جاہلیت میں یا دور اسلام میں۔ میں نے کہا دور جاہلیت میں، انھوں نے کہا دور جاہلیت میں اشعر الناس زہیر ہے۔ میں نے کہا اچھا دور اسلام میں۔ انھوں نے کہا دور اسلام میں اشعر الناس فرزوق ہے، میں نے کہا اخطل کس درجہ میں ہے۔ انھوں نے کہا اخطل شہنشاہوں کی تعریف خوب کرتا ہے اور شراب کا بہت اچھا نشہ کھینچتا ہے۔

ایک مرتبہ عبدالملک نے شعراء کی ایک جماعت سے کہنا سب سے زیادہ پر مدح شعر بتاؤ تو تمام شعراء نے بالاتفاق زہیر کا یہ شعر پیش کیا۔

تراہ اذا ما حُتہ متہللا

كانك تعطيه الذي انت سائله

زہیر بڑی دماغ سوزی اور غور و فکر کے بعد شعر کہتا تھا اس کے قصیدے حلیات یعنی یکسالہ کاوشوں کے نتیجے کہلاتے ہیں کہا جاتا ہے کہ یہ ایک قصیدہ چار مہینہ میں نظم کرتا، پھر چار ماہ تک اسے کاٹ چھانٹ کر درست کرتا، اس کے بعد چار ماہ تک اساتذہ فن کے سامنے پیش کرتا اور عوام میں ایک برس سے قبل اسے پیش نہیں کرتا تھا زہیر دولت و ثروت کے باوجود

خوش اخلاق، نرم مزاج، بردبار، صائب الرائے، پاکباز، صلح پسند خدا اور روز قیامت پر کامل ایمان رکھنے والا تھا، ان کے معلقہ کے ان اشعار سے اس امر کا ثبوت مہیا ہوتا ہے۔

لیخفی ومہما یکتہم اللہ یعلم

۱۔ فلا تکتہن اللہ مافی صدورکم

لیوم حساب اویعجل نینقم

یوخر فیو ضع فی کتاب فیدخر

اس کا معلقہ پینسٹھ اشعار پر مشتمل ہے پہلا شعر یہ ہے ”امن ام اونی دمنت اہ“ اس میں اس نے حارث بن عوف بن ابی حارثہ مری اور ہرم بن سنان بن ابی حارثہ مری کی تعریف کی ہے کیونکہ انہوں نے قبیلہ عس و ذبیان کے مابین صلح کو پایہ تکمیل تک پہنچایا تھا اور دیت کا تمام بار (تین ہزار اونٹ) اپنے سر لے لیا تھا۔

واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ ایک عسبی شخص ورد بن حابس نامی نے ہرم بن مضمم کو جنگ عس و ذبیان میں صلح ہونے سے قبل قتل کر دیا تھا اس کے بعد دونوں قبیلوں میں صلح ہو گئی مگر ہرم بن مضمم کا بھائی حصین بن مضمم صلح میں شامل نہ ہوا اور یہ قسم کھالی کہ جب تک اپنے بھائی کے قاتل یا بنی عس میں سے خاص بنی غالب کے کسی شخص کو قتل نہ کر لوں اپنا سر نہ دھوؤں گا، حصین بن مضمم کے اس عہد کی کسی کو خبر نہ ہوئی اس کے بعد ایک عسبی شخص اس کے ہاں بطور مہمان آیا، حصین نے اس سے یہ دریافت کر کے کہ وہ عسبی خاندان سے ہے اور بنو غالب سے منسوب ہے قتل کر دیا اس واقعہ کی خبر حارث بن عوف اور ہرم بن سنان کو ملی تو ان پر بہت شاق گذر اور بنی عس کو خبر ہوئی تو وہ آمادہ جنگ ہو کر حارث کی طرف روانہ ہو گئے حارث نے ان کے آمادہ پیکار ہونے کی خبر سن کر پوری دیت (خون بہا) اور اپنا بیٹا ان کے پاس بھیج دیا اور قاصد کے ذریعہ کہلا بھیجا کہ دیت میں اونٹ لینا پسند کرتے ہو یا قصاص میں میرے بیٹے کا قتل۔ ربیعہ بن زیاد نے قوم کو حارث کا یہ پیغام سنا دیا بنی عس نے کہا کہ نہیں! ہم اونٹ لے کر باہم صلح کرنے کیلئے آمادہ ہیں اس طرح یہ صلح پایہ تکمیل کو پہنچی۔

ان لوگوں کی عالی ظرفی سے زہیر بہت متاثر ہوا چنانچہ اس نے اپنے مشہور معلقہ کے ذریعہ ان کی مدح کی اور بعد میں بھی برابر ہرم بن سنان کی مدح میں لمبے لمبے قصیدے کہتا رہا، ہرم بن سنان نے بھی قسم کھالی تھی کہ زہیر جب بھی اس کی مدح میں کچھ کہے گا یا اس سے کچھ طلب کرے گا یا اس کو دعا سلام سے یاد کرے گا تو وہ اسے ایک غلام یا باندی، یا گھوڑا ضرور بخشے گا یہاں تک کہ زہیر اس کی بے شمار بخششوں کو قبول کرتے کرتے شرمایا گیا اور بعد میں جب وہ ہرم کو کسی مجمع میں دیکھتا تو کہتا ہرم کے سوا تم سب بخیر ہو اور مہلک دن گذارو، پھر کہتا کہ جس کو میں نے دعائیں شریک نہیں کیا ہے وہ تم سب سے بہتر ہے۔

حضرت عمر بن الخطاب نے ہرم کے کسی لڑکے سے کہا اپنے باپ کی تعریف میں زہیر کے کچھ اشعار تو سناؤ جب وہ کچھ اشعار سنا چکا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا زہیر تم لوگوں کی تعریف میں خوب شعر کہتا تھا لڑکے نے کہا بخدا ہم لوگ اس کو دیتے بھی خوب تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تم نے اسے جو کچھ دیا تھا وہ تو ختم ہو چکا اور اس نے جو کچھ تم کو دیا ہے وہ باقی ہے زہیر نے سو سال سے زیادہ طویل عمر پائی جیسا کہ اس کے شعر سے معلوم ہوتا ہے۔

تباعا وعشرا عشتھا وثمانیا

بدالی انی عشت تسعین حجت

یعنی مجھ پر یہ ظاہر ہو چکا کہ میں لگاتار نوے سال پھر دس سال اور آٹھ سال (ایک سو آٹھ برس) زندہ رہ چکا ہوں اس نے ہجرت سے گیارہ سال قبل وفات پائی۔

چوتھا قصیدہ..... ابو عقیل لبید بن ربیعہ بن مالک بن جعفر بن کلاب عامری کا ہے جو نجیب النسل، شریف النفس بڑا فیاض، نہایت دانا اور پیکر مہر و مروت تھا طبیعت میں شجاعت سخاوت اور جسارت بہت زیادہ تھی یہی وہ اخلاق و جذبات ہیں جو اس کی شاعری میں رواں دواں نظر آتے ہیں۔

۱۔ خدا سے اپنے دلوں کا حال چھپانے کی کوشش مت کرو کیونکہ اس پر تو ہر پوشیدہ چیز آشکارا ہے اگر اسے بدلہ لینے میں تاخیر منظور ہوتی ہے تو محفل نامہ میں لکھ کر قیامت کے دن پر ملھتوی کر دیتا ہے اور اگر تعمیل منظور ہوتی ہے تو دنیا ہی میں بدلہ لے لیا جاتا ہے ۱۲

اس نے جو دو سخا اور جنگی ماحول میں پرورش پائی، اس کا باپ ربیعہ پریشانی حال لوگوں کا ملجا و ماوی تھا اس کا چچا عامر بن مالک ”ملاعب الاسنتہ“ (نیزوں سے کھیلنے والا) قبیلہ مضمر کا نامور بہادر اور شہسوار تھا، نابغہ ذیبا نے لبید کے بچپن ہی میں کہہ دیا تھا کہ یہ بچہ بنو ہوازن میں سب سے بڑا شاعر ہوگا۔

اس کی شعر گوئی کا حقیقی سبب یہ ہے کہ ان کے قبیلہ اور بنی عبس میں نسلی عداوت تھی اتفاق سے یہ دونوں قبیلے نعمان بن منذر کے دربار میں حاضر ہوئے بنو عبس ربیع بن زیاد کے زیر قیادت تھے اور عامری لوگ ان کے چچا ملاعب الاسنتہ کی سرداری میں۔ ربیع بن زیاد جو عبس (لبید کے منہیالی خاندان) کا سردار اور نعمان بن منذر کا ہم پیالہ اور ہم نوالہ تھا اس نے پہلے ہی بنو عامر (لبید کی قوم) کا برے الفاظ میں تذکرہ کر کے نعمان کو ان کے خلاف بھڑکا دیا چنانچہ جب وفد بنو عامر بادشاہ کے دربار میں پہنچا تو بادشاہ نے ان کو بلندی مقام نہ دیا بلکہ ان سے بے رخی برتی جس سے قبیلہ کی بڑی تحقیر ہوئی اور اس بد سلوکی سے بنو عامر کو سخت صدمہ ہوا اور یہ لوگ پشیمان ہو کر دربار سے واپس ہوئے لبید اس وقت کم سن تھا اس نے حالات دریافت کئے لیکن اس کے بچپن کی وجہ سے کسی نے حالات نہ بتائے مگر اس نے اصرار کر کے حالات دریافت کئے اور وفد سے کہا کہ کل مجھے بھی دربار میں ساتھ لے جانا میں ربیع کی ایسی سخت ہجو کہوں گا کہ وہ تمام عمر بادشاہ کو منہ نہ دکھاسکے گا، لوگوں نے کہا ہجو کہنے سے پہلے ہم تمہاری قوت بیان کا امتحان لیں گے۔ اس نے کہا وہ کیسے۔ لوگوں نے کہا پہلے تم اس بوٹی کی برائیاں بیان کرو، اس وقت ان کے سامنے ایک باریک شاخوں، کم پتوں والی زمین پر بچھی ہوئی ”ترہ“ نام کی ایک بوٹی تھی لبید نے برجستہ کہنا شروع کیا کہ یہ بوٹی نہ آگ میں جلانے کے کام آتی ہے نہ گھر میں لگائی جاتی ہے نہ کسی کیلئے مسرت کا باعث ہے نیز اس کی لکڑی کمزور ہوتی ہے اس کے فوائد بہت کم ہیں شاخیں چھوٹی چھوٹی، چاروں میں سب سے بدتر چارہ اور مشکل سے اکھڑنے والی ہے اس پر لوگوں نے لبید کو ہجو گوئی کی اجازت دیدی چنانچہ اس نے ایک بہت تیز چبھتی ہوئی ہجو یہ رجز کہی جس کا پہلا مصرعہ یہ ہے ”مہلا ابیت اللعن لاتاکل معہ“ بادشاہ سلامت! ذرا اٹھریے، خدا آپ کو بلند اقبال عطا کرے اس کے ساتھ کھانا نہ کھائیے۔ اس رجز کو سننے کے بعد نعمان بن منذر، ربیع سے دل برداشتہ ہو گیا، اسے اپنے دربار سے نکال دیا اور بنو عامر کو اعزاز و احترام سے نواز کر اپنا مقرب بنالیا، کہتے ہیں کہ لبید کی یہی وہ پہلی رجز تھی جو اس کی شہرت کا باعث بنی، بعد ازاں لبید عمدہ قطعات اور طویل منظومات کہتا رہا یہاں تک کہ جب دنیا میں نور نبوت ظاہر ہوا اور آنحضرت ﷺ نے قبائل کو اسلام کی دعوت دی تو یہ بھی اپنے قبیلہ کے ہمراہ دربار نبوی میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے نہایت پاکباز انسان بنے قرآن پاک حفظ کیا اور شعر و شاعری کو بالکل ترک کر دیا فرمایا کرتے تھے کہ اب ہمارے لئے شاعری کے بجائے قرآن کافی ہے ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا ”انشدنی من شعرک“ اپنے کچھ اشعار سناؤ تو انھوں نے سورہ بقرہ کی تلاوت کی اور کہا اب میں شعر نہیں کہہ سکتا کیونکہ حق تعالیٰ نے مجھے سورہ بقرہ سکھادی ہے اس پر حضرت عمر نے دو ہزار کے عطیہ میں پانچ سو کا اضافہ کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ انھوں نے اسلام لانے کے بعد صرف ایک ہی شعر کہا تھا جو بقول ابوالیقہان یہ ہے۔

حتى کسانی من الاسلام سربالا

الحمد لله اذ لم ياتني اجلي

خدا کا ہزار ہا شکر ہے کہ اس نے مجھے جامہ اسلام سے ملبوس کئے بغیر نہیں مارا، بعض حضرات نے یہ شعر ذکر کیا ہے۔

والمر يصلحه للجلس الصالح

ماعاتب المرء الكزيم كنفه

یہی وجہ ہے کہ آپ اسلام کے بعد طویل عمر پانے کے باوجود جاہلی شعراء میں شمار کئے جاتے ہیں۔

الحمد بن قیس جو عامر بن الطفیل کے ساتھ نبی کریم ﷺ کے پاس آیا تھا یہ لبید کا ماں شریک بھائی تھا نبی کریم ﷺ نے

اس کے حق میں بددعا فرمائی تھی جس کے نتیجہ میں اس پر بجلی گری اور اس نے اس کو جلاؤ الا بعض علماء نے ذکر کیا ہے کہ

آیت ویرسل الصواعق فیصیب بها من یشاء“ اسی کے حق میں نازل ہوئی ہے لبید کے اشعار ذیل اسی سے متعلق ہیں۔

اخشى على اربد الحتوف ولا
 ارهب نوء السماء والاسد
 فجعنى الرعدوا الصواعق
 بالفارس عند الكريهت النجد
 وفيه يقول.
 بلينا وما تبلى النجوم الطوالع. وتبقى الديار بعدنا والمصانع
 وقد كنت فى اكناف جار مضنته
 نفار قنى جار باربد نافع. فلا جزع ان فرق الدهر بيننا
 فكل امرئى يوما به الدهر فاجع
 وما الناس الا كالشهاب وضوئه
 بحور رما وابعده ما هو ساطع. وما المال والا هلون الادوائع
 ولا بديو ما ان تروا لودائع
 وما الناس الا عاملان فعامل. تيير ما بينى وآخر رافع
 فمنهم سعيد آخذ بنصيبه
 لزوم العصا تحنى عليها الصابع
 ومنهم شقى بالمعيشة قانع. اليس ورائى ان تراخت منيتى
 اخبر اخبار القرون التى مضت. ادب كافى كلما قمت راکع
 فاصبحت مثل السيف اخلق جفنه
 تقادم عبدالقین والسيف قاطع. فلا تبعدن ان المنيت موعده
 علينا فدان للطلوع وطالع اماذل ما يدريك الاتظنها. اذار حل السفار من هوراجع

اجزء مما احدث الدهر بالفتى. واسى كريم لم تصبه القوارع
 لبید کی شاعری فخریہ شاعری اور شرافت و کرم کا مرفع ہے اس کی نظم کی عبارت پر شوکت اور الفاظ کی ترتیب خوشنما
 ہے جس میں بھرتی کے الفاظ نہیں ہیں نیز وہ حکمت عالیہ و موعظت حسنہ اور جامع کلمات سے مزین ہے ہمارا خیال ہے کہ
 مرثیہ نگاری اور صابرو محزون کے جذبات کی عکاسی کے لئے جو مناسب الفاظ اور پر اثر اسلوب آپ اختیار کرتے ہیں اس میں
 اپنی نظیر نہیں رکھتے، آپ ہی سب سے پہلے شاعر ہیں جس نے چاگلوں کو بطوں سے تشبیہ دی حیث قال۔

تضمن بيضا كالا وزظرو فها
 اذا اناقوا اعناقها والحواصلا
 لبید کا معمول تھا کہ جب یورب کی ہوا چلتی تھی تو عام مہمانی کرتا تھا جس میں سیکڑوں اونٹ ذبح کرتا تھا بڑھاپے میں
 جب دولت کی طرف سے تنگی ہوئی تو یہ معمول فضا ہونے لگا۔ ولید بن عقبہ کو خبر ہوئی تو اس نے سوانٹ بھیج دیئے کہ
 معمول میں فرق نہ آنے دو، لبید نے اپنی لڑکی سے کہا کہ اس شخص نے میرے ساتھ احسان کیا ہے لیکن اب مجھ سے شعر
 نہیں کہے جاتے میری طرف سے تو شکریہ کے اشعار کہہ دے، اس پر لڑکی نے یہ اشعار کہے۔

اذاهت رباح ابى عقيل. دعونا عند هبتها الوليدا
 اعز الوجه ابيض عشميا
 اعان على مرونطليدا. اباوهاب جزاك الله خيرا
 نحرناها واطمعنا الثريدا
 آخری شعر یہ تھا

فعدان الكريم له معاد. وظنى بابن اروي ان يعودا
 (ترجمہ) دوبارہ بھی ایسی ہی فیاضی کر کیونکہ شریف آدمی بار بار فیاضی کرتے ہیں اور گمان ہے کہ تو ایسا ہی کرے گا۔
 چونکہ اس شعر میں اظہار حاجت تھا اس لئے لبید نے بیٹی سے کہا کہ اور شعر بہت اچھے ہیں لیکن آخری شعر غیرت
 کے خلاف ہے۔

آپ کا معلقہ نواسی اشعار پر مشتمل ہے جس کے الفاظ پر زور ہیں اور اسلوب پختہ، وہ بدوی زندگی اور بدویوں کے اخلاق و عادات
 کی منہ بولتی تصویر ہے اسکے ساتھ ساتھ اس میں عاشقوں کی شوقیوں اور لوا العزم لوگوں کے بلند مقاصد کا وصف بھی ہے۔
 حضرت عمرؓ کی خلافت میں جب شہر کوفہ بسایا گیا تو حضرت لبید یہیں اقامت پذیر ہو گئے تھے ایک سو تیس سال کی
 عمر پا کر اوائل خلافت معاویہ ۴۱ھ میں وفات پائی اور صحراء بنی جعفر بن کلاب میں مدفون ہوئے تاریخ الادب العربی میں مدت

عمر ایک سو پینتالیس برس اور الشعر والشعراء میں ایک سو ستاون ۱۷۵ برس لکھی ہے خود حضرت لبید کا شعر ہے۔

ولقد سئمت من الحياة وطولها
وسوال هذا الناس كيف لبید

یعنی حقیقت یہ ہے کہ میں زندگی اور اس کے طول سے اکتا گیا ہوں اور لوگوں کے بار بار یہ پوچھنے سے (تنگ آگیا ہوں) کہ لبید کا کیا حال ہے۔

پانچواں قصیدہ..... عمرو بن کلثوم بن مالک تغلبی کا ہے جو زمانہ جاہلیت کے شعراء میں سے ہے، اس نے جزیرہ فرات میں قبیلہ تغلب کے معزز و باحساب لوگوں میں پرورش پائی، جوان ہونے پر بڑے لوگوں کی طرح خوددار، غیور، بہادر اور فصیح و خوش گفتار ہوا، ابھی پندرہ برس کا بھی نہ ہونے پایا تھا کہ اپنی قوم میں معزز اور قبیلہ کا سردار بن گیا۔

بسوس کی وجہ سے بکر و تغلب (کے دو خاندانوں) میں لڑائیاں ہوتی تھیں ان میں یہی روح رواں تھا جس نے پوری مستعدی و جانبازی سے ان لڑائیوں میں کارہائے نمایاں انجام دیئے بالاخر دونوں قبیلوں نے متفقہ طور پر آل منذر کے شاہان حیرہ میں سے ایک بادشاہ عمرو بن ہند کے ہاتھ پر صلح کر لی۔ مگر یہ صلح کچھ زیادہ مدت تک باقی نہ رہی اور جلد ہی ان کے سرداروں میں پھوٹ پڑ گئی ان کی رگ حمیت پھڑکنے لگی یہاں تک کہ انھوں نے عمرو بن ہند کے دربار ہی میں جھگڑنا شروع کر دیا بکر قبیلہ کا مشہور شاعر حارث بن حلزہ کھڑا ہوا اور اس نے اپنا شرہ آفاق معلقہ پڑھ کر سنایا جس کی وجہ سے شاہ کی نظر عنایت اس کی قوم کی طرف ہو گئی حالانکہ وہ پہلے تغلبیوں کا طرف دار تھا اس پر عمرو بن کلثوم شاہ سے ناراض ہو کر وہاں سے چلا گیا۔

اس کے متعلقہ (قصیدہ) کے کہنے کا محرک یہ پیش آیا کہ ایک مرتبہ شاہ عمرو بن ہند نے اپنے مقربین اور خاص درباریوں سے دریافت کیا کیا آج عرب میں تم کوئی ایسا شخص بتا سکتے ہو جس کی ماں میری ماں کی خدمت کرنا باعث ذلت و عار سمجھے۔ انھوں نے جواب دیا کہ عمرو بن کلثوم جس کے متعلق ”اعز من کلیب“ (کلیب سے بھی زیادہ باعزت ہے) کی مثل مشہور ہے اس کی ماں کیلئے بنت مہلہل کے سوا ہمیں ایسی کوئی عورت نظر نہیں آتی کیونکہ اس کا باپ مہلہل بن ربیعہ ہے، چچا کلیب بن وائل اعز العرب ہے شوہر کلثوم بن عتاب عرب کا جوانمرد شہسوار ہے اس کا بیٹا عمرو بن کلثوم بنی تغلب کا واحد و مایہ ناز سردار ہے شاہ نے یہ معلوم کر کے برائے آزمائش عمرو بن کلثوم کے نام پیغام بھیجا کہ میں آپ سے ملاقات کا متمنی ہوں نیز میری والدہ آپ کی والدہ سے ملاقات کا اشتیاق رکھتی ہیں اگر ہم دونوں کی یہ آرزو ایک ساتھ پوری ہو جائے تو بہت مناسب ہوگا۔

چنانچہ عمرو بن کلثوم نے شاہ کا یہ پیغام سکر اپنے ہمراہ سردار ان بنی تغلب اور والدہ کے ساتھ قبیلہ کی شریف عورتیں لیں اور جزیرہ سے شاہ کی ملاقات کیلئے دربار میں حاضر ہوا۔ شاہ نے فرات و حیرہ کے درمیان شامیانے تنوائے اپنی حکومت کے امراء و رؤساء کو مدعو کیا اور وہ سب وہاں جمع ہو گئے عمرو بن کلثوم شاہ کے پاس تخت پر بیٹھا اور اس کی والدہ شاہ کی والدہ کے خیمہ میں فروکش ہوئی شاہ عمرو بن ہند نے اپنی والدہ کو پہلے ہی سکھایا تھا کہ عمرو بن کلثوم کی والدہ سے کوئی خدمت لینا۔

چنانچہ اس نے باتوں باتوں میں لیے سے کہا: ذرا مجھے یہ طبق (سینی) اٹھا دیجئے، لیلیٰ نے عزت و وقار برقرار رکھتے ہوئے کہا، جس کو ضرورت ہو خود اٹھا لے، شاہ کی والدہ نے دوبارہ تقاضا کیا اس پر لیلیٰ نے ”واؤلاہ یا تغلب“ (وائے ذلت بنی تغلب کی دہائی) کا پر زور نعرہ لگایا، یہ الفاظ سنتے ہی عمرو بن کلثوم جو شاہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا سمجھ گیا کہ ضرور والدہ کی تحقیر ہوئی ہے اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا چنانچہ وہ نہایت غضب ناک و خشم آگین اور برا فروختہ ہو کر اٹھا، شاہ کی تلوار جو قریب میں ہی لٹکی ہوئی تھی (اور اس کے علاوہ کوئی تلوار وہاں موجود نہ تھی) کھینچ کر شاہ کے سر پر ماری اور اس کو وہیں بھرے دربار میں قتل کر دیا اور اپنی جماعت کو شاہ کا گھر لوٹ لینے کا حکم دیدیا چنانچہ شاہ کا سارا ساز و سامان اور تمام اونٹ لوٹ لئے گئے اور عمرو بن کلثوم وہاں سے فوراً جزیرہ واپس چلا گیا۔

عمرو بن کلثوم کا پورا گھرانہ بڑا بہادر اور نہایت جری تھا چنانچہ عمرو بن کلثوم کے لڑکے عتاب نے بشر بن عمرو بن

عدس کو قتل کیا اور اس کے بھائی مرہ بن کلثوم نے منذر بن العثمان بن المنذر کو قتل کیا، اسی لئے اخطل کہتا ہے
ابنی کلیب ان عمی اللذا
اور فرزوق کہتا ہے

ماضر تغلب وائل اھجوتھا

قوم ھمو قتلوا ابن ھند عنوہ

عمر و بن کلثوم برجستہ گو شاعر تھا، اس کا طرز بیان اور مضمون نہایت پاکیزہ اور بلند ہوتا تھا، یدکم گو شعراء میں سے ہے اس نے شاعری کی بہت سی صنفوں میں طبع آزمائی نہیں کی نہ اپنی فطری قابلیت کو آزاد چھوڑا اور نہ اپنی خدا داد طبیعت کے سامنے سر تسلیم خم کیا، اس کی شاعری کی کل کائنات ایک تو یہی مشہور معلقہ ہے باقی کچھ دوسرے قطعات ہیں جن کا موضوع معلقہ کے موضوع سے ہٹا ہوا نہیں ہے۔

معلقہ ایک سو تین اشعار پر مشتمل ہے جو اس نے شاہ عمرو بن ہند کو قتل کرنے کے بعد جزیرہ واپس آکر کہا تھا پہلا شعر یہ ہے۔ ”الا ھمی بھتک فاصحینا اس کی ابتداء تغزل اور ذکر مے سے ہے پھر عمرو بن ہند کے ساتھ جو کچھ گذرا اس کا بیان ہے ساتھ ہی اپنی اور اپنی قوم کی عزت و بڑائی کا فخر یہ تذکرہ ہے اس کا ایک ایک شعر جوش و غیرت، حمیت و آزادی اور دلیری و فخر کے صاعقہ کی گرج ہے اسی میں کہتا ہے۔

الا لا یجھلن احد علینا

فنجھل فوق جھل الجاہلینا

اذا بلغ الفطام لناصبی

تخرلہ الجبار ساجدینا

ہاں دیکھو کوئی ہم سے جہالت نہ کرے ورنہ ہم جاہلوں سے بڑھ کر جاہل ہیں، جب ہمارا کوئی بچہ دودھ چھوڑتا ہے تو بڑے بڑے جبہ اس کے سامنے سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔ یہ قصیدہ لولاء کاظ کے میلے میں اور ثانیاموسم حج کے موقع پر مکہ میں بڑے زور و شور اور جوش و خروش سے پڑھا گیا خاص طور پر خاندان تغلب کے ہر خور و کلاں میں اس قصیدہ کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی، انھوں نے اس کو در زبان کیا، خوب گایا اور عوام میں پھیلا یا، اس کی شہرت و مقبولیت کو دیکھتے ہوئے ایک شاعر نے کہا ہے۔

لہ الھی بنی تغلب عن کل مکرمت

دیفاخرون بھا مذکان اولھم

عمر و بن کلثوم نے چھٹی صدی عیسوی کے اواخر میں وفات پائی۔

چھٹا قصیدہ..... ابوالمغلس عنترہ بن شداد عصبی کا ہے اس کا نسب بعض نے عنترہ بن عمرو بن شداد ضبط کیا ہے اور بعض نے عنترہ بن شداد بن عمرو بن معاویہ، شیخ کلیبی کہتے ہیں کہ شداد اس کا دادا ہے اور یہ اس کے باپ کے نام پر غالب آگیا دوسرے حضرات کا خیال ہے کہ شداد اس کا چچا ہے جس نے اس کے باپ کے انتقال کے بعد اس کی کفالت کی تھی اس کا باپ شریف النسل تھا اور ماں زبیبہ نامی ایک حبشہ باندی تھی، اس کا شمار عرب کے بد نسلوں اور غیر عمریوں میں ہوتا ہے یہ خود سیاہ فام اور بد شکل تھا ہونٹوں کے کھلے رہنے کی وجہ سے اس کا لقب ”الفجاء الشفتین“ پڑ گیا تھا مگر اس کے فخر کیلئے یہ امر کافی ہے کہ اس کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ”عنترہ کے سوا کسی اعرابی کے اوصاف ایسے بیان نہیں کئے گئے جن کو سکر میرے دل میں اس کی ملاقات کا جذبہ پیدا ہو گیا ہو۔

جب یہ پیدا ہوا تو اس کے باپ نے جاہلی دستور کے مطابق اپنے ساتھ اس کے تعلق نسب کا انکار کر دیا تھا۔ خود عنترہ بھی اپنی غلامی سے متفرد و بیزار رہا، اس نے جنگلی تربیت حاصل کی، سپہ گری اور شہسواری کی خوب مشق کی

۱۱ عمر و بن کلثوم کے قصیدہ نے خاندان تغلب کو اتنا سرفراز کر دیا ہے کہ اب ان کو مزید کسی قسم کے کارنامے انجام دینے کی ضرورت نہیں، اس کے ذریعہ وہ اپنے جد اعلیٰ پر فخر کرتے رہیں گے لوگو! دیکھو یہ ہے وہ شاعری جس سے دل بھی برگشتہ اور سیر نہیں ہو سکتا۔ ۱۲

یہاں تک کہ ایک دن وہ آیا کہ یہ مرد میدان اور سالار لشکر ہو گیا ایک مرتبہ کچھ قبائل عرب نے عبس پر حملہ کیا اور ان کے اونٹ لے بھاگے، عبسیوں نے ان کا تعاقب کیا جن میں عنترہ بھی شریک تھا، اس کے باپ نے کہا ”کریا عنترہ و انقال“ لا تسن الکر انما تسن الحلاب والضر قال کر دانت حر“ اے عنترہ آگے بڑھ اور حملہ کر باپ کے غلام بنائے رکھنے کی وجہ سے وہ جلا ہوا تو تھا ہی فوراً جواب دیا، غلام حملہ کرنے میں ہوشیار نہیں ہوتا وہ دودھ دوہنا اور ٹھن باندھنا خوب جانتا ہے، باپ نے کہا، حملہ کر تو آزاد ہے، چنانچہ وہ حملہ آوروں پر ٹوٹ پڑا اور جی توڑ کر لڑا، یہاں تک کہ حملہ آوروں کو شکست ہوئی، لوٹے ہوئے اونٹ واپس لے لئے گئے تب اس کے باپ نے اسے اپنا بیٹا تسلیم کیا اسی دن سے اس کا نام مشہور ہوتا چلا گیا یہاں تک کہ جرات و بہادری اور پیش قدمی و بے باکی میں ضرب المثل ہو گیا، کسی نے اس سے دریافت کیا کیا آپ سب سے زیادہ بہادر ہیں۔ اس نے کہا نہیں اس نے کہا پھر لوگوں میں یہ بات کیوں مشہور ہو گئی۔ اس نے کہا میں جب آگے بڑھنے میں مصلحت دیکھتا تو پیش قدمی کرتا اور جب پیچھے ہٹنے میں احتیاط اور ہوشیاری سمجھتا تو پیچھے ہٹ جاتا، اس جگہ کبھی نہیں گھستا جہاں داخل ہونے کے بعد واپسی کا راستہ نظر نہ آئے، عنترہ نے داحس و غیراء کی مشہور لڑائی میں نہایت عمدگی سے عبس کے فوجی دستوں کی سپہ سالاری کے فرائض انجام دیئے اور سرداری کے بلند مقام پر پہنچ گیا۔

غلام کے دوران میں نہ تو اس کے اچھے شعر منقول ہیں نہ برے کیونکہ غلامی دل پر رنگ چڑھاتی اور آتش جذبات کو سرد کرتی ہے مگر جب اس کے باپ نے اس کو اپنا بیٹا تسلیم کر لیا اور عبلہ کی محبت نے اس کے دل میں ہلچل مچادی تو شاعری کا طوفان اس کے سینہ میں موجیں مارنے لگا اور وہ نہایت عمدہ اور پر جوش شعر کہنے لگا، اس کی شاعری میں تشبیب و تغزل کی چاشنی اور سنجیدہ فخر کی آمیزش ہے لیکن اس کی شاعری کا بیشتر حصہ مصنوعی ہے جسے اس کی شاعری سے بجز اس کے کوئی نسبت نہیں کہ وہ طرز بیان اور موضوع میں اس کے اشعار سے ملتا جلتا ہے اس کی خالص اور غیر مخلوط شاعری میں وہ شاہکار معلقہ ہے جسے اس نے اپنی شاعری کا سکہ جمانے اور اپنی فصاحت کی دھاک بٹھانے کیلئے نظم کیا تھا۔

واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ عبس خاندان کے ایک شخص نے اس سے بدکلامی کی، ماں کی طرف سے بد نسل اور سیاہ فارم ہونے کا طعنہ دیا عنترہ نے اس سے کہا کہ میں جنگ میں حصہ لیتا ہوں، مجھے مال غنیمت میں سے پورا حصہ دیا جاتا ہے، دست سوال بڑھانا پسند کرتا ہوں، اپنے مال سے سخاوت کرتا ہوں اہم مواقع پر آگے بڑھایا جاتا ہوں، بدکلامی کرنے والے نے کہا کہ میں تجھ سے بہتر شاعر ہوں، عنترہ نے کہا یہ بھی تم کو بہت جلد معلوم ہو جائے گا چنانچہ اس نے صبح ہی لوگوں کے سامنے اپنا مشہور قصیدہ ”مذہبہ“ پیش کیا جو تراسی اشعار پر مشتمل ہے پہلا شعر یہ ہے ”ہل غادر الشعراء من متردم اھ“ اس قصیدے نے اس کے حریف کا منہ بند کر کے اس کی بڑی بات کو نیچا دکھا دیا۔

عنترہ نے بہت بڑی عمر پائی تھی بڑھاپے کی وجہ سے اس کی ہڈیاں کمزور اور کھال لٹک گئی تھی یہ تقریباً ۶۱۵ء میں قتل کر دیا گیا۔

ساتواں قصیدہ..... ابو ظلم حارث بن حلزہ لشکری بکری کا ہے جس کو خاندان بکر میں وہی مقام حاصل تھا جو عمرو بن کلثوم کو تغلب میں حاصل تھا اس کا سبب یہ ہے کہ عمرو بن ہند شاہ حیرہ نے حرب بسوس کے بعد بکر و تغلب کے درمیان صلح کرادی تھی جو ایک عرصہ تک قائم رہی اسی اثناء میں کسی ضرورت سے عمرو بن ہند نے بنی تغلب کا ایک قافلہ کوہ طے کی طرف روانہ کیا، راستہ میں یہ قافلہ بنی بکر کے علاقہ میں ایک مقام پر فروکش ہوا جہاں ان کو پانی نہ ملا اور بہت سے لوگ پیاسے مر گئے باقی ماندہ لوگوں نے واپس آکر اپنی قوم سے اس امر کی شکایت کی کہ بنی بکر نے ہم کو باہمی مصالحت کے باوجود اپنے پانی سے ہٹا دیا جس کی وجہ سے ہمارے آدمی پیاسے مر گئے یہ معلوم کر کے بنی تغلب عمرو بن ہند کے پاس اس عہد شکنی کے فریادی بن کر گئے، بادشاہ نے بنی بکر سے مواخذہ کیا انھوں نے کہا یہ الزام غلط ہے ہم نے ان کو پانی سے نہیں روکا بلکہ پانی دیا

اور راستہ بھی بتایا اگر یہ خود راستہ میں بھٹک جائیں اور ہلاک ہو جائیں تو ہم اس کے ذمہ دار نہیں ہو سکتے، حارث بن حلزہ کو بھی جوش آیا اور یہ قصیدہ جو تراسی اشعار پر مشتمل ہے اور پہلا شعر یہ ہے ”آز نکتا بیہنا سماء اھ“ اس نے اپنی کمان پر تکیہ لگائے ہوئے فی البدیہہ کہا جس میں اپنی قوم کے کارناموں پر فخر کرتا ہے اور اس کی قوم نے جو احسانات بادشاہ کے ساتھ کئے ان کا تذکرہ کرتا ہے، قصیدہ کہتے وقت اس قدر جوش و غضب میں تھا کہ کمان کی نوک جس پر اس نے تکیہ لگا رکھا تھا اس کے ہاتھ میں گھس گئی اور اس کو قطعاً خبر نہ ہوئی قصیدہ میں بنی تغلب اور ان کے سردار عمرو بن کلثوم پر چوٹیں کیں۔

بادشاہ نے یہ پر اثر قصیدہ سکر بنی بکر کو تمام الزامات سے بری قرار دیا اور اتنا متاثر ہوا کہ یا تو حارث اور اپنے درمیان پردہ لٹکوار کھا تھا جس کا سبب حارث کا مرض برص تھا یا پھر اس کو اپنے برابر تخت پر بٹھالیا اور اس سے محبت کرنے لگا اور عمرو بن کلثوم سے نفرت ہو گئی جس کا نتیجہ پانچویں معلقہ کی صورت میں ظاہر ہوا۔

اکثر رواہ نے حارث کی اس بدیہہ گوئی پر استعجاب کا اظہار کیا کہ اتنا طویل قصیدہ اس روانی اور پختہ کلامی کے ساتھ کہہ ڈالا۔ ابو عمرو شیبانی کا کہنا ہے کہ اگر وہ اس قصیدہ کو ایک برس میں کہتا تب بھی قابل ملامت نہ ہوتا۔ حارث کی عمر بہت طویل ہوئی چنانچہ ایک قول یہ ہے کہ اس قصیدہ کے کہنے کے وقت اس کی عمر ایک سو تیرہ برس کی تھی اصمعی کا خیال ہے کہ وہ اس وقت ایک سو پینتیس برس کا تھا۔

شرح معلقات سبعة..... (۱) شرح المعلقات. از ابوبکر عاصم بن ایوب بطلیوسی متوفی ۵۱۹۴ (۲) شرح المعلقات. از ابو جعفر احمد بن محمد نحاس نحوی متوفی ۵۳۳۸ (۳) شرح المعلقات (ابو علی اسماعیل بن قاسم قالی متوفی ۵۳۵۶) (۴) شرح المعلقات از ابو عبد اللہ حسین بن احمد بن حسین زوزنی متوفی ۵۴۸۶ (۵) شرح المعلقات از ابو زکریا یحییٰ بن علی معروف بابن الخطیب تبریزی متوفی ۵۵۰۲ (۶) شرح المعلقات از شیخ دمیری شافعی صاحب حیوة الحیوان (۷) التوشیحات علی السبع المعلقات (اردو) از قاضی سجاد حسین کورت پوری۔ ۱

(۵۲) صاحب دیوان حماسہ

نام و نسب..... حبیب نام، ابو تمام کنیت، والد کا نام اوس اور نسبت طائی ہے شجرہ نسب یہ ہے ابو تمام حبیب بن اوس بن الحرث بن قیس بن الاشخ بن محیی بن مروان بن مر بن سعد بن کاهل بن عمرو بن عدی بن عمرو بن یغوث بن طی (جلبمہ) بن اود بن زید بن کہلان بن یثجب بن یعر ب بن قحطان۔

سنہ پیدائش..... دمشق اور طبرویہ کے درمیان بلاد ”جیدور“ میں سے ”جاسم“ ایک بستی ہے ابو تمام ۷۲ھ میں یہیں پیدا ہوا اور مصر میں نشوونما پائی، بعض حضرات نے سنہ پیدائش ۸۸ھ اور بعض نے ۹۰ھ اور بعض نے ۹۲ھ ذکر کیا ہے۔

حلیہ اور سیرت..... ابو تمام گندمی رنگ، طویل القامہ، شیریں کلام، نہایت ذہین و طباع، حاضر دماغ، برجستہ گو، پختہ عقل، نازک خیال، قوی الحافظہ تھا اور گفتگو میں قدرے ہکلاتا تھا، اس کی دو مشہور کتابیں ”الحماسہ“ اور ”فحول الشعراء“ اس کی بالغ نظری اور ادبی مہارت کی ناطق شہادت ہیں۔

عام حالات زندگی..... ابو تمام کا باپ اوس جو لاہر پیشہ آدمی تھا جو اپنی بستی سے دمشق میں منتقل ہو گیا تھا، شروع میں ابو تمام اپنے باپ کے کام میں ہاتھ بٹاتا رہا اور جب ذرا جوان ہوا تو مصر چلا گیا اور یہاں عمرو بن عاص کی جامع مسجد میں پانی بھرنے لگا اور ساتھ ہی مسجد کے علماء سے علم حاصل کرتا رہا وہ مستقل اشعار حفظ کرتا، شاعروں کی نقلیں اتارتا اور اسی کوشش کے اتار چڑھاؤ میں گردش کرتا رہا یہاں تک کہ ایک دن آیا کہ وہ شاعری کے اس بلند مقام پر پہنچا جہاں اس کے ہم عصروں میں

کوئی بھی اس کا حریف نہ بن سکا اور اس کی شاعری نے ملک کے تمام اطراف میں دھوم مچادی، چنانچہ اس نے مصرعے نکل کر مشہور و معروف سخی لوگوں اور امراء و خلفاء کی مدح سرائی میں انعامات و اکرامات، جو انزو عطیات حاصل کئے اور ادب و مدح کے دلدادگان میں اسے کچھ ایسی عظیم مقبولیت حاصل ہوئی جس کی نظیر کسی دوسرے شاعر میں نہیں ملتی حتیٰ کہ اس کی زندگی میں کوئی دوسرا شاعر ایک درہم بھی شاعری کے ذریعہ پیدا نہ کر سکا، نیز ابو تمام احمد بن معصم کے پاس پہنچا اور اس کی مدح کی جس کے صلہ میں اس نے موصل کی ڈاک کا محکمہ اس کے ماتحت کر دیا اور وہ دو سال تک اس عہدہ پر کام کرتا رہا۔

ابو تمام کی شاعری..... ابو تمام مؤلّدین کے دوسرے طبقہ کا سرگروہ ہے اس نے متاخرین و متقدمین کے معانی اپنی شاعری میں یکجا کر دیے، اس کے دور میں تمدن ترقی کر رہا تھا، علوم کے تراجم ہو رہے تھے، ان نئی ترقیوں سے واقفیت کی بنا پر اس کی عقل پختہ اور خیال نازک ہو گیا تھا چنانچہ اس نے اپنے لئے جداگانہ اسلوب وضع کیا جس میں تسہیل عبارت پر تجوید معنی کو ترجیح دی۔ یہی سب سے پہلا شاعر ہے جس نے بکثرت عقلی دلائل سے استنباط کیا اور خفیہ کنایات استعمال کئے گو اس سبب سے اس کی عبارت میں کبھی تعقید بھی پیدا ہو جاتی ہے اور جب اسے اپنے کلام میں سلاست الفاظ کا فقدان نظر آیا تو اس نے اس خامی کا ازالہ تجنیس، مطابقت اور استعارہ کے ذریعہ کرنا چاہا، چنانچہ کہیں موضوع کو خوبی سے نباہ دیا اور کہیں بات بگڑ گئی اور یہ عیوب بدر کامل میں جھائیوں کی طرح نمودار ہو گئے، علامہ تفتازانی نے مختصر المعانی میں اسماعیل بن عباد سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے استاذ ابن العمید کی مجلس میں ابو تمام کا وہ قصیدہ پڑھا جس کا ایک شعر یہ ہے۔

معنی واذا مالمتہ لمتہ وحدی

کریم متی امدحہ امدحہ والوری

جب میں اس شعر پر پہنچا تو استاذ نے کہا اس شعر میں ایک عیب ہے جانتے ہو وہ کیا ہے۔ میں نے کہا شاعر کا مدح کے مقابلہ میں لوم لانا کیونکہ مدح کے مقابلہ میں یا ذم آتا ہے یا ججو، استاذ نے کہا یہ عیب کوئی قابل سوال عیب نہیں اس کا تو شاعر کی جانب سے بایں طور جواب دیا جاسکتا ہے کہ شاعر نے مقابلہ مذکور سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ مدح کا حقیقی مقابل یعنی ذم ممدوح کے علوم مرتب کی بنا پر دل میں آہی نہیں سکتا اگرچہ بطریق تعلیق اور فرضی طور پر ہی سہی اسی بناء پر شاعر نے جانب لوم میں اذ استعمال کیا ہے جو قضیہ مہملہ جزئیہ کی قوت میں ہوتا ہے اور جانب مدح میں لفظ متی استعمال کیا ہے جو قضیہ کلیہ کا سور ہے جس میں ہر وقت مدح کے صدور کی طرف اشارہ ہے نیز شعر کی روایت ”واذا ما ذمتہ ذمتہ وحدی“ الفاظ سے بھی ثابت ہے علی ان الحبيب سلفانی مقبلۃ المدح باللوم۔ قال

ومن یغولاً یعدم علی الغی لانما

ومن یلق خیرا یمجد الناس امرہ

بہر کیف یہ عیب قابل سوال عیب نہیں اسماعیل نے کہا اس کے علاوہ اور تو مجھے معلوم نہیں استاذ نے کہا امدحہ کا مکرر ہونا جو سخت ترین تافر کا باعث ہے اس پر میں نے استاد کی بہت تعریف کی۔

تاہم اس کا وہ کلام جو خامیوں سے مراد منزہ ہے اس قدر کثیر ہے کہ اتنی مقدار نہ اس سے پہلے گزرنے والے شاعروں میں سے کسی کی ہے نہ بعد میں آنے والوں کی انوکھے معانی، منتخب الفاظ جن میں امثال و حکم کو اس خوبی سے سمویا ہے کہ اس سے ایک طرف تو ادب کے سرمایہ میں گر انقدر اضافہ ہو گیا اور دوسری طرف اس نے اپنے بعد آنے والوں کیلئے اس راہ میں ترقی کے مواقع بہم پہنچا دیے، چنانچہ اس کے بعد مثنوی اور ابو العلاء مسمری نے اسی کے طریقہ کی پیروی کی اور اس پر حکمت کا اس قدر غلبہ ہے کہ لوگوں میں یہ مشہور ہو گیا کہ ابو تمام و مثنوی تو حکیم ہیں اور شاعر در حقیقت بختری ہے۔

اس کی شاعری کی بابت صحیح نظریہ..... ابو تمام کی شاعری کے متعلق لوگوں میں بہت زیادہ اختلاف ہے کچھ لوگ اس کی حمایت میں انتہائی علو سے کام لیتے ہوئے اگلے اور پچھلے تمام شعراء پر ترجیح دیتے ہیں اور کچھ انتہائی مخالفت کی وجہ سے اس کی خوبیوں کو چھپا کر محض خامیوں کو اچھالتے ہیں، تاہم غلبہ اس کے مابین کو ہی حاصل ہے، بڑے بڑے رؤساء و امراء میں اسے جو

مقبولیت اور داد تحسین ملی ہے اس کی تردید مخالفین کسی بھی طرح نہیں کر سکتے، جب اس نے ایک عمدہ قصیدہ کے ذریعہ محمد بن عبد الملک زیات کی مدح کی تو اس نے کہا ابو تمام! تم اپنی شاعری میں جو الفاظ کے جواہرات جڑتے ہو اور ان میں انوکھے معانی سے جو حسن دو بالا کرتے ہو وہ حسن و شوکت حسین و خوبصورت و شیرازوں کے گلوں کے مرصع ہاروں میں بھی نہیں ہوتا اور جو بڑے سے بڑا انعام تمہاری شاعری کے عوض تمہیں دیا جاتا ہے وہ بوقت موازنہ تمہاری شاعری سے کمتر ہی رہتا ہے۔

ابو تمام اور اس کی شاعری کا وزن ابو تمام مختلف ملکوں کا سفر کرتے ہوئے بصرہ پہنچا جہاں عبدالصمد بن معذل شاعر رہتا تھا جب اس کو ابو تمام کی آمد کی اطلاع ملی تو اس کو اندیشہ ہوا کہ اگر ابو تمام یہاں ٹھہر گیا تو لوگ اس کی طرف راغب ہو جائیں گے اور میری دکان ٹھپ ہو جائے گی اس لئے اس نے ابو تمام کو یہ اشعار لکھ بھیجے۔

انت بین الشئین تبرز للنا س و کلتا ہما بوجہ مذل

لست تفک راجیا الوصال من حبیب او طالب لنوال

ای ماء یبقی لوجھک هذا بین ذل الهوی و ذل السوال

جب یہ اشعار ابو تمام کے پاس پہنچے تو اس نے فوراً جواب میں یہ اشعار لکھے

انی تنظم قول الزور والفند. وانت انقص من لاشی فی العدد اشرجت قلبک من غیض علی حق

کانہا حرکات الروح فی الجسد. اقدمت وبلک من هجوی علی خطر کایعبر یقدم من خوف علی الاسد

ابو تمام کی شاعری کا نمونہ

ابو تمام اپنے شاہکار قصیدہ میں کہتا ہے.....

۱۔ غدت تسجیر الدمع خوف نوی غد

۲۔ وانقذ هامن عمره الموت انه

فاجری لها الاشفاق و معاموردا

ولکنی لم احوذ فرامجمعا

ولم تعطنی الايام نومامسکنا

وطول مقام المرء فی الحی مخلق

فانی رایت الشمس زیدت مجة

ایضا

۳۔ نقل فوادک حیث شئت من الهوی

کم منزل فی الارض، یالقه الفتی

وله من قصیده یقول لها فی خالد بن یزید بن مزید الشیبانی

مالحب الا للحبیب الاول

وحینہ ابدا لاول منزل

کالخطوط فی القد والغزاة فی الهجته

۱۔ کل پیش آنے والے فراق کے خوف سے اس نے آنسوؤں کی پناہ لینا شروع کر دی اور پہلو بد لئے کا یہ عالم ہے کہ گویا اس کے پچھونے پر کانٹے بچھا دیئے گئے۔ ۲۔ اسے موت کے منہ سے اگر کسی چیز نے بچلایا تو اس کے اس خیال نے کہ یہ بے رخی عدا نہیں بلکہ محض سفر کی مجبوری کے سبب ہے اس خوف نے اس کے آنسوؤں کو خون کی آمیزش سے پیازی بنا کر اس کے سرخ گالوں پر بہا دیا لیکن مجھے بہت سا اکٹھا مال نہ ملا بلکہ ٹکڑے ٹکڑے کر کے ملتا رہا، زمانہ نے مجھے آرام کی نیند کا مزہ بھی نہ لینے دیا البتہ کچھ پریشان خوابی ضرور ملی، قبیلہ میں ایک عرصہ تک پڑے رہنے سے آدمی کی عزت کم ہونے لگتی ہے پس سفر کرتے رہو تو عزت از سر نو پڑھ جائے گی میں نے دیکھا ہے کہ سورج سے اس لئے زیادہ محبت کی جاتی ہے کہ وہ انسانوں پر مسلسل روشن نہیں رہتا۔ ۳۔ عاشقی میں تم جہاں چاہو اپنے دل کو پھینکتے اور منتقل کرتے رہو لیکن حقیقی محبت تو صرف پہلے محبوب کے حصہ میں آتی ہے یوں تو انسان کتنے ہی مقامات میں بود و باش اختیار کرتا ہے لیکن جدھر ہمیشہ اس کا دل کھینچتا ہے وہ اس کا مقام پیدا کس رہا ہے۔ ۱۲۔

وابن الغزال فی غمیده
فی جیدہ بل حکاہ فی جیدہ
یضل عمر الملوك فی ثمدہ
حب الکبیر الصغیر من ولده
حکمہم من لسانہ ویدہ
لعمرك ما كانوا ثلاثة اخوة
وله ایضا

وما حکاہ ولا نعیم له
الی المفدی ابی یزید الذی
ظل عفاة یحب زائرہ
اذا انا خوا بیابہ اخذوا
وقالی فی قصیدہ یرثی بها ابانصر و محمد و قحطبة بنی حمید بن قطبة الطائی
ولکنہم كانوا ثلاث قبائل

وحیاء القریض احیاؤک الجو
یامحب الاحسان فی زمن اصبح
وقال ایضا

دفان مات الجواد مات القریض
فیہ الاحسان وهو بضیض

ثم اطر حستم قرابتی و آصرتی
وظلعتہ الحمد اقلی فی عیونہم
وقال ایضا

حتی تو همت انی من بنی اسد
وفی صدورہم من طلعتہ الاسد

ایاک یعنی القائلون بقولہم
من شاعر وقف الکلام ببابہ
سرحیث شئت من البلاد فلی بها
قدتقفت منه الشام و سہلت
وقال ایضا

ان الشقی بکل جبل یخنق
واکتن فی کنفی ذراہ المنطق
سور علیک من الرجال و خندق
منہ الحجاز ورققة المشرق

ادیب متیم بادیب

ای شی یكون احسن من صب

محمد بن حمید طوسی کے مرثیہ میں کہتا ہے

لہ کذا فلیجل الخطب و لیفدح الامر۔ فلیس لعین لم یفرض ماؤ ہاعذر
واصبح فی شغل عن السفر السفر۔ الالی سبیل اللہ من عطلت لہ
فتی کلما فاضت عیون قبیلۃ۔ وما ضحکت عنہ الاحادیث والذکر
ففی باسہ شطرو فی جودہ سطر۔ فتی مات بین الطعن والضرب موتہ

ومامات حتی مات مضرب سیفہ۔ من الضرب وأمتلت علیہ القنا السمر

تردی ثیاب الموت حمرا فمادجی۔ لہا اللیل الا وہی من سندس خضر

امیر مذکور کی مدح میں کہتا ہے

لہ یہ ہے وہ سانحہ جسے عظیم مصیبت اور حد سے بڑھا ہوا معاملہ کہنا چاہیے اور اس موت پر جو آنکھ آنسو نہ بہائے اس کیلئے کوئی عذر نہیں ہے محمد بن احمد کے بعد آرزو میں ختم ہو گئیں اور مسافر سفر کرنا بھول گئے لوہ راہ خدا میں چل بسا اور اب اس کی وجہ سے راہ خدا کے راستے ویران ہو گئے اور سرحدیں غیر محفوظ ہو گئیں۔ ۱۲۔ وہ ایسا بہادر تھا کہ جب بھی قبیلہ کی آنکھیں خون کے آنسو بہائیں گی اس کی یاد اور اس کے چرچے ہنستے ہی رہیں گے وہ ایسا بہادر تھا کہ دنیا میں اس کے دو ہی کام تھے ایک جنگوں میں حصہ لینا دوم سخاوت کرتے رہنا وہ ایسا بہادر تھا جو تلواروں اور نیزوں کے درمیان ایسی موت مرا کہ اگر اسے فتح بھی ہو تو وہ فتح سے کچھ کم بھی نہیں، اس نے اس وقت تک جان نہ دی جب تک کہ اس کی تلوار کا قبضہ ٹوٹ نہ گیا اور اس کے گندم گوں نیزے نے جواب نہ دیدیا، اس نے موت کا سرخ لباس پہن لیا اور رات کی تاریکی ابھی آنے بھی نہ پائی تھی کہ وہ سبز ریشمی لباس میں تبدیل ہو گیا۔

اے اذا حرکتہ ہزۃ المجد غیرت. عطایاہ اسماء الامانی الکواذب
کستہ ید المامول حلت خائب. واحسن من نور تفتحه العبا
وقال ایضا

بنو عبدالکریم نجوم لیل
اذا کان الہجاء لہم ثوابا
تری فی طی ابداء تلوح
فبخرنی لمن خلق المدیح

وقال ایضا

اشرب فانک سوف تعلم انه. قدح یصیب العرض منہ خمار
عون القریض حتوفہا ابکار. غرر متی ماشئت کن شواہدی
ایک قصیدہ پر پچاس ہزار کا انعام..... ایک مرتبہ ابو تمام نے ابودلف عجبی کو اپنا مشہور قصیدہ بانیہ سنایا جس کا مطلع یہ ہے۔
علی مثلہا من اربع وملاعب.

ابودلف نے اس کو بے حد پسند کیا اور پچاس ہزار درہم دے کر کہا بخدا یہ رقم آپ کے اشعار کے لحاظ سے بہت ہی کم ہے نیز خوبی اور عمدگی میں اگر اس جیسا کلام ہو سکتا ہے تو صرف آپ کے وہ اشعار جو آپ نے محمد طوسی کے مرثیہ میں کہے ہیں یعنی کذا فلیجل الخطاب اھ۔

اشعار کی مثال اولاد کی سی ہے..... ایک مرتبہ ابو تمام نے کسی شاعر کو اپنا ایک قصیدہ سنایا جو عمدہ ترین اشعار پر مشتمل تھا۔ بجز ایک شعر کے کہ وہ کچھ گراہوا تھا شاعر قصیدہ سننے کے بعد ابو تمام سے بولا ابو تمام! اگر آپ قصیدہ سے یہ شعر نکال دیتے تو آپ کا قصیدہ عیب سے پاک ہو جاتا ابو تمام نے جواب دیا کہ یہ تو میں بھی جانتا ہوں مگر عزیز من! شاعر کے نزدیک اس کے اشعار کی مثال اولاد کی سی ہے کہ اس میں خوبصورت و بد صورت، ذہین و غبی سبھی قسم کے ہوتے ہیں، باپ کو جہاں فاضل بیٹے سے محبت ہوتی ہے وہیں ناقص سے بھی قلبی تعلق ہوتا ہے۔

حاضر جوابی..... جب ابو تمام، عبداللہ بن طاہر کے پاس خراسان پہنچا تو دور دور سے شعراء ملاقات کیلئے حاضر ہوئے اور کلام سننے کی خواہش ظاہر کی ابو تمام نے کہا کہ آئندہ کل کچھ اشعار سنانے کا وعدہ امیر سے ہو چکا ہے آپ حضرات بھی تشریف لے آئیں۔ چنانچہ یہ لوگ اگلے روز حاضر ہوئے ابو تمام نے امیر مذکور کی تعریف میں ایک قصیدہ پیش کیا جس کا مطلع یہ ہے۔

اھن عوادی یوسف وصواحبہ
شعراء میں ابو العسیمثل شاعر بھی موجود تھا اس نے کچھ نکتہ چینی شروع کی اور کہنے لگا ”لم لا تقول ما یفہم“ آپ ایسی بات کیوں نہیں کہتے جو سمجھی جاسکے ابو تمام نے برجستہ جواب دیا ”لم لا تفہم ما یقال“ آپ سے جو بات کہی جائے وہ کیوں نہیں سمجھتے۔ پس آپ کے اس برجستہ جواب کو بہت پسند کیا گیا۔

زود فہمی..... علامہ صولی نے ذکر کیا ہے کہ ابو تمام نے احمد بن معتصم کی شان میں قصیدہ سینہ کہا جس کا مطلع یہ ہے۔

۲۱ مافی وقوفک ساعت من باس
اس قصیدہ کے کچھ اشعار یہ ہیں۔
تقضی ذمام الاربع الادراس

اے جب اسے مجدد سروری کی لہر آتی ہے تو اس کی بخششیں جھوٹی آرزوؤں کے ناموں کو بدل دیتی ہیں اس کی نظر میں سب سے بری بات یہ ہے کہ جس سے کوئی آرزو کی جائے وہ آرزو کنندہ کو اس سے محروم واپس کر دے اسے بخششوں کی وہ سفیدی جو مانگنے والوں کی تاریکی کو روشن کر دیتی ہے باوصبا کی کھلائی ہوئی کلیوں سے بھی زیادہ عزیز ہے۔

۲۲ پرانے کھنڈروں کا حق ادا کرنے کیلئے ان پر گھڑی بھر ٹھہر جانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے ۱۲۔

واذا مشيت تركت بصدرك ضعفا
قد خولط الساقى بها والحاسى
هدات على تامل احمد همسى
نشر الخزامى فى اخضرار الاسى

بكر اذا ابتسمت اراك وميضها. نور الاقحاح برملت ميعاس
بحليها من كثرة الوسواس. قالت وقدحم الفراق فكاسه
لاتنسين تلك العهود فانما. سميت انسانا لانك ناسى
واطاف تقليدى بها وقياسى. نور العرارة نوره ونسيمه
جب وہ قصیدہ پڑھتے ہوئے اس شعر پر پہنچا۔

فى حلم احنفت فى ذكاء اياس

تو حاضرین میں سے ابو یوسف کندی فلسفی نے کہا: امیر کی ذات گرامی اپنی خوبیوں میں تیری اس تعریف سے بالاتر ہے
(تو نے تو انہیں عرب کے بدوؤں سے تشبیہ دیدی) ابو تمام فوراً تار گیا اور اس نے قدرے تامل کے بعد ان اشعار میں جواب دیا۔

مثلا شرودا فى الندى والباس

۲ لا تنكر و اضربى له من دونه

مثلا من المشكوة والنبر اس

فالله قد ضرب الاقل لنوره

کہتے ہیں کہ جب اس کا تحریر کردہ قصیدہ اس سے لیا گیا تو اس میں یہ دو شعر نہیں تھے بلکہ یہ اس نے اسی وقت اعتراض
کے جواب میں برجستہ کہے تھے اس پر لوگوں کو انتہائی حیرت ہوئی اور معترض فلسفی نے امیر سے سفارش کی کہ یہ جو بھی مطالبہ
کرے اسے پورا کر دیجئے کیونکہ اس کی فکر اس کے جسم کو اسی طرح کھا جائے گی جس طرح تیز تلوار کو اس کی نیام کھا جاتی ہے
اور یہ زیادہ دن زندہ نہیں رہے گا، چنانچہ احمد بن معصم نے اسے موصل کے محکمہ ڈاک کانگراں کر دیا۔

دریادلی..... جب ابو تمام اپنے اس قصیدہ کو پڑھتا ہوا جس کا مطلع یہ ہے ابن عوادى يوسف اه "ان اشعار پہنچا۔

فقلت اطمئنى انضر الروض عازبه

وقلقل نای من خراسان جاشها.

على مثلها والليل تسطو غياهبه.

وركب كا طرف الاسته عرسوا

وليس عليهم ان تتم عواقبه

لامر عليهم ان تتم صدوره

تو شعراء اچھل پڑے چاروں طرف سے صدائے تحسین بلند ہوئی اور ریاحی شاعر نے اٹھ کر امیر کی خدمت میں
عرض کیا حضور! آپ نے جس عطیہ کا وعدہ میرے حق میں کیا تھا وہ میں ابو تمام کو دیتا ہوں امیر نے کہا نہیں بلکہ ہم تجھ کو اس
کا ڈبل حصہ دیں گے اور ابو تمام کیلئے جو کچھ واجب ہو گا وہ ہم علیحدہ دیں گے چنانچہ ابو تمام قصیدہ سے فارغ ہوا اور اس پر ایک
ہزار اشرفیاں نچھاور کی گئیں جن کو ابو تمام نے چھو اتک نہیں سب بچے ہی اڑالے گئے۔

ابو تمام اپنے فن کا کامل انسان تھا..... ہم ابو تمام کے ذکر خیر کو اس قول پر ختم کرتے ہیں جو علماء اعلام سے منقول ہے
کہ قبیلہ طے سے تین آدمی مرد کامل پیدا ہوئے ہیں جو دو سخا میں حاتم طائی، زہد و روع میں داؤد بن نصیر طائی اور شعر و شاعری
میں ابو تمام حبیب بن اوس طائی۔

وفات..... ابو یوسف کندی فلسفی کی پیش گوئی کے مطابق ابو تمام نے بہت ہی کم زندگی پائی یعنی ابھی اس نے اپنی عمر کی
چالیس بہاریں بھی نہ دیکھیں تھیں کہ اللہ کو پیارا ہو گیا۔

فرداست دریں بزم زما ہم اثرے نیست

امروز گرا ز رفتہ حریفان خبرے نیست

سنہ پیدائش کی طرح سنہ وفات میں بھی مختلف اقوال ہیں بعض نے ۲۳۱ھ ذکر کیا ہے اور بعض نے ذیقعدہ ۲۲۸ھ

اور بعض نے جمادی الاولیٰ ۲۲۹ھ اور بعض نے محرم ۲۳۲ھ بختری نے بیان کیا ہے کہ ابو تمہشل بن حمید طوسی نے اس کی قبر

۱۱ اے ممدوح تجھ میں عمرو کی جرات کے ساتھ حاتم کی سخاوت اور اجنب کی بردباری کے ساتھ لیا س کی ذکاوت ہے۔ ۱۲

۱۳ میں نے ممدوح کی سخاوت نہ شجاعت کے سلسلہ میں جو کم درجہ کی شخصیتیں بطور مثال پیش کی ہیں ان پر برامنے کی ضرورت نہیں اس لئے
کہ خود حق تعالیٰ نے اپنے نور کیلئے جو طاق اور چراغ کی مثال ذکر کی ہے وہ اس کے بے مثال نور کے مقابلہ میں بہت ہی کم حیثیت رکھتا ہے۔

پر ایک قبہ بنوایا جو موصل میں ”باب الميدان“ سے باہر خندق کے کنارہ پر واقع ہے معتمد کے وزیر محمد بن عبد الملک زیارت نے اس کے مرثیہ میں اشعار کہے۔

لما لم مقلقل الاحشاء

نباء اتی من اعظم الانباء

تاشد حکم لاتجعلوه الطائی

قالوا حبیب قد ثوی فاجبتهم

تالیف دیوان حماسہ ایک مرتبہ ابو تمام خراسان میں عبد اللہ بن طاہر کے یہاں حاضر ہو اور اس کی شان میں مدحیہ اشعار کہہ کر ایک ہزار اشرفیاں حاصل کیں وہاں سے بارادہ عراق واپس ہوئے، ہمدان پہنچ کر موسم سرد مہری پیش آیا اور برف اس کثرت سے پڑی کہ تمام راستے بند ہو گئے اور ابو تمام کو چندے وہیں قیام کرنا پڑا، سفر کی حالت میں ایسا حرج واقع ہونے سے طبیعت کو جو پریشانی لاحق ہوتی ہے وہ محتاج بیان نہیں مگر اس زندہ دل شاعر کی خاطر جمع تھی ابو الوفاء بن سلمہ رئیس جن کا یہ مہمان تھا اس کے یہاں دو اوین عرب بکثرت تھے ابو تمام نے موقعہ کو غنیمت سمجھ کر سب دیوان پڑھے اور ان میں سے اشعار منتخب کر کے نظم عربی کا ایک بے بہا مجموعہ تیار کیا جو آج تک ”دیوان حماسہ“ کے نام سے سارے عالم میں مشہور ہے اس نے یہ انتخاب اس قدر عمدہ اور موزوں کیا ہے کہ لوگ کہنے لگے کہ اس کا انتخاب اس کی شاعری سے بہتر ہے۔

جمع و ترتیب حماسہ یہ دیوان ایک عرصہ تک آل سلمہ کے پاس محفوظ رہا یہاں تک کہ جب ان کے حالات دگرگوں ہو گئے تو اہل دینور میں سے ایک شخص ابو العواذل ہمدان پہنچا جس کے ہاتھ یہ دیوان لگ گیا وہ اس کو اصمہان لے آیا۔ اصمہان والوں نے اس کی اتنی قدر کی کہ اس کے علاوہ تمام ادبی ذخیروں کو پس پشت ڈال دیا اور یہیں سے ہوتے ہوتے پوری دنیا میں اس کی شہرت ہو گئی۔

یہ دیوان ایک عرصہ تک غیر مرتب رہا یہاں تک کہ ابو بکر صولی نے اس کو حروف وار مرتب کیا اس کے بعد علی بن حمزہ اصمہانی نے اس کو بلحاظ انواع جمع کیا جو باب الحماسہ، باب المرانی، باب الادب، باب النسیب، باب الجار، باب الاضیاف، باب الصفات، باب السیر، باب الملح، باب مذمتہ النساء، دس ابواب پر مشتمل ہے لیکن باب اول ”الحماسہ“ کے نام سے مشہور ہے دیوان حماسہ کے علاوہ ”کتاب الاختیارات“ اور ”فحول الشعراء وغیرہ بھی ابو تمام ہی کی یادگار ہیں۔

فہرست شروح و حواشی دیوان حماسہ

نمبر	شرح	مصنف	سنہ وفات
۱	شرح دیوان حماسہ	ابو ہلال حسن بن عبد اللہ عکسری	۳۹۵ھ
۲	=====	ابو الظفر محمد بن آدم ہروی	
۳	=====	ابو الفتح عثمان بن جنی	۳۹۲ھ
۴	=====	ابو القاسم زید بن علی فسوی	۴۲۷ھ
۵	=====	ابو عبد اللہ الخطیب اسکافی	۴۲۱ھ
۶	الایق (جلد ۶)	ابو الحسن علی بن اسماعیل بن سید لغوی	۴۵۸ھ
۷	شرح دیوان حماسہ	ابو بکر محمد بن حمی صولی	۴۷۶ھ
۸	=====	ابو الفضل عبد اللہ بن احمد میکالی	۴۷۵ھ
۹	=====	عبد اللہ بن ابراہیم	۵۸۴ھ
۱۰	=====	حسن بن بشر آمدی	۳۳۵ھ

۷۲۷۵	عبداللہ بن احمد سامانی	=====	۱۱
۷۵۸۴	ابراہیم بن محمد بن ملکوت اشبیلی	=====	۱۲
	ابو علی حسن بن علی استر آبادی	=====	۱۳
	ابونصر قاسم بن محمد واسطی	=====	۱۴
۷۲۴۹	ابوالعلام احمد بن عبداللہ المعری		۱۵ ذکری حبیب
۷۵۴۴	ابوالحسن مسعود بن علی بیہقی		۱۶ شرح دیوان حماسہ
۷۲۸۶	ابوالحسن یوسف بن سلیمان شمری	=====	۱۷ (جلد ۵)
۷۵۰۲	ابوزکریا یحییٰ بن مشہور بختیب تبریزی	=====	۱۸
۷۲۲۱	ابو علی احمد بن محمد مرزوقی	=====	۱۹
	ابونصر منصور بن مسلم حلبی معروف بابا بن الد میک	=====	۲۰
بعد ۳۸۰	حسین بن محمد رافعی معروف بابا بن الخالغ	=====	۲۱
بعد ۴۴۰	ابوالریحان محمد بن احمد حواری		۲۲ شرح دیوان حماسہ
۷۶۳۷	ابوالبرکات ابن المستوفی مبارک بن احمد اربلی		۲۳ النظام (جلد ۱۰)
۷۳۷۰	ابو منصور محمد بن احمد ازہری		۲۴ شرح دیوان حماسہ
	مولانا ذوالفقار علی صاحب دیوبندی		۲۵ تسہیل الدر اسہ (اردو)
۷۱۰۹۵	تاج العلماء نجف علی بن عظیم الدین مجہری		۲۶ شرح دیوان حماسہ
۷۱۳۷۴	شیخ الادب مولانا محمد اعزاز علی بن محمد مزاج علی		۲۷ حاشیہ اعزازیہ

(۵۳) صاحب دیوان (متنبی)

نام و نسب..... احمد نام، ابو الطیب کنیت، متنبی لقب، اور والد کا نام حسین ہے پورا نسب نامہ یہ ہے ابو الطیف احمد بن حسین بن حسن بن عبد الصمد جعفی بن سعد العشرہ بن مزح مالک بن اد بن زید بن یثجب بن یعر ب بن زید بن کلمان۔ بعض حضرات نے نسب نامہ یوں ذکر کیا ہے ابو الطیف احمد بن حسین بن مرہ بن عبد الجبار۔ سنہ پیدائش..... متنبی ۳۰۳ھ میں کوفہ کے محلہ کندہ میں پیدا ہوا اس لئے اس کو کنندی کہتے ہیں کندہ جو مشہور قبیلہ ہے اس سے اس کا تعلق نہیں بلکہ یہ جعفی القبیلہ ہے۔ متنبی کا باپ حسین "عیدان السقاء" سے مشہور تھا جو کوفہ کے محلہ والوں کو پانی پلایا کرتا تھا اس کی ماں ہمدانی صحیح النسب اور کوفہ کی باعفت عورتوں میں سے تھی و ممایدل علی ان المتنبی کان من السکون قولہ۔

ووالدتی وکندۃ والسبعیا

نشو و نما اور تحصیل ادب..... متنبی بچپن ہی میں کوفہ سے ملک شام میں آگیا تھا یہیں اس نے نشو و نما پائی اور فنون ادب کی تحصیل کی، اکابر علماء ادب زجاج، ابن السراج ابوالحسن الخفش، ابوبکر محمد بن درید، ابو علی فارسی وغیرہ سے ملاقات کی اور ان حضرات کے فیضان صحبت سے وہ کمال حاصل کیا کہ فصاحت و بلاغت، ادب و لغت شہر و شاعری میں یگانہ روزگار ہو گیا، چنانچہ اس کے ہم عصر شعراء میں کوئی بھی اس کی ٹکر کا نہ تھا لغات مشہورہ کے علاوہ لغات وحشیہ و غریبہ سے بھی بخوبی واقف تھا جب

۱۔ از مفتاح السعادة ابن خلکان دائرہ المعارف، کشف الظنون، ابجد العلوم، تاریخ ادب عربی، البیان والتبین وغیرہ ۱۲

۲۔ اے وہ شخص کہ بسبب احسانات کے محلات سکون حضر موت کندہ سمیع اور میری والدہ کا مجھ کو بھلانے والا ہے۔ ۱۲

اِس سے محاورات کے سلسلہ میں کچھ پوچھا جاتا تو فوراً اہل عرب کے کلام منشور و منظوم کو بطور سند پیش کر دیتا ہے۔
تجربہ علمی و استحضر..... امام نحو شیخ ابو علی فارسی نے ایک روز مثنوی سے پوچھا کہ عربی زبان میں فعلی کے وزن پر کتنے اہم جمع آتے ہیں۔ مثنوی نے برجستہ جواب دیا تجلی اور ظربی شیخ ابو علی کہتے ہیں کہ میں نے برابر تین رات لغت کی کتابیں چھانیں کہ ان دو کے سوا اس وزن پر کوئی اور جمع آتی ہے یا نہیں، مگر نہ ملی اس تجربہ کا کیا ٹھکانہ ابن خلکان نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے کہ ایک شخص نے مثنوی سے اس کے قول یاد ہو اک صبرت ام لم تبصر اکی بابت دریافت کیا کہ اس میں لم جازمہ کے ہوتے ہوئے الف کیسے ثابت رہا لم تبصر ہونا چاہیے مثنوی نے کہا اگر ابوالفتح ابن جنی یہاں ہوتا تو وہ جواب دیتا ارے یہ الف نون ساکن کے بدلہ میں ہے کیونکہ یہ اصل میں لم تبصر ن تھا اور جب نون تاکید خفیہ پر وقف کیا جائے تو اس کو الف سے بدل دیتے ہیں جیسے اعشی کہتا ہے۔

فایاک والمیتات لاتقر بنہا ولا تعبد الشیطان واللہ فاعبد

یہ اصل میں فاعبدن تھا فلما وقف علیہا تالی بالالف بدلا من النون۔

قوت حافظہ..... ابوالحسن علوی نے بیان کیا ہے کہ ایک دفعہ وراق نے مجھ سے کہا مارایت احفظ من ہذا الفتی ابن عیدان السقاء میں نے اس نوجوان عیدان السقاء کے بیٹے سے زیادہ حافظہ والا نہیں دیکھا اس نے کہا یہ کیسے۔ وراق نے کہا: ایک روز ایک آدمی امام اصبہ کی کوئی کتاب جو تقریباً تیس ورق پر مشتمل تھی برائے فروخت لے کر آیا مثنوی نے اسے لے کر پڑھنا شروع کر دیا صاحب کتاب نے کہا: جناب میں تو کتاب بیچنے کیلئے لایا تھا آپ نے خواہ مخواہ مطالعہ کے پیچھے مجھے اڑکا دیا۔ اگر آپ حفظ کرنا چاہتے ہیں تو یہ ایک ماہ سے کم میں حفظ نہ ہو سکے گی، مثنوی نے کہا: اگر میں ابھی حفظ کر کے سنا دوں تو کیا ہوگا۔ صاحب کتاب نے کہا کتاب مفت دیدوں گا۔ مثنوی نے ایک آدھ مرتبہ کتاب پڑھ کر اول تا آخر سنا دی۔

جلالت شان اور استاد الشعراء کا اعتراف..... مثنوی ایک شاعر بلغ، لطیف الطبع، بلند فکر، نازک خیال اور فصاحت و بلاغت کا رمز شناس تھا جس کی جلالت شان پر سب کا اتفاق ہے ”الصبح السنبی“ میں ہے کہ ابوالعلاء معری جب شعراء کا تذکرہ کرتا تو یوں کہا کرتا تھا کہ ابونواس نے یوں کہا ہے اور بہتری نے یہ اور ابو تمام نے یہ اور جب مثنوی کا تذکرہ کرتا تو کہتا تھا کہ شاعر نے یہ کہا ہے اس پر کسی نے ابوالعلاء سے کہا کہ آپ مثنوی کی بہت تعظیم کرتے ہیں ابوالعلاء نے جواب دیا تمہیں معلوم نہیں کہ اس شعر کا قائل مثنوی ہے۔

وقوف شحیح ضما ع فی الترب خاتمہ

بلیت بلی الاطلاع ان لم افق بها

اگر میں دیار مندرسہ احبہ پر بحالت تکلیف ایسا جم کر کھڑا نہ ہوں جیسے شخص بخیل کہ اس کی انگشتی خاک میں رل گئی ہو تو میں ایسا مصحح و کہنہ ہو جاؤں جیسے دوستوں کے کھنڈر دیار۔

مثنوی نے اس بخیل کے ساتھ جس کی انگشتی خاک میں رل گئی ہو اس واسطے تشبیہ دی ہے کہ دستور ہے کہ جب کوئی بڑی چیز کلنگن کے مثل گم ہو جاتی ہے تو اس کو کھڑے کھڑے تلاش کرتے ہیں اور جب کوئی چھوٹی چیز موتی کے مثل گم ہو تو اس کو بیٹھ کر تلاش کرتے ہیں اور جب کوئی شے انگشتی کے مثل مٹی میں گر جائے تو اسے جھک کر تلاش کرتے ہیں اور جھکنے میں کھڑے رہنے اور بیٹھنے سے زیادہ تکلیف ہوتی ہے پس مثنوی کہتا ہے کہ اگر میں احبہ کے ویران منازل کو دیکھ کر اپنے جگر پر ہاتھ رکھ کر بحالت تکلیف انگشتی گم شدہ بخیل کی طرح کھڑا نہ ہوں تو خانہ مائے ویران کی طرح خود ویران ہو جاؤں۔

مثنوی سے سوال ہوا کہ انگشتی گم شدہ بخیل کے قیام کی مدت کتنی ہے۔ اس نے جواب دیا چالیس روز اس سے پوچھا گیا یہ کہاں سے معلوم ہوا۔ اس نے کہا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام چالیس روز تک انگوٹھی تلاش کرتے رہے پھر سوال ہوا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا بخیل ہونا کہاں سے معلوم ہوا۔ اس نے جواب دیا حق تعالیٰ کے اس ارشاد سے ”وہب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی۔“

متنبی اور علو ہمت بچپن ہی سے متنبی سبک روح، عالی ہمت، بلند حوصلہ اور مجدد سروری کی طرف مائل تھا۔ یہی وہ چیز تھی جس نے اسے نوجوانی اور ناتجربہ کاری کی عمر میں لوگوں سے اپنی خلافت کی بیعت پر ابھار اور بیعت کا معاملہ پورا کیا ہی چاہتا تھا کہ علاقہ کے گورنر کو اس سازش کی اطلاع مل گئی اور اس نے اسے قید کرنے کا حکم دیدیا متنبی نے جیل خانہ سے گورنر کو ایک قصیدہ بھیجا جس میں وہ کہتا ہے۔

امالك رقی ومن شانہ. هبات اللجين وعق العبد
والموت منی كجبل الوريد. دعوتك لمایرانی البلی
دعوتك عند انقطاع الرجا
واھن رجلی نقل الحديد. تعجل فی وجوب الحدود
وحدی قبل وجوب السجود

(ترجمہ) میرے آقا! جس کا کام ہی دولت بخشا اور غلاموں کو آزاد کرنا ہے، میں آپ سے امید منقطع ہو چکنے اور اپنا گلاموت کے ہاتھ میں پہنچ جانے کے وقت مدد کی درخواست کرتا ہوں، اور اس وقت مدد چاہتا ہوں جبکہ میری حالت خستہ ہو چکی ہے اور میرے پاؤں کو بیڑیوں کے بوجھ نے کمزور کر دیا ہے مجھ پر ابھی سے حدود قائم کی جارہی ہیں حالانکہ ابھی تو مجھ پر نماز بھی فرض نہیں ہوئی۔ چنانچہ گورنر نے اسے رہا کر دیا لیکن تمنائے سروری اس کے دل و دماغ میں اس طرح سما چکی تھی کہ جوانی ختم ہو جانے کے بعد بھی اس نے نبوت کا دعویٰ کر ڈالا۔

دعویٰ نبوت جب متنبی نے بنی کلب میں اقامت اختیار کی تو اولاً اس نے یہ دعویٰ کیا کہ میں علوی ہوں اس کے بعد یہ دعویٰ کر بیٹھا کہ میں نبی ہوں ابو علی بن حامد کہتے ہیں کہ میں نے حلب میں ایک جم غفیر سے سنا ہے کہ متنبی نے بادیہ سماوہ میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور اپنے اشعار کو اپنا معجزہ قرار دیا تھا اور بنی کلب کا انبؤہ کثیر اس کا تابع ہو گیا تھا جب اس سے کہا جاتا تھا کہ ہر نبی کے پاس وحی آتی تھی تو تیرے پاس بھی وحی آتی ہے۔ تو یہ دیہاتیوں کو اپنی گھڑی ہوئی سورتیں سناتا اور کہتا کہ یہ قرآن ہے، ابو علی کہتے ہیں کہ ان سورتوں میں سے ایک سورت کے ابتدائی کلمات مجھے محفوظ ہیں۔

”والنجم السيار والفلک الدوار واللیل والنهار ان الکافر لفی اخطار امضى على سنتك واقف اثر من قبلک

من المرسلین فان الله قامع بك زیغ من الحد فی دینه و ضل عن سبیلہ (نعوذ باللہ)

جب اس سے آنحضرت ﷺ کے متعلق دریافت کیا گیا تو اس نے کہا: آپ ہی نے تو میری آمد کی بشارت دی تھی اور فرمایا تھا ”لانی بعدی“ یعنی میرے بعد ”لا“ نامی شخص نبی ہو گا اور میرا نام آسمان میں ”لا“ ہے۔

دعویٰ نبوت کے بعد ایک انبؤہ کثیر اس کا تابع ہو گیا اور ملک شام میں خاندان کے خاندان اس کے ہاتھ پر بیعت ہونے لگے تو شاہ اشیدیہ کے نائب ابولولو امیر حمص نے اس پر چڑھائی کی اور اس کے مجمع کو متفرق کر کے اس کو قید کر لیا اور عرصہ دراز تک مقید رکھا یہاں تک کہ متنبی ہلاکت کے قریب پہنچ گیا اور توبہ کرنے پر مجبور ہو گیا چنانچہ اس نے دعویٰ نبوت سے توبہ کی اور اس کو قید خانہ سے رہا کر دیا گیا رہائی کے بعد وہ اپنی بلند آرزوؤں سے بھی دور کے سفر کرنے لگا اور ان سفروں میں اس کے پاس عبر و ثبات اور عزم و ہمت کے سوا اور کوئی زاد اور اہ نہ ہوتا تھا جیسا کہ اس کے متعدد اشعار سے معلوم ہوتا ہے مثلاً۔

وحید من الخلان فی کل بلدة
اذا عظم المطلوب قل المساعد
کہ میں ہر شہر میں دوستوں کے بغیر تنہا ہوں جب مقصود عظیم ہوتا ہے تو مددگار کم ہو جاتے ہیں۔

ضاق صدري و طال فی طلب الرزق
قیامی و قل عنه قعودی

ابدا اقطع البلاد و نجمی
فی نحوس و ہمتی فی سعود

یعنی میں دل برداشتہ ہو گیا ہوں طلب معاش میں ہر دم مارا مارا پھرتا رہتا ہوں اور اس طرف سے مجھے طمانیت نہیں

ملتی، سد ایک ملک سے دوسرے ملک کا قصد کرتا رہتا ہوں، میرے تارے نحوست میں ہوتے ہیں لیکن میری ہمت سعادت میں رہتی ہے۔

ابو عبد اللہ ثقات رومی کہتے ہیں کہ متنبی رہائی کے بعد ایک مدت تک پریشان حال رہا، یہاں تک کہ جب ابو العشار والی انطاکیہ کے دربار تک رسائی ہوئی اور اس کی شان میں مدحیہ قصائد کے ذریعہ عطیات حاصل کئے تب پر اگندہ حالی دور ہوئی ابو العشار نے اسے سیف الدولہ کے حضور میں پیش کر کے اس کے شعر و ادب کی صلاحیتوں کا تعارف کرا کر اس کا بلند مقام بتایا چنانچہ سیف الدولہ نے اس کا بڑا احترام کیا اور اسے اپنے مقربین میں شامل کر لیا یہاں تک کہ اسے خوب آسودہ اور مال مال کر دیا چنانچہ متنبی خود کہتا ہے۔

وانعلت افراسی بنعماء عسجداً

ترکت السری خلفی لمن قل ماله

ومن وجه الاحسان قید القیداً

وقیدت نفسی فی هواک محبة

یعنی میں راتوں کا سفر اپنے پیچھے ان لوگوں کیلئے چھوڑ دیا جن کے پاس مال کی کمی ہے اور میں نے تیرے انعامات و احسانات کی وجہ سے اپنے گھوڑوں کو سونے کی نعلیں لگوائیں اور میں نے تیرے لطف و کرم کی وجہ سے خود کو تیری محبت میں مقید کر دیا اور جو بھی احسان کو بیڑی کی صورت میں پاتا ہے وہ قید ہو جاتا ہے۔

متنبی لقب کے ساتھ موسوم ہونے کی وجہ..... اس لقب کے ساتھ ملقب ہونے کی وجہ ایک تو وہی ہے جو اوپر مذکور ہوئی (دعوی نبوت) بعض حضرات نے کچھ اور وجوہ ذکر کی ہیں (۲) لوگوں نے متنبی سے کہا کہ یہاں ایک شریر اونٹنی ہے اگر تو اس پر سوار ہو جائے تو ہم تجھے نبی سمجھیں گے، متنبی کسی حیلہ سے اس پر سوار ہو گیا لوگوں نے اس کو متنبی کہنا شروع کر دیا۔

(۳) متنبی کسی وجہ سے روپوش تھا ایک مرتبہ ایک شخص کے ساتھ باہر نکلا راستہ میں ایک کتے نے ان کا پیچھا کیا اور بھونکنے لگا، متنبی نے اپنے ساتھی سے کہا کہ جب تو واپس ہو گا تو کتے کو مردہ پائے گا اس شخص نے واپس ہو کر کتے کو دیکھا تو واقعتاً مردہ تھا۔

(۴) یہ ایک قسم کا جادو جانتا تھا جس کو ”صدحتہ المطر“ کہتے ہیں اس کو دیکھ کر لوگ اسے نبی سمجھ بیٹھے، ابو عبد اللہ معاذ بن اسماعیل لازقی نے اس سلسلہ میں تفصیل کے ساتھ ایک قصہ نقل کیا ہے من شاء فلیطالع الصبح المنی۔

(۵) ابو محمد عبد الکریم ابن ابراہیم ہنغلی کا خیال ہے کہ یہ نہایت ذکی و تیز فہم تھا اس لئے اس کو متنبی کہنے لگے۔

(۶) امام واحدی اور ابوالفتح عثمان بن جنی نے متنبی کے اشعار

۱۔ مامقای بارض خللہ الہ۔ کمقام المسیح بین الیہود۔ انا فی امتہ تدار کما اللہ غریب کصالح فی محمود کی تفسیر میں کہا ہے کہ ان اشعار میں جو ابو الطیب نے اپنے آپ کو حضرت صالح اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے ساتھ تشبیہ دی ہے اس سبب سے لوگ اسے متنبی کہنے لگے۔

(۷) ابو علی کہتے ہیں کہ متنبی سے سوال کیا گیا تیرا دعوی نبوت کن لوگوں پر ہے۔ اس نے کہا شعراء پر سوال ہوا کہ ہر نبی کے پاس معجزہ ہوتا ہے تیرے پاس کیا معجزہ ہے۔ اس نے کہا میرا معجزہ یہ شعر ہے۔

عدوالہ مامن صداقتہ بد

ومن نکدا الدنیا علی الحران یری

۱۔ میری اقامت سر زمین خللہ میں ایسی ہے جیسے حضرت عیسیٰ کی اقامت یہود میں۔ میں ایک امت میں سے ہوں جو میری قدر نہیں جانتی خدا ان کا تدارک کرے اور میں غریب ہوں مثل حضرت صالح کے قوم ثمود میں۔ آزاد اور شریف آدمی پر دنیا کی سختی اور قلت خیر سے ایک یہ ہے کہ وہ اپنے اپنے دشمن کو دیکھے جس کی دوستی سے چارہ نہیں ہے۔

لطیفہ..... ایک بادشاہ سیف الدولہ کی مجلس میں ابن خالویہ نحوی نے کہا: اگر ہمارا بھائی (متنبی) جاہل نہ ہوتا تو متنبی لقب سے خوش نہ ہوتا کیونکہ متنبی کے معنی کاذب اور جھوٹے کے ہیں اور جو شخص خود کو کاذب کے ساتھ پکارے جائے وہ خوش ہو اس سے زیادہ جاہل کون ہو سکتا ہے، متنبی نے کہا میں اس سے خوش نہیں ہوں بلکہ یدعونی بہ من یرید الغض منی ولست اقدر علی المنع۔

اخلاق و عادات..... متنبی اپنی فصاحت کلامی و سخن سنجی پر نہایت نازاں اور اپنی مہارت ادیبہ کی وجہ سے بڑا خود پس شخص تھا یہاں تک کہ جب یہ شاہ سیف الدولہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اول دہلہ ہی یہ شرط لگائی کہ میں کھڑا ہو کر اشعار نہ پڑھوں گانیز شاہ کی تعظیم میں زمین بوسی کی رسم ادا نہ کروں گا اس نے اپنے عجب کا اظہار کرتے ہوئے خود کہا ہے۔

لابقومی فخرت بل فخر وابی وبنفسی فخرت لا بجدودی

علی بن حمزہ نے کہا ہے کہ میں نے متنبی میں تین خصلتیں اچھی پائی ہیں اول یہ کہ اس نے جھوٹ نہیں بولا دوم یہ کہ اس نے کبھی زنا نہیں کیا سوم یہ کہ کبھی لواطت نہیں کی۔ اور تین عادتیں بری پائیں اول یہ کہ اس نے کبھی روزہ نہیں رکھا۔ دوم یہ کہ اس نے کبھی نماز نہیں پڑھی۔ سوم یہ کہ اس نے کبھی قرآن پاک کی تلاوت نہیں کی۔ متنبی بخل و کنجوسی میں بھی اپنی نظیر آپ تھا اور بقول علامہ ابو بکر خوارزمی، شاعر کے اس شعر کا مصداق تھا۔

وان احق الناس باللوم شاعر یلوم علی البخل الرجال وینجل

ایک روز کا واقعہ ہے کہ متنبی کے سامنے شاہ سیف الدولہ کا بخشش کردہ مال خوب دیکھ بھال کر تول تال کر پوری احتیاط کے ساتھ تھیلیوں میں بھرا جا رہا تھا بد قسمتی سے ایک معمولی چیز چٹائی کے درج میں رہ گئی تو متنبی اس کو نکالنے کیلئے چٹائی پر اوندھا گر پڑا اور اس چکر میں اپنے ہم نشینوں کو بھول گیا جب اس کا کچھ حصہ نکل آیا تو فرط مسرت میں قیس بن حطیم کا یہ شعر پڑھا۔

تبدت لنا کالشمس تحت غمامة بدا حاجب منها وظنت بحاجب

آزادانہ خیالات..... متنبی کے زمانہ میں عرب کی تمام خصوصیات مٹ چکی تھیں تاہم جب سیف الدولہ نے متنبی کی ناز برداری میں کمی کی اور شعراء کو اس کا ہم رتبہ قرار دیا تو اس نے ایک قصیدہ لکھ کر دربار میں پڑھا جس کا ایک شعر یہ ہے۔

وما انتفاع اخی الدنیا بناظرة اذا الستوت عنده الانوار والظلم

یعنی جب انسان کو روشنی اور تاریکی یکساں معلوم ہو تو آنکھ سے کیا حاصل، تمام قصیدہ میں اسی قسم کے آزادانہ خیالات ظاہر کئے اور بگڑ کر دربار سے چلا آیا۔

مردم شناسی اور اہل کمال کی قدردانی..... جیسا کہ اوپر مذکور ہوا متنبی نہایت مغرور اور خود پس تھا اپنی سخن گوئی کے سامنے بڑے سے بڑے کامل الفن شاعر کو بھی نظر میں نہ لاتا تھا لیکن اس کے باوجود مردم شناس اور اہل فضل کا قدر داں بھی تھا چنانچہ وہ ابن عبد ربیہ کی فصاحت و بلاغت شعر کا صدق دل سے معترف تھا حتیٰ کہ جب اس سے اندلس کا کوئی شخص ملتا تو وہ فریادیں کر کے ابن عبد ربیہ کا کلام سنتا تھا۔

متنبی اور شعر و شاعری..... متنبی معنی آفریں شاعروں میں سے ہے اس نے شاعری اور فلسفہ کو ایک دوسرے سے ہم آہنگ کیا اور اپنی بیشتر توجہ معنی پر صرف کی نیز شاعری کو ان بندشوں سے رہائی دی جن میں ابو تمام اور اس کے ہم نواؤں نے قید کر دیا تھا اس نے عربی شاعری کو مخصوص قدیم عربی ذکر سے نکال لایا یہ شخص عربی شاعری میں رومانی طرز انشاء (جس میں تخیل و جذبات کا زور ہوتا ہے اور نفس مضمون کو الفاظ و طرز اداء پر ترجیح دی جاتی ہے) کا قائد ہے اس نے اپنی شاعری میں حکم ط مثال کو جگہ دی جنگ کے وصف میں جدت طرازی عرب کی دیہاتی عورتوں سے تشبیب، حسن تشبیہ، ایک شعر میں دو ضرب

المثل لے آنا، حسن گریز، مدح کا انوکھا انداز، چبھتی ہوئی، جو اس کی شاعری کی خصوصیات ہیں اور سب سے زیادہ چیز متنبی کو نمایاں اور ممتاز کرتی ہے وہ ہے شاعری میں اس کی شخصیت کا ابھر کر آنا، اس کی پختگی رائے خودی و خود اعتمادی اور لوگوں کے مشاغل دلی خواہشات و جذبات، حقائق کائنات اور مقاصد حیات کی صحیح عکاسی اور پوری پوری ترجمانی یہی وہ چیزیں ہیں جن کی وجہ سے اس کی شاعری ہر زمانہ کے ادیب کیلئے مددگار اور خطیب کیلئے معاون بنی رہی بہر کیف اس میں کوئی شک نہیں کہ متنبی شعر و شاعری میں صاحب نعت بلند اور بڑا خوش قسمت تھا جس کی فصاحت و بلاغت زبان کی سلاست، انداز بیان کی دل کشی، مضامین کی مستحکم اور بے ساختگی، معانی کی عمدگی مسلمات میں سے ہے شیریں استعارات و تمکین تشبیہات اور محاسن کلام میں تو متنبی کا وہ مقام ہے کہ دوسرے شعراء کو نصیب ہی نہیں بلکہ بعض صنعتوں کا تو موجود ہی متنبی ہے۔

حافظ ابن حجر نے ذکر کیا ہے کہ متقدمین صنعت تو یہ سے کوسوں دور تھے سب سے پہلے جس نے اس کو بے نقاب کیا وہ متنبی ہے اس کے بعد ابوالعلاء معری ہے حسن مخلص، حسن تعلیل، توجیہ، تجرید، ابداع تجاہل عارفانہ مقابلہ، جمع، اغراق، غرض ہر قسم کے محاسن سے اس کا کلام مزین ہے نمونہ کے طور پر چند صنعتوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔
بعض صنائع شعری کا تذکرہ..... وجوہ معنویہ

قد حزن فی بشیر فی تاجہ قمر

فی ورعہ اسد تدمی اظافرہ

(ترجمہ) نظریں ایک ایسے بشر میں حیران ہیں کہ وہ ماہ تاج پوش اور شیر زرہ پوش ہے کہ اسکے ناخن و شمنوں کو خون آلود کرتے ہیں اس شعر میں صنعت تجرید ہے تجرید اس کو کہتے ہیں کہ ایک صاحب صفت امر سے دوسرا امر اسی کے مثل الگ کر لیں، اس کا مقصد صرف اس صفت میں مبالغہ پیدا کرنا ہوتا ہے کہ موصوف اس اتصاف و صف میں اس مرتبہ پر پہنچا ہوا ہے کہ اس سے اس جیسا ایک اور امر مترشح کیا جاسکتا ہے شعر میں اسد سے مراد نفس مدوح ہے لیکن شجاعت میں مبالغہ کرنے کیلئے اس سے اسد آخر کا انتراع کیا ہے۔

لم تحک ناملک السحاب وانما

حمت به فصیبھا الر حضاء

(ترجمہ) بادل نے تیری عطاء کی نقل نہیں کی بلکہ اس کو بخار آگیا پس اس سے ٹپکا ہو پانی پسینہ ہے۔ اس شعر میں حسن تعلیل ہے حسن تعلیل اس کو کہتے ہیں کہ کسی وصف کیلئے بنظر دقیق ایسی علت کا دعویٰ کیا جائے جو اس وصف کے مناسب ہو اور غیر واقعی ہو۔

بادل سے پانی کا بہنا ایک صفت ثابتہ ہے جس کی کوئی علت عادہ ظاہر نہیں ہے متنبی نے اس کی یہ علت بیان کی ہے کہ یہ پانی بخار کا نتیجہ ہے جو عطاء مدوح کو دیکھ کر براہ شرم پیدا ہو گیا ہے۔

اذا مطرت منهم دمنک سحاب

فوا بلہم طل و طللک و ابل

(ترجمہ) جب ان کے اور تیرے ابرہائے عطا بر میں تو ان کی عطا کثیر تیرے مقابلہ میں نہایت قلیل ہے اور تیری عطاء قلیل ان کی عطاء کی نسبت کثیر ہے اس شعر میں عکس و تبدیل ہے عکس اس کو کہتے ہیں کہ اولاً کلام میں ایک جزء کو مقدم ذکر کر کے پھر اس کو موخر ذکر کیا جائے مصرع ثانی میں اولادیل کو طل پر مقدم کیا ہے پھر اس کا عکس

من الجاذر فی ذی الاعاریب

حمر الحلی والمطایا ولجلایب

(ترجمہ) لباس عرب میں یہ بچہ ہائے گاؤد شتی کون ہیں جن کا زیور سرخ یعنی سونے کا ہے اور سرخ رنگ کی اونٹنیوں پر سوار ہیں اور ان کی چادریں بھی سرخ ہیں اس شعر میں تجاہل عارفانہ ہے وہ ظاہر۔

سأطلب حقی بالقنا و مشانخ

کانہم من طول مالمثوا مرد

اب میں اپنا حق نیزوں اور تجربہ کار جڑیوں کے ذریعہ جو بسبب دوام برقع پوشی کے گویا مرد ہیں طلب کروں گا
 ثقال اذا لاموا اخفاف اذا دعوا
 کثیر اذا شدوا قليل اذا عدوا
 (ترجمہ) جب وہ مثل لڑتے ہیں تو ان کا حملہ سخت و گراں ہے اور جب وہ مدد کے واسطے بلائے جاتے ہیں تو ہلکے ہیں اور جب وہ اعداؤ پر حملہ کرتے ہیں تو بہت معلوم ہوتے ہیں اور جب شہر کئے جائیں تو تھوڑے ہیں۔
 اس شعر میں صنعت تقسیم ہے تقسیم کا اطلاق اس پر ہوتا ہے کہ ایک شے کے چند احوال ذکر کئے جائیں اور ہر حال کی طرف اس کے مناسب امر کو منسوب کیا جائے۔
 وجوہ لفظیہ.....

فخن فی جذل والروم فی وجل
 (ترجمہ) ہم اس کی فتح و نصرت سے خوش ہیں اور روم اس کے حملہ سے خائف اور خشکی اس کے لشکروں سے گھری ہوئی اور دریا اس کی سخاوت سے شرمندہ ہے، اس شعر میں جمع ہے، جمع فواصل کلام کو ایک ہی قافیہ پر لانے کو کہتے ہیں شعر میں جذل، وجل، شغل، بخل سب ایک ہی قافیہ پر ہیں۔
 کان رحلی کان من کف طاهر
 فائت کوری فی ظہور المواہب
 (ترجمہ) گویا میرا کوپچ طاہر کے ہاتھ سے تھا اس نے میرے کجاوے کو اپنی بخششوں کی پشت پر قائم کر دیا۔
 اس شعر میں حسن تخلص ہے، حسن تخلص اس کو کہتے ہیں کہ متکلم غزل، افتخار، شکوہ شکایت وغیرہ سے ایسی چیز کی طرف منتقل ہو جو ممدوح کے مناسب ہو اور انتقال کے وقت اسلوب اتنا عمدہ اور دقیق ہو کہ سامع کو اس کا شعور بھی نہ ہو سکے۔
 بعض عمدہ ترین اشعار.....

ازورهم وسواد الليل يشفع لي
 وانثی و بیاض الصبح یغری بی
 (ترجمہ) میں معشوقوں کے پاس رات کو جاتا ہوں اس حالت میں کہ تاریکی شب میری شفاعت اور مدد کرتی ہے (کہ تاریکی کے سبب سے کوئی میرے جانے پر مطلع نہیں ہوتا) اور آخر شب میں وہاں سے لوٹتا ہوں اس حال میں کہ صبح کی سفیدی محافظین کو میری گرفتاری پر برا بیگنہ کرتی ہے (کیونکہ وہ میرا آنا ظاہر کرتی ہے)
 ناقدین کلام اور حذاق شعر کہتے ہیں کہ یہ شعر منتہی کے اشعار کا امیر ہے کیونکہ وہ اول مصرع میں پانچ چیزیں لایا ہے زیارت، سیاہی، لیل، شفاعت لی۔ جو اس کے فائدہ کی ہیں پھر دوسرے مصرع میں پانچ چیزیں مخالف بترتیب لایا ہے انثی، بیاض، صبح، یغری، بی جو اس کے نقصان کی ہیں، بایں ہمہ الفاظ شستہ اور معنی عمدہ ہیں۔

ویغنیك عما ینسب الناس انه
 الیک تناهی المکرمات وتنسب
 (ترجمہ) اور لوگ جو اپنی نسبت اپنے قبیلہ کی طرف کرتے ہیں تجھ کو اس نسبت سے اس امر نے بے پرواہ کر دیا کہ تو تمام حسنات کا منتہی ہے اور وہ خود تیری طرف نسبت کی جاتی ہیں۔
 حق یہ ہے کہ ایک حبشی بے اصل و نسب غلام کی اس سے بہتر تعریف نہیں ہو سکتی۔

لحا الله ذی الدنيا منا خالراکب
 فکل بعید الهم فیہا معذب
 (ترجمہ) اس دنیا پر جو سوار کیلئے تھوڑی دیر کی فرود گاہ ہے خدا لعنت کرے کہ اس میں ہر بلند ہمت عذاب دیا جاتا ہے منتہی کا یہ شعر اصدق الاشعار ہے۔

نہبت من الاعمار مالو حویته
 لہبت الدنيا بانک خالد
 (ترجمہ) تو نے دشمنوں کو قتل کر کے ان کی اس قدر عمریں لوٹی ہیں کہ اگر تو ان سب کو جمع کر لیتا اور اپنی

عمر پر ان کا اضافہ کر دیتا تو دنیا کو اس کی مبارک باد دی جاتی کہ تو ہمیشہ رہے گا۔

یہ شعر مدح میں بجائے قصیدہ بلکہ ایک مستقل دیوان کے درجہ میں ہے کیونکہ بوجہ کثیرہ مدح ہے اول یہ کہ اس نے عمروں کو لوٹا ہے نہ کہ اموال کو دوم یہ کہ اس نے اس قدر دشمن قتل کئے ہیں کہ اگر وہ ان کی عمروں کا وارث ہو جاتا تو دنیا میں ہمیشہ رہتا، سوم یہ کہ اس کا دنیا میں ہمیشہ رہنا باعث صلاح اہل دنیا ہے ورنہ مبارک بادی چہ معنی دارد، چہلم یہ کہ وہ دشمنوں کے قتل میں ظالم نہیں کیونکہ وہ ان کے قتل سے دنیا و اہل دنیا کی صلاح کا قصد کرتا ہے اور لوگ اس کے ہمیشہ رہنے سے خوش ہیں شارح ابن جنی کہتا ہے کہ اگر متنبی سیف الدولہ کی مدح میں اس شعر کے سوا اور کچھ نہ کہتا تو اس کی دوام یادگار کیلئے کافی تھا۔

اتراھا لکثرة العشاق

ت حسب الدمع خلقة فی الماق (ترجمہ) اے مخاطب کیا تجھ کو محبوبہ ایسے حال میں دکھائی جاتی ہے کہ وہ بسبب اپنے عشاق کی کثرت کے خیال کرتی ہے کہ اشک گوشہ ہائے چہچہم میں مخلوق ہیں، یہ بدیع معنی متنبی کے مختصرات میں سے ہیں جس کی طرف کوئی نہیں جاسکا۔

لا یسلم الشرف الرفیع من الاذی

حتی یراق علی جوانبہ الدم (ترجمہ) شریف کے شرف رفیع اعداء و حسد کی تکلیف سے نہیں بچتے جب تک کہ اس کے اطراف میں خون

دشمنان نہ گریا جائے قال ابو الفتح اشہد باللہ انہ لو لم یقل الا هذا لکان اشعر المجیدین ولکان لہ ان یقدم علیہم

متنبی کی شاعری کے عیوب..... کبھی کبھی متنبی کی شاعری میں مضمون و معنی تنگ اور اسے سمجھنا دشوار ہو جاتا ہے الفاظ سے بے توجہی کی بنا پر اس کی عبارت میں خامیاں پیدا ہو جاتی ہیں مثلاً بھونڈے الفاظ، معنوی تعقید غریب و نامانوس الفاظ کا استعمال، مطلع بے ڈول، قیاس کی مخالفت، شاعری کے مضمون میں تفاوت، مبالغہ میں حد سے تجاوز کر کے اسے ناممکن حد تک پہنچا دینا مثلاً۔

ولا الضعف حتی یبلغ الضعف ضعفه

ولا الضعف حتی یبلغ الضعف ضعفه (ترجمہ) اور لا الضعف حتی یبلغ الضعف ضعفه یا جیسے

انی یکون ابا البرایا آدم

وا بوک والثقلان انت محمد (ترجمہ) کہنا یہ چاہتا ہے کہ ”انی یکون آدم ابا البرایا بوک محمد وانت الثقلان“ یعنی آدم کیوں کر انسانوں کا جد اعلیٰ ہو سکتا ہے حالانکہ آپ کا باپ محمد ہے اور آپ ثقلان ہیں۔ اسی طرح ایک جگہ کہتا ہے۔

لولم تکن من ذا الوری الذمک هو

عقمت بمولد نسلها حواء (ترجمہ) یعنی اے ممدوح! اس دنیا میں جس کا وجود ہی تیری ذات سے ہے اگر تو نہ ہوتا تو اماں حواء بانجھ ہو جاتیں اور ان کے کوئی اولاد نہ ہوتی، اس قسم کے یہ تعقید شعروں کی مثالیں ہمیں ہمارے موضوع سے دور لے جائیں گی جسے ان چیزوں کے معلوم کرنے کا شوق ہو وہ ثعلابی کی تصنیف ”تیسیتہ الدہر“ دیکھے۔

متنبی کے بعض بدترین اور معیوب اشعار..... متنبی کے اشعار میں سب سے بدترین قصیدہ وہ ہے جو اس نے ضبہ بن یزید عقی کی ہجو میں کہا ہے جس کا مطلع یہ ہے ما نصف۔ القوم ضبہ۔ وامہ الطرطیہ اس قصیدہ میں متنبی نے ایسی ایسی گالیاں دی ہیں کہ معاذ اللہ۔

کر ما فلو حدثه عن نفسه

بعظیم ما صنعت نطنک کاذبا (ترجمہ) ممدوح ایسی بخشش کرتا ہے کہ اگر تو اس کے روبرو وہ بڑا کام جو اس نے کیا ہے بیان کرے تو تجھ کو جھوٹا سمجھے گا یعنی اس امر کو بڑا سمجھ کر تیری تصدیق نہ کرے گا۔

شرح نے کہا ہے کہ مثنوی کا یہ قول بہتر نہیں ہے کیونکہ خوبی تو اس میں ہے کہ غیر اس کو بڑا سمجھے نہ کہ خود مدوح۔ ابن جنی اور حسن عقیدت الصبح المنبئی میں ہے کہ شارح ابن جنی مثنوی کا بہت دلدادہ اور اس کے اشعار پر فریفتہ تھا اور ان کو مثنوی کے اشعار پر ابو علی فارسی کا طعن نہایت گراں گذرتا تھا ایک روز ابو علی نے ابن جنی سے کہا کوئی شعر بتاتا کہ بحث و مباحثہ کریں، ابن جنی نے فوراً مثنوی کا یہ شعر پڑھا۔

حلت دون المزار فالیوم لوزر
تلحال النحول دون العناق
(ترجمہ) اس سے قبل تو ہم میں اور ملاقات میں حائل تھی اس لئے ہم غم ہائے فراق میں گھل گئے سو آج اگر تو ہم سے ملے تو ہماری لاغری معانقہ سے مانع ہوگی جس کی وجہ سے ہم گلے لگنے کے قابل نہیں رہے۔ ابو علی نے شعر کو بہت پسند کیا اور بار بار سنتا رہا پھر دریافت کیا کہ یہ شعر کس کا ہے۔ ابن جنی نے کہا یہ شعر اسی کا ہے جس نے یہ کہا ہے۔

ازورهم وسوادا اللیل یشفع لی
وانشی و بیاض الصبح یغری بی
ابو علی یہ سن کر اچھل پڑا اور کہنے لگا، یہ کس کا ہے۔ یہ تو بہت ہی عمدہ ہے ابن جنی نے کہا یہ اس کا ہے جس کا یہ شعر ہے۔

امضی ارادته فسوف له قد
واستقرب الاقصی فثم له هنا
(ترجمہ) وہ اپنے ارادہ کا پکا ہے جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے پس کلمہ سوف (جو استقبال کیلئے ہے) مدوح کیلئے بجائے کلمہ قد ہے (جو ماضی کیلئے ہے) اور وہ امر بعید کو بہت نزدیک سمجھتا ہے (اپنی بلند عزمی کے سبب) پس کلمہ تم (جو اشارہ بعید کیلئے) کلمہ ہنا کیلئے استعمال کرتا ہے (جو اشارہ قریب کیلئے ہے)۔ ابو علی یہ سن کر ششدر رہ گیا اور کہنے لگا یہ کس کا ہے۔ ابن جنی نے کہا یہ اسی کا ہے جس کا یہ شعر ہے۔

ووضع الندی فی موضع السیف بالعلی
مضر کو وضع السیف فی موضع الندی
(ترجمہ) تلوار کے موقع میں بخشش کا استعمال انسان کے علور تبہ کیلئے مضر ہے جیسے بخشش کے موقع میں تلوار کا استعمال مضر ہے۔ ابو علی کا اعجاب حد سے بڑھ گیا اور وہ بے تاب ہو کر کہنے لگا جلد بتائیے یہ اشعار کس کے ہیں۔ بخدا میں نے اتنے عمدہ اشعار آج تک نہیں سنے، ابن جنی نے کہا، یہ اشعار اسی کے ہیں جس کے بارے میں آپ طعن کرتے رہتے ہیں ابو علی نے کہا شاید اس سے آپ کی مراد مثنوی ہے ابن جنی نے کہا ہاں! ابو علی نے کہا آج آپ نے مجھے مثنوی کا گرویدہ بنا دیا اس کے بعد ابو علی عضد الدولہ کے پاس گیا اور وہاں مثنوی کی بہت تعریف کی۔

مجمّل حیات و تاریخ وفات مثنوی قید خانہ سے رہائی کے بعد ۳۳۳ھ میں امیر سیف الدولہ علی بن حمدان عددی صاحب حلف کے دربار میں آگیا تھا تقریباً نو سال تک اسی کے یہاں قیام رہا امیر موصوف اظہار محبت کے ساتھ اس کا بہت زیادہ اعزاز و اکرام کرتا تھا کہتے ہیں کہ امیر موصوف وقتی انعامات و ہدایا کے علاوہ تین ہزار اشرفیاں سالانہ مثنوی کی ذات خاص پر صرف کیا کرتا تھا اور ان قیام میں کسی بات پر مثنوی اور ابن خالویہ کے درمیان کشیدگی پیدا ہوئی اور امیر کے روبرو دست درازی تک نوبت آگئی اس لئے مثنوی کو وہاں سے علیحدہ ہونا پڑا، چنانچہ ۳۳۶ھ میں مصر آگیا اور ابوالمسیب کا فوراً خشیدی کی شان میں مدحیہ قصائد کہنے شروع کئے کیونکہ اس نے مثنوی سے اعطاء ولایت کا وعدہ کیا تھا اس کے یہاں مثنوی کا قیام تقریباً چار سال تک رہا مگر وہ پورا نہ کیا یہاں تک کہ مثنوی کو کہنا پڑا۔

ابا اسک هل فی الکاس فضل اناله
فافی اغنی منذ حین و تشرب
ابوالمسلک! کیا جام میں کچھ میرے لئے بھی بچے گا۔ میں مدتوں سے گارہا ہوں اور آپ پئے جارہے ہیں اسی طرح

ایک اور موقعہ پر کہتا ہے۔

ودون الذی املت منك حجاب

هل نافعی ان ترفع الحجب بیننا

سکوتی بیان عندها وخطاب

وفی النفس حاجات و فیک فطانتہ

ہمارے درمیان کے حجابات دور ہو جانے سے مجھے کیا فائدہ ہوگا جبکہ وہ امید جو میں آپ سے لگائے بیٹھا ہوں ابھی تک پردہ میں ہے میرے دل کے ارمان دل ہی میں ہیں اور آپ ان سے خوب واقف ہیں کیونکہ آپ میں اندرونی حالات بھانپنے کی صلاحیت ہے نیز خود میری خاموشی زبان حال سے اس قلبی کیفیت کو کھول کر بیان کر رہی ہے۔

اس قسم کی طنزیہ شاعری، تعلیٰ اور شوق طلب امارت سے کافور کو اس کی طرف سے خطرہ لاحق ہو گیا اور وہ اس سے روگردانی کرنے لگا بلکہ صاف طور پر لوگوں سے کہہ دیا کہ جو شخص نبوت کا دعویٰ کر سکتا ہے کیا وہ کافور کے ساتھ مملکت کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ اس پر متنبی نے ناراض ہو کر اس کی ہجو کہہ ڈالی اور ۳۵۰ھ میں بغداد کا رخ کر لیا، چونکہ وہ بالعموم بادشاہوں سے کم درجہ کے لوگوں کی مدح کہنا کسر شان خیال کرتا تھا اس لئے اس نے وزیر مہلبی کی مدح نہیں کی جس سے مہلبی نے برا مانا اور انتقاماً بغداد کے شاعروں کو اس کے پیچھے لگا دیا جنہوں نے اس کی خوب گت بنائی لیکن متنبی ان کے منہ نہ لگا اور فضل بن عمید سے ملاقات کیلئے ار جان روانہ ہو گیا صاحب بن عباد وزیر نے اس خیال سے کہ وہ اس کی مدح کرے گا اسے اصہبان آنے کی دعوت دی لیکن وہ اسے نظر میں نہ لایا اور عضد الدولہ سے ملنے کیلئے شیراز کا قصد کر لیا اس پر صاحب اس سے جل گیا اور اس کے کلام کی خامیاں نکالنے اور نکتہ چینی کرنے پر تل گیا حالانکہ وہی اس کے محاسن کو سب سے زیادہ جاننے والا تھا چنانچہ صاحب اور اس کے ساتھیوں نے اس کے خلاف محاذ قائم کر کے قلمی جنگ برپا کر دی اس پر سرقہ مضامین اور ادب عربی کے اسلوب سے بغاوت کا الزام لگایا لیکن خود اعتمادی اور اپنی شاعری پر ناز ہونے کی وجہ سے متنبی نے ان ناقدین میں سے کسی کو درخور اعتناء نہ سمجھا۔ جب متنبی عضد الدولہ کے دربار میں پہنچا تو اس نے اپنے بھرپور احسانات و اکرامات سے نوازا تین ہزار دینار، گھوڑے خلعت اور انعام بخشا، پھر اپنے کسی آدمی کے ذریعہ خفیہ اس سے دریافت کر لیا کہ یہ بخشش و انعام گر انقدر ہے یا سیف الدولہ کا ہے۔ متنبی نے کہا: یہ نہایت گر انقدر اور عظیم تر ہے لیکن اس میں کچھ تکلف ہے اور سیف الدولہ کی بخشش جوش دروں کا نتیجہ تھی، اس جواب سے عضد الدولہ برہم ہو گیا کہتے ہیں کہ اس نے بنی ضبہ کے کچھ لوگوں کو فاتک بن ابی جبل بن خراس بن شداد اسدی کے ساتھ روانہ کیا تاکہ وہ لوگ متنبی کو مار ڈالیں چنانچہ بغداد کے علاقہ صافیہ میں وہ ایک دوسرے کے بالمقابل آئے اور جنگ ہونے لگی جب متنبی نے اپنی کمزوری اور شکست کا اندازہ لگا لیا تو بھاگنے کا ارادہ کیا لیکن اس کے غلام نے اس سے کہا کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگوں میں بھگوڑے کہلاؤ حالانکہ تم نے یہ شعر کہا ہے۔

والسيف والرمح والقرطاس والقلم

الخیل واللیل والیدلوتعرفنی

گھوڑوں کے دستے، رات، نق و دوق صحراء، تلوار، نیزہ، کاغذ اور قلم سب مجھے جانتے پہچانتے ہیں، چنانچہ وہ جنگ کرتا رہا یہاں تک کہ متنبی اس کا بیٹا محمد اور اس کا غلام مفلح بروز چار شنبہ ۲۸ رمضان ۳۵۴ھ میں قتل کر دیا گیا۔ اس حساب سے متنبی کی کل عمر اکیاون سال کی ہوئی ابو القاسم مظفر علی جٹبی نے اس کے مرثیہ میں یہ اشعار کہے۔

کان من نفسه الکبيرة فی حیث. وفی کبریاء ذی سلطان

ماری الناس ثانی المتنبی. ای ثان یری لبکر الزمان

وہی شعر بھی نہیں لیکن. ظہرت معجزاته فی المعانی

دیوان متنبی..... جو مقام ہم عصر شعراء کے درمیان متنبی کا ہے وہی مقام دوا دین شعراء کے درمیان دیوان متنبی کا ہے امام واحدی نے اپنی شرح کے آخر میں کہا ہے کہ یہ دیوان پانچ ہزار چار سو چورانوے اشعار پر مشتمل ہے صاحب کشف نے دیوان متنبی کا تعارف کراتے ہوئے آخر میں اس کے اشعار کی جو تفصیل نقل کی ہے وہ یہ ہے، شامیات ۲۳۵۲ سیفیات۔

۱۵۳۰، کافوریات ۵۲۸، خانگیات ۳۵۸، شیر ادیات ۳۵۷ اس تفصیل پر مجموعہ اشعار ۵۱۳۵ ہوتا ہے قاضی ابن خلکان نے اپنی تاریخ ”وقیات الاعیات“ میں لکھا ہے کہ علماء نے اس دیوان کی بڑی قدر کی ہے اور اس کی متعدد شرحیں لکھی ہیں جرجی زیدان کا بیان ہے کہ اس کے بعض اشعار کا ترجمہ انگریزی اور لاطینی زبان میں ہو چکا ہے بعض اساتذہ کا قول ہے کہ دیوان مثنوی کی تقریباً چالیس شرحیں دیکھنے میں آئی ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں۔

فہرست شروح دیوان مثنوی

نمبر	شرح	مصنف	سنہ وفات
۱	شرح دیوان مثنوی	امام ابو الحسن علی بن احمد واحدی	۴۶۸ھ
۲	=====	ابو الفتح شیخ عثمان بن جنی نحوی	۳۹۲ھ
۳	=====	=====	=====
۴	لامع غزنوی	ابو العلاء ابن سلیمان معری	۴۴۹ھ
۵	النجفی علی ابن جنی	ابو الفتح محمد بن احمد معروف بابن فورجہ	بعد ۴۳۷ھ
۶	الفتح علی ابی الفتح	=====	=====
۷	شرح دیوان مثنوی	ابو الحسن علی بن اسماعیل معروف بابن سیدہ	۴۲۸ھ
۸	=====	ابو موسیٰ عیسیٰ بن عبد العزیز بربری جزولی	۶۰۷ھ
۹	۱۔ کتاب النظام (۱۰ جلد)	ابو البرکات مبارک معروف بابن المستوفی اربلی	۶۳۷ھ
۱۰	شرح دیوان مثنوی	ابو القاسم ابراہیم بن محمد معروف بالاقلمی	۴۴۱ھ
۱۱	=====	ابو الظفر کمال الدین محمد آدم ہروی	۴۱۴ھ
۱۲	=====	ابو البقاء عبد اللہ بن الحسین عسکری جنہلی	۶۱۶ھ
۱۳	=====	ابو عبد اللہ محمد بن علی بن ابراہیم الہراسی الخوارزمی	۴۲۵ھ
۱۴	شرح دیوان مثنوی	ابو الحسن محمد بن عبد اللہ بن حمدان دکنی عجمی	۴۶۰ھ
۱۵	=====	ابو طالب سعد بن محمد ازدی معروف بو عید	۳۸۵ھ
۱۶	=====	ابو عبد اللہ بن سلیمان بن عبد اللہ حلوانی	۴۹۴ھ
۱۷	=====	عبد اللہ بن احمد سامانی	۴۷۵ھ
۱۸	=====	ابوزکریا یحییٰ بن علی معروف بالخطیب تبریزی	۵۰۲ھ
۱۹	=====	ابو محمد عبد اللہ بن محمد معروف بابن السید بطیوسی	۵۲۱ھ
۲۰	=====	عبد القاهر بن عبد اللہ حلبی معروف بو اوا	۶۱۳ھ
۲۱	حاشیہ دیوان مثنوی	ابوالیمن تاج الدین زید بن حسن کندی	
۲۲	=====	شیخ الادب مولانا محمد اعزاز علی بن محمد مزاج علی	۱۳۷۴ھ
۲۳	تسہیل البیان فی شرح الدیوان	مولانا ذوالفقار علی صاحب دیوبندی	

۱۔ وقد مر فی شروح دیوان ابی تمام للمحقق ۱۲۔

۲۔ از ابن خلکان، مقدمہ حاشیہ اعزازیہ، کشف الظنون، غلامان اسلام، ابجد العلوم، تاریخ ادب عربی وغیرہ ۱۲۔

(۵۴) صاحب مقامات حریری

نام و نسب..... قاسم نام، ابو محمد کنیت، والد کا نام علی، دادا کا نام محمد اور پردادا کا نام عثمان ہے حریری یعنی ریشم کو تیار یا فروخت کرتے تھے اس لئے آپ کو حریری کہتے ہیں اور قبلہ بنی حرام سے آپ کا نسب تعلق تھا اس لئے آپ کو حرامی بھی کہتے ہیں مسٹر شد باللہ کے عہد خلافت میں شہر بصرہ کے قریب قصبہ مشان کے اندر ۴۴۶ھ میں پیدا ہوئے اور بصرہ کے محلہ بنی حرام میں سکونت اختیار کی ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ کی ولادت بصرہ ہی میں ہوئی تھی۔

تحصیل علوم..... علامہ حریری اپنے ریشم بیچنے کے پیشہ کو ناپسند سمجھتے تھے آپ کو علم و ادب سے جو فطری مناسبت اور ضعف تھا وہ اس سلسلہ میں مانع بنا اسی سبب سے آپ نے علماء اور فضلاء کے مجامع اور مجالس کو اپنا مستقر قرار دیا ان کی صحبت و ہم نشینی کو آب حیات سمجھا، چنانچہ آپ علماء کی مجالس میں آتے جاتے اور ادبی علوم کے حاصل کرنے میں انتہائی جدوجہد اور جانفشانی سے کام لیتے تھے علم ادب آپ نے ابو القاسم فضل بن محمد قصبانی سے پڑھا اور حدیث شریف ابو تمام محمد بن الحسین وغیرہ سے حاصل کی۔

ادبی مطالعہ..... مقامات کے مطالعہ سے یہ بات خاص طور پر معلوم ہوتی ہے کہ آپ نے لغت و نحو کا بخوبی مطالعہ کیا تھا اسی لئے کچھ ہی دنوں میں آپ کو فنی مہارت کے علاوہ معاصرین میں زبردست فوقیت حاصل ہوئی۔

آپ چونکہ عرب کے واقعات و اشعار اور عربی زبان کے اچھوتے اسالیب اور طرز بیان سے واقف تھے اس لئے گھر گھر آپ کی عربیت کے نغمے گائے گئے امتیازی شہرت حاصل ہوئی اور علوم و فنون کے ساتھ منفرد ہونے والے لوگوں میں آپ کا شمار ہونے لگا۔

ثروت و مالداری اور اونچا مقام..... مورخ ابن خلکان نے لکھا ہے کہ علامہ حریری اہل ثروت اور مالدار لوگوں میں سے تھے بصرہ میں آپ کی اٹھارہ ہزار کھجوریں تھیں چونکہ آپ شہر بصرہ میں صاحب الخبر کے غمدہ پر فائز تھے اس لئے آپ کو بڑا اونچا مقام حاصل تھا عوام و خواص سب ہی کیلئے مرجع التفات تھے۔

سخن عمدہ نے اپنی کتاب ”خریدہ“ میں بیان کیا ہے کہ حریری بصرہ کی کچہری میں ”صاحب الخبر“ کے غمدے پر ہمیشہ فائز رہے اور یہ غمدہ مقتوی غمدہ کے آخر تک آپ کی اولاد میں چلتا رہا۔

علمی فضل و کمال..... علامہ مددوح نہایت ذکی، ہوشیار، نازک خیال، فصاحت و بلاغت میں یکتا اور ماہر فن، یگانہ روزگار، انشا پرداز اور ادیب تھے، علم لغت، امثال، نحو، معانی، بیان بدیع میں ید طولی اور علمیت و قابلیت، وسعت معلومات، زور انشاء، جزالت شعر و بدیع گوئی میں اپنے ہم عصر ادباء میں نمایاں مقام رکھتے تھے اور عربی نظم و نثر دونوں پر یکساں قدرت حاصل تھی۔

نثر نگاری..... علامہ حریری نثر کے پیغمبر تھے آپ کی ہر عبارت گویا الہامی اور ظاہری و معنوی خوبیوں سے آراستہ و پیراستہ ہونے کے علاوہ نہایت شستہ و شگفتہ ہوتی ہے گویا وہ ایک دلہن ہے جو جوانی کے لباس میں ملبوس اور معانی کے زیور سے مزین ہے اس میں نسیم سحر کے ٹھنڈے جھونکوں کی روح افزا لطافت پھولوں اور پھلوں کی فرحت بخش سرسبزی و شادابی بھی نہیں ہے اور شرر جیسی سوزش اور بھڑک بھی موجود ہے اگر کوئی چٹان کلام سے متاثر ہو کر پکھل سکتی ہے یا کوئی چنگاری سرد ہو سکتی ہے تو وہ صرف آپ کے اس کلام سے جو رسائل و مقامات میں موجود تھے۔

صد آفریں نجامہ سحر آفرین من

در گوش من ز روح فغانے رسد فقیر

آپ کے منشورہ رسائل میں دور سالے نہایت عجیب و غریب اور انشا پردازوں کی نظر میں خاص اہمیت کے حامل ہیں جن کے متعلق شیخ یوسف سنوبرونی نے کہا ہے کہ ان دونوں رسالوں کی وہی حیثیت ہے جو انسان کیلئے آنکھ کی یا آنکھ کیلئے پتلی کی

ہے پہلا رسالہ بینیہ ہے جس میں آپ نے نظم و نثر کے ہر کلمہ میں حرف سین لانے کا التزام کیا ہے، رسالہ حسب ذیل ہے۔

”باسم السميع القدوس استفتح، وباسعاده استجع، سيرة سيلنا الاسفهاء، السيد النفيس سيد الرؤساء، سيف السلاطين، حرست نفسه، واستارت سمه، وانسق انسه، وبسق غرسه، استماله الجليس ومساهمة الاتيس ومساعدة الكسير و سليب، ومواساة السحيق والنسيب، والسيادة تمتدعي استداعة السنن، وحراسة الرسم الحسن وسمعت بالامس تدارس اللسن، سلافة خندريسه في سلسال كوؤسه، ومحاسن مجلس سرته واحسان سمعته سيادته فاستنسلفت السراء، وتوسمت الاستدعا، وسوفت نفسى بالاخسار، وموانسته الجساء، وجلست استقرى السبل والسقطلع الرسل، واستبعد تناسى اسمه، واساور الرساوس لاستحالة رسمى

وسيف السلاطين مستائر، بانس السماع وحسو الكوؤس، سلاتى وليس لباس السلو، يناسب حسن سمات النفيس و سن تناسى جلالة واسوا لسجايانا سى الجليس و سر حسودى بطمس الرسوم وطمس الرسوم كرمس النفوس وساقى الحسام بكاس السلاف، واسهمنى بعبوس وبوس واسكرنى حسرة واستعاض، لقسوته سكرة الخندريس ساكسوه بسة مستعب، وامسك امساك سطل يوس اسطر سيناته سيرة، تسيرا ساطيرها كالسبوس

وحسبنا السلام لرسول الاسلام

دوسرا رسالہ بینیہ ہے جس کے ہر کلمہ میں شین لانے کا التزام ہے، رسالہ حسب ذیل ہے۔

”بارشاد المنشى النشى شغفى بالشيخ، شمس الشعراء ريش معاشه و فشار ياشه واشرق شهابه و اعشوشيت شعايه بشاكل شغف المنتشى بالنشوى والمرتشى بالر شوى والشادن يشرح الشباب والعطشان الى شم الشراب وشكرى لتجشمه ومشقته وشواهد شففته يشاكل شكر الناشد للمنتشد والمسترشد للمرشد والمستشعر للمبشر والمستجيش، للجيش المثمر وشعارى انشا وشعره واشجاء الكاشح والمكاشر بنشره وشغلى اشاعته وشائعته وتشيد شفاعته والا شادة بشذوره وشوفه والمشورة، بتشفيعه وتشريفه واشهد شهادة المشع الكاشف والمنشر المكاشف لانشاده هده الشائب والناشى ويلاشى شعر الناشى والمشاهدته كاشتيا الشهد وتباير الرشد والمشاخه تشقى المشاجن والمشاجرتة تشرا المشاين والشاغبتة تشظى الاشطان وتشيط الشيطان فشر فالشيخ شرفا وشغفا بشنشنته شغفا.

فاشعاره مشهورة ومشاعره. وعشرت مشكورة وعشاره
وشوه ترقيش المرقش رقشت فاشياعه يشكونه ومعشره
شمائله معشوقته كشموله وشريه مستبشر ومعشره
شفاشقه فحشيت وشبانہ، شبا مشرنى جاش للشر شاهره
ويشدد فيهتش الشحيح لشده، ويشغفه انشاده فيشاطره
سانشده شعر ايشرق شمسه
شاى الشعراء والشمعلين شعره فشانية مشجو الحشاء ومشاعره
وشان الشباب الشم والشيبي وشيه فتمثواه البشرى المشوق ناشز
شكور و مشكور وحشو عشاشته شهابته شمير لطيش مشاجره
شفا بالا ناشيد انشادى وشفهم، فمشفيه مشفى وشاكيه شاكره
تجشم غشيانى فشر دوحشتى، ممشاه بيشرا ياشره
واشكره شكراتشع بشاعره

واشهد شهادة شاهد الاشياء ومشبع الاحشاء ليشعلن شواظ اشواقى شحطه وليشعلن شمل نشاطى نشطه
فناشدت الشيخ اليشعر باستيحاشى لشوعه واجهاشى لتشيعيه وشابتي لنشيد الموشى ونشيد شخصه
بالاشراق والعشى وشاه حاشاه نغشيه شبيهة وتغشاه فليتشف شرح شجونى لشطوته ومشار كى بشمونه
واشتغالى بتمشيه شونه ليشد جاشى ويشارف لكماشى، عاش منتعش الحشاشته مشحو ذالشفار منتشر
الشرار شتا مالا شرار شحاذا بالاشعار ليشرح ويجوش ومعيش المنقوش بمشيه الشديد البطش الشامخ

العرش وتشریفه لبشیر البشر وشفیع المحشر

شعر کوئی..... آپ جس طرح نثر لکھنے میں مہارت نامہ اور ملکہ راسخ رکھتے تھے اسی طرح شعر و شاعری میں بھی اعلیٰ قابلیتوں کے حامل اور بلند پایہ درک و ادراک اور بے پایاں اہم خصوصیات کے مالک تھے چونکہ آپ شعراء جاہلیت کے پیروکار اور ان کے انداز بیان اور اسلوب کے دلدادہ تھے اس لئے آپ نے اکثر و بیشتر امری القیس، زہیر، عمر بن کلثوم کی طرح بحر کمال اور بحر طویل میں اشعار کہے آپ کے اشعار و قصائد کا مستقل دیوان ہے جس میں سلاست روانی شوکت الفاظ، بلندی تخیل اور شگفتگی بدرجہ اتم موجود ہے دلاویز ترکیبیں، عمدہ اور نادر تشبیہات عجیب و غریب استعارات، جناس و ازدواج وغیرہ صنائع آپ کے اشعار کا اہم جزو ہیں فن شعر میں حسن تصرف کے لحاظ سے آپ کو امتیازی شان حاصل ہے آپ کے اشعار جودت لفظ اور جدت اسلوب میں آپ کی نثر سے کم وقعت نہیں رکھتے البتہ جو شہرت آپ کو نثر میں ہے وہ نظم میں نہ ہو سکی اور مجموعی طور پر اشعار میں وہ چستی اور برجستگی نہیں ہے جو نثر میں پائی جاتی ہے تاہم اہم اور نازک مضامین کو بڑی سہولت کے ساتھ اچھوتے انداز میں رشیق و حسین اور پر شکوہ الفاظ کے دامن میں دیتے تھے مقامات کے تمام تر اشعار آپ ہی کی جودت طبع کا نتیجہ ہیں البتہ دو شعر اس سے مستثنیٰ ہیں جن میں سے ایک دادا و مشقی کا اور دوسرا حتری کا ہے۔

ان کے علاوہ عماد اصفہانی نے اپنی کتاب ”خریدہ میں ذیل کے اشعار کو بھی آپ ہی کی طرف منسوب کیا ہے

اماتری الشعر فی خدیہ قدنیتا

قال العواذل ما هذا الغرام به

ومن قام بارض وھی مجدبتہ

فقلت واللہ لو ان المفندلی قائل الرشد فی عینیہ ماثبتا

کم طباء سحاجر . فغنت بالمحاجر

فکیف یرحل عنها والرابع اتی

وتثن لخاطرہا . ج و یخد الخاطر

ونفوس نفانس . حذرت بالمحاذر

وشجون تضافرت . عند کشف الضفائر

وعذار لاجلہ . عاذلی فیہ عاذری

یہ دو بیت بھی آپ ہی کے بتائے جاتے ہیں۔

من بعد ما الشیب فی فودیک قد وخطا

لا تخطون الی خطاء ولا خطاء

اذا سعی فی میادین الصبا وخطا

وای عذر لمن ثابت ذوائہ

حریری کے حکیمانہ اشعار

غیر یوم ولا تزدہ علیہ

لا تزد من تحب فی کل شہر

ثم لا تنظر الی عون الیہ

فاجتلاء الهلال فی الشہر یوما

(ترجمہ) دوستوں سے ہر ماہ ایک دن سے زیادہ ملاقات نہ کر کیونکہ چاند کو مہینہ میں ایک ہی دن دیکھا جاتا ہے پھر اس کی طرف کوئی نہیں دیکھتا۔

وانظر بعینک هل ارض معطلقہ

لا تنقعدن علی ضرر مسغت . لکی یقال عزیز النفس مصطر

فای فضل لعود مالہ ثمر

من النبات کارض حفها الشجر . فعد عما تشیر الاغیاء بک

الی الجناب الذی یہمی بہ المطر

واء حل رکابک عن زلغ ظمت بہ

ہلت یداک بہ فلیہنک الظفر

واستنزل الری من وراء السحاب فان

(ترجمہ) تکلیف اور بھوک پر اس خیال سے صبر کئے نہ بیٹھے رہو کہ لوگ کہیں گے

بڑا خوددار صابر ہے اپنی آنکھوں سے دیکھو کیا درختوں سے خالی زمین اور وہ زمین جو

درختوں سے بھری ہوئیاں ہوتی ہے۔ تم پاگلوں کے مشوروں کو نظر انداز کر دو اور سوچو کہ اس درخت میں کیا خوبی ہے جس پر پھل نہ لگے، اور ایسی جگہ سے جہاں تم پیاسے رہو کوچ کر کے اس جگہ چلے جاؤ جہاں موسلا دھار بارش ہو رہی ہو اور بادلوں کی جھڑی سے سیرابی حاصل کرنے کی کوشش کرو پھر اگر اس سے تمہارے ہاتھ تر ہو جائیں تو یہ کامیابی تمہیں مبارک ہو۔

حریری کے علم و فضل کا اعتراف..... ابو الفلاح عبدالحی بن العمد حبلی نے اپنی کتاب ”شذرات الذهب“ میں لکھا ہے کہ حریری لواء بلاغت کے حامل اور میدان نظم و نثر کے شہسوار ہیں۔ ”اس کے بعد لکھتے ہیں کہ“ الحاصل شیخ حریری زمانہ کے عجائب اور نوادرات میں سے ہیں۔ ابوالفتح بہتہ اللہ بن فضل کہتے ہیں کہ۔ امام اجل شیخ ابو محمد قاسم بن علی بن حریری مشہور اہل فضل اور اپنے زمانہ کے ان منتخب اور یکتا لوگوں میں سے ہیں جو متقدمین کے گروہ سے ملحق ہیں لیکن فضائل و محاسن اور خصوصیات میں ان سے بھی متجاوز ہیں۔

حریری کے فضل و کمال کا اعتراف شمیم حلی جیسے بلند مرتبہ فاضل نے بھی کیا ہے جیسا کہ یا قوت حموی نے معجم میں نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ”ان عجائبات میں سے جن کو میں نے دیکھا اور مشاہدہ کیا ہے یہ ہے کہ میں اعفوان شہاب ۵۹۳ھ میں شہر آمد پہنچا مجھے معلوم ہوا کہ یہاں علی بن حسین جو شمیم حلی کے لقب سے مشہور ہیں تشریف رکھتے ہیں لیکن علماء متقدمین اور متاخرین میں سے وہ کسی کا بھی وزن نہیں سمجھتے اور نہ کسی کی فضیلت و منقبت کے معترف ہوتے ہیں میں ان کے یہاں حاضر ہوا تو میں نے ان کو اہل فضل پر نقد و تبصرہ اور تنقیص و تذلیل کرتے ہوئے دیکھا اور مسلسل دیکھتا رہا، بالآخر ملول ہو کر میں نے کہا کیا آپ کے نزدیک متقدمین کی جماعت میں کوئی ماہر فن ہے۔ انھوں نے کہا ہاں تین آدمی ہیں متنبی مدح و ستائش میں ابن نباتہ خطبات میں ابن الحریری مقامات میں میں نے کہا آپ کیلئے حریری کی راہ پر چلنے سے کون چیز مانع ہے۔ ایک ایسی مقامات تصنیف کر دیجئے جس سے حریری کی یاد کی چنگاری سرد ہو جائے اور اس کی ساری دولت آپ کے قبضہ میں آجائے۔ انھوں نے کہا بیٹا حق کی طرف رجوع کرنا بہتر ہے حقیقت یہ ہے میں نے تین مرتبہ مقامات تصنیف کی لیکن ہر مرتبہ جب غور سے دیکھا اور موازنہ کیا تو مقامات حریری کے مقابلہ میں رذیل و مبتذل ہی معلوم ہوئی چنانچہ میں نے اس کو حوض میں دھو ڈالا اور آئندہ لکھنے کا ارادہ ختم کر دیا میرا خیال ہے کہ حق تعالیٰ نے مجھے حریری کی فضیلت و منقبت ظاہر کرنے کیلئے ہی پیدا کیا ہے۔

خاکساری و بردباری اور اعتراف حق..... علامہ حریری نہایت بردبار، نیک طینت اور راستی پسند انسان تھے اگر کوئی شخص کسی لغزش پر متنبہ کرتا تو آپ خوش ہو کر اپنی لغزش کا اعتراف کر لیتے اور اس کا اعزاز و اکرام کرتے تھے۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ جابر بن بہتہ اللہ نے مقامات پڑھتے ہوئے قد وفع اللیل الذی اکفہ الی ذرا کم شعثا مغبرا میں ”شعثا مغبرا“ کے بجائے سغباً معتراً پڑھا تو آپ نے توقف کرنے کے بعد کہا بخدا تو نے بہت عمدہ تصحیف کی کیونکہ ہر سغب معتر کا ضرور تمند ہونا لازمی ہے اور ہر شعث مغبر کا حاجتمند ہونا ضروری نہیں اگر میں نے سات سو نسخوں پر جو میرے سامنے پڑھے گئے ہیں اپنے ہاتھ سے یہ لفظ نہ لکھا ہوتا تو میں ”شعثا مغبرا“ کو سغباً معتر سے ضرور بدل دیتا۔

ظرافت طبع..... موصوف ببحر عالم ہونے کے ساتھ ساتھ ظریف الطبع ہونے کے ساتھ اور خوش مزاج بھی تھے آپ کی طبیعت لطیفوں اور چٹکوں کی طرف بہت زیادہ مائل تھی مخاطب کو خوش کرنا ہنسنا اور اس سے دل خوش کرنا بخوبی جانتے تھے۔

دل را اثر روائے تو گلوش کند
جال را سخن خوب تو مدہوش کند

ابن خلکان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ نووارد شخص فیضیاب ہونے کی غرض سے حاضر خدمت ہوا اور آپ کی شکل و

صورت دیکھ کر منقبض ہوا آپ نے اس کا احساس کر لیا جب اس نے املاء کرانے کی درخواست کی تو آپ نے یہ شعر پڑھا کر لیا۔

ما لہ انت اول سارغہ القمر
فاختر لنفسک غیرى اننى رجل
ورائد اعجبة خضرة الدمن
مثل المعیدی فاسمع بی ولا ترنی

اس پر وہ بیچارہ شرمندہ ہو کر چلا گیا۔

زہد و ورع اور معاصی سے نفرت..... آپ زاہد و متورع، پاک باطن اور پرہیزگار آدمی تھے دولت عباسیہ میں اگرچہ عیش و عشرت اور شراب نوشی کا دور دورہ تھا مگر آپ اس سے کوسوں دور تھے بلکہ آپ کو شراب نوشوں سے بھی طبعی نفرت تھی جابر بن زہیر کہتے ہیں کہ میں ایک بار قصبہ مشان میں آپ سے مقامات پڑھ رہا تھا اچانک خبر آئی کہ ابوزید مطہر بن سلام نے شراب پی رکھی ہے آپ نے فوراً یہ اشعار لکھ کر اس کے پاس بھیجے اور ہم کو بھی سنائے۔

ابازید اعلم ان من شرب الطلا
ومن قبل سمیت المطهر والفتی
تدنس فافهم سرقوا المهدب
یصدق بالافعال تسمیة الادب

فلا تحسها کیما تکنون مطہرا
والا فغیر ذلک الاسم و اشرب

مطہر بن سلام کے پاس جب یہ اشعار پہنچے تو وہ ننگے پاؤں حاضر خدمت ہو اور قرآن ہاتھ میں لے کر قسم کھائی کہ آئندہ کبھی شراب نہ پیوں گا۔ آپ نے فرمایا بلکہ شراب پینے والوں کے پاس بھی نہ جانا، علامہ حریری کے ادب کا یہ حال تھا کہ تنہائی میں بھی پاؤں دراز نہیں کرتے تھے اور فرماتے تھے حفظ الادب مع اللہ الحق۔

بادب باش تا بزرگ شوی
کہ بزرگی نتیجہ ادب ست

وفات..... آپ کی وفات ۶ رجب ۵۱۵ھ یا (۵۱۶ھ) میں بصرہ شہر کے محلہ بنی حرام میں ہوئی عام طور پر سنہ وفات یہی بتایا جاتا ہے لیکن ابن خلکان نے بروایت ابوالفتح مطہر بن سلام نقل کیا ہے کہ جب آپ ۵۳۸ھ میں شہر واسط آئے تو میں نے آپ سے ”ملحۃ الاعراب“ کی سماعت کی اس کے بعد آپ بغداد چلے گئے اور ایک زمانہ تک قیام رہا اور وہیں وفات پائی۔ عماد اصفہانی نے بھی اپنی کتاب ”خریدہ“ میں اسی طرح ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ آپ نے ۵۴۰ھ کے بعد وفات پائی۔

مرادر منزل جاناں چہ امن و عیش چوں ہر دم
جرس فریادی دارد بر بندید محملہا

الباقیات الصالحات..... بقول مورخ ابن خلکان آپ نے دو صاحبزادے چھوڑے، ایک نجم الدین ابوالقاسم عبد اللہ جو بغداد کے حاکموں میں سے تھے دوسرے ضیاء الاسلام عبید اللہ جو بصرہ کے قاضی تھے جو الیقینی کہتے ہیں کہ مجھے ان دونوں سے مقامات کی اجازت حاصل ہے اور یہ دونوں اپنے باپ سے نقل کرتے ہیں۔

شیخ شہزی نے تیسرے صاحبزادے ابوالعباس کا بھی تذکرہ کیا ہے جو قصبہ مشان میں اپنے باپ کی جگہ پر متعین تھے آپ نے ان تینوں صاحبزادوں کو مقامات کا درس دیا تھا اور ابوالعباس جو انتہائی زیرک اور ہوشیار تھے۔ خصوصیت کے ساتھ مقامات کے مغلق اور مشکل مواقع حل کرائے یہی وجہ ہے کہ مترجمین متقدمین نے ان سے زیادہ اخذ کیا ہے۔

حلیہ..... مجسم میں ہے کہ آپ انتہائی فطین و ہوشیار اور فصیح و بلیغ تھے لیکن آپ کا خدو خال اچھا نہ تھا حسن و جمال سے محروم تھے ابن خلکان نے لکھا ہے کہ آپ غور و فکر کے وقت ڈاڑھی نوچنے کے عادی اور حریص تھے اسی وجہ سے ابوالقاسم علی بن ۲ الفلح نے آپ کی شان میں یہ اشعار کہے ہیں۔

انطقہ اللہ بالمشان وقد الجمہ فی العراق بالخرس

شیخ لنا من ربعة الفرس. منتیف عشونہ من الهوس

۱۔ رات میں چلنے والے تم ہی پہلے شخص نہیں ہو جسے چاند نے دھوکا دیا ہو اور نہ تم چراگاہ تلاش کرنے والے پہلے شخص ہو جسے کوڑی کی سبزی بھلی معلوم ہوئی ہو تم اپنے لئے میرے سوا کسی اور کو پسند کر لو کیونکہ میں معیدی کی طرح ہوں میری باتیں سنو اور میری شکل مت دیکھو۔“

۲۔ وکیل ان ہذین السیتین لابی محمد بن احمد معروف بابن جکیتا حریکی ۱۲۔

امام زیارت نے بیان کیا ہے کہ آپ بد شکل پستہ قد اور بخیل آدمی تھے میلے اور گندے کپڑے پہنتے تھے غور و فکر کے وقت داڑھی نوچنے کے عادی تھے حق تعالیٰ نے آپ کو بد صورتی کے بدلے بہترین ادب، لطیف، چٹکے، خوش مذاق، بذلہ، سخی عدل و انصاف اور فراخ دلی عطا فرمائی تھی اسی لئے آپ کے قصص و حکایات آپ کی زیارت سے بہتر بتائے جاتے ہیں۔

چہ غم ز منتھت صورت اہل معنی را
چو جاں ز روم بود گو تن از حبش میباش

تصنیفات و تالیفات..... آپ نے اپنی زندگی میں مختلف موضوعات پر قلم اٹھایا اور متعدد کتابیں تصنیف کیں جو اپنی معنویت اور افادیت اور مخصوص انداز بیان کی بناء پر شہرہ آفاق ہیں۔

(۱) لورۃ الغواص فی لوہام الخواص۔ اس میں آپ نے معاصرین پر نقد کرتے ہوئے بتلایا ہے کہ لوہاء عصر الفاظ کو بے موقعہ یا غیر موضوع لہ میں استعمال کر کے غلطی کرتے ہیں یہ ۵۰۴ھ کی تصنیف ہے ۳۷۳ھ میں مصر سے لور ۱۸۷۱ء میں لیزک شہر سے طبع ہوئی ہے علامہ خفاجی نے اس کی مفصل شرح لکھی ہے جو ۱۲۹۹ھ میں قسطنطنیہ سے شائع ہوئی ہے۔ (۲) ملحۃ الاعراب یہ ۵۰۴ھ کے بعد کی تصنیف ہے اس میں مبتدی طلبہ کیلئے نحو کے مسائل کو نظم کیا ہے مطلع قصیدہ یہ ہے۔

بحمد ذی الطول شدید الحول

اقول من بعد افتتاح القول

محمد بن محمد حضرمی نے اس کی شرح کی ہے جو ۱۳۰۶ھ میں مصر سے شائع ہوئی ہے خود مصنف نے بھی اس کی شرح لکھی ہے فرانسیسی زبان میں اس کا ترجمہ بھی ہوا ہے جو ۱۸۸۵ء میں پیرس کے اندر طبع ہوا ہے۔

(۳) صدور زمان القبور و قبور زمان الصدور فن تاریخ میں بہت عمدہ اور لطیف تصنیف ہے جس سے علامہ اصفہانی نے اپنی کتاب ”نصرۃ المفترۃ و عصرۃ المفترۃ“ میں بہت کچھ اخذ کیا ہے۔ (۴) دیوان حریری (۵) توضیح البیان (۶) سالہ سینہ (۷) سالہ شینہ مقامات نویسی..... مقامہ اس مختصر اور دلپسند و خوش اسلوب کہانی کو کہتے ہیں جس میں کوئی نصیحت یا لطیفہ ہو یہ دراصل ”مقام“ سے ہے جس کے معنی ہیں کھڑے ہونے کی جگہ، پھر اس کے معنی میں وسعت پیدا کر کے جگہ اور مجلس کے معنی میں استعمال کرنے لگے اس کے بعد کثرت استعمال سے مجلس میں بیٹھنے والوں کو ”مقامہ“ کہنے لگے جیسے مجلس سے مراد کبھی کبھی اہل مجلس ہوتے ہیں بعد ازاں مجلس میں پڑھے جانے والے خطبہ اور پند و نصیحت وغیرہ کو بھی مقامہ یا مجلس کہنے لگے چنانچہ ”مقامات الخطباء“ کے معنی ہیں خطیبوں کی تقاریر اور مقامات القصاص کے معنی ہیں قصہ گو یوں کی کہانیاں اور ”مقامات الزہاد“ کا مفہوم ہے زاہدوں کی پند و نصائح، مقامہ سے مقصود نہ تو جمال حکایت ہوتا ہے نہ حسن و عطف اور نہ افادہ علمی بلکہ وہ ایک فنی ادبی تحریر کا ایک ٹکڑا ہوتا ہے جس میں خوش نمائج کے طرز پر غریب الفاظ نادر تراکیب اس طرح جمع کئے جاتے ہیں کہ وہ اثر آفرینی سے زیادہ طبیعت کو مسرور کرتے اور قائدہ بخشی سے زیادہ لذت بخشتے ہیں اسی لئے اس موضوع پر جو کچھ لکھا گیا اس میں فنی افسانہ نگاری کو ملحوظ نہیں رکھا گیا اور مقامات لکھنے والوں نے قضیہ نگاری کہانی میں رنگ بھرنے اور اس کے کرداروں کی تحلیل نفسی پر کوئی توجہ نہیں دی بلکہ انھوں نے اپنی پوری توجہ تحسین لفظی پر مبذول رکھی۔

مقامات نویسی کی ابتداء..... کہانیوں کی یہ صنف عہد بنی عباس کے وسط میں پیدا ہوئی یہی وہ زمانہ تھا جب ادب اور فنی انشاء پر دازی اپنے شباب پر تھی کہ مقامات نگاری کی ابتداء ابن فارس نے کی پھر اس کی تقلید میں اس کے شاگرد بدیع الزماں نے گداگری اور دیگر موضوعات پر چار سو مقامات املا کرائے جو اتنے عمدہ اور دلچسپ تھے کہ ان کی وجہ سے وہ اس فن کا امام بن گیا لیکن اس کے مقامات میں سے صرف تریپن مقامات مل سکے ہیں بعد ازاں حریری نے پچاس مقامے لکھے جن میں بدیع الزماں کی پیروی کی ان بلند پایہ ادیبوں کے بعد بہت سے انشاء پردازوں نے مقامات نگاری کو اپنا موضوع بنایا لیکن وہ ان دونوں کے مرتبہ کو نہ پہنچ سکے مثلاً ابن اشتہر کوئی۔ کی مقامات ”سر قسطیہ“ جس میں پچاس مقامے ہیں جو اس نے قرطبہ میں حریری کے مقامات دیکھنے کے بعد لکھے تھے اس میں منذر بن حمام کی زبانی سائب بن تمام کا واقعہ بیان کیا ہے علاوہ

ازیں علامہ زنجشیری کے مقامات ہیں جو مشہور ہیں نیز ابو العباس محبی بن سعید بن ماری نصرانی بصری طبیب (متوفی ۵۸۹ھ) کی مقامات ”مسیحیہ“ ہے جو اس نے حریری کے طرز پر لکھی ہے اور احمد بن اعظم رازی کے بارہ مقامات ہیں جو اس نے ۶۳۹ھ میں لکھے اس میں اس نے قعقاع بن زباع وغیرہ کو راوی بنایا ہے نیز زین الدین ابن صیقل جزری متوفی ۷۰۱ھ کی مقامات ”زینیہ“ ہے جس میں مقامات حریری کے مقابلہ میں پچاس مقامات ہیں اس کی روایت قاسم بن جریان دمشقی، ابو نصر مصری سے کرتے ہیں نیز مقامات سیوطی ہے جو بجائے مقامات کے مضامین (رسائل) سے زیادہ مشابہ ہے۔

(۸) مقامات حریری..... آپ کی تصانیف میں سب سے زیادہ اہم اور قابل فخر کتاب ”مقامات“ ہے جس میں آپ نے عربی لافانی خزانہ کے قیمتی موتیوں کو بڑی خوبی کے ساتھ ٹانکا ہے اس کو دنیائے ادب میں بے پناہ شہرت و قبولیت اور تمام ادبی کتابوں پر اپنے اسلوب بیان اور جدت موضوع کے لحاظ سے طرہ امتیاز حاصل ہے و لکن ما قال الشاعر

سمعت بالبحر سامعا وقد يقال فيما قيل عنه عجاب
وابن الحریری والفاظه بحرود رليس فيه معاب
تشهد بالنبل له والجمحي شهادة الزهر لودق السحاب
وقد رايت الدر لا قيمته له وفي الدر الذي فيه عاب
له المقامات التي لم تكن لابن قريب ولا لابن حباب
اقسم بالله لقد ما اتت عن ادب جم و صدر حباب
وكم له من كلمات غدت في الشرق والغرب ذات اغتراب
وليس بالمنكر منه الحجي والبحر لا ينكر منه العباب

زمان تالیف..... شیخ بیتہ اللہ بن فضل نے بیان کیا ہے کہ مقامات حریری کی تالیف ۴۹۵ھ میں شروع ہوئی اور ۵۰۴ھ میں پایہ تکمیل کو پہنچی اس میں تاریخ ابتداء کے متعلق تو موصوف کا قول صحیح ہے کیونکہ شہر شروع ۴۹۰ھ میں فتح ہو چکا تھا لیکن تاریخ اختتام علامہ ابن اثیر کے قول کی بنا پر صحیح نہیں کیونکہ وہ کہتے ہیں اسدی دہیس ۵۰۳ھ میں بچہ تھا حالانکہ مقامات میں اس کا ذکر موجود ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس وقت صرف عاقل و بالغ ہی نہیں بلکہ اس زمانہ کی مشہور و معروف شخصیات میں سے تھا۔

طرز مقامات..... علامہ حریری نے اپنی کتاب مقامات میں بدیع الزماں ہمدانی کی تقلید اور اسی کے طرز کو اختیار کیا ہے جیسا کہ آپ نے دیباچہ میں اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے ”میں بھی بدیع الزماں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے چند مقالے لکھوں اگرچہ گنگڑا ٹو تیز رو گھوڑے کی چال کو نہیں پہنچ سکتا۔“ موصوف نے دیباچہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ میں نے پچاس مقالے لکھے جن میں عمدہ اور پوچ باتیں، شیریں اور فصیح الفاظ، فصاحت و بیان اور اس کے گوہر ہائے نایاب ادبی لطیفے اور نو اور سب کچھ موجود ہیں حتیٰ کہ میں نے اس کو آیات قرآنیہ اور کنایات نفیسہ سے مزین اور ادبی چٹکے، نحوی چلیستاں، لغوی مسائل، جدید رسائل، مزین خطبوں، رلانے والے وعظوں، لہو و لعب میں ڈالنے والی ہنسی کی باتوں سے مرصع کیا ہے۔

بظاہر غلط بباطن صحیح..... ایک صنعت ہے جس کو عربی میں بڑی وسعت دی گئی ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ عبارت کے معنی بظاہر غلط معلوم ہوں لیکن واقع میں صحیح ہوں مثلاً بھاشا میں سیام سیاہ کو بھی کہتے ہیں اور معشوق کو بھی اسی طرح لال سرخ کو بھی کہتے ہیں اور محبوب کو بھی اب اگر یہ کہا جائے کہ ”سیام زرد ہے“ تو بظاہر غلط ہو گا کیونکہ سیاہ چیز زرد نہیں ہو سکتی لیکن اگر سیام کے معنی محبوب کیلئے جائیں تو یہ جملہ صحیح ہو سکتا ہے مقامات حریری میں سو فقہی سوال و جوابات ہیں جو بات تمام تر غلط معلوم ہوتے ہیں لیکن واقع میں صحیح ہیں مثلاً ایک سوال ہے کہ اگر کوئی شخص وضو کے بعد نعل کو چھو لے تو کیا حکم ہے۔ جواب دیا ہے کہ وضو ٹوٹ جائے گا نعل عربی میں جوتی کو کہتے ہیں اور یہ معنی زیادہ متداول ہیں لیکن نعل عورت کو بھی کہتے ہیں اور شوافع کے نزدیک عورت کو چھونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

وجہ تالیف..... شیخ ابو سعید محمد بن عبد الرحمن بن مسعود بندھی (مجدہبی) نے اس کتاب کی تالیف کا سبب یہ بیان کیا

ہے کہ ابو زید سر و جی نامی ایک فصیح و بلیغ ہیر و اور بھکاری آدمی تھا شہر بصرہ کی مسجد بنی حرام میں وارد ہوا اور حاضرین مجلس کو نہایت احترام کے ساتھ سلام کرنے کے بعد اپنی خستہ حالی و پریشانی کو نہایت موثر و فصیح الفاظ میں بیان کر کے اپنے لڑکے کا روم کے ہاتھوں قید ہونا ذکر کیا حاضرین مجلس میں جہاں اور علم دوست ادباء و فضلاء اور بعض دلاء شریک تھے وہیں علامہ حریری بھی موجود تھے سب اس کی فصاحت و بلاغت اور اس کے کلام کی دل فریب و خوشنما ساخت پر داحت سے بے انتہا مسرور ہوئے اور ابو زید نے اپنی شیریں تقریر سے ان کو مسحور کر لیا۔

حسن اتفاق اسی دن حریری کے پاس بصرہ کے بڑے بڑے علماء و فضلاء بغرض ملاقات تشریف لائے موصوف نے ان کو یہ پورا واقعہ سنایا اور اس کی عبارت کی لطافت و نزاکت و شگفتگی کی تعریف کی تو ان میں سے ہر ایک نے ابو زید کے اسی نوع کے بہت سے قصے نقل کئے اور بتایا کہ وہ ہر مسجد میں اسی طرح رنگ و روپ بدل کر حیلے اور تدبیریں اختیار کر کے اپنے علم و فضل کا اظہار کیا کرتا ہے حاضرین کو اس کی تلون مزاجی اور فصاحت و بلاغت کے حسین تصرفات کی اطلاع سے بے انتہا حیرت ہوئی اس پر علامہ حریری نے مقامہ حرامیہ جو سب سے پہلا مقامہ ہے تصنیف کیا اور اسی پر دوسرے مقاموں کی بنیاد رکھی۔

علامہ ابن جوزی کا بیان..... ابن جوزی نے بھی اپنی تاریخ میں اسی قسم کی حکایت ذکر کی ہے اور لکھا ہے کہ سب سے پہلے مقامہ حرامیہ لکھ کر شرف الدین ابونصر انوشروان بن خالد بن محمد قاشانی خلیفہ عباسی وزیر مسترشد باللہ کی خدمت میں پیش کیا اس نے اس کو بنظر استحسان دیکھا اور اس پر اضافہ کی درخواست کی چنانچہ علامہ حریری نے اسی طرز پر پچاس مقالے تحریر کئے وجہ تالیف کے سلسلہ میں علامہ حریری کے صاحبزادے ابوالقاسم عبداللہ کا بیان بھی اس سے ملتا جلتا ہے۔

مورخ ابن خلکان کی رائے..... علامہ ابن خلکان فرماتے ہیں کہ تاریخ کی متعدد کتابوں میں ایسا ہی لکھا ہے (جیسا کہ حریری کے صاحبزادے نے بیان کیا لیکن میں نے بمقام قاہرہ ۶۸۶ھ میں حریری کے ہاتھ کا لکھا، و امقامات کا ایک نسخہ دیکھا جس کی پشت پر آپ ہی کے قلم سے تحریر تھا کہ اس کی تصنیف جلال الدین عمید الدولہ ابوالحسن علی بن ابی العز علی بن صدقہ کیلئے (جو کہ مسترشد باللہ کا وزیر تھا) عمل میں آئی۔ یہ روایت پائیں الفاظ کہ خود مصنف کے خط سے ہے زیادہ مستند ہے۔

واقعہ کا دوسرا رخ..... وجہ تالیف کے ذیل میں یہ بھی نقل کیا جاتا ہے کہ علامہ حریری نے مقامہ حرامیہ کے بعد چالیس مقامہ تحریر کئے اور ان کو ساتھ لے کر بغداد تشریف لائے اور وزیر موصوف کی خدمت میں پیش کئے حساد و بد خو لوگوں نے طعن کیا کہ یہ مقالے حریری کے نہیں ہیں اگر وہ اپنے اس دعویٰ میں سچا ہے تو اسے چاہیے کہ مجمع عام میں اس جیسا مقامہ تحریر کر دے چنانچہ وزیر موصوف نے جریری کو دربار عام میں طلب کر کے ان مقامات کے متعلق دریافت کیا حریری نے کہا بے شک یہ میں نے ہی تحریر کئے ہیں وزیر نے کہا اچھا اس جیسے اور تحریر کرو علامہ حریری۔ دوات قلم لے کر دیوان عام کے ایک گوشہ میں بیٹھ گئے اور دیر تک کوشش کرتے رہے مگر قسمت کی بات کہ مضمون کی آمد نہ ہو سکی بالاخر آپ کو شرمندہ ہو کر اٹھنا پڑا۔ اس کے بعد بصرہ واپس ہو کر آپ نے دس مقالے اور تیار کئے اور وزیر کی خدمت میں عذر پیش کیا کہ مجھ پر دربار عام میں آپ کی ہیبت چھا گئی تھی جس کی وجہ سے مقامہ تحریر نہ کر سکا۔

افترا پر دازی..... صاحب مجسم نے لکھا ہے کہ بعض حاسدین نے افتراء پر دازی سے کام لیتے ہوئے کہا ہے کہ مقامات حریری کی تصنیف نہیں ہے کیونکہ اس کی عبارات آپ کے وسائل سے مناسبت نہیں رکھتیں بلکہ یہ ایک ایسے شخص کی تصنیف ہے جو آپ کے یہاں مہمان رہ کر انتقال کر گیا تھا حریری نے اس کو اپنی طرف منسوب کر لیا۔

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ عرب نے کسی قافلہ کو پکڑ لیا تھا جس کے مختلف ساز و سامان میں بعض اہل مغرب کا ایک تھیلا بھی تھا جس کو عرب نے بصرہ لے جا کر فروخت کیا اس میں مقامات کتاب بھی تھی حریری نے اس کو خرید کر دعویٰ کیا کہ یہ میری تصنیف ہے مگر مذکورہ بالا معتمد و قابل وثوق روایات کے سامنے اس قسم کی روایات بالکل لچر اور پوچ ہیں۔

مقامات حریری کی روایت..... مقامہ عام طور پر ایک معمولی سے واقعہ کے ارد گرد گھومتا ہے جس کا تعلق ایک شخص معین سے ہوتا ہے جسے اصطلاح فن میں ”ہیرو“ کہتے ہیں مثالیہ ہیرو مقامات حریری میں ابوزید سروجی اور مقامات بدیع میں ابوالفتح اسکندری ہے اس ہیرو اور ایک دوسرے شخص میں بڑے گہرے تعلقات اور قدیم شناسائی ہوتی ہے یہ شخص ہر وہ شخص میں اسے دیکھتا ہے اور ہر مجلس میں اس کی باتیں سنتا ہے اور ہر رازداری کے موقعہ پر اچانک آن دھمکتا ہے پھر اس کے متعلق جو کچھ برا بھلا اسے معلوم ہوتا ہے وہ اسے لوگوں کو بتا دیتا ہے اس شخص کو راوی کہتا جاتا ہے جیسے مقامات بدیع میں عیسیٰ بن ہشام اور مقامات حریری میں حارث بن ہمام۔

پھر مقامات حریری کی روایت اگرچہ حارث بن ہمام بصری کی طرف منسوب ہے لیکن اس سے مراد مصنف ہی کی ذات گرامی ہے یہ نام حضور اقدس ﷺ کی حدیث ”کلکم حارث و کلکم ہمام“ سے ماخوذ ہے حارث کسب کرنے والے کو اور ہمام زیادہ اہتمام کرنے والے کو کہتے ہیں اور کوئی شخص بھی ایسا نہیں جس کو حارث اور ہمام نہ کہا جاسکے کیونکہ ہر آدمی کیلئے اپنے امور کا کسب اور اہتمام ضروری ہے۔

قاضی اکرم کمال الدین ابوالحسن علی بن یوسف شیبانی وزیر حلب نے اپنی کتاب ”انباء الرواة علی انباء الخلفاء“ میں ذکر کیا ہے کہ ابوزید سے مراد مطہر بن سلام ہی کی شخصیت ہے یہ ایک لغوی اور نحوی شخص تھا جس نے بصرہ میں رہ کر حریری سے علم حاصل کرنے کو اپنا مشغلہ بنایا اور ایک مدت تک آپ کے فیض صحبت سے مستفید ہوتا رہا بالآخر ۵۴۰ھ میں اس نے بصرہ میں وفات پائی۔ واللہ اعلم

مقامات حریری ادباء کی نظر میں..... معجم میں لکھا ہے کہ مقامات حریری کو جو سعادت و اقبال حاصل ہے وہ کسی دوسری کتاب کو حاصل نہیں اس میں بلاغت و جودت کی حقیقت ہے الفاظ کا دائرہ وسیع ہے فصاحت و بلاغت اس کے تابع ہے گویا حریری کے ہاتھوں میں اس کی باگ ڈور ہے وہ جس قسم کے الفاظ اور ترتیب چاہتے ہیں منتخب کر لیتے ہیں حتیٰ کہ اگر وہ اس کے معجز ہونے کا دعویٰ کریں تو کوئی شخص اس کی تردید نہیں کر سکتا۔ مشہور مورخ استاد کلکن نے کہا ہے کہ ”مقامات حریری اہل بصرہ کیلئے ان کے آثار قدیمہ اور تہذیب و تمدن اور زبان کی ایک بے مثال یادگار ہے۔“

ناصر الدین مطرزی رقمطراز ہیں کہ ”میں نے ادب عربی کی کتابوں اور معجم و عرب کی تصانیف میں کوئی کتاب تصنیف و تالیف اور ترصیع کے لحاظ سے زیادہ عجیب و غریب اور خوبصورت، ادبی نو اور نکات اور کہاوتوں کے اعتبار سے مقامات سے زیادہ جامع اور مکمل نہیں دیکھی جس کو زمانہ کی باجمال و باکمال شخصیت ابو محمد قاسم بن علی نے تصنیف کیا ہے جو بہترین انشاء پر حاوی ہے اور اپنی نوعیت کا ایک نادر و غریب مجموعہ ہے وہ ایک ایسی اچھوتی اور بلند پایہ کتاب ہے جس کے تمام محاسن مکمل و اکمل اور جس کی آیات و بینات اس کے اعجاز کیلئے برہان قاطع ہیں۔“

ڈاکٹر زکی مبدک نے اپنی کتاب ”النثر الفنی“ میں لکھا ہے کہ: جو لوگ فن مقامات سے متاثر ہیں ان کے آثار کی طرف رجوع کرتے وقت ہم ان کو عموماً حریری کا شاگرد پاتے ہیں کیونکہ اکثر لوگوں نے حریری کی طرح لفظی تحسین و تزئین اور صنائع و بدائع کا اہتمام کیا ہے لیکن اس کے باوجود بہت ہی کم لوگ ان کے فطری طرز سے مانوس ہوئے۔ علامہ زحشری نے حریری اور ان کی مقامات کو سراہتے ہوئے کہا ہے کہ

ان الحریری حری بان. تکتب بالتبر مقاماتہ

اقسم بالله و آیاتہ. ومشعرا لبح ومیقاتہ

معجزۃ تعجز کل الوری. ولو سروافی ضوء مشکاتہ

واللعلامہ ابن ظفر رازی

کتاب مقامات الحریری آیت. وصاحبہ ابدی بہ کل معجز واوضح برہان الائمت ناضرا. غوامضہ اعجب بہ من مبرز

فلیس علی منواله نسبح ناسج. وناهیك من سحر حلال معجوز. اراه حریرا والحریری حاکه. وطرزه الشیخ الامام المصطفیٰ
مقامات حریری اور درس مقامات..... صاحب مفتاح السعادة اور مورخ ابن خلکان وغیرہ نے اپنی توارخ میں نقل کیا ہے
کہ مقامات کتاب کے سات سو نسخے خود مصنف نے اپنے ہاتھ سے لکھے اور وہ سب آپ کے سامنے پڑھے بھی گئے اس سے
اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ادباء کی کتنی بڑی جماعت نے آپ سے مقامات پڑھی ہے لیکن ان میں آپ کے تینوں صاحبزادے نجم
الدین عبداللہ، ضیاء الاسلام عبید اللہ، ابوالعباس محمد اور شریف الدین علی بن طراوینی، قوم الدین علی بن صدقہ، ابن
المائدان ابن المتوکل، ابن النقاد وغیرہ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں علامہ جلال الدین سیوطی نے ”بغیۃ الوعاة“ میں شیخ
ابوسعید محمد بن علی بن عبداللہ بن احمد بن ابی جابر احمد بن الصبیح بن حمدان العراقی الحلی متوفی ۵۶۱ھ کے متعلق لکھا ہے قراء
المقامات علی الحریری وشرھا۔

مقامات اور اس کی خدمت..... مقامات حریری اپنی ہمہ گیر ادبیت اور جامع معنویت کے لاتعداد محاسن اور خصوصیات پر
حاوی ہونے کی وجہ سے فضلاء اور ادباء کیلئے ہر زمانہ میں محور نظر اور مرجع التفات رہی ہے کوئی زمانہ اس کی خدمت سے خالی
نہیں رہا عربی فارسی، ترکی، عبرانی، فرانسیسی، جرمنی، انگریزی لاطینی اور اردو وغیرہ متعدد زبانوں میں اس پر بسط تفصیل اور شرح
وتحشیہ کا کام ہوا ہے۔

ڈی ساسی نے اصل عربی مقامات کو ۱۸۲۲ھ میں پیرس سے اور ایک دوسرے صاحب نے ۱۸۴۷ء میں فرانسیسی
شروح کے ساتھ دو جلدوں میں اور شانیجاس نے ۱۸۹۶ء میں لندن سے انگریزی شروح کے ہمراہ طبع کیا ہے یورپ کے کتب
خانوں میں بھی بہت سے قلمی نسخے پائے جاتے ہیں برطانیہ کے عجائب خانہ میں ایک نسخہ نقش ونگار سے آراستہ اور تقریباً کیاسی
رنگین تصویروں سے مزین ۶۵۴ھ کا لکھا ہوا موجود ہے ایک اور انگریز نے انگریزی زبان میں ترجمہ کیا ہے جو چھ سو سے زائد
صفحات پر ۱۸۵۰ء میں لندن سے طبع ہوا ہے شری وغیرہ نے بھی انگریزی میں ترجمہ کر کے ایک مقدمہ اور شروح کے
ساتھ تقریباً ایک ہزار صفحات پر مشتمل دو جلدوں میں لندن سے ۱۸۹۸ء میں شائع کیا ہے لاطینی زبان میں بھی اس کا ترجمہ ہوا
ہے جو ہمبرگ میں ۱۸۳۲ء کے اندر تین جلدوں میں شائع ہوا ہے فارسی زبان میں محمد شمس الدین نے ترجمہ کیا ہے جو
۱۲۲۳ھ میں ہندوستان کے مشہور شہر لکھنؤ میں طبع ہوا ہے ترکی زبان میں بھی ترجمہ ہوا ہے جو قسطنطنیہ کا چھپا ہوا ہے بعض
حضرات نے عبرانی زبان میں بھی ترجمہ کیا ہے۔

فہرست شروح کتاب مقامات

نمبر	شرح	مصنف	سنہ وفات
۱	شرح مقامات	ابوسعید بن عبداللہ بن احمد عراقی الحلی	۵۶۱ھ
۲	=====	ابو عبداللہ محمد بن علی بن احمد معروف بابا بن حمیدہ الحلی	۵۸۰ھ
۳	التقیب علی مانی المقامات من الغریب	ابن ظفر محمد بن عبداللہ بن محمد مکی، صقلی، مالکی	۵۶۵ھ
۴	شرح مقامات	ابوالمظفر محمد بن اسعد معروف بابا بن حکیم حنفی	۵۶۷ھ
۵	=====	احمد بن داؤد بن یوسف جدائی	۵۹۰ھ
۶	=====	ابو بکر محمد بن عبداللہ بن میمون عبدری، قرطبی	-
۷	=====	علی بن حسن نحوی معروف بنسیم حلی	۶۰۱ھ
۸	=====	ابو جعفر احمد بن محمد نحوی	۸۳۸ھ

۵۶۸۵	تاج الدین نعمان بن ابراہیم زرلوجی	۹	الموضح
۵۶۱۷	قاسم بن حسن خوارزمی معروف بصدر الافاضل	۱۰	التوضیح
-	شیخ شمس الدین محمد مغربی طلبی	۱۱	شرح مقامات
بعد ۶۹۱ھ	ابن المعلم محمد بن ابی القاسم بن عبد اللہ جبائی سکسی	۱۲	شرح مقامات
۵۵۹۰	شیخ ابوالخیر سلامہ بن عبد الباقی بن سلامہ القریر نحوی	۱۳	=====
۵۶۰۰	صفی الدین بن عبد الکریم بن حسن بغوی بعلبکی	۱۴	=====
۵۶۲۹	موفق الدین عبد اللطیف بن یوسف بغدادی	۱۵	=====
-	شیخ قاسم بن القاسم واسطی	۱۶	=====
۵۶۱۶	الحریریتہ..... ابوالبقاع عبد اللہ بن حسن عکبری	۱۷	شرح ما غمض من الالفاظ اللغویہ من المقامات
۵۵۷۷	ابو البرکات عبد الرحمن بن عبید اللہ انباری	۱۸	شرح مقامات
۵۵۸۴	امام ابوالفتح ناصر بن عبد الرحمن بن مسعود مسعودی مطرزی	۱۹	الافصاح
۵۵۸۴	ابو سعید محمد بن عبد الرحمن بن مسعود بندھی	۲۰	معانی المقامات فی معانی المحکمات
۵۶۱۹	شیخ ابوالعباس احمد بن عبد المومن قیسی، شریثی	۲۱	شرح مقامات
۵۷۱۰	شیخ نجم الدین سلمان بن عبد القوی طوفی، حنبلی	۲۲	=====
۵۷۸۸	شیخ فخر الدین احمد بن محمد بن محمد معروف بابن الصاحب	۲۳	=====
بعد ۵۴۰ھ	شیخ یوسف بن محیی تاؤلی	۲۴	نہایتہ المقامات فی درایتہ المقامات
-	شیخ ابوالعباس احمد بن مظفر رازی	۲۵	شرح مقامات
-	شیخ شہاب الدین احمد بن محمد حجازی	۲۶	=====
-	شیخ ابو المعالی مظفر بن سعد الدین محمد بن زین الدین مظفر	۲۷	غرر المعانی
۵۶۷۴	شیخ تاج الدین علی بن انجبین الساعی البغدادی	۲۸	شرح مقامات (۲۰ جلد)
-	شیخ ابوالنجا نجم الدین عبد الغفار بن ابراہیم بن اسماعیل	۲۹	=====
-	شیخ مہذب الدین ابوالحسن علی بن الحسن بن غمستر ثابت خلوتی	۳۰	النکت البفہصات فی شرح المقامات
۱۰۹۵ھ	تاج العلما مولوی نجف علی بن عظیم الدین جہجری	۳۱	شرح مقامات
-	ہارون سلو ستری دی ساسی	۳۲	شرح المختار
-	-	۳۳	حل اللغات
-	حافظ نبی احمد خاں شادرامپوری	۳۴	انموذج بینظیری (اردو)
-	مولوی ظہور الدین عیش قسطنطنیہ	۳۵	افادات =
-	مولانا محمد افتخار علی صاحب لہ	۳۶۲	افاصات =

(۵۵) صاحب نفحۃ الیمن

تعارف..... شیخ احمد عرب بن محمد بن علی بن ابراہیم انصاری یمنی شروانی یمن میں مقام حدیدہ شہر زبید کے باشندے تھے اس لئے یمنی کہلاتے ہیں تیرہویں صدی کے مشہور ادیب اور صاحب ذوق شخص تھے نظم و نثر دونوں پر پوری قدرت رکھتے تھے

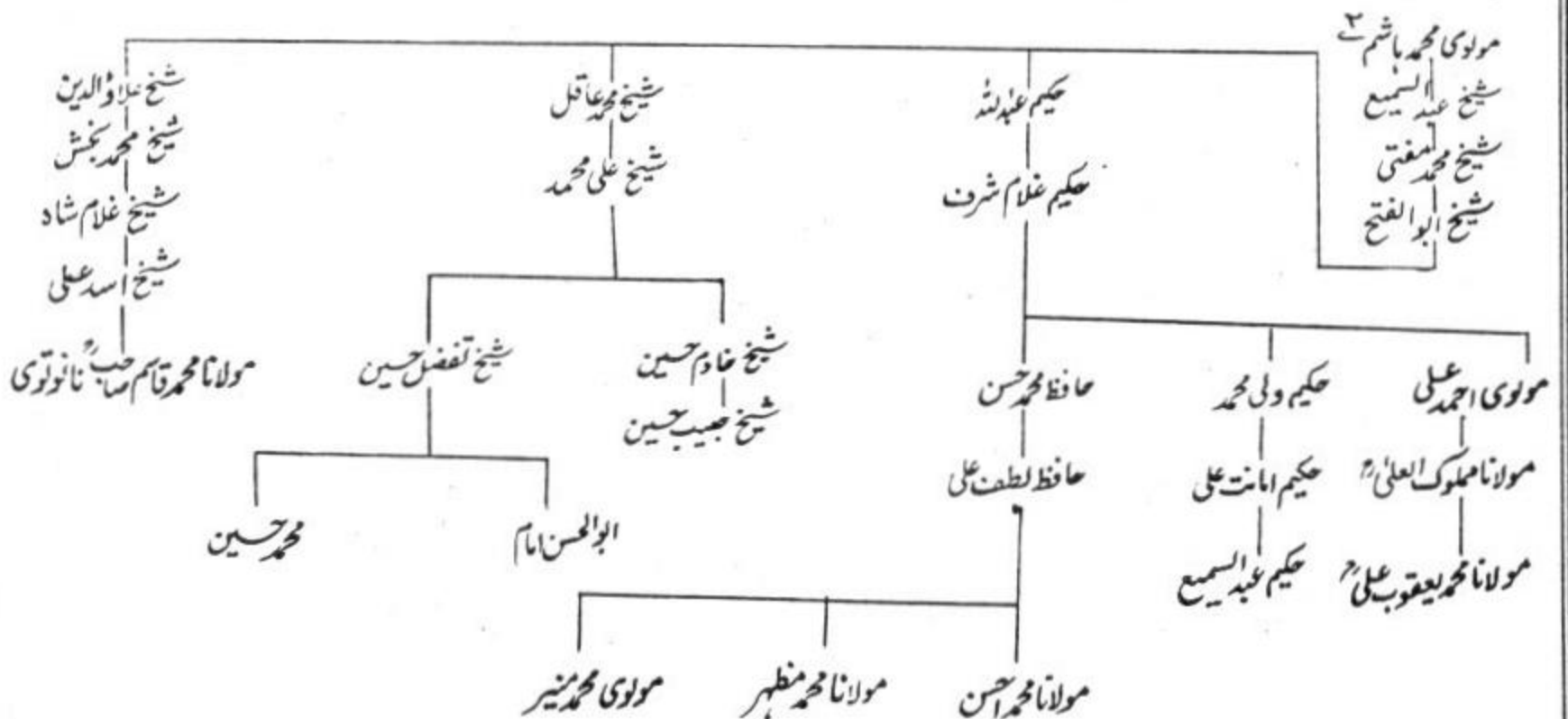
لہ ثلاث شروع علی المقامات لہ از مفتاح السعادة، ابن خلکان، کشف الظنون، دائرة المعارف، غلامان اسلام حریری اور مقامات ۱۲

برجستہ اشعار کہنے میں مہارت نامہ حاصل تھی چنانچہ مشہور شاعر اقبلی کے ساتھ آپ کے مراسلات و مناظرات شہر بردو میں بکثرت ہوتے رہے ہیں بارہویں صدی ہجری کے اواخر یا تیرہویں صدی کے آغاز میں ہندوستان آئے اور بڑے بڑے شہروں کی سیاحت کی اکثر کلکتہ میں مقیم رہے علامہ فضل حق خیر آبادی کے معاصر ہیں موصوف نے ایک اہم حادثہ کے سلسلہ میں آپ سے مراسلات بھی کی ہے۔ مولوی ابوحد الدین بلکرامی صاحب ”نفائس اللغات“ آپ کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں۔ تحقیق شروان..... شروانی خاندان تاریخی لحاظ سے ایک ممتاز مقام رکھتا ہے تحصیل کا سنگج ضلع ایڈ اور تحصیل اترولی ضلع علی گڑھ میں یہ خاندان زیادہ تر آباد ہے ان دیہات سے مشرقی سمت پر قصبہ سہاور ضلع ایڈ تقریباً ۲۰ میل اور ریاست بوڈھانی ضلع علی گڑھ بھی جانب مغرب اتنی ہی مسافت پر ہے اس چالیس میل کے رقبہ میں یہ شروانی خاندان آباد ہے اسی لئے اسے خطہ افغانستان بھی کہہ دیا جاتا ہے یہ خاندان ہندوستان میں کب سے آباد ہے اس کی صحیح تاریخ تو ملنا مشکل ہے البتہ لودھی سلاطین کے زمانہ میں اس کا تذکرہ ملتا ہے بہلول لودھی ۸۵۵ھ میں بادشاہ بنا ۸۸۳ھ میں وفات پائی۔ عمر خاں شروانی اس کے زمانہ میں باقتدار تھے بہلول کے بعد سکندر لودھی کو تخت سلطنت پر عمر خاں شروانی ہی نے بٹھایا تھا اور پھر اس کے وزیر بھی ہوئے ان کے علاوہ اعظم خاں، بابو خاں، ابراہیم خاں، جبار خاں، بہیت خاں، احمد خاں اور سعید خاں شروانیوں کا بھی تاریخ فرشتہ وغیرہ میں ذکر موجود ہے۔

وفات..... صاحب مجسم نے لکھا ہے کہ ہمیں آپ کی تاریخ وفات کا علم نہ ہو سکا البتہ اتنا لکھا ہے کہ آپ تیرہویں صدی کے عالم اور ادیب گذرے ہیں۔ زر کلی نے الاعلام میں ۱۳۵۳ھ لکھی ہے۔ تصانیف..... فقہیہ الیمن فیما یزول بذکرہ الشجن، متی لمزڈن صدر المدر سین کلکتہ کی خاطر اور ”مناقب حیدریہ، غازی الدین حیدر فرماں روئے لکھنؤ کی خاطر تصنیف کی ان کے علاوہ ”اخوان الصفا“ الجواہر الوقادی شرح بانٹ سعاد ”حدیقۃ الافراح الازالۃ الاتراح، شمس الاقبال فی مناقب ملک بھوپال اور انشاء عجب العجاب فیما یغنیہ الکتاب“ کی تصانیف ہیں۔ ۱۔

(۵.۶) صاحب مفید الطالبین

نام و نسب اور سکونت..... آپ کا نام محمد احسن ہے لور والد کا نام لطف علی اور دادا کا نام محمد حسن ہے شجرہ نسب یوں ہے۔



۱۔ از تذکرہ علماء ہند و باغی ہندوستان وغیرہ ۱۲۔

۲۔ مولوی محمد ہاشم سے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تک مکمل سلسلہ مکتوبات مولانا محمد یعقوب میں درج ہے ۱۲

وطن عزیز قصبہ نانوتہ کی مردم خیز پاک سرزمین ہے جہاں مولانا مملوک العلی مولانا محمد قاسم اور مولانا محمد یعقوب علی وغیرہ آسمان شریعت و طریقت کی وہ نامور ہستیاں گزری ہیں جن کے نام بر صغیر کی اسلامی تاریخ میں بقائے دوام کا درجہ رکھتے ہیں۔ خاندان..... سکندر لودی کے عہد میں خلیفہ اول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اولاد میں ایک بزرگ قاضی مظہر الدین دہلی آئے اور جہاں آباد کے قاضی مقرر ہوئے ان کے بیٹے میراں بڑھے نہایت جری اور بہادر تھے۔ انھوں نے نانوتہ کے قرب وجوار کے سرکش راجپوتوں کو سلطنت دہلی کا مطیع و منقاد بنایا جس کے صلہ میں قاضی میراں بڑھے علاوہ املاک و جاگیر عہدہ قضا پر سرفراز ہوئے دور شاہجہانی میں ان ہی قاضی میراں بڑھے کی اولاد میں ایک بزرگ مولوی محمد ہاشم ہوئے جو دربار شاہی میں مقرب تھے ان کو بھی چند دیہات جاگیر میں ملے تھے نانوتہ میں مولوی محمد ہاشم کی اولاد خوب پھولی پھیلی، مولانا محمد احسن انہی کی اولاد میں ہیں۔

تاریخ پیدائش..... صحیح طور پر معلوم نہیں ہو سکی، البتہ ارواح ثلاثہ میں مولانا کے بڑے بھائی محمد مظہر کے سلسلہ میں ایک روایت ہے کہ ”مولوی محمد مظہر نانوتوی، مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی محمد قاسم نانوتوی“ دونوں سے بڑے تھے۔ مولانا محمد قاسم صاحب کا سال پیدائش ۱۲۳۸ھ اور مولانا رشید احمد گنگوہی کا سال پیدائش ۱۲۴۲ھ ہے مولوی محمد مظہر کا سال پیدائش ۱۲۲۷ھ ہے کیونکہ محمد مظہر تاریخی نام ہے اور خاندانی روایت کے مطابق مولانا محمد احسن مولوی محمد مظہر سے تین چار سال چھوٹے تھے اس طرح مولانا محمد احسن کا سال پیدائش تقریباً ۱۲۴۱ھ ہوتا ہے۔

تحصیل علوم..... جس طرح مولانا کے سال پیدائش کے سلسلہ میں معلومات محدود ہیں اسی طرح تعلیم و تدریس کے باب میں بھی ہماری معلومات تشنہ ہیں مولانا کے خاندان میں علم و فضل کا چرچا تھا آپ کے دادا اور والد ماجد حافظ قرآن تھے مولانا کی ابتدائی تعلیم گھر ہی پر ہوئی اور اپنے والد حافظ لطف علی سے حفظ قرآن فرمایا پھر اپنے والد کے حقیقی چچا زاد بھائی استاذ العلماء مولانا مملوک العلی کے پاس دہلی پہنچے جو اس وقت دارالحکومت دہلی میں مجلس علوم و معارف کے صدر نشین تھے اور دہلی کالج میں تعلیم پائی نیز اس وقت کے ممتاز علماء مولانا احمد علی محدث سہارنپوری اور مولوی سبحان بخش شکارپوری وغیرہ سے بھی علم حاصل کیا علم حدیث کی تکمیل و تحصیل حضرت شاہ عبدالغنی مجددی متوفی ۱۲۹۶ھ سے کی جو شاہ محمد اسحاق دہلوی کے شاگرد اور نقشبندی سلسلہ کے مشہور شیخ اور خانقاہ حضرت مرزا مظہر جان جاناں کے مسند نشین تھے، یہ تمام حضرات حکیم الامتہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے خاندان کے فیض یافتہ تھے اور ان حضرات کا مسلک بھی وہی تھا۔

فضل و کمال اور علو مقام..... مولانا محمد احسن جامع فضائل و کمالات تھے آپ نے علوم متداولہ کی باقاعدہ تحصیل کی تھی تصنیف و تالیف سے ان کو خاص شغف تھا نیز آپ نے انگریزی زبان کا بھی باقاعدہ تحصیل کی تھی، آپ کی قلمی بیاض میں اکثر یادداشتیں انگریزی میں تحریر ہیں سرسید احمد خاں بہادر کی تحریک پر گاؤ فری ہیگنس کی کتاب کا ترجمہ حمایت الاسلام کے نام سے آپ ہی نے کیا تھا، مولانا کے تراجم کے متعلق مولف مظہر العلماء تحریر فرماتے ہیں۔

”مولوی محمد احسن نانوتوی، فرید العصر، وحید الدہر، مترجم لاثانی، یگانہ روزگار، مشہور ہر دیار و امصار، ایک دفتر عظیم کتب دینیات عربیہ کا ترجمہ نہایت دلچسپ پیرایہ میں تا قیام قیامت آپ سے یادگار ہے گا۔“

تعارف احسن بزبان حسین..... مولوی محمد حسین مراد آبادی اپنی کتاب ”انوار العارفین“ میں تحریر فرماتے ہیں کہ مولوی محمد احسن حافظ قرآن و واعظ خوش بیان، عالم فروع و اصول، دانندہ براہین و دلائل معقول، مدرس علم معانی و کلام و درس کنندہ بفصاحت و بلاغت تام، مفسر کلام اللہ و محدث حدیث رسول اللہ، و جامع جمیع علوم، مترجم احیاء العلوم و متصف باخلاق حسنہ مستند۔“

قیام بنارس..... دہلی کالج سے عربی کی تکمیل کے بعد آپ ۱۲۶۳ھ میں بنارس کالج میں فارسی کے مدرس اول مقرر

ہوئے آپ کی تصنیف ”تحفۃ المحصنین“ کے آغاز کی عبارت ”جب کارکنان تقدیر نے روزی اس بے سروپا کی شہر بنائے میں لکھ دی اھ“ سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ تحصیل علم کے بعد بنارس ہی سے مولانا کی ملازمت کا آغاز ہوا۔ ورنہ یہ الفاظ ہوتے بلکہ تبادلہ وغیرہ کا ذکر ہوتا، آپ کے اس چار پانچ سالہ قیام بنارس میں بنارس کالج کے طلباء نے تعلیمی فائدے حاصل کئے، مسلمانان بنارس نے مولانا سے مذہبی و دینی خدمات لیں اور آپ نے یہاں احباب کا ایک حلقہ قائم کر لیا تھا۔

مسن احیاء سنتی فکانما احیائی..... حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے برصغیر پاک و ہند میں تجدید و احیاء دین اور کتاب و سنت کی جو خدمات انجام دی ہیں وہ دینی تاریخ کا ایک اہم باب ہیں اس سلسلہ میں اس خاندان کے کارنامے بڑے روشن اور تابناک ہیں، برصغیر میں یہاں کے غیر اسلامی معاشرہ کے اثر سے نکاح بیوگان کو معیوب خیال کیا جاتا تھا حضرت سید احمد شہید اور مولانا محمد اسماعیل شہید کی مساعی جمیلہ سے نکاح بیوگان کا خوب شیوع ہوا مولانا مملوک العلّی نانوتوی نے باوجود خاندان کی مخالفت کے احیاء سنت کے خیال سے پہلا نکاح قصبہ منگلور (ضلع سہارنپور) کے کاظمی سادات کے ممتاز و معزز رکن قاضی سید فدا حسین کی بیٹی ”اصالت النساء“ سے کیا تھا۔

مولانا محمد احسن صاحب بنارس میں مقیم تھے کہ ان کے حلقہ احباب میں سے ایک شخص مسمی غلام محمد کا انتقال ہوا انھوں نے ایک جوان بیوہ، ایک لڑکی زینب اور ایک شیر خوار بچہ اپنی یادگار چھوڑے یہ نیک اور پاکباز بیوہ خاتون برادری اور خاندان کے جھوٹے رسم و رواج کے مطابق نکاح ثانی نہیں کر سکتی تھی حالانکہ شریعت اسلامیہ کی طرف سے صریح اجازت تھی اس بیوہ خاتون کا مولانا کے یہاں آمد و رفت کا سلسلہ تھا لیکن مولانا محمد احسن جیسے عالم دین تلمیذ مولانا مملوک العلّی اور فیض یافتہ خاندان شاہ ولی اللہ دہلوی کو یہ آمد و رفت کس طرح گوارا ہو سکتی تھی اس میں ہزار دینی و دنیوی مقاصد و خطرات پوشیدہ تھے مولانا نے ان ارکانِ ثلاثہ کی دستگیری کی اور شریعت کے حکم کے مطابق بیوہ غلام محمد بنارسی کے ساتھ نکاح کر لیا اور شرعی طور سے ان کے کفیل دوسرے پرست بن گئے اس شیر بچے کا نام مولانا نے ”عبدالاحد“ رکھا یہ کون عبد الاحد ہے یہی مطہر مجتہبائی دہلی کے مالک ہیں جو بڑی حیثیت اور شہرت کے مالک ہوئے۔

بریلی کالج سے تعلق..... ۱۸۳۷ء میں بریلی میں ایک اسکول کا قیام ہوا ۱۸۴۱ء میں اسکول کی عمارت کی تعمیر شروع ہو گئی جو ۱۸۴۳ء میں اتمام کو پہنچی اس وقت کلارک کلکٹر بریلی تھے اس اسکول کو خوب ترقی ہوئی اور بریلی کی یہ درس گاہ اور میرٹھ اسکول دہلی کالج کی شاخ قرار پائے ۱۸۵۰ء میں بریلی کا یہ اسکول کالج بنادیا گیا، مولانا محمد احسن صاحب بنارس سے جمادی الاول ۱۲۶۷ھ مطابق مارچ ۱۸۵۱ء میں تبدیل ہو کر بریلی پہنچے اور فارسی شعبہ کے صدر مقرر ہوئے اور جب عربی کا اجراء ہوا تو دونوں شعبوں کی صدارت آپ ہی کو تفویض ہو گئی جیسا کہ احسن القواعد کی تقریظ سے معلوم ہوتا ہے مولانا کالج کے طلبہ کی تعلیم کا خاص خیال رکھتے تھے آپ کی قلمی بیاض میں چند تلامذہ نجف علی، فضل رسول، کرامت حسین، کالی چرن، چھوٹے لال، سوہن لال، بھوانی پرشاد، اجودہ ہیا پرشاد، کشن پرشاد، بخٹوار سنگھ اور کیدار ناتھ وغیرہ کے نام ملتے ہیں۔

قیام بریلی اور انقلاب ۱۸۵۷ء..... بنارس سے بریلی تشریف لانے کے بعد آپ نے مستقل قیام کیلئے بریلی ہی منتخب کر لی اور جب ۱۸۵۷ء کا انقلاب انگیز طوفان آیا تو آپ نے اپنے بھائیوں اور دوسرے بزرگوں اور ساتھیوں کے خلاف اس انقلابی طوفان کے سامنے سینہ تان لیا، ابھی یہ سیلاب بریلی میں داخل نہیں ہوا تھا کہ آپ نے وعظ تقریر کے ذریعہ مسلمانوں کو شرکت سے روکنے کی کوشش کی چنانچہ ۲۲ مئی کو نماز جمعہ کے بعد آپ نے بریلی کی مسجد نو محلہ میں ایک تقریر کی جس میں بتایا کہ حکومت سے بغاوت کرنا خلاف قانون ہے لیکن زمانہ کی رو کے مقابلہ میں سینہ سپر ہو جانا قطعاً غلط تھا چنانچہ تمام مسلمان آپ کے خلاف ہو گئے اور عوام کی یورش یہاں تک بڑھی کہ اگر کو تو ال شر شیخ بدر الدین کی فہمائش پر آپ بریلی نہ چھوڑتے تو ان کی جان کو بھی خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ ۲۲ مئی ۱۸۵۷ء کو مولانا نے بریلی چھوڑ دی اور بریلی سے

آنولہ آئے یہاں حکیم سعادت علی خاں رئیس اعظم آنولہ و مدار الہام ریاست رامپور کے صاحبزادے مولانا بیت علی صاحب کے پاس ٹھہرے اور پھر وہاں سے رامپور (افغانان) ہو کر نانوتہ پہنچے۔

بریلی کو واپسی..... جب ۱۸۵۷ء کا انقلاب پایا ہو گیا تو آپ آخر ذی قعدہ ۱۲۷۴ھ میں دوبارہ بریلی پہنچ گئے جیسے آپ کی قلمی بیاض سے معلوم ہوتا ہے کہ یکم ذی الحجہ ۱۲۷۴ھ مطابق ۱۳ جولائی ۱۸۵۸ء بروز سہ شنبہ انہوں نے بریلی میں مکان کرایہ پر لیا اور دوبارہ ملازمت کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

مطبوع صدیقی بریلی..... انگریزی حکومت کے قیام اور مغربی علوم و فنون کی اشاعت کے ساتھ بر صغیر پاک و ہند میں پریس بھی قائم ہوئے اور جلد ہی ملک میں پریسوں کا ایک جمال پھیل گیا بریلی (روہل کھنڈ) میں سب سے پہلا مطبع ۱۸۴۷ء میں قائم ہوا یہ مطبع بریلی کالج سے متعلق تھا گویا یہ گورنمنٹ پریس تھا مراد آباد اور بدایوں کا سرکاری کام بھی اسی مطبع میں ہوتا تھا انقلاب ۱۸۵۷ء کے بعد مولانا نے بریلی میں ”مطبوع صدیقی“ قائم کیا اس مطبع کا صحیح سال قیام تو معلوم نہ ہو سکا مگر مولانا کی قلمی، بیاض سے ایسا اندازہ ہوتا ہے کہ اس کا قیام ستمبر ۱۸۶۲ء سے قبل ہوا تھا، یہ مطبع مولانا اور آپ کے بھائی مولوی محمد منیر کی شرکت میں تھا مطبع کے مستم مولوی محمد منیر تھے مولانا کا قیام خواجہ قطب (بریلی) میں تھا اور اسی محلہ میں مطبع صدیقی تھا مطبع میں دودستی مشینیں تھیں جس مکان میں مطبع تھا وہ ایک مدت تک ”چھاپہ خانہ والا مکان“ مشہور رہا ہے، اس مطبع میں مستقل کاتب غشی مٹھو لال بریلوی تھے انہوں نے ازالتہ الخفاء وغیرہ کی کتابت کی ہے مولانا کے اس مطبع کا مقصد صرف تجارت کتب نہ تھا بلکہ دراصل یہ ”ولی اللہ ہی اکیڈمی“ تھی اس مطبع سے ولی الہی حکمت و فلسفہ کی خوب نشر و اشاعت ہوئی حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی اکثر معرکتہ الابار تصنیفات حجتہ اللہ البالغہ اور ازالتہ الخفاء وغیرہ سب سے پہلے ۱۲۸۶ھ میں اسی مطبع سے شائع ہوئیں۔

احسن الاخبار بریلی..... مطبع صدیقی بریلی سے ایک ہفتہ وار اخبار ”احسن الاخبار“ کے نام سے ۱۷ ستمبر ۱۸۶۲ء سے نکلتا شروع ہوا اس اخبار کے مالک مدیر مولوی محمد احسن تھے اور اس کا دفتر درزی چوک بریلی میں تھا یہ اخبار بالعموم جمعہ کو شائع ہوتا تھا سالانہ چندہ سات روپے دس آنے تھا۔

حج بیت اللہ..... ۱۵ دسمبر ۱۸۶۶ء کو بریلی سے حج لیتے روانہ ہوئے پانچ مہینے اس مقدس سفر میں لگے چنانچہ قلمی بیاض میں ایک جگہ تحریر ہے تاریخ ۱۵ دسمبر (۱۸۶۶ء) سفر حج افتاد و شہادہ اور آمد رفت صرف شد آنچہ کہ بود دریں مدت صرف گروید۔“ فریضہ حج ادا کرنے کے بعد مدینہ منورہ میں روضہ نبی اکرم ﷺ پر حاضری دی، صاحب انوار العارفین سفر حج کے متعلق لکھتے ہیں ”ایشاں در سن یک ہزار دو صد و ہشتاد و سوم برادر آستانہ بیت اللہ الحرام احرام بستہ سجدہ کردند و پیشانی سودند و از شوق و ذوق طواف نمودہ و عمرہ آوردہ و از غلبہ شوق۔ لبیک گویاں بوادی عرفات دویدند و حج ادا کردند پس ازاں بمدینہ منورہ حاضر شدہ بردہ لیز باب السلام سید خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام بوسہ داند و بہ نیاز تمام آداب و سلام آوردند و بمصداق حدیث شریف ”من زار قبری و جب لہ شفاعتی بزینات سید کائنات علیہ الصلوٰۃ و التحیات سعادت اندوز گشتند و در مسجد قدس نماز یا جماعت ادا کردند۔“

مدرسہ مصباح الہندیہ بریلی..... بریلی میں مختلف علماء کرام انفرادی طور پر مذہبی تعلیم دیتے تھے جن میں مولوی ہدایت علی فاروقی، مولوی لائق علی، مولوی یعقوب علی اور مولانا محمد احسن وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں، مولوی ہدایت علی نے بریلی میں مدرسہ شریعت کے نام سے ایک مدرسہ قائم کیا تھا جس میں وہ درس دیتے تھے، اکبر حسین کمبوہ کی بیوی نے بھی ایک مدرسہ قائم کیا تھا اور وہ تھا اس مدرسہ کی کفیل تھیں، اس مدرسہ میں مولانا یعقوب علی نے بھی کچھ مدت تک درس دیا جو شہر کہنہ بریلی کے رئیس عالم فاضل اور فقیہ تھے۔

ان مدارس کے باوجود مسلمانوں کی کوئی مرکزی درس گاہ نہ تھی اس لئے مولانا محمد احسن نے بریلی کے اکابر و عمائد

۱۔ مولانا ملک ظفر الدین ہماری نے حیات اعلیٰ حضرت جلد اول صفحہ ۲۱۱ میں مدرسہ مصباح الہندیہ بریلی کا بانی مولوی احمد رضا خان بریلوی کے لد مولوی نقی علی خاں کو لکھا ہے جو صحیح نہیں ہے تفصیل ”سنبیہ الجہال“ میں موجود ہے۔ ۱۲

کے مشورہ اور معاونت سے ایک مدرسہ باسم تاریخی ”مصباح التہذیب“ ۱۲۹۸ھ میں قائم کیا، باشندگان شہر کھنہ بریلی نے اس مدرسہ کے قیام میں خاص طور سے حصہ لیا، اس مدرسہ کے پہلے مہتمم مرزا غلام قادر بیگ تھے اور مولوی سخاوت حسین سید کلب علی شاہ، مولوی شجاعت علی، حافظ احمد حسین اور مولوی حافظ حبیب الحسن درس دیتے تھے، مگر جلد ہی بعض مسائل میں اختلاف کی وجہ سے اس مدرسہ کی مخالفت شروع ہو گئی اور مولوی نقی علی خاں کے گروپ نے اس مدرسہ کے جواب میں ایک دوسری درس گاہ ”مدرسہ اہل سنت“ قائم کیا اور مولانا محمد احسن کے خلاف ایک طوفان کھڑا کر دیا۔

دور مخالفت..... مولانا محمد احسن بریلی میں علوم اسلامی کی گر انقدر خدمات انجام دے رہے تھے، بریلی کالج کے علاوہ طلباء کو گھر پر بھی درس دیتے تھے، تصنیف و تالیف کا سلسلہ قائم تھا مدرسہ مصباح التہذیب کے ذریعہ اسلامی علوم و فنون کی تعلیم جاری تھی، آپ کی یہ مذہبی و علمی خدمات بعض مسائل میں اختلاف کی وجہ سے بعض علماء کو ناگوار ہوئیں جن میں مولوی نقی علی خاں بریلوی خاص طور سے قابل ذکر ہیں، صورت یہ ہوئی کہ ۱۲۸۸ھ میں شیخوپور ضلع بدایوں میں مسئلہ امرکان و امتناع نظیر پر مولوی عبدالقادر بدایونی اور امیر احمد سہسوانی کے درمیان ایک مناظرہ منعقد ہوا سہسوانی نے ہر دو فریق کے مفصل حالات و تحریرات پر مشتمل ایک کتاب ”مناظرہ احمدیہ“ کے نام سے طبع کرا دی تحریرات مناظرہ میں اثر ابن عباس رضی اللہ عنہ ان اللہ خلق سبع ارضین فی کل ارض آدم کاد مکم ونوح کنو حکماہ بھی زیر بحث آیا، سہسوانی نے آخر کتاب میں ایک جملہ یہ بھی لکھ دیا ”مولوی محمد احسن صدیقی نانوتوی“

بھی اسی (صحت اثر ابن عباس رضی اللہ عنہ) کے معتقد ہیں اور اسی مضمون پر ان کی مہر ثبت ہے اور اسی کے اور علمادین قائل اور معتقد ہیں، سہسوانی کے نقل کردہ اقتباس پر مولانا محمد احسن کی تکفیر کی گئی جب ۱۲۹۰ھ میں مدرسہ مصباح التہذیب ختم ہو گیا جانبین سے رسالے لکھے گئے علمائے بریلی اور بدایوں نے مولانا محمد احسن کی بڑی شد و مد سے مخالفت کی بریلی میں اس محاذ کی قیادت مولوی نقی علی خاں کر رہے تھے اور بدایوں میں مولوی عبدالقادر بن فضل رسول بدایونی سرخیل جماعت تھے، یہی بریلی اور دیوبند کی مخالفت کا نقطہ آغاز تھا جو بعد کو ایک بڑی وسیع خلیج کی شکل اختیار کر گیا۔

ترک سکونت بریلی..... مولانا نے بریلی کالج سے کب پنشن حاصل کی اور کب بریلی چھوڑی اس کے متعلق کوئی صحیح تاریخ نہیں ملتی شاہجہان پوری میں پہلا میلہ خدا شناسی ۷ مئی ۱۸۷۶ء کو منعقد ہوا تھا اس میں مولانا محمد احسن اور مولوی محمد منیر ہی کی تحریک پر مولانا محمد قاسم نانوتوی بلائے گئے اور واپسی میں حضرت نانوتوی مولانا محمد احسن ہی کے یہاں مقیم ہوئے حضرت نانوتوی نے مولانا محمد ابوالمنصور دہلوی کو جو ایک خط مورخہ ۳۰ محرم ۱۲۹۳ھ مطابق ۱۴ فروری ۱۸۷۷ء میں لکھا تھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۴ فروری ۱۸۷۷ء تک مولوی محمد منیر اور مولانا محمد احسن بریلی میں تھے ۱۸۷۷ء میں بریلی کالج ناقابل برداشت مصارف کی وجہ سے بند کر دیا گیا پس ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ۱۸۷۷ء کے تعلیمی سال کے اختتام کے بعد مولانا نے بریلی چھوڑی ہوگی اس کے بعد بھی مولانا کبھی بریلی آتے رہے۔

قیام نانوتہ..... مولانا محمد احسن نے بریلی سے آکر نانوتہ قیام کیا آپ کے ہمراہ آپ کے بھائی محمد منیر بھی نانوتہ آگئے یہاں بھی اصلاح و تبلیغ اور تصنیف و تالیف کا کام شروع ہو گیا، مولانا کے مکان کی عمارت بہت وسیع تھی یہ مکان ”بگلہ والی حویلی“ کے نام سے مشہور تھا، اس مکان کے دروازہ کے بیضوی گذر میں صبح کو درس حدیث ہوتا تھا باقی اوقات میں مولانا تصنیف و تالیف کا کام کرتے تھے اسی زمانہ میں حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے مشہور رسائل انصاف اور عقد الجید کا ترجمہ کشف اور سلک مروراید کے نام سے کیا، حصن حصین کے ترجمہ کو درست اور با محاورہ بنایا، قرۃ العینین فی تفہیل السخین فتاویٰ عزیزی اور جواہر القرآن کی ترتیب و تصحیح کی مولانا اپنے محلہ کی مسجد (نانوتہ) کے مہتمم تھے اس کی مرمت و درستی وہی کراتے تھے عید گاہ نانوتہ کا انتظام بھی مولانا ہی کے سپرد تھا۔

احسن المدارس نانوتہ..... مولانا نے جب نانوتہ میں قیام کیا تو یہاں بھی ایک مدرسہ قائم کیا جو مولانا ہی کے نام ”احسن المدارس“ سے موسوم ہوا مدتوں یہ مدرسہ جاری رہا ریاست بھوپال سے اس کو امداد ملتی تھی، یہ امداد منشی جمال الدین مدار الہام کی معارف پروری اور مولانا کے تعلقات کے نتیجے میں ہوئی ۱۹۳۷ء تک یہ مدرسہ قائم رہا، جب ۱۹۳۷ء میں صوبہ یوپی میں پہلی مرتبہ کانگریسی وزارتیں قائم ہوئیں تو حکیم محمد احمد نانوتوی ولد ملا محمد اسماعیل کی بدولت یہ مدرسہ ختم ہو گیا اور ایک دوسرا مدرسہ ”امدادیہ پرائمری اسکول نانوتہ“ قائم کیا گیا جس کیلئے کانگریسی حکومت سے امداد حاصل کی گئی۔ بیعت و خلافت..... مولانا علوم ظاہری کے ساتھ علم باطن کا بھی ذوق رکھتے تھے اور کسی صاحب نظر شیخ کے متلاشی تھے چنانچہ اس زمانہ کے دو تین ممتاز اہل طریقت کی طرف آپ کا خیال گیا بالاخر اپنے استاد علوم ظاہری، حضرت شاہ عبدالغنی مجددی نقشبندی کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ بیعت کا شرف بخشا جائے شاہ عبدالغنی صاحب مولانا کے علم و فضل سے خوب واقف تھے آپ نے فرمایا کہ جماعت درویشاں میں دعوی علم و فضل کی گنجائش نہیں یہاں تو ”انا“ کو مٹا کر بقا کی منزل ملتی ہے مولانا عقیدت و ارادت کے ساتھ خدمت شیخ میں حاضر ہوئے تھے لہذا شاہ عبدالغنی ”کے دست حق پرست پر نقشبندی سلسلہ میں بیعت ہو گئے۔

جب مولانا ۱۲۸۳ھ میں حج بیت اللہ کو گئے تو اپنے شیخ طریقت حضرت شاہ عبدالغنی کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے اس موقع پر مولانا شرف اجازت و خلافت سے بھی سرفراز ہوئے صاحب انوار الاعرافین لکھتے ہیں ”در صحبت شیخ خود از کیفیت نسبت لطیف اثر بلیغ برداشتند و اجازت یافتند و نازاں گردیدند۔“

جب ۱۲۸۷ھ میں مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی نے حج بیت اللہ کو جانے کا ارادہ کیا تو آپ نے اپنے مرید منشی محمد قاسم نیاگری (اجمیری) کی اصلاح و تربیت کیلئے مولانا محمد احسن ہی کو تجویز کیا مولانا محمد احسن مرید بہت کم کرتے تھے آپ کے صاحبزادے منشی محمد اسماعیل کی اہلیہ نے ایک مرتبہ مولانا سے کہا کہ ”مولوی صاحب! آپ بھی تو عالم اور بزرگ ہیں جس طرح مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کے مرید کثرت سے ہیں آپ بھی لوگوں کو مرید کیجئے گھر بیٹھے آمدنی ہوگی۔“ مولانا نے ہنس کر جواب دیا بی صاحبہ! مولانا رشید احمد صاحب کا کیا ذکر ہے وہ تو بادشاہی احدی ہیں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ محنت کر کے کھاؤ، اسی لئے ملازمت کرتا ہوں۔“

ذکر و شغل اور یاد الہی..... مولانا کے ذکر و اذکار کا یہ عالم تھا کہ کسی وقت یاد الہی سے غافل نہ ہوتے تھے جب عشاء کی نماز کے بعد لیٹ جاتے تو گھر کے لوگ سمجھتے کہ مولانا سو رہے ہیں مگر مولانا ذکر الہی میں مشغول ہوتے تھے اور سینہ معارف گنجینہ ہلتا ہوا معلوم ہوتا تھا آپ اکثر شب بیداری کرتے تھے۔

ذوق شعر و شاعری..... مولانا کو شعر و شاعری کا بھی ذوق تھا احسن تخلص فرماتے تھے آپ کی تصنیفات میں اکثر قطعات تاریخ اپنے لکھے ہوئے ہیں رسالہ عروض میں مثالوں میں بعض جگہ خود مولانا کے اشعار میں ”اغاثۃ الہقان“ اور احیاء العلوم کے ترجمہ میں اشعار کا ترجمہ اشعار میں کیا ہے چند اشعار بطور نمونہ درج ذیل ہیں۔

تم نے بات نہ میری مانی	کس کام آئی یہ نادانی
غرض کیا کہوں کیا ہے میرا سوال	کہ ظاہر ہے دل پہ ترے سب کا حال
الہی کروں کس سے جالتجا	عنایت نہ ہو تجھ سے گرد عا
کہتی ہے گل سے یوں صبا کیوں شدہ بیجا کیا	اس کے عوض میں چاک ہے تیری قبا کا پیر ہن
ہر چند ظاہر تھیں تری سب خلق میں بے باکیاں	لیکن نہ تھیں مجھ سے کبھی اس طور کی چالاکیاں
ہے برا تو ہی اگر تکتا ہے تو سب کی خطائیں	تو ہی اچھا ہے تری نظروں میں گر خوب سب آئیں

غم کے عالم میں پڑا رہتا ہوں
اس غم میں یاں نہیں جو کوئی مونس
جو کچھ گزرے اسے سدا سہتا ہوں
دل ہی دل میں خدا خدا کرتا ہوں
دن رات رہے ذکر و عبادت کا خیال
کھانے کیلئے گرنہ ہو مال حلال
کچھ فائدہ نہ ہوا حسن اس محنت سے
احسن غفلت میں کئے ہیں دن رات
کھوتا ہے خرافات میں کیوں عمر عزیز
فلعبہ مولا ک فی جمیع الاوقات

فن تاریخ گوئی..... میں بھی مولانا بہت مہارت رکھتے تھے آپ نے اپنی تصنیفات نیز اکثر مطبوعات مطبع صدیقی بریلی پر قطعات تاریخ خود لکھے ہیں، اس کے سوا ایک خاص بات یہ ہے کہ مولانا مطبوعات مطبع صدیقی کی لوح کی عنوان سطر ایسی عبارت سے ترتیب دیتے تھے جس سے سنہ طباعت نکلتا تھا یہ بڑے کمال کی بات تھی، ازالتہ الحفاء کی سطر لوح عنوان ”اللہ لطیف بعبادہ یرزق من یشاء و هو القوی العزیز“ ۱۲۸۶ھ غایتہ الاوطار کی ”فھیہ واحد اشد علی الشیاطین من الف عابد“ ۱۲۸۸ھ اور عقائد نظامیہ کی، ”بعون ایزد متعال احد سے مثال“ ۱۲۸۷ھ ہے جس سے سال طباعت ظاہر ہوتا ہے۔

وصال پر ملال..... مولانا کی عمر تقریباً ستر سال کی ہوئی تھی کہ شروع ۱۳۱۲ھ میں بیمار ہوئے علاج کی غرض سے دہلی گئے لیکن افاقہ نہ ہوا، رمضان میں دہلی سے واپس آئے راستہ میں مولانا ذوالفقار علی نے دیوبند میں ٹھہرنے کیلئے اصرار کیا مولوی محمد منیر بحیثیت مہتمم دارالعلوم اس وقت دیوبند میں مقیم تھے مولانا محمد احسن اپنے برادر عزیز مولوی محمد منیر کے یہاں ٹھہر گئے مولوی محمد منیر نے دیوبند کے اس مختصر سے قیام میں مولانا کی ہر قسم کی خدمت کی مگر موت کا وقت متعین ہے منشی محمد اسماعیل کی واپسی کے دو روز بعد آخر ہفتہ رمضان ۱۳۱۲ھ میں مولانا کا انتقال ہو گیا اور دارالعلوم دیوبند کے قبرستان میں اس مجسمہ فضل و کمال کا جسد خاکی سپرد خاک کر دیا گیا، مولانا فضل الرحمن (والد ماجد مولانا مولانا شبیر احمد عثمانی) نے آپ کی قبر کی نشاندہی ذیل کے اس شعر میں فرمائی ہے۔

ہاں! نجسپ آسودہ تر مابین دو دیاران خویش
قاسم بزم مودت احسن شائستہ خو

حلیہ..... آپ اوسط قد گورے چٹے، گھنی گول ڈاڑھی ناک ستواں، خوبصورت چہرہ کسی قدر گولائی لئے ہوئے خوش گفتار و شیریں آواز تھے چہرہ سے متانت و سنجیدگی کا اظہار ہوتا تھا، حلم و بردباری طبیعت میں کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ لباس و پوشاک..... لباس میں کرتہ، پاجامہ اور عبا پہنتے تھے صدری اور انگرکھ بھی زیب تن کرتے تھے، موسم سرما میں لحاف، توشک، رضائی دوہر اور چادر کا اہتمام ہوتا تھا کپڑوں میں خاصہ، ململ، چھینٹ، جامدانی، کٹھی، بانٹہ، تینو اور اطلس کے کپڑے مولانا کے گھر میں استعمال ہوتے تھے ”امید“ خیاط کا ایک مستقل کھاتہ تھا۔

اولاد و امجاد..... مولانا کی پہلی بیوی امانت النساء (خواہر متولی نصیر الدین گنہوی) سے دو لڑکے مولوی فضل الرحمن منشی محمد اسماعیل اور ایک لڑکی کلثوم تھیں دوسری بنارس والی بیوی سے ایک لڑکا محمد ابراہیم اور تین لڑکیاں عصمت، آمنہ، فاطمہ پیدا ہوئیں۔

تصانیف و تراجم..... مولانا کی زندگی درس و تدریس اور تصنیف و تالیف سے معمور ہے۔ آپ نے زیادہ تر ضخیم اور اہم کتابوں کے اردو ترجمے کئے ہیں بریلی کے قیام میں تصنیف و تالیف کا کام زیادہ ہوا آخر زمانہ میں جب نانوتہ قیام رہا تو اس وقت مطبع مجتہبائی دہلی کا صحیح و حواشی کا کام ہوا اور بعض ترجمے بھی ہوئے آپ نے جو ترجمے کئے ہیں ان کی زبان با محاورہ صاف اور سلیس ہے بڑی حد تک قواعد زبان اور صحت عبارت کا خاص خیال رکھتے تھے، آپ کے علمی کارناموں کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

(۱) تحفۃ المحسنین، غالباً یہ آپ کی سب سے پہلی تصنیف ہے جو باشندگان بنارس کی درخواست پر ۱۲۶۵ھ مابین عیدین ان عورتوں کے بیان میں لکھی گئی ہے جن سے مرد کو نکاح کرنا حرام ہے، یہ ایک مقدمہ، نو فصلوں اور ایک خاتمہ پر

مشمول ہے، ہر فصل کا مضمون بیان کرنے کے بعد متعلقہ مسائل بھی اسی فصل کے ساتھ درج کر دیئے ہیں۔ تمام مسائل کا جواب فقہ حنفی کے موافق لکھا گیا ہے۔

(۲) اصول جر ثقیل۔ نام سے مضمون کتاب ظاہر ہے ۱۸۵۴ء میں بنارس سے طبع ہوئی ہے۔

(۳) نافعہ خریداران۔ یہ بیچ و شری کے مسائل کے بیان میں ہے۔

(۴) قواعد اردو حصہ چہارم، ڈائریکٹر آف پبلک انسرکشن صوبہ شمالی و مغربی (یوپی) کے حسب الحکم نصاب کی غرض سے

قواعد اردو کو چار حصوں میں ترتیب دیا گیا اس سلسلہ کا چوتھا حصہ ۱۸۶۲ء میں مولانا نے مرتب کیا ہے اور شروع کے تین حصے دوسرے حضرات نے لکھے ہیں، چونکہ یہ کتاب نصاب میں شامل رہی اس لئے اس کے بیسیوں ایڈیشن شائع ہوئے۔ (۵) رسالہ عروض فن عروض میں مختصر مگر جامع رسالہ ہے جو کمپن صاحب بہادر ایم اے کے حسب الحکم ۱۲۸۰ھ میں تحریر کیا ہے۔ رسالہ میں اکثر مثالوں میں مولانا نے اپنے اشعار دیئے ہیں یہ رسالہ بھی متعدد بار طبع ہو چکا ہے (۶) زوائد الخدیرات تعلیم نسواں کے موضوع پر ۱۲۸۸ھ میں تالیف کی تھی جو ایک تمہید، چار ابواب اور خاتمہ پر مشتمل ہے گورنمنٹ نے از رو قدر دانی اس کی پانچ سو جلدیں خریدیں اور تین سو روپیہ انعام بھی دیا۔ (۷) مذاق العارفین حجتہ الاسلام امام غزالی کی مشہور تصنیف احیاء العلوم کا با محاورہ و سلیس اردو ترجمہ منشی نول کشور کی فرمائش پر ۱۲۸۱ھ تا ۱۲۸۶ھ میں چار ضخیم جلدوں میں کیا ہے، مذاق العارفین تاریخی نام ہے تخریج عراقی سے احادیث کے مخرج کا حوالہ حاشیہ پر لکھ دیا ہے اور جن احادیث کو عراقی نے کسی وجہ سے معلول کہا ہے ان کے ساتھ ضعیف وغیرہ ہر جگہ حاشیہ پر تحریر ہے، پہلے آخری دو جلدوں کا ترجمہ کیا ہے پھر پہلی جلد کا اس کے بعد دوسری جلد کا۔

(۸) تہذیب الایمان۔ حافظ ابن قیم کی مشہور کتاب اغاثۃ اللہفان کا اردو ترجمہ منشی جمال الدین صاحب مدارالہمام

ریاست بھوپال کی فرمائش پر صرف سات ماہ میں کیا ہے کتاب کا مضمون رد بدعات ہے ۶۴۸ صفحات پر مشتمل ہے۔

(۹) احسن المسائل فقہ حنفی کی مشہور کتاب کنز الدقائق کا فارسی ترجمہ شاہ اہل اللہ دہلوی (برادر حضرت شاہ ولی اللہ

دہلوی) نے کیا تھا، مولانا نے اپنے بھائی محمد منیر کی فرمائش پر فارسی سے اردو میں ترجمہ کیا ہے۔

(۱۰) غایۃ الاوطار، فقہ حنفی کی مشہور و متداول کتاب در مختار کا اردو ترجمہ مشہور عالم مولانا خرم علی بلہوری نے

حسب فرمائش نواب ذوالفقار الدولہ رئیس باندہ ۱۲۵۸ھ میں کتاب النکاح سے شروع کیا، محرم ۱۲۷۱ھ میں قریب اختتام

تھا کہ پیغام اجل آگیا، مولانا محمد احسن نے اس ترجمہ کو ان کے ورثاء سے اشاعت کی غرض سے خرید اور بقیہ ترجمہ از باب

الاذان تا کتاب الحج مکمل کیا (جن حضرات نے غایت الاوطار کی نسبت علی الاطلاق آپ کی طرف کی ہے وہ صحیح نہیں)

(۱۱) حمایۃ الاسلام۔ انگلستان کے مشہور مصنف گاڈفری ہیکنس کی کتاب ”پالوجی“ (جو اس نے تائید و حمایت اسلام

اور عیسائیوں کے اعتراضات کی تردید میں لکھی تھی) کا انگریزی سے اردو میں ترجمہ ہے جو مولانا نے سر سید احمد خاں کی

تفویض سے کیا ہے چونکہ اس زمانہ میں کچھ لوگ اثر ابن عباس رضی اللہ عنہ کی وجہ سے مولانا کے خلاف تھے اس لئے مولانا نے اس

ترجمہ کو منشی عبدالودود کے نام سے ۱۸۷۳ء میں مطبع صدیقی بریلی سے شائع کیا کتاب سر سید احمد خاں کے مصراف سے

طبع ہوئی اور اس کے جملہ حقوق مؤذن اینگلور اور نیٹیل کالج لنڈ کمیٹی کیلئے محفوظ رہے۔

(۱۲) کشاف حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے مشہور رسالہ ”الانصاف فی بیان سبب الاختلاف“ کا اردو ترجمہ ہے جو

۱۳۰۷ھ میں مالک مطبع مجتہبی دہلی کی درخواست پر نہایت محنت و کاوش سے کیا ہے۔

(۱۳) سلک مرورید حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے مشہور رسالہ ”عقیدہ الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید“ کا اردو ترجمہ

بھی مولوی عبدالاحد مالک مطبع مجتہبی دہلی کی فرمائش پر نہایت صاف اور آسان زبان میں کیا ہے حسب ضرورت تشریح و

وضاحت اور حاشیہ پر بعض مفید حواشی بھی لکھے ہیں۔

(۱۴) خیر متین، حصن حصین کا اردو ترجمہ ۱۳۵۳ھ میں مولانا نواب قطب الدین خاں دہلوی مرحوم نے باسم تاریخی ”ظفر جلیل“ کیا مولانا نے مالک مجتہبیٰ پریس دہلی کی درخواست پر اس ترجمہ کو با محاورہ کیا اور تصحیح و درستی کے فرائض بھی انجام دیئے اور تاریخی نام ”خیر متین“ رکھا۔

(۱۵) نکات نماز، مشہور رسالہ ”اسرار الصلوٰۃ“ کا اردو ترجمہ ہے۔

(۱۶) مفید الطالبین..... عربی کے ابتدائی طلبہ کیلئے نصاب کی ضرورت سے یہ کتاب لکھی گئی ہے کتاب دو بابوں پر مشتمل ہے پہلے باب میں قریب ڈیڑھ سو امثال و مواعظ کے مختصر جملے ہیں اور باب دوم میں تقریباً چالیس سبق آموز حکایات و نقلیات شامل ہیں دارالعلوم دیوبند، دارالعلوم کراچی اور اکثر مدارس عربیہ میں داخل نصاب ہے ادیب شہیر مولانا اعجاز علی مرحوم نے اس پر حاشیہ لکھا ہے۔

حواشی و تصحیح..... مولانا نے اکثر کتابوں کو اپنے مفید حواشی اور ضروری تصحیح کے ساتھ مرتب کیا مولوی عبدالاحد مالک مطبع مجتہبیٰ دہلی نے اکثر کتابیں مولانا کے حواشی اور تصحیح کے ساتھ شائع کیں چند کتابوں کے نام ذیل میں درج ہیں۔

(۱۷) حجتہ اللہ البالغہ۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی مشہور و معرکہ آراء کتاب سب سے اول ۱۲۸۶ھ میں مولانا نے مطبع صدیقی بریلی سے شائع کی آپ کے پیش نظر تصحیح و مقابلہ کیلئے اس کے چار قلمی نسخے مملوکہ مفتی سعد اللہ مراد آبادی مولوی ارشاد حسین رامپوری، مولوی ریاض الدین کاکوری اور مولوی احمد حسن مراد آبادی رہے، مولانا نے مقابلہ و تصحیح و تحشیہ کے فرائض بڑی خوبی سے انجام دیئے۔

(۱۸) ازالۃ الحفاء۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی دوسری معرکہ آراء تصنیف ازالۃ الحفاء بھی سب سے اول ۱۲۸۶ھ میں مطبع صدیقی بریلی سے مولانا نے شائع کی، تصحیح و مقابلہ کیلئے مولانا کو اس کتاب کے صرف تین نسخے مل سکے۔

(۱۹) شفاء قاضی عیاض کو مولانا نے ۱۲۸۷ھ میں تصحیح کے بعد اپنے مطبع صدیقی بریلی سے شائع کیا نصف کتاب پر مولانا احمد حسن مراد آبادی نے حاشیہ لکھا ہے اور بقیہ نصف پر مولانا محمد احسن نے حاشیہ کی تکمیل کی ہے۔

(۲۰) کنوز الحقائق۔ مولوی عبدالاحد کی فرمائش پر مولانا نے کنز الدقائق پر نہایت جامع حاشیہ عربی میں لکھا ہے اس کی تکمیل مولانا حبیب الرحمن دیوبندی نے کی ہے۔

(۲۱) تلحۃ المین عربی کے مشہور ادیب احمد بن محمد شروانی یمنی کی کتاب پر مولانا نے فارسی میں حاشیہ لکھا ہے۔

(۲۲) خلاصۃ الحساب پر بھی مولانا نے حاشیہ لکھا ہے جو مطبع مجتہبیٰ میں چھپا ہے۔

(۲۳) قرۃ العینین فی تکفیل السخین حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی مشہور کتاب ہے جس کو مولانا نے بہ تصحیح تمام مرتب کی اور ضروری حواشی لکھے یہ ۱۳۱۰ھ میں مطبع مجتہبیٰ سے شائع ہوئی ہے۔

(۲۴) رسالہ نیچرل فلاسفی گارسان و تاسی لکھتا ہے کہ محمد احسن نانوتوی نے نیچرل سائنس پر ایک سو بیس صفحے کا ایک مضمون اردو زبان میں لکھا ہے یہ رسالہ مسٹر ٹیلر کی نگرانی میں شائع ہوا ہے۔

(۲۵) تنبیہ الریفق علی مغالطۃ ثبوت الحق الحقیق۔ شمس العلماء میاں نذیر حسین نے ایک رسالہ ”ثبوت الحق الحقیق“ لکھا تھا جو عامی اور غیر عامی لوگوں پر وجوب و عدم وجوب تقلید کے سوال کا جواب تھا، میاں نذیر حسین کے کسی شاگرد نے یہ رسالہ مولانا کے پاس بھیجا اور ایک قسم کا چیلنج دیا کہ آپ اب یا بعد دو چار مہینے کے خود یا مشورہ اپنے علماء کے اس کا جواب دیں۔

مولانا اگرچہ اپنی صاحبزادی کی بیماری کی وجہ سے پریشان تھے اور عارضی طور سے بریلی آئے ہوئے تھے مگر اپنے فوراً اس رسالہ کا جواب لکھا اور بتایا کہ مولف مذکور نے اپنی تحریر میں اکثر مغالطے دیئے ہیں مولانا نے اپنے اس رسالہ میں بعض الزامی جواب بھی دیئے ہیں۔

(۵۷) صاحب نختہ العرب

نام و نسب اور آبائی وطن..... نام محمد اعزاز علی اور لقب اعزاز العلماء ہے نسب نامہ یہ ہے: اعزاز علی، بن محمد مزاج علی بن حسن علی بن خیر اللہ اہ آبائی وطن مراد آباد کے مضافات میں ایک مشہور قصبہ امر وہہ ہے آپ قبیلہ کنبوہ سے ہیں جو ہندوستان کا ایک مشہور قبیلہ ہے آپ کے آباؤ اجداد شاہی لشکر میں بلند مناصب اور اونچے عہدوں پر فائز تھے، آپ کی پیدائش ہندوستان کے مشہور شہر بدایوں میں ۳۰۰ھ میں غروب شمس کے وقت ہوئی اور نانا جان نے اعزاز علی نام تجویز کیا۔ تحصیل علوم..... ابتداء میں آپ نے قطب الدین نامی ایک شخص کے پاس قرآن شریف کے دو ثلث ناظرہ پڑھے اس کے بعد حافظ شرف الدین کی نگرانی میں تمام کلام اللہ حفظ کیا اور دو کی معمولی سی تعلیم کے بعد فارسی کی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی اس کے بعد مقام تلہر کے مشہور مدرسہ عربی گلشن فیض میں مولانا مقصود علی خاں صاحب صدر مدرس مدرسہ کے پاس عربی درس نظامی کی ابتدائی کتابیں شرح ملا جامی تک پڑھیں پھر شاہجہانپوری کی مشہور دینی درسگاہ عین العلم میں داخلہ لیا جو مولانا عبدالحق صاحب کا قائم کیا ہوا ہے یہاں آپ نے حضرت مولانا قاری بشیر احمد صاحب سے درس نظامی کی اکثر کتابوں کے علاوہ ملا جامی اور کنز الدقائق اور حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب سے فارسی کی بعض کتب کے علاوہ فقہ کی مشہور کتاب شرح وقایہ پڑھی۔

دارالعلوم دیوبند میں..... عین العلم میں درس نظامی کی جب متوسط درجہ کی کتابوں سے فارغ ہوئے تو مولانا بشیر احمد اور مفتی محمد کفایت اللہ صاحب کے اصرار پر ہندوستان کی مرکزی درسگاہ دارالعلوم دیوبند پہنچ کر امتحان داخلہ میں کامیابی سے فارغ ہونے کے بعد مولانا حافظ احمد صاحب مہتمم دارالعلوم سے ہدایہ اولین اور دارالعلوم کے مشہور منطقی و فلسفی حضرت مولانا محمد سہول صاحب بھاگلپوری سے میر تقی اور اس کے علاوہ دوسرے اساتذہ سے بعض کتابیں شروع کیں۔ دارالعلوم میں آئے ہوئے انہی ایک سال کا عرصہ بھی نہ گذرا تھا کہ مولانا نے اپنی ہمشیرہ سے جو اس وقت میرٹھ میں تھیں ملاقات کے خیال سے میرٹھ کا سفر کیا یہاں مولانا عاشق الہی صاحب میرٹھی مصر ہوئے کہ ایک دو سال میرٹھ مدرسہ میں تعلیم حاصل کرو اس کے بعد دورہ حدیث شریف کی شرکت کے لئے دیوبند چلے جانا مولانا میرٹھی صاحب موصوف سے خصوصی تعلق اور گہرے مراسم کی وجہ سے آپ نے عارضی طور پر دیوبند کا قیام ترک کیا اور میرٹھ کی مشہور درسگاہ مدرسہ قومی خیر نگر میں داخلہ کر لیا۔ یہاں آپ نے مولانا عاشق الہی صاحب سے اصول و عروض کی بعض کتابیں اور مولانا عبدالمومن صاحب دیوبندی صدر مدرس مدرسہ سے عقائد، منقولات اور فلسفہ کی اکثر و بیشتر کتابیں پڑھنے کے علاوہ صحاح ستہ میں سے بخاری شریف کے علاوہ سب کتابیں ختم کیں اس حد تک تکمیل کر چکنے کے بعد مولانا عاشق الہی کی اجازت سے دوبارہ دیوبند حاضری ہوئی اور حضرت مولانا شیخ الہند صاحب سے صحیح بخاری، جامع ترمذی، سنن ابو داؤد کے علاوہ ہدایہ اخیرین، بیضاوی اور توضیح و تلویح پڑھی اس کے علاوہ فنون کی بعض کتابیں دارالعلوم کے معقولی استاذ مولانا غلام رسول صاحب ہزاروی سے اور فتویٰ نویسی کا کام حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب سے سیکھا اور ادب کی اکثر کتابوں کی تعلیم مولانا معز الدین صاحب سے حاصل کی۔

بھاگلپور میں درس و تدریس..... دارالعلوم سے فراغت کے بعد حضرت شیخ الہند صاحب نے مولانا کی صلاحیتوں کو پا کر مدرسہ نعمانیہ واقع پور بنی مضافات بھاگل پور میں تدریس کا حکم فرمایا آپ وہاں پہنچے اور مخلصانہ جدوجہد مسلسل سعی و کوشش کی وجہ سے اس غیر آباد و نامانوس علاقہ میں قال اللہ و قال رسول کا غلغلہ کچھ اس طرح بلند ہوا کہ طلبہ کی ایک بڑی جماعت بہار اور اس کے قرب و جوار کے دوسرے علاقوں سے جوق در جوق نعمانیہ مدرسہ میں پہنچنے لگی مدرسہ کی تعلیم آپ کی وجہ سے نہایت ٹھوس ہونے لگی اور یہاں سے فارغ طلبہ ذی استعداد ہونے کی بناء پر دوسری جگہوں پر امتیازی نظروں سے دیکھے جانے لگے۔ افضل المدارس شاہجہانپور میں مدرسہ سی..... اسی دوران میں مدرسہ مذکور کا آخری جلسہ ہوا جس میں علماء دیوبند کے علاوہ پور بنی کے بعض شوریدہ سرعوام کے اصرار پر بعض بریلوی علماء کو بھی شریک کیا گیا جلسہ شروع ہوا تو سوچی سمجھی

اسکیم کے مطابق اختلافی مسائل کو چھیڑ کر مناظرہ کی خطرناک صورت پیدا کر دی گئی اور اس قدر ہيجان برپا ہو گیا کہ صورت حال زیادہ سے زیادہ خراب ہوتی چلی گئی حتیٰ کہ اصلاح حال کی کوشش سمجھی کامیاب نہ ہوئی تھی اس لئے آپ مدرسہ نعمانیہ سے مستعفی ہو کر شاہ جہانپور واپس آ گئے اور یہاں والد صاحب کے اصرار پر مدرسہ افضل المدارس سے اپنا تدریسی سلسلہ قائم کر لیا۔ اس مدرسہ کا نہ کوئی وقف تھا اور نہ عام چندہ، صرف ایک باہمت مغیر انسان کی توجہ سے چل رہا تھا کچھ عرصہ کے بعد ان صاحب کا انتقال ہو گیا اور مدرسہ کی حالت دگرگوں ہو گئی اور اس عرصہ میں کئی ماہ ایسے گزرے کہ مولانا اپنی قلیل تنخواہ بھی نہ لے سکے اور حسبہ اللہ حالات کی ناخوشگوار کی باوجود کام کرتے رہے اور بالآخر سخت مجبور ہو کر مولانا نے مدرسہ سے سبکدوشی اختیار کر لی اس مدرسہ میں مولانا کی مدت تدریس تین سال ہے۔

بحیثیت مدرس دارالعلوم دیوبند میں افضل المدارس سے علیحدگی کے بعد مشفق استاد حضرت مولانا محمد سہول صاحب بھاکپوری کی سعی و کوشش سے ۱۳۲۰ھ کے اوائل میں دارالعلوم دیوبند کی منتظمہ کمیٹی نے مولانا کا تقرر پچیس روپے کے مشاہرہ پر کر دیا بھی آپ شاہجہاں پور ہی تھے کہ اہتمام دارالعلوم کی جانب سے تقرری کا اطلاع نامہ مولانا کو پہنچا آپ نے دارالعلوم کی تدریس کو دین کی نہایت اہم خدمت تصور کرتے ہوئے دیوبند آنے کا ارادہ فرمایا، آپ تشریف لائے اور دارالعلوم کے ابتدائی مدرس مقرر کئے گئے اور علم الصیغہ، مفید الطالبین، نور الایضاح وغیرہ کتابیں تدریس کیلئے دی گئیں۔

ریاست حیدر آباد میں آپ دارالعلوم میں بسلسلہ تدریس مشغول رہے، شب و روز کی جدوجہد اور بعض اکابر اساتذہ کی توجہ سے مولانا کا شمار دارالعلوم کے ممتاز اساتذہ میں ہونے لگا علمی استعداد پر اعتماد کرتے ہوئے مجلس علمیہ نے درمیانی درجہ کی کتابیں بھی تدریس کیلئے آپ کے یہاں بھیج دیں اسی دوران میں ریاست حیدر آباد کی جانب سے مولانا حافظ احمد صاحب کو ریاست کا مفتی اعظم بنا کر بلایا گیا چونکہ حافظ صاحب اپنی ضعیف العمری کی وجہ سے امور متعلقہ کے انجام دینے سے معذور تھے اس لئے حافظ صاحب نے آپ کو اپنے ہمراہ جانے کے لئے فرمایا اور تقریباً نو سال دارالعلوم میں تدریس کے بعد ۱۳۳۹ھ میں آپ کو دارالعلوم چھوڑنا پڑا۔

آپ کو حیدر آباد میں خدمات انجام دیتے ہوئے ابھی ایک سال ہی گزرا تھا کہ ۱۳۴۰ھ میں مولانا حافظ احمد صاحب کو جبکہ وہ حیدر آباد سے دیوبند کا سفر کر رہے تھے جان، جان آفریں کے سپرد کردینا پڑی اور دارالعلوم کے شعبہ افتاء میں مفتی عزیز الرحمن صاحب کی علیحدگی کی وجہ سے کسی مناسب آدمی کی ضرورت محسوس ہوئی اس پر ۱۳۴۰ھ کی مجلس شوریٰ و انتظامی کمیٹی میں مولانا حبیب الرحمن صاحب عثمانی نے اس خدمت کے لئے آپ کا نام پیش کیا اور کمیٹی کے ہر رکن نے اس تجویز سے اتفاق کیا اور حیدر آباد میں مولانا کو اس تقرری کی اطلاع کر دی گئی آپ ۱۳۴۰ھ میں حیدر آباد سے دیوبند تشریف لائے اور تادم آخر دارالعلوم میں خدمات انجام دیتے رہے۔

درسی خصوصیات آج دنیا علم میں ایسے فاضل اساتذہ موجود ہیں جو ہر فن کی آخری کتاب منتهی طلباء کو پڑھادیں لیکن یہ بہت مشکل ہے کہ وہ مبتدی طلباء کو ابتدائی اسباق پڑھائیں اور ان کی استعداد کے مطابق حق ادا کر سکیں حضرت مولانا کی یہ نمایاں خصوصیت تھی کہ جس وقت دیوان منہجی، حماسہ، بیضاوی، ہدایہ اخیرین ابوداؤد شریف وغیرہ کا درس دیتے ہوتے تھے انہیں پیام میں آپ کے یہاں میزان، ابن عقیل، ملا جامی، نقحۃ العرب مفید الطالبین اور ملتقى الابحار کا درس بھی ہوتا تھا۔

جس طرح شاہ انور صاحب نے درس حدیث میں اپنے بحر علمی وسعت مطالعہ خداداد ذہانت ممتاز قوت حافظہ کی وجہ سے ایک ایسی نمایاں خصوصیت پیدا کی کہ دارالعلوم کی سابقہ تاریخ اس سے قطعاً خالی تھی اسی طرح حضرت مولانا نے ادب کی کتابوں کے پڑھانے میں بیان لغت، ترکیب نحوی، علم صرف، علم اشتقاق، علم معانی، علم بیان کا ایسا کامیاب اضافہ فرمایا جو پہلے کسی کے درس میں نہ تھا لوگ آپ کو شیخ الادب کہتے ہیں لیکن آپ بناء بر مناسبت طبعی فن فقہ پر جس حد تک قابو یافتہ تھے اس کی نظیر مشکل سے ملے گی مسائل فقہ میں ایسی موشگافیاں کرتے تھے کہ عقل حیران رہ جاتی تھی ہدایہ اخیرین جو علم فقہ میں چوٹی کی کتاب ہے حضرت مولانا اس کا درس تقریباً چالیس سال تک نہایت کامیابی کے ساتھ اس طرح دیتے رہے کہ مسئلہ کو مسئلہ کی طرح سمجھا کر جملہ اشکالات کو رفع کرتے ہوئے فن کی گہری باتیں بھی ساتھ ساتھ لے کر

حلتے تھے مشکوٰۃ شریف کے درس میں معاملات کی تشریح مسائل کی تفصیل فقہی عبارتوں کی تنقیح آپ کی امتیازی خصوصیت تھی حدیث کی اہم کتاب ابوداؤد شریف کے درس میں روایت و درایت کے اعتبار سے حدیث کا کوئی گوشہ تشنہ نہیں رہتا تھا، سند کے جھگڑے، ابوداؤد کی اپنی تحقیق اور دیگر لاسحل عقدے اس طرح حل ہوتے تھے کہ عام طلباء ان کو سہل اور عام فہم سمجھنے لگے تھے حضرت شاہ صاحب کے زمانہ سے آپ کے یہاں شمائل ترمذی ہوتی تھی جس میں حدیثی نکات کے ساتھ حل لغت ترکیب نحوی، باحاورہ ترجمہ، تدافع حدیث علی وجہ الاتم ہوتا تھا۔

وقت کی پابندی..... جو درس کیلئے اور طلباء معلم کیلئے ایک ضروری امر ہے مولانا کا طغرائے امتیاز ہے سردی ہو یا گرمی، چارٹا ہو یا برسات، بیماری ہو یا تندرستی، شادی ہو یا غمی بہر حال مولانا کا یہ اصول تھا کہ سبق ہونا چاہیے کمرہ میں گھڑی موجود تھی وقت سے کم از کم دس منٹ قبل بغل میں کتاب دہائی کمرہ کو مقفل کیا اور گھنٹہ بجانے والا ابھی گھنٹہ بجانے سے فارغ بھی نہیں ہوا کہ آپ درس گاہ پہنچ گئے اور سبق شروع ہو گیا ادھر گھنٹہ بجا اور ادھر مولانا کی کتاب بند ہو گئی۔

مدہ فرصت از دست گر بایت کہ گوئے سعادت ز میداں بری

کہ فرصت عزیزست چل فوت شد بے دست حسرت بدنداں بری

عیادات و اخلاق..... اس پایہ کے عالم اور فقیہ ہونے کے باوجود ان کے مزاج میں انکساری فروتنی اور تواضع حد سے زیادہ تھی جو مولانا کے لئے دلیل کمال ہے۔

فروتنی است دلیل رسیدگان کمال کہ چوں سوا بممزل رسد پیادہ شود
اس انکساری اور تواضع ہی کا نتیجہ ہے کہ آپ شہرت سے حد درجہ نفور رہتے تھے یہاں تک کہ عام مجموعوں میں جب کبھی آپ کی تلاش ہوئی تو آپ سب سے الگ ایک گوشہ میں بیٹھے ہوئے پائے جاتے تھے۔

تنہا نشین و صحبت دیو اختیار کن کاٹارانس در گہر آدمی نمائد

غمول و گمنامی کو مولانا نے جلوت و مجلس آرائی کی بخشی ہوئی عزتوں پر ہمیشہ ترجیح دی ہے خود فرماتے ہیں

نبولی اظیب الحالات عندی اعزازی لدیہم فیہ عاری

استغناء و خورداری..... اہل علم و فضل کے مزاج کے مطابق مولانا میں بے نیازی اور توکل حد درجہ تھا ہندوستان کی متعدد یونیورسٹیوں نے گرانقدر مشاہروں پر مولانا کو بار بار بلایا لیکن مولانا نے دارالعلوم کی قلیل تنخواہ کو چھوڑ کر گرانقدر مشاہروں پر جانا گوارا نہیں کیا۔

مرا طریق امیری نہیں فقیری ہے خودی نہ بچ غریبی میں نام پیدا کر

خوددار نہو فقر تو ہے قہر الہی ہو صاحب غیرت تو ہے تمہید امیری

وہ کسی کے سامنے اپنی ضروریات کا اظہار کریں یہ تو بڑی بات ہے لوگوں کے پیش کردہ تحائف و ہدایا کے لینے میں بھی پس و پیش فرماتے تھے۔ غالباً کسی کہنے والے نے مولانا ہی کے لئے کہا ہے۔

آگے کسی کے کیوں کریں دست طمع دراز وہ ہاتھ سو گیا ہے سرہانے دھڑے دھڑے

زہد و ورع..... علمی اشتغال و انہماک کی وجہ سے گو عبادت و ریاضت میں ان کی مشغولیت زیادہ نہیں تھی لیکن اس کے باوجود وہ روشن ضمیر بھی تھے طالبہ حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ سے ان کو شرف بیعت حاصل تھا اور حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت و خلافت۔

سادگی مزاج..... مولانا، مزاج کے بھی بہت سادہ واقع ہوئے تھے مزاج کی سادگی ان کے لباس سے نمایاں تھی، عام علماء کی طرح عبا و قبا، جبہ و دستار مولانا کا لباس نہ تھا ان کے جسم پر کھادی کا ایک لمبا سا کیرتہ، معمولی کھدر کا پاجامہ، سر پر دوہلی ٹوپی، پاؤں میں نہایت معمولی قیمت کا جوتہ، مولانا کا لباس تھازرق و برق پوشاک قیمتی ملبوس مولانا کے جسم پر بھی نہیں دیکھا گیا جسم کی آرائش و زیبائش ان کے یہاں پسندیدہ نہیں تھی۔

سجہ و سجادہ ہیچ اور جبہ و ستار ہیچ

شاہد معنی کو آرائش کی کچھ حاجت نہیں

لیکن اس کے باوجود مزاج میں نہایت نفاست تھی۔

و تطلب الریح مما فیہ خسران
فانت بالنفس لا با جسّم انسان

یا خادم الجسم کم تسعی لخدمته
علیک بالنفس فاستكمل فضائلها

شعر و شاعری اکابر و اساتذہ دارالعلوم دیوبند کے اکثر و بیشتر افراد شاعری کے اچھے خاصے مذاق سے بہرہ ور رہے ہیں۔ اسی جماعت کے ایک ممتاز رکن حضرت مولانا بھی تھے جن کی شاعری اردو اور عربی دو حصوں میں منقسم ہے مولانا نے فارسی میں کبھی طبع آزمائی نہیں فرمائی حالانکہ فارسی کا ذوق بھی مولانا کو عربی سے کم نہیں تھا عربی میں آپ نے شعر اس وقت سے کہنا شروع کیا تھا جب آپ دیوبند سے فارغ ہو چکے تھے لیکن اردو میں آپ نہایت کمسنی اور خود سادگی سے کہتے چلے آئے ہیں آپ کے بعض عربی قصائد آپ کی تالیف تھی۔ العرب کے آخر میں درج ہیں جن سے قارئین کرام عربی سخن سنجی کی مہارت کا بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں، اردو کلام کا مختصر انتخاب پیش خدمت ہے۔

مانا کہ تا کنما میرا فسق و فجور تھا۔ زلفوں کا دام تم کو بچھانا ضرور تھا

افسوس ہے کہ تو کے بھی قابل نہیں رہا

جو آپ کی زبان پر کل تک حضور تھا۔ کس نے کہا کہ وادی غربت میں تھے جدا

دل سے بہت قریب تھا گو جسم دور تھا

اس دل میں حسرتوں کے سوا کچھ نہیں رہا۔ جو دل کہ تم کو دیکھ کے وقف سرور تھا

بالچل زمیں پہ چمکے۔ بیکار بل گئے

یارب کسی کی آہ تھی یا لعل صورت تھا۔ عضو اور صلح سے نہ لیا آپ نے بھی کام

مانا کہ عشق آپ سے میرا قصور تھا

تیری نشلی آنکھ نے بے خود بنادیا۔ اعزاز ورنہ صاحب عقل و شعور تھا

کچھ ہوش ہے اسے ساتی فرزانہ کسی کا۔ لبریز ہوا جاتا ہے پیانہ کسی کا

ہم آپ سے جاتے رہتے سنتے ہوئے جس کو

افسوں تھا الہی کہ وہ افسانہ کسی کا۔ اعزاز تیرا حال سنا دے کوئی اسکو

ہم دیکھتے ہیں حوصلہ ایسا نہ کسی کا

پہنچا جو میں بولے کہ وہ پھر آگیا ظالم

دربان اسے کس لئے روکا نہیں کرتے

دل چھین لیا جان کا بھی اب ہے ارادہ

بیکس کو تو یوں چور بھی لوٹا نہیں کرتے

دل ہی نہیں وہ دل کہ تری جس میں جا نہیں

سر ہی نہیں وہ جس میں کہ سوء اترا نہیں

اے غیرت مسج! تو اپنے مریض کو

جادیکھ تو کہ اس میں اب کچھ ہے بھی یا نہیں

حسن بیان میں نہیں اعزاز کا نظیر

آصف سامک میں کوئی فرمانروا نہیں

ہر اک رند نمازان کے پیچھے پڑھ لیتا۔ شیوخ و عطا اگر بادہ سے وضو کرتے

خطیب ہونے کا اپنے انہیں مزہ آتا

مشافہا جو کبھی مجھ سے گفتگو کرتے۔ دربار غیر میں گمنام ہو کے میں جو مروں

خدا کرے وہ پھر میں میری جستجو کرتے
یہ دل کی دل میں تمنا رہی کہ وہ مجھ کو۔ کبھی رقیب کی نظروں میں سرخرو کرتے
حریم کعبہ میں میں چچ چچ کر دیا
ملا نکل رہے اعلان انصوتا کرتے۔ مقدرات سے مجبور ہو گیا ورنہ
مجال ان کی تھی وہ مجھ سے تم سے تو کرتے
انقلاب چمن دہر کی دیکھی تکمیل۔ آج قارون بھی کہہ دیتا ہے حاتم کو بخیل
ابو حنیفہ کو کے طفل وستان جاہل
مہر تاباں کو دکھانے لگی مشعل قذیل۔ مشرک اسلام کو کہنے لگے اہل تثلیث
لوح محفوظ کو کہتی ہے حرف انجیل
سامری موسیٰ عمران کو کہے جادو گر۔ شیخ کی کرتے ہیں اسکول کے بچے تجیل
شیر اور بھیڑ کی یکجائی پہ حیرت کیوں ہو
ایک ہی کانٹے میں تلنے لگے موزون وکیل۔ صاحب طبل و علم نان جویں کے محتاج
ٹھو کریں کھاتے جو پھرتے تھے وہ لیتے ہیں خراج

ہمارے ایک دوست نے مولانا کو لکھ کر بھیجا کہ یہاں فلاں تاریخ میں ایک مشاعرہ ہے اس میں ہم بھی اشعار
پڑھنا چاہتے ہیں تم خود یا کسی صاحب سے کچھ اشعار لکھوا کر بھیجو۔ آپ نے چند طلباء سے جو شعر کہتے تھے فرمائش کی لیکن
کسی سے تکمیل نہ ہو سکی تو آپ نے ار تجالایہ چند شعر کہے۔

ترے ہجر میں ہوں میں نوحہ زن، میں ہوں اور یہ شب تار ہے
کوئی سیر باغ میں مست ہے، کوئی ہے وطن میں بھید خوشی
مرے پاس ہووے جو مال و زر، تو ہو خوف سارق و راہزن
جہاں تھے حسینوں کے قہقہے، جہاں بلبلوں کے تھے چہچہے
وہ ہماری وضع میں تھی کشش جو نماز میں بھی نہیں ہے اب
وفات حسرت آیات..... آپ ۳۱ رجب بروز چہار شنبہ بوقت صبح صادق ۱۳۷۴ھ میں اس عالم آب و گل سے رشتہ
حیات منقطع کر کے یہ کہتے ہوئے رخصت ہو گئے۔

خرم آل روز کزیں منزل ویراں بردم
اور مدرسہ دارالعلوم کے متصل قطعہ پاکیزہ گاہ میں بگاہ پائی جہاں دیگر اسلاف امت و سلاطین علوم دین آرام
راحت جاں طلسم در پئے جاناں بردم
فرمایاں (رحمۃ اللہ رحمۃ واسعۃ)

حلیہ مبارکہ..... قدرت نے حسن سیرت کے ساتھ آپ کو حسن صورت سے بھی نوازا تھا۔ قوی الجشہ متوسط قد و قامت
، دوہر ابدن، صاف رنگ، شاداب چہرہ، آنکھوں میں ایک خاص چمک اور چہرے سے عظمت و جلال کے آثار نمایاں تھے۔
تعلیقات و تالیفات..... دنیائے علم پر آپ کا مزید اور گرانقدر احسان یہ ہے کہ آپ نے درس نظامی کی اوق اور اصعب
کتابوں کے بڑی کاوش و تحقیق کے بعد حواشی لکھے اور اپنے طویل تدریسی تجربہ کی بنا پر ہر حیثیت سے ان کو سہل اور عام فہم
کر دیا جن کی فہرست درج ذیل ہے۔

(۱) حاشیہ نور الایضاح (فارسی) (۲) حاشیہ نور الایضاح (عربی) (۳) حاشیہ دیوان حماسہ (۴) حاشیہ کنز الدقائق
(۵) حاشیہ دیوان مثنوی (عربی) (۶) اردو ترجمہ دیوان مثنوی (۷) حاشیہ شرح نقایہ (۸) حاشیہ مفید الطالبین (مختصر) (۹)
حاشیہ مفید الطالبین (مطول) (۱۰) نکتۃ العرب (۱۱) حاشیہ نکتۃ العرب
نکتۃ العرب..... ادب عربی کے ابتدائی اور متوسط درجہ کے لئے مولانا کے حسن انتخاب کا بہترین مجموعہ ہے جس نے
جدید تالیفات میں اپنے لئے ایک خاص مقام پیدا کر لیا ہے اور ارباب ادب میں اس تالیف کو پسندیدگی اور قدر کی نظروں

سے دیکھا گیا ہے فن ادب کی یہ ایک جامع کتاب ہے جس میں مولانا ممدوح نے کوشش کی ہے کہ اس کے ذریعہ طلباء میں اسلامی غیرت و حمیت، ادبی دل چسپی، علو ہمت اور علوم عربیہ کی قوت و استعداد پیدا کی جائے نیز مسائل مبہمہ کی اخلاق فاضلہ کی تکمیل کے ساتھ مضامین ایسے شگفتہ اور جاذب ہوں کہ ان کو محنت کے ساتھ یاد کرنے میں طلباء کے اذہان کو نہ تعب ہو نہ تشویش

حضرت مولانا کی بہ تالیف دارالعلوم کے علاوہ اکثر مدارس میں داخل نصاب ہے آپ کی یہ تالیف لعقد الفرید شذرات الذہب، تاریخ ابن خلکان، الاغانی وغیرہ سے ماخوذ ہے۔ اگر تفصیل مطلوب ہو تو تحفۃ الادب شرح اردو تحفۃ العرب دیکھئے، ہم نے اس میں اکثر مضامین کتاب کے ماخذ کی نشاندہی کرائی ہے۔ ۱۔

(۵۸) صاحب میزان الصرف

درس نظامی میں علم صرف سے متعلق ”میزان الصرف“ رسالہ ایک اسامی اور بنیادی رسالہ ہے جس کو کتب عربیہ درسیہ میں خشیت اول کا درجہ حاصل ہے نہ اس کے بغیر کسی عربی خواں کی ابتداء ہوتی ہے اور نہ کوئی مکتبی اس سے بے نیاز ہوتا ہے صغیر انجم ہونے کے باوجود کثیر النفع ہونے کے لحاظ سے جو عظمت و شہرت اس کتاب کو حاصل ہے وہ شہرت آفتاب و ماہتاب سے کم نہیں، ذوق دہلوی لطیف ترین پیرائے میں میزان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتا ہے۔

ہو گیا طفلی ہی سے دل میں ترازو تیر عشق بھاگے ہیں مکتب سے ہم اور اوراق میزان چھوڑ کر مولوی بختاور علی خاں، عالمگیری نے ”مرآۃ العالم“ میں لکھا ہے کہ سلطان سکندر بن بہلول لودی نے مشہور بزرگ اور صوفی سماء الدین بن فخر الدین بن جمال الدین ملتانی ثم الدہلوی متوفی ۹۰۱ھ سے میزان کا ایک سبق پڑھا تھا لیکن یہ عجیب بات ہے کہ جتنی اس کتاب کی شہرت ہے اتنا ہی اس کا مصنف گمناں ہے جس صاحب خبر سے ان کا پتہ پوچھئے یہی جواب ملتا ہے۔

لیقولون اخبار تافانث ایضا
سینکڑوں تاریخی اوراق الٹ پلٹ کرنے کے باوجود صحیح طور پر اس کے مصنف کا پتہ نہیں چلتا
۲۔ تسترت عن دہری بطل جنابہ
فیعنی تری دہری و لیس یرانیا

فلو تسال الایام ما اسمی مادرت
واہن مکانی ماعرفن مکانیا
شرح میزان اور بعض دیگر اہل علم حضرات نے جن جن اشخاص کی جانب اس کا انتساب نقل کیا ہے وہ بھی مخدوش معلوم ہوتا ہے اس لئے حتمی طور پر کوئی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا، البتہ انتہائی جدوجہد اور بے پناہ تگ و دو کے بعد جو اقوال ہم کو ملے ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

پہلا قول..... عام طور سے مشہور ہے کہ یہ کتاب شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کی تصنیف ہے مگر یہ قول بلا شک و ریب رجحان بالغیب ہے جس کی کوئی اصل نہیں ہے، میزان الصرف مطبوعہ نظامی کانیپور ۱۲۹۵ھ کے سرورق پر مولانا عبدالرحمن شاکر لکھتے ہیں کہ ”وآنچه انتساب میزان بحضرت شیخ سعدی مشہرست اصلے ندارد“

دوسرا قول..... یہ ہے کہ مصنف میزان شیخ وجہ الدین بن عثمان بن حسین ہیں، عام شرح میزان کار جہان اسی طرف ہے نواب صدیق حسن خاں نے ”سلسلۃ العبد فی ذکر مشائخ السند“ کے آخر میں جو فہرست کتب قلمبند کی ہے اس میں میزان الصرف کے خانہ میں لکھا ہے ”وجہ الدین بن عثمان، حسب تصریح شرح میزان۔“

تیسرا قول..... مولانا محمد مدثر احمد رکن اعلیٰ منندی المصنفین جامع العلوم کا سبب سے ترجمان العلوم میں میزان الصرف کو ملاحظہ فرمائیے کی طرف منسوب کیا گیا ہے مگر کوئی حوالہ پیش نہیں کیا موصوف کا یہ انتساب کہاں تک صحیح ہے یہ خدا ہی جانتا ہے کیونکہ ملاحظہ کی طرف صرف منشعب منسوب ہے نہ کہ میزان۔

چوتھا قول..... یہ ہے کہ اس کا مصنف شیخ صفی الدین بن نظام الدین بن خواجہ آدم غزنوی ردولوی جو پوری متوفی ۱۳

۱۔ شخص از تذکرۃ الاعزاز مولفہ مولانا محمد انظر شاہ واز دیگر کاغذات ۱۲۔

۲۔ میں اپنے محبوب کی جلوہ گاہ کی آڑ میں زمانہ کی آنکھ سے چھپ گیا، پس میری آنکھ سب کو دیکھتی ہے اور مجھے کوئی نہیں دیکھ سکتا، سو تو اگر زمانہ سے جھی میرا نام پوچھے تو وہ نہ بتا سکے، اور اگر میری رہائش گاہ کا پتہ لگائے تو اس کے بتانے سے بھی وہ عاجز رہے۔ ۱۲۔

ذیقعدہ ۸۱۹ھ ہے کہا جاتا ہے کہ یہ امام ابو حنیفہؒ کی نسل سے ہیں ان کے دادا نظام الدین دہلی تشریف لائے اور کچھ عرصہ تک یہاں قیام کیا اس کے بعد جو پور منتقل ہو گئے، موصوف کو اصرار دولوی ہیں مگر بعد میں گنگوہ منتقل ہو گئے تھے آپ شیخ عبد القدوس صاحب گنگوہی کے اجداد میں سے ہیں اور قاضی شہاب الدین

احمد بن حمد دولت آبادی متوفی ۸۴۹ھ جو مولانا خواجگی جیسے جلیل الشان عالم فاضل کے ساختہ و پرداختہ ہیں صنفی موصوف ان کے نواسے ہیں اور انہیں سے آپ نے تعلیم حاصل کی تھی اور علم طریقت شیخ اشرف بن ابراہیم سمنانی سے حاصل کیا تھا شیخ سمنانی فرماتے ہیں کہ شیخ صنفی کے علاوہ ہندوستان میں میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو نادر فنون اور عجیب و غریب امور کے ساتھ آراستہ ہو۔ ان کی تصنیفات میں دستور المبتدی جو انھوں نے اپنے صاحبزادے اسماعیل کے لئے لکھی تھی اور غایۃ التحقیق (شرح کافیہ) جو آپ نے شیخ شہاب الدین دولت آبادی کی شرح ہندی کو سامنے رکھ کر لکھی ہے جس کے متعلق صاحب کشف نے لکھا ہے کہ کافیہ کے جس قدر شروح و حواشی لکھے گئے ہیں ان سب میں اتم و کامل اور مفید تر شیخ شہاب الدین احمد بن حمد دولت آبادی کی شرح ہندی ہے ان کا تذکرہ تو ملتا ہے مگر میزان الصرف میری نظر سے کہیں نہیں گذری۔

پانچواں قول مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی نے ”قوائد بہیہ“ میں محمد بن مصطفیٰ بن الحاج حسن متوفی ۹۱۱ھ کی تالیفات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے، لہ حاشیت علی تفسیر سورة الانعام للبیضاوی و حاشیت علی المقدمات لاربع و محاکمت بین الدوانی والصدر الشیرازی و کتاب فی الصرف سماہ میزان الصرف“ صاحب کشف الظنون نے اسکو میزان الصرف کے نام سے ذکر کیا ہے اور مصنف کے والد کا نام مصطفیٰ کے بجائے مصباح لکھا ہے یہ بڑے پایہ کے عالم اور شیخ یکان وغیرہ کے شاگردوں میں سے ہیں بروسا اور قسطنطنیہ کے مختلف مدارس میں مدرس اور شاہ محمد خاں اور ان کے صاحبزادے بایزید خاں کے عہد میں قاضی بھی رہے ہیں جعفر بن الناجی وغیرہ ان کے شاگرد ہیں۔

چھٹا قول صاحب تعداد العلوم علی حسیب الفہوم، نے لکھا ہے کہ میزان الصرف شیخ سراج الدین عثمان اودھی کی تصنیف ہے اکثر علمائے اسی کو لیا ہے ان کے تفصیلی حالات تو ہم ”ہدایۃ الخو“ کے ذیل میں پیش کریں گے یہاں ہمیں اتنا عرض کرنا ہے کہ جن حضرات نے شیخ موصوف کے حالات لکھے ہیں کسی نے بھی ان کی کوئی کتاب ذکر نہیں کی بلکہ اس انتساب کا مدار ”تعداد العلوم“ پر ہے۔ میزان الصرف مطبوعہ کانپور کے شروع میں ہے صاحب تعداد العلوم علی حسب الفہوم سراج الدین بن عثمان اودھی نوشتہ و گفتہ کہ ہدایۃ الخو پنج گنج نیز از تصنیف ہمیں مصنف علام ست خود پنج گنج کی عبارت فاعل و مفعول را اور میزان بیان کر دیم سے بھی بظاہر یہی مفہوم ہوتا ہے نواب صدیق حسن خاں نے فہرست مذکورہ میں مصنف کے خانہ میں لکھا ہے ”سراج الدین بن عثمان تبصیص صاحب تعداد العلوم“ اور تعداد العلوم کس کی ہے، کیسی ہے، کہاں ہے۔ کچھ پتہ نہیں چلتا گویا مخبر مخبر عنہ سے زیادہ گمنام ہے۔ نیز پنج گنج کی عبارت میں میزان سے کون سی میزان مراد ہے حتمی طور پر کچھ نہیں کہا جاسکتا، دوسرے یہ کہ شیخ سراج الدین کی وفات ۷۵۸ھ میں ہے اور فاضل میر خور و جو اکثر کتابوں میں شیخ سراج الدین کے شریک درس ہیں انہوں نے لکھا ہے:

الغرض خدمت مولانا سراج الدین در کبر سنی تعلیم کافی عمر ہو جانے کے بعد مولانا سراج الدین نے تعلیم شروع

کو دو برابر کاتب حروف میر خور در آغاز تعلیم کی کاتب الحروف برابر آغاز تعلیم میزان اور گردان وغیرہ کے قواعد سے ساتھ تھا اور پڑھتا تھا

مولانا مناظر احسن گیلانی لکھتے ہیں کہ اس کا مطلب یہی ہوا کہ شروع میں جیسا کہ اب بھی دستور ہے صرف کی تعلیم سے ابتداء کی گئی معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت میزان ہی سے عربی زبان شروع ہوتی تھی۔

اس روایت سے جہاں شیخ سراج الدین کا مصنف میزان نہ ہونا ثابت ہوتا ہے وہیں سابقہ انتسابات بھی غلط ہو جاتے ہیں شروع و حواشی میزان الصرف (۱) تبیان شرح میزان از مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی۔ (۲) تبیان شرح میزان از مولانا عبدالحق صاحب (۳) تبیان شرح میزان، از مولانا وارث علی صاحب دہلوی (۴) حاشیہ سعدیہ از مولانا مفتی سعد اللہ صاحب (۵) حاشیہ میزان از مولانا عبدالحق صاحب مدرسی (۶) حاشیہ میزان از مولانا امجد بخش صاحب

(۷) شرح میزان الصرف، از مولوی اقبال اللہ بن سید فتح اللہ بن سید شاہ غلام علماء الدین سندیلی (۸) ہدایت الصبیان، از شیخ رحمت اللہ بن نور اللہ لکھنوی (۹) الایذان از مولوی احمد اللہ بن اسد اللہ قریشی (۱۰) شرح میزان از شیخ محمد علیم موسیٰ الہ آبادی۔ (۱۱) شرح میزان الصرف از مولوی عبدالبوہاب بن حکیم محمد علی بن عبد الفتاح (۱۲) بیان الصرف شرح میزان الصرف از ابو نصر حبیب اللہ سنبھلی۔

(۵۹) صاحب مشعب

میزان الصرف مطبوعہ نظامی کانپور ۱۳۹۵ھ کے پیش لفظ میں حاشیہ پر لکھا ہے کہ یہ کتاب ملا حمزہ بدایونی کی ہے اور عام طور سے لوگ جو ملا بزرگ جمہر کی طرف انتساب کرتے ہیں اس کی کوئی اصل نہیں بلکہ یہ حمزہ ہی کی تصحیف ہے مولانا عبدالحی حسنی نے الثقافتہ الاسلامیہ فی الهند میں اسی کی تصریح بھی کی ہے مگر ان کے مزید حالات ہم کو تتبع اور تلاش کے باوجود نہیں ملے، ولعل اللہ یحدث بعد ذلك امرا۔

(۶۰) صاحب شافیہ

علامہ ابن حاجب کی مشہور و معروف کتاب ہے ان کے حالات کافیہ کے ذیل میں آئیں گے۔

(۶۱) صاحب صرف میر

یہ رسالہ سید شریف علی بن محمد بن علی جرجانی کا ہے ان کے حالات نحو میر کے ذیل میں آئیں گے

(۶۲) صاحب پنج گنج

یہ کتاب شیخ سراج الدین اودھی کی بتائی جاتی ہے ان کے حالات ہدایت الخو کے ذیل میں آئیں گے بعض حضرات نے شیخ صفی الدین ردولوی کی تصنیف کہا ہے جن کا تذکرہ میزان الصرف کے ذیل میں آچکا ہے۔

(۶۳) صاحب علم الصیغہ

نام و نسب اور پیدائش..... مفتی عنایت احمد بن منشی محمد بخش بن منشی غلام محمد بن منشی لطف اللہ۔ آپ قریشی نسل تھے آپ کے اجداد میں امیر حسام نامی ایک شخص بغداد سے آکر قصبہ دیوہ ضلع بارہ بنکی میں آکر سکونت پذیر ہوئے اور اپنے صاحبزادے ضیاء الدین کی شادی وہیں کی اور وہیں کے قاضی مقرر ہوئے۔

قصبہ دیوہ کے جس محلہ میں امیر حسام نے قیام کیا وہ جازئی محلہ مشہور ہوا جس کو بعد میں حاجی کہا جانے لگا اسی مناسبت سے امیر حسام کی اولاد بھی حاجی کہلائی۔ بانی یہ خیال غلط ہے کہ امیر حسام حاج بن یوسف حاکم عراق کی اولاد سے ہیں، حاج قریشی نہیں تھا بلکہ ثقفی تھا مفتی عنایت احمد صاحب اسی دیوہ مقام میں ۹ شوال ۱۲۲۸ھ کو پیدا ہوئے۔

سکونت کا کوری..... آپ کے دادا منشی غلام محمد کی سسرال کا کوری میں تھی آپ کے والد منشی محمد بخش اور چچا شیخ عبدالحسب نے اسی تنہالی تعلق کی بنا پر کوری میں سکونت اختیار کر لی پھر ان کے تمام قریبی اعضاء بھی کوری آکر سکونت پذیر ہو گئے اور کوری کہلانے لگے اب بھی وہاں ان کا بڑا خاندان سکونت پذیر ہے۔

تحصیل علم..... ابتدائی تعلیم کا کوری میں حاصل کی جب ۱۳ سال کی عمر ہو گئی تو تحصیل علم کی غرض سے رامپور گئے وہاں مولوی سید محمد صاحب بریلوی سے صرف و نحو، مولوی حیدر علی صاحب ٹونگی اور مولوی نور الاسلام صاحب سے دوسری درسی

کتابیں پڑھیں رامپور میں درسی کتابیں ختم کر کے دہلی پہنچے وہاں شاہ محمد اسحاق صاحب محدث دہلوی متوفی ۱۲۶۲ھ سے کتب حدیث سبقتا پڑھیں اور سند حاصل کی دہلی سے علی گڑھ آئے جہاں مولانا بزرگ علی مارہروی شاگرد شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی و شاہ رفیع الدین صاحب دہلوی) جامع مسجد کے مدرسہ میں دینی خدمات انجام دے رہے تھے یہ مدرسہ عہد شاہی میں بابی مسجد نواب ثابت خاں نے قائم کیا تھا علی گڑھ میں آپ نے تمام منقولی اور معقول کتابیں مولانا بزرگ علی سے پڑھیں اور فارغ التحصیل ہوئے بعد فراغ اسی مدرسہ میں مدرس مقرر ہو گئے کیونکہ ۱۲۶۲ھ میں مولانا بزرگ علی کا انتقال ہو گیا تھا۔ ملازمت ایک سال تک مدرسہ میں مدرس رہے اس کے بعد مفتی و منصف کے عہدہ پر علی گڑھ میں ہی تقرر ہو گیا اسی زمانہ میں مولوی لطف اللہ صاحب علی گڑھی متوفی ۱۳۳۴ھ کے تلمذ کا سلسلہ شروع ہوا جو کہ مفتی صاحب کے نامور شاگرد گزرے ہیں مولوی سید حسین شاہ صاحب بخاری نے بھی اسی زمانہ میں پڑھا ہے۔

اجلاس میں سبق مولوی سید حسین شاہ بخاری فرمایا کرتے تھے کہ مفتی صاحب مجھ کو ہدایہ اجلاس میں پڑھایا کرتے جیسے ہی کسی مقدمہ سے فرصت ہوتی اشارہ ہوتا میں پڑھنا شروع کر دیتا پھر کوئی سرکاری کام آجاتا تو اس میں مصروف ہو جاتے اس دو گونہ مشغولیت کے باوجود مسائل اس طرح ذہن نشین کرادیے کہ کبھی فراموش نہ ہوئے۔ آپ طلباء سے خاص تعلق رکھتے تھے مولوی لطف اللہ صاحب کی تعلیم کے زمانہ میں ہی مفتی صاحب کا تدار علی گڑھ سے بریلی ہو گیا تھا مولوی لطف اللہ صاحب بریلی ساتھ گئے وہاں جملہ کتب درسیہ ختم کیں صبح کی نماز کے بعد مفتی صاحب تلاوت فرماتے تھے مولوی لطف اللہ صاحب خدمت میں حاضر رہتے، دوران تلاوت میں اگر کوئی مشکل صیغہ آتا تو مفتی صاحب ان کی طرف دیکھتے، یہ حل کرتے حل نہ کر سکتے تو بعد تلاوت خود حل کر کے بتاتے مفتی صاحب نے بعد فراغ مولوی لطف اللہ صاحب کو اپنے ہی اجلاس کا سرشتہ دام مقرر کر لیا۔

قیام بریلی بریلی کے قیام میں مفتی صاحب صدر امین ہوئے درس و تدریس کا سلسلہ برابر جاری رہا بریلی کے تلامذہ میں قاضی عبدالجلیل صاحب قاضی شہر مولوی فدا حسین منصف اور نواب عبدالعزیز خاں شہید لوگ گزرے آخر الذکر حافظ الملک نواب حافظ رحمت خاں کے پوتے تھے درس و تدریس کے ساتھ تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی جاری تھا اسی زمانہ میں بریلی میں مفتی صاحب کے ہم وطن مولوی رضی الدین بن علیم الدین متوفی ۱۲۷۴ھ صدر الصدور تھے۔ ۱۲۷۳ھ میں آگرہ کے صدر اعلیٰ مقرر ہوئے ابھی بریلی سے روانگی عمل میں نہیں آئی تھی کہ ۱۸۵۷ء کی جنگ شروع ہوئی اور آپ آگرہ نہ جاسکے۔ انقلاب ۱۸۵۷ء نواب خان بہادر خاں نبیرہ حافظ رحمت خاں نے روہیلکھنڈ میں علم جہاد بلند کیا تو مفتی صاحب بھی اس میں شریک ہوئے بریلی اور رام پور آپ کی سرگرمیوں کے آماجگاہ رہے۔ جب تحریک آزادی ناکام ہوئی اور انگریزوں کا ملک پر دوبارہ تسلط ہو گیا تو مفتی صاحب گرفتار ہوئے مقدمہ چلا اور عبور دریا شور کی سزا بخوین ہوئی۔ قیام انڈمان مفتی صاحب نے جزیرہ انڈمان میں بھی درس و تدریس اور تصنیف و تالیف کا کام شروع کر دیا۔ جزیرہ انڈمان میں آپ کے پاس کسی علم کی کوئی کتاب نہ تھی محض اپنی قوت حافظہ پر مختلف فنون میں رسالے تصنیف کر دیئے اور وطن واپس آکر کتابیں دیکھیں تو تمام مسائل حرف بحرف سچ تھے۔

ایک انگریز کی فرمائش پر تقویم البلد ان کا ترجمہ کیا جو دو برس میں ختم ہوا اور وہی رہائی کا سبب بنا ۱۳۷۷ء میں رہائی پا کر کوری آئے مولوی لطف اللہ صاحب علی گڑھی نے تاریخ رہائی لکھی اور خود کوری حاضر ہو کر پیش کی۔ ۱۔ چون بفضل خالق ارض و سماء استاد شد قید عم رہا بہر تاریخ خلاص آنجناب برنوشتم ان استاذی نجا ۲۔ قیام کانپور انڈمان سے واپس آکر مفتی صاحب نے مستقل قیام کانپور میں رکھا مدرسہ فیض عام قائم کیا جو کہ کانپور کی مشہور دینی درس گاہ ہے مسلمان تاجر مدرسہ کے مصارف برداشت کرتے تھے ان میں حافظ بر خوردار خاص طور سے مشہور تھے مفتی صاحب اپنے مصارف کے لئے صرف پچیس تیس روپیہ ماہانہ تنخواہ لیتے تھے، بقول مولانا نواب حبیب الرحمن خاں شروانی اسی مدرسہ کا فیض بالآخر ندوۃ العلماء کی شکل میں ظاہر ہوا۔

سفر حج..... دو سال کے بعد حج کا ارادہ کیا مدرسہ فیض عام کانپور میں مولوی سید حسین شاہ صاحب بخاری کو مدرسہ اول اور مولوی لطف اللہ صاحب کو مدرسہ ثانی مقرر کر کے حج کو روانہ ہو گئے مفتی صاحب ہی امیر الحجاج تھے۔ اس زمانہ میں جملہ ہوا کی مدد سے چلتے تھے۔

شہادت..... جدہ کے قریب جہاز پہاڑ سے ٹکرا کر ڈوب گیا مفتی صاحب بحالت نماز احرام باندھے ہوئے غریق و شہید ہوئے۔
از عشق دم مزین چوں نکشتی شہید عشق
دعوائے اس مقام درست از شہادت ست

یہ واقعہ ۷ شوال ۱۲۷۹ھ کا ہے۔ پس آپ نے ۵۲ برس کی عمر پائی و رحمہ اللہ

تصانیف..... (۱) ملخصات الحساب فن ریاضی پر مفید رسالہ ہے ریاضی کے ابتدائی اصول آسان پیرایہ میں تحریر کئے ہیں (۲) علم الفرائض (۳) تصدیق السبع ردع کلمۃ الشیخ (۴) کلام المبین فی آیات رحمۃ اللعالمین، یہ حجم تصنیف ہے اس میں معجزات رسول کریم ﷺ کا بیان نہایت شرح و بسط سے کیا ہے (۵) بیان قدر شب پر اہ (۶) ضمان الفردوس بخاری کی حدیث ”من یضمن لی مابین لحيہ و مابین رجليہ اضمن له الجنة“ کی شرح ہے۔ دو بابوں پر مشتمل ہے اور دوسرا باب عضو خاص کے گناہوں پر مشتمل ہے (۷) وظیفہ کریمہ (۸) رسالہ در مذمت میلہ با مسلمان ہندوؤں کے میلوں میں شرکت کرتے ہیں اس کے رد میں ہے (۹) فضائل علم و علماء دین (۱۰) محاسن العلم الا فضل (۱۱) فضائل درود و سلام (۱۲) ہدایات الاضاحی (۱۳) الدر الفرید فی مسائل الصیام والقیام والعبادۃ (۱۴) فحشہ بھار، گلستان کے طرز پر نثر میں ہے انڈمان میں تالیف ہوئی (۱۵) احادیث الحبیب المتبرکہ، چالیس حدیثوں کا مجموعہ ہے جو قیام انڈمان کے زمانہ میں مرتب کیا (۱۶) توارخ حبیب اللہ انڈمان میں سرکاری ڈاکٹر محمد امیر خاں کی فرمائش پر لکھی ہے۔ جن کا ذکر مفتی صاحب نے دیباچہ میں کیا ہے واقعات نہایت تفصیل سے بقید تاریخ لکھے ہیں سیرت میں بہت خوب کتاب ہے (۱۷) تقویم البلدان ایک انگریز کی فرمائش پر انڈمان میں عربی سے ترجمہ کیا اور یہی رہائی کا سبب بنا (۱۸) نقشہ مواقع النجوم، یہ کتاب ہیئت جدید (فیثا غوری) پر لکھی ہے بعض انگریزوں نے اس کو پسند کیا اور بقول مولف تذکرہ مشاہیر کا کوری مسٹر طاسن لفٹنٹ گورنر مغربی شمالی نے جو علم ہیئت کے عالم تھے اس کو خاص طور سے پسند کیا۔ (۱۹) لوا مع العلوم و اسرار العلوم اس میں چالیس علوم کا خلاصہ لکھنا پیش نظر تھا اور ہر ایک مسئلہ پر چالیس ورق لکھنے کا التزام اس صفت کے ساتھ تھا کہ مسئلہ بھی بے نقطہ ہو اور اس پر پوری بحث بھی شگفتہ عبارت میں اسی التزام کے ساتھ کی جائے ہر علم کا نام بھی بے نقطہ تھا، مثلاً علم التفسیر کا نام علم کلام اللہ، علم حدیث کا نام علم کلام الرسول، فقہ کا نام علم الاحکام وغیرہ، تفسیر میں وعلم آدم الاسماء آیت اور حدیث میں کل مسکر حرام رواہ مسلم منتخب فرمائی تھی افسوس کہ اس سفینہ علم کے ساتھ اس نادر تصنیف کا مسودہ بھی غرقاب ہو گیا جس کی تلافی ناممکن ہے۔

علم الصیغہ..... عربی صرف کا نہایت جامع رسالہ ہے جو آج تک درس میں شامل ہے کوئی حافظ سیدوزیر اعلیٰ صاحب تھے ان کی تحریک پر ۱۲۷۶ھ میں انڈمان میں لکھا ہے یہ ایک مقدمہ چار باب اور خاتمہ پر مشتمل ہے علم الصیغہ تاریخی نام ہے اور دوسرا نام ”توانین جزیلہ حافظیہ“ ہے علم الصیغہ اور توارخ حبیب اللہ کے دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ ان حضرات کے سینے علم کے سفینے بن گئے تھے تاریخی یادداشت ترتیب واقعات قواعد فنون، ضوابط علوم بھی حیرت انگیز کرشمے دکھا رہے ہیں، ان کے علاوہ شرح ہدایت الحکمۃ (صدر شیرازی) تصدیقات حمد اللہ اور شرح چغتائی پر بھی حواشی لکھے ہیں۔ اے

(۶۴) صاحب مراح الارواح

ہو احمد بن علی بن مسعود، قال السیوطی لم اقف له علی ترجمۃ وعلیہ شروح مفیدۃ یتداولہا المتادبون من الصبیان۔ ۲

(۶۵) صاحب فصول اکبری

نام و نسب..... آپ کا نام علی اکبر اور والد کا نام علی ہے نسلاً حسینی اور مذہباً حنفی ہیں موطن و مسکن شہر الہ آباد ہے۔

عام حالات زندگی..... موصوف فقہ و اصول اور عربیت کے بلند پایہ عالم، وزیر سعد اللہ خاں کے صاحبزادے لطف اللہ اور شاہ عالمگیر اورنگ زیب کے صاحبزادے محمد اعظم کے معلم تھے، عالمگیر نے آپ کی علمی مہارت اور جذبہ تورع کو پا کر شہر لاہور کا قاضی بنایا آپ عالمگیر کی حیات تک پوری ہیبت اور دبدبہ کے ساتھ امور قضاء انجام دیتے رہے، حدود و تعزیرات اور دیگر امور قضاء میں کبھی آپ نے کوتاہی نہیں کی بہت پابند شریعت، نہایت پاکیزہ سیرت، بارعب و باوقار اور بلند گام تھے، امراء و عظماء آپ پر غیظ و غضب میں دانت پیستے رہتے تھے مگر عالمگیری ہیبت کی وجہ سے کچھ بگاڑ نہ سکے لیکن جب امیر قوم الدین اصفہانی لاہور کا قاضی ہوا تو اس نے نظام الدین وغیرہ کے ذریعہ سے ۱۰۰۹ھ میں آپ کو اور آپ کے بھانجے سید محمد فاضل کو قتل کرادیا۔

چوں شہید عشق دردینا و عقی سرخروست
اے خوش آنساعت کہ مارا کشتہ زیں میداں برند
اس روح فرسا واقعہ کو جب عالمگیر نے سنا تو اس نے فوراً امیر کو اور نظام الدین کو معزول کر دیا اور نظام الدین کو آپ کے ورثا کے حوالہ کر دیا چنانچہ انھوں نے قصاص میں اس کو قتل کر دیا اس کے بعد عالمگیر نے قاضی شیخ الاسلام پٹنی کو حکم دیا کہ امیر قوام الدین کے قضیہ کا فیصلہ شریعت کے مطابق کر دیں لیکن آپ کے ورثا نے امیر کو معاف کر دیا آپ بڑے صاحب فضل و کمال تھے جس وقت فتاویٰ عالمگیری کی تدوین ہو رہی تھی تو اس کی نگرانی کرنے والوں میں ایک آپ بھی تھے۔
تصانیف..... فن صرف میں فصول اکبری آپ کی مشہور اور متداول تصنیف ہے اس کے علاوہ اصول اکبری اور اس کی شرح بھی صرف کی بہترین کتابیں ہیں فصول اکبری فارسی زبان میں ہے اور آخر الذکر دونوں عربی میں ہیں۔

فہرست شروح فصول اکبری

نمبر شمار	شرح	مصنف	سنہ وفات
۱	نوادرا اصول فی شرح الاصول	مفتی سعد اللہ مراد آبادی	۱۲۹۳ھ
۲	شرح فصول اکبری	ملا علاء الدین بن انوار الحق فرنگی محلی	۱۲۴۲ھ
۳	رکاز الاصول شرح فصول	مولوی حمایت علی بن مولوی محمد کاظم کاکوروی	-
۴	شرح فصول اکبری	مولوی علاء الدین احمد بن انوار الحق بن عبد الحق بن سعید	-
۵	=====	مولوی برکت اللہ بن محمد احمد اللہ بن محمد نعمت اللہ لکھنوی	-
۶	فیوض عثمانی (اردو)	مولانا عبد الرب میرٹھی	-

(۶۶) صاحب مائتہ عامل

تعارف..... عبد القاہر نام، ابو بکر کنیت، والد کا نام عبد الرحمن ہے جرجان کے باشندے ہیں جو طبرستان کا مشہور ضلع ہے اکابر نجات میں سے ہیں علوم عربیہ میں آپ کی شخصیت مسلم ہے معانی و بیان کے امام مانے جاتے ہیں آپ کی نظر و سیع و فکر و قلم صحیح سے علم معانی کی جو خدمت قیمتی انعمایات و اقصیٰ النہایات بہم پہنچی ہے اس کا عشر عشیر بھی کوئی نہ کر پایا۔
انواع مجاز کے درمیان فرق قائم کرنا، بعض کو مرسل اور بعض کو استعارہ قرار دینا انواع متشابہ کے درمیان تمیز کرنا مسائل ملقبہ کو متمیز بالحدود کرنا اسی امام عالی مقام کی سعی بلوغ اور کامل جدوجہد کا نتیجہ ہے آپ کی تحقیقات غامضہ اور آپ کے زیریں اقوال علم بلاغہ کے لئے آج تک مشعل راہ بنے ہوئے ہیں آپ کی بے پایاں خدمات کی بنا پر علم بلاغہ نے آپ کو واضع علم بیان کے خطاب سے یاد کیا ہے۔

تحصیل علم..... زمرہ متقدمین کے آئمہ، شیوخ کا عام شیوہ تھا کہ وہ تحصیل علم کی خاطر صحرا النوردی اور بادہ پیمائی کرتے اور مختلف ملکوں کا سفر اختیار کر کے سینکڑوں اساتذہ سے اپنی علمی پیاس بجھاتے تھے مگر شیخ عبد القاہر نے ابو علی فارسی کے

خواہر زادہ کے علاوہ نہ کسی سے علم حاصل کیا اور شہر جرجان سے باہر قدم نکالا انھیں سے آپ کی تحصیل کا آغاز ہے اور انہیں سے فاتحہ فراغ اس کے باوجود آپ آسمان علم و فضل پر مہر تاباں ہو کر نمودار ہوئے اور علوم عربیہ نحو، معانی، بیان، بدیع و غیرہ میں وہ شہرت حاصل کی کہ آج تک آپ کا نام روشن ہے طاش کبری زادہ آپ کی توصیف میں رقمطراز ہیں کہ عربی دانی اور فصاحت و بلاغت کے بڑے اماموں میں تھے اور مسلک کے لحاظ سے شافعی اور اشعری تھے ”احمد بن عبد اللہ الضریر المہاباذی صاحب۔“ شرح المصباح اور ابوالمظفر محمد بن احمد بن محمد بن اسحاق الایبوردی صاحب ”المختلف والمؤتلف“ وغیرہ آپ کے تلامذہ میں داخل ہیں۔ ومن شعره رحمته الله۔

کبر علی العلم یا خلیلی ومل الی الجہل میل ہاتم وعش حمارا تعش سعیدا فالسعد فی طالع البہائم وقال

لاتامن النفس من شاعر مادام حیا سالما ناطقا فان من یمد حکم کاذبا یحسن ان یهجو کم صادقا

وفات..... آپ نے ۴۷۱ھ میں بزبان جگر لکھنوی یہ کہتے ہوئے لو خد حافظ وہاں جاتے ہیں اب جس جگہ جا کر کوئی آتا نہیں وفات پائی بقض حضرت نے سنہ وفات (۴۷۲ھ) ذکر کیا ہے۔

تصانیف..... (۱) المغنی، شیخ ابو علی فارسی کی ”الایضاح“ کی شرح ہے جو تیس جلدوں میں بتائی جاتی ہے (۲) المقتصد شرح مذکور ”المغنی“ کا خلاصہ ہے ایک جلد میں ہے (۳) اعجاز القرآن (۴) تفسیر الجرجانی یہ غالباً سورہ فاتحہ کی تفسیر ہے (۵) الحکم علم نحو میں مختصر سار سالہ ہے۔ (۶) العمدہ یہ علم تشریف میں ہے۔ (۷) دلائل الاعجاز (۸) اسرار البلاغہ، دونوں معانی و بیان کی بارہ ناز کتابیں ہیں جن کے متعلق حسب ذیل الفاظ میں تعریف کی گئی ہے یہ دونوں بڑی نشانی ہیں اور دونوں علوم میں ید بیضا کی حیثیت رکھتی ہیں بعد کے لوگ سب آپ ہی کے خوشہ چیں ہیں۔ (۹) مختار الاختیار فی فوائد معیار النظر، معانی بیان بدیع اور توانی میں ہے (۱۰) مائتہ عامل، عوامل نحو کے موضوع پر بہترین اور مشہور و متداول متن ہے۔

تسروح و تعلیقات مائتہ عامل..... (۱) شرح العوالم از شیخ جرجان باباطوسی (۲) شرح العوالم از شیخ حسام الدین توقانی (۳) شرح العوالم از شیخ احمد بن مصطفیٰ معروف بظاہر شہری زلہ متوفی ۹۶۸ھ (۴) شرح العوالم از شیخ یحییٰ بن بخشی متوفی فی لوائل ۱۰۰۰ھ (۵) شرح العوالم از شیخ یحییٰ بن نصوص ابن اسرائیل (۶) شرح العوالم از علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ (۷) الاعراب فی ضبط عوالم الاعراب از شیخ ابراہیم بن احمد جزری (۸) تعلیق بر عوالم از سید شریف علی بن محمد جرجان متوفی ۸۱۶ھ (۹) شرح عوالم جرجانیہ از ملا سعد اللہ (۱۰) شرح عوالم جرجانیہ از حسن بن موسیٰ کردی ۱۱۳۸ھ۔

(۶۷) صاحب کافیہ

نام و نسب..... عثمان نام، ابو عمر و کنیت، جمال الدین لقب اور والد کا نام عمر ہے حافظ ذہبی نے لکھا ہے کہ آپ کے والد امیر عزالدین موسک صلاحی کے یہاں دربان تھے جس کو عربی میں حاجب کہتے ہیں اس لئے آپ ابن الحاجب سے مشہور ہیں سلسلہ نسب یوں ہے جمال الدین ابو عمر و عثمان بن عمر بن ابی بکر بن یونس الدونی۔

سنہ پیدائش..... ملک مصر میں سعید اعلیٰ کے اعمال قوصیہ میں اسنانامی ایک چھوٹی سی بستی ہے شیخ موصوف او آخر ۵۷۵ھ میں یہیں پیدا ہوئے۔

تحصیل علم..... ابتداء آپ نے قاہرہ میں تعلیم پائی صغر سنی میں قرآن پاک حفظ کیا۔ علامہ شاطبی سے قرأت کی تحصیل اور ”التیسیر“ کا سماع کیا علامہ ابوالجود سے قرأت سبعہ پڑھی اور شیخ ابو منصور ابپاری وغیرہ سے علم فقہ مذہب مالکی میں علامہ شاطبی اور ابن البنا سے علم ادب حاصل کیا علامہ بویصری وغیرہ سے بھی سماع حاصل ہے۔

جلالت شان..... علامہ ابن حاجب بلند پایہ فقیہ، اعلیٰ مناظر بڑے دیندار متقی و پرہیزگار معتمد و ثقہ، نہایت متواضع اور تکلفات سے قطعاً آشنا تھے بحر علمی میں بہت اونچا مقام رکھتے تھے۔ مورخ ابن خلکان کا بیان ہے کہ اواء شہادت کے سلسلہ میں

آپ بارہامیرے پاس تشریف لائے میں نے علوم عربیہ کے مختلف مسائل مسئلہ آپ سے دریافت کئے آپ نے نہایت سکون اور وقار کے ساتھ ہر ایک کا تسلی بخش اور معقول جواب دیا میرے سوالات میں ایک سوال منہتی کے اس شعر کی بابت تھا

لقد اے تصبرت حتی لات مصطر
فلان افحم حتی لات مقتحم
کہ لفظ مصطر اور محم کیوں مجرور ہے جبکہ لات حروف جر میں سے نہیں ہے آپ نے بقول شاعر جواب دیکش و مطبوع گفتش چنان کا مازاں گفتش

اس کا نہایت بسط و تفصیل کے ساتھ بہت عمدہ جواب دیا علم نحو کے بہت سے مسائل میں آپ نے نجات سے اختلاف رائے کیا ہے اور ایسے ایسے اشکالات و الزامات قائم کئے ہیں جن کا جواب خیلے دشوار ہے آپ کی ذکاوت و ذہانت کی تعریف میں ابن خلیکان ہی رقمطراز ہیں ”کان من احسن خلق الله ذہنا“ اللہ کی مخلوق میں سب سے زیادہ روشن ذہن تھے۔

درس و مدرس..... جامع دمشق میں ایک زمانہ تک درس و تدریس کے بعد آپ اور شیخ عزالدین بن عبد السلام مصر تشریف لائے اور مدرسہ فاضلیہ میں صدر مقرر ہوئے اخیر میں آپ اسکندریہ منتقل ہو گئے تھے اور یہیں مستقل قیام کا ارادہ تھا مگر یہاں آپ کو کچھ زیادہ دن نہ ہوئے تھے کہ راہی ملک بقاء ہو گئے۔

شعر و شاعری..... سے آپ کو طبعی ذوق تھا اور بہت عمدہ اشعار کہتے تھے کتاب کافیہ آپ نے خود نظم کی ہے جس کا نام ”الوافیہ“ ہے اور تیس اشعار پر مشتمل آپ کا نہایت جید قصیدہ یہ ہے۔

نفسی الفداء لسانل و افانی
بمائل فاحت کفصن البان
نغزو معی سے آپ کو خصوصی دلچسپی تھی اس سلسلہ میں آپ کے بہت سے اشعار منقول ہیں مثلاً

ای خدمع ید و ذی حروف
طاوعت فی الروی وہی عیون

و دواقر الحوت و النون ونا
ت عصتہم و امر مستبین

!! وہو جواب عن الیبتین المشہورین و ہما

ربما عالج القوامی رجال
فی القوافی فلتوی و تلین

طاو عتہم عین و عین و عین

و عصتہم نون و نون و نون

ولہ ایضافی اسماء قداح المیسرة ثلاثة ابیات وہی۔

والمعلی الوغد ثم سفیح وینسیح و ذی الثلاث تہمل

وفات..... ۱۶ شوال ۶۴۶ھ میں جمعرات کے روز دن چڑھے اسکندریہ میں وفات پائی اور باب البحر سے باہر شیخ صالح ابن ابی اسامہ کی تربت کے پاس مدفون ہوئے۔

تصانیف..... (۱) المتکلی للبتدی شیخ ابو علی فارسی کی الایضاح کی شرح ہے (۲) الایضاح شرح مفصل (۳) المختصر (فیالفہ) (۴) المختصر فی الاصول (۵) جمال العرب فی علم الادب (۶) المتقصد الجلیل فی علم الخلیل۔ فن عروض میں ہے (۷) منہتی السوال والامل فی علم الاصول والجدل، یہ مذہب امام مالک پر مطول کتاب ہے جسے اس نے ایک کتاب میں اختصار کے ساتھ پیش کیا ہے یہ خلاصہ مختصر ابن حاجب کے نام سے مشہور ہے (۸) منہتی اصول میں ہے اور ”مختصر“ سے بڑی ہے (۹) شافیہ (۱۰) شرح شافیہ (۱۱) الامالی الخویہ نہایت عمدہ ہے اور ایک ضخیم جلد ہے۔ (۱۲) کتاب جامع الامہات علم فقہ میں ہے۔

(۱۲) کافیہ..... یوں تو آپ کی ہر تصنیف بے بہا مونیوں کا خزانہ ہے لیکن نحوی ولاتیوں میں کافیہ کی شہرت کا جو سکہ جما ہوا ہے وہ محتاج بیان نہیں جس میں آپ نے علم نحو کے تمام قواعد نہایت عمدہ اسلوب کے ساتھ جمع کئے ہیں علم نحو کا یہ جامع اور مستند ذخیرہ سات سو سال سے مدارس میں داخل درس ہے آپ کی تصانیف کی عمدگی اور افادیت کے بارے میں

اے بلاشبہ میں نے بہت صبر کیا یہاں تک کہ اب صبر کی قوت مجھ میں باقی نہیں رہی پس اب میں جنگ کی ہلاکت میں خود کو ڈالتا ہوں پھر جنگ کی ضرورت نہ رہے گی۔ ۱۲۔

ابن خلیکان کہتے ہیں ”وکل تصانیف فی نہایت الحسن والا فادۃ“ آپ کی کل تصانیف نہایت عمدہ اور مفید ہیں۔
کافیہ اور علم تصوف..... دنیا جانتی ہے کہ کافیہ علم نحو کی مشہور کتاب ہے لیکن میر عبد الواحد بلگرامی صاحب زکریا
”سنابل“ نے اس کو تصوف کی کتاب قرار دے کر ارباب تصوف کی زبان میں بحث غیر منصرف تک شرح لکھی ہے ارباب
ذوق کی تفریح خاطر کے لئے بطور نمونہ اس کی تھوڑی سی عبارت سپرد قلم ہے۔

”الکلمۃ“ لفظ ای ملفوظۃ علی السنۃ محفوظۃ بقلوبنا و بولہنا یعنی کلمہ توحید در مرتبہ اقرار بر زبانہائے مملفوظ و در مرتبہ
تصدیق و لہام مارا ملحوظ و در مرتبہ احوال باطنہائے مازو محفوظ، مصنف ”اکتفا بذکر مرتبہ اقرار کرد و در معطوف محفوظ فرو گذاشت
بحکم آنکہ حکم کردن بر اسلام و سبب جریان تکالیف احکام منوط و مربوط بمرتبہ اقرار است و قرینہ حذف محذوف از عبارت
مصنف است کہ می گوید وضع المعنی مفرد نہادہ شدہ است یعنی لازم گردانیدہ شدہ است قبول آں کلمہ توحید بر رقاب و نواجی
بجہت تحصیل معنی کہ فرو بردست از کفر و نفاق و معاصی پس لفظ مفرد قرینہ حذف است زیرا کہ افراد سہ مرتبہ دارد، افراد از کفر
و افراد از نفاق و افراد از معاصی فالافراد من الکفر فی رتبہ الاقرار و الافراد من النفاق فی رتبہ التصدیق و الافراد من المعاصی فی رتبہ
الاحوال لان من لقی رتبہ تعالیٰ منہ حداید لہ اللہ سیاتہ حسنات وہی اسم و آں کلمہ توحید سہ نوع است یکے اسم چہ اقرار و تصدیق
فقط اسم توحید و صورت اوست و فعل و دوم فعل توحید و عمل اوست و آں دریافت احوال است و حرف و سیوم حرف توحید است
و ایں توحید تنظیمی است کی از استعداد انسانی بر طرف است و از علامت آں ہر دو توحید مذکور بے نشان و بے کیف کہ علامتہ
الحرف خلوہ عن علامات الاسم و الفعل۔“

علامہ آزاد بلگرامی فرماتے ہیں کہ میں نے کافیہ کی دو شرحیں اور بھی دیکھیں ہیں جو حقائق کے طور پر لکھی گئی ہیں
ایک عربی زبان میں ہے اس کے مصنف کا نام میر ابو البقاء ہے۔ بظاہر یہ میر عبد الواحد کے معاصر ہیں دوسری شرح
فارسی زبان میں ہے اس کے مصنف ملا موہن بہاری ہیں جو میر عبد الواحد سے متاخر معلوم ہوتے ہیں میں نے حضرت
الاستاذ مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی مدظلہ کی زبانی سنا ہے کہ بعض حضرات نے اس کو علم کلام کا رسالہ مان کر اس کی
شرح بطرز متکلمین لکھی ہے جس سے کافیہ کے ساتھ علما کے غایت شغف کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

فہرست شروح و حواشی کافیہ

نمبر شمار	شرح	مصنف	سنہ وفات
۱	شرح کافیہ	شیخ جمال الدین ابو عمرو عثمان ابن الحاجب صاحب کافیہ	۶۳۶ھ
۲	==	شیخ رضی الدین محمد بن حسن استر آبادی	بعد ۶۸۳ھ
۳	حاشیہ = (فارسی)	سید شریف علی بن محمد جرجانی	۸۱۶ھ
۴	البسیط (کبیر)	سید رکن الدین حسن محمد استری آبادی	۷۱۷ھ
۵	الوافیہ (متوسط)	سید رکن الدین حسن بن محمد استر آبادی	۷۱۷ھ
۶	شرح کافیہ (صغیر)	=====	==
۷	=====	شیخ جلال الدین احمد بن علی بن محمود غجدانی	-
۸	المرشح	شیخ ابو بکر شمس الدین محمد بن ابی بکر بن محمد خبیصی	-
۹	شرح کافیہ	شیخ تاج الدین ابو بکر محمد احمد بن عبد القادر بن مکتوم قیسی حنفی	۷۴۹ھ
۱۰	السعیدی	شیخ نجم الدین سعید نجمی	-
۱۱	شرح کافیہ	شیخ احمد بن محمد حلی معروف بابن ملا	۱۰۰۰ھ
۱۲	تحفۃ الطالب (جلد ۲)	شیخ نجم الدین احمد بن محمد قمولی	۷۲۷ھ

۵۷۲۹	شیخ شمس الدین محمد بن عبدالرحمن اصبہانی	۱۳ شرح کافیہ
۵۸۲۹	شیخ شہاب الدین احمد بن عمر ہندی دولت آبادی	۱۴ حاشیہ =
۵۸۰۱	شیخ احمد بن محمد زبیدی اسکندری مالکی	۱۵ شرح کافیہ
۵۹۰۶	شیخ عیسیٰ بن محمد صفوی	۱۶ =====
-	شیخ علاؤ الدین علی فناری	۱۷ =====
-	حکیم شاہ محمد بن مبارک قزوینی	۱۸ کشف الحقائق
۵۸۰۸	شیخ محمد بن محمد اسنوی قدسی	۱۹ المناہل الصافیہ فی حل الکافیۃ
۵۹۱۰	مولوی میر حسین میبدی	۲۰ مرض المرضی
۵۹۲۳	شیخ عصام الدین ابراہیم بن محمد اسفرائینی	۲۱ شرح کافیہ
۵۸۹۸	شیخ نور الدین عبدالرحمن بن احمد الجبای	۲۲ الفوائد الصیائیہ
۱۰۰۰ھ	علامہ سودی	۲۳ شرح کافیہ (ترکی)
-	ملا عبدالنبی بن قاضی عبدالرسول عثمانی احمد نگری	۲۴ جامع القموض (فارسی)
-	شیخ شمس الدین بن قاضی کمال الدین	۲۵ فتح القتاج
-	شیخ معین الدین محمد امین ہروی	۲۶ شرح کافیہ (فارسی)
-	شیخ علاؤ الدین علی بن محمد قوشی	۲۷ =====
-	شیخ احمد بن ابراہیم حلبی	۲۸ اونی الوافیۃ
۵۶۸۵	قاضی ناصر الدین عبداللہ بیضاوی	۲۹ شرح کافیہ
-	شیخ اسحق بن محمد بن العمد ملقب بکیر دہلوی	۳۰ =====
-	شیخ محمد بن محمد بن علی بن محمود ارانی ساکنانی	۳۱ =====
۵۷۲۶	امام تاج الدین ابو محمد علی بن عبداللہ بن ابی الحسن اردبیلی	۳۲ =====
۵۸۱۹	شیخ صفی الدین نصیر الدین بن نظام الدین جونپوری	۳۳ غایۃ التحقیق
۵۸۶۳	شریف نور الدین علی بن ابراہیم شیرازی	۳۴ شرح کافیہ
۵۷۲۲ھ	تاج الدین احمد بن عثمان بن ابراہیم بن مصطفیٰ بن سلیمان الماردینی الحنفی	۳۵ تعلیق
-	شیخ عبداللہ بن علی بن محمد معروف بفلک العلا تبریزی	۳۶ الہادیۃ الی حل الکافیہ
-	شیخ تقی الدین ابراہیم حسین بن عبداللہ بن ثابت طائی	۳۷ التحفۃ الوافیہ
-	شیخ تاج الدین بن محمود نجمی شافعی	۳۸ شرح کافیہ
-	علامہ اصفہندی	۳۹ =====
بعد ۸۲۵ھ	شیخ یعقوب بن احمد بن حاج عوض	۴۰ =====
-	شیخ اسمعیل بن ابراہیم بن عطیہ بحرانی	۴۱ الاسرار الصافیہ
-	شیخ رکن الدین حدیثی	۴۲ شرح کافیہ
-	حسین بن احمد مشہور بزینی زادہ	۴۳ حاشیہ زینی زادہ
-	مولانا محمد حیات صاب سہیل	۴۴ سعیدیہ (اردو)
-	مولوی مشیت اللہ صاحب دیوبندی	۴۵ ایضاح المطالب =
-	مولانا محمد شعیب صاحب	۴۶ تحریر سنبت
-		۴۷ حبیبیہ شرح کافیہ (اردو)

معربات کافیہ

نمبر شمار	معربات	مصنف	سنہ وفات
۱	الافصاح	بعض الفضلاء	=====
۲	معرب الکافیہ	شیخ حاجی بابا طوسی	=====
۳	=====	شیخ محمد بن ادریس بن الیاس مرعشی	=====
۴	== (ترکی)	شیخ کمال الدین معرف باق قفتان	بعد ۱۰۲۸ھ

مختصرات کافیہ

نمبر شمار	مختصرات	مصنف	سنہ وفات
۱	اللب	قاضی ناصر الدین عبد اللہ بیضادی	۶۸۵ھ
۲	الوافیہ فی مختصر الکافیہ	شیخ فضل بن علی جمالی	۹۹۱ھ
۳	مختصر الکافیہ	شیخ برہان الدین ابراہیم بن عمر جعبری	۷۳۲ھ
۴	=====	شیخ محمد بن محمود مغلوی وقالی	-
۵	الاسئلہ القلطیہ	شیخ خضر بن الیاس	-

منظومات کافیہ

۱	الوافیۃ	شیخ جمال الدین ابو عمر عثمان ابن الحاجب	۶۳۶ھ
۲	نہایت المہجہ معروف بتائیہ	شیخ ابراہیم مستبشری	۹۱۷ھ
۳	نظم الکافیہ	ابن حسام الدین اسمعیل بن ابراہیم	۱۰۱۶ھ

(۶۸) صاحب ہدایتہ الخو

تعارف.....عارف کبیر شیخ سراج الدین عثمان چشتی نظامی معروف بانخی سراج اودھی دین حق کے نیر تاباں حضرت سلطان المشائخ نظام الدین محمد بدایونی دہلوی کے نمائندے شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی شیخ عبد الحق پنڈوی، شیخ وجیہ الدین یوسف شیخ یعقوب، شیخ مغیث، شیخ برہان الدین وغیرہ حضرات جو سرزمین ہند کے مختلف علاقوں میں بکھرے ہوئے تھے انھیں میں سے ایک آپ بھی ہیں۔

ابتدائی حالات.....شیخ سراج الدین بالکل نوعمری میں حضرت نظام الدین محمد بدایونی کی خانقاہ میں آکر شریک ہو گئے تھے اور غفوان شباب میں علوم ظاہری سے قطعاً آشنا تھے البتہ علم کا شوق ضرور رکھتے تھے کیونکہ میر خور دے لکھا ہے کہ جب یہ دہلی پہنچے تو کاغذ و کتاب خود کو جزاں دیگر رشتے نہ داشت کتاب اور کاغذ کے سوا کوئی دوسرا سامان ان کے پاس نہ تھا لیکن خانقاہ میں پہنچ کر واردین و صادرین کی خدمت میں کچھ اس طرح مشغول ہوئے کہ لکھنے پڑھنے کا موقع نہ مل سکا۔

آغاز تعلیم.....میر خور دے لکھتے ہیں کہ جس وقت ہندوستان کے مختلف اقطار و جہات میں حضرت سلطان المشائخ نے چاہا کہ اپنے نمائندوں کو روانہ کریں تو قدر تا بنگال کیلئے انہی کی طرف خیال جاسکتا تھا کہ ”ما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ“

(نہیں بھیجا ہم نے کسی رسول کو لیکن اس کی قوم کی زبان کے ساتھ) لیکن جب یہ محسوس ہوا کہ انہوں نے علوم ظاہری کی تکمیل نہیں کی تو فرمایا۔ ”اول درجہ دریں کار علم است نیز فرمایا کہ جاہل آدمی شیطان کا کھلونا ہوتا ہے کہ شیطان جس طرح چاہے اس سے کھیلتا رہتا ہے۔

حضرت مولانا فخر الدین زاردی بھی مجلس میں تشریف فرما تھے انہوں نے عرض کیا اور شش ماہ اور دانشمند سیکنم میں ان کو چھ ماہ میں مولوی بنادوں گا۔

تعلیم صرف..... چنانچہ حضرت مولانا فخر الدین زاردی نے غیاث پور میں شیخ سراج کی تعلیم شروع کی آپ کو جو کتابیں پڑھانی گئیں ان میں میر خورد بھی شریک تھے انہوں نے ان کتابوں کی جو فہرست دی ہے وہ یہ ہیں۔

لغرض خدمت مولانا سراج الدین در کبر سن تعلیم کرد و برابر کاتب حروف میر خورد در آغاز تعلیم میزان و تصریف و قواعد و مقدمات او تحقیق کرد

کافی عمر ہو جانے کے بعد مولانا سراج الدین کی تعلیم شروع کی کاتب الحروف برابر آغاز تعلیم میزان اور گردان وغیرہ کے قواعد سے ساتھ تھا اور پڑھتا تھا۔

مولانا فخر الدین کا جو وعدہ شش ماہ کا تھا اس کیلئے خود ان کو بھی کام کرنا پڑا۔ میر خورد نے لکھا ہے کہ مولانا فخر الدین بجمت او تصریف مختصر و مفصل تصنیف کرد و اور اعثمائی نام نہاد۔

مولانا فخر الدین نے ان کے واسطے مختصر اور مفصل گردان کی ایک کتاب تصنیف کی جس کا نام عثمانی رکھا۔

غالباً یہ وہی کتاب ہے جو عربی مدارس میں اس وقت تک ”زر اوی“ کے نام سے مشہور ہے۔
تعلیم نحو و فقہ..... صرف کی تعلیم کے بعد عثمان سراج نے شیخ رکن الدین اندریتی سے فقہ و نحو کی تحصیل کی ان میں جو کتابیں آپ کو پڑھانی گئیں ان کے متعلق میر خورد رقمطراز ہیں کہ

پیش مولانا رکن الدین اندریتی کاتب حروف کافہ و مفصل و قدوری و مجمع البحرین تحقیق کرد و بمرتہ افادت رسید کاتب حروف ہمیشہ مولانا رکن الدین اندریتی سے کافہ، مفصل قدوری اور مجمع البحرین پڑھتا رہا اور افادہ کے لائق ہوا۔

صاحب خزینۃ الاصفیاء نے لکھا ہے کہ آپ چھ ماہ کی مدت میں اس رتبہ پر پہنچ گئے تھے کہ کسی دانشمند کو آپ کے ساتھ بحث و مباحثہ کی مجال نہ تھی۔

عطاء خرقہ خلافت..... جیسا کہ اوپر مذکور ہوا ابتدا میں آپ علم ظاہر سے بے بہرہ تھے اسی وجہ سے شیخ فرید شکر گنج نے عطاء خرقہ خلافت حصول علم ظاہر پر موقوف فرمایا۔ آپ عرصہ چھ ماہ میں تحصیل و تحقیق علم ظاہر کر کے مرتبہ تکمیل کو پہنچے ہنوز علم ظاہر سے فراغت نہ پائی تھی کہ حضرت شیخ فرید شکر گنج نے انتقال فرمایا اور وقت انتقال سلطان المشائخ سے ارشاد عطاء خرقہ خلافت فرما گئے بعد اکتساب علم ظاہری بروایت اخلاص الاغیاد تین برس کامل سلطان المشائخ سے تعلیم پائی و بحصول خرقہ خلافت و اجازت بمقام کور مشہور بہ لکھنوی تشریف لائے اور شاہ علاء الحق پنڈوی وزیر بادشاہ بنگال کو اپنا مرید و خلیفہ اور جانشین مقرر فرمایا۔

احی سراج اور خدمت دین..... آج بنگال کے تین کروڑ سے زائد مسلمانوں پر مسلمانوں کو ناز ہے کہ اتنی بڑی آبادی کسی خالص اسلامی واحد ملک کی بھی نہیں ہے لیکن غریب الدیار اسلام نے جب اس ملک میں قدم رکھا تھا تو لوگوں کو کیا معلوم کہ اس کی پالکی کو کندھا دینے والے کون کون لوگ تھے۔ ایک لڑکا۔

ہنوز موئے ریش آغاز نہ شدہ بود در حلقہ ارادت شیخ در آمدہ بود در سلک خدمتگار ال پرورش یافتہ
ابھی سبزہ بھی نہ آیا تھا کہ شیخ کے ارادتمندوں میں داخل ہو چکے تھے اور خدمتگاروں سے منسلک ہو کر پرورش پانے لگے تھے۔

منسلک خدمتگاروں میں اسی پرورش پانے والے لڑکے کا نام بعد کو انی سراج الدین عثمان ہوا۔ جس نے نظام الاولیاء کی خانقاہ سے نکل کر سارے بنگال میں آگ لگا دی ایمان و عرفان کا چراغ روشن کر دیا پنڈوہ کے علاء الحق والدین جن کا آج سارے بنگال معتقد ہے انہی انی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ کے تراشیدہ ہیں۔

وفات آپ نے ۷۵۸ھ میں وفات پائی۔ تاریخ وفات اس قطعہ سے ظاہر ہے۔

چوں سراج الدین شہ از دنیاے دہ

سال وصل آل شہ والا مکاں (۷۵۸ھ)

عارف امجد سراج الدین بگو

تصانیف آپ کی تصانیف میں میزان الصرف، پنج گنج اور ہدایت الخو بتائی جاتی ہیں مگر جیسا کہ ہم پہلے عرض کر چکے اس انتساب کا مدار صاحب تعداد العلوم پر ہے موصوف کے حالات آئینہ اودھ، نزہۃ الخواطر وغیرہ بہت سی کتابوں میں مذکور ہیں لیکن کسی نے ان کی کوئی تصنیف ذکر نہیں کی۔ لا واللہ اعلم

شروع و حواشی ہدایت الخو (۱) درایت الخو (۲) مصباح الخوا از مولانا افتخار علی صاحب (۳) کفایت الخو (اردو) از مولانا محمد حیات صاحب (۴) شرح ہدایت الخوا از سید جعفر الہ آبادی متوفی ۱۲۴۹ھ

(۶۹) صاحب نحو میر

نام و نسب علی نام، ابوالحسن کنیت، زین الدین لقب، والد کا نام محمد اور دادا کا علی ہے سرسید شریف کے ساتھ مشہور ہیں عجائب المقدور فی اخبار تیمور میں جو آپ کا نام محمد بتلایا گیا ہے وہ غلط ہے۔

سنہ پیدائش بقول علامہ غیاث الدین ہروی صاحب، حبیب السیر فی اخبار افراد البشر آپ قریہ طاغو ملحقات استر آباد میں ۲۲ شعبان ۷۴۰ھ میں پیدا ہوئے اور صغیر سنی ہی میں علوم ادبیہ کی تکمیل کی بلکہ صغیر سنی ہی میں نحو کی متعدد کتابیں بھی لکھیں، چنانچہ دافیہ شرح کافیہ دور تعلیم ہی کی تصنیف ہے مورخ شمس الدین نے جائے پیدائش جر جان بتائی ہے۔

تحصیل علم علوم ادبیہ کی تکمیل کے بعد آپ نے علوم عقلیہ کی تحصیل کی اور شرح مطالع و قطبی پڑھنے کے واسطے دل میں یہ شوق پیدا ہوا کہ یہ خود ان کے مصنف سے پڑھیں لان صاحب امیتہ لوری بمافیہ چانچہ آپ ان کتابوں کے مولف قطب الدین رازی (تحتانی) کی خدمت میں ہر تہہ پہنچے مگر اس وقت قطب موصوف کی عمر دسویں منزل کی انتہا پر پہنچ چکی تھی اور آپ پر فروت ہو چکے تھے بڑھاپے کی وجہ سے آبرو آنکھوں پر لٹک آئے تھے اور اپنی آخری بہار دکھا رہے تھے کہن سال علامہ نے جواں ہمت سید کی ذہانت و قابلیت کی طرح پر جانچ کی تو جو ہر دانش ناصیہ شباب پر نمودار پایا اور دیکھا کہ علم منطق میں آپ کی فکر و نظر برق کی طرح چمک رہی ہے اسلئے آپ نے اپنے بڑھاپے کا غدر کیا اور کہا کہ تم کو پڑھانے کیلئے جس محنت کی ضرورت ہے وہ مجھ سے نہیں ہو سکتی، اسلئے تم میرے آژو کردہ غلام اور تلمیذ مبارک شاہ منطقی کے پاس قاہرہ چلے جاؤ مفتاح العسادی میں ہے کہ۔

”یہ مبارک شاہ علامہ قطب الدین کے غلام تھے بچپن سے انھوں نے مبارک شاہ کو پالا پوسا اور بڑھایا تا اس کے مبارک شاہ مدرس ہو گئے اور ہر علم میں فاضل عام طور سے لوگ ان کو مبارک شاہ منطقی سے موسوم کرتے تھے۔“ ساتھ ہی مبارک شاہ کے نام ایک سفارشی خط بھی لکھ دیا۔

میر سید شریف کا شوق ان کو خراسان سے مصر لے پہنچا قاہرہ پہنچ کر مبارک شاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کو استاد کا خط دیا سفارش کے اثر سے حلقہ درس میں تو داخل کر لئے گئے لیکن خدا جانے کیا صورت پیش آئی کہ مبارک شاہ نے ان کو صرف بیٹھنے اور سننے کی اجازت دی پوچھنے کی اور قرات کی اجازت نہیں دی۔

علمی تکرار سے استاد پر وجد مبارک شاہ کا مکان مدرسہ سے بالکل متصل اور اس کا دروازہ بھی مدرسہ ہی کی جانب تھا۔ ایک مرتبہ یہ دیکھنے کیلئے کہ طلبا کیا کر رہے ہیں شب کو چپ چاپ نکلے اور جس حجرہ میں سید شریف مقیم تھے وہاں آئے، اس وقت میر سید شریف آموختہ دہرا رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ کتاب کے مصنف نے تو اس مسئلہ کی یہ تقریر کی ہے اور شارع کا یہ قول ہے اور استاد نے اس کی تقریر یوں کی ہے اور میں اس کی تقریر یوں کرتا ہوں مبارک شاہ ٹھہر گئے اور کان لگا کر غور سے سننے لگے میر صاحب کی تقریر کا انداز بیان استاد لچپ تھا کہ مفتاح العسادی میں لکھا ہے ”لحقہ البجیۃ والسرور حیث رقص فی فناء المدرستہ“ ان کو ایسی مسرت اور خوشی ہوئی کہ محض مدرسہ میں ناچنے لگے اس واقعہ سے استاذ اتنا متاثر ہوا کہ صبح

سے ان کا مستقل درس مقرر کر دیا۔

اساتذہ و شیوخ..... شرح مطالع اور قطبی کے علاوہ موافق بھی میر صاحب نے مہدک شاہ سے پڑھی اور علوم عقلیہ کے علاوہ علوم ثقلیہ بمعیت شمس الدین محمد فناری شیخ الملک الدین محمد بن محمود بابر تہی حنفی صاحب عنایہ (حاشیہ ہدایہ) سے قاضی میں حاصل کئے مفتاح العلوم نور طاوسی (شارح مفتاح) سے اور شرح مفتاح مولف کے صاحبزادے مخلص الدین ابوالخیر علی بن قطب الدین رازی سے پڑھی۔ محمود بن اسرائیل (ابن قاضی سلوہ) اور الحان پاشا صاحب تسہیل آپ کے ہم سبق تھے۔ میر صاحب اور سفر فرمان..... میر صاحب نے علامہ جمال الدین محمد بن محمد اقسرانی شارح موجز کی علمی شہرت سن کر بلاد فرمان کا سفر کیا اور جب آپ اس کے قریب پہنچے تو جمال موصوف کی شرح ایضاح نظر سے گزری اس کو دیکھ کر آپ نے فرمایا ”انہ تم بقر علیہ ذباب“ یہ تو گائے کا گوشت ہے جس پر کھیاں بھنھنا ہی ہیں۔

وجہ یہ تھی کہ ایضاح ایک مبسوط و مفصل کتاب ہے جو حل و شرح سے بے نیاز ہے جمال الدین اس کا متن تمامہ لکھ کر سرخ سطر پہنچ دیتے تھے اور کہیں کہیں اپنی طرف سے کلام کرتے تھے فکان الشرح کالذباب علی تم البقر۔ کسی طالب علم نے میر صاحب کا یہ جملہ سنا کہ آپ ان کے پاس جا کر ان کی تقریر سنئے کیونکہ ان کی تقریر تحریر سے بہتر ہوتی ہے میر صاحب تقریر سننے کی غرض سے تشریف لے گئے مگر شہر میں داخل ہونا تھا کہ جمال موصوف دنیا سے رخصت ہو گئے۔

علم باطن..... میر صاحب علوم ظاہری کے علاوہ علم باطن کے زیور سے بھی آراستہ تھے آپ نے علم تصوف حضرت خواجہ علاء الدین محمد بن محمد عطا و بخاری خلیفہ خاص حضرت خواجہ خواجگان سید بہاء الدین نقشبندی سے حاصل کیا تھا اور فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے خدا کو کما حقہ اس وقت تک نہیں پہچانا جب تک کہ ہم خواجہ عطار کی خدمت میں حاضر نہیں ہوئے۔ شاہ شجاع الدین تک رسائی اور درس و تدریس..... علامہ غیاث الدین شیرازی صاحب حبیب السیر نے ذکر کیا ہے کہ ۷۷۰ھ میں جبکہ شاہ شجاع الدین مظفر قلعہ زرد میں مقیم تھا میر صاحب کے دل میں آیا کہ اگر کسی طرح شاہ تک رسائی ہو جائے تو اچھا ہو چنانچہ میر صاحب نے فوجی وردی پہنی اور اپنے معاصر سعد الدین تفتازانی سے کہا میں غریب آدمی ہوں تیر اندازی میں ماہر ہوں چاہتا ہوں کہ آپ میرے حق میں شاہ کے نزدیک سفارش کر دیں تاکہ میرے لئے کوئی صورت نکل آئے سعد الدین تفتازانی ان کو اپنے ہمراہ لے کر شاہ کے قلعہ تک پہنچے اور میر صاحب کو دروازہ پر ٹھہرا کر خود حاضر دربار ہوئے اور شاہ کے سامنے میر صاحب کی تعریف و توصیف کی شاہ نے میر صاحب کو طلب کر کے کہا آپ اپنا تیر اندازی کا کمال دکھائیے میر صاحب نے چند اوراق نکال کر پیش خدمت کئے جن میں مصنفین پر اعتراضات تھے اور کہا کہ یہی میرے تیر ہیں اور یہی میرا پیشہ ہے شاہ نے ان کے مطالعہ سے میر صاحب کے علمی کمالات کا اندازہ لگایا اور میر صاحب کو اپنے ہمراہ شیراز لے آیا اور یہاں کے بڑے مدرسہ ”دارالاشفا کا ان کو مدرس مقرر کر دیا جس میں آپ دس برس تک مقیم رہے اور درس و تدریس کا سلسلہ جاری رہا شریف نور الدین علی بن ابراہیم رحمہ اللہ شیرازی فخر الدین انجم، جلال الدین دوانی کے والد سعد الدین دوانی خواجہ حسن شاہ بقال، مظہر الدین محمد گازی و بی آپ کے خوشہ چیں ہیں اور ہمام الدین احمد بن عبد العزیز شیرازی نے آپ سے شرح مصباح پڑھی ہے۔

جر جانی و تفتازانی..... علامہ سعد الدین تفتازانی اور میر سید شریف جر جانی دونوں ہم عصر ہیں اور علوم و فنون میں دوش بدوش دونوں بزرگوں میں معاصرانہ چشمک رہتی ہے اور میر صاحب اپنی تحریرات میں علامہ تفتازانی پر خوب اعتراضات کرتے ہیں بلکہ بعض اوقات نہایت سخت الفاظ استعمال کر جاتے ہیں مثلاً قطبی کے حاشیہ میں موصوف پر چوٹ کرتے ہوئے لکھتے ہیں فمن شنع

علیہ فی امثال ہذہ المواضع فذلک من فرط جہلہ بعلو حالہ او طمعہ من الجہلۃ اعتقاد رفعتہ شانہ بتزییف مقالہ

میر صاحب کے پوتے ہندوستان میں..... میر صاحب کا علمی کمال صرف آپ کی ذات تک محدود نہ تھا بلکہ آپ کا فیض آپ کی نسلوں میں منتقل ہو کر دیر تک قائم و دائم رہا۔ چنانچہ علامہ سیوطی نے ”بغیۃ الوعاہ“ میں آپ کے صاحبزادے محمد کے متعلق ذکر کیا ہے کہ انھوں نے اپنے والد سے علم حاصل کیا اور شرح ارشاد شرح کافیہ حاشیہ متوسط وغیرہ مختلف

کتابیں تصنیف کیں آپ کے حقیقی پوتے میر مرتضیٰ شریفی جن کے متعلق ملا عبد القادر نے لکھا ہے کہ ”میر سید شریف جرجانی کے پوتے ہیں ریاضی اور فلسفہ کے تمام شعبے، منطق اور کلام میں اپنے عہد کے تمام علمائے کبریٰ کو برتری حاصل تھی انھوں نے مکہ معظمہ جاکر علم حدیث شیخ ابن حجر سے حاصل کیا اور اس کے پڑھانے کی اجازت حاصل کی۔“ انھوں نے ہندوستان کو اپنے قدوم سمیت لزوم سے سرفراز کیا اور حرم کے مسند الوقت سے سند حاصل کر کے ہندوستان میں اپنے فیض کا دریا جاری کیا بد اونی نے لکھا ہے کہ مکہ معظمہ سے میر صاحب پہلے دکن تشریف لائے اور دکن سے آگرہ آئے یہاں پہنچ کر ان کو اگلے پچھلے علماء سب پر تقدم حاصل ہوا میر صاحب کا شغل علوم حکمت کا پڑھنا پڑھانا تھا۔ یوم وفات..... جب شاہ تیمور لنگ نے ۷۸۹ھ میں شیراز کو فتح کیا تو وہ سید شریف کو اپنے ہمراہ سمرقند لے گیا جہاں سعد الدین تفتازانی صدر الصدور تھے تیمور ان کی بہت عظمت کرتا تھا اس لئے میر صاحب تیمور کی وفات تک سمرقند میں رہتے رہے اور تیمور کی وفات کے بعد شیراز واپس آئے اور یہیں یوم چہار شنبہ ۶ ربیع الاول ۸۱۶ھ میں بمر ۷۶ سال نفس مجرد شریف نے محل بار بدن خاکی کشیف سے خلاصی پائی۔ مشہور دارین تاریخ وفات ہے قال الای فی تاریخ وصالہ

چہار شنبہ مہتمم از ماہ ربیع آخر او

چونکہ بود او سر در اقران فن در قرن خویش

میر صاحب نے آخر وقت میں اپنے بیٹے کو جو وصیت کی تھی وہ یہ تھی۔

نصیحت ہمیں مت جان پدر

کہ عمرت عزیز ست ضائع مکن

علمی کارنامے..... (۱) شرح مفتاح العلوم، فرغ منہ اواسط شوال ۸۰۳ھ (۲) شرح منتهی السوال والامل فی علمی الاصول والجدل (لابن الحاجب) (۳) شرح مواقف، فرغ منہ فی اوائل شوال ۸۰۷ھ (۴) شرح فوائد غیاثیہ (۵) شرح کافیہ (فارسی) (۶) حاشیہ بر لوامع الاسرار شرح مطالع الانوار (۷) حاشیہ بر شرح شمسیہ (۸) حاشیہ بر شرح کافیہ (۹) حاشیہ بر شرح وقایہ (۱۰) حاشیہ بر تحریر نصیر طوسی (۱۱) حاشیہ الحقیقہ الثانیہ (۱۲) حاشیہ بر تذکرہ نصیریہ (۱۳) حاشیہ بر تلویح (۱۴) حاشیہ بر شرح حکمتہ العین (۱۵) حاشیہ بر خلاصہ (فی اصول الحدیث) (۱۶) تعلیق بر نصاب البیان۔ فی اللغۃ (۱۷) تعلیق بر مقامات اربعہ توہج (۱۸) تعلیق بر شرح رضی (۱۹) تعلیق بر رسالہ عضدیہ (۲۰) تعلیق بر عوارف المعارف (۲۱) حاشیہ مطبول (۲۲) الاجوبۃ لاسئلۃ الاسکندر امن ملوک تیریز (۲۳) تعریضات العلوم (۲۴) تفسیر الزہر ادین (۲۵) رسالۃ فی الالاس والافاق (۲۶) رسالۃ البہایۃ (۲۷) رسالۃ فی تقسیم العلوم (۲۸) رسالہ مرثیہ (۲۹) رسالہ فی الموجودات (۳۰) رسالہ صغری (۳۱) رسالہ کبری (فی المنطق) (۳۲) صرف میر (۳۳) نحو میر (۳۴) رسالۃ فی الادوار (۳۵) شرح ایساغوجی (۳۶) حاشیہ شرح تجرید اصفہانی (۳۷) شرح چینی (۳۸) شریفیہ شرح سراجیہ (۳۹) حاشیہ بیضاوی (۴۰) حاشیہ مشکوٰۃ (۴۱) حاشیہ بدایہ (۴۲) حاشیہ عوالم جرجانیہ (۴۳) حاشیہ شرح اطوار ان میں سے صغری کبری صرف میر داخل درس ہیں۔ میر قطبی داخل درس تھی مگر ابھی چند سالوں سے متروک ہو گئی۔

(۷۰) صاحب شرح مائۃ عامل

حسب تصریح محمد ماہ بن محمد انور صاحب ”در مکنون“ یہ کتاب ملا عبد الرحمن جامی کی معلوم ہوتی ہے جن کے حالات عنقریب شرح جامی کے ذیل میں آرہے ہیں۔

بعض حضرات نے اس کو سید شریف جرجانی کی تصنیف کہا ہے جن کے حالات نحو میر کے ذیل میں گذر چکے۔

شروح و حواشی شرح مائۃ..... (۱) التوضیح الکامل، از مولانا الہی بخش صاحب (۲) تبیین، از مولانا موصوف (۳) شرح شرح مائۃ عامل از مولانا عبد الرسول صاحب (۴) شرح شرح مائۃ عامل از ابوالسعود ملا محمد مسعود (۵) حاشیہ صادق (۶) جواہر العرب ترجمہ و ترکیب شرح ماستدا ردو۔

(۷۱) صاحب شرح جامی

نام و نسب..... نام عبدالرحمن لقب اصلی عماد الدین، لقب مشہور نور الدین کنیت ابوالبرکات والد کا نام احمد اور لقب شمس الدین اور دادا کا نام محمد شیخ صنفی علاء الدین واعظ کاشفی نے ”رشحات عین الحیاة میں ذکر کیا ہے کہ آپ امام محمدؒ کی نسل سے ہیں آپ کا تخلص جامی ہے کمائشیر الیہ بقولہ

جرعه جام شیخ الاسلامی ست

مولدم جام ورشحہ قلمم۔

بدومعنی تخلصم جامی ست

لاجرم درجریدہ اشعار۔

پیدائش اور وطن عزیز..... آپ کے والد کا اصلی وطن اصفہان ہے دشت نامی محلہ میں رہتے تھے اسی لیے آپ نسبت میں دشتی کہلاتے ہیں، پھر کسی حادثہ کے موقع پر جام منتقل ہو گئے تھے جو خراسان کا ایک قصبہ ہے ملا عبدالرحمن جامی ۲۳ شعبان ۸۱۷ھ میں بوقت عشاء یہیں پیدا ہوئے بعد میں ہرات کی طرف منتقل ہو گئے تھے۔ تحصیل علوم..... آپ نے اپنے زمانہ کے مشاہیر علماء و فضلاء سے علم کی تحصیل کی جن کے اسماء آپ کے تلمیذ خاص عبدالغفور نے حاشیہ نقات الانس کے آخر میں درج کئے ہیں۔

پہلے صرف ونحو کی تعلیم اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی پھر خواجہ علی سمرقندی تلمیذ سرسید شریف جرجانی مولانا شہاب الدین محمد جاجری تلمیذ سعد الدین تفتازانی اور مولانا جند اصولی کے حلقہائے درس میں شریک ہوئے طلبہ مولانا جند سے شرح مفتاح پڑھتے تھے اور یہ ان کو سمجھایا کرتے اور کہتے تھے کہ جب سے سمرقند آباد ہوا ہے اس وقت سے اب تک یہاں عبدالرحمن جامی جیسا جید الطبع نہیں آیا۔

ہرات میں ملا علاء الدین قوچکی شارح تجرید سے مباحثہ ہوا اور آپ ہی غالب رہے یہاں تک کہ علامہ قوچکی کو اپنے طلبہ سے یہ کہنا پڑا کہ مجھے یقین ہو گیا کہ نفس قدسی اسی عالم میں موجود ہے۔

تصوف اور سلوک..... جب آپ ظاہری علوم کی تکمیل سے فارغ ہو گئے تو ایک روز کسی بزرگ کو خواب میں دیکھا جو آپ سے کہہ رہے ہیں ”اتخذ حبیباً یهدیک“ خواب سے بیدار ہوئے اور اس واقعہ سے نہایت متاثر ہوئے آپ سمرقند سے خراسان منتقل ہو کر خواجہ عبید اللہ الاحرار نقشبندی کے حلقہ میں داخل ہو گئے خواجہ کی محبت کے فیوض و برکات نے آپ کو روحانیت کے اعلیٰ مقام پر پہنچایا شیخ سعد الدین کاشغری سے بھی استفادہ کیا اور دیگر مشائخ عظام سے بھی ملاقات ہوئی ۸۷۷ھ میں زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے اور بلاد شام میں دمشق و حلب وغیرہ کا سفر لیا وہاں سفر حج کے علماء و مشائخ نے آپ کی تعظیم و تکریم کی علامہ شامی نے ملا جامی سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے ایک مرتبہ محض زیارت روضہ اقدس کی نیت سے سفر کیا جس میں حج کو بھی شامل نہ کیا تا کہ محض زیارت ہی کی نیت رہے۔ غلبہ حال..... ایک مرتبہ آپ غلبہ حال میں یہ شعر پڑھ رہے تھے۔

ہر کہ پیدای شود از دور پندرام توئی

بسکہ در جاں فگار نہ چشم بیدارم توئی

جیسے مومن کہتا ہے: جب کوئی بولا صد کانوں میں آئی آپ کی ایک منکر شخص بھی وہاں موجود تھا اس نے اعتراض کیا کہ اگر خدایا پیدای شود تو آپ نے اس کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ”پندارم توئی۔“ حضرت تھانوی علیہ الرحمہ قصہ نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ بعض اوقات غلبہ حال سکر تک ہو جاتا ہے جیسا کہ تو اسے تفسیح کا جواب دیا بیچارے مزہ لے رہے تھے اس گدھے نے خواہ مخواہ کھنڈت ڈالی۔ شیخ فریفتگی..... ذات اقدس ﷺ کے ساتھ والہانہ تعلق اور بے پناہ شیفتگی و عقیدت تھی آپ کے وصال سے چند روز قبل کے کہے ہوئے اشعار اس پر شاہد عدل ہیں۔

کہ می رساند از اں نواحی پیام و صلت بجانب ما
فان سجدنا الیک نسجد وان سعینا الیک نسعی

امن شو قالی دیار لقیقت فیہا جمال مسلمی
زہے جمال تو قبلہ جاں حریم کوئے تو کعبہ دل

بخت عیونی علی شیونی فساء حالی ولا ابالی
 شعر و شاعری..... سے نہ صرف یہ کہ آپ کو دلچسپی تھی بلکہ فارسی شعراء میں آپ کو ممتاز مقام حاصل ہے۔
 طرح نوئی یوسف زلیخا اور لیلیٰ مجنوں وغیرہ متعدد کتب منظومہ کے علاوہ آپ کا مستقل دیوان کلیات جامی کے نام سے
 مطبوع ہے جو قصائد غزلیات، مربعات، ترجیعات اور مقطعات پر مشتمل ہے کاتب حروف کے پاس ہے کبھی دیکھ لیتا
 ہے چند اشعار پیش خدمت ہیں۔

در صورت آب و گل عیاں غیر تو نیست
 گفتمی کہ ز غیر من پیروا دلت
 ای بردہ ز آفتاب بوجہ حسن سبق
 تابی از عکس طلعت و تاری طرہات
 برہر کہ تافت پر تو انوار مہر تو
 دریں سراچہ کہ چرخش کمینہ طاق نماست
 چگونہ شاد زید آنکہ بہر مردن زاد
 باعتبار دریں کاخ زر نگار نگر!
 بے مشاہدہ راز ہائے نہانی!
 لاف بے کبری مزین کاں از نشان پائے مور
 وز دروں کردن بروں آرا میگر آساں کز آل

وقال فی ذم ابنا الزماں

شکل ایشاں شکل انسان فعل شاں فعل سباع
 ہم ذماب فی ثیاب او ثیاب فی ذماب
 مثنوی جامی..... مولانا جامی علیہ الرحمہ کی ایک مشہور نعت ہے جو ”یوسف زلیخا“ کے شروع میں ہے اس کے متعلق
 حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ نے فضائل درود شریف میں اپنے والد صاحب کی زبانی ایک قصہ نقل کیا ہے اور وہ یہ کہ
 مولانا جامی یہ نعت کہنے کے بعد جب ایک مرتبہ حج کیلئے تشریف لے گئے تو ان کا ارادہ یہ تھا کہ روضہ اقدس کے پاس کھڑے
 ہو کر اس نظم کو پڑھیں گے جب حج کے بعد مدینہ منورہ کی حاضری کا ارادہ کیا تو امیر مکہ نے خواب میں امیر کو یہ ارشاد فرمایا کہ
 اس کو (جامی کو) مدینہ نہ آنے دو، امیر مکہ نے ممانعت کر دی مگر ان پر جذب و شوق اس قدر غالب تھا کہ یہ چھپ کر مدینہ
 منورہ کی طرف چل دیئے، امیر مکہ نے دوبارہ خواب دیکھا حضور ﷺ نے فرمایا وہ آرہا ہے اس کو یہاں نہ آنے دو امیر نے آدمی
 دوڑائے اور ان کو راستہ سے پکڑوا کر بلایا، ان پر سختی کی اور جیل خانہ میں ڈال دیا اس پر امیر کو تیسری مرتبہ حضور ﷺ کی زیارت
 ہوئی آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ کوئی مجرم نہیں بلکہ اس نے کچھ اشعار کہے ہیں جن کو یہاں آکر میری قبر پر کھڑے ہو کر
 پڑھنے کا ارادہ کر رہا ہے اگر ایسا ہو تو قبر سے مصافحہ کیلئے ہاتھ نکلے گا جس میں فتنہ ہو گا اس پر ان کو جیل سے نکالا گیا اور بہت
 اعزاز و اکرام کیا گیا، قصیدہ فارسی زمان میں ہے۔ چند اشعار یہ ہیں۔

۱۔ ز مہجوری بر آمد جان عالم
 تر حم یا بنی اللہ تر حم
 ۲۔ نہ آخر رحمتہ للعالمین
 ز محروماں چراغان فل نشینی
 ۳۔ خاک اے لالہ سیراب بر خیز
 چو ز گس خواب چند از خواب بر خیز
 بروں آور سر از بردیمانی
 کہ روئے تست صبح زندگانی

وفات..... آپ نے اعداد لفظ ”کاس“ یعنی اکیاسی سال کی عمر میں ۱۸ محرم ۸۹۸ھ میں جمعہ کے دن شہر ہرات میں وفات
 پائی اور یہیں مدفون ہوئے اور طائفہ طاغیہ اروپلیہ نے خراسان کا قصد کیا تو آپ کے صاحبزادے ضیاء الدین یوسف نے
 آپ کا جسم مہلک دوسری جگہ منتقل کر دیا آپ کی تاریخ وفات آیت ”ومن دخلہ کان امنا“ کے اعداد سے ظاہر ہے جس کو

بعض شعراء نے اس طرح نظم کیا ہے۔

فی روضت محلدة قارضها السماء
تاريخه ومن دخله كان آمنا

جامی کہ بود بلبل جنت بشوق رفت
کلك قضا نوشت بدر وازه بهشت

وللاسی المدراسی فی العربیہ ۸۹۸ھ

کالروح کان فی جسد القبر کامنا

جامی نالذی هو راح بجاما منا

ارخته ومن دخله کان آمنا

قدمات بالهراة وقد حل بالحرم

تصانیف..... آپ نے عربی اور فارسی دونوں زبانوں میں بہت سی کتابیں لکھی ہیں جن کی تعداد (۵۴) تک پہنچتی ہے جو آپ کے مخلص ”جامی“ کے اعداد ہیں و ہذا من قبیل کرمانۃ امر الہامی تفصیل حسب ذیل ہے (۱) التفسیر الی قولہ تعالیٰ قایای فارہون (۲) شرح احادیث اربعین (۳) شرح حدیث ابی رزین یقطا (۴) الصبحی (۵) شواہد النبوة (۶) نقیحات الانس من حضرات القدس (۷) شرح فصوص الحکم (۸) نقد النصوص فی شرح نقش الفصوص (۹) الطریقۃ النقیبۃ (۱۰) شعۃ الممعات (۱۱) اللوامع (۱۲) شرح قصیدہ تاسیہ (۱۳) شرح رباعیات اللوامع (۱۴) شرح البیتین الاولین من المثنوی (۱۵) شرح ابیات امیر خسرو دہلوی (۱۶) شرح کلمات خواجہ محمد پارسا (۱۷) الدرۃ الفاخرہ فی تحقیق مذہب الصوفیۃ (۱۸) رسالۃ فی وحدۃ الوجود (۱۹) مناقب عارف رومی (۲۰) رسالہ لا الہ الا اللہ (۲۱) مناسک حج (۲۲) اعتقادنامہ (۲۳) الصرف المنظوم (۲۴) المنصور (۲۵) شرح اشعار مائۃ عامل منظوم (۲۶) شرح مفتاح الغیب (۲۷) مثنوی طرح نوی (۲۸) سلسلۃ الذہب (۲۹) آبسال (۳۰) تحفۃ الاحرار مثنوی ہے جو حضرت خواجہ بہا الدین نقشبندی بخاری کی منقبت میں لکھی گئی ہے (۳۱) بحجۃ الابرار (۳۲) یوسف زلیخا (۳۳) لیلیٰ مجنون (۳۴) خرونامہ اسکندریہ (۳۵) دیوان اول (۳۶) دیوان ثانی (۳۷) دیوان ثالث (۳۸) دیوان رابع (۳۹) الکبیر (۴۰) المتوسط، (۴۱) الصغیر (۴۲) الا صغر چاروں رسالے معے میں ہیں (۴۳) رسالہ فی العروض (۴۴) رسالہ فی القوافی (۴۵) رسالہ فی الموسیقی (۴۶) بہارستان علی نمط گلستان الفہ لولدہ ضیاء الدین یوسف ۸۴۰ھ رتب علی ثمان روضات واور او فی کل روضۃ منها لطائف حکمیہ و نوادر کثیرہ (۴۷) الکبریٰ (۴۸) الصغریٰ دونوں رسالے ادبیات و منشیات میں ہیں۔ (۴۹) رسالۃ فی الہیاء (۵۰) رسالۃ فی الا صطرلاب (۵۱) رسالۃ فی المنطق (۵۲) حاشیہ مفتاح (۵۳) ہدیۃ الخلائق فی لطائف البیان۔

(۵۴) شرح جامی..... شروح کافیہ میں رضی کے بعد نہایت اعلیٰ و ارفع اور سب سے زیادہ مشہور و متداول شرح ہے جس کا اصل نام ”الفوائد الصیائیۃ“ ہے کیونکہ یہ صاحبزادہ ضیاء الدین یوسف کیلئے لکھی گئی ہے اس میں علامہ جامی نے اکثر شروح کافیہ کو با حسن وجوہ مخلص کیا ہے اور زیادہ تر ماخذ قاضی شہاب الدین بن شمس الدین بن عمر زاوی دولت آبادی متوفی ۸۴۸ھ کی شرح ہے اس میں گو نحوی مباحث کو عقلیت کا رنگ دیا گیا ہے تاہم ٹھوس استعداد پیدا کرنے کیلئے بہت عمدہ کتاب ہے قال الشیخ عمر بن عبد الوہاب عر ضی

انوار افضاله من علمه السامی

لله درامام طال ماسطعت

کانما الخمر تسقى من صفا الجام

الفاظه اسكرت اسما مناظر با

ومثله قول ابن الجنبلی

ذلول المعانی ذوانتساب الی الجام

لکافیتہ الاعراب شرح منقح

هی الخمر تبدی شمسها من صفا الجام

معانیہ جلی عین تتلی کانما

لله شرح به شرح الصدور لنا

ومثله قول عبد الله الدنو شری المصری

قد اسکر السمع اذ تتلی عجائبه

کانہ الدراو ازہار اکمام

والسکر لامرو معروف من الجام

فہرست حواشی شرح جامی

نمبر	حاشیہ	مصنف	سنہ وفات
۱	حاشیہ شرح جامی	ملا عبد الغفور اللاری (تلمیذ الجامی)	۹۱۲ھ
۲	=====	شیخ عصام الدین ابراہیم بن محمد اسفرائینی	۹۲۳ھ
۳	القول السامی علی کلام ملا جامی	شیخ عبد اللہ الازہری	-
۴	حاشیہ شرح جامی	شیخ علاءک محمد بن موسیٰ بسنوی	بعد ۱۰۳۵ھ
۵	=====	شیخ محمد عصمتہ اللہ بن محمود بخاری	-
۶	=====	مولانا عبد اللہ بن طور سون مشہور بفیضی	۱۰۱۹ھ
۷	=====	شیخ صالح الدین محمد اللاری	۹۷۹ھ
۸	=====	شاہ محمد بن احمد سمرقندی	-
۹	=====	شیخ غرس الدین احمد بن ابراہیم حلبی	۹۷۱ھ
۱۰	=====	شیخ قرۃ جہ احمد حمیدی	۱۰۲۲ھ
۱۱	حاشیہ شرح جامی (ترکی)	شیخ محمد بن عمر معروف بقورد آفندی	۹۹۶ھ
۱۲	=====	شیخ وجیہ الدین عمر بن الحسن ارزنجانی	-
۱۳	تعلیق بر شرح جامی	شیخ حسن بحری	-
۱۴	=====	شیخ علی بن امر اللہ	-
۱۵	الحاشیۃ السلطانیۃ	بابا سید بن بخاری معروف بابا شاہ	-
۱۶	حاشیہ شرح جامی	شیخ شریف الروستی معروف بفاضل امیر	۹۸۷ھ
۱۷	=====	شیخ عیسیٰ بن محمد صفوی اتخمی شافعی	۹۵۵ھ
۱۸	=====	شیخ ابراہیم مامونی شافعی	-
۱۹	=====	شیخ وجیہ الدین بن نصر اللہ بن عماد الدین گجراتی	۹۹۸ھ
۲۰	سوال باسول	مولوی وسیم گل باسولی	-
۲۱	سوال کابلی	مولوی محمد عمر کابلی	-
۲۲	حاشیہ شرح جامی	شیخ خالد بن محمد بن عمر بن عبد الوہاب العرضی	بعد ۱۱۱۵ھ
۲۳	=====	شیخ سعد الدین خیر آبادی	۸۸۲ھ
۲۴	حاشیہ شرح جامی از حال تاجرورات	شیخ عبد الباقی عماد الدین محمد شطاری	۱۰۲۰ھ
۲۵	=====	ملا عصمت اللہ سہارنپوری	۱۰۳۹ھ
۲۶	=====	مولوی تراب علی شجاعت علی بن فقیہ الدین بن محمد دولت لکھنوی	۱۲۸۱ھ

(۷۲) صاحب تلخیص المفتاح

نام و نسب اور پیدائش..... نام محمد ابو عبد اللہ کنیت، ابو العالی، جلال الدین، قاضی القضاۃ، لقب والد کانام عبد الرحمن اور کنیت ابو محمد ہے سلسلہ نسب یوں ہے۔
 ابو عبد اللہ محمد بن ابی محمد عبد الرحمن بن امام الدین ابی حفص عمر بن احمد بن محمد بن عبد الکریم بن حسن بن علی بن ابراہیم بن علی بن احمد بن دلف بن ابی دلف اجل آپ قزوین کے باشندے اور شافعی مسلک تھے۔

سنہ پیدائش حافظ ابن حجر نے ۶۶۶ھ بتایا ہے اور بعض نے ۶۶۰ھ ذکر کیا ہے۔
 عیام حالات زندگی..... علامہ قزذینی قرن سابع کے مشہور عالم و فاضل اور باکمال بزرگ ہیں بہت ہی کم عمر میں فقہ کی تحصیل سے فارغ ہو کر اطراف روم میں کسی جگہ قاضی ہو گئے تھے اس وقت آپ کی عمر بیس سال سے بھی کم ہی تھی۔ عرصہ کے بعد دمشق تشریف لائے اور علوم و فنون، عربیت و اصول، معانی و بیان وغیرہ میں اتقان اور پختگی پیدا کی علامہ ایک کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا اور غر فاروقی وغیرہ سے حدیث کی تحصیل کی اور جامع دمشق کے خطیب مقرر ہو گئے کچھ عرصہ کے بعد آپ کو سلطان ناصر نے شام کے عہدہ قضاء کیلئے منتخب کیا اور جو قرض آپ کے ذمہ تھا شاہ نے اس کی بھی ادائیگی کر دی اس کے بعد علامہ ابن جماعہ کی جگہ مصر میں بھی آپ نے عہدہ قضاء کے فرائض انجام دیے شاہ وقت کی نظر میں آپ سے زیادہ کسی قاضی کو وقعت حاصل نہیں ہوئی کہا جاتا تھا ہے کہ ایک مرتبہ جلال قزذینی کو شیخ بدر الدین محمد بن یعقوب بن الیاس دمشقی معروف بابن الخویہ کے ساتھ عادلہ دمشق میں ہم نشینی کا موقع ملا تو موصوف نے ان سے ابوابہم کے قول ”کلمہ لم اصنع میں حرف سلب کی تقدیم و تاخیر کی بابت سوال کیا تو یہ کوئی جواب نہ دے سکے۔
 شعر و شاعری..... آپ کی بعض تصنیفات سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کو شعر و شاعری سے بھی دلچسپی تھی چنانچہ تلخیص المفتاح میں ایک جگہ آپ کا ایک شعر منقول ہے جو ایک فارسی شعر کا عربی میں ترجمہ ہے اور وہ یہ ہے۔

لما رایت علیہا عقد منتطق

لو لم تکن نية الجوزاء خدمته

(ترجمہ) اگر جوزاء کی نیت خدمت ممدوح نہ ہو تو تو اس پر پڑکا باندھنے والے کی طرح گر ہیں نہ دیکھتا یہ مندرجہ ذیل فارسی شعر کا ترجمہ ہے۔

کس نہ دیدمے بر میان او کمر

گر نبودمے قصد جوازا خدمتش

وفات..... زمانہ قضاء میں آپ پر فاج گرا اور اس سے جانبر نہ ہو سکے یہاں تک کہ ۱۵ جمادی الاولیٰ ۷۳۹ھ میں آپ دنیا سے رخصت ہو گئے۔

در خاک چو قطر ہائے باراں رفتند

چوں بوئے گل آمد ندر برباد سوار

تصانیف..... موصوف نے الامین جلیلین شیخ عبد القاہر جر جانی اور علامہ ابو یعقوب یوسف سرکاکی کے دلکش انداز نگارش و طریق تحریر و تقریر کے مابین جمع کرتے ہوئے مفتاح العلوم کی قسم ثالث کی تلخیص و تخیص کر کے ایک مختصر کتاب تالیف کی جس کا نام تلخیص المفتاح ہے چونکہ یہ خاف توقع غایت درجہ مختصر ہو گئی تھی اس لئے موصوف نے کتاب مذکور کی تالیف سے فراغت کے بعد ایک اور کتاب تصنیف کی جس کا نام ”الایضاح“ ہے اور متن مذکور کیلئے مثل شرح ہے ”منفتح کتاب میں مصنف نے خود کہا ہے ”لما بعد فہذا کتاب فی علم البلاغۃ و تولیہا ترجمہ بالایضاح وجعلتہ علی ترتیب مختصری الذی سیمتہ تلخیص المفتاح و بیہت فیہ القول لیکون کا شرح لہ انتہی ان کے علاوہ ”السور المر جانی من شعر الار جانی“ بھی آپ کی نہایت نفیس کتاب ہے۔
 تلخیص المفتاح..... متین چونکہ جامع اصول و فصول، حاوی ضوابط و قواعد، محیط الامثلہ والشواہد ہونے کے ساتھ ساتھ توضیح و شقیق اور حسن ترتیب تہذیب کے اعتبار سے بھی عدیم المثال اور بے نظیر متن ہے اس لئے یہ ہمیشہ مقبول بین الخواص والعوام رہا اور علماء فحول و فاضل اہل معقول و منقول حواشی و شروحات ملخصات و منظومات ہر اعتبار سے اس کتاب پر ذوق آزار ہے جن کی فہرست درج ذیل ہے۔

شروح التلخیص المتعلقة بتوضیح مغلقاتہ

سنہ وفات

۷۳۵ھ

مصنف

الفاضل شمس الدین محمد مظفر خطی خلخالی

شعر

مفتاح تلخیص المفتاح

نمبر

۱

۵۷۹۲	الفاضل شمس الدین بن عثمانی بن محمد زوزنی	شرح تلخیص المفتاح	۲
۵۷۸۶	علامہ المل الدین محمد بن محمود بن محمود بابر تاجی	=====	۳
۵۷۷۳	شیخ بہاء الدین ابو حامد احمد بن تقی الدین عبد الکافی سبکی	عروس الافراح	۴
۵۷۷۸	محب الدین محمد بن یوسف بن احمد بن عبد الدائم حلبی	شرح تلخیص المفتاح	۵
۵۷۹۳	جلال الدین رسول ابن احمد بن یوسف التبان الیثری	=====	۶
۵۷۸۸	شیخ شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن یوسف بن الیاس قونوی	=====	۷
بعد ۷۶۱ھ	شیخ محمد بن احمد بن الموفق الفیصری	=====	۸
-	الفاضل السید ابو عبد اللہ بن الحسن معروف بقرہ کار	=====	۹
۹۲۵ھ	الحقق عصام الدین ابراہیم بن عربشاہ اسفرائینی	الاطول	۱۰
-	شیخ محمد بن محمد تبریزی	نفائس التنصیص	۱۱
-	ذکر فیہ مصنفہ ان جمال الدین اشادالی تالیفہ	فتوح الاذواح	۱۲
-	امام خطیب	شرح تلخیص المفتاح	۱۳
۵۷۹۲ھ	شیخ سعد الدین تفتازانی	مطول	۱۴
==	=====	مختصر المعانی	۱۵

شروح التلخیص المتعلقة بترشح ابیاتہ

نمبر	شرح	مصنف	سنہ وفات
۱	معابد التنصیص علی شواہد التلخیص	شیخ عبد الرحیم بن احمد عبادی	۹۶۳ھ
۲	شرح الشواہد	شیخ بدر الدین محمد بن رضی الدین محمد غزی	۹۸۴ھ

مختصرات التلخیص

نمبر	مختصر	مصنف	سنہ وفات
۱	لطیف المعانی	شہاب الدین احمد بن محمد معروف بالصاحب	۷۸۸ھ
۲	تلخیص التلخیص	مولوی لطف اللہ بن حسن توقانی	۹۶۰ھ
۳	تحفۃ المعانی	زین الدین ابو محمد عبد الرحمن بن ابی بکر معروف بالقینی	۸۹۳ھ
۴	تلخیص التلخیص	شیخ عزالدین محمد بن ابی بکر معروف بابن جماعہ	۸۱۹ھ
۵	=====	مولی پرویز رومی	۹۸۷ھ
۶	المسالك	شیخ نور الدین حمزہ بن طور غود	بعد ۹۶۲ھ
۷	اقصی المعانی	لبعض شراح المطول	-
۸	اقصی الامانی	حافظ جلال الدین سیوطی	۹۱۱ھ

منظومات التلخیص

نمبر	مختصر	مصنف	سنہ وفات
۱	انبوب البلاغۃ	شیخ خضر بن محمد اماسی	بعد ۱۰۶۰ھ

۲	نظم التلخیص	شیخ زین الدین ابو العز طاہر بن حسن بن حبیب حلبی	۹۱۰ھ
۳	=====	شیخ شہاب الدین احمد بن عبد اللہ الحنفی	-
۴	=====	شیخ زین الدین عبد الرحمن بن القینسی	-
۵	=====	شیخ ابن النجاشی خلف الغوی	-
۶	مفتاح التلخیص	شیخ جلال الدین سیوطی	۹۱۱ھ

مذکورہ بالا شرح کے علاوہ اور بھی شرح و حواشی ہیں مگر ان تمام میں سعد الدین تفتازانی کی شرح مطول اور مختصر کو جو خداداد مقبولیت، برتری و فوقیت اور غیر معمولی شہرت حاصل ہوئی ہے وہ محتاج بیان نہیں۔

(۷۳) صاحب مختصر المعانی

نام و نسب مسعود نام، سعد الدین لقب، والد کا نام عمر اور لقب قاضی فخر الدین ہے، دادا کا نام عبد اللہ اور لقب برہان الدین ہے، علامہ سیوطی نے طبقات النحاة میں ان کا نام مسعود اور والد کا نام عمر ہی ذکر کیا ہے اور یہی مشہور ہے، حافظ ابن حجر نے ”الدر الکامنہ“ اور انباء الغمر میں ان کا نام محمود بتایا ہے

اور ملا علی قاری نے ان کا نام عمر اور والد کا نام مسعود مانا ہے علامہ محی الدین محمد بن قاسم رومی نے ”روض الاخبار المستخرجہ“ من ریح الاربار میں اور علامہ کفوی وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ آپ ماہ صفر ۷۲۲ھ میں ”تفتازان“ میں پیدا ہوئے جو ولایت خراسان کا ایک شہر ہے نواب صدیق حسن خاں نے ”ریاض المرآت“ میں آپ کو نسا کی طرف منسوب کیا ہے اور یہ بھی نقل کیا ہے کہ کسی نے آپ سے پوچھا شاماز نساید۔ آپ نے جواب دیا: آری الرجال من النساء ”نساء کے متعلق لکھا ہے کہ اس میں بارہ ہزار چشمے جاری تھے اور یہاں استاد ابو علی و قاق کی خانقاہ کے برابر میں چار اولیاء آسودہ خواب ہیں اسی لئے نسا کو شام خرد کہتے ہیں۔

ابتدائی حالت بعض حضرات نے بیان کیا ہے کہ موصوف ابتداء میں بہت کند ذہن تھے بلکہ عضد الدین کے حلقہ درس میں ان سے زیادہ غبی اور کوئی نہ تھا مگر جدوجہد، سعی و کوشش اور مطالعہ کتب میں سب سے آگے تھے ایک مرتبہ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ ایک غیر متعارف شخص مجھ سے کہہ رہا ہے سعد الدین چلو تفریح کر آئیں میں نے کہا میں تفریح کے لئے پیدا نہیں کیا گیا میں انتہائی مطالعہ کے باوجود کتاب نہیں سمجھ پاتا، تفریح کروں گا تو کیا حشر ہو گا وہ یہ سن کر چلا گیا اور کچھ دیر کے بعد پھر آیا۔ اسی طرح تین مرتبہ آمد و رفت کے بعد اس نے کہا حضور ﷺ یاد فرما رہے ہیں میں گھبرا کر اٹھا اور ننگے پاؤں چل پڑا شہر سے باہر ایک جگہ کچھ درخت تھے وہاں پہنچا دیکھا تو آنحضرت ﷺ اپنے اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ تشریف فرما ہیں، مجھے دیکھ کر آپ نے تبسم آمیز لہجہ میں ارشاد فرمایا ہم۔ نے تم کو بار بار بلایا اور تم نہیں آئے میں نے عرض کیا حضور مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ یاد فرما رہے ہیں اس کے بعد میں نے اپنی عبادت کی شکایت کی آپ نے فرمایا فتح تمک میں نے منہ کھولا تو آپ نے اپنا لعاب دہن میرے منہ میں ڈالا اور دعا کے بعد فرمایا جاؤ۔

بیداری کے بعد جب یہ عضد الدین کی مجلس میں حاضر ہوئے اور درس شروع ہوا تو اثناء درس میں آپ نے کئی اشکالات پیش کئے جن کے متعلق ساتھیوں نے خیال کیا کہ یہ سب بے معنی ہیں مگر استاد تاڑ گیا اور کہا یا سعد! اٹک الیوم غمیرک فیما مضی آج تم وہ نہیں ہو جو اس سے پہلے تھے۔

تحصیل علوم آپ نے مختلف اصحاب فضل و کمال اساتذہ و شیوخ عضد، قطب الدین رازی وغیرہ سے علوم و فنون کا استفادہ کیا اور تحصیل علم کے بعد عفو ان شباب ہی میں آپ کا شمار علما کبار میں ہونے لگا، علامہ کفوی کا بیان ہے کہ آپ جیسا عالم آنکھوں نے کسی اور کو نہیں دیکھا۔

درس و تدریس تحصیل علم سے فراغت کے بعد فوراً ہی آپ مسند درس پر رونق افروز ہوئے اور سینکڑوں تشنگان

علم نے آپ کے چشمہ فیض سے سیرابی حاصل کی عبدالواسع بن خضر شیخ شمس الدین محمد بن احمد حضری شارح تذکرہ نصیریہ، ابوالحسن برہان الدین حیدر بن احمد بن ابراہیم الہروی الجہمی، جلال الدین یوسف استاذ ملا مصطفیٰ علی بن مجد الدین اور مولانا فضل اللہ ایجو جن سے بہمنی حکومت کے مشہور علم دوست اور خود بٹخ حکیم سلطان فیروز شاہ بہمنی نے تعلیم حاصل کی یہ سب علامہ تفتازانی ہی کے شاگردان رشید ہیں۔

تصنیف و تالیف..... کا ذوق ابتداء ہی سے پیدا ہو چکا تھا اس لئے تحصیل علم سے فراغت کے بعد درس و تدریس کے ساتھ ساتھ علم صرف علم نحو، علم منطق، علم فقہ، علم اصول فقہ، علم تفسیر، علم حدیث، علم عقائد، علم معانی غرض ہر علم کے اندر آپ نے کتابیں تصنیف کیں چنانچہ ”شرح تشریف زنجانی“ آپ کی اس وقت کی تصنیف ہے جب آپ کی عمر صرف سولہ سال کی تھی۔

قبولیت عامہ..... شقائق نعمانیہ میں لکھا ہے کہ جب علامہ تفتازانی کی تصانیف روم میں پہنچیں اور درس میں مقبول ہوئیں تو ان کے نسخے دام خرچ کرنے پر بھی نہیں ملتے تھے مجبوراً علامہ شمس الدین کو علاوہ جمعہ اور سہ سنہ کی معمولی تعطیلات کے دو شنبہ کی تعطیل مدارس میں اور مقرر کرنا پڑی پس طلباء ہفتہ میں تین دن کتابیں لکھتے تھے اور چار دن پڑھتے تھے۔ شعر و شاعری..... گو آپ کا مستقل شغل نہ تھا تاہم اس ذوق سے بالکل کورے بھی نہ تھے بلکہ گاہ بگاہ اشعار کہتے تھے چنانچہ صاحب شذرات الذہب وغیرہ نے آپ کے کچھ اشعار نقل کئے ہیں مثلاً

على درة من معضلات المطالب
ونلت المني بالكتب لا بالكتائب

إذا خاض في بحر التفكير خاطري

حضرت ملوك الارض في نيل ماحورا

ذیل کے اشعار بھی آپ ہی کے ہیں

رداء شبابي والجنون فنوب

طوبت باحراز العلوم وكسبها

تبين لي ان الفنون جنون

فلما تحصلت العلوم ونلتها

مختصر المعانی میں ایک جگہ لفظ ”غیر“ پر کلام کرتے ہوئے خود لکھتے ہیں ”ومن هذا القبيل ما وقع لي في قصيدة شعر.....“

وريشما فتحو اينا غدا المكا

علافا صبح يدعوه الوري ملكا

کہ اسی قبیل سے میرے ایک قصیدہ کا یہ شعر ہے ”علافا“ یعنی میرا مدوح ابوالحسین محمد کرت رفعت منزلت میں بلند ہو گیا یہاں تک کہ مخلوق اس کو ملک (بادشاہ) پکارتی ہے اور اگر وہ اس کے عین کلمہ کو فتح دے کر ملک پڑھے یا اس کو چشم بصیرت واکر کے دیکھے تو فرشتہ پائے۔

یہ ایک طویل قصیدہ ہے جس کے مندرجہ ذیل سات اشعار موصوف نے اپنی شرح مطول کے شروع میں ذکر کئے ہیں۔

والحق كان مداه ايتامسكا

خليفه ملك الافاق سطوته

تري الحبيح بيت الله معتركا

يحوم حول ذراه العالمون كما

مكافح بلطي من سخطه هلكا

يحيى نسيم رضى منه الزمان وكم

الى السماء لواء النرع قدسما

اطار صاعقت من نصله فيها

قد كان في ظلمات الغي منهمكا

وصارف الرشد منها نل معسفا

والملك اقبل بالاقبال ممتسكا

فالدين صار قريبر العين مبتسما

وريشما فتحو اينا غدا ملكا

علافا صبح يدعوه الوري ملكا!

وقال في يزيد

واللاعن يعجزى حسنات ويفوز

اللعن على يزيد في الشرع يعجوز

واللعن مضاعف وذلك مهموز

قد صح لدى انه معتل

تفتازانی کی شخصیت علماء کی نظر میں..... سید احمد طحاوی فرماتے ہیں انتہت الیہ ریاستہ الحفیۃ فی زمانہ آپ کے زمانہ میں ریاست مذہب حنفیہ آپ پر ختم ہو گئی علماء نے لکھا ہے کہ بلاد مشرق میں علم ان پر ختم ہو گیا علامہ کفوی فرماتے ہیں ”کان سن محاسن الزمان لم تر العیون مثله فی الاعلام والاعیان علامہ تفتازانی عجوبہ روزگار تھے آپ کی نظیر بڑے بڑے علماء میں نہیں ملتی ان کی قابلیت اور وسعت علمی کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ میر سید شریف جرجانی جیسا مقابل بھی ان کی کتابوں سے استفادہ کرتا اور ان کی قابلیت سے فائدہ اٹھاتا تھا فوائد بہیہ میں مولانا عبدالحی صاحب نے آپ کے حق میں کسی کا یہ قطعہ نقل کیا ہے۔

والعمر مضی ولم تنل امالا

فرق الدرس وحصل الامالا

افعلنل یفعلنل فعنلا لا

لا ینفعل القیاس والعکس ولا

مگر یہ بات موصوف کے علوم مقام کے بالکل خلاف ہے۔

تفتازانی کی جلالت شان..... امیر تیمور نے ایک روز اپنا ایک قاصد کسی ضروری کام پر روانہ کیا اور اس کو عام اجازت دی کہ ضرورت کے وقت جس کا گھوڑا مل جائے اس پر سوار ہو لے، قاصد کو ایک جگہ سواری کی حاجت ہوئی، اتفاقاً اسی موقع پر علامہ تفتازانی خیمہ زن تھے اور خیمہ کے پیش گاہ میں ان کے گھوڑے بندھے ہوئے تھے برید وہاں گیا اور جاتے ہی بے دھڑک ایک گھوڑا کھول لیا علامہ مدوح اس وقت اپنے خیمہ کے اندر تھے اس قصہ کی اطلاع ہوئی تو نہایت برہم ہوئے اور قاصد سلطانی کو پٹوا کر نکلوا دیا، جب وہ لوٹ کر دربار پہنچا تو اس نے علامہ کی شکایت کی امیر تیمور کا جو حال یہ ماجرا سن کر ہوا ہوگا، آسانی سے قیاس میں آسکتا ہے ہیجان غضب کے سبب سے تھوڑی دیر ساکت رہا اس کے بعد کہا کہ اگر شاہرح یہ حرکت کرتا تو بے شک سزا پاتا مگر میں ایسے شخص کا کچھ نہیں کر سکتا جس کا قلم ہر شہر و دیار کو میری تلوار سے بیشتر فتح کر چکا تھا۔

تفتازانی بارگاہ یموریہ میں..... شاہ شجاع بن مظفر کے دربار میں آپ کا بہت رسوخ تھا، اس کے بعد شاہ تیمور لنگ کے یہاں صدر الصدور مقرر ہو گئے تھے شاہ تیمور آپ کا بڑا معتقد تھا اور بہت احترام کرتا تھا جب آپ نے مطول شرح تنخیص تصنیف کی اور شاہ کی خدمت میں پیش کیا تو شاہ نے بہت پسند کیا اور عرصہ تک قلعہ ہرات کے دروازہ کو اس سے زینت بخشی۔

فصل و کمال میں تفتازانی فائق ہے یا جرجانی..... یہ امر تو بجائے خود مسلم ہے کہ میر سید شریف جرجانی اور سعد الدین تفتازانی ہر دو اکابر علماء و مشاہیر فضلاء میں سے تھے اور اپنے زمانے کے آفتاب و ماہتاب ان کے بعد علوم ادبیہ و عقلیہ بلکہ سوائے حدیث کے دیگر تمام علوم کا ماہر اور جامع ان دونوں جیسا کوئی نہیں گذرا ان میں سے ہر ایک خاتم العلماء و محققین تھا، مگر منطق و کلام اور علوم ادبیہ و علوم فقہیہ میں علامہ تفتازانی میر سید شریف سے کہیں زائد تھے اور تحقیقات لہجہ و تدقیقات مفیدہ میں تو تفتازانی سے میر صاحب کو کوئی نسبت ہی نہیں تھی جیسے ذکاوت و فطانت طبع میں میر صاحب سے تفتازانی کو کوئی نسبت نہ تھی ارباب علم جانتے ہیں کہ بات میں بات پیدا کرنا شستہ سنجیدہ الفاظ میں مسئلہ کی تقریر کرنا پیچیدہ مسائل کو لچکیوں سے سمجھانا وغیرہ جو خوبیاں تفتازانی کی تحریر میں ہیں وہ میر صاحب کو نصیب کہاں، قال صاحب الکشف والا فاضل فی التفضیل بینہما علی قسمین والا کثر فی جنب السعد علامہ کفوی نے لکھا ہے کہ میر صاحب مبلوی تالیف و اثنا تصنیف میں علامہ تفتازانی کی تحقیق و تحریر کے دریا میں غوطہ زن ہوتے اور ان کی تدقیق و تطہیر سے موتی نکالتے تھے اور موصوف کی رفعت شان جلالت قدر اور علوم مقام کے معترف تھے لیکن جب تیموری مجلس میں مباحث و مناظرہ کے سبب سے ان میں منافرت واقع ہوئی اس وقت سے باہمی وفاق جاتا رہا اور میر صاحب علامہ تفتازانی کے ہر قول کی تزییف کا التزام اور ان کی ہر تحقیق سے اختلاف کرنے لگے۔

لیتا تھا کام منہ کا شکم میں یہ ناف سے (ذوق)

اول ہی سے بشر کو ہے رغبت خلاف سے

جس کا جواب علامہ تفتازانی کا طرز عمل یہ دے رہا ہے کہ

گلوں نے چاروں کے چھیڑنے پر سوا خموشی کے دم نہ مارا شریف الجبین اگر کسی سے تو پھر شرافت کہاں رہے گی

تفتازانی و جرجانی کے باہمی مناظرے..... میر سید جرجانی بھی شاہ تیمور کے دربار میں آتے جاتے تھے اور آپس

میں نوک جھونک و بحث و مباحثہ و مکالمہ و مناظرہ رہتا تھا صاحب کشف الظنون نے ان حضرات کے مختلف مناظروں کا تذکرہ کیا ہے اور تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض مناظرے طبع بھی ہوئے ہیں مگر وہ ہمارے سامنے نہیں ہیں۔ مثلاً مستلزم ترکیب ہے یا نہیں۔ یہ تفتازانی و جرجانی کا مشہور نزاعی مسئلہ ہے جو ان دونوں بزرگوں کے مناظرہ میں موضوع بحث رہ چکا ہے مناظرہ بہت دلچسپ طبیعت خیز ہے ارباب ذوق کی تفریح خاطر کیلئے اختصار کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔

تفتازانی، تمثیل مستلزم ترکیب نہیں اور یہ بھی بطریق استعارہ طبعیہ بھی ہوتی ہے جیسے قول باری اولئک علی ہدی من ربہم جرجانی۔ اس پر کوئی دلیل ہو تو پیش کیجئے کیونکہ دعویٰ بلادلیل مسموع نہیں ہوتا۔ تفتازانی علامہ زحشری کا کلام ملاحظہ ہو، معنی الاستعلاء فی الایت مثل لتمکنہم من الہدی و استقرار ہم علیہ و يتمسکہم بہ ہشیہت حالہم بحال من اعطی الشی و رکب یعنی آیت میں استعلاء کے معنی یہ ہیں کہ اس میں مومنین کی ہدایات پر ثابت و متمسک ہونے کی تمثیل ہے جس میں ان کی حالت کو اس شخص کی حالت کے ساتھ تشبیہ دی گئی جو کسی شے پر بلند اور سوار ہو۔

علامہ طیبی نے موصوف کے قول ”مثل مکہم“ کی مراد ظاہر کرتے ہوئے کہا ہے یعنی سواستعارہ تمثیلیہ واقعہ علی سبیل التبعیۃ بدل علیہ قول شہت حالہم اھ“ یعنی زحشری کے قول ”مثل مکہم“ کا مطلب یہ ہے کہ آیت میں استعارہ تمثیلیہ ہے جو بطریق تبعیہ واقع ہوا ہے موصوف کا قول شہت حالہم اھ“ اس پر دال ہے استعارہ لعل کے سلسلہ میں علامہ سکاکی کا کلام بھی اس کی تائید کرتا ہے پس ایک حق پسند انسان کیلئے ان حضرات کا کلام کافی ہے یوں پیش کرنے کو تو بہت سی دلیلیں پیش کی جاسکتی ہیں مگر آپ اپنا مقصد ظاہر کیجئے کیا اس سلسلہ میں آپ کو کوئی اشکال ہے۔ جرجانی: جی ہاں اشکال ہے اور بہت بڑا اشکال ہے تفتازانی فرمائے جرجانی اشکال یہ ہے کہ استعارہ تبعیہ صرف مفردات میں ہوتا ہے نہ کہ مرکبات میں کیونکہ استعارہ تبعیہ صرف معنی فعل اور متعلق معنی حرف میں ہوتا ہے اور استعارہ تمثیلیہ صرف مرکبات میں ہوتا ہے نہ کہ مفردات میں پس استعارہ تمثیلیہ اور استعارہ تبعیہ ہر دو کیسے جمع ہو سکتے ہیں۔ یہ تو آگ اور پانی کا اجتماع ہے تفتازانی سید صاحب یہ تو کوئی بڑا اشکال نہیں ہے اس واسطے کہ استعارہ تمثیلیہ کا مدار ترکیب پر نہیں ہے بلکہ مدار صرف اس پر ہے کہ وجہ شبہ متعدد سے منشاء ہو اور بس جرجانی: وجہ شبہ طرفین نے متزع ہوئی ہے اور جب وجہ شبہ کا متعدد سے متزع ہونا ضروری ہو تو طرفین میں تعدد کا ہونا ضروری ہو گیا ”تفتازانی“ امور متعدد سے متزع ہونا ذات طرفین میں ترکیب کو مستلزم نہیں یہ چیز ان کے ماخذ میں ہو گی نہ کہ ذات طرفین میں جرجانی، صاحب ہم تو یہ دیکھتے ہیں کہ جب ہم (مثلاً) شبہ یہ کو چند امور سے متزع کرنا چاہیں تو ان امور میں سے ہر ایک سے شبہ بہ کو ہتمامہ متزع نہیں کر سکتے کیونکہ شبہ بہ ہتمامہ کسی ایک سے متزع ہو چکا تو مقصود حاصل ہو گیا۔ اب پھر کسی امر آخر سے اس کو متزع کرنے کے کوئی معنی ہی نہیں لامحالہ یہ کہنا پڑے گا کہ شبہ بہ کا کوئی جز کسی سے اور کوئی جز کسی سے ماخوذ ہے اور یہی ترکیب ہے۔ تفتازانی: انتزاع کبھی مجموعہ سے ہوتا ہے اور کبھی کسی ایک سے (بلحاظ امر آخر) اور ان دونوں تقدیروں پر ترکیب لازم نہیں آتی، علی اللہ لا مانع من اعتبار التلاصق بعد انتزاع وجہ منہما حتی تصیر

جميع الاشياء كالشئ الواحد جب جانبین سے سوال و جواب کا سلسلہ بڑھتا چلا گیا تو ہر دو فاصلوں کے درمیان فیصلہ کیلئے نعمان معترزی کو حکم بنایا گیا میر سید شریف علامہ تفتازانی کی نسبت فصیح اللسان تھے فی الکشف کان لسان السید ارح من قلمہ اور تفتازانی کی زبان میں قدرے لکنت تھی نیز حکم مذکور علامہ تفتازانی سے کسی بنا پر نالاں بھی تھا اس لئے اس نے میر سید شریف کے حق میں فیصلہ کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شاہ نے علامہ تفتازانی پر میر سید شریف کا رتبہ بڑھا دیا۔

وفات..... اس واقعہ سے علامہ تفتازانی کو سخت صدمہ ہوا ایک تو اس وجہ سے کہ علامہ موصوف عوام و خواص میں کامیابی سے زیادہ شہرت رکھتے تھے اور یہ امر عام طور پر زبان زد تھا کہ علمی مذاق میں آپ سب سے بڑھ کر عالم ہیں بالخصوص میر صاحب کے مقابلہ میں آپ کی حیثیت بہت اونچی ہے اور کیسے نہ ہو جب کہ میر صاحب کو علامہ تفتازانی کے تلامذہ میں شمار کیا گیا ہے۔

دوسرے اس لئے کہ تیموری دربار میں میر صاحب کی رسائی صرف علامہ تفتازانی کی وجہ سے ہوئی تھی بہر کیف صدمہ بڑھ گیا صاحب فراموش ہو گئے علاج کیا مگر مطلقاً مفید نہ پڑا حتیٰ کہ ۲۲ محرم الحرام ۹۲ھ میں پیر کے روز سمرقند میں

جاں بحق ہو گئے اور وہیں آپ کو دفن کر دیا گیا اس کے بعد ۹ جمادی الاول میں بدھ کے روز مقام سرخس کی طرف منتقل کر لئے گئے۔

صبح محشر میکند فریاد کز منزل برآ

ما غریباں را بزیر خاک ہم بچند اشتد

میر صاحب نے ان کی تاریخ وفات میں حسب ذیل شعر کہا ہے

گفت تاریخش یکے کم طیب ۷۹۲ھ اللہ شراہ

عقل را پر سیدم از تاریخ سال رحلتش

بعض حضرات نے سنہ وفات (۷۹۱) اور بعض نے ۷۹۷ لکھا ہے مگر صحیح پہلا قول ہے۔

مسلمک..... میر سید شریف تو بالاطفاق حنفی تھے لیکن علامہ تفتازانی حنفی تھے یا شافعی، اس میں اختلاف ہے صاحب بحر علامہ ابن نجم مصری نے دیباچہ، فتح الغفار شرح منار میں اور سید احمد طحاوی نے اواخر حواشی در مختار میں حنفی کہا ہے اور ملا علی قاری نے بھی آپ کو طوائف حنفیہ میں ذکر کیا ہے اور صاحب کشف نے ”کشف الظنون“ میں ملا حسن چلی نے حاشیہ ”مطول“ کی بحث متعلقات فعل میں علامہ کفوی نے ”ترجمہ“ ”السید السند الشریف“ میں اور علامہ جلال الدین سیوطی نے ”بغیۃ الوعاة“ شافعی کہا ہے۔

مولانا محمد عنایت اللہ لکھنوی مترجم اکمال کہتے ہیں کہ ”تلویح کو بنظر غائر دیکھنے والے سے یہ امر پوشیدہ نہیں رہے گا کہ اس کی بعض عبارتوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ علامہ تفتازانی حنفی المسلمک تھے اس لئے میں اپنے ناقص خیال میں یہ حق سمجھتا ہوں کہ وہ حنفی تھے اور اسی بنا پر آپ نے کتب حنفیہ اور فقہ حنفی پر خاص توجہ کی ہے واللہ اعلم۔
الباقیات الصالحات..... علامہ تفتازانی کے علمی فیوض و برکات آپ کی نسلوں میں منتقل ہو کر تادیر قائم رہے آپ کے صاحبزادہ محمد متوفی ۸۳۸ھ زمرہ علماء میں شمار ہوتے ہیں ”تہذیب المنطق والکلام“ انہی کیلئے لکھی گئی ہے اور سیما الوالد اعز الحنفی الحری بالا کرام سہمی حبیب اللہ اہ سے یہی مراد ہیں۔

آپ کے پوتے قطب الدین یحییٰ بن محمد متوفی ۸۸۷ھ علوم دینیہ سے حظ وافر رکھتے تھے جو مرزا شاہ رخ بن تیمور کے آخری عہد سے مرزا سلطان حسین کے عہد تک منصب مشیخۃ الاسلام پر فائز رہے اور شیخ الاسلام کے لقب سے مشہور آپ کے پڑپوتے شیخ الاسلام سیف الدین احمد بن یحییٰ بن محمد متوفی ۹۱۶ھ مشہور بحفید التفتازانی کو علماء نے ”العلامۃ فی العالم“ لکھا ہے اور کہا ہے کہ یہ علوم نقلیہ و عقلیہ ہر دو میں ماہر تھے انہوں نے خراسان میں تقریباً تیس برس تک درس دیا ہے حاشیہ تلویح، حاشیہ شرح وقایہ شرح تہذیب المنطق والکلام اور شرح فرائض سراجیہ آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔
علمی کارنامے..... علامہ تفتازانی نے اپنی علمی زندگی میں مختلف فنون کی بہت سی کتابیں تصنیف کیں جن کے متعلق مولانا عبدالحی صاحب لکھتے ہیں کل تصانیفہ، تنادی علی لہ بحر بلا سائل و جربلا مماثل مورخ ابن خلدون کا بیان ہے کہ میں مصر میں ہرات کے ایک بہت بڑے عالم کی متعدد تالیفات سے واقف ہوا جو سعد الدین تفتازانی کے لقب سے مشہور ہے جن میں سے بعض علم کلام میں تھیں اور بعض اصول فقہ میں اور بعض علم بیان میں اور یہ تمام تالیفات اس بات کی شہادت دیتی ہیں کہ مصنف کو ان علوم میں گہری واقفیت اور علوم حکمیہ و فنون نقلیہ میں ملکہ تامہ حاصل ہے موصوف کو یہ فخر امتیازی طور پر حاصل ہے کہ آپ کی تصانیف میں سے پانچ کتابیں تہذیب المنطق مختصر المعانی مطول شرح عقائد اور تلویح آج تک داخل درس ہیں۔

تانه غنجد خدائے بخشندہ

اس سعادت بزور بازو نیست

نصاب میں مطول و مختصر دونوں کتابوں کا اضافہ شیخ عبد اللہ و شیخ عزیز اللہ کے ذریعہ سے عہد سکندر لودی یعنی نویں صدی کے آخر سے ہوا ہے، مطول کا نام سب سے پہلے ہمیں شیخ عزیز اللہ کے شاگرد رشید میاں حاتم سنبھلی کے تذکرہ میں ملتا ہے جن کے متعلق ملا عبد القادر بدایونی نے لکھا ہے کہ انہوں نے کتاب مطول چالیس مرتبہ سے زیادہ از اول تا آخر پڑھائی ہے۔ صاحب شقائق نے اپنے ناموں عبد العزیز بن سید یوسف حسینی مشہور بعابد چلی سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم نے علی بن یوسف بالی بن شمس الدین محمد فناری متوفی ۹۰۳ھ سے مطول پڑھنا شروع کیا تو روزانہ دن چڑھے سے عصر کے وقت تک درس ہوتا تھا اور سبق کی کل ایک سطر یا دو سطر ہوتی تھی جب چھ ماہ اس طرح گزر گئے تو موصوف نے کہا، اب

تک تم نے کتاب پڑھی ہے اس کے بعد اب فن پڑھو چنانچہ اس کے بعد یومیہ سبق کے دو دو ورق ہوتے تھے یہاں تک کہ ہم نے چھ ماہ میں کتاب ختم کر ڈالی۔

آپ کی تصانیف کی مختصر فہرست حسب ذیل ہے۔

۱۔ شرح تشریف زنجانی۔ یہ آپ کی سب سے پہلی کتاب ہے جو ماہ شعبان ۷۳۸ھ میں سولہ سال کی عمر میں لکھی ہے جائے تصنیف مقام ترند ہے۔ ۲۔ مطول شرح تلخیص یہ شرہ آفاق کتاب ماہ صفر ۷۴۸ھ کی تصنیف ہے مقام تصنیف شہر ہرات ہے۔ ۳۔ مختصر المعانی یہ ۷۵۶ھ کی تصنیف ہے مقام غجدون میں لکھی گئی ہے۔ ۴۔ سعیدہ شرح شمسہ جمادی الاخری ۷۵۷ھ کی تصنیف ہے، مزار جام میں لکھی گئی ہے۔ ۵۔ تلویح یہ نادر کتاب بلاد ترکستان میں ذیقعدہ ۷۵۸ھ کی تصنیف ہے مزار جام میں لکھی گئی ہے۔ ۵۔ تلویح یہ نادر کتاب بلاد ترکستان میں ذیقعدہ ۷۵۸ھ میں لکھی ہے۔ ۶۔ شرح عقائد نسفی شعبان ۷۶۸ھ کی تصنیف ہے۔ (۷)۔ حاشیہ شرح مختصر الاصول ۷۷۰ھ کی تصنیف ہے۔ (۸)۔ الارشاد یہ رسالہ ۷۷۴ھ میں خوارزم میں رہ کر لکھا ہے۔ (۹)۔ مقاصد۔ (۱۰)۔ شرح مقاصد یہ دونوں کتابیں ذیقعدہ ۷۸۲ھ میں سمرقند پہنچ کر لکھی ہیں۔ (۱۱)۔ تہذیب المنطق والکلام رجب ۷۸۹ھ کی تصنیف ہے۔ ۱۲۔ شرح مفتاح العلوم شوال ۷۸۹ھ کی تصنیف ہے سمرقند کے زمانہ قیام میں لکھی ہے صاحب کشف نے پانچ کتابیں اور ذکر کی ہیں۔

(۱۳)۔ شرح حدیث الاربعین (۱۴)۔ رسالۃ الاکراہ (۱۵)۔ کشف الاسرار وعدۃ الابرار تفسیر فارسی۔ (۱۶)۔ شرح منتهی الشوال والامل فی علمی الاصول والجدل (لابن حاجب) ۷۷۱۔ نعم السوالیغ فی شرح النوالیغ (۱۸)۔ رسالہ فی تحقیق الایمان ان کے علاوہ ۹ ذی قعدہ ۷۶۹ھ میں فتاویٰ حنفیہ مقام ہرات میں اور ۷۷۲ھ مفتاح الفقہ اور ۸ ربیع الاخر ۷۸۹ھ میں حاشیہ کشف کی تالیف شروع کی مگر ان کی تکمیل نہ ہو سکی، اسی طرح آپ نے ہدایہ کی شرح کا بھی ارادہ کیا تھا اور خطبہ کی شرح کر بھی چکے تھے مگر موت نے اس کی بھی تکمیل کی مہلت نہ دی، نیز شیخ ابو عصمہ مسعود بن محمد بن محمد عجدانی نے شیخ کمال الدین محمد بن عباد بن ملک داؤد بن حسن بن داؤد الخلاطی الحنفی المتوفی ۶۵۲ھ کی کتاب تلخیص الجامع الکبیر کی ایک شرح لکھی تھی۔ علامہ تفتازانی نے برائے اختصار شرح مذکور ایک مختصر کی تالیف شروع کی لوگوں نے شیخ ابو عصمہ سے کہا کہ علامہ تفتازانی کی اس مختصر کے بعد آپ کی شرح کو کوئی نہیں پوچھے گا شیخ نے کہا شیخ ہے مگر اس کی یہ مختصر پوری ہی نہ ہو سکے گی فکان کما قال و حالۃ المتیہ بینہ و بین ہذہ الامنیہ

فہرست حواشی کتاب مطول

نمبر	حاشیہ	مصنف	سنہ وفات
۱	حاشیہ مطول	سید شریف علی بن محمد جرجانی	۸۱۶ھ
۲	=====	محقق حسن بن محمد شاہ فناری	۸۸۶ھ
۳	=====	الفاضل محمد بن فراموز مشہور بملا خسرو	۸۸۵ھ
۴	=====	محقق ابولقاسم بن ابی بکر لیشی سمرقندی	-
۵	=====	محقق میرزا جان حبیب اللہ شیرازی	۹۹۳ھ
۶	=====	شیخ الاسلام احمد بن یحییٰ بن محمد الحفید	۹۱۶ھ
۷	=====	الفاضل مصلح الدین محمد الداری	۹۷۹ھ
۸	=====	شیخ علاؤ الدین علی بن محمد شہروری بسطامی (مصنف)	۸۷۵ھ
۹	المعول حاشیہ مطول	شیخ احمد بن عبد اللہ قرطبی	بعد ۸۶۲ھ
۱۰	حاشیہ مطول	علامہ عبد الحکیم سیالکوٹی	۱۰۶۷ھ

مولانا احمد طاشی	=====	۱۱
شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان بسطامی الطائی۔	=====	۱۲
=====		
=====		
شیخ سحیح بن یوسف سیرامی حنفی	=====	۱۳
سید عثمانی الالات بازاری	=====	۱۴
شیخ حسن بن عبد الصمد سامسونی	=====	۱۵
شیخ نظام الدین عثمان خطابی	=====	۱۶
شیخ وجیہ الدین بن نصر اللہ بن عماد الدین گجراتی	=====	۱۷
شیخ نور الدین بن محمد صالح احمد آبادی	=====	۱۸
ملا ابوالو عظ بن قاضی صدر الدین	=====	۱۹
سید محمد قنوجی	=====	۲۰
ملا محمد محسن	=====	۲۱
تاج العلماء نجف علی بن عظیم الدین جھجری	=====	۲۲
ملا نور محمد کشمیری	=====	۲۳
	=====	۲۴
	=====	۲۵

فہرست حواشی مختصر المعانی

نمبر	حاشیہ مختصر المعانی	مصنف	سنہ وفات
۱	حاشیہ مختصر المعانی	شیخ نظام الدین عثمانی خطابی	۹۰۱ھ
۲	=====	شیخ یوسف بن حسین کرمانی	۹۰۶ھ
۳	=====	فاضل عبد اللہ بن شہاب الدین یزدی	۱۰۱۵ھ
۴	=====	شیخ حمید الدین بن افضل الدین حسینی	-
۵	غایۃ سوال الحریص	شیخ ابراہیم بن احمد مشہور بابا بن ملا چلی	-
۶	الروض الموشی	=====	-
۷	حاشیہ مختصر المعانی	شیخ الاسلام احمد بن سحیح بن محمد الحفید	۹۱۶ھ
۸	=====	شیخ محمد بن الخطیب	-
۹	=====	شہاب الدین احمد بن قاسم عبادی ازہری	-
۱۰	=====	علامہ محمد بن محمد عرفہ وسولی	-
۱۱	=====	محمد بن ابی بکر عبد العزیز ابن جماعہ الحموی	۸۱۹ھ
۱۲	الجزید	شیخ محمد مضطبی بن محمد البنانی	-
۱۳	عقود الدرر فی حل ابیات المطول والمختصر	علامہ حسین بن شہاب الدین الشامی العالمی	۱۰۷۶ھ
۱۴	حاشیہ مختصر المعانی	شیخ وجیہ الدین بن نصر اللہ بن عماد الدین گجراتی	۱۰۷۶ھ
۱۵	=====	مولانا برکت اللہ بن محمد احمد اللہ بن محمد نعمت اللہ	-
۱۶	تہلیل المبانی (اردو)	مولانا مہر الدین	-

(۷۴) صاحب ایسا غوجی

نام و نسب..... اسم گرامی مفصل اشیر الدین لقب مولانا زادہ عرف اور والد کا نام عمر ہے لفظ اشیر اثر الحدیث اذ نقلہ سے
تھیں فعلیل بمعنی فاعل ہے ای الناقل لیکن ظاہر تریہ ہے کہ یہ اثرہ اذ الاختارہ سے فعلیل مفعول ہے ای المختار
میں ابہر..... آپ ابہر کے باشندے تھے جو روم میں ایک مقام کا نام ہے اس لئے نسبت میں ابہری کہلاتے ہیں مولوی
محمد بن غلام محمد نے میر ایسا غوجی کے حاشیہ میں بحوالہ قاموس نقل کیا ہے کہ ابہر بفتح باء و سکون ہاء بلاد اصفہان کے ایک
شہر کا نام ہے جو ”آب ہر“ بمعنی ماء الریح کا معرب ہے مفتی محمد عبداللہ ٹونگی اپنی تعلیقات میں کہتے ہیں کہ یہ محشی کی بھول
ہے کیونکہ ابہر اہر کے وزن پر ہے جس کی تصریح بحر الجواہر میں موجود ہے منتخب میں ہے ان المشہور فی هذا المعنی
سکون الباء الموحدة وفتح الهاء

تعارف..... آپ بڑے عالم و فاضل اور بلند پایہ محقق و منطقی تھے امام فخر الدین رازی سے آپ کو شرف تلمذ حاصل ہے
جیسا کہ علامہ ابن العربی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے۔
تصانیف..... آپ نے بہت سی عمدہ اور قابل قدر کتابیں تصنیف کیں جیسے ۱۔ الاشارات ۲۔ زیدو ۳۔ کشف الحقائق
منطق میں مختصر سی تصنیف ہے ۴۔ المحصول ۵۔ المغنی علم جدل میں ہے ۶۔ ایسا غوجی منطق میں ۷۔ ہدایۃ الحکمۃ فلسفہ میں
۸۔ تنزیل الافکار فی تعدیل الاسرار، اس میں آپ نے قوانین منطقیہ و حکمیہ کی بابت اپنی آخری رائے تحریر فرمائی ہے اور بعض
اصول مشہورہ کے فساد پر تنبیہ بھی فرمائی ہے آپ کی دو کتابیں ایسا غوجی اور ہدایۃ الحکمۃ نہایت مقبول اور داخل درس ہیں بعضہم
تحقیق ایسا غوجی..... لفظ ایسا غوجی یونانی کلمہ ہے بمعنی کلیات خمس یعنی جنس، نوع، فصل، خاصہ اور عرض عام قال بعضہم
فی ضبطہ

جنس و فصل و نوع و خاص و عرض عام
جملہ را ایسا غوجی کرد ندنام
میر سید شریف جرجانی نے حاشیہ ایسا غوجی میں ذکر کیا ہے کہ یہ حکماء یونان میں سے ایک حکیم کا نام ہے جو معرفت
کلیات میں مہارت تامہ رکھتا تھا حواشی مطالع میں ہے کہ یہ ایک حکیم کا نام ہے جس نے کلیات کا استخراج اور ان کی تدوین کی
تھی پھر مستخرج کو باہم مستخرج یا مدون کو باہم مدون موسوم کر دیا گیا یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ ایک شخص کا نام ہے جو کسی حکیم کے
پاس پڑھتا تھا اور ہر مسئلہ میں اس کے نام کے ساتھ مخاطب کرتا ہوا کہتا تھا، یا ایسا غوجی الحال کذا بعض حضرات نے ذکر کیا ہے
کہ اس کے معنی اصل میں پانچ پکھڑیوں والے پھول کے ہیں پھر اس کو کلیات خمس کا علم کر دیا گیا کیونکہ حکیم نے ان کو پانچ
اور اق میں مدون کیا تھا بہر کیف باب کلیات خمس منطق کے ابواب تسعہ میں سے ایک عظیم ترین باب ہے جس میں بہت سے
لوگوں نے کتابیں لکھی ہیں جیسے فرفور یوس حکیم، شیخ مؤفق الدین عبداللطیف بن یوسف بغدادی اور علامہ اشیر الدین ابہری
وفات..... سنہ وفات میں مختلف اقوال ہیں صاحب کشف نے ۷۰۰ھ لکھا ہے اور فہرست کتب خانہ مصر یہ میں ہے کہ
۷۰۰ھ کے حدود میں وفات پائی جرجانی زیدان نے ۶۶۳ھ مانا ہے ایک قول ۶۷۱ھ کا بھی ہے صاحب معجم نے ۶۶۰ھ لکھا
ہے اور یہی رائج معلوم ہوتا ہے۔

فہرست حواشی و شروح کتاب ایسا غوجی

سنہ وفات

۸۱۶ھ

مصنف

سید شریف علی بن محمد الجرجانی

شرح

میر ایسا غوجی

نمبر

۱

۵۸۳۲

علامہ شمس الدین ۱۰ محمد بن حمزہ فتاری

شرح ایسا غوجی

۲

-

شیخ خیر الدین تبلیسی

=====

۳

-

شیخ شہاب الدین احمد بن محمد مشہور بالابدی

=====

۴

۵۸۶۲

شیخ شریف نور الدین علی بن ابراہیم شیرازی

=====

۵

۵۹۶۹

شیخ مصلح الدین مصطفیٰ بن شعبان سروری

=====

۶

۵۹۱۰

شیخ زکریا بن محمد انصاری قاہری

المطلع

۷

-

فاضل عبد اللطیف نجمی

شرح ایسا غوجی

۸

-

شیخ ابوالعباس احمد بن محمد آمدی

=====

۹

۵۹۶۶

حکیم شاہ محمد بن مبارک قزوقی

=====

۱۰

-

شیخ خیر الدین خضر بن عمر عطوفی

=====

۱۱

-

شیخ محمد بن ابراہیم حلبی

=====

۱۲

-

مولانا پیرکت اللہ بن احمد اللہ لکھنوی

التحقیق المنطقی

۱۳

-

مولانا قل احمد بن محمد بن خضر

اشرح اشرح

۱۴

۵۷۶۰

مولانا حسام الدین حسن السکانی

قال اقول

۱۵

منظومات کتاب ایسا غوجی

۵۹۰۰

شیخ نور الدین علی بن محمد اشمنی

منظومہ ایسا غوجی

۱

-

شیخ عبد الرحمن بن سیدی محمد

السلم المنورق

۲

۱۰۱۶

شیخ ابراہیم بن حسام مستبشری ۲

موزون المیزان

۳

(۷۵) صاحب رسالہ شمس

تعارف..... آپ کا نام علی کنیت ابوالحسن، لقب نجم الدین اور والد کا نام عمر اور دادا کا نام علی ہے حکیم دبیران سے مشہور ہیں نسبت میں کاتبی اور قزوقی کہلاتے ہیں۔

محقق نصیر الدین طوسی متوفی ۶۷۲ھ کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں موصوف نے مراغہ میں جو رصد خانہ کی بنیاد ڈالی تھی اس کی مہم میں علامہ کاتبی بھی شریک تھے۔

تصانیف..... (۱) جامع الدقائق فی کشف الحقائق (۲) عینی القواعد۔ ۳۔ بحر الفوائد شرح عینی القواعد۔ ۴۔ قاضی الفصل الدین محمد خوجی کی کتاب ”غوامض الافکار“ کی شرح کشف الاسرار۔ ۵۔ حکمت العین۔ ۶۔ امام فخر الدین رازی کی ”خص“ کی شرح المنقصر وغیرہ جیسی بلند پایہ کتابیں آپ ہی کی تصانیف ہیں۔ ۷۔ منطق میں مختصر متن ”شمس“ بھی آپ ہی کا ہے جو خواجہ شمس الدین محمد کیلئے لکھا ہے اور انھیں کی طرف نسبت کر کے ”شمس“ کے نام سے موسوم کیا ہے

وفات..... بقول صاحب تاریخ محمدی ۳ رجب المرجب اور بقول صاحب فوات الوفيات ماہ رمضان ۶۷۵ھ میں آپ نے وفات پائی۔

سبکدو حال چوبوئے گل فرو بستہ محملہا

تورہ از کثرت اسباب بر خود تنگ میداری

ایک اہم اشتباہ..... صاحب کشف الظنون نے رسالہ شمس کے ذیل میں مصنف کا تعارف کراتے ہوئے لکھا ہے نجم

۱۰ ان کی یہ شرح ”یکروزی“ کے نام سے بھی مشہور ہے کیونکہ موصوف نے اس کو صبح کے وقت شروع کر کے اسی روز مغرب کے وقت فراغت پائی تھی عام طور سے یکروزی کا انتساب جو علامہ تقی تازی کی طرف کرتے ہیں یہ غلط ہے ۱۲۔

۲ معجم المطبوعات، کشف الظنون میر ایسا غوجی وغیرہ ۱۲۔

الدین عمر بن علی القزوينی، المعروف بالکاتبی تلمیذ نصیر الدین طوسی اور سنہ وفات ۴۹۳ ذکر کیا ہے جو بالکل غلط ہے کیونکہ یہ سن وفات نہ طوسی کا ہے اور نہ کاتبی کا، طوسی کا تو اس لئے نہیں ہے کہ خود صاحب کشف نے محقق طوسی کی طرف ”تخرید“ اور ”تذکرہ نصیریہ“ وغیرہ کے ذیل میں سنہ وفات ۶۷۲ مانا ہے، اور واقعہ بھی یہی ہے اور کاتبی کا اس لئے نہیں ہو سکتا کہ وہ طوسی کا شاگرد ہے اور طوسی اس وقت تک پیدا بھی نہ ہوا تھا کیونکہ طوسی کا سنہ پیدائش ۵۹۷ء ہے۔

پھر طرفہ یہ کہ خود صاحب کشف نے شرح کشف الاسرار، عین القواعد، حکمتہ العین، اور المنصص کے ذیل میں سن وفات ۶۷۵ ذکر کیا ہے اس کے باوجود شمس کے ذیل میں ۴۹۳ اور جامع الدقائق کے ذیل میں ۶۵۰ تحریر کر رہے ہیں علاوہ ازیں نام و نسب میں بھی خلط ہے شمس کے ذیل میں ”عمر بن علی“ ہے اور جامع الدقائق کے ذیل میں ”ابو الحسن علی بن عمر“ اور عین القواعد کے ذیل میں ”ابوالعالی علی بن عمر بن علی“ اور حکمتہ العین کے ذیل میں ”ابو الحسن علی بن محمد“ قلمبند ہے۔

فہرست حواشی و شروح رسالہ شمس

نمبر	شرح	مصنف	سنہ وفات
۱	شرح شمس	محمد (یا محمود) بن محمد قطب الدین رازی	۷۷۶ھ
۲	سعدیہ شرح شمس	علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی	۷۹۱ھ
۳	شرح شمس	شیخ علاؤ الدین بن محمد مشہور بمصطفیٰ	۹۳۰ھ
۴	==== (نا تمام)	شیخ جلال الدین محمد بن محمد محلی	۸۶۴ھ
۵	=====	احمد بن عثمان ترکمانی جرجانی	۸۴۴ھ
۶	=====	ابو محمد زین الدین عبدالرحمن بن ابی بکر العینی	۸۹۴ھ
۷	=====	شیخ محمد بن موسیٰ بسنوی	۱۰۴۵ھ
۸	=====	سید محمد بن سید علی ہمدانی	۹۸۴ھ
۹	حاشیہ شمس	شیخ نور الدین بن محمد احمد آبادی	۱۱۵۵ھ
۱۰	قمریہ حاشیہ شمس	لبعض الاصل	==

(۷۶) صاحب قطبی

نام و نسب..... محمد نام، ابو عبد اللہ کنیت، قطب الدین تھتانی لقب، والد کا نام بھی محمد ہے، رازی رئی کی طرف نسبت ہے، جو بلاد یلم کا ایک شہر ہے سنہ پیدائش غالباً ۶۹۲ھ ہے۔ شیخ جلال الدین سیوطی نے ”بغیۃ الوعاة میں اور طاش کبری زادہ رومی صاحب مفتاح السعادة نے اور صاحب کشف الظنون نے ان کا نام محمود بتایا ہے۔

قطب الدین کے ساتھ التھتانی کی وجہ تسمیہ..... صاحب مفتاح السعادة نے لکھا ہے کہ قطب الدین رازی مصنف قطبی اور قطب الدین شیرازی (ابو افتاء محمود بن مسعود بن مصلح) شارح حکمتہ الاشراف و مصنف درۃ التاج وغیرہ یہ دونوں ہم نام و ہم عصر عالم ایک ہی زمانہ میں شیراز کے ایک مدرسہ میں استاذ مقرر ہوئے بالائی منزل میں شیرازی پڑھاتے تھے اس لئے ان کو قطب الدین فوقانی کہتے ہیں اور چکی منزل میں قطب الدین رازی درس دیتے تھے اس لئے ان کو قطب الدین تھتانی کہتے ہیں۔

تحصیل علوم..... ابن شہبہ نے طبقات الشافعیہ میں ذکر کیا ہے کہ آپ نے اپنے بلاد میں رہ کر علوم عقلیہ کی تحصیل کی اور علوم شرعیہ میں بھی شریک رہے اور عضد وغیرہ سے علمی استفادہ کیا پھر دمشق چلے گئے اور تادم حیات یہیں زندگی بسر کی، مفتاح السعادة میں ہے کہ آپ نے اہل الدین بابر بنی صاحب عنایہ کے ساتھ قاہرہ میں شیخ شمس الدین اصبہانی سے بھی پڑھا ہے۔

علمی مقام..... علامہ تاج الدین سبکی نے طبقات کبری میں ان کی تعریف بایں الفاظ کی ہے، امام مبرز فی الامعقولات اشہر

۱۔ از کشف خوات الوفيات تاریخ محمدی حبیب السیر وغیرہ ۱۲۔

اسمہ و بعد صیغہ، معقولات میں چوٹی کے امام تھے آپ کا نام مشہور ہے اور دور دراز تک آپ کی شہرت ہے اس کے بعد لکھا ہے کہ جب یہ ۷۶۳ھ میں دمشق پہنچے اور ہم نے ان سے بحث و مباحثہ کیا تو منطق و حکمت میں امام اور معانی و بیان اور علم تفسیر کا بہترین عالم پایا، حافظ ابن کثیر نے ان کے متعلق ”احداً من عظمیٰ العالمین بالمتنطق کے الفاظ لکھے ہیں۔
درس و تدریس..... میں مہارت تامہ رکھتے تھے آپ کے حلقہ تلمذ میں شامل ہونے والے اکثر لوگ آسمان علم و فضل پر مہر جہاں تاب بن کر نمودار ہوئے، سعد الدین تفتازانی جیسی شخصیت نے آپ سے استفادہ کیا اور محقق وقت علامہ جلال الدین دوانی بھی آپ ہی کے شاگرد رشید ہیں جن کے متعلق نزہۃ الخواطر میں یہ الفاظ ہیں۔

احد العلماء المشهورین بالدرس والافادة قراء العلم على الشيخ قطب الدين الرازی شارح الشمسية وقلم الهند
درس و افادہ میں جو علماء مشہور ہیں ان میں ایک سربر آوردہ عالم آپ کی ذات بھی ہے آپ نے علم شمسہ کے شارح شیخ قطب الدین رازی سے حاصل کیا اور ہندوستان تشریف لائے۔
میر سید شریف جرجانی بھی استفادہ کیلئے حاضر ہوئے تھے مگر اس وقت قطب الدین ضعیف ہو چکے تھے اسلئے استفادہ کا موقع نہ ہو سکا۔

ایک ضروری تنبیہ..... نزہۃ الخواطر کی عبارت متذکرہ بالا جس میں ملا جلال الدین دوانی کو قطب الدین رازی کا شاگرد بتایا گیا ہے یہ ہم نے مولانا مناظر احسن گیلانی کی کتاب ”نظام تعلیم و تربیت“ صفحہ ۲۱۱ سے نقل کی ہے، مگر یہ عبارت محل تامل ہے اس واسطے کہ رازی کا سنہ وفات ۷۶۶ھ ہے اور دوانی کا سنہ پیدائش ۸۲۸ھ ہے پس دوانی کی پیدائش رازی کی وفات سے بائیس سال بعد ہے پھر تلمذ کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ (تدبر)

دنیا سے رحلت..... موصوف نے لگ بھگ چوتھری سال کی عمر پائی ۶ ذی قعدہ ۷۶۶ھ میں اس قطب وقت کو سپرد خاک کیا گیا حافظ ابن کثیر اور جلال الدین سیوطی نے سنہ وفات یہی ذکر کیا ہے بعض حضرات نے سنہ وفات کچھ اور ذکر کیا ہے۔
تصنیفات..... آپ نے بہت سی عمدہ اور نافع کتابیں تصنیف کیں جن سے آپ کی جو وہ طبع و استفادت فہم کا پتہ چلتا ہے مثلاً۔
(۱) الوامع الاسرار شرح مطالع الانوار منطق و حکمت میں عظیم القدر و کثیر النفع کتاب ہے سلطان خدابندہ کے وزیر غیاث الدین محمد بن خواجہ رشید کیلئے تصنیف کی گئی ہے۔ (۲) محاکمات شرح اشارات محقق نصیر الدین طوسی اور امام فخر الدین رازی نے شیخ ابو علی ابن سینا متوفی ۸۲۸ھ کی کتاب الاشادات والتمنیہات کی شرح لکھی ہے اور صاحب کتاب پر نقص و معارضہ بحث و مباحثہ اور بہت کچھ لے دے کی ہے اسی لئے بعض حضرات نے فخر الدین رازی کی شرح کو جرح سے تعبیر کیا ہے قطب الدین رازی نے فخر الدین رازی کے کلام پر کچھ اعتراضات و اباحت جمع کر کے قطب شیرازی کو دکھائے آپ نے فرمایا لتعقب علی صاحب الکلام اکثر یسیر و انما الملائق تک ان تکلون حکما بینہ و بین النصیر اس پر آپ نے محاکمات تصنیف کی جس سے آپ لو آخر جملاوی الاخری ۷۵۵ھ میں فارغ ہوئے (۳) رسالہ قطبیہ (۴) حواشی کشاف تاسورہ طہ (۵) شرح الحلوی الصغیر یہ چار ضخیم جلدوں میں ہے پھر بھی بقول ابن رافع نامکمل ہے۔

(۶) قطبی..... شرح شمسہ آپ کی مقبول و متداول کتاب ہے جو یوم تصنیف سے آج تک داخل درس ہے بلکہ بقول ملا عبد القادر بدائونی، قبل ازیں بغیر از شرح شمسہ و شرح صحائف از منطق و کلام در ہند شائع نبود نویں صدی کے آخر تک منطق میں قطبی اور کلام میں شرح صحائف کے علاوہ کوئی اور کتاب شائع ہی نہ تھی یعنی لازمی طور پر نصاب کے ختم کرنے والوں کو معقولات کی جن کتابوں کا پڑھنا ضروری تھا وہ صرف یہی تھیں یہ کتاب بھی آپ نے وزیر موصوف غیاث الدین کیلئے تصنیف کی تھی اس کا پورا نام ”تحریر القواعد المنطقیہ فی شرح رسالۃ الشمسیہ“ ہے۔

حواشی قطبی..... (۱) حاشیہ از مولانا فاضل سمرقندی من علماء زمن السلطان حسین (۲) حاشیہ از مولانا حصام الدین ابراہیم بن عربشاہ اسفرائینی (۳) حاشیہ از مولانا حلیل بن محمد قرمانی رضوی (۴) حاشیہ از ملا عبد الحکیم سیالکوٹی (۵) حاشیہ از شیخ وجیہ الدین بن نصر اللہ بن عماد الدین گجراتی (۶) حاشیہ از مولانا بركات اللہ بن محمد احمد اللہ بن محمد نعمت اللہ لکھنوی۔

(۷۷) صاحب میر قطبی

میر سید شریف جرجانی کا حاشیہ ہے جن کے حالات ”نحو میر“ کے ذیل میں گذر چکے موصوف کا یہ حاشیہ قطب الدین رازی کی کتاب ”قطبی“ پر ہے جو نہایت عمدہ حاشیہ ہے اور ایک عرصہ تک داخل نصاب رہا ہے ایک دور وہ تھا کہ تصویر کشی معشوق میں مختور ان عشق کے پرواز تخیل کی انتہا قطبی و میر قطبی پر ہوتی تھی۔

عالم منطق مصور ہو تیری تصویر کا منہ کتابی قطبی ہے خط حاشیہ ہے میر کا (آتش لکھنوی) اور ایک یہ دور ہے کہ شرح جامی و میر قطبی وغیرہ کتب کے مضامین عالیہ سے نازک انداموں کے غیر متحمل اذہان گراں بار ہو رہے ہیں جس کے نتیجے میں ان کتب کو خیر باد کہہ کر نصاب سے خارج کیا جا رہا ہے قالی اللہ المشتکی۔

حواشی میر قطبی..... (۱) حاشیہ محمد بن سعد جلال الدین دوانی (۲) حاشیہ عماد الدین لکھنوی (۳) حاشیہ علامہ عبد الحکیم سیالکوٹی بر قطبی و میر قطبی (۴) حاشیہ صدر الدین شیرازی (۵) حاشیہ ابو الورد (۶) حاشیہ میر داؤد (۷) حاشیہ ملا محمود سرخ (۸) حاشیہ ملا عصام الدین بر قطبی و میر قطبی (۹) نظم النصیر لِحاشیہ لیر از نادام تحریر

(۷۸) صاحب تہذیب المنطق

شیخ سعد الدین تفتازانی کا مشہور متن متین ہے جن کے حالات مختصر الانی کے ذیل میں گذر چکے ہیں۔

فہرست شروح و حواشی کتاب تہذیب المنطق

نمبر	شرح	مصنف	سنہ وفات
۱	شرح تہذیب	علامہ جلال الدین محمد بن اسعد صدیقی دوانی	۹۰۷ھ
۲	=====	شیخ صالح الدین محمد بن صلاح اللاری	۹۷۹ھ
۳	=====	شیخ الاسلام احمد بن یحییٰ بن محمد مشہور بھید سعید الدین	۹۱۶ھ
۴	=====	شیخ مرشد بن امام شیرازی	-
۵	=====	شیخ عبید اللہ بن فضل اللہ خسیسی	-
۶	جہد المقل	شیخ زین الدین عبد الرحمن بن ابی بکر	-
۷	شرح تہذیب	شیخ محی الدین محمد بن سلیمان کاجی	-
۸	=====	شیخ محمد بن ابراہیم بن ابی الصفا	-
۹	=====	شیخ عبد اللہ حسینی مشہور بشاہ میر	-
۱۰	=====	شیخ مظفر الدین علی بن محمد شیرازی	۹۲۲ھ
۱۱	=====	شیخ عبد اللہ بن حسین یزدی	۱۰۱۵ھ
۱۲	حاشیہ تہذیب	مولانا بکرت اللہ بن محمد احمد اللہ بن محمد نعمت اللہ لکھنوی	-
۱۳	شرح تہذیب	شیخ نور الدین بن محمد صالح احمد آبادی	۱۱۵۵ھ

(۷۹) صاحب صغری و کبری

یہ دونوں رسالے میر سید شریف جرجانی کے ہیں جن کے حالات نحو میر کے ذیل میں گذر چکے ہیں۔

حواشی و شروح..... (۱) شرح از میر ابو البقاء بن عبدالباقی حسین (۲) شرح۔ از میر موصوف (۳) شرح از ملا علی امام الدین ابراہیم بن محمد اسفرائینی (۴) حاشیہ۔ از مولانا برکت اللہ بن محمد احمد اللہ

(۸۰) صاحب شرح تہذیب

تعارف..... ان کا نام عبد اللہ ہے اور والد کا نام حسین، نسبت میں یزدی کہلاتے ہیں صاحب کشف نے جو شارحین تہذیب کی فہرست میں ”بحم الدین شہاب الدین عوبعد اللہ“ کو ذکر کیا ہے غالباً وہ یہی ہیں اپنے وقت کے زبردست محقق، علامہ روزگار عظیم الہیاء اور نہایت خوبصورت تھے شیخ بہاؤ الدین محمد بن حسین عالی ابراہیم ہمدانی اور آپ کے صاحبزادہ حسن علی وغیرہ نے آپ سے تعلیم پائی۔ ۱۰۱۵ھ کو شہر اصبہان میں انتقال ہوا اور شرح القواعد، شرح الجالہ، حاشیہ شرح مختصر (شرح تلخیص) حاشیہ بر حاشیہ خطائی اور شرح تہذیب وغیرہ یادگار چھوڑیں، مولانا عبدالحی صاحب لکھتے ہیں ”کلامر غوبتہ متعہ“

فہرست حواشی شرح تہذیب

نمبر	شرح	مصنف	سنہ وفات
۱	حاشیہ شرح تہذیب	ملا عبد النبی بن قاضی عبد الرسول احمد نگری	-
۲	=====	مولوی محمد اسماعیل مراد آبادی	۱۲۵۳ھ
۳	=====	ملا محمد امین کشمیری	۱۲۰۹ھ
۴	تہذیب علی شرح التہذیب	مولوی عبد الرزاق پشوری	-
۵	تحقیقات المقتبہ	مولوی محمد گھوڑی	-
۶	تحفہ شاہ جہانی	مولی الہی بخش فیض آبادی	۱۳۰۶ھ

(۸۱) صاحب سلم العلوم

نام و نسب اور پیدائش..... ہندوستان کی سیر حاصل زمین نے جہاں فقہ و حدیث میں صفائی علمی متقی، شیخ عبدالحق، کلام و اسرار شریعت میں بحر العلوم اور شاد ولی اللہ ادب و معانی میں عبدالمقتدر ملک العلماء اور ملا محمود، ادب و شاعری میں سلمان خسر اور فیضی تاریخ و خبر میں برنی ابو الفضل اور آزاد بلگرامی کو پیدا کیا وہیں فلسفہ و منطق میں ملا نظام الدین اور ملا محبت اللہ کو پیدا کیا۔

آپ کا نام محبت اللہ ہے اور والد کا نام عبد الشکور، مولانا آزاد نے ”سجتہ المر جان“ میں لکھا ہے کہ صوبہ بہار میں کڑا نامی گاؤں جو ”محبت علی پور“ پر گنہ سے تعلق رکھتا ہے یہاں آپ پیدا ہوئے آپ کا تعلق بہار کی ایک شریف قوم ملک سے تھا جس کی اس زمانہ میں بھی اس صوبہ میں معقول تعداد ہے اور دینی و دنیوی ہر حیثیت سے مسلمانوں میں ایک امتیاز رکھتا ہے نہ صرف قدیم بلکہ جدید تعلیم یافتوں کا طبقہ بہار میں ”ملک“ ہی قوم سے تعلق رکھتا ہے۔

تحصیل علوم..... عقوان شباب میں دیار یورپ کی سیاحت کی اور جا بجا چیدہ چیدہ حضرات شیخ قطب الدین بن عبدالحلیم انصاری سہالوی وغیرہ سے ابتدائی اور درجات و سطی کی کتابیں پڑھیں آخر میں علامہ سید قطب الدین حسینی شمس آبادی کی خدمت میں شمس آباد (ظہنوج) پہنچے اور اس قطب والاد درجات کی رہنمائی سے درجات تکمیل طے کر کے زیور فضائل سے آراستہ ہوئے مولانا فضل امام خیر آبادی نے ”آمد نامہ“ میں لکھا ہے کہ آپ ملا ابو الواعظ بن قاضی صدر الدین (اتالیق اور نگ زیب عالمگیر ویکے از مولفین عالمگیری) کے درس میں شریک ہونا چاہتے تھے مگر آپ کے پاس وقت نہ تھا اس لئے سہالی جا کر ملا قطب الدین شہید کے شاگرد ہو گئے، صاحب مائثر الکرام نے آپ کو ”بحر یست از علوم و بدر یست ہیں النجوم“ کے الفاظ سے یاد کیا ہے۔

قاضی صاحب کا اختر اقبال براون جلال..... قاضی محبت اللہ نے اپنے زمانہ میں جہاں دینی حیثیت سے کمال حاصل کیا

وہیں دنیاوی حیثیت سے بھی ترقی کے آخری نقطہ پر پہنچے جو ملاگیری کے پیشہ کرنے والوں کی معراج کمال تھایں یعنی تکمیل علوم سے فراغت کے بعد دکن کی جانب سفر کیا اور بارگاہ خلد مکاں (عالمگیر بادشاہ) میں باریاب ہو کر لکھنؤ کے منصب قضاء پر فائز ہوئے تھوڑے دنوں کے بعد اس منصب سے معزول ہو کر دوبارہ دکن کا رخ کیا اور حیدر آباد کے منصب قضاء کی خدمت میں مامور اور سر فراز ہوئے لیکن خاص سبب سے معصوب ہو کر یہاں سے بھی معزول ہو گئے کچھ ارکان دولت عالمگیر کی سفارش سے عتاب سے نجات پا کر شاہزادہ رفیع القدر (ابن شاہ عالم بن اورنگ زیب) کے اتالیق مقرر ہوئے جب شاہ عالم پیششاہ خلافت سے صوبہ کابل کی گورنری پر مامور ہوئے تو قاضی صاحب شاہزادہ کے ہمرکاب کابل پہنچے سلطان عالمگیر کی وفات کے بعد جب شاہ عالم سلطنت مغلیہ کے فرمانروا اعظم اور مختار مطلق شہنشاہ ہو کر ہندوستان واپس ہوئے تو قاضی صاحب کا اختر اقبال بھی ادب جلال پر پہنچا بقول مولانا آزاد صدارت مجموعہ ممالک ہندوستان کے منصب جلیل پر سر فراز ہوئے جو ہندوستان میں شیخ الاسلامی کے عمدہ کے مرادف تھانیز مزید اکرامات و اعزازات کے ساتھ شاہ عالم نے ”فاضل خاں“ کے پر ہیبت خطاب سے ان کے لامباہات میں چار چاند لگائے۔

محبت اللہ کی علمی یادداشت..... مسلم الثبوت کا جو نسخہ مصر سے شائع ہوا ہے اس کے آخر میں ملا محبت اللہ کی ایک خود نوشتہ عجیب یادداشت چھاپ دی گئی ہے جس میں موصوف نے عمدہ نعت کے بعد لکھا ہے کہ اصل کتاب کی تالیف سے فارغ ہونے کے بعد میرے بعض دوستوں نے فرمائش کی کہ خود ہی اپنی اس کتاب کے مشکلات کی تشریح میں ایک حاشیہ لکھوں بہر حال اصل متن اور اس کے حواشی لکھنے کے وقت جو کتابیں ان کے سامنے تھیں ان کی فہرست خود انہی کے قلم سے یہ ہے۔

واعلم انه قد جمع الله بفضلہ لدی حین تصنیفی لهذا الكتاب من کتب الحنفیت کتاب البزودی و کشف المنار و البدیع و شرح الشراح و التوضیح و التلویح و التحریر لابن الہام و التقریر و التیسیر مع شروحه و من کتب الشافعیۃ للحصول للامام الرازی الاحکام للامدی و شرح المختصر للقاضی و تعلیقاتہ مع حاشیت السید الشریف والا بہری و شرح الشرح انفتازانی و حاشیت الفاضل میرزاں جان مالودود و الغفور المنہاج البیضاوی و شرحہ للاسنوی و من کتب المالکیۃ المختصر و المنتہی لابن الحاجب۔

معلوم ہونا چاہئے کہ حق تعالیٰ نے اپنے فضل سے میرے پاس اس کتاب کی تصنیف کے زمانہ میں حسب ذیل کتابوں کا ذخیرہ جمع کر دیا تھا حنفیوں کے اصول فقہ کی کتابوں میں سے تو البزودی اور اصول سرخی، کشف بزودی کشف المناد اور البدیع نیز البدیع کے شارحوں نے جو اس کی شرحیں لکھی ہیں توضیح و تلمیح ابن ہمام کی تحریر (اس کی شرح) التقریر اور التیسیر اپنے مختلف شروح کے ساتھ یوں ہی شافعیوں کی کتابوں میں سے الحصول امام رازی کی الاحکام آمدی کی شرح مختصر قاضی کی نیز اس کے تعلقاً سید شریف کے حاشیہ کے ساتھ الابہری کی شرح نیز انفتازانی کی شرح اشرح اور فاضل میرزا جان کا حاشیہ الودود اور الغفور نامی کتابیں بھی قاضی بیضاوی کی منہاج اور انھوں نے جو اس کی شرح لکھی ہے اور مالکیوں کی کتابوں میں ابن حاجب کی مختصر اور منتہی الاصول۔

اہل علم جانتے ہیں کہ ملا محبت اللہ نے کتب اصول فقہ کی جو فہرست پیش کی ہے کتنی جامع اور حادثہ فہرست ہے اس فن کی اہم کتابوں میں خود ہی غور کیجئے کہ آخر کون سی کتاب رہ گئی ہے صرف اصول اخلاف کی ہی کتابیں نہیں بلکہ شافعی مالکی اصول فقہ کی اہمات کتب بھی زیر مطالعہ تھیں۔

محبت اللہ و امان اللہ میں مباحثہ..... مولانا آزاد نے ملا محبت اللہ کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ ان کا اور مولانا حافظ امان اللہ بنارس کا اجتماع اتفاقاً لکھنؤ میں ہو گیا، ملا محبت اللہ لکھنؤ کے قاضی تھے اور حافظ صاحب صدر الصدور دونوں ایک ہی استاد مولانا قطب الدین شمس آبادی کے شاگرد تھے اسی معاشرت نے دونوں میں مقابلہ کا بازار کچھ دنوں تک گرم رکھا، لکھتے ہیں ”ہم طریق مباحثہ علمی مسلوک واستند“

علمی کارنامے..... علامہ موصوف نے (الجواہر المفرد۔ فی بحث جزء لایجزی (۲) رسالہ فی المغالطات العامۃ الورد (۳) رسالہ فی ان مذہب الحنفیۃ بعد من الرائی من مذہب الشافعیہ (۴) منہیات حواشی مسلم الثبوت وغیرہ مختلف کتابیں

تصنیف کیں۔ فن منطق میں (۵) سلم العلوم جیسا معرکتہ الآراء متین متین جس نے منطقی دنیا میں پہلے پچاس اور اصول فقہ میں (۶) مسلم الثبوت جیسی شہرہ آفاق و بیش بہا کتاب جو بقول مولانا شبلی "درس نظامیہ کے نصف نصاب کو اپنے پیچھے تقریباً دو سال اس نے دبائے رکھا۔ درس نظامیہ کی مشہور کتابیں ہیں، مسلم الثبوت کتاب سلم العلوم کے بعد کی تصنیف ہے۔ یونانک مسلم الثبوت میں کئی جگہ سلم کا حوالہ موجود ہے چنانچہ ایک جگہ لکھتے ہیں "وفیہ نظر اثرت الیہ فی السلم" (۷) الافادات اس کا ذکر مسلم الثبوت میں موجود ہے حیث قال "وقد فرغنا عنہا فی السلم والافادات" (۸) الفطرة الالہیہ یہ ایک رسالہ ہے جس میں اصول عامۃ مذکور ہیں جن میں سے ایک مسئلہ اختیار ہے اس کا ذکر بھی مسلم الثبوت میں موجود ہے جس کی بابت موصوف نے کہا ہے "وانہما لاجدی من تقاریر العیسا" کہ یہ بہت ہی نافع کتاب ہے۔

علمی کارناموں نے ملا کو محسود اقران بنالیا..... اور ان کو بدنام کرنے کی یہ عجیب کوشش کی گئی کہ کسی صاحب نے منطق میں ایک رسالہ لکھا جس کے عام مسائل کی عبارتیں ہی نہیں بلکہ مسلم کے مشہور دیباچہ "سبحانہ ما اعظم شانہ" سے ملا جلا خطبہ بھی لکھا جس کے کچھ الفاظ مولانا محمود الحسن ٹونگی کی کتاب "معجم المصنفین" میں نقل بھی کیے ہیں۔

"الحمد لمن هو عن الکلیت والجزئیت تعالیٰ و عن الجنس و الفصل تبری فلا یحد ولا یحد بہ نعم یتصور بوجہ یمتاز بہ ۱۵" اور لطیفہ یہ گڑھا کہ مشہور معقول و کلامی مصنف مرزا جان کی طرف اس کو منسوب کر دیا، مقصد یہ تھا کہ محبت اللہ کی کتاب سرقہ ثابت ہو جائے تماشہ کی بات یہ ہے کہ ایک ایرانی عالم کی کتاب "روضات الجنات" جس میں علماء کے حالات میں خود مرزا جان اور ان کے معاصر ابوالحسن الکاشی کے متعلق لکھا ہے "کان منخیلان من کثیر الکتب الغیر المتداولہ" (یعنی یہ دونوں غیر مشہور کتابوں سے چرایا کرتے تھے لکھا ہے کہ زیادہ تر غیث منصور کی کتابوں سے یہ دونوں حضرات سرقہ کیا کرتے تھے۔

غالباً مرزا جان کی طرف منسوب کرنے کی وجہ بھی یہی ہوئی کہ وہ خود اس مسئلہ میں بدنام تھے واقعہ یہ ہے کہ مسلم جیسی کتاب اگر مرزا جان صاحب کے قلم سے پہلے ہی نکل چکی ہوتی تو جہاں ان کی بیسیوں معمولی کتابیں علما میں پھیلی ہوئی ہیں ایسا متین متین گوشہ گمنامی میں کیوں پڑا رہ جاتا۔

نیز ملامت اللہ کی عبادت میں جو آمد ہے اور اس جعلی کتاب میں جو آورد ہے خود دلیل ہے اس کے جعلی ہونے کی محبت اللہ ایک خاص طرز تعبیر کے موجد ہیں مسلم میں بھی ان کا یہی رنگ ہے لیکن مرزا جان کی کسی کتاب کی عبارت مسلم و مسلم کے طرز کی نہیں ہے۔

لطیفہ..... کتب خانہ عرفانیہ میں مسلم الثبوت کی ایک شرح قلمی موجود ہے شارح کا نام تو معلوم نہیں ہو سکا لیکن اس کے کاتب محمد اکمل کے قلم سے ایک نوٹ شروع میں درج ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ ۲۵ شعبان ۱۱۸۰ھ کو یہ شرح تصنیف ہوئی اور ۱۱۳۹ھ میں کاتب نے مصنف کے اصل مسودہ سے یہ میسر تیار کیا اس وقت شارح کا انتقال ہو چکا تھا اس کتاب میں متن کی عبارت "لما بعد فیقول الشکور البصیر محبت اللہ بن عبد الشکور" کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے "فی الحاشیہ" الوصف الاول کانہ بالارث والوصف الثانی کانہ بنفسہ" اس کے بعد لکھا ہے کہ طلبہ میں یہ بات مشہور ہے کہ مصنف نے اس کتاب کو تصنیف کرنے کے بعد اپنے استاد عالم تحریر کی خیر شیخ قطب الدین انٹھوی مشہور بہ شمس آبادی کی خدمت میں بھیجا انھوں نے جب یہ عبارت دیکھی تو فرمایا کہ یہ اس نے کیا کیا کہ اپنے باپ کو اپنا غلام بنالیا۔

وفات..... شاہ عالمگیر اور نگ زیب نے اپنے پوتے (شاہ عالم کے صاحبزادے) رفیع القدر کی تعلیم کیلئے ملامت اللہ کو شاہ عالم گورنر کابل کے ساتھ کابل بھیج دیا تھا انہی دنوں میں عالمگیر کی وفات ہو گئی یہ خبر کابل پہنچی تو اس جاں گداز مصیبت پر شاہ عالم وہاں سے ۱۱۱۸ھ میں اکبر آباد پہنچے اور اس کے دوسرے سال یعنی ۱۱۱۹ھ میں قاضی صاحب منصب حیات سے ہمیشہ کیلئے معزول ہو گئے تیارخ وفات "تیارخ" اور قاضی مولوی محبت اللہ اور مصرعہ رفتہ سوئے ارم محبت اللہ سے ظاہر ہے۔

شروح و حواشی سلم..... (۱) شرح سلم از قاضی مبارک بن محمد دائم گوپاموی (۲) شرح سلم از ملا محمد اللہ سندیلوی (۳) شرح سلم از ملا حسن بن قاضی غلام مصطفیٰ (۴) شرح سلم از محمد مبین بن ملامت اللہ بن احمد عبد الحق (۵) البحر العلوم از مولانا عبد العلی بن نظام الدین بن قطب الشہید (۶) اصعاد المہوم از مولانا برکت اللہ بن محمد احمد اللہ بن محمد نعمت اللہ

لکھنوی (۷) ضیاء النجوم از علامہ محمد ابراہیم صاحب بلیاوی۔ (۸) کشف الاسرار از ملا کندیا مرحوم (۹) شرح مسلم از ملا احمد عبدالحق بن ملا قطب الدین فرنگی مجلی (۱۰) شرح مسلم از قاضی احمد علی بن سید فتح محمد سندیلی (۱۱) شرح مسلم (تالافہ ولایت) از مفتی شرف الدین رامپوری (۱۲) شرح مسلم از علامہ محمد بن علی الصبان متوفی ۱۲۰۶ھ (۱۳) شرح مسلم از محمد وارث رسول نمائنی (۱۴) انوار العلوم اردو از انوار الحق کاکا خیل پشوری۔

(۸۲) ملا احمد اللہ

نام و نسب..... آپ کا نام حمد اللہ ہے اور والد کا نام حکیم شکر اللہ سلسلہ نسب یوں ہے حمد اللہ بن حکیم شکر اللہ بن شیخ دانیال بن پیر محمد صدیقی سندیلوی، ملا نظام الدین بن قطب الدین شہید سہالوی اور شیخ کمال الدین فتح پوری کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں نہایت بلند پایہ معقول عالم اور حازق طبیب تھے۔

درس و تدریس..... قصبہ سندیلہ جس کو آپ کا وطن عزیز ہونے کا فخر حاصل ہے اسی سندیلہ کے ایک مدرسہ میں عرصہ تک درس و افادہ میں مشغول رہے آپ کے دامن تربیت سے فیض یافتہ بہت سے نامور فضلاء نکلے مثلاً قاضی احمد علی سندیلوی (۱) صاحب ترجمہ مولوی احمد حسین لکھنوی، ملا باب اللہ جوینوری، مولوی محمد اعظم قاضی زادہ سندیلہ، مولوی عبد اللہ بن زین العابدین مخدوم زادہ سندیلہ وغیرہ۔

علمی مقام..... صاحب نزہۃ الخواطر لکھتے ہیں ”کان من الاساتذۃ المشہورین فی ارض الہندیہ سرزمین ہندوستان میں مشہور اساتذہ میں سے تھے) ایک جگہ لکھتے ہیں ”اتہت الیہ الامامۃ فی العلم والتدریس“ علم و تدریس میں امامت اسی پر ختم تھی۔
قدرو منزلت..... ملا حمد اللہ کے ساتھ وزیر ممالک مغلیہ ابوالمنصور نواب صفدر جنگ کا بہت گہرا تعلق تھا اور اس کی نگاہ میں آپ کی غیر معمولی وقعت تھی اسی لئے نواب موصوف نے آپ کو دلی دربار سے ”فضل اللہ خان“ کا خطاب دلویا تھا ان کے تعلقات کی جو نوعیت تھی صاحب تذکرہ علماء ہند اس کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں نواب ابوالمنصور خان صوبہ دار اور نواب ابوالمنصور خان جو صوبہ اودھ کے صوبہ دار تھے۔

دستار بدل برادرانہ کا تعلق رکھتے تھے

بودے دستار بدل برادرانہ داشت

دستار بدل برادرانہ کا مطلب..... دستور تھا کہ جو واقع میں بھائی نہ ہوتا تھا اس کو کوئی بھائی بنانا چاہتا تو اپنی پگڑی یا ٹوپی اس کے سر پر اور اس کی پگڑی یا ٹوپی اپنے سر پر رکھتا اسی کا نام ”دستار بدل برادرانہ“ تھا۔ اخوت کا جو تعلق اس رسم کے بعد قائم ہوتا تھا وہ رشتہ کے تعلقات سے بھی آگے بڑھ جاتا تھا آخر دم تک لوگوں کو اس کا لحاظ و پاس کرنا پڑتا تھا۔

صفدر جنگ کے عہد اقتدار میں علم و کمال کی وہ بے قدری تھی کہ بیک گردش قلم خاندان تباہ و برباد کر دیئے گئے مگر یہی نواب اپنی دستار ایک معمولی قصبائی مولوی کے سر پر رکھ کر ان کو اپنا بھائی بناتا ہے اس سے ملا حمد اللہ کی معقول وقعت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے علاوہ ازیں موصوف نے احمد شاہ دہلوی سے سفارش کر کے آپ کو چند گاؤں بطور جاگیر دلوائے جس کے بعد آپ نے سندیلہ میں ایک بہت بڑا مدرسہ قائم کیا۔

ملا کا مذہب..... مولوی حمد اللہ کس اعتقاد کے آدمی تھے صحیح طور پر نہیں کہا جاسکتا لیکن چونکہ حمد اللہ میں میر باقر و امامد کے متعلق عموماً ”خیر الخلقہ بالمہرہ“ کا خطاب التزام استعمال کرتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ فرقہ لامیہ کے عالم بہاء الدین عالمی کی کتاب ”ربدہ الاصول“ (جو غالباً شیعہ اصول فقہ کی کتاب ہے) اس کی شرح بھی لکھی ہے اس لئے لوگوں کا عام خیال یہ ہے کہ انھوں نے ذاتی طور پر شیعہ مذہب اختیار کر لیا تھا۔

وفات..... ۱۱۶۰ھ میں آپ نے دہلی میں وفات پائی اور حضرت قطب الدین اوشی کے مزار کے جانب غرب و جنوب میں مدفون ہوئے۔

تصانیف..... ملا حمد اللہ نے بہت سی معرکتہ الاراء کتابیں تصنیف کیں جو زیادہ تر فن معقولات ہی سے متعلق ہیں چنانچہ

حمد اللہ (شرح تصدیقات سلم حاشیہ شمس بازغہ حاشیہ بر صدر اشرح زبدۃ الاصول علی آپ کی مشہور تصنیفات ہیں۔

فہرست حواشی کتاب حمد اللہ

نمبر	حاشیہ	مصنف	سنہ وفات
۱	حاشیہ بر حمد اللہ	مولوی تراب علی بن شجاعت علی بن محمد دولت لکھنوی	۱۲۸۱ھ
۲	=====	مفتی سعد اللہ مراد آبادی	۱۲۹۴ھ
۳	=====	مفتی عبداللہ شمس العلماء ٹونکی	-
۴	=====	مفتی عنایت احمد کاکوروی	۱۲۷۹ھ
۵	=====	مولوی عبدالکلیم بن عبدالرب بن بحر العلوم عبدالعلی	۱۲۸۷ھ
۶	رفع الاشتباہ عن شرح السلم	مولوی برکت اللہ بن محمد احمد اللہ بن محمد نعمت اللہ لکھنوی	-
۷	کشف الاشتباہ ==	مولوی عبدالکلیم بن امین اللہ بن محمد اکبری فرنگی محلی	۱۳۸۵ھ
۸	حاشیہ حمد اللہ	مولوی عبدالحق بن فضل حق بن فضل امام خیر آبادی	۱۳۱۶ھ
۹	تعلیقات بر حمد اللہ	مولوی حیدر علی بن حمد اللہ سندیلوی	۱۲۲۵ھ

(۸۳) قاضی مبارک

نام و نسب..... آپ کا نام مبارک ہے اور والد کا نام محمد دائم، وطن عزیز گویا موہے، سلطان ابراہیم بن ادہم کی اولاد سے ہیں سلسلہ نسب یوں ہے قاضی مبارک بن دائم علی بن عبدالحی بن عبدالحکیم بن المبارک ادہمی ناصحی گویا موہی، مولوی حمد اللہ سندیلوی اور مولوی قاضی احمد علی سندیلوی کے ہم عصر ہیں اور ان دونوں حضرات سے علمی مباحثہ و مناظرہ بھی رکھتے ہیں۔ تحصیل علوم..... آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد مولانا محمد دائم علی ادہمی اور قاضی شہاب الدین گویا مری سے پائی مولوی حکیم عبدالحی صاحب مرحوم نزمیہ الخواطر میں لکھتے ہیں ”وتلقى العلم فی مصرہ عن القاضی شہاب الدین الکوفا موہی“ پھر خیر آباد جا کر محدث وقت حاجی محمد صفت حسینی غیر آبادی سے سند حدیث حاصل کی اور اکبر آباد پہنچ کر میرزا ہد بن محمد اسلم پروی سے معقولات کی تکمیل کی اس کے بعد دہلی تشریف لائے اور مدت دراز تک درس و افادہ میں مشغول رہے۔

مختصر مکر جامع تعارف..... مولانا فضل امام خیر آبادی آمد نامہ میں لکھتے ہیں ”قاضی مبارک ذہن رسا و طبیعت عالی داشت اور امور عامہ دانی مشہور بود اول کسی کہ حاشیہ بر میرزا ہد نوشت و سلم را شرح کرد او بود، متبع طرز میرزا قرداماد است عبارت شرح مسلم پیروی میر اختیار کرد۔“ صاحب نزمیہ الخواطر لکھتے ہیں ”کان من مشاہیر الاذکیاء شہرۃ مغنیۃ عن الاطناب فی وصفہ“ آپ مشہور ترین ذہانت و ذکاوت والوں میں سے تھے اور آپ کو ایسی شہرت حاصل تھی کہ تعریف و توصیف کی زیادتی سے آپ بے نیاز تھے۔

وفات..... ۵ شوال ۱۱۶۴ھ میں بعد احمد شاہ دہلی میں انتقال ہوا جنازہ دہلی سے گویا مولایا گیا اور جمعہ امجد کے مدرسہ میں دفن کیے گئے مادہ تاریخ حسن خاتمہ ہے۔

تصانیف..... آپ کی تصانیف یہ ہیں (۱) حاشیہ شرح مواقف (۲) تعلیقات بر حاشیہ سیدزاہد علی ابوالرسلۃ القطیۃ (۳) تعلیقات بر حاشیہ شرح تہذیب محقق الدوانی (۴) شرح سلم مشہور بقاضی مبارک قابل فی خاتمہ قد تم اشرح بفضل من اللہ تعالیٰ و تبارک من عبده محمد مبارک فی سنۃ الف و مائۃ اربعین و ثلث من الحجۃ النبویۃ فی سابع شہر ربیع الاول یوم الخمیس فی بلدہ شاہجہاں آباد۔

فہرست حواشی قاضی مبارک

نمبر	حاشیہ	مصنف	سنہ وفات
۱	الحلیق المرتضیٰ علی شرح القاضی	مولوی تراب علی بن شجاعت علی بن محمد دولت لکھنوی	۱۲۸۱ھ
۲	حاشیہ شرح قاضی	حافظ دراز محمد احسن محمد صادق بن محمد اشرف پشاور	۱۲۶۳ھ
۳	=====	مولانا فضل حق بن فضل امام خیر آبادی	۱۲۷۸ھ
۴	=====	مولانا عبدالحق بن فضل حق بن فضل امام خیر آبادی	۱۲۱۶ھ
۵	القول المسلم علی شرح المسلم	مولانا عبدالحق بھوپالی	
۶	حاشیہ شرح قاضی	مولانا محمد یوسف	

(۸۴) ملا حسن

نام و نسب..... آپ کا نام محمد حسن ہے اور والد کا نام قاضی غلام مصطفیٰ سلسلہ نسب یوں ہے محمد حسن بن قاضی غلام مصطفیٰ بن ملا اسعد بن قطب الدین شہید سہالوی۔

تحصیل علم..... آپ نے بعض کتابیں اپنے ماموں ملا کمال الدین فتح پوری سے اور اکثر کتب استاذ السند مولانا نظام الدین بن قطب الدین شہید سے پڑھ کر تمام علوم میں مہارت حاصل کی یہاں تک کہ علمایان کرتے ہیں کہ اگر ملا حسن شیخ ابن سینا سے معقولات میں مقابلہ کرتے تو ان پر غالب آجاتے ایک دن اپنے استاذ نظام الدین سے کسی منطقی مسئلہ پر گفتگو فرما رہے تھے استاذ نے فرمایا کہ شیخ نے سقاء میں یہ کہا ہے تم کیوں اس کے خلاف گفتگو کر رہے ہو ملا حسن نے بادب عرض کیا کہ معقولات میں تقلید نہیں کی جاسکتی شیخ نے یہ کہا ہے میں یہ کہتا ہوں آپ شاہ اسحاق خاں شاہجہان پوری کے مرید اور شاہ عبد الرزاق ہانسوی کے خلیفہ تھے۔

قوت حافظہ..... ملا حسن اپنے تمام بھائیوں سے ذکاوت و ذہانت میں سبقت لے گئے تھے کبھی ان کو کتاب کی مراجعت کی حاجت نہیں پڑتی تھی قوت حافظہ اس قدر زبردست تھی کہ کتب درسیہ کی عبارتیں ان کو زبانی یاد تھیں یہاں تک کہ اگر ہدایہ وغیرہ کی مانند کسی کتاب کی عبارت غلط ہوتی اور کئی سطریں چھوٹ گئی ہوئیں تو اس کو اپنی یاد سے درست فرمادیتے اور پوری شیخ عبارت پڑھ دیتے واقعہ یہ ہے کہ خاندان فرنگی محل میں ملا حسن سے زائد قوی الحافظہ ذہین ذکی اور طریق منطقی پر بحث کا ماہر کوئی نہیں گزرا۔

درس و تدریس..... آپ نے ایک زمانہ تک فرنگی محل میں تدریس و تالیف کا سلسلہ جاری رکھا ایک عالم اس چشمہ علم سے سیراب ہوا دور دور کے طلبہ آپ کے پاس پڑھنے کیلئے آتے تھے مولوی محمد مبین لکھنوی اور مولوی عماد الدین لکھنوی آپ کے مشہور تلامذہ میں سے ہیں۔

سفر شاہ جہانپور..... ایک مذہبی مناقشہ کی وجہ سے آپ کو ترک وطن کرنا پڑا اور پوشیدہ طور پر شاہ جہاں پور کی جانب سفر فرمایا وہاں پہنچ کر حضرت سید مدن میاں کے دولت کدہ پر قیام فرمایا چونکہ اس زمانہ میں حافظ رحمت خاں والی شاہجہانپور مرہٹوں کے ساتھ جہاد کرنے کے انتظامات میں شب و روز لگے ہوئے تھے اس لیے وہ ملا حسن کی خدمت نہ کر سکے۔

ضابطہ خاں کے یہاں باضابطہ قیام..... اسی درمیان میں ضابطہ خاں بن نجیب الدولہ نے آپ کو بلا بھیجا اور آپ کے تشریف لے جانے پر نہایت اعزاز و اکرام کیا اور معقول مشاہرہ مقرر کر کے آپ کے استاد ملا کمال الدین کی جگہ پر دارالنگر کے مدرسہ میں مقرر کر دیا، مولوی برکت الہ آبادی بھی اس زمانہ میں وہیں تھے ضابطہ خاں کو مرہٹوں سے شکست ہو گئی

اور نظام سلطنت در ہم بر ہم ہو گیا ملا حسن دہلی چلے گئے اور کچھ زمانہ تک شاہ عالم کی رفاقت میں رہے اس کے بعد ضابطہ خاں کا انتظام سلطنت درست ہو گیا تو انھوں نے آپ کو پھر بلوایا اور بدستور سابق اعزاز و احترام کے ساتھ دارانگر کا مدرسہ آپ کے سپرد کر دیا۔

شہر رامپور کو واپسی..... کچھ زمانہ کے بعد ضابطہ خاں کو پھر متعدد لڑائیوں کی طرف متوجہ ہونا پڑا جس کی وجہ سے نظام بہت گڑبڑ ہو گیا مجبوراً آپ رامپور واپس آئے اور یہاں اقامت اختیار فرمائی، نواب فیض اللہ خاں والی رامپور نہایت اعزاز سے پیش آئے اور گر انقدر تنخواہ مقرر کر کے سرکاری مدرسہ آپ کے سپرد کیا۔

وفات..... آپ نے وہیں ۲۰۹ھ میں بعد بہادر شاہ وفات پائی آپ کا مزار رامپور ہی میں ہے۔
الباقیات الصالحات..... ملا حسن سے زائد فرنگی محل میں کسی نے عقد نکاح نہیں کئے موصوف کے پانچ عقد ہوئے ایک مولانا احمد عبدالحق کی صاحبزادی سے جن کے بطن سے پانچ صاحبزادیاں پیدا ہوئیں کوئی لڑکا نہیں ہوا دوسرا عقد ایک زن اجنبیہ سے لکھنؤ میں ہوا جن سے دو صاحبزادے عبد اللہ اور عبد الرزاق پیدا ہوئے تیسرا عقد صفی پور میں ہوا جن سے صرف ایک صاحبزادہ غلام دوست محمد پیدا ہوا چوتھا اور پانچواں عقد رامپور میں ہوا پانچویں بیوی سے صرف دو صاحبزادے محمد اسحاق اور محمد یوسف پیدا ہوئے آپ کی اولاد میں سے سوائے دوست محمد کی اولاد کے اور کوئی باقی نہیں ہے۔

تصانیف..... (۱) شرح مسلم الثبوت (۲) حاشیہ بر صدر (۳) حواشی زوائد ثلثہ (۴) معارج العلوم متن منطق میں (۵) معارج العلوم متن حکمت میں (۶) حاشیہ شمس بازغہ (۷) ملا حسن..... شرح مسلم تاعوض موجبات آپ کے کمال جودت طبع پر یہ شرح شاہد عدل ہے طرز معقولی میں سلم کی کوئی شرح اس کے مقابل نہیں ہو سکتی۔

حواشی ملا حسن..... (۱) تعلیق الاحسن علی شرح ملا حسن ابوالبرکات رکن الدین مولانا تراب علی بن شجاعت علی بن محمد دولت لکھنوی متوفی ۱۲۸۱ھ القول الاسلامی حلل شرح العلم از مولانا عبد الحکیم بن امین اللہ بن محمد اکبر انصاری فرنگی محلی متوفی ۱۲۸۵ھ (۳) التحقیق الاتقن علی شرح الاسلامی لملا حسن از مولوی برکت اللہ بن محمد احمد اللہ بن محمد نعمت اللہ لکھنوی (۴) سوانح الزمن علی المولوی حسن از مولانا حافظ محمد حسن سنبھلی

(۸۵) صاحب مرقات

نام و نسب..... آپ کا نام فضل امام ہے اور والد کا نام شیخ محمد ارشد پور نسب نامہ یوں ہے۔
فضل امام بن شیخ محمد ارشد بن حافظ محمد صالح بن ملا عبد الواجد بن عبد الماجد بن قاضی صدر الدین بن قاضی اسماعیل

ہرگامی بن قاضی عماد الدین بدایونی بن شیخ ارزانی بن شیخ منور بن شیخ خطیر الملک بن شیخ سالار شام بن شیخ وجید الملک بن شیخ بہاء الدین بن شیر الملک شاہ۔
ان چودہ واسطوں کے بعد یعنی شیر الملک پر آپ کا سلسلہ نسب حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے شجرہ نسب سے مل جاتا ہے اس کے بعد کا سلسلہ یہ ہے۔

ابن شاہ عطا الملک بن ملک بادشاہ بن حاکم بن عادل بن تارون بن جر جیس بن احمد نامدار بن محمد شہریار بن محمد عثمان بن دامن بن ہمایوں بن قریش بن سلیمان بن عفان بن عبد اللہ بن محمد بن عبد اللہ بن عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس طرح ۳۳ واسطوں سے آپ کا نسب خلیفہ ثانی تک پہنچتا ہے۔

پیدائش اور وطن عزیز..... ہندوستان کے وہ قصبے جو مردم خیزی میں مشہور رہے ہیں ان میں ضلع پیتاپور کا قصبہ خیر آباد بھی ہے اب چودھویں صدی کے ربع آخر میں اس کی حالت کچھ بھی ہو مگر حلقہ درس و تدریس سے تعلق رکھنے والے

جانتے ہیں کہ گذشتہ صدی کے آخر تک خیر آباد کو خیر البلاد لکھا جاتا تھا حضرت مولانا فضل امام صاحب اسی خیر آباد کے مشہور فاضل ہیں لیکن چند وجوہ اسباب کی بنا پر آپ نے شاہجہاں آباد میں اس طرح تو ملن اختیار کیا کہ یہیں کے دروہا میں محسوب ہوئے گئے۔

آباؤ اجداد..... آپ کے مورث اعلیٰ شیر الملک ایک قطعہ ملک ایران پر قابض و حکمران تھے زوال ریاست پر دولت علم کمائی ان کے دو صاحبزادے بہاء الدین و شمس الدین ایران سے وارد ہندوستان ہوئے شمس الدین نے مسند افتاد و ہتک سنبھالی شاہ ولی اللہ صاحب انہی کی اولاد سے تھے اور بہاء الدین قبلۃ الاسلام بدایوں کے مفتی ہوئے ان کی اولاد میں شیخ ارزانی بدایونی نامور بزرگ اور اعلیٰ درجہ کے مفتی ہوئے۔

شیخ عماد الدین بن شیخ ارزانی تحصیل علم کی خاطر قاضی ہر گام (ضلع سیتاپور اودھ) کی خدمت بابرکت میں پہنچے قاضی صاحب نے تحقیق شرافت و نجابت کے بعد اپنا داماد بنالیا۔ قاضی صاحب کے انتقال کے بعد قاضی ہر گام بن گئے وہیں شیخ اسماعیل پیدا ہوئے آپ کے والد شیخ محمد ارشد نے ہر گام کو خیر باد کہہ کر خیر آباد ضلع سیتاپور آباد کیا۔

والد ماجد..... شیخ محمد ارشد فرشتہ سیرت انسان تھے مولانا احمد اللہ بن حاجی صفت اللہ محدث خیر آبادی سے بیعت تھے آپ کے ایک صاحبزادے عالم جوانی میں فوت ہو گئے یہ اقتضائے عمری احکام شرعیہ کے پابند نہ تھے اس لئے شیخ محمد ارشد کو تشویش رہتی تھی پیر و مرشد کی خدمت میں قلبی بے چینی ظاہر کی پیر نے دعا کی۔ شب میں آنحضرت ﷺ کی زیارت ہوئی دیکھا کہ آپ کے باغ میں (جہاں مرحوم کی قبر تھی) تشریف لائے اور نیل کے درخت کے نیچے وضو فرمایا بعد نماز فجر پیر و مرید دونوں ایک دوسرے کو مبارک باد دینے روانہ ہوئے راستہ میں دونوں ملائی ہوئے تو ایک نے دوسرے کو بشارت کا حال بتایا وہیں سے دونوں کے باغ میں پہنچے دیکھا کہ مقام معمور میں وضو کا اثر یعنی پانی کی تری موجود تھی ایک عرصہ تک لوگ اس کی زیارت کرتے رہے مولانا تقی علی خاں بھی مع صاحبزادہ مولانا احمد رضا خان ۱۳۰۹ھ میں اس مقام کی زیارت کیلئے بریلی سے خیر آباد پہنچے اور مولانا حسن بخش کے مہمان ہوئے۔

افسوس کہ نہ اب وہ درخت باقی ہے نہ اس جگہ کا پتہ چل سکتا ہے مفتی فخر الحسن خیر آبادی جو ان معزز مہمانوں کی زیارت میں شریک تھے خطیرہ کے پاس اس نیل کے درخت کی جگہ بتاتے ہیں۔

تحصیل علم..... مولانا فضل امام صاحب بڑے طباع و ذہین تھے مولانا سید عبدالواجد کرمانی غیر آبادی کے ارشد تلامذہ میں سے تھے علوم نقلیہ و عقلیہ انہی سے حاصل کیے اس کے بعد دہلی میں صدر الصدور کے عہدہ پر فائز ہوئے مولانا شاہ صلاح الدین صفوی گویا موی (تلمیذ رشید مولانا محمد اعظم سندیلوی و مرید و خلیفہ مولانا شاہ قدرت اللہ صاحب صفی پوری) کے مرید تھے۔

درس و تدریس..... فرائض ملازمت کے ساتھ مشغلہ تدریس و تصنیف ہمیشہ جاری رکھا مادہ انہام و تفہیم خدا نے ایسا بخشا تھا کہ ایک بار شریک درس ہونے کے بعد طالب علم دوسری طرف کا رخ بھی نہ کرتا تھا آپ کے تلامذہ میں سب سے زیادہ نمایاں آپ کے صاحبزادے فضل حق اور مفتی صدر الدین خاں آزرہ صدر الصدور دہلی ہوئے مولوی سناء الدین احمد بن محمد شفیع بدایونی اور شاہ غوث علی بھی آپ ہی کے شاگرد ہیں۔

طلبا کے ساتھ حسن سلوک..... شاہ غوث علی صاحب جو موصوف کے شاگرد اور صوفی منش بزرگ گزرے ہیں جنہوں نے تمام عمر سیاحت میں بسر کی ان کا بیان تذکرہ غوثیہ میں نظر سے لکھا فرماتے ہیں کہ شاہ عبدالعزیز صاحب شاہ عید القادر صاحب اور مولانا فضل امام صاحب کی شاگردی کا فخر مجھے حاصل ہے آخر الذکر استاذ کی جو شفقت میرے حال پر تھی وہ بیان سے باہر ہے مولانا کے ساتھ دہلی سے پٹیا لے تعلیم کی غرض سے میں بھی چلا گیا میری عمر اٹھارہ سال کی تھی استاذ عالم جاودانی کو رخصت ہو گئے میں نے بھی تعلیم کو خیر آباد کہہ دیا کہ نہ ایسا شفیق و قابل استیاد ملے گا نہ پڑھوں گا ایک بار جب یہی شاہ صاحب مولانا فضل امام کے صاحبزادے علامہ فضل حق کو ملے اور موصوف نے تعلیم کے نامممل رہ جانے پر اظہار افسوس کیا تو کہنے لگے کہ ”پورے عالم ہو جاتے تو کیا ہوتا زیادہ سے زیادہ آپ جیسے ہوتے۔“

شفقت کا ادنیٰ نمونہ..... ایک مرتبہ مولانا فضل امام نے ایک طالب علم کو فرمایا جاؤ فضل حق سے سبق پڑھ لو وہ آیا

غریب آدمی بد صورت عمر زیادہ علم کم ذہن کند یہ نازک طبع، ناز پروردہ، جمال صورت و معنی سے آراستہ چودہ برس کا سن و سال نئی فضیلت ذہن میں جو رت بھلا میل ملے تو کیسے ملے اور صحبت راس آئے تو کیونکہ آئے تھوڑا سبق پڑھایا تھا۔ گئے جھٹ سے اس کی کتاب پھینک دی اور برا بھلا کہہ کر نکال دیا۔ وہ روتا ہوا مولانا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور سارا خیال بیان کیا آپ نے فرمایا بلا واسطہ خبیث کو مولوی فضل حق صاحب آئے اور دست بستہ کھڑے ہوئے، مولانا نے ایک ٹیپڑ ایسے زور سے دیا کہ ان کی دستار فضیلت دور جا پڑی اور فرمانے لگے کہ تو تمام عمر بسم اللہ کے گنبد میں رہنا تو نعمت میں پرورش پائی جس کے سامنے کتاب کھولی اس نے خاطر داری سے پڑھایا طالب علموں کی قدر و منزلت تو کیا جانے اگر مسافرت کرتا بھیک مانگتا اور طالب علم بننا تو حقیقت معلوم ہوتی، ارے طالب علمی کی قدر تو ہم سے پوچھو۔

درازی شب از مشرگان من پرس
خبردار تم جانو گے اگر آئندہ ہمارے طالب علموں کو کچھ کہایہ چپ چاپ کھڑے رہے کچھ دم نہ مارا۔ خیر قصہ رفع دفع ہوا لیکن پھر کسی طالب علم کو کبھی کچھ نہیں کہا۔

علمی قابلیت..... کا اندازہ تو اسی سے کیا جاسکتا ہے کہ ایک جانب شاہ عبدالعزیز اور شاہ عبدالقادر صاحب کا ڈنکا معقولات میں بج رہا تھا اور دوسری طرف اسی دہلی میں مولانا فضل امام کے معقولات کا سکہ چل رہا تھا طلباء دونوں دریاؤں سے سیراب ہو رہے تھے سر سید احمد خاں نے آثار انصاویہ میں مولانا کا ذکر جس عقیدت مندی سے کیا ہے وہ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے ابتداء ان صفات و القاب سے کی ہے۔

اکمل افراد نوع انسانی مہبط انوار فیوض قدسی سراب سرچشمہ عین الیقین موصوفہ اساس ملت دین، حاجی آثار جہل، ہادیم بنا، اعتساف، خنی میر اسم علم بانی مبنی انصاف، قدوة علماء، فحول جاوہر، معقول منقول، سند اکابر روزگار، مرجع اعلیٰ و ادانی ہر دیار، مزاجڈن شخص کمال، جامع صفات جلال و جمال، مورد فیض ازل وابد، مطرح انظار سعادت سرمد، مصداق مفہوم تمام، اجزاء واسطۃ العقد سلسلہ حکمت اشراقی و مشافی، زہدہ کرام، اسوہ عظام، مقتدائے انام، مولانا مخدومنا مولوی فضل امام اودخلہ اللہ علقام فی جنۃ النعیم باطنہ ائم۔

ایک خواب اور اس کی عجیب و غریب تعبیر..... مولانا نے دہلی میں خواب دیکھا کہ رسول کریم ﷺ مکان میں فروکش ہوئے ہیں اور فلاں کمرے میں اقامت گزین ہیں تعبیر دریافت کرنے کے لئے علامہ کو شاہ عبدالعزیز صاحب کی خدمت میں بھیجا، شاہ صاحب نے فرمایا کہ جا کر فوراً سامان کمرے سے نکال لو اور اس کو بالکل خالی کر دو چنانچہ ایسا ہی کیا گیا خالی ہوتے ہی وہ کمرہ فوراً گر گیا۔ یہ بات سمجھ میں نہ آئی شاہ صاحب سے دریافت کیا گیا کہ یہ تعبیر کیونکر ہوئی۔ فرمایا کہ اس وقت بے اختیار یہ آیت ذہن میں آگئی تھی۔

ان الملوك اذ دخلوا قرية افسدها

وفات..... ۵ ذی قعدہ ۱۲۴۰ھ کو مولانا نے سفر آخرت اختیار کیا مرزا غالب نے حسب ذیل تاریخ وفات لکھی۔

اے دریغ اقد وہ ارباب فضل
چوے ارادت از پئے کشف شرف
چہرہ ہستی خراشیدم ست
گاتم اندر سایہ لطف بنی
کرد سوئے جنت الماوی خرام
جست سال فوت آل عالی مقام
تابنائے تخرجہ گردو تمام
باو آرا مشکہ فضل امام

احاطہ درگاہ مخدوم شیخ سعد الدین خیر آبادی میں اپنے دادا استاد مولانا محمد اعلم سندیلوی اور استاد ملا عبد الواحد کرمانی خیر آبادی کے قریب مدفون ہوئے اب تینوں قبریں شکستہ ہیں۔

تصانیف..... مولانا نے بیسیوں مفید و معرکتہ الآراء کتابیں لکھیں جن مصنفات کا نام و پتہ معلوم ہو سکا وہ درج کی جاتی ہیں وہ ایک کے سوا سب غیر مطبوعہ ہیں سب سے زیادہ مشہور تصنیف علم منطق میں مرقعات ہے جو تمام مدارس عربیہ میں داخل نصاب ہے اس کے علاوہ میرزا ہدر سالہ میرزا ہدلا جلال اور افتخار المبین پر حواشی لکھے تلخیص الشفاء تحفۃ السراور آمد

نامہ تصنیف کیا ہے ”آمدنامہ کہ در آل قواعد فارسی بیان کردہ و نیز ترجمہ علما جواری لکھنؤ تحریر فرمودہ“
 شروح و حواشی مرقات..... (۱) شرح مرقات (عربی) از مولانا عبدالحق بن فضل حق بن فضل امام خیر آبادی
 (۲) ہدیہ شاہجہانیہ حل مرقات ہیزانبہ (فارسی) از مولوی علی حسن بن نواب صدیق حسن خاں لہ بھوپالی (۳) مراۃ حاشیہ
 مرقاۃ از مولانا عماد الدین شیرکونی۔

(۸۶) صاحب شریفیہ ۲

یہ رسالہ آداب بحث و فن مناظرہ میں سید السند میر شریف جرجانی کا ہے جن کے حالات نحو میر کے ذیل میں گزر چکے، موصوف نے جملہ صلوٰتیہ و الصلوٰۃ علی سید انبیاء و سند اولیاء میں بصورت صنعت خمیس نہایت لطیف پیرائے میں اپنے لقب کی طرف اشارہ کیا ہے۔

(۸۷) صاحب رشیدیہ

نام و نسب..... آپ کا نام محمد عبدالرشید ہے اور لقب شمس الحق، والد کا نام محمد مصطفیٰ اور دادا کا نام عبدالحمید ہے نسلا عثمانی ہیں اٹھارہ واسطوں سے آپ کا نسب شیخ کبیر مری بن مقلس سقسی سے مل جاتا ہے
 سن پیدائش..... آپ ۱۰۰۰ھ میں ”برونہ“ مقام میں پیدا ہوئے جو اعمال جوپور میں سے ایک گاؤں کا نام ہے
 آپ کی والدہ شیخ نور الدین بن عبدالقادر صدیقی برنوی کی صاحبزادی ہیں۔
 تحصیل علوم..... شروع میں آپ نے قرآن پاک اور کچھ لکھنا پڑھنا سیکھا اس کے بعد شیخ کبیر نور سے تصریف لب ارشاد، کافیہ اور مخدوم عالم سدھوری سے لب و عباب کا کچھ حصہ اور ارشاد اور شیخ قاسم سے کافیہ، شرح جامی اور ارشاد کا کچھ کچھ حصہ پڑھا نیز یہ کتابیں شیخ مبارک مرٹھی اور شیخ نور محمد مداری اور محی الدین بن عبدالشکور سے بھی پڑھیں اور شیخ عبدالغفور بن عبدالشکور سے یزدی کی شرح تہذیب کا کچھ حصہ اور شیخ حبیب اسحاق سے حاشیہ ملازیدہ کا کچھ حصہ اور شیخ جمال کوروسی سے حسامی تا بحث امر اور شیخ محمد لاہوری سے بست باب تا آخر وائر اور سید عبدالعزیز بیتی سے شرح ہدایت الحکمۃ کا کچھ حصہ اور سید عبداللہ بن عبدالعزیز سے شرح شمس رازی کا کچھ حصہ اور اپنے ماموں مفتی شمس الدین برنوی سے شرح جامی حاشیہ کافیہ مع شرح شیخ ہدایتا مرفوعات قصیدہ بردہ، بقیہ حسامی، مختصر مع حاشیہ، شرح وقایہ ہدایہ توضیح مع تلوتح اور شیخ محمد افضل بن محمد حمزہ عثمانی جوپوری سے شرح شمس رازی شرح عقائد، مطول مع حاشیہ سید ہر شرح مواقف مقدمات اربعہ تلوتح رسالہ عضدیہ تفسیر بیضاوی اشروح چینی مشکوٰۃ المصابیح اور پوری موجز پڑھی اور مفتی نور الحق بن عبدالحق بخاری دہلوی۔ سے مصابیح مشکوٰۃ اور شیخ بخاری وغیرہ پڑھ کر سند حدیث حاصل کی۔

درس و تدریس..... تکمیل علوم سے فراغت کے بعد طویل مدت تک درس و افادہ میں مشغول رہے پھر اس کو ترک کر کے کتب حقائق کے مطالعہ میں لگ گئے بالخصوص شیخ محی الدین بن العربی کی تصنیفات سے آپ کو بہت دلچسپی رہی شیخ مذکور کو جو عبارتیں محل طعن میں موصوف ان کو بہترین محال پر محمول کرتے تھے۔

وقار علم و خودداری..... جب شاہجہاں تک آپ کے علم و فضل زہد و تقویٰ کا چرچا پہنچا تو مولانا آزاد لکھتے ہیں۔

صاحب قرآن شاہجہاں بہ الستماع اوصاف قدسیہ خواہش ملاقات کردہ منشور طلب مصروب یکے از ملازمان ادب داں فرستاد۔

صاحب قرآن شاہجہاں نے اوصاف قدسیہ سنتے ہی ملاقات کی خواہش ظاہر کی اور طلبی کا فرمان دے کر ایک باادب ملازم کو خدمت میں روانہ کیا۔

۱۔ شریفیہ نام سے میر صاحب کی کئی کتابیں ہیں ایک تو یہی شریفیہ فن مناظرہ میں اور ایک شریفیہ حاشیہ کافیہ علم نحو میں اور ایک شریفیہ شرح مراجعہ علم فرائض میں ۲۔ از نزہۃ الخواطر باغی ہندوستان تذکرہ غوثیہ تذکرہ علما ہند آثار الصادید شاندار ماضی وغیرہ ۱۲

ادب دان ملازم جو علم دین کی قدر و قیمت کا جوہری تھا فرمان شاہی لے کر حاضر خدمت ہوا لیکن یہ شیخ با کمال و وقار
از کج عزلت بیرون نہ گذاشت شیخ نے انکار کر دیا اور گوشہ تنہائی سے قدم باہر نہ رکھا۔
جس دربار میں ایک ایک آیت کی تلاوت کے صلہ میں مسلم مسلم سیر حاصل گاؤں جاگیریں میں مل رہے ہوں اہل
علم سونے میں تل رہے ہوں اور بادشاہ خود بلارہا ہو۔ اس کی ذات سے کیا کیا توقعات قائم کی جاسکتی ہیں لیکن کج عزلت کی
حلاوت سے جس کا ایمانی ذوق چاشنی گیر ہو چکا تھا اس نے دکھا دیا کہ شاہجہاں جیسے دراز کمند والے بادشاہوں کی رسائی بھی ان
بلند آشیانوں تک نہیں ہے جنہوں نے ہر قسم کی غیر الہمی شاخوں کو کاٹ کر الا اللہ کی بلند ترین شاخ پر اپنا نشیمن بنالیا ہے۔

جگر گر نبود گنج قناعت باقی ست آنکہ آل داد بشاہاں بگدایاں اس داد
طریقت و سلوک..... آپ بچپن ہی میں اپنے والد محترم شیخ محمد مصطفیٰ سے خرقہ تصوف زیب تن کر چکے تھے لیکن والد
محترم کے زیر تربیت شغل ذکر و اذکار کا موقع نہ ہو سکا اور آپ جو پور آکر تحصیل علم میں مشغول ہو گئے کچھ دنوں کے بعد شیخ
طیب بن معین بناری سے سرسری ملاقات ہوئی پھر ”مندواڈیہ“ مقام میں جو بنارس کے دیہات میں سے ایک گاؤں ہے
دوبارہ ملاقات ہوئی اور کچھ دنوں تک ان کی صحبت میسر آئی آپ نے چاہا کہ بحث و اشتغال کو چھوڑ کر ان سے طریقت حاصل
کروں مگر شیخ راضی نہ ہوئے اور جو پور جانے کا حکم فرمایا چنانچہ آپ جو پور واپس ہو گئے اور یہاں کے اساتذہ کرام سے علم کی
تحصیل کی فراغت کے بعد پھر شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور طریقہ چشتیہ قادریہ سروردیہ میں داخل ہو کر ایک مدت
تک شیخ کے زیر سایہ ذکر و اشتغال میں مشغول رہے یہاں تک کہ رتہ مشیت کو پہنچ گئے۔ ۱۰۴۰ھ میں شیخ نے خرقہ خلافت
سے نواز اور ایک دثیقہ بھی لکھ دیا علاوہ ازیں طریقہ قادریہ میں شیخ شمس الدین محمد بن ابراہیم حسنی اور شیخ موسیٰ بن حامد بن
عبدالرزاق سے اور طریقہ چشتیہ سروردیہ میں شیخ احمد الحکیم مہجوری سے اور طریقہ قلندریہ مداریہ فردوسیہ میں شیخ
عبدالقدوس بن عبدالسلام جو پوری سے بھی اجازت حاصل ہے، آپ کے ملفوظات شیخ نصرت جمال ملتانی نے سنجار شدی
میں اور مودود بن محمد حسین جو پوری نے جمع کیے ہیں۔

وفات..... بروز جمعہ ۹ رمضان المبارک ۱۰۸۳ھ میں عین نماز فجر کے تحریمہ کی حالت میں داعی اجل کو لبیک کہا اور
آغوش رحمت میں جا پہنچے۔

تصانیف..... (۱) رشیدیہ مناظرہ میں (۲) شرح ہدایۃ الحکمۃ حکمت اور فلسفہ میں (۳) شرح اسرار المخلوقات (۴) مقصود
الطالبین لورائیس (۵) زاد السالکین (۶) حواشی مختصر عضدی کلام میں (۷) حواشی کافیہ (۸) خلاصۃ الخو علم نحو میں (۹) دیوان شعر
حواشی رشیدیہ..... (۱) حاشیہ رشیدیہ از حافظ امان اللہ بن نور اللہ بن حسین بناری متونی ۱۱۳۳ھ
(۲) حاشیہ رشیدیہ از مولانا برکت اللہ بن محمد احمد اللہ بن محمد نعمت اللہ لکھنوی (۳) حمیدیہ حاشیہ رشیدیہ از مولانا
فیض الحسن بن مولانا فخر الحسن سہارنپوری (۴) منہیات از شارح غلام عبدالرشید صاحب لے

(۸۸) صاحب ہدایۃ الحکمۃ

فاضل اشیر الدین مفصل بن عمر ابھری متونی ۶۶۰ھ کی تصنیف ہے جن کا تذکرہ ایسا غوجی کے ذیل میں گزر چکا۔

فہرست حواشی و شروح ہدایۃ الحکمۃ

سنہ وفات

مصنف

نمبر شمار شرح

-

مولانا احمد زادہ بن محمود ہردی خرنیاتی

۱ شرح ہدایۃ الحکمۃ

۹۱۰ھ

قاضی میر حسین بن معین الدین حسینی مہمدی

۲

فاضل محمد بن شریف حسینی

۳

۱۰ نزہۃ الخواجر ابجد العلوم حدائق حنفیہ نظام تعلیم و تربیت وغیرہ ۱۲۔

۴	=====	شمس الدین محمد بن مبارک شاہ بخاری
۵	=====	شیخ قطب الدین جبلی
۶	=====	شیخ معین الدین سالمی
۷	=====	شیخ سعید الدین مسعود بن محمد قزوینی
۸	=====	مولانا امین الدولہ
۹	=====	خواجہ صائیں الدین
۱۰	=====	شیخ فصیح الدین محمد نظامی
۱۱	=====	مولوی سعد اللہ بن عبد الشکور سلونی
۱۲	=====	مولانا عبد الحق بن فضل امام خیر آبادی

۹۱۹ھ

۱۱۳۸ھ

۱۳۱۶ھ

(۸۹) فاضل میبذی

نام و نسب..... نام میر حسین لقب کمال الدین اور والد کا نام معین الدین ہے نسباً حسینی ہیں اور قصبہ میبذ کے باشندے ہیں لکھا جاتا ہے کہ آپ کے یہاں سو فی فرش وغیرہ بہت عمدہ قسم کے تیار ہوتے تھے۔
تحقیق میبذ..... میبذ فتح میم و سکون یا او ضم باء موحده اطراف اصہبان میں ایک مشہور قصبہ ہے جو شہر یزد سے تقریباً چار فرسخ پر واقع ہے صاحب روضات الجنات وغیرہ نے میبذ بکسر باء بروزن مسجد ضبط کیا ہے فی القاموس ان ذلك الاسم علی وزن میسر بلد قرب یزد لیکن شہر یزد اور اس کے اطراف میں یہ لفظ عام طور سے باء کے فتح کے ساتھ بولا جاتا ہے۔
مختصر تعارف..... موصوف افضل علماء عراق بلکہ اعظم دانشمندان آفاق میں سے تھے عتقوان شباب میں شیراز پہنچے اور محقق دوانی سے علوم کی تحصیل کی اور مملکت یزد میں ایک مدت تک عمدہ قضا پر فائز رہے صاحب معجم نے ان کے متعلق لکھا ہے کہ ”آپ علما متاخرین و ماہرین متکلمین میں سے بڑے عالم صاحب تصانیف کثیرہ تھے۔
فارسی شعر و شاعری..... سے کافی ذوق تھا اور منطقی تخلص کرتے تھے ذیل کے اشعار آپ ہی کی طرف منسوب ہیں۔

ذکر شب آمد و من بتلائے ہجرانم
از حسن بچد تو ای نازنین شائل
کجا روم چہ کنم چارہ نمی دانم
عاقل شد ستد ہو جنوں شد ست عاقل
اگر سلطان بنزد من فرستد
سر قاضی عبیدی را فرستم
کہ بفرست از برائے من اساسی
کہ باشد طبل بازی یا فطاسی

تصانیف..... (۱) جام گیتی نما (۲) شرح دیوان حضرت علیؑ بزبان فارسی (۳) شرح کافیہ (۴) شرح ہدایۃ الحکمت (۵) شرح طوابع (۶) شرح شمس (۷) رسالہ فی المعماء وغیرہ آپ کی عمدہ تصانیف ہیں صاحب روضات الجنات نے آپ کی تصانیف کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے ”منہا کتابہ المعروف الموسوم بالہدایت الاثریت فی محکمت الکلام“ مگر یہ غلط ہے کیونکہ ہدایۃ الحکمت متن آپ کا نہیں بلکہ علامہ اشیر الدین ابہری کا ہے جس کی آپ نے شرح کی ہے۔
وفات..... تاریخ محمدی میں ہے کہ آپ نے ۹۱۰ھ میں وفات پائی، بعض حضرات نے ۹۰۴ھ لکھا ہے۔

فہرست حواشی کتاب میبذی

سنہ وفات

۸۹۳ھ

مصنف

شیخ مصطفیٰ بن یوسف مشہور خواجہ زادہ

نمبر شمار حاشیہ

۱ حاشیہ میبذی

۹۷۷ھ	شیخ مصلح الدین محمد بن صلاح الدین لاری	=====	۲
	شیخ نصر اللہ بن محمد خلخالی	=====	۳
۹۲۹ھ	شیخ لطف اللہ بن الیاس رومی	=====	۴
	امیر فخر الدین استر آبادی	=====	۵
۱۰۶۷ھ	ملا عبد الحکیم سیالکوٹی	=====	۶
۱۲۵۳ھ	مولوی محمد اسماعیل مراد آبادی	=====	۷
	مولوی عین القضاۃ	=====	۸
۱۲۴۵ھ	سید علی جعفر الہ آبادی	=====	۹
	مولوی برکت اللہ بن محمد نعمت اللہ لکھنوی	=====	۱۰

(۹۰) صاحب صدرا

نام و نسب..... نام محمد اور لقب صدر الدین ہے والد کا نام ابراہیم اور لقب فخر الدین ہے، حارث بن کلدہ طبیب عرب کی نسل سے ہیں اور شیرازی الاصل ہیں آپ کی مادری زبان فارسی اور تصنیف و تالیف کی زبان عربی ہے استاذ کے نام سے مشہور ہیں آپ کی تاریخ پیدائش معلوم نہیں ہو سکی۔

تحصیل علوم..... آپ نے اکثر علوم متعارفہ شیخ بہاء الدین عالمی سے حاصل کیے اور طب کی بعض کتابیں محمد باقر بن عماد الدین محمود شیرازی سے پڑھیں۔ ۱۰۱۱ھ میں ہندوستان آئے اور حکیم علی گیلانی سے استفادہ کیا آپ کے چچاز نبل بیگ آپ سے پہلے ہی ہندوستان آچکے تھے۔

شاہی تقرب..... موصوف جوانی کے عالم میں ہندوستان آئے اکبر شاہ کا قرب حاصل ہوا اور حکومت کی طرف سے زمرہ اطباء میں داخل ہو گئے جہانگیر نے آپ کو ”مسح الزماں“ کے معزز خطاب سے نوازا پھر شاہجہاں نے آپ کیلئے پچاس ہزار روپیہ سالانہ وظیفہ مقرر کیا کچھ عرصہ کے بعد آپ نے علاج معالجہ کو باندیشہ مضرت ترک کر دیا تو شاہجہاں نے آپ کو ”عرض مکررہ کے عہدہ پر سرفراز کیا۔

زیارت حریم شریفین..... ۱۰۳۳ھ میں حج و زیارت کیلئے حریم شریفین تشریف لے گئے اس سے قبل دور جہانگیر میں بھی ایک بار حاضری ہو چکی تھی حج سے واپسی کے بعد شاہجہاں نے شہر سورت کا حاکم بنادیا ومن ابیاتہ

یگدر راز خود کہ ز خود ہر کوہائی یابد
گر بصد قید گرفتار بود آزاد است

عقیدہ اور مسلک..... فیض الباری میں ہے کہ صدر الدین شیرازی شیعہ صوفی ہیں صحابہ کرام پر سب و شتم نہیں کرتے لیکن شیخ ابوالحسن اشعری اور فخر الدین رازی کی شان میں بے ادبی کرتے ہیں۔

وفات..... شاہنواز خان نے ”ماثر الامراء“ میں لکھا ہے کہ آپ نے ۱۰۶۱ھ میں کشمیر میں وفات پائی قاموس الاعلام میں سنہ وفات ۱۰۵۹ھ مرقوم ہے۔

تصانیف..... حاشیہ صدر آپ کی معرکتہ الاراء تصنیف ہے جو آج بھی داخل درس ہے اس کے علاوہ شواہد الربوبیۃ اور اسفار از بچہ اسرار الآیات، انوار البینات، اکسیر العارفین، تفسیر سورۃ واقعہ، حاشیہ بر شرح تجرید القوتی، الرسائل العربیہ، المبداء، والمعاد اور مفتاح الغیب شرح اصول السکاکی المشاعر، ثمان رسائل وغیرہ بہترین تصانیف ہیں۔

فہرست حواشی کتاب صدر

نمبر شمار	حاشیہ	مصنف	سنہ وفات
۱	شوۃ الحواشی لازالۃ الغواشی	مولوی تراب علی بن شجاعت بن محمد دولت لکھنوی	۱۲۸۱ھ
۲	حاشیہ صدر	قاضی مرتضیٰ علی بن مصطفیٰ گویا موی	۱۲۵۱ھ
۳	=====	سید دندار علی بن معین الدین بن عبد الہادی لکھنوی	۱۳۳۵ھ
۴	=====	مولانا بحر العلوم عبد العلی بن نظام الدین بن قطب الدین	
۵	=====	مولوی فیض احمد بن غلام احمد بن شمس الدین بدایونی	۱۲۷۴ھ
۶	===== (صغیر)	مولوی محمد اعلم سندیلوی	اواخر ۱۲۰۰ھ
۷	===== (کبیر)	=====	=====
۸	===== (اکبر)	=====	=====
۹	=====	مولانا محمد حسن بن قاضی غلام مصطفیٰ	۱۲۰۹ھ
۱۰	===== (تاجت ہیولی)	مولانا محمد معین بن محمد مبین لکھنوی	۱۳۵۸ھ
۱۱	=====	ملا نظام الدین بن قطب الدین شہید سہالوی	۱۱۶۱ھ
۱۲	=====	مولانا ولی اللہ بن حبیب اللہ بن ملا محبت اللہ فرنگی محلی	۱۲۷۰ھ
۱۳	=====	مفتی عنایت احمد بن منشی بخش کاکوروی	۱۲۷۹ھ

(۹۱) صاحب شمس بازغہ

نام و نسب..... آپ کا نام محمود ہے اور والد کا نام محمد اور دادا کا نام بھی محمد ہے آپ سہارنپور میں اور وطن عزیز جو پور ہے
پیش ۹۹۳ھ میں پیدا ہوئے اور جدا مجد شاہ محمد کی گود میں پرورش پائی۔
تحصیل علوم..... آپ نے کتب درسیہ اپنے جدا مجد شاہ محمد سے پڑھیں پھر استاذ الملک محمد افضل بن حمزہ عثمانی جو پوری کی
خدمت میں رہے اور آپ سے استفادہ کیا سترہ سال کی عمر میں تحصیل علوم سے فراغت پائی اور علماء کبار و فقہانہ دار میں سے ہو گئے۔
علمی مقام..... محمد یحییٰ بن محمد امین عباس الہ آبادی نے ”ذیات الاصلام“ میں اور سید غلام علی بن محمد نوح حسینی بلگرامی نے
صحیحہ المرجان میں لکھا ہے کہ ہندوستان میں وہ ہی مجدد ہوئے ایک شیخ احمد سرہندی علم حقائق میں اور دوسرے ملا محمود جو
پوری علوم حکمیہ و ادبیہ میں۔

پختگی علم..... میں کہتا ہوں کہ تیسرے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی میں فانہ کان عدیم النظر فی الفلسفۃ الالہیہ
آپ کی عادت تھی کہ جب کوئی آپ سے کچھ پوچھتا اگر آپ کی طبیعت حاضر ہوتی تو اس کا جواب دیتے ورنہ کہہ دیتے کہ
اس وقت میری طبیعت حاضر نہیں ہے۔

صاحب تذکرہ علما ہند لکھتے ہیں ”اگر بوجودش سرزمین جو پور بمرز بوم شیراز تقاخر جست روا بودے۔“
فن ناکا بھید..... آپ نے ہندوستان کے خاص فن ”ناکا بھید“ کا بھی کافی مطالعہ کیا اور اس میں ایک مستقل کتاب بھی

لکھی ناں کا بھید کیا ہے۔ مولانا آزاد نے اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے۔

آں چنان ست کہ ہندیان معشوقہ را باعتبار اداء

وانداز و درجات عمر و مراتب الفت و بے الفتی

و غیر ذلک چندان قسم کفتہ اند و ہر قسم رانائے معین

ساختم و اشعار آبداء در ہر قسم بہ نظم آوردہ

وہ اس طرح ہے کہ ہندوستانی معشوقہ کو اداء و انداز

درجات عمر اور الفت و بے الفتی وغیرہ کے مراتب کے

اعتناء سے بہت سی اقسام میں تقسیم کیا ہے اور ہر قسم کا

ایک خاص نام مقرر کیا ہے اور ہر قسم کے بارے میں آبدار اشعار نظم کئے ہیں

شاہی تقریب..... جب تخت تیموری پر شاہ جہاں جیسا دین پرور معارف پرزدہ بادشاہ جلوہ افروز ہوا جس کے استغنا و تعفف کا کنگرہ اتنا بلند تھا کہ مغل امپائر کے سلاطین کی بھی وہاں رسائی نہ تھی اور قدر دانیوں کا شرہ سن کر اقطار ارض سے علما و فضلا شاہی دربار کی طرف کھینچ کر چلے آئے تو جہاں پنجاب سے ملا عبدالحکیم ایک دفعہ نہیں دو دفعہ بڑھ سنجیدہ ہو کر رولہ ہوئے وہیں پورب سے ملا محمود جو پوری بادشاہ کے مقربین خاص میں داخل ہوئے۔

تحریک قیام رصد خانہ..... آپ ہی نے شاہ جہاں کو اس پر آمادہ کیا کہ جس طرح سلاطین پیشین نے اپنے اپنے ممالک میں مختلف زمانوں میں رصد خانے تیار کئے ہیں آپ بھی ہندوستان میں ایک رصد خانہ قائم کیجئے اور اس کیلئے مقام کا بھی انتخاب کر دیا لکھا ہے کہ

جو زمین رصد کیلئے تجویز کی تھی کچھ دنوں کے بعد

زینے کو برائے رصد تجویز کردہ بود چندے بعد ظاہر

شد کہ یکے از حکما پیشین آں محل برائے رصد اختیار

شاہ جہاں نے آپ کی رائے کو قبول کیا مگر شاہی منظوری کے باوجود ہندوستان کا یہ رصد خانہ نہ بن سکا، لکھا ہے کہ عین

موقعہ پر بلخ کی مہم پیش آگئی وزیر نے ایسے وقت میں رصد خانہ کے مصارف کو غیر ضروری قرار دے کر تجویز کو ملتوی کر دیا۔

درس و مدریس..... جب آپ رصد خانہ کی تعمیر سے ناامید ہو گئے تو جو پور واپس آ گئے اور یہاں ایک عرصہ تک درس

و افادہ میں مشغول رہے کچھ عرصہ کے بعد آپ کو شاہ شجاع بن شاہ جہاں نے بنگال بلا لیا آپ وہاں تشریف لے گئے شجاع

مذکور نے آپ سے حکمت کی کتابیں پڑھیں اور نواب شائستہ خاں ابوطالب بن الی الحسن اکبر آبادی نے ”فرائد محمودیہ“

ابو شیخ نور الدین جعفر جو پوری اور عبدالباقی بن غوث الاسلام صدیقی وغیرہ نے دیگر کتب کی تعلیم حاصل کی۔

تحصیل طریقت..... ارض بنگالہ میں شیخ نعمت اللہ بن عطاء اللہ فیروز پوری سے ملاقات ہوئی آپ ان کے ہاتھ پر

بیعت ہوئے اور ان سے علم طریقت حاصل کیا محمد سخی عباسی نے ”وفیات الاعلام“ میں اذکار سے متعلق ان کا ایک رسالہ

بھی نقل کیا ہے جو آپ نے شیخ مذکور سے حاصل کیا تھا۔

وفات..... ۹ ربیع الاول ۱۰۶۲ھ میں شہر جو پور میں وفات پائی تاریخ وفات ”فخر آفاق“ ہے قبر شہر سے باہر ہے اور

مشہور ہے آپ کی رحلت سے آپ کے استاذ شیخ محمد افضل اس قدر غمگین ہوئے کہ چالیس روز تک انھوں نے تبسم نہیں

کیا اور چالیس روز کے بعد آپ بھی انہی سے ملحق ہو گئے۔

تصانیف..... معانی و بیان میں ”الفرائد شرح الفوائد“ اقسام نسواں میں چہار ورتی ”رسالہ“ کتاب الترویہ کے رد میں

”حرز الایمان“ شعر و شاعری میں ایک ”دیوان“ فن حکمت میں ”الحکمتہ البالغہ“ اور اس کی شرح ”شمس بازغہ“ جس کے

بارے میں علما کا اتفاق ہے کہ اس کے برابر آج تک علم حکمت میں کوئی کتاب تصنیف نہیں ہوئی آپ کی تصانیف ہیں۔

فہرست حواشی کتاب شمس بازغہ

نمبر شمار

حاشیہ

سنہ وفات

۱۲۸۱ھ

مصنف

مولوی تراب علی بن شجاعت علی بن محمد دولت

حاشیہ شمس بازغہ (نا تمام)

۱

۲	حاشیہ پردوحہ شمس بازغہ	مولوی ظہور اللہ بن محمد ولی بن غلام مصطفیٰ	
۳	حاشیہ شمس بازغہ	ملا محمد حسن بن قاضی غلام مصطفیٰ	۱۲۰۹ھ
۴	=====	ملا نظام الدین بن قطب الدین شہید سہالوی	۱۱۶۱ھ
۵	=====	ملا احمد اللہ بن حکیم شکر اللہ سندیلوی	۱۱۶۰ھ
۶	=====	مولانا محمد یوسف	==
۷	=====	مولانا عبدالحکیم	

(۹۲) صاحب ہدیہ فیدیہ

نام و نسب اور پیدائش آپ کا نام فضل حق ہے اور والد کا نام فضل امام اور دادا کا نام شیخ محمد ارشد ہے (پورا نسب صاحب مرقات کے حالات میں گزر چکا) آپ ۱۲۱۲ھ میں اپنے آبائی وطن خیر البلاد خیر آباد میں پیدا ہوئے والد ماجد مولانا فضل امام دہلی میں صدر الصدور تھے مولانا فضل حق کی تعلیم و تربیت آپ ہی کے زیر سایہ دہلی میں ہوئی۔ تحصیل علوم آپ نے تیرہ سال کی عمر میں تمام مروجہ علوم عقلیہ و نقلیہ و آلیہ کی تکمیل کی چار ماہ اور کچھ روز میں قرآن پاک حفظ کیا دہلی میں ایک سے بڑھ کر ایک باکمال موجود تھا مفسرین محدثین فقہاء فلاسفہ، اولیاء شعراء جس طبقہ پر نگاہ ڈالیے رکھنا کلام باغی اے گل کہ چین خوش است بویت۔

بے ساختہ زبان پر آجاتا تھا والد ماجد نے مکان کے علاوہ ہاتھی اور پاکی پر بھی دربار آتے جاتے وقت ساتھ بٹھا کر درس دینا شروع کیا اور علوم آلیہ میں صغریٰ ہی میں اپنا جیسا یگانہ روزگار بنادیا۔

منقولات میں حضرت شاہ عبدالقادر اور شاہ عبدالعزیز صاحب کی بارگاہ فیض پناہ سے علم حدیث کی خوشہ چینی کی۔ فطانت و ذہانت شاہ عبدالعزیز صاحب نے جب روشیعہ میں تحفہ اثنا عشریہ محققانہ انداز میں تحریر فرمائی تو شیعیان ہند کی طرح اہل تشیع ایران میں بھی ہجان پیدا ہوا ایران سے میر باقر داماد صاحب افق مبین کے خاندان کا مہاجر عالم و مجتہد لونٹوں پر کتب فریقین بار کر کے شاہ صاحب سے مناظرہ کیلئے دہلی پہنچا خانقاہ میں داخل ہونے پر شاہ صاحب نے فرائض میزبانی ادا کئے اور مناسب جگہ قیام کیلئے تجویز فرما کر رخت سفر کھلویا شام کو فضل حق صاحب حاضر ہوئے تو شاہ صاحب کو مصروف مہمان نوازی دیکھ کر کیفیت معلوم کی تھوڑی دیر حاضر خدمت رہ کر بعد مغرب مجتہد صاحب کی خدمت میں پہنچے، مزاج پر سی کے بعد کچھ علمی گفتگو کا سلسلہ شروع کر دیا مجتہد صاحب نے پوچھا میاں صاحبزادے کیا پڑھتے ہو۔ عرض کیا شرح اشارات، شفاء اور افق مبین وغیرہ دیکھتا ہوں، مجتہد کو بڑی حیرت ہوئی افق مبین کی کسی عبارت کا مطلب پوچھ لیا علامہ نے ایسی مدلل تقریر کی کہ متعدد اعتراضات صاحب افق مبین پر کر گئے معزز مہمان نے اعتراضات کی جوابدہی کی کوشش کی تو ان کو جان چھڑانا اور بھی دو بھر ہو گیا، جب خوب عاجز کر لیا تو اپنے شبہات کے ایسے انداز میں جوابات دے کر تمام ہمراہی علما بھی انگشت بدبال ہو گئے۔

اے عقل راز رایت روشن شدہ مسائل دے وہم راز ذہنیت حل گشتہ جملہ مشکل

آخر میں آپ نے یہ بھی اظہار کر دیا کہ شاہ صاحب کا ادنیٰ شاگرد اور کفش بردار ہوں اور اظہار معذرت کرتے ہوئے رخصت ہوئے۔ علما ایران نے اندازہ کر لیا کہ اس خانقاہ کے بچوں کے علم و فضل کا جب یہ عالم ہے تو خود صاحب خانقاہ کا کیا حال ہوگا۔ صبح کو جب خیریت طلبی مہمانان کیلئے شاہ صاحب نے آدمی بھیجا تو پتہ چلا کہ آخر شب میں دہلی ہی سے روانہ ہو چکے ہیں شاہ صاحب کو بڑی حیرت ہوئی سبب ناخوشی مہمانان معلوم کرنے کی کوشش فرمائی تو فضل حق کی کرشمہ سازیوں کا راز

کھلا بلا کر بہت ڈانٹا کہ مہمانوں کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کیا جاتا وہ ہم سے گفتگو کرنے آئے ہم خود ان سے بے جا لیتے۔
ذوق شعر و شاعری..... عالم و فاضل، فقیہ و محدث، ادیب کامل، لغت و حکمت اور فلسفہ میں امام ہونے کے ساتھ
ساتھ شعر گوئی و سخن فہمی میں بھی کمال حاصل تھا بچپن ہی سے شعر کہنا شروع کیا عربی فارسی دونوں زبانوں میں طبع آزمائی
فرمانی فارسی شاعری کیلئے فرقتی مخلص رکھا کرتے ہیں۔

فرقتی در کعبہ رفتی بار بار
تا مسلمانان مسلمانی ہنوز

ادب عربی میں وہ کمال پیدا کیا کہ عرب کے معاصرین شعراء سے کہیں سبقت لے گئے عربی میں آپ نے پچاسوں
قصیدے کہے جن میں نعت کا حصہ زیادہ ہے جمادی الاولیٰ ۱۲۳۲ھ میں بمقام ہالسی اسی اشعار کا نعتیہ قصیدہ لکھا جس کے چند
اشعار یہ ہیں۔

ومع جری فی شانہ. هملا وفرط اناہ

یا سائلنا عن شانہ. یغینک عن تبیانہ

عنہا الیہا نازعا. یشکو اساتوقانہ

ما ذات سائل نازعا. قاصی المواطن نازحا

والطرف فی ہمعانہ. والقلب فی خفقانہ

فہواہ فی ہيجانہ. وجواہ فی دہجانہ

عربی قصائد اور عربی نثر دیکھنا چاہو تو باغی ہندوستان اور آثار الصنادید دیکھو

حقانی سینہ اشعار کا خزینہ..... ایک روز کا ذکر ہے کہ آپ نے ایک قصیدہ عربی زبان میں امراء القیس کے قصیدہ پر کہا اور
شاہ عبدالعزیز صاحب کی خدمت میں لائے شاہ صاحب نے ایک مقام پر اعتراض کیا اس کے جواب میں آپ نے متقدمین
کے بیس اشعار پڑھ دیے مولانا فضل امام صاحب نے فرمایا: بس حد ادب آپ نے جواب دیا کہ حضرت یہ کوئی علم حدیث و
تفسیر تو ہے نہیں فن شاعری ہے اس میں بے ادبی کی کیا بات ہے شاہ صاحب نے فرمایا بر خور دار تو بیچ کہتا ہے مجھ کو سہو ہوا۔
آپ اتنے کثیر گوشتھے کہ آپ کے اشعار چار ہزار شمار کئے گئے ہیں۔

درس و تدریس..... ۱۸۰۹ء سے ۱۸۵۸ء تک مسلسل پچاس برس درس دیا، عرب، ایران، بخارا، افغانستان اور
دوسرے دور دراز ملکوں سے شاہ تلمیذ علم آکر شریک حلقہ درس ہوئے تیرہ برس کی عمر اور مسند تدریس پر روز افزائی عجیب
سا واقعہ معلوم ہوتا ہے حلقہ درس میں معتمد صاحب ریش و بروقت تلامذہ اور قدماء کی کتابیں زیر درس

تانا غنجد خدائے بخشندہ

ایں سعادت بزور بازو نیست

مولوی رحمان علی خاں اپنا مشاہدہ لکھتے ہیں کہ میں نے ۱۲۶۳ھ میں پوری ایک صدی کی بات ہے اس وقت علامہ
کی عمر باون سال کی تھی) بمقام لکھنؤ مولانا کو دیکھا کہ حقہ نوشی کی حالت میں شطرنج بھی کھیلتے جاتے اور ایک طالب علم کو
افق مبین کا درس اس خوبی سے دیتے تھے کہ مضامین کتاب طالب علم کے ذہن نشین ہوتے جاتے تھے۔

تلامذہ..... ہزاروں شاگردوں میں سے چند مشہور تلامذہ جو اپنے وقت کے امام الفن سمجھے جاتے تھے حسب ذیل ہیں شمس العلماء
مولانا عبدالحق خیر آبادی، مولانا ہدایت اللہ خاں جو نیوری لویب جلیل مولانا فیض الحسن سہارنیوری (استاذ علامہ شبلی نعمانی) مولانا
جمیل احمد، مولانا سلطان احمد بریلوی، مولانا عبد اللہ بلگرامی مولانا عبد القادر بدایونی، مولانا شاہ عبدالحق کانپوری، مولانا ہدایت علی
بریلوی (استاذ مولانا فضل حق رامپوری) مولانا غلام قادر گویا موی، مولانا خیر الدین دہلوی (والد مولانا ابوالکلام آزاد)

ملازمت..... والد ماجد کے انتقال کے وقت علامہ کی عمر اٹھائیس سال تھی خاندانی ذمہ داریوں کا بار پڑا اکبر شاہ ثانی کا زمانہ تھادی
میں ریزیڈنٹ رہا کرتا تھا اس کے محکمہ کے سر رشتہ دار ہو گئے کچھ عرصہ کے بعد ریزیڈنٹ کی سے کمشنری میں اپنے آپ کو تبدیل
کر لیا یہاں رنگ بے رنگ تھا یہ نازک مزاج واقع ہوئے تھے حکام تنگ مزاج حفظ مراتب کہاں۔ ارباب علم اور بے علم سب
ایک نگاہ سے دیکھے جاتے تھے آپ نے استعفاء دیدیا۔

دہلی سے جھجھر وغیرہ..... جب آپ نے ریزیڈنٹ دہلی کی ملازمت ترک کی تو نواب فیض محمد خاں والی جھجھر نے موقع غنیمت جانا اور فوراً مبلغ پان صد روپیہ ماہانہ کی پیش کش کی اور قدردانی کے ساتھ اپنے پاس بلا لیا ایک عرصہ تک جھجھر رہے پھر مہاراجہ انور نے بلا لیا، انور سے آپ سہارنپور گئے بعد ازاں نواب یوسف علی خاں نے رام پور بلا لیا اور آپ آٹھ برس رامپور میں رہے، نواب نے خود تلمذ اختیار کیا اور محکمہ نظامت اور مرا فو عدالتین میں منسلک کر دیے گئے پھر لکھنؤ میں پہلے صدر الصدور بنائے گئے اور جب ایک نئی کچہری ”حضور تحصیل“ کے نام سے بنی تو اس کے مہتمم قرار پائے۔

ہر دلعزیزی..... ابو ظفر بہادر شاہ جو خود بھی شعر و سخن کا شاہ تھا اور اہل علم کی قدردانی میں بھی شاہانہ شان رکھتا تھا اس کو علامہ سے یہاں تک تعلق خاطر تھا کہ جب آپ دہلی کی ملازمت ترک کر کے جھجھر جانے لگے اور وداعی ملاقات کیلئے ولی عہد کی خدمت میں حاضر ہوئے تو بہادر شاہ نے اپنا خاص دو شالہ آپ کو اڑھایا اور ابدیدہ ہو کر کہا۔

ہر گاہ شامی گویند کہ من رخصت می شوم مرا جز این کہ پذیرم گریز نیست اما یزد و انا داند کہ لفظ وداع از دل بر زباں نمی رسد الا بعد جر ثقیل۔

آپ فرما رہے ہیں کہ میں رخصت ہوتا ہوں میں بھی مجبور ہوں قبول کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں مگر خدائے علیم خوب جانتا ہے سینکڑوں جر ثقیل کام میں لائے جائیں تب کہیں لفظ وداع دل سے زبان تک آسکتا ہے۔
گرفتاری و قید بند..... فتنہ الہند کے ہنگامہ میں انگریزوں نے آپ کو بالزام غدار بعبور دریائے شور کی سزا دی تھی جہاں پہلے آپ کو صفائی کے کام پر لگایا گیا آپ برہنہ پا صرف ایک لنگی اور کمبل کا کرتہ پہنے کوڑا کرکٹ صاف کرتے اور ٹوکریں میں اکٹھا کر کے پھینک آتے، اس کے علاوہ اور طرح طرح کی اذیتیں جیل خانہ میں سہتے رہے جن کا خاکہ خود مولانا نے اپنی تصنیف ”الثورہ الہندیہ“ میں کھینچا ہے۔

کس قدر سہولت..... کچھ دنوں بعد آپ کو محرری کے کام پر لگادیا گیا اور اس تبدیلی کا سبب آپ کا علمی تجربہ ہوا۔ صورت یہ ہوئی کہ سپرنٹنڈنٹ کے پاس علم ہیئت کی ایک قلمی کتاب تھی سپرنٹنڈنٹ کے یہاں ایک مولوی صاحب کام کرتے تھے اس نے وہ کتاب مولوی صاحب کو دی کہ اس کی غلطیاں درست کر دیں مولوی صاحب یہ کتاب علامہ کے پاس لے آئے آپ نے نہ صرف عبارتیں درست کیں بلکہ جگہ جگہ مضمون کی بھی تصحیح و توضیح کر دی اور کتابوں کے حوالے بھی درج کر دیے، سپرنٹنڈنٹ کو جب مولانا کے علم و فضل کا احساس ہوا تو اس نے صفائی کی خدمت سے ہٹا کر محرری پر لگادیا اور حکومت سے رہائی کی سفارش بھی کر دی۔

دل بے تاب کو یہ کہہ کے سنبھالا شب غم ٹھہرا ب صبح کے آثار نظر آتے ہیں

پروانہ رہائی اور موت کا پیغام..... علامہ کے صاحبزادے مولوی شمس الحق اور خواجہ غلام غوث بیجزمیر منشی لفٹنٹ گورنر کی کوششیں برابر جاری رہیں ادھر انڈمان کے سپرنٹنڈنٹ جیل نے بھی سفارش کی تھی نتیجہ میں کامیابی ہوئی یعنی رہائی کا حکم ہو گیا۔

ازیں نوید مبارک کہ ناگماں آمد بشارتے بدل و مشرودہ بجاں آمد

لیکن عجیب و غریب اور نہایت تکلیف دہ اور دل خراش صورت پیدا ہوئی کہ مولانا شمس الحق صاحب پروانہ رہائی حاصل کر کے انڈمان پہنچے جہاز سے اتر کر شہر میں گئے۔

دریں چمن کے بہار و خزاں ہم آغوش ست زمانہ جام بدست و جنازہ بردہ ش ست

ایک جنازہ نظر پڑا جس کے ساتھ بڑا ازدحام تھا عا شق کا جنازہ ہے ذر لوہوم سے نکلے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ کل ۱۲ صفر ۱۲۷۸ھ کو علامہ فضل حق خیر آبادی جیسا آفتاب علم و عمل دیار غربت میں غروب ہو گیا اسے سپرد خاک کرنے جلد ہے ہیں۔

قسمت کی بد نصیبی کہاں ٹوٹی ہے کند
یہ بھی بصد حسرت و ماس شریک و فن ہو گئے آپ کا مزار اب تک مرجع انام اور زیار تگاہ خاص و عوام ہے اور آج
بھی بر زبان حال کہہ رہی ہے۔

فانظر و البعد ثانی الاثار

تلك آثارنا تدل علیہا

تصانیف..... علامہ نے درس و تدریس اور تصنیف و تالیف کا سلسلہ ہمیشہ جاری رکھا خاص اور اہم مجبوریوں کے سوا کبھی
اس سے تساہل نہ ہوتا آپ کی درجنوں تصانیف ہیں جن میں مشہور حسب ذیل ہیں۔

(۱) الجنس افعالی شرح جواہر العالی (۲) حاشیہ افق مبین (۳) حاشیہ تلخیص الشفا (۴) رسالہ تشکیک ماہیات (۵) رسالہ
کلی طبعی (۶) رسالہ علم و معلوم (۷) دروض الوجود (۸) رسالہ فاطیغوریاں (۹) رسالہ تحقیق حقیقۃ الاجسام
(۱۰) الثورۃ السندیہ (۱۱) قصائد فتنہ الہند (۲ ض) مجموعۃ القصائد (۱۳) امتناع النظیر (۱۴) تحقیق الفتوی فی ابطال الطغوی
(۱۵) حاشیہ شرح سلم قاضی مبارک اس کی جو شان ہے اس سے طلبہ و علمائے بخوبی واقف ہیں ساری تصانیف میں حاشیہ قاضی پر
علامہ کو کتنا فخر تھا اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ جزیرہ انڈمان میں بعض، اسیر فرنگ علما نے دریافت کیا کہ ہندوستان میں کیا
یادگار چھوڑی ہے۔ فرمایا دیاد گاریں چھوڑ آیا ہوں ایک حاشیہ شرح سلم قاضی مبارک اور دوسری یادگار بر خوردار عبدالحق۔

(۱۶) ہدیہ سعیدیہ..... خلف الرشید عبدالحق کو ریزید کسی آتے جاتے وقت ہاتھی پالکی میں جو سبق دیے جاتے تھے ہدیہ
سعیدیہ انہی کا مجموعہ ہے علامہ روز ایک سبق تحریر فرما لیتے تھے وہی راستہ میں صاحبزادے کو پڑھادیتے تھے، فلکیات تک یہی
سلسلہ رہا جب معتدیہ حصہ ہو گیا تو تلامذہ نے کتابی شکل دینے پر اصرار کیا علامہ نے طلباء کی آرزوؤں کو پامال نہ کرتے ہوئے
تصنیفی حیثیت سے قلم اٹھایا اہل علم عالم الاجسام اور عنصریات کے اس فرق کو بخوبی محسوس کر سکتے ہیں، فلکیات تک یہ معلوم
ہوتا ہے کہ مبتدیوں کیلئے کتاب لکھی گئی ہے لیکن عنصریات میں شہباز قلم کی بلند پردازی کچھ اور ہی کہہ رہی ہے سعادتمند
فرزند ہی کی مناسبت سے ہدیہ سعیدیہ نام بھی رکھا گیا ہے نواب محمد سعید خاں والی رامپور کے نام کا لحاظ بھی ضمنا پیش نظر تھا
اس کتاب میں زمین کی حرکت پر کافی دلائل قائم کر کے موجودہ سائنس کی تحقیقات کو غلط ثابت کیا ہے۔

حواشی ہدیہ سعیدیہ..... (۱) ہدایتہ السندیۃ علی ہدیتہ السعیدیۃ، از شمس العلماء، عبدالحق بن فضل حق بن فضل امام
خیر آبادی (۲) حاشیہ ہدیہ سعیدیہ از حافظ عبد اللہ بن سید آل احمد بلگرامی متوفی ۱۳۰۵ھ۔

(۹۳) صاحب ملخص چغمینی

نام و نسب اور سکونت..... محمود نام، ابو علی کنیت، شرف الدین لقب، والد کا نام محمد اور دادا کا نام عمر ہے چغمین کی طرف
منسوب ہیں خوارزم کا ایک قریہ ہے خوارزم ایک مشہور روایت ہے جس میں بہت سے شہر ہیں اس کی وجہ تسمیہ میں مختلف
اقوال ہیں آثار البلاد میں ہے کہ اہل خوارزم کی زبان میں خوار بمعنی گوشت اور زم بمعنی لکڑی ہے جن لوگوں نے اس کو اول
دبلے آباد کیا تھا ان کی غذا چونکہ شکار کا گوشت تھا اور وہاں لکڑی کے جنگلات بکثرت تھے اس لئے اس کو خوارزم کہنے لگے
بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ جب ہر مز بن نوشیرواں نے یہاں قیام کیا اور اس کی زمین کو نرم پایا تو اس نے کہا: خوار
زمین یعنی یہ زمین خوب نرم ہے پس اس کا نام خوارزم ہو گیا و قبل ان الحرب السہل علی سکانہا فقیل البلاد ہم خوارزم

تعارف..... آپ فلکیات اور حساب کے زبردست عالم اور فن طب میں بڑی مہارت رکھتے تھے ہیت بسیطہ میں آپ
کی ”الملخص“ کتاب نہایت مقبول ہے جو ایک مقدمہ اور دو مقالوں پر مرتب ہے مقدمہ اقسام اجسام میں ہے اور پہلا مقالہ

اجرام علویہ میں اور دوسرا مقالہ بساط سغلیہ میں ہے۔

آپ کی دوسری کتاب قانونچہ ہے جو آپ نے ابن سینا کی ”القانون“ سے اخذ کر کے تالیف فرمائی ہے اس میں دس مقالے اور ہر مقالے کے تحت بہت سی فصلیں ہیں، آپ کی یہ دونوں کتابیں داخل درس ہیں۔

اس کے علاوہ حساب میں ایک رسالہ، قوت الکواکب و ضعفہا کے نام سے ایک کتاب اور شرح طرق الحساب فی مسائل الوصایا بھی آپ ہی کی تالیف ہے۔

وفات بس کشف الظنون وغیرہ میں آپ کا سن وفات ۶۱۸ھ تحریر ہے۔

فہرست شروح کتاب الملخص

نمبر شمار	شرح	مصنف
۱	شرح چغتینی	سید شریف علی بن محمد بن علی جرجانی
۲	=====	شیخ فضل اللہ العبیدی
۳	=====	شیخ کمال الدین ترکمانی
۴	=====	شیخ سنان الدین یوسف مشہور بقمرہ سنان
۵	=====	شیخ محمد بن حسین بن رشید مشہدی خوارزمی
۶	=====	شیخ عبد الماجد
۷	=====	شیخ بدر الدین ثنائی
۸	=====	شیخ عبد الواحد بن محمد
۹	=====	موسیٰ پاشا بن محمد مشہور بقاضی زادہ رومی

(۹۴) شارح چغمینی

نام و نسب نام موسیٰ پاشا اور لقب صلاح الدین ہے قاضی زادہ رومی سے مشہور ہیں اور والد کا نام محمد اور دادا کا نام محمود ہے جو قوچہ آفندی سے مشہور ہیں۔

ان کے دادا قوچہ آفندی جامع علوم شرعیہ و علوم نقلیہ اور اپنے زمانہ کے مشہور ہر دلعزیز علمائے شہرہ شاہ مراد خاں نے ان کو ۷۰۷ھ میں بروسا کا قاضی بنادیا تھا جہاں آپ شاہ بایزید خاں کے زمانہ تک قیام پذیر رہے شارح چغتینی کے والد محمد بھی عالم و فاضل آدمی تھے مگر ان کی زندگی نے وفات کی اور عنقوان شباب ہی میں انتقال کر گئے۔

تحصیل علوم شارح چغتینی نے ابتدائی علوم کی تحصیل اپنے وطن روم میں کی اور جب اساتذہ عجم کے کمال کا شہرہ سنا تو خراسان کا شوق دل میں پیدا ہوا اور چپکے چپکے سامان سفر کرنے لگے ان کی بہن خداداد دیر کی سے بھائی کے ارادہ کو پا گئیں اور بجائے اس کے کہ روپیٹ کر گھر بھر کو خبر گردیتیں اپنا بہت سا زیور بھائی کے سامان سفر میں چھپا کر رکھ دیا تاکہ مسافرت میں خرچ کی طرف سے پریشانی نہ ہو بہن کے اس عزیز توشہ نے جو نفع دیا ہو گا اس کا اندازہ کوئی بھائی کے دل سے پوچھتا۔

خراسان پہنچ کر آپ نے یہاں کے مشائخ سے استفادہ کیا اس کے بعد ماوراء النہر پہنچے اور یہاں کے علما سے علوم کی تکمیل کی کہا جاتا ہے کہ آپ میر سید شریف کے حلقہ درس میں بھی شریک ہوئے تھے مگر ان سے آپ کی کچھ بنی نہیں اس لئے چھوڑ کر چلے آئے۔

شاہی دربار تک رسائی..... جوہر فضل و کمال نے آپ کو شاہ سمرقند امیر اعظم الغ بیگ بن شاہ رخ بن امیر تیمور کے یہاں پہنچایا، امیر مذکور نے نہ صرف یہ کہ ادب و احترام کیا بلکہ ان کے سامنے پیشانی طلب فرو کی اور کتب ریاضی کے علاوہ دیگر علوم کی بھی تعلیم لی۔

درس و مدرس..... سمرقند میں ایک بہت بڑا مدرسہ تھا جس میں بہت سی درسگاہیں طلباء کے قیام کیلئے حجرے، وسیع ہال اور مختلف فضلاء وقت حضرات درس دیتے تھے شارح چغتائی اسی مدرسہ میں رئیس المدرسین تھے طریق درس یہ تھا کہ پہلے جملہ مدرسین تمام طلباء کو لے کر آپ کے درس میں شریک ہوتے اور جب آپ درس سے فارغ ہو کر مکان چلے آتے تب ہر ایک مدرس اپنی اپنی درسگاہ میں جا کر متعلقہ اسباق پڑھاتا، درس میں امیر اعظم الغ بیگ بھی گاہ بگاہ شریک ہوتا تھا، علاوہ الدین علی بن محمد قونجی شارح تجرید جیسا ماہر علوم ریاضی اسی قاضی زادہ کا پالا ہوا مایہ ناز علمی فرزند ہے۔

خیر خواہی اور ہمدردی..... ایک مرتبہ امیر مذکور نے کسی مدرس کو علیحدہ کر دیا آپ کو معلوم ہوا تو آپ نے مدرسہ جانا چھوڑ دیا امیر کو خیال آیا کہ شاید طبیعت ناساز ہے چنانچہ وہ عیادت کیلئے آئے دیکھا تو آپ بعافیت تھے امیر نے مدرسہ نہ آنے کی وجہ دریافت کی آپ نے فرمایا کہ میرے شیخ نے مجھے وصیت کی تھی کہ ایسے دنیوی عہدوں کا ہرگز متولی نہ ہونا جن سے صاحب عہدہ کو عادتاً معزول کر دیا جاتا ہو تو میں یہ سمجھتا تھا کہ تدریس کی یہ شان نہیں ہے مگر آپ کے معزول کرنے سے میرا خیال غلط سا ثابت ہوا امیر نے فوراً معذرت پیش کی اور مدرس کو اس کے عہدہ پر بحال کر دیا تب آپ نے مدرسہ جانا شروع کیا۔

خنجر چلے کسی یہ تڑپتے ہیں ہم امیر سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

قاضی زادہ اور ذوق ریاضی..... شارح چغتائی بقول میر سید شریف ”غلب علی طبعہ الرياضیات“ علم ریاضی کا بڑا دلدادہ تھا اور اس فن میں اس نے وہ کامل دستری بہم پہنچائی تھی کہ اپنے ہم عصروں بلکہ متقدمین ریاضیوں پر بھی فوقیت رکھتا تھا، عربی کی ریاضیات میں آپ کی شرح چغتائی جس پایہ کی کتاب ہے اس سے ریاضی دنیا کا بچہ بچہ واقف ہے جو ۸۱۴ھ کی تصنیف ہے اور اس وقت سے آج تک ہمارے کتب خانوں کی زینت بنی ہوئی ہے علامہ شبلی نے ”مقالات“ میں لکھا ہے کہ محمد شاہ کے زمانہ میں جب راجہ جے سنگھ والی جے پور نے بیس لاکھ کے صرفہ سے رصد خانہ قائم کیا اور فن ریاضی کے ساتھ نہایت اہتمام کیا تو علماء اسلام نے اس کے حکم سے شرح چغتائی اور ہیئت کی دیگر کتابوں کا ترجمہ بھاشا (ہندی زبان میں کیا)۔

وفات..... حدائق حنفیہ میں ہے کہ آپ نے ۳ رمضان ۸۹۹ھ میں وفات پائی۔

تصانیف..... شرح چغتائی کے علاوہ محقق نصیر الدین طوسی کی ”التحریر“ کا حاشیہ، احمد زادہ بن محمود ہروی کی شرح ہدایت الحکمۃ کا حاشیہ علم ہندسہ میں ”اشکال التاسیس“ کی شرح آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔

فہرست حواشی شرح چغمینہ

نمبر شمار	حاشیہ	مصنف	سنہ وفات
۱	حاشیہ شرح چغتائی	قاضی نور اللہ شوسری	
۲	=====	مفتی سعد اللہ مراد آبادی	۱۲۹۴ھ
۳	=====	مفتی عنایت احمد کاکوری	۱۲۷۹ھ
۴	=====	شیخ وجہیہ الدین بن نصر اللہ بن عماد الدین گجراتی	۹۹۸ھ
۵	=====	شیخ فتح اللہ شروانی	
۶	=====	شیخ سنان پاشا یوسف بن خضر بیگ بن جمال الدین	۸۹۱ھ

۹۱۱ھ

۱۰۳۰ھ

۱۱۲۵ھ

شیخ عبدالعلی بن محمد حسین برجنیدی
 شیخ بہاء الدین بن حسین عبدالصمد عالمی
 امام الدین بن لطف اللہ ریاضی

====
 شرح
 حاشیہ

۷
 ۸
 ۹

(۹۵) صاحب تشریح الافلاک

نام و نسب..... آپ کا نام محمد، لقب بہاء الدین اور والد کا نام حسین اور لقب عز الدین ہے اسکندر بیگ نے ”تاریخ عالم آرا“ میں اور سید صدر الدین علی خاں بن نظام الدین نے ”سلافتہ العصر“ میں اور شیخ محمد بن حسن بن علی عالمی نے ”الآمل فی ذکر علماء جبل عامل“ میں آپ کے والد کا نام حسن بتایا ہے شجرہ نسب یوں ہے۔

شیخ بہاء الدین محمد بن شیخ عز الدین حسین بن عبدالصمد بن شمس الدین محمد بن علی بن حسن بن محمد بن صالح الحارثی الجبلی العالمی، حاج سید محمد شفیع بن اکبر موسوی نے روضۃ البہیہ میں آپ کا لقب امین الدین ذکر کیا ہے مگر یہ غلط ہے کیونکہ آپ اپنی زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی بہاء الدین ہی سے مشہور ہیں عام سوانح نگار بھی یہی ذکر کرتے ہیں علاوہ انہیں آپ فارسی شاعری میں ”بہائی“ تخلص کرتے ہیں جو واضح دلیل ہے کہ آپ کا لقب بہاء الدین ہے نہ کہ امین الدین۔ تحقیق نسب..... تاجیہ شام میں جبل عامل کی طرف منسوب ہو کر العالمی کہلاتے ہیں اور قرآن جبل عامل میں سے قریہ ”جبعة“ کی طرف منسوب ہو کر الجبلی الحارثی حارث ہمدانی کی طرف نسبت ہے جو خواص اصحاب امیر المومنین میں سے تھے۔

تاریخ پیدائش..... خلاصۃ الاثر اور سلافتہ العصر وغیرہ میں ہے کہ آپ بروز چہار شنبہ بوقت غروب آفتاب ۲۷ ذی الحجہ ۹۵۳ھ کو بعلبک شہر میں پیدا ہوئے، لولوی البحرین قصص العلماء، فردوس التواریخ اور منتخب التواریخ وغیرہ میں یوم ولادت ۷ محرم الحرام اور روز پنج شنبہ مانا ہے ان کے مشہد پر ایک پتھر نصب ہے اس میں بھی یہی مکتوب ہے اس کی عبارت یہ ہے طلوع نیزہ لادش در غروب پنج شنبہ شہر محرم الحرام در بعلبک در ۹۵۳ھ واقع لیکن اس پتھر کی عبارت کچھ زیادہ قابل اعتبار اس لئے نہیں ہے کہ یہ موصوف کی وفات کے ایک عرصہ دراز کے بعد نصب کیا گیا ہے۔

آباء و اجداد..... روضات الجنات اور مستدرک الوسائل وغیرہ میں خود شیخ کی زبانی منقول ہے کہ ہمارے آباء و اجداد اصحاب کرامات بزرگوں میں سے تھے اور ہمیشہ جبل عامل میں مشغول عبادت رہتے تھے میرے دادا شیخ شمس الدین محمد بن علی نے بیان کیا ہے کہ میری دادی بھی صاحب کرامت بزرگ تھیں ایام برف و باراں میں جب روئی کا انتظام نہ ہوتا اور بچے بھوکے رہتے تو برف کا ٹکڑا تھور میں ڈال دیتی تھیں اور چند ہی منٹ بعد پکی پکائی روئی تھور سے نکال کر کھلا دیتی تھیں۔

عام حالات زندگی..... ابتداء میں آپ نے اپنے والد بزرگوار سے تھوڑا بہت پڑھنے کے بعد اکابر وقت علماء سے تعلیم حاصل کی فراغت کے بعد مناصب جلیلہ پر فائز ہوئے مگر بعد میں دنیوی مناصب ترک کر کے فقر و فاقہ کی زندگی کو ترجیح دی کئی بار حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے نجف مصر مکہ قدس حلب اصفہان سرندیپ وغیرہ مختلف ممالک کی تیس سال تک سیاحت کی مکہ مکرمہ میں مستقل چار سال اور مصر میں دو سال تک اقلیت پذیر رہے جب آپ سیاحت کرتے ہوئے اصفہان پہنچے اور شاہ عباس اول کو آپ کی آمد کی اطلاع ملی تو اس نے آپ کو ”مشيخته العلماء“ کے عہدے پر فائز کیا تھا نواب صدیق حسن خاں نے ”خطیر القدس“ میں یہ اشعار آپ ہی کی طرف منسوب کئے ہیں۔

لوان مقامی فلک الافلاک

لشوق الی حلیہ جیفنی باکی

المشی علی اجنتہ الاملاک

یسخر من مشی الی روضتہا

درس و تدریس..... ایک عرصہ تک باب درس و افادہ کشادہ رہا دور دراز کے تشنگان علم آپ کے چشمہ فیض سے

سیراب ہوئے چند مشہور تلامذہ کے نام حسب ذیل ہیں۔
 شیخ جواد اللہ بن سعد اللہ بن جواد بغدادی سید ابو علی ماجد بن ہاشم بن مرتضیٰ ملا محمد محسن بن مرتضیٰ بن محمد سید
 مرزا رفیع الدین محمد بن حیدر طباطبائی مولوی محمد شریف بن شمس الدین محمد اصفہانی، ملا خلیل احمد بن غازی قزوینی۔
 التفکر فی آیات اللہ..... شیخ بہاء الدین عالمی کا خود اپنا بیان ہے کہ جن آیات کے مضامین و مدلولات میں میرے والد نے
 مجھے تدبر و تکفر کی وصیت کی تھی وہ یہ تین آیات ہیں (۱) ان اکرمکم عند اللہ اتقکم (۲) تلك الدار الآخرة نجعلها للذين
 لا يريدون علواً في الارض ولا فساداً والعاقبة للمتقين (۳) اولم نعمرکم ما يندکرفيه من تذکر و جاءکم النذیر
 وفات..... ۴ شوال ۱۰۳۰ھ میں بیمار ہوئے اور سات روز علیل رہ کر ۱۲ شوال کی شب میں اصفہان میں وفات پائی مرزا
 اعتماد الدولہ ابوطالب نے تاریخ رحلت ان اشعار میں نظم کی ہے۔

گشت ایوان جنائش ماوائے

رفت چوں رخ زدار فانی

گفتمش شیخ بہاء الدین وائے

دوستے جست ز من تاریخ

تصانیف..... آپ نے درجنوں کتابیں تصنیف کیں چوراسی تصانیف کا تذکرہ ”احوال و اشعار فارسی شیخ بہائی“ میں
 موجود ہے ان میں سے بعض یہ ہیں۔

(۱) رسالہ اثنا عشرہ (۲) اربعین حدیث (۳) اسرار البلاغہ (۴) مجموعہ اشعار فارسی و عربی (۵) بحر السحاب (۶) پند اہل
 دانش و ہوش بزبان گربہ و موش (۷) تحفہ حاتمہ در اسطرلاب برائے مرزا حاتم بیگ اعتماد الدولہ نوشتہ (۸) تنبیہ الغافلین۔
 (۹) توضیح المقاصد۔ (۱۰) تہذیب البیان در علم نحو۔ (۱۱) جامع عباسی در فقہ بزبان فارسی۔ (۱۲) جبر و مقابلہ۔ (۱۳) جواب
 ثلث مسائل۔ (۱۴) جواب مسائل المدتیات۔ (۱۵) جواب مسائل الشیخ صالح الجزائری۔ (۱۶) جواہر الفرد۔ (۱۷) حاشیہ
 ارشاد الاذہان۔ (۱۸) حاشیہ تفسیر بیضاوی نا تمام۔ (۱۹) خلاصۃ الحساب۔ (۲۰) حاشیہ خلاصۃ الحساب۔ (۲۱) حاشیہ خلاصۃ
 الرجال۔ (۲۲) حاشیہ شرح عصمدی۔ (۲۳) حاشیہ شرح مختصر الاصول (۲۴) حاشیہ مطول نا تمام (۲۵) جبل المتین (۲۶)
 حدائق الصالحین۔ (۲۷) حقیقۃ الہدایۃ (۲۸) حل حروف القرآن (۲۹) حواشی اثنا عشریہ (۳۰) حواشی تشریح
 الافلاک (۳۱) حواشی زبدہ۔ (۳۲) حواشی شرح تذکرہ۔ (۳۳) حواشی شرح تہذیب الاصول۔ (۳۴) حواشی تفسیر کشاف
 (۳۵) رسالہ تضاریس الارض (۳۶) شرح شرح چغتائی (۳۷) شرح فرائض نصیریہ (۳۸) صراط مستقیم (۳۹) طوطی نامہ۔
 (۴۰) عروۃ الوثقی (۴۱) عین الحیوۃ (۴۲) فوائد صدیہ (۴۳) تشریح الافلاک

حواشی تشریح الافلاک..... ۱۔ حاشیہ ملا فرح اللہ بن محمد بن درویش حویزی۔ ۲۔ حاشیہ مرزا محمد صادق تنکابنی۔ ۳۔
 حاشیہ سید محمد شرموطی۔ ۴۔ حاشیہ سید عبداللہ شکری بن عبدالکریم قنوی۔ ۵۔ حاشیہ سید حیدر طباطبائی۔ ۶۔ حاشیہ شیخ محمد
 بن عبدالعلی قطیفی۔ ۷۔ حاشیہ قاضی نور اللہ شوستری۔ ۸۔ حاشیہ سید صدر الدین محمد بن محمد صادق قزوینی۔ ۹۔ شرح ملا
 امام الدین بن لطف اللہ ریاضی۔ ۱۰۔ حاشیہ از بہاء الدین عالمی (مصنف کتاب) ۱۔

(۹۶) صاحب تشریح

تعارف..... فاضل کبیر شیخ امام الدین بن لطف اللہ بن احمد لاہوری ثم الدہلوی، فنون ریاضی میں اتنے ماہر تھے کہ ان
 فنون میں آپ کی نظیر نہ تھی بلکہ ریاضی کے لقب ہی سے مشہور تھے صاحب زہمتہ الخواطر لکھتے ہیں۔

احد العلماء المبرزين في فن الرياضيات لم يكن له نظير في عصره في تلك الفنون

۱۔ از خلاصۃ الاثر مرآۃ العالم احوال و اشعار شیخ بہائی الحکم العظمیٰ وغیرہ

آپ فن ریاضی کے ماہر علماء میں تھے اپنے زمانہ میں اس فن میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے۔

تصانیف..... تصریح تشریح الافلاک ۱۱۰۳ھ میں برجستہ تحریر فرمائی اس کے علاوہ شرح چغتائی پر ایک عمدہ حاشیہ لکھا۔
وفات..... نزہۃ الخواطر میں ہے کہ آپ نے ۱۱۴۵ھ میں وفات پائی۔ ۱

(۹۷) صاحب بست باب

نام و نسب..... محمد نام، ابو عبد اللہ (ابو جعفر) کنیت قیصر الدین لقب، والد کانام محمد اور دادا کانام حسن ہے شہر طوس کے باشندے ہیں، عقیدہ بہت غالی درجہ کے شیعہ تھے۔
وطن عزیز..... شہر طوس ایک مردم خیز جگہ ہے جہاں نظام الملک، امام غزالی اور شاعر فردوسی تین بڑے مشہور شخص گزرے ہیں کسی کا شعر ہے۔

چوں نظام الملک و غزالی و فردوسی بود

ہر دبیر و شاعر و مفتی کہ او طوسی بود

محقق طوسی اسی زر خیز زمین میں ۵۹۷ھ میں دوشنبہ کے دن ۱۱ جمادی الاولیٰ کو پیدا ہوئے اور یہیں نشوونما پائی تحصیل علوم..... محقق طوسی اپنے وقت کے بے مثل فیلسوف ماہر علم الادا اہل بالخصوص رصد و محبیطی اور علم ریاضی میں یکتائے روزگار تھے معین الدین سالم بن بدر ان معتزلی رافضی اور کمال الدین یونس موصلی وغیرہ سے آپ نے علوم کی تحصیل کی فراغت کے بعد شاہ ہلاکو خان کے یہاں وزارت کے عہدے مامور ہوئے، شاہ ہلاکو خاں آپ کا بہت احترام کرتا تھا اور ہر کام میں آپ سے مشورہ لیتا تھا کہا جاتا ہے کہ شاہ موصوف آپ کے مشورہ کے بغیر کبھی پایہ رکاب نہیں ہوا۔
اخلاق و عادات..... موصوف نہایت خوب صورت و خوب سیرت بلند اخلاق و پاکیزہ صفات کریم الطبع حسن العشرہ اور بڑے حلیم و بردبار تھے ایک مرتبہ کسی نالائق نے آپ کے نام ایک خط لکھا جو فحش گوئی سے بھرا ہوا تھا اور یہ الفاظ تحریر تھے ”یا کلب ابن الکلب“

آپ نے پورا خط پڑھا اور پڑھ کر نہایت سنجیدگی کے ساتھ جواب تحریر فرمایا کہ تمہارا یہ کہنا ”یا کلب ابن الکلب“ بالکل غلط ہے کیونکہ کتا چوپاؤں میں سے ہے بھونکتا ہے، طویل الاظفار ہے اور میں بحمد اللہ منتصب القامتہ بادی البشرہ، عریض الاظفار اور ناطق و ضاحک ہوں پس کتے کے فصول و خواص اور ہیں اور میرے فصول و خواص اور ”غرض آپ نے اپنی طرف سے کوئی ناشائستہ لفظ بھی تحریر نہیں فرمایا، طاش کبریٰ زادہ نے ان کے متعلق لکھا ہے کہ آپ اپنے زمانہ میں حکما مدققین کے سردار و پیشوا متقدمین و متاخرین ہر ایک کے علوم پر گہری نظر رکھتے تھے۔

بناء صد خانہ و تعمیر کتب خانہ..... ۴۵۷ھ میں آپ نے شہر مراغہ میں ایک عظیم ترین رصد گاہ بنائی اور ایک بہت بڑا قبة تعمیر کر لیا جس وقت بغداد و شام اور جزیرہ وغیرہ پر تاتاری حملہ ہوا اور وہاں کی کتابیں لوٹی گئیں تو اس میں طوسی کو چار لاکھ کتابیں ہاتھ آئیں اور وہ ساری کتابیں آپ نے اسی قبة میں جمع کیں موصوف نے اپنی کتاب ”الرتج الاہلبانی“ میں لکھا ہے کہ اس رصد خانہ کی مہم میں جو حکما میرے شریک کار رہے ان میں دمشق سے موید عرضی موصول سے فخر الدین مراستی بقلس سے فخر الدین خلاطی اور قزاقین سے نجم الدین کاتبی (صاحب شمس) خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

لطیفہ عجیبہ..... منقول ہے کہ ایک مرتبہ نصیر الدین طوسی کسی ولی کی زیارت کیلئے گیا لوگوں نے تعارف کر لیا کہ یہ عالم دنیا نصیر الدین طوسی ہے ولی نے دریافت کیا کہ ان میں کون سا کمال ہے۔ لوگوں نے کہا کہ علم نجوم میں ان کی نظیر نہیں ولی نے کہا کہ علم نجوم تو اس سے زیادہ گدھا جانتا ہے یہ سن کر طوسی بہت زیادہ کبیدہ خاطر ہوا اور مجلس سے اٹھ کر چلا آیا اتفاق کی بات

اسی رات طوسی ایک پن چکی والے کے دروازے پر شب گزاری کیلئے مقیم ہوا طحان نے کہا اندر آجائے کیونکہ آج شب میں بہت تیز بارش ہوگی یہاں تک کہ اگر دروازہ بند نہ کیا گیا تو سیلاب میں بہہ جائے گا طوسی نے اس کی وجہ دریافت کی طحان نے کہا کہ میرے یہاں ایک گدھا ہے جب وہ اپنی دم آسمان کی طرف کر کے تین بار ہلاتا ہے تو بارش نہیں ہوتی اور جب وہ زمین کی طرف کر کے ہلاتا ہے تو بارش ہوتی ہے یہ سکر طوسی اپنے عجز کا معترف اور ولی کی صداقت کا قائل ہو گیا۔

وفات..... آخر میں آپ اپنے اصحاب و تلامذہ کی ایک بھاری جماعت کے ساتھ بغداد تشریف لائے اور یہاں چند ماہ قیام کرنے کے بعد ۷۵ برس کی عمر پر ۸ ذی الحجہ ۶۷۲ھ میں دنیا سے رخصت ہو گئے اور مشهد کا ظم میں آپ کو ہمیشہ کیلئے سپرد خاک کر دیا گیا۔

الباقیات الصالحات..... آپ نے تین صاحبزادے صدر الدین علی، اصیل حسن اور فخر الدین احمد یادگار چھوڑے اور آپ کے بعد آپ کے اکثر مناصب پر صدر الدین علی فائز ہوئے۔

تصنیفات و تالیفات..... ازبدۃ الادراک فی ہیئۃ الافلاک۔ ۲۔ تجرید: علم کلام کی بہت عمدہ اور مشہور کتاب ہے چھ مقاصد پر مرتب ہے لیکن شیعیت کا گہرا رنگ چڑھا ہوا ہے منقول ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک شخص کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا اللہم اجعلنی من القلیل آپ نے فرمایا: یہ کیا دعا ہے۔ اس نے کہا حق تعالیٰ کا ارشاد ہے ”وقلیل من عبادی الشکور“ پس میں اس کی دعا کر رہا ہوں کہ حق تعالیٰ مجھے ان قلیل بندوں میں سے بنا دے اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا ”کل الناس اعلم من عمر“ طوسی نے اسی ”تجرید“ کتاب میں حضرت عمرؓ کے قول مذکور سے اس پر استدلال کیا ہے کہ حضرت عمرؓ خلافت کے اہل نہ تھے (لا حول ولا قوۃ) او انما قال ما قال کسر النفسہ ۳۔ الزنج الاہلبانی ۴۔ التذکرہ ہیئت بسیط سے متعلق ہے۔ ۵۔ الزنج الشاہی، ۶۔ قوانین الطب، ۷۔ اختصار المحصل اس میں امام فخر الدین رازی پر خوب لے دے کی ہے اسی لئے خود فرماتے ہیں کہ یہ شرح نہیں بلکہ جرح ہے یہ آپ نے بیس سال میں لکھی ہے۔ ۸۔ شرح اشارات۔ ۹۔ کتاب الطلوع والغروب۔ ۱۰۔ الظفر فی الجبر۔ ۱۱۔ کتاب المتوسطات فی الهندسہ۔ ۱۲۔ کتاب المناظر۔ ۱۳۔ اخلاق ناصری۔ ۱۴۔ اوصاف الاشراف۔ ۱۵۔ قواعد العقائد۔ ۱۶۔ تخلص فی الکلام والعروض۔ ۱۷۔ جامع الحساب۔ ۱۸۔ شرح کتاب البجیع علی ۱۹۔ کتاب المطالع۔ ۲۰۔ بست باب فی معرفۃ اسطرلاب وغیرہ

شروح و حواشی بست باب..... شرح بست باب: شیخ نظام الدین بن حبیب اللہ حسینی الفہ ۸۷۳ھ

(۹۸) صاحب خلاصۃ الحساب

علامہ بہاؤ الدین عالمی کی تصنیف ہے جن کے حالات ”تشریح الافلاک“ کے ذیل میں گزر چکے۔

(۹۹) صاحب تحریر اقلیدس

محقق نصیر الدین طوسی کی تصنیف ہے جن کے حالات ”بست باب“ کے ذیل میں گزر چکے

(۱۰۰) صاحب القانون

نام و نسب..... حسین نام، ابو علی کنیت، شرف الملک لقب والد کا نام عبد اللہ ہے سلسلہ نسب یوں ہے حسین بن عبد اللہ بن حسن بن علی بن سینا شہر بخارا کے نزدیک خریش گاؤں میں جہاں ان کے باپ نوح بن منصور سامانی کی طرف سے

گورز تھے ۳ صفر ۷۵۳ھ میں پیدا ہوا اور والد نے اس کا نام حسین رکھا۔

تحصیل علوم..... جب اس کی عمر پانچ سال کی ہوئی تو اسے تعلیم دلانے کے خیال سے اس کے والدین نے شہر بخارا میں اقامت اختیار کی اور ایک نیک سیرت بزرگ معلم کی شاگردی میں دے کر قرآن کریم عربی صرف و نحو وغیرہ کی تعلیم دلائی ابتدائی تعلیم کا مرحلہ اس نے خدا واد ذہانت و طبیعت کی مدد سے صرف پانچ سال میں طے کر لیا اس کے بعد بخارا کے مشہور فقیہ اسماعیل زاہد کی خدمت میں علم فقہ اور محمود مستاح نامی ایک نامور ہندسہ دان سے جو سبزی فروشی کا کام کرتا اور ساتھ ہی علم ہندسہ اور مساحت کی درس بھی دیا کرتا تھا ریاضیات کی تحصیل شروع کی یہاں بھی اس کی تیزی طبع اور ذہانت نے استادوں کو حیران اور اس پر نہایت مہربان بنادیا چنانچہ بہت ہی قلیل عرصہ میں شیخ کو ان علوم میں اچھی مہارت ہو گئی اور بہت کم استاد کی مدد کا محتاج رہ گیا۔

شیخ اسماعیل زاہد اور محمود مساح کی خدمت میں جانا ہی تھا کہ بخارا میں ایک نامور عالم اور فلسیوف عبداللہ ناکلی وارد ہوا شیخ کے باپ نے ہونہار فرزند کی تعلیم کیلئے ناکلی کو اپنا مہمان بنا کر بیٹے کو اس کے سپرد کر دیا ناکلی نے اس کی ذکاوت دیکھ کر اس کے والد عبداللہ سے کہا کہ تمہارا یہ فرزند بہت بڑا عالم ہو گا بشرطیکہ تم اسے علم کے کسی اور کام میں نہ پھنساؤ پھر بڑی توجہ کے ساتھ اس کو منطق کی کتاب ایسا غوجی پڑھانی شروع کی پہلے ہی سبق میں استاد اس کی تقریر سن کر دنگ رہ گیا اور تھوڑے ہی زمانہ میں شیخ کو منطقی مسائل سے کامل واقفیت ہو گئی اس کے بعد اس کا دماغ اس علم کے اسرار کا جوہا ہوا مگر استاد کو اس قابلیت کا آدمی نہ پا کر مجبوراً خود ستون کے ساتھ ان کی شرحوں کا مطالعہ شروع کیا اسی طرح اس نے اقلیدس کی چند شکلیں اور کتاب محسوطی کا کچھ حصہ استادوں سے پڑھ کر باقی خود حل کیا۔ اس اثنا میں عبداللہ ناکلی بخارا سے چلا گیا اور شیخ کے دل میں علم طب حاصل کرنے کا شوق گدگدی پیدا کرنے لگا۔

تحصیل طب..... مشہور سوانح نگاروں کا کہنا ہے کہ شیخ ابو علی ابن سینا نے طب کا خود مطالعہ کیا بعض حضرات لکھتے ہیں کہ شیخ نے امیر نوح بن منصور سلطان بخارا کے درباری طبیب حسن بن نوح القمیری اور ابو سہل مسیحی کے حلقہ درس میں شرکت کی اور بہت جلد اس فن میں بھی وہ کمال پیدا کیا کہ استاد وقت اطباء اس کی شاگردی کا دم بھرتے اور اس پر فخر کرنے لگے سولہ سال کی عمر میں تمام مروجہ وقت علوم و فنون میں کمال کا درجہ حاصل کر چکا تھا اب اس کو شیخ کہا جاتا اور وہ اس معزز لقب کا مستحق شمار ہوتا تھا۔

درس و تدریس..... تھوڑے ہی عرصہ میں اسکی مجلس درس نے تمام معاصر علماء و مشائخ کی مجالس درس کو پھیکا اور ماند کر دیا طالب علموں کا مجموعہ اسے گھیرے رہتا تھا نام اور شہرت پر پرواز لگائے دنیا میں اڑ رہی تھی دور دراز مقامات سے تشنگان علم جوق در جوق آپ کے پاس آتے اور کسب فیض کرتے تھے سچے شائقان علوم کی جو تسلی ابن سینا کی دل پذیر و خاطر نشین تقریر مطالب سے ہوتی وہ اور کسی کی تقریر سے نہیں ہوتی تھی۔

شوق مطالعہ..... قدرتی امر ہے کہ پڑھنے کے بعد جب پڑھانے کا دور آئے تو مطالعہ ہی ترقی علم و تکمیل معرفت کا ذریعہ ہوتا ہے شاگردی کی قید سے آزاد ہو کر شیخ کو بھی اس طرف توجہ ہوئی اور اس کی ذہانت و ذکاوت اپنا جوہر عیاں کرنے لگی مشکل سے مشکل اور پیچیدہ سے پیچیدہ علمی مسائل اور دقیق ترین کتابی عبارتیں وہ کچھ اس آسانی سے حل کر لیتا کہ اس کے معاصر علما حیران رہ جاتے اور اس کی طباعی و نکتہ رسی کو مان لینے سے چارہ نہ پاتے تھے کتاب ہاتھ میں آجانے کے بعد مجال کیا تھی کہ بغیر اسے تمام کیے ہوئے رکھ دے اور یہی نہیں کہ پڑھ کر رکھ دے بلکہ اس کو پورے طور پر سمجھ کر اور اس کا تمام مطلب درکار آمد حاصل خزانہ دماغ اور گنجینہ حافظہ میں بھر کر چھوڑتا تا کہ جاگ کر کتب بینی میں بسر کر دیتا نیند غالب آتی یا نکلان محسوس ہوتا تو پانی پیتا اور تازہ دم ہو کر پھر کتاب دیکھنے لگتا تھا۔ ایک مرتبہ کسی کتاب کو چالیس مرتبہ اس طرح دیکھا کہ

وہ بالکل حفظ ہو گئی مگر مطلب کچھ نہ سمجھا تھک کر کتاب رکھ دی مگر چند روز بعد ایک دلال کے کہنے سے تین درہم قیمت میں ایک اور کتاب مول لے لی جو فارابی کی کتاب مابعد الطبیعہ تھی اس کے مطالعہ سے پہلی کتاب کا مطلب بھی حل ہو گیا اس خوشی میں اس نے بہت سارو پیسہ خیرات کیا۔

ابن سینا اور خاکروب تاریخ گزیدہ میں ہے کہ ایک روز شیخ رئیس باکوچہ وزارت ایک خاکروب کے پاس کو عین اس وقت میں گذرا جبکہ وہ اپنے خاکروبی کے عمل میں مشغول تھا شیخ نے سنا کہ وہ بایں بیت مترنم ست گرامی و استم ائے نفس ازانت کہ آساں بگذر و بردل جہانت

شیخ نے بطریق تعریض ہنس کر کہا کہ شاید کمال عزت نفس یہی ہے کہ تو نے اس کو خاکروبی کی ذلت میں گرفتار کر رکھا ہے اور عمر نفیس کو اس مشغل خسیس میں برباد کر رہا ہے خاکروب نے جواب دیا کہ عالم ہمت میں مشغل خسیس کے ذریعہ شکم سیر ہونا بار منت رئیس برداشت کرنے سے بہتر یہ ہے کہ اگر کئی زبرائے جہود کناسی۔ دگر کئی زبرائے مجوسی گلکاری۔ دریں دو کار خسیس اس قدر کراہیت نیست۔ دریں دو فعل فبیح ان مثابہ دشواری۔ کہ در سلام فرومادگان صدر نشیں۔ بروئے سینہ نہی دست سبر فرو آری۔

شاہی دربار تک رسائی حصول علم و کمال کا ایک نتیجہ قدر دانی علم سے بہرہ ور ہونا بھی ہے تنبیخ بھی جدوجہد کے بعد اس مرتبہ کا مستحق ہو گیا تھا کہ دنیا اس کے فضل و کمال کی قدر کرے اور وہ اپنی محنتوں کا ثمرہ پائے۔

بخارا میں بچہ بچہ شیخ کے کمالات علمی سے واقف اور اس کے نام سے روشناس تھا اتفاق سے انہی دنوں نوح بن منصور سخت بیمار ہوا اور درباری اطباء کا علاج کارگر نہ ہوا آخر شیخ کا تذکرہ آیا اور اسے بلوایا گیا باجملہ شیخ کے علاج سے بادشاہ کو صحت ہوئی پھر کیا تھا دولت و نعمت اس کے قدموں پر آپڑی اور سب سے بڑی بات یہ ہوئی کہ شاہی کتب خانہ اس کیلئے گویا وقف کر دیا گیا شیخ تشنہ کامان محبت کی طرح کتابوں کے مطالعہ پر مائل ہوا کتب بینی سے علم میں اضافہ اور نظر میں وسعت پیدا ہوئی جن کتابوں کے متعدد نسخے ملے ان میں سے ایک ایک نسخہ شیخ نے لے کر اپنا خاص کتب خانہ سجایا اور دیگر کار آمد کتابیں نقل کرا کے اپنے دارالکتب میں داخل کیں۔

قید و بند اور مصائب و محن

اسی باعث سے دایہ طفل کو افیون دیتی ہے کہ تاہو جائے لذت آشنا تلخی دوراں سے جب شیخ بائیس برس کے ہوئے تو پدری سایہ سے محروم ہو گئے اور وطن چھوڑ کر خوارزم کے علاقہ میں چلے گئے اور پھر برابر سفر کرتے رہے جر جان پہنچے اور وہاں تعلیم و تصنیف کا مشغل جاری کیا طب میں کتاب القانون لکھی پھر وہاں سے ہمدان واپس آئے جہاں شمس الدولہ بن بویہ نے انہیں قلم دان وزارت سونپ دیا لیکن ابھی انہیں یہ عہدہ سنبھالے ہوئے تھوڑی ہی مدت گذری تھی کہ فوج نے ان کے خلاف بغاوت کر دی ان کا مال لوٹ لیا اور شاہ سے مطالبہ کیا کہ وہ انہیں قتل کر دے مگر شاہ نے صرف جلاوطن کرنے پر اکتفا کی اس پر بھی ان کی مشکلات کا خاتمہ نہ ہوا بلکہ تاج الدولہ کے یہاں ان کے خلاف نہایت نازیبا قسم کی خیانت کا اہتمام لگایا گیا جس پر اس نے انہیں چار ماہ تک ایک قلعہ میں بند رکھا اور انہوں نے بھیس بدل کر فرار ہو کر نجات حاصل کی اور اصبہان میں علاء الدولہ کے پاس پناہ لی اور اس کی حفاظت میں کچھ زمانہ اطمینان سے گذرا لیکن۔

ممکن نہیں ہے ذوق علائق سے چھوٹا جب تک کہ روح کو ہے تعلق بدن کے ساتھ ایک طرف تو پیہم حوادث نے ان کی کمر توڑ کر حوصلہ پست کر دیا اور دوسری طرف شہوت پرستی کے غلبہ نے ان کو جسمانی طور پر کمزور کر کے ایک ایسی لاعلاج بیماری میں مبتلا کر دیا جس کے علاج میں ان کی تمام طب اور دوا بیر ناکام رہ گئیں۔ وفات شیخ کو درد قویج کی شکایت رہا کرتی تھی اور قبض دور کرنے کیلئے حقنہ لیا کرتا تھا ایک مرتبہ علاء الدولہ کے

ہم رکاب کسی جنگ میں شریک تھا سفر ہی میں درد کا دورہ ہوا قبض دور کرنے کیلئے ایک دن بل آٹھ بار حقنہ لیا جس سے آنتوں میں خراش آگئی پھر اسی دن سفر کرنا ہزارہ کی تکان نے دوسری منزل پر یہ حالت کر دی کہ جان پر آہنی اور طرہ یہ ہوا کہ اس کے دوا ساز طبیب نے معلوم نہیں غلطی سے یا عمدہ معمولی نسخہ میں ایک دوا کی مقدار پانچ گنی بڑھادی جو آنتوں کی خراش کو قرحہ بنا گئی اور خائن ملازموں نے اس کو افیون کی بہت سی مقدار اور بھی کھلا دی اب تو شیخ کی ساری قوت سلب ہو گئی اور وہ جاں بلب حالت میں اصفہان لایا گیا۔

شیخ نے اصفہان پہنچ کر دوائیں قطعاً چھوڑ دیں وہ سمجھ گیا تھا کہ اب اخیر وقت آپہنچا ہے موت سے بچنا غیر ممکن ہے بد پرہیزی میں حضرت کو کمال تھا شروع مرض سے بے احتیاطیاں کر کر کے مرض کو بڑھا لیا اور زندگی کے چند آخری دن سخت تکلیف سے بسر کر کے ترین سال کی عمر پا کر جمعہ کے دن ماہ رمضان ۴۲۸ھ میں دنیا سے رحلت کر گئے وفات کے بعد ان کی لاش شہر ہمدان کے پچھتم کی طرف دیوار فصیل کے نیچے دفن کی گئی اور بقول بعض اس کا لاشہ اصفہان لایا گیا اور شیخ کے مکان سکونت کون گنبد کے بڑے پھانک پر دفن ہوا یہ مکان خاص شیخ کے رہنے کا تھا۔

عمر گر خوش کہ زوزندگی خضر کم ست
در بنا خوش گزر دینم نفس بسیار ست
لطیفہ..... عجیب بات ہے کہ شیخ مرض قونج کا حکمی علاج کرتا مگر خود اسی بیماری میں مرا چنانچہ اس کا ایک ہم عصر اسی حادثہ پر تعریض کرتا ہوا کہتا ہے

و یا جس مات اخس المات

ریت ابن سینا یعادى الرجال

ولم یخ من موتہ بالنجات

فلم یشف مانالہ بالشفاء

اسی طرح منقول ہے کہ حکیم جالینوس نے اپنے ساتھیوں کو دو گولیاں دیں اور کہا کہ میرے مرنے کے بعد ان میں سے ایک کو لوہار کی سوہان پر رکھنا اور دوسری کو پانی سے بھری ہوئی شیشی میں رکھنا ساتھیوں نے اس طرح کیا دیکھا تو سوہان پکھل کر پانی پانی ہو گئی اور شیشی کو توڑا تو پانی اسی طرح جما ہوا تھا جیسے وہ گویا شیشی ہے حکماء کہتے ہیں کہ اس سے جالینوس کا مطلب یہ تھا کہ میں گولوہے کو پگھال دینے اور پانی کو جما دینے پر قادر ہوں لیکن میرے پاس موت کی کوئی دوا نہیں ہے ولذا قال بعضهم

فان الموت قد یاتی ولو صیرت قارونا

الا یا ایہا المغرور تب من غیر تاخیر

وافلاطون بیر سام و جالیونس مبطونا

بسل مات ارسطالیس بقراط بافلاح

مسلمک شیخ..... شیخ کے عقیدہ و مذہب پر بہت کچھ چہ میگوئیاں ہوتی تھیں کوئی اس کو سنی کہتا تو کوئی شیعہ بلکہ بعض کافر بھی کہتے تھے عارف جامی نے کہا ہے

روشنی از چشم نابینا مجوئے

نور دل از حسینہ سینا مجوئے

باعث خوف ست بشارات او

جانب کفر ست اشارات او

اہل نجالتش زگر فتاری ست

فکر شفالیش ہمہ بیماری ست

لیکن شیخ کی یہ رباعی سب کے طعنوں کا بہت اچھا جواب ہے۔

محکم تر از ایمان من ایمان نبود

کفر چو منی گزاف و آساں بود

پس در ہمہ دہریک مسلمان نبود

در دہر چو من یکے و آل ہم کافر

علاوہ ازیں اس نے اپنے دوست ابو سعید کو ایک خط میں جو اپنے عقائد کے متعلق لکھا تھا یہ بھی لکھا ہے کہ خوب یاد رکھو کہ نماز بہترین عمل ہے اور روزہ بہت اچھا سبب تسکین صدقہ تمام نیکیوں سے بڑھ کر مفید نیکی ہے اور محل و بردباری پاکیزہ ترین خوبی یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مرض الموت میں جب اس کی صحت حد سے زیادہ خراب ہو گئی تو اس نے غسل کیا بارگاہ ایزدی میں

نہایت عاجزی کے ساتھ توبہ کی پھر اپنا تمام مال فقراء پر صدقہ کیا اور اپنے تمام حقوق جو اسے پاد تھے ادا کیے اور اکثریت سے تلاوت قرآن کرنے لگا چنانچہ ہر تیسرے روز ایک قرآن ختم کرتا تھا۔ ان واقعات سے شیخ کا صافی مشرب ہونا ثابت ہو گیا۔

کمال شیخ و کرامت ولی..... منقول ہے کہ ایک ولی نے شیخ سے کہا کہ تو نے علوم عقلیہ میں اپنی ساری عمر گنوا دی آخر کس مرتبہ تک پہنچا۔ شیخ نے کہا کہ ساعات یومیہ میں سے مجھے ایک ایسی گھڑی معلوم ہے کہ اس میں لوہا مثل خیر ہو جاتا ہے ولی نے کہا کہ جب وہ گھڑی آئے تو مجھے بتانا چنانچہ شیخ نے وہ گھڑی بتائی اور ہاتھ میں لوہا لے کر اس میں انگلی داخل کی تو وہ اس کے اندر دھنس گئی گھڑی گذر جانے پر ولی نے شیخ سے کہا کہ اب پھر اسی طرح کرو شیخ نے کہا وہ گھڑی گذر چکی اب ممکن نہیں ولی نے لوہا ہاتھ میں لے کر انگلی داخل کر دی اور فرمایا کہ دانشمند کیلئے یہ زیبا نہیں کہ وہ اپنی عزیز عمر زائل و فانی چیز میں صرف کرے۔

تصانیف..... شیخ نے علمی دنیا میں جو کچھ کام کیا اس کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ ایک ایسا شخص جس کی عمر کا اکثر حصہ مصائب و تکالیف ہی میں گزرا وہ کیونکر اپنی اتنی یاد گاریں چھوڑ گیا۔ موصوف کی تصانیف کی تعداد سینکڑوں سے متجاوز ہے جن میں سے بعض کتابیں کئی کئی ضخیم جلدوں پر مشتمل ہیں بعض تصانیف درج ذیل ہیں۔

۱۔ حاصل و محصول فقہ میں اس کی بیس جلدیں تھیں مگر یہ معدوم ہو گئی، ۲۔ المجموع ایک جلد، ۳۔ البر والاثم: اخلاق میں اس کی دو جلدیں ہیں، ۴۔ الانصاف: بیس جلد جب سلطان محمود نے اصفہان کو تاراج کیا اس وقت ضائع ہو گئی، ۵۔ الشفاء: اٹھارہ جلد، ۶۔ الارصاد والکلیۃ، ۷۔ الاشارات اس میں تمام علوم پر بحث ہے اور اکیس برس کی عمر میں لکھی ہے، ۸۔ النجات: تین جلد، ۹۔ الہدایہ، ۱۰۔ المختصر الاوسط، ۱۱۔ دانش نامہ علانی، ۱۲۔ القونج، ۱۳۔ لسان العرب: دس جلد، ۱۴۔ کتاب المبدأ والمعاد، ۱۵۔ کتاب المباحثات، ۱۶۔ رسالت القضاء والقدر، ۱۷۔ آلہ صدیہ، ۱۸۔ غرض قاطیغوریاس، ۱۹۔ قصائد منطق، ۲۰۔ رسالہ فی الحروف، ۲۱۔ مختصر اقلیدس، ۲۲۔ الحدود، ۲۳۔ الاجرام السماویہ، ۲۴۔ اقسام الحکمۃ، ۲۵۔ خطب الکلام، ۲۶۔ عیون الحکمۃ، ۲۷۔ کتاب الشکبۃ والطیر، ۲۸۔ مقالہ در ہیئت ارض، ۲۹۔ کتاب الخ، ۳۰۔ رسالت العشق، ۳۱۔ حاشیہ قانون

۳۲۔ القانون..... طبی تصانیف میں نہایت جامع اور معرکتہ الاراء کتاب ہے جو چودہ جلدوں میں ہے قلعہ فرواجمان میں مقید رہتے ہوئے لکھی ہے اسپین، اٹلی اور فرانس کی یونیورسٹیوں میں ابھی تک یہ کتاب فن طب میں بنیادی حیثیت رکھتی ہے درس نظامی میں اس کا ایک حصہ حیات القانون الشامل نصاب ہے اور اس کا مختصر قانونیہ کامل طور پر پڑھایا جاتا ہے یورپ والوں نے جالینوس اور بقراط کی کتابوں سے زیادہ اس کی کتابوں کو اپنی زبانوں میں منتقل کیا اور اس کی بیشتر تصانیف کالاطینی میں ترجمہ کیا ہے جن کی تعداد سو تک پہنچتی ہے نیز انہوں نے جدید فلسفہ کی تشکیل میں اسی پر بنیاد رکھی ہے۔

(۱۰۱) صاحب قانونیہ

شرف الدین ابو علی محمود بن عمر چغتائی کی تصنیف ہے جن کے شخص چغتائی کے ذیل میں گزر چکے آپ کی یہ کتاب دس مقالات اور ۹۴ فصول پر مرتب ہے پہلا مقالہ امور طبعیہ میں ہے جس میں پانچ فصلیں ہیں اور دوسرا مقالہ تشریح میں ہے جس میں سات فصلیں ہیں تیسرا مقالہ انسانی بدن کے احوال میں ہے جس میں پانچ فصلیں ہیں چوتھا مقالہ نبض سے متعلق ہے جس میں چھ فصلیں ہیں پانچواں مقالہ تدبیر امعاء میں ہے اور اس میں دس فصلیں ہیں چھٹا مقالہ سر کی بیماریوں سے متعلق ہے اور اس میں تیرہ فصلیں ہیں ساتواں مقالہ سینہ کے امراض میں ہے اور اس میں اٹھارہ فصلیں ہیں آٹھواں مقالہ بقیہ اعضاء کے امراض میں ہے جس میں نو فصلیں ہیں نواں مقالہ علل ظاہرہ کے بیان میں ہے اور اس میں آٹھ فصلیں ہیں دسواں مقالہ قوی اطعمہ اور لشرہ مالوفہ میں ہے اور اس میں تیرہ فصلیں ہیں۔

(۱۰۲) صاحب شرح اسباب و (۱۰۳) نفیسی

تعارف..... آپ کا نام نفیس برہان الدین لقب اور والد کا نام عوض ہے اور دادا حکیم کرمانی سے مشہور ہیں آپ فن طب کے بہترین عالم اور سمرقند میں سلطان الغ بیگ کے خاص طبیب تھے۔

تصانیف..... آپ نے شیخ نجیب الدین محمد بن علی بن عمر سمرقندی کی کتاب ”الاسباب والعلامات“ کی نہایت بہترین اور محققانہ شرح لکھی جس کی وجہ سے کتاب مذکور کو غیر معمولی شہرت حاصل ہوئی چنانچہ صاحب کشف فرماتے ہیں۔

قد اشہر هذا الكتاب بسبب شرح المحقق برهان الدين الكرمانی و هو شرح لطيف ممزوج حقق فيه

واجادوا وضح المطالب فوق ما يراد۔

یہ کتاب (الاسباب) محقق برہان الدین کرمانی کی شرح کے سبب سے مشہور ہوئی جو نہایت عمدہ شرح ہے جس میں آپ نے بہت تحقیق اور عمدگی کے ساتھ مطالب کتاب کو فوق ما یراد واضح کیا ہے۔

آپ نے یہ شرح اواخر صفر ۸۲۷ھ میں سمرقند میں لکھ کر شاہ الغ بیگ کی خدمت میں پیش کی۔ اس کے علاوہ آپ نے علاء الدین علی بن ابی الخرم قرشی معروف بابن النفیس متوفی ۶۸۷ھ کی کتاب ”موجز القانون“ کی بھی شرح لکھی جو نفیسی کے ساتھ مشہور ہے یہ بھی بقول صاحب کشف ”ہو معتبر لانہ اجود شروحہ“ نہایت معتبر اور عمدہ کتاب ہے جو ذی الحجہ ۸۴۱ھ میں تصنیف کی ہے قال فی آخرہ: تم التالیف فی غرة ذی الحجہ ۸۴۱ھ ببلدة سمرقند اس شرح پر غرس الدین احمد بن ابراہیم حلبی متوفی ۹۸۱ھ وغیرہ نے حواشی لکھے ہیں۔

وفات..... علامہ خیر الدین زرکلی نے لکھا ہے کہ آپ نے ۸۴۱ھ مطابق ۱۴۳۸ء کے بعد وفات پائی۔

(۱۰۴) صاحب مقدمہ ابن خلدون

نام و نسب..... قاضی القضاۃ ولی الدین ابوزید عبدالرحمن بن الشیخ الامام ابی عبداللہ محمد بن خلدون الحضرمی المالکی صاحب ترجمہ نے اپنی سوانح حیات میں خود کو حضرمی الاصل بتایا ہے اور اپنا سلسلہ نسب حضرت وائل بن حجرؓ سے ملایا ہے جو جلیل القدر صحابی تھے اور یمن میں تعلیم قرآن اور تبلیغ اسلام پر مامور تھے مگر ان کے معاصرین نے ان کو اکثر و بیشتر مغربی یا تو کسی کی نسبت سے یاد کیا ہے اس لئے کہ یہ ان کے ہاں بلاد مغرب سے آئے تھے۔

القاب و صفات..... آپ کے بڑے بیٹے زید کی نسبت سے آپ کی کنیت ابوزید ہوئی اور ولی الدین کا لقب آپ کو اس وقت سرفراز ہوا جبکہ آپ مصر میں مالکی مذہب کے قاضی القضاۃ کے عہدہ پر فائز تھے پھر اپنی مدت حیات میں جن جن عہدوں پر فائز ہوتے گئے مختلف القاب و صفات ان کے نام کے ساتھ چسپاں ہوتے گئے اور ان کی شخصیت کیلئے باعث زیب و زینت ہے مثلاً الوزير، رئیس، الحاجب، الصدر الکبیر، الفقیہ الجلیل، علامتہ الامتہ، امام الامتہ، جمال الاسلام و المسلمین وغیرہ، بعد ازاں انقلاب زمانہ کے ماتحت جب آپ مختلف عہدوں سے رفتہ رفتہ دست بردار ہوئے تو ان کے القاب و صفات بھی یکے بعد دیگرے ترک ہوتے گئے یہاں تک کہ بعد میں آپ صرف ابن خلدون کے نام سے یاد کئے جانے لگے۔

ابن خلدون لقب کی وجہ..... حضرت وائلؓ کے کوئی پوتے (صاحب ترجمہ کے آباء و اجداد میں کوئی بزرگ) خالد بن عثمان نامی یمنی لشکر کے ہمراہ اپنے وطن سے نکل کر اندلس جا بے تھے اہل مغربہ نے اپنی عادت کے مطابق خالد کے نام کو خلدون سے بدل ڈالا اسی بنا پر ان کی پچھلی نسل بنو خلدون کے نام سے مشہور ہوئی۔

بعض مورخین کی سنگین غلطی..... گو تاریخ میں کئی ایسے اشخاص کا بھی پتہ لگتا ہے جو ابن خلدون کے نام سے مشہور ہوئے اور انہوں نے اپنے دور حیات میں بڑے بڑے سیاسی کارنامے بھی انجام دیئے مگر بایں ہمہ ابن خلدون (ترجمہ) کی بے پناہ شہرت کے باعث اب ابن خلدون کا نام صرف ان کی ذات کیلئے مخصوص سا ہو گیا ہے جس طرح لفظ مقدمہ صرف ان کے مقدمہ کیلئے بعض لوگ ان میں اور ان کے چھوٹے بھائی سحی بن خلدون میں امتیاز نہ کر سکے اور وہ یوں سنگین غلطی کے مرتکب ہوئے کہ کتاب ”بغیۃ الروافی اخبار بنی عبدالواد“ کی نسبت ان کی طرف کر دی حالانکہ یہ ان کے بھائی ابوزکریا سحی کی تصنیف ہے، اسی طرح بعض ان میں اور عمر بن خلدون میں فرق نہ کر سکے جو علوم ریاضیہ و فلکیات میں مہارت نامہ و شہرت عامہ رکھتا تھا حالانکہ شخص موصوف ابن خلدون سے تقریباً تین صدی قبل گزرا ہے۔

تاریخ پیدائش..... علامہ ابن خلدون یکم رمضان ۷۳۲ھ مطابق ۲۷ مئی ۱۳۲۲ء میں شہر تونس کے اس مکان میں پیدا ہوئے جو اس شہر کی مشہور سڑکوں میں ”شارع تربتہ البائی“ پر واقع ہے۔

عظمت خاندان..... بنو خلدون اول اول قرمو میں رہے بے جہاں ان کے جد اکبر خلدون بن عثمان آکر اترے تھے پھر وہ اشبیلیہ کی طرف منتقل ہو گئے اور وہیں بڑھے پلے، تیسری صدی کے آخر میں انہوں نے سیاست ملکی میں زبردست حصہ لیا اور خلفاء امویین کے خلاف اندلس میں جو بغاوت و شورش پھیلی پڑی تھی اس میں بھی انہوں نے سرگرمی دکھائی پھر میدان علم و سیاست میں کارہائے نمایاں انجام دیئے اور بلند بلند درجوں پر فائز ہوئے چنانچہ پانچویں صدی ہجری کا مشہور اندلسی مورخ ابن حیان لکھتا ہے کہ ”بنو خلدون اب تک اشبیلیہ میں بڑی شہرت کے مالک ہیں اور حکمرانی و علم دانی میں سرآمد روزگار ہیں، ابن حیان کے قول کے مطابق ان میں سب سے پہلے وہ شخص جو ریاست و حکومت کے میدان میں آکر ٹپکے وہ کریب بن خلدون ہیں اور علمی میدان میں سر بلندی پانے والے عمر بن خلدون جن کے بارے میں ابن ابی اصیبعہ کتاب ”عیون الانباء فی طبقات الاطباء“ میں رقمطراز ہیں کہ ابو مسلم عمر ابن خلدون الحضرمی اہل اشبیلیہ کے شرفاء میں سے ہیں علوم فلسفہ میں ان کو کافی دسترس حاصل تھی اور علوم ہندسہ نجوم و طب میں شہرت تامہ رکھتے تھے اور علوم ریاضیہ میں مشہور ابو القاسم مسلمہ الجریطی کے شاگرد تھے۔

ابن خلدون کے پردادنے وزارت کا عہدہ بھی سنبھالا اور پھر ایک بغاوت میں مارے گئے اسی طرح ان کے دادا بھی کئی بار منصب وزارت سے سرفراز ہوئے لیکن ان کے والد نے علم و کمال کو سیف و سنان پر ترجیح دی اور اپنی توجہات کامرکز علم و ادب کو بنایا ابن خلدون کہتے ہیں کہ میرے والد کو علم ادب میں سب پر سبقت نصیب تھی اور فنون شعر پر ان کی اچھی نظر تھی اہل ادب ان کے پاس فیصلہ کیلئے آتے اور اپنے کلام کو ان کے سامنے پیش کرتے تھے بہر کیف ابن خلدون کا خاندان علم و ادب اور سیاست و ریاست میں ممتاز تھا۔

تعلیم و تربیت..... ابن خلدون کے والد چونکہ خود صاحب علم تھے اس لئے انہوں نے ان کی تعلیم و تربیت پر پوری پوری توجہ دی بعض علوم ان کو خود پڑھائے اور بعض کیلئے تونس میں جو زیادہ سے زیادہ قابل اساتذہ دستیاب ہو سکتے تھے ان کے حلقہ درس میں بٹھادیا۔

ابن خلدون فطرتاً علم و کمال کا شوق لے کر پیدا ہوئے تھے اس لئے وہ حصول علم میں مسلسل کوشاں رہے اول قرآن کریم حفظ کیا اور قرات عشرہ پر اس کی مشق کی علوم نحو فقہ و حدیث سبقاً سبقاً گہرے مطالعے سے پڑھے اور کتب ادب و دوا دین بھی مطالعہ سے نکالے بہت سے اشعار از بر یاد کئے پھر آخر میں علوم عقلیہ کی تکمیل کی صحاح ستہ موطا امام مالک کتاب الکسیر لابن اسحاق اور کتاب ابن الصلاح کی تکمیل مغرب کے امام المحدثین والخاتہ شیخ عبدالمہمین سے کی اور شیخ محمد بن ابراہیم ابلی کے زیر تعلیم آٹھ برس تک علوم ریاضیہ، منطق اور فنون حکمیہ میں مہارت حاصل کی۔

رحلت والدین..... ابن خلدون کی پیدائش ان کے دادا ہی کے سامنے ہو گئی تھی مگر یہ ابھی پانچ ہی برس کے تھے کہ والدین وفات پائی اور والدین بقید حیات رہے جب یہ سترہ برس کی عمر کو پہنچے تو ان کو ایک زبردست مصیبت کا سامنا کرنا پڑا اور وہ یہ کہ تونس میں شدید طاعون پھیل گیا جس میں شہر کے شہر صاف لور بڑے بڑے مثل اسی آفت کی نذر ہو گئے اور ان کے والدین بھی داغ جدائی دے گئے اور اب خاندان میں ان کے صرف دو بھائی زندہ رہ گئے ایک ان سے بڑے اور دوسرے ان سے چھوٹے۔ کوچ از وطن مالوف..... جب آپ کے خاندانی حالات ایسے ناسازگار ہو گئے تو اب وطن میں آپ کیلئے کوئی دل چسپی اور دل بستگی کا سامان نہ رہا اور آپ نے کوچ و رحلت کا سامان باندھا مگر ان کے بڑے بھائی محمد نے ان کو اس ارادہ سے سختی سے باز رکھا لیکن تھوڑے ہی عرصہ کے بعد کچھ ایسی سیاسی ترکیب آہڑی کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے اور تونس سے مغرب کی جانب نکل کھڑے ہوئے صورت یہ ہوئی کہ وزیر ابن تافراکین نے جو اس زمانہ میں تو کسی حکومت میں خود مختاری کے مزے لوٹ رہا تھا علامہ کو سلطان ابوالاسحاق کی طرف سے کاتب علامت کی خدمت پر مامور کیا یہ خدمت صرف اس قدر تھی کہ ”الحمد للہ والشکر للہ“ کو جلی قلم سے بسم اللہ و مضمون خط کے درمیان لکھا جاتا تھا چنانچہ علامہ نے بیس برس کی عمر میں یہ خدمت سنبھالی، انہیں ایام میں امیر حصی تحت سلطنت کے لالچ میں قبائل کی جرار فوج کو لئے ہوئے تونس کی طرف بڑھتا چلا آ رہا تھا دوسری طرف وزیر بھی اس کے مقابلہ کیلئے قبائل کو جمع کر رہا تھا آخر سلطان تونس اپنی فوج کو لے کر تونس سے نکلا ابن خلدون بھی اس کے ساتھ تھے جب یہ مراجنہ پر پہنچے تو امیر قسطنطنیہ کی فوج سامنے آئی اور جانبین میں گھمسان کی لڑائی چھڑی آخر میں سلطان اور اس کی جماعت کو شکست فاش ہوئی اور ابن خلدون بڑی مشکل سے اپنی جان بچا کر میدان کارزار سے نکلے اور مقام آہ میں پہنچ کر نجات پائی پھر یہاں سے مجسمہ، قفصہ، زاب، بیسکرہ، تلمسان، بجایہ وغیرہ میں اقامت پذیر ہوتے ہوئے سلطان ابوعنان کی پیش کش پر ناس پہنچ گئے۔

سیر و سیاحت..... علامہ ابن خلدون کا مولد گو تونس ہے لیکن ان کی حیاتی تنگ و دو کا میدان پورا عالم عربی ہے جہاں وہ طرح طرح کے خطرات و احوال اور قید و بند کی آفات سے ٹکراتے ہیں بیس برس کی عمر میں انہوں نے وطن مالوف کو خیر باد کہا اور مغرب ادنیٰ و اقصیٰ اور اندلس میں گھومتے گھومتے چھبیس برس کے بعد پھر وطن لوٹے مگر صرف چار برس رہنا نصیب ہوا پھر مصر کیلئے سامان باندھا اور آخر زندگی تک وہیں رہے مصر کے قیام میں بھی وہ کئی مرتبہ پردیس و سفر میں نکلے ایک مرتبہ فریضہ حج کی ادائیگی کی نیت سے حجاز مقدس کی طرف کوچ کیا اور ایک بار مقامات مقدسہ کی زیارت کی غرض سے قدس کی طرف گئے ایک موقعہ پر دمشق کی دفاعی تدابیر میں حصہ لیا یوں گویا آپ کی زندگی کے کل چوبیس برس تونس میں گذرے اور چھبیس برس مغرب اوسط و اقصیٰ و اندلس میں اور چوبیس برس مصر و شام اور حجاز میں غرض قلب جزیرہ عرب اور عراق کو چھوڑ کر پورے ملک عرب پر یہ چکر لگاتے رہے اور تونس میں ۱۳۳۲ء سے ۱۳۵۲ء تک تونس اور فاس کے درمیان ۱۳۵۲ء سے ۱۳۵۴ء تک، فاس میں ۱۳۵۴ء سے ۱۳۶۲ء تک، اندلس میں ۱۳۶۳ء سے ۱۳۵۶ء تک، بجایہ میں ۱۳۶۵ء سے ۱۳۶۶ء تک، بیسکرہ میں ۱۳۶۶ء سے ۱۳۷۴ء تک، قلعہ ابن سلامہ میں ۱۳۷۴ء سے ۱۳۷۸ء تک، تونس میں ۱۳۷۸ء سے ۱۳۸۲ء تک، مصر میں ۱۳۸۲ء سے ۱۴۰۶ء تک مقیم رہے۔

ازدواجی زندگی..... مغرب اوسط میں پہنچ کر ازدواجی زندگی اختیار کی اور قدرت سے ان کو اولاد بھی نصیب ہوئی چنانچہ جب موصوف نے مصر میں قیام کا ارادہ کیا تو اپنے اہل و عیال کو قاہرہ بلانے کا قصد کیا لیکن سوء قسمت سے جس جہاز میں بال بچے سوار ہو کر آرہے تھے وہ اسکندریہ پہنچنے سے پہلے ہی ڈوب گیا اور علامہ کو ان کا دیکھنا نصیب نہ ہوا۔

درس و تدریس..... ایک عرصہ تک آپ نے تدریسی خدمات بھی انجام دیں چنانچہ قاہرہ پہنچ کر جامعہ ازہر میں اپنے مالکی مسلک کے مطابق درس دیا پھر رئیس برقوق نے آپ کو جامعہ عمرو کے متصل مدرسہ محیہ میں مدرس مقرر کیا اور مالکی

مسلک کا عمدہ بھی آپ کے سپرد کیا اس کے بعد مدرسہ ظاہریہ سے مسلک ہوئے پھر مدرسہ سر غنمش سے اس کے بعد آپ نے خانقاہ پیر سیہ کی مشقت سنبھالی۔

تصنیف و تالیف ۱۲۷۳ء میں علامہ ابن خلدون قلعہ ابن سلامہ کے محل میں فروکش ہوئے جو اولاد عریف کے شیوخ کا مسکن و قرار گاہ تھا۔ اس وقت آپ کی عمر بیالیس برس کی تھی اس سے پہلے گوا یک طویل بے چین سیاسی زندگی پر حوادث و پر فتن گزار چکے تھے مگر اس میں بھی انہوں نے اپنا دامن علم و درس سے کلیتہً نہیں چھڑایا تھا بلکہ اس ارمان میں رہتے تھے کہ کاش ان کو فکری ترقیوں کیلئے سکون کی گھڑیاں ملیں چنانچہ اس قلعہ میں ان کو اپنے ارمان نکالنے کا پورا موقع میسر آیا اور چار سال تک یہیں مقیم رہ کر پوری دل جمعی اور طمانیت قلبی کے ساتھ اپنی تاریخ کتاب العبر و دیوان المبتداء و الخبر فی لیام العرب و انجم و البربر و من عاصر حم من ذوی السلطان الاکبر اور اس کے مقدمہ کی تالیف کا سلسلہ چھیڑا، مقدمہ کی تالیف سے فراغت کے بعد اہل عرب و بربر اور زناتہ کے حالات قلمبند کرنے کیلئے قلم اٹھایا، اب تک جو لکھا تھا وہ اپنے حافظہ کے ذخیرہ کی بنا پر تھا جب عرب و بربر کی تاریخ لکھنے بیٹھے تو انہوں نے کتابوں کی طرف مراجعت کرنے کو از بس ضروری جانا اور اس مقصد کیلئے تونس جانا مناسب خیال کیا اور چھبیس برس پھر پھر اگر سلطان ابو العباس سے اجازت طلبی کے بعد پھر تونس آن اترے شاہ مذکور خود فن تاریخ کا دلدادہ تھا اس لئے اس نے علامہ کی ہمت بندھائی اور ان کی تاریخ کے سلسلہ میں پوری پوری سہولتیں بہم پہنچائیں، ابن خلدون اپنی اس شاندار اور مشہور تصنیف سے یہیں تونس میں فارغ ہوئے اور اس کا ایک نسخہ شاہ کی خدمت میں پیش کیا، نیز موصوف نے شاہ کی شان میں ایک مدحیہ قصیدہ بھی پڑھا جو ایک سوا یک ابیات پر مشتمل ہے ان میں سے صرف آٹھ ابیات محض کتاب سے متعلق ہیں جو درج ذیل ہیں۔

والیک من سیر الزمان واعله. عبر ایدین بفقلها من یعدل

صحفا تترجم عن احادیث الالی

غیر و افتجمل عنہم و تفصل. تبدی التابع والعمالق سرھا

و ثمود قبلہم و عاد الاول

والقائمون بملته الاسلام من. مضرو بربر ہم اذا ما حصلوا

لخصت کتب الاولین لجمعھا

واتیت اولھا بما قد اغفلوا. والتت حوشی الکلام کائما

شردو اللغات بهانطقی ذلل

اهلیت منه الی علاک جواہرا. مکنونت و کوا کبالا تافل وجعلته لصوان ملکک مفخرا. یناہی الندی بہ دیز ہوا المحفل

(ترجمہ) : ۱۔ اور آپ کے سامنے زمانہ اور اہل زمانہ کی گردش کے سلسلہ میں ان عبرتوں کو پیش کر رہا ہوں

جن کی فضیلت کا وہ لوگ اعتراف کریں گے جو منصف ہیں۔ ۲۔ یہ وہ صحیفے ہیں جو گذشتہ لوگوں کے واقعات

کی ترجمانی کر رہے ہیں جو کسی واقعہ کو اجمالاً بیان کرتے ہیں اور کسی کو تفصیل سے۔ ۳۔ جو تابع (قدیم شاہان

عین) اور عمالقہ (عرب قدیم) اور ان سے بھی پرانی قوم ثمود اور ماداولی کے مخفی حالات کو ظاہر کرتے ہیں۔

۴۔ اور نیز اہل مضر اور بربر میں سے ان لوگوں کے احوال کو بھی جو اسلام لانے کے بعد ملت اسلام پر قائم

رہے ہیں۔ ۵۔ میں نے ان صحیفوں کی تدوین میں قدامت کی کتابوں کی تلخیص کی ہے اور جن چیزوں سے

انہوں نے غفلت برتی ہے ان کو شروع سے بیان کر دیا ہے۔ ۶۔ اور اس نامانوس کلام کو جو وحشی جانور کی

طرح رمیدہ تھا میں نے ایسا رام کیا کہ اب زبانیں اس کی ادائیگی میں میرے نطق کی تابع ہیں۔ ۷۔ تیرے

دربار کے اندر میں نے اس میں سے چھپے ہوئے موتیوں کو ہدیہ کیا ہے اور ان ستاروں کو جو ہمیشہ درخشاں

رہتے ہیں۔ ۸۔ اور تیری مملکت محروسہ کیلئے اس کو ایسی فخر کی چیز بنا دیا ہے کہ مجلس اس پر نازاں ہوگی اور

محفل اس سے آراستہ رہے گی۔

مقدمہ اور تاریخ پر نظر ثانی قیام مصر کے زمانہ میں آپ نے اپنی تاریخ اور مقدمہ پر نظر ثانی کی، تاریخ مشرق پر

چند اباحت کا اضافہ کیا اور کچھ فصلیں بڑھائیں، مقدمہ میں بعض فصلوں کو بالکل بدل ڈالا اور بعض فقروں کا اضافہ کیا اور اس کا ایک نسخہ ملک ظاہر کی خدمت میں پیش کیا۔

مقدمہ ابن خلدون..... میں علم تاریخ کی تفصیلت، تاریخ مذاہب کی تحقیق، مورخین کی غلطیوں پر تنقید و تبصرہ نفسیاتی تاریخ اور نظریاتی فلسفہ بیان کیا ہے اس لحاظ سے یہ کتاب اپنی نظیر آپ ہے اسلامی تاریخ میں یہ متفکرانہ انداز کسی نے بھی اختیار نہیں کیا، اس مقدمہ پر علماء مغرب اور فلاسفہ نے آپ کو خراج تحسین پیش کیا ہے اور یہ اعتراف کیا ہے کہ ابن خلدون پہلا شخص ہے جس نے اجتماعی اقتصادی، سماجی اور سیاسی علوم، نیز فلسفہ تاریخ اور عام قانون بنائے اور ان کی بنیاد رکھی، علماء مشرق نے بھی آپ کے علمی فضل و کمال اور فلسفہ تاریخ کا لوہا مانا اور اس مقدمہ کو اپنی زبان میں ترجمہ کیا علامہ شبلی نعمانی الفاروق میں متاخرین پر نکتہ چینی کے بعد تاریخ ابن خلدون کے متعلق لکھتے ہیں کہ لیکن اس عام نکتہ چینی میں ابن خلدون کا نام شامل نہیں ہے اس نے فلسفہ تاریخ کا فن ایجاد کیا اور اس پر نہ صرف متاخرین بلکہ مسلمانوں کی کل قوم ناز کر سکتی ہے۔

رحلت و وفات..... علم و فضل کا یہ آفتاب چوتھریں برس درخشاں رہ کر ۲۶ رمضان ۸۸۸ھ مطابق ۳ مارچ ۱۴۰۲ء میں ہمیشہ کیلئے زیر خاک روپوش ہو گیا ان کے معاصرین نے بتلایا ہے کہ قاہرہ میں باب النصر سے باہر مقبرہ صوفیہ میں دفن ہیں۔ (رحمہ اللہ رحمۃ واسعہ)

ارباب چمن مجھ کو بہت یاد کریں گے ہر شاخ پہ اپنا ہی نشان چھوڑ دیا ہے

مصنفین کتب امتحان مولوی

اس کورس میں اکثر کتابیں تو وہی ہیں جو درس نظامی کی ہیں یعنی فصول اکبری، کافیہ، قدوری، اصول الشاشی، مرقات، تہذیب، شرح تہذیب، ہدایت الحکمہ، عقائد نسفیہ، جلالین شریف (نصف اول) موطا امام محمد، ان کے مصنفین کے حالات ان کتابوں کے ذیل میں گزر چکے، ان کے علاوہ مزید کتابیں یہ ہیں۔

مجانی الادب، دروس البلاغہ، متن الکافی، رسالہ اصول الحدیث، زبدہ الاصول، موجز، کامل الصناعۃ، ازہار العرب، کافیۃ المحقق، النسخۃ الاجملیۃ فی الصلوات الفعلیۃ۔

(۱۰۵) صاحب مجانی الادب

الاب لویس بن یوسف بن عبد المسیح بن یعقوب بن عبد المسیح، شیخو قس یسوعی آپ ۱۲۷۵ھ میں مارون میں پیدا ہوئے اور لبنان کے مدرسہ الابار الیسوعیین میں تعلیم پائی فراغت کے بعد رہبانیت یسوعیہ کے زمرہ میں منسلک ہوئے اور بلاد اور باد شرق کی سیاحت کی اور کتب عربیہ کا بہت کچھ مطالعہ کیا، آداب عربیہ کی تعلیم کیلئے جامعۃ القدس یوسف میں مدرس ہوئے جہاں آپ نے عرصہ تک تعلیم دی اور مجلہ المغرب جاری کیا۔ ۱۳۴۶ھ میں بیروت میں آپ نے وفات پائی۔ مجانی الادب فی حدائق العرب، المخطوطات، العربیہ مکتبۃ النصرانیہ، النصرانیۃ و آدابہا بین العرب الجاہلیۃ الادب العربیہ فی القرن التاسع عشر، بیروت تاریخ ہا وغیرہ بہت سی کتابیں آپ کی یادگار ہیں۔ ۲

(۱۰۶) صاحب دروس البلاغۃ

یہ کتاب حفصی بک ناصف کی ہے جو انہوں نے ادباء مصر کی ایک جماعت محمد بک دیاب، محمد بک صالح اور مصطفیٰ

معلوم وغیرہ کے ساتھ مل کر تصنیف کی ہے۔

نام و نسب اور جائے پیدائش..... محمد حفی ناصف بن شیخ اسماعیل ناصف ۱۲۷۲ھ میں قاہرہ کی مضافاتی بستی میں پیدا ہوئے۔

ابتدائی تعلیم اور حالات زندگی..... حفی بک نے ابتداء بستی کے ایک مدرسہ میں داخل ہو کر قرآن کا کچھ حصہ حفظ کر کے ابتدائی تعلیم حاصل کی اور گیارہ برس کی عمر میں بھاگ کر ازہر چلا گیا اور وہاں تیرہ سال رہا پھر دارالعلوم میں داخلہ لے کر علوم و فنون میں مہارت حاصل کی یہاں سے فراغت کے بعد مدارس امیریہ میں عربی کے استاد مقرر ہوئے پھر انہیں لا کا ج کا استاد منتخب کر لیا گیا یہاں ان کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ طلبہ کی کلاسوں میں بھی شامل ہو جاؤں چنانچہ انہوں نے قانون پڑھ لینے کے بعد پڑھانے کا مشغلہ چھوڑ دیا اور سرکاری وکیل کے سیکریٹری بن گئے پھر ۱۸۹۲ء میں ملکی عدالت کے جج معین کر دیئے گئے اور اس ضمن میں اتنی ترقی کی کہ ”ملنطا“ کی ملکی عدالت کے نمائندے ہو گئے اسی اثناء میں انہیں جامعہ مصریہ نے ادب عربی پڑھانے کی دعوت دی جس پر لبیک کہتے ہوئے انہوں نے ادب عربی پر نہایت پر معلومات لیکچر دیئے جو کتابی شکل میں جمع کر دیئے گئے پھر جب وزارت تعلیم کے چیف انسپکٹر شیخ حمزہ فتح اللہ پنشن پا کر الگ ہو گئے تو پر ضمیر حفی بک ان کی جگہ آئے اور ستر برس کی عمر میں انہیں بھی پنشن مل گئی۔

اخلاق و عادات..... موصوف بڑے خوش مذاق، شگفتہ طبع، برجستہ گو و حاضر جواب، مزاح پسند اور خلیق تھے وہ ہر علم و فن کا ساتھ دیتے اور قدیم و جدید کو نہایت توازن کے ساتھ ملائے دیتے تھے۔

نثر نگاری اور شاعری..... حفی بک ناصف جدید ادبی تحریک کے ایک محکم ستون تھے انہوں نے اپنی علمی کاوشوں اور تالیفوں سے اس تحریک میں جان ڈال دی اور اپنے قصائد و مقالات سے اس کو تقویت پہنچائی انہیں لغت میں بڑی مہارت، قواعد میں وسیع معلومات حاصل تھی اسرار کلام سے باخبر اور فن تنقید میں بڑی گہری نظر رکھتے تھے مضمون نگاری میں ان کا انداز عصر عباسی کے آخری دور کے اسلوب کی طرح تھا جس میں جمع بندی اور بدیع پسندی تھی لیکن مقالات نویسی میں ان کا اسلوب نگارش ان قیود سے آزاد تھا اسلئے اس میں رقت و سلاست اور سادگی و متانت ہے رہی شاعری تو اس کا اسلوب نثر منظوم کا سا ہے جس میں لطائف اور لفظی حسن کی زیادتی ہے کبھی کبھی تراکیب میں کمزوری نمایاں ہو جاتی ہے تاہم مجموعی طور پر وہ رواں اور فطری ہے۔

حفی شاعری کا نمونہ..... ایک رئیس کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

احییت آمالی و کنت امتہا من طول مالا قیت من اخوانی۔ اولی باخلاصی لہم و ازود عن۔ اعراضہم بجوارحی و لسانی
محکم و دی فلما الیسروا۔ کانت بدایتہ امر ہم نسانی۔ حبسی من الدنیا صدیق ثابت۔ فروقہ ولا احتیاج لشان۔
عالموں کی بے بسی پر رنج کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

اتقنی معی ان حان حینی تجاربی۔ و ما قتها الا بطول عناء۔ و یحزنی الاری لی حیل

لا عطائہا من یستحق عطائی۔ اذا ورث المڑون ابناء ہم غنی۔ و جاہا فما اشقی بنی الحکماء

وفات..... حفی بک ناصف نے ۱۳۲۷ھ مطابق نومبر ۱۹۱۹ء میں داعی اجل کو لبیک کہا اور مقبرہ شافعی میں مدفون ہوئے۔
تالیفات..... (۱) دروس البلاغۃ انہوں نے دوسرے مولفین کے ساتھ مل کر عربی زبان کے قواعد کی کتابوں کا ایک سلسلہ جاری کیا جو آج کل مصری مدارس میں بطور کورس مقرر ہے دروس البلاغۃ اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جو اپنے موضوع کے لحاظ سے بہت اچھی کتاب ہے، ابوالافضال مولانا فضل حق رامپوری نے ”شموس البراعۃ فی شرح دروس البلاغۃ“ کے نام سے عربی زبان میں اس کی شرح لکھی ہے۔ (۲) ممیزات لغۃ العرب یہ موصوف نے مستشرقین کی اس

کانفرنس میں پیش کی تھی جو ”وائٹا“ میں ۱۸۸۶ء میں منعقد ہوئی تھی نیز وہ اس وفد کے سیکریٹری بھی تھے جو اس کانفرنس میں مصر کی نمائندگی کر رہا تھا (۳) ”حیۃ اللغۃ العربیۃ“ یہ ان لیکچروں کا مجموعہ ہے جو انہوں نے جامعہ مصر میں دیئے تھے (۴) القطار السریع فی علم البدیع (۵) الامثال العالیۃ (۶) بدیع اللغۃ العالیۃ ان کے علاوہ ایک رسالہ بحث و مناظرہ پر اور ایک منطق پر بھی لکھا ہے ان کی بیشتر کتب غیر مطبوعہ ہیں۔ ۱۔

(۱۰۷) صاحب الکافی

ابو العباس شہاب الدین احمد بن عباد بن شعیب الشافعی القنائی ثم القاہری متوفی ۸۵۸ھ المعروف بالخواص آپ کے مولفات میں الکافی فی علمی العروض والقوافی اور نیل المتھد الامجد فیمن اسمہ احمد بتائی جاتی ہیں۔ ۲۔

(۱۰۸) صاحب اصول حدیث

میر سید شریف جرجانی کا مختصر سار سالہ ہے ان کے حالات ”نحو میر“ کے ذیل میں گزر چکے۔

(۱۰۹) صاحب زبدۃ الاصول

علامہ بہاء الدین عالمی شیعہ کی تصنیف ہے جن کے حالات ”تشریح الافلاک“ کے ذیل میں گزر چکے۔

(۱۱۰) صاحب الموجز

علاء الدین علی بن ابی حزم القرشی المعروف بابن النفیس المصری الشافعی آپ ۶۰۷ھ میں پیدا ہوئے اور شیخ مہذب الدین و خوار سے علم طب حاصل کیا اور اس فن میں وہ کامل و سترس بہم پہنچائی کہ ابن سینا کے بعد آپ جیسا کوئی نہ ہو سکا چنانچہ طاش کبری زادہ نے لکھا ہے۔

واما الطب فلم یکن علی وجه الارض مثله فی زمانہ قیل ولا جاء بعد ابن سینا مثله

فن طب میں آپ کے زمانہ میں روئے زمین پر آپ جیسا کوئی نہ تھا بلکہ بقول بعض ابن سینا کے بعد آپ جیسا کوئی پیدا ہی نہیں ہوا۔

آپ طبیب حاذق ہونے کے ساتھ بہت بڑے فقیہ بھی تھے اور علاج میں تو آپ کا مقام شیخ بو علی سینا سے بھی آگے تھا آپ نے اصول فقہ، منطق اور طب وغیرہ میں متعدد کتابیں لکھی ہیں فن طب میں آپ کی ضخیم کتاب ”الشامل“ اسی جلدوں میں پھیلی ہوئی ہے پھر بھی نامکمل ہے کہا جاتا ہے کہ اگر اسے پوری کرتے تو تین سو جلدوں میں مکمل ہوتی فن طب میں دوسری کتاب ”الموجز“ ہے جو آپ کی تصنیفات میں سب سے اچھی تصنیف ہے صاحب کشف نے لکھا ہے۔

هو كتاب مفید معتبر و هو خير ما صنف من المختصرات و المطولات اذ هو موجز

فی الصورة لكنه کامل فی الصناعت منهاج الدرايت حاو للذ خائر النفیسه شامل للقوانين الكلית والقواعد

الجزئیت جامع لاصول المسائل العلمیت والعملیت۔

یہ نہایت مفید و معتبر اور مختصر و مطول کتابوں میں سب سے اچھی کتاب ہے کیونکہ یہ بظاہر گو موجز ہے لیکن در حقیقت فن طب میں کامل ذخائر نفیسیہ پر حاوی قوانین کلیہ و قواعد جزئیہ کو شامل اور اصول مسائل عملیہ و علمیہ کی جامع ہے۔

آپ کی یہ کتاب چار فنون پر مرتب ہے فن اول اجزاء طب علمی و عملی کے قواعد میں ہے فن دوم ادویہ و اغذیہ مفردہ اور مرکبہ کے بیان میں ہے فن سوم ان امراض کے بیان میں ہے جو خاص اعضاء کے ساتھ مخصوص ہوئے ہیں فن چہارم عام امراض اور ان کے اسباب و علامات اور معالجات کے بیان میں ہے۔

آپ نے تقریباً اسی سال کی عمر پر ۱۱ ذیقعدہ ۶۸۷ھ میں وفات پائی آپ کی کتاب ”الموجز“ پر بہت سے لوگوں نے حواشی و شروح لکھے جو حسب ذیل ہیں۔

(۱) حل الموجز از جمال الدین محمد بن محمد بن فخر الدین اقسرانی متوفی ۷۷۵ھ۔ (۲) نفیسی از شیخ نفیس بن عوض کرمانی متوفی ۸۴۰ھ (۳) شرح الموجز از شیخ ابواسحاق ابراہیم بن محمد سیدی متوفی ۶۹۱ھ (۴) الجز از رئیس الاطباء محمود بن احمد امشاطی (۵) سیدی از علامہ سدید گازرونی۔ ۱

(۱۱۱) صاحب کامل الصناعہ

علاء الدین علی بن عباس الہوازی المجوسی المتوفی ۳۸۴ھ مشہور طبیب ہے اس نے ابوہریر موسیٰ بن سیار وغیرہ سے علم حاصل کیا اور شاہ عضد الدولہ فنا خسرو ابن رکن الدولہ ابو علی حسن بن بویہ ویلمی کیلئے ادویہ مفردہ کے ذریعہ مدارہ امراض میں ایک کتاب لکھی، علم طب میں ان کی کتاب کامل الصناعۃ الطبیۃ دو ضخیم جلدوں میں ہے۔ ۲

(۱۱۲) صاحب ازہار العرب

نام و نسب اور حالات زندگی..... ابو عبد اللہ محمد بن یوسف ۳۰۷ھ میں ضلع سورت کے ایک گاؤں ”سامرود“ میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم گاؤں میں ہوئی سات برس کی عمر میں قرآن مجید ختم کیا پھر فارسی اور عربی سیکھی بغرض تعلیم ایک سال سورت میں اقامت کی پھر بمبئی پہنچے ۳۲۰ھ میں اعلیٰ تعلیم کا شوق انہیں شہر دہلی لے گیا جو علوم دینیہ و عربیہ کیلئے مرکزی حیثیت رکھتا تھا وہاں مختلف مدارس میں متعدد اساتذہ سے تعلیم حاصل کی ۳۲۶ھ میں علامہ محمد طیب مکی سے استفادہ کیلئے حیدر آباد دکن پہنچے اور جب علامہ موصوف رامپور گئے تو یہ بھی ان کے ہمراہ رامپور گئے بعد ازاں ۳۲۹ھ میں شیخ طیب عرب ندوۃ العلماء میں ادیب اول کے عہدہ پر فائز ہوئے تو ان کے ساتھ ان کا یہ قابل شاگرد بھی لکھنؤ پہنچا اور تقریباً پانچ سال تک شیخ طیب کے ساتھ رہا اس عرصہ میں شیخ سے منطق، فلسفہ، ادب، اصول فقہ، کچھ علم کلام، تفسیر اور صحیح بخاری شریف مکمل پڑھی پھر ملک کے مختلف جلیل القدر علماء سے ملاقاتیں کیں اور محرم ۳۳۵ھ میں ریاست ٹونک کے ایک معزز گھرانے میں شادی ہوئی موصوف قلمی کتابوں کی تلاش میں ٹونک کے مشہور کتب خانہ پہنچا کرتے تھے۔

جلالت شان و علمی مقام..... علوم عربیہ و دینیہ بالخصوص لغت، عربی شاعری، تاریخ النساب، اسماء الرجال، حدیث اور تفسیر میں ان کا مطالعہ نہایت وسیع تھا علامہ سید سلیمان ندوی مرحوم نے معارف بابت ستمبر ۱۹۴۲ء شذرات میں ان کے متعلق لکھا ہے ”پچھلے مہینے کا سب سے اندوہناک علمی حادثہ مولانا محمد سورتی کی وفات ہے مرحوم اس عہد کے مستثنیٰ دل و دماغ اور حافظہ کے صاحب علم تھے جہاں تک میری اطلاع ہے اس وقت اتنا وسیع النظر، وسیع المطالعہ کثیر الحافظہ عالم موجود نہیں، صرف و نحو، لغت و ادب، اخبار و انساب اور اسماء الرجال کے وہ اس زمانہ میں درحقیقت امام تھے۔

آگے چل کر لکھتے ہیں: ”مرحوم کا پایہ علم و ادب و رجال و انساب و اخبار میں اتنا اونچا تھا کہ اس عہد میں اس کی نظیر مشکل تھی، جو کتاب دیکھتے تھے وہ ان کے حافظہ کی قید میں آجاتی تھی سینکڑوں نادر عربی قصائد، ہزاروں عربی اشعار اور

لغات و انساب نوک زبان تھے ان کو دیکھ کر یقین ہوتا تھا کہ ابتدائی اسلامی صدیوں میں علماء و ادباء اور محدثین کی وسعت حافظہ کی جو عجیب و غریب مثالیں تاریخ میں مذکور ہیں وہ یقیناً صحیح ہیں شادی کے بعد اپنی دیگر مصروفیات کے ساتھ ساتھ انہوں نے صرف تین ماہ میں قرآن مجید حفظ کر لیا تھا۔

اخلاق و عادات..... موصوف نہایت سادہ مزاج، بے تکلف، احباب پرور، فیاض اور مستغنی تھے مطالعہ کتب کے دلدادہ اور نادر کتب جمع کرنے کے شیدائی تھے اگر کوئی نادر کتاب خریدنا ممکن نہ ہوتا تو اس کی نقل خود کر لیتے یا کسی کاتب سے کر لیتے تھے انہوں نے اپنا بہت بڑا قلمی کتب خانہ چھوڑا آپ علوم عربیہ و اسلامیہ کے طلباء کے بڑے ہمدرد اور مددگار تھے ان کی بڑی حوصلہ افزائی کرتے اور لوگوں کو مشورہ دیتے کہ اپنے ذہن بچوں کو عربی پڑھاؤ اور علوم اسلامیہ کی طرف متوجہ کرو مسلک آپ اہل حدیث تھے اور نہایت درجہ متشدد، الحب للہ والبغض للہ ان کا شعار تھا حق کے اظہار میں کبھی نہیں چوکتے تھے اور نہ کسی کی رعایت کرتے تھے، علامہ حلیل بن محمد عرب نے ان کے مرثیہ میں بجا کہا ہے۔

یا جاہر ابالحق غیر مروع

ماخفت غیر اللہ فی الحجاد

تعلیمی خدمات..... آپ جامعہ ملیہ اسلامیہ میں شعبہ عربی کے صدر رہے جہاں آپ سے بہت سے طلبہ نے کسب فیض کیا ڈاکٹر عبدالعلیم احراری، پروفیسر محمد سرور اور ڈاکٹر ذاکر حسین آپ کے ہونہار شاگردوں میں سے ہیں چند ماہ مدرسہ رحمانیہ میں بھی ادب و حدیث وغیرہ کی تعلیم دی تھی بمبئی میں قرآن و حدیث اور ادب عربی کی تعلیم کیلئے ایک ادارہ دار الحدیث قائم کیا۔ شعر و شاعری..... جاہلیت عرب کی شاعری سے دلچسپی اور اس پر عبور نیز لغت میں مہارت کی وجہ سے ان کی شاعری میں ثقیل و غریب الفاظ بکثرت ملتے ہیں ان کی شاعری کا اسلوب خالص جاہلیت کی شاعری سے ملتا جلتا ہے البتہ شاعری میں جدید ایجادات کا ذکر ان کی جدت پسندی کی دلیل ہے ان کی شاعری کا بڑا حصہ دینی موضوعات پر مشتمل ہے اور مدح غزل عتاب ہجو، مرثیہ اور وصف میں بھی بہت کچھ لکھا ہے ان کی شاعری میں معنوی بلندی تو ملتی ہے لیکن شاعرانہ ٹیپ ٹاپ اور مبالغہ آرائی ناپید ہے ایک جگہ اپنے متعلق خود کہتے ہیں۔

ابلی ذالکم دینی وعدی

ولست بشاعر السفا فانی

ان کی شاعری میں زہد اور شکوہ احباب کا غصہ نمایاں ہے آنحضرت ﷺ کی مدح میں بھی انہوں نے قصیدے کہے ہیں۔ نمونہ شاعری..... ایک طویل مدحیہ قصیدہ میں جس کا مطلع

و ادخا الصبا بآبہ للوداع سمل

ودع امنیۃ حان منکر رحیل

ہے ابتدائی تشبیب کے بعد گریز کیلئے بجائے اونٹ کے جدید سواری ریل کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

فارکہ من سار علی علائہ. یطالاکام لہن منہ الیل

فاذا عرتک من الزمان ملمات فنجاة امرک فیہ هذا الریل

تمشی الریاح وراءہ وکانہا. وکانہ قطم تلثہ افیل

یمشی علی کرة یصبح تاوہا. کغمامة قصف لہا تزجیل

وامامہ حاداً صم کانہ. جن بدابمہامتہ مغلول

وقابتہ فی سیرہ جوابتہ فاللیل والا یام فیہ ملیل

یعدو علی صم یواصل مشرقاً. من مغرب وکذالہ التعدیل

یستاقہ فی شدۃ و صرامتہ نارو ماء فی حشاہ تمیل

یطوی البلاد قفارہ و بحارہ. و سہولہ و عورہ فیجول

فیسیرا سبوعا بساعات کذا. فہرا بیوم لیس فیہ حویل

هذا الذی یمشی بنا متحزماً. عند الا میرلہ الندی و اصول

شاہ ولی اللہ صاحب کے مزار پر کہے ہوئے ایک قصیدہ میں کہتے ہیں۔

لقد کان لایا لو عن الحق ساعتہ و حق لہ ان یدعی بمحقق اذا قال ابدی حجتہ اللہ قاطعاً. وفصل عن اقوال کل مرنق

اپنے استاد علامہ محمد طیب عرب کے مرثیہ میں کہتے ہیں

ليكك علم الدين والفسرانه. غريب بهذا العصر يدمى ويسحب
لقد كان يبدى الحق محضا لطالب. ويزرى باقوال سخاف و يضرب
اذا اعفلت بالقوم عقدة آية. وماها بقول صائب فتشعب

اہل حدیث کی مدح میں کہتے ہیں

اهل الحديث عصابت نبوية ترضى بفعل المصطفى و بامرہ
وتحط راي الناس اواقوالهم. حط السيول الصخراء على صخره

وہابی لقب کے متعلق کہتے ہیں

ذاك التوہب فادعني وهاہی

ان کان بدی محمد وسیلہ

وفات حسرت آیات موصوف نے اپنی بیماری کا آخری زمانہ علی گڑھ میں گزارا اور یہیں ۲۳ شعبان ۱۳۶۱ھ بروز جمعہ مطابق ۷ اگست ۱۹۴۲ء رابی ملک بقاء ہو گئے کسی شاعر نے تاریخ وفات میں یہ مصرعہ کہا ہے

یک آفتاب علم و عمل زیر خاک شد

تالیفات و تصنیفات اور تحقیقی و تنقیدی مقالات ۱۔ ابتداء میں انہوں نے ”ابو ہریرہ“ پر ایک رسالہ لکھا جس میں اسے غیر منصف ثابت کیا ہے اور اس پر دلائل و شواہد پیش کئے ہیں۔ ۲۔ ازہار العرب یہ عربی قصائد کے منتخب اشعار کا مجموعہ ہے جو متعدد امتحانات میں بطور کورس مقرر ہے۔ ۳۔ قواعد عربی یہ اردو زبان میں علم صرف پر ایک جامع و مبسوط کتاب ہے۔ ۴۔ شرح دیوان حسان بن ثابت علمی اور ادبی دنیا میں آپ کی یہ عظیم خدمت ہے جو تقریباً ایک ہزار صفحات میں قلمی ہے اور صرف حرف دال تک ہے۔ ۵۔ ترجمہ کتاب التوحید۔ محمد بن عبد الوہاب نجدی کی کتاب التوحید کا اردو ترجمہ ہے جو مع حواشی شائع ہو چکا ہے۔ ۶۔ احسن الحدیث فی اثبات حجۃ الحدیث یہ شائع نہیں ہو سکی۔ ۷۔ عالم برزخ یہ معارف میں شائع ہوا تھا۔ ۸۔ رسالہ فی البدوۃ و بدوۃ بندوق سے شکار کے مسئلہ پر عربی میں ایک کتابچہ ہے جس میں ثابت کیا ہے کہ گولی لگنے سے جو شکار مر جائے وہ حلال ہو گا ان کے علاوہ آخر میں ایک عربی اردو لغت انجمن ترقی اردو ہند کے ایماء پر لکھ رہے تھے جو تقریباً حرف عین تک لکھ سکے جس کا باقی حصہ ان کے صاحبزادے عبد الرحمن طاہر سورتی نے مکمل کیا ہے آپ کے علمی ادبی، تحقیقی و تنقیدی اور دینی مقالات و رسائل معارف اعظم گڑھ اور جامعہ دہلی سے شائع ہوتے تھے جن میں علامہ شبلی نعمانی کی سیرت پر تنقید بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ ۹۔

(۱۱۳) صاحب کفایتہ المحقق

ابو اسحاق ابراہیم بن اسماعیل بن احمد بن عبد اللہ طرابلسی مشہور بابن الاجدابی، شہر اجدابیہ جو کہ برقہ اور طرابلس کے درمیان واقع ہے اس کی طرف منسوب ہو کر اجدابی کہلاتے ہیں امام کامل ادیب فاضل اور فن لغت کے بڑے ماہر عالم تھے۔ کتاب الانوار اور کفایتہ المحقق و نہایتہ الملتقط وغیرہ کتابیں آپ ہی کی یادگار ہیں آخر الذکر کتاب فن لغت میں مختصر سا رسالہ ہے جو چالیس ابواب اور چودہ فصول پر مشتمل ہے اور صغیر انجم ہونے کے باوجود نہایت جامع اور نفع بخش ہے قاضی شہاب الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد الخولی متوفی ۶۹۳ھ عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن محمد الغلی متوفی ۷۶۴ھ اور ابن جابر محمد بن احمد الاغمی وغیرہ نے اس کو نظم کیا ہے صاحب کشف الظنون و صاحب دائرة المعارف اور علامہ یاقوت حموی وغیرہ نے آپ کا تذکرہ کیا ہے مگر کسی نے تاریخ وفات ذکر نہیں کی۔

مصنفین کتب امتحان عالم

اس کورس میں بھی اکثر کتابیں وہی ہیں جو درس نظامی میں داخل ہیں یعنی شافیتہ تلخیص المفتاح، نخبہ الفکر، شرح وقایہ سراجی، نور الانوار، خمیہ، قطبی، سلم العلوم، ملاحسن، خلاصۃ الحساب، تحریر اقلیدس، تصریح، شرح ہدایت الحکمتہ، شرح عقائد نسلی، کلیات نفیس، شرح اسباب، دیوان متنبتی، مدارک التنزیل، مشکوٰۃ شریف ان کے مصنفین کے حالات ان کتابوں کے ذیل میں گذر چکے ان کے علاوہ مزید کتابیں یہ ہیں۔

مفصل المجتبی، دول العرب والاسلام۔ محیط الدائرہ، فقہ اللغۃ، وجیزہ، تاریخ اسلام، جوہرہ نیرہ، شرایع الاسلام (حصہ عبادات) حکمتہ العین، کامل الصناعۃ

(۱۱۴) صاحب مفصل

نام و نسب اور سنہ پیدائش..... ابو القاسم کنیت فخر خوارزم اور جابر اللہ لقب محمود نام ہے والد کا نام اور دادا کا نام محمد اور پر دادا کا نام عمر ہے بروز چہار شنبہ ۲۷ رجب ۴۶۷ھ میں بمقام زرخشر پیدا ہوئے جو خواندم کا ایک قصبہ ہے اسلئے نسبت میں زرخشری کہلاتے ہیں اور چونکہ ایک مدت تک مکہ معظمہ میں سکونت پذیر رہے اس لئے جابر اللہ کے پڑوسی کہلاتے ہیں۔ تحصیل علم..... آپ نے علم ادب ابو الحسن علی بن مظفر نیشاپوری، ابو نعیم اصبہانی ابو مضر منصور اور دیگر بڑے بڑے علما و فضلاء سے حاصل کیا اور ابو الفضل زین المشرق بقالی محمد بن ابی القاسم خوارزمی الموفق احمد بن محمد ابوالموئذ خطیب خوارزم وغیرہ نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔

ایک محش ترین علما..... علامہ کفوی محمود بن سلیمان نے ”کتاب اعلام الاخیار“ میں اور علامہ جلال الدین سیوطی نے بغیۃ الوعاة میں ابو الفتح ناصر الدین بن عبد السید ابی المکارم بن علی المطرزی کی صاحب ”المغرب“ کو بھی علامہ زرخشری کے تلامذہ میں بتایا ہے مگر یہ غلط ہے کیونکہ خود علامہ کفوی نے زرخشری کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ ان کی وفات ۵۳۸ھ میں ہوئی ہے اور صاحب مغرب کے ترجمہ میں ذکر کیا ہے کہ ان کی پیدائش ۵۳۶ھ میں ہے فاتیح التلمذ نیز علامہ سیوطی نے صاحب مغرب کا سنہ پیدائش ۵۳۸ھ بتایا ہے فاتیح التلمذ اصلاً۔

قوت حافظہ اور علمی مقام..... آپ تفسیر و حدیث کلام و لغت، معانی و بیان بالخصوص ادب و نحو کے زبردست امام تھے علامہ سمعانی فرماتے ہیں۔

کان يضرب به المثل في الادب والنحو

آپ علم ادب اور علم نحو میں ضرب المثل تھے۔

ذہانت و ذکاوت میں بھی قدرت کی طرف سے حظ وافر ملا تھا علامہ سیوطی لکھتے ہیں۔

كان كثير الفضل غاية في الذكاء وجودة القريحة متقنا في كل علم

آپ بڑے صاحب فضل نہایت ذہین و ذکی تیز طبع اور ہر علم میں ٹھوس استعداد رکھتے تھے۔

بڑے بڑے اہل علم حضرات نے آپ کے علم و فضل کا اعتراف کیا ہے چنانچہ ابن خلکان کہتے ہیں

كان امام عصره من غير مدافع تشد اليه الرجال في فنونه

آپ بالاتفاق اپنے زمانہ کے ایسے امام تھے کہ آپ سے علوم و فنون حاصل کرنے کیلئے لوگ آپ کی طرف سفر کرتے تھے۔

علامہ عبدالحی فرنگی محلی فرماتے ہیں۔

لہ فی العلوم آثار لیست لغیرہ من اہل عصرہ
علوم و فنون میں آپ کے ایسے کارنامے ہیں کہ آپ کے دور میں کسی نے نہیں کئے۔
علامہ زحشری فصاحت و بلاغت کے بھی امام تھے کسی نے آپ کے اور علامہ سکاکی کے متعلق کہا ہے۔

لولا الاعرجان لجهلت بلاغة القران

اگر دو لنگڑے نہ ہوتے تو بلاغت قرآن سے کوئی واقف نہ ہوتا۔

اعرج لقب کے ساتھ ملقب ہونے کی وجہ..... کہتے ہیں کہ ان کے پاؤں میں ایک پھوڑا نکلا تھا جس کی وجہ سے پاؤں کاٹ کر اس کی جگہ لکڑی کا ایک مصنوعی پاؤں فٹ کر دیا گیا تھا جب یہ چلتے تھے تو پاؤں پر کپڑا نکالیتے تھے جس سے دیکھنے والا یہ سمجھتا تھا کہ آپ لنگڑے ہیں بعض حضرات نے یہ وجہ بیان کی ہے کہ موصوف بلاد خوارزم کے سفر میں تھے خشکی اور برف شدت کے ساتھ پڑی جس کے نتیجے میں پاؤں بیکار ہو گیا لیکن بعض حضرات نے خود علامہ زحشری سے جو وجہ نقل کی ہے وہ یہ ہے کہ جب موصوف بغداد آئے اور دامغانی حنفی فقیہ سے ملاقات ہوئی اور انہوں نے اس کا سبب دریافت کیا تو موصوف نے کہا کہ یہ والدہ محترمہ کی بددعا کا نتیجہ ہے جس کا واقعہ یہ ہے کہ میں بچپن میں ایک چڑیا کے پاؤں میں دھاگا باندھ کر کھیل رہا تھا اتفاق کی بات چڑیا ہاتھ سے چھوٹ کر ایک سوراخ میں جا گھسی میں نے دھاگا کھینچا تو اس کا پاؤں ٹوٹ گیا اس پر والدہ نے کہا خدا کرے تیرا بھی پاؤں ٹوٹے۔ والدہ کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ مقبول ہو گئے چنانچہ میں جب طلب علم کیلئے بخارا کی طرف نکلا تو راہ میں سواری سے گر کر پاؤں ٹوٹ گیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔
شعر و شاعری..... سے غیر معمولی دلچسپی تھی اور بہت عمدہ اشعار کہتے تھے کتب تواریخ میں ان کے بہت سے اشعار ملتے ہیں بطور نمونہ چند اشعار ذیل میں درج ہیں۔

الاقل لسعدی مالنا فیک من وطر۔ وما نطلب النجل من اعین البقر
عیونہم واللہ یجزی من اقتصر۔ ملیح ولكن عنده کل جفوة
ولم انس از غازلة قرب روضة۔ الی قرب حوض فیہ للماء منحدر
اردت بہ درد الخدود و ما شعر۔ فقال انتظرنی رجع طرف اجبی بہ

فقال دلاور دسوی الخد حاضر۔ فقلت لہ انی قنعت بما حضر

اپنے دور میں قضاۃ کے جو رجوع و جفا اور نا انصافی کی شکایت کرتے ہوئے کہتے ہیں

قضاۃ زماننا صاروا الصوصا
عموما فی القضا یا لا خصوصاً

خشینا منہم لو صافحونا
للمصوامن خواتمنا فصوصاً

اپنے شیخ ابو مضر منصور کے مرثیہ میں کہتے ہیں۔

وقائلہ ماہذہ الدرر التی
تساقط من عینک سمطین سمطین

نقلت ہوالدرر الذی کان قد حشا
ابو مضر اذنی تساقط من عینی

اپنے مذہب کو اشعار کی بھول بھلیوں میں مخفی رکھتے ہوئے کہتے ہیں۔

فان حنیفا قلت قالوا باننی

ابیح لہم اکل الکلاب وہم ہم

وان حبلیا قلت قالوا باننی

یقولون تیس تیس یدری و یفہم

اذا سالوا عن مذہبی لم ابیح بہ۔ واکتمہ و کتمانہ لی اسلم

ابیح الطلاو ہوالشراب المحرم۔ وان مالکیا قلت قالوا باننی

وان شافعیاً قلت قالوا باننی۔ ابیح نکاح البنت والبنت محرم

تقیل حلولی بفیض مجسم۔ وان قلت من اہل الحدیث و حزبہ

تعجبت من هذا الزمان واهله. فما احد من السن الناس يسلم
عليهم انهم لا يعلمون واعلم. ومذا فلح الجهال ايقنت اننى
علمى لذت کے اظہار میں کہتے ہیں۔

واخبرنى دهرى وقدم معلى
انا الميم والا يام افلح اعلم

سهرى لقيقح العلوم الذلى. من وصل غانية وطيب عناق
اشهى واحلى من مدامه ساق. وصريرا قلامى على اور اقها
والذمن نقر الفتاة لدفها. نقرى لا لقي الرمل عن اوراتى
ومن كلامه ايضا

و تمايلى طربا لحل عويصة
احلى من الدد كاه والعشاق
ابيت سهران الدجى وتبته. نوما و تبغى بعد ذاك لحاقى

وطعم النخل خل لويذاق
فنافق فالنفاق له نفاق

زمان كل حب فيه خب
لهم سوق بضاعة نفاق

ومما ينسب اليه ايضا

لا ابا لى بجمعهم كل جمع مونث

ان قومى تجمعوا وبقتلى تحد ثوا

قانون خداوندی کا مشاہدہ..... حق تعالیٰ کا ارشاد ہے وقال الذين كفر والى سلهم لنخر جنكم من ارضنا اولتعودن فى
ملتنا فاوحى اليهم ربهم لنهلكن الظالمين ولنسكنكم الارض من بعد هم“ (اور کہا کافروں نے اپنے رسولوں کو ہم نکال
دیں گے تم کو اپنی زمین سے یا لوٹ آؤ ہمارے دین میں تب حکم بھیجا ان کو ان کے رب نے ہم غارت کریں گے ان ظالموں
کو اور آباد کریں گے تم کو اس زمین میں ان کے پیچھے)

ز مخشری نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے ذکر کیا ہے کہ میں نے اس مضمون کا پچھتم خود مشاہدہ کیا ہے فرماتے
ہیں کہ میری بستی کا حاکم میرے ماموں پر ظلم کرتا تھا اور اس کی وجہ سے مجھے بھی ایذا پہنچاتا تھا کچھ ہی روز بعد حاکم کا انتقال
ہو گیا اور اللہ نے اس کی جائیداد کا مجھے مالک بنادیا ماموں کے بچے وہاں آنے جانے لگے، ایک روز مجھے ان کی آمد و رفت پر نبی
کریم ﷺ کا ارشاد ”من آذى جاره ورثة الله داره“ یاد آیا اور پورا نقشہ آنکھوں میں پھر گیا میں نے یہ حدیث ان لوگوں کو سنائی اور
سجدہ شکر ادا کیا۔

کہ روزے تو اتنا تر ازوے شوی

تخل کن ای تا تو اں از قوی

کہ دندان ظالم بخوابند کند

لب خشک مظلوم را گو بجد

حبک الشی یعمی ویصم..... جاء الله ز مخشری مذہبا غالی درجہ کا معتزلی ہے اور کشاف میں اس کی عام عادت ہے کہ اپنے
اعتقادات کو نہایت رازداری کے ساتھ سموتا چلا جاتا ہے لیکن آیت ”قال رب انى انظر اليك قال لن ترانى کے ذیل میں
وبال اعتزال نے ز مخشری کو اپنی اصولی روش چھوڑنے پر مجبور کر دیا اور وہ مذہبی تعصب کے رنگ میں اہل سنت والجماعۃ پر
طعن و تشنیع پر اتر آیا۔ اہل سنت والجماعۃ رویت باری عزاسمہ کے قائل ہیں قال الشاعر۔

وادراك وضرب من مثال

یراہ المومنون بغير كيف

بے کیف و بے جہت بے شبہ و بے مثال

مومن خدا کو دیکھیں گے جنت میں خوش خصال

اور معتزلی لوگ اس کے منکر ہیں اس سلسلہ میں ز مخشری نے اہل سنت والجماعۃ کے حق میں جو شنیع ترین الفاظ
استعمال کئے ہیں وہ بعینہ اس کی عبارت میں ملاحظہ ہوں۔

ثم تعجب من المتسمين بالاسلام المتسمين باهل السنة والجماعة كيف اتخذوا هذه العظميه مذہبا ولا
يغرنك تسترهم بالبلکفت فانه من منصوبات اشياهم والقول ما قال بعض العدلیته فيهم.

لجماعة سموا هواهم سنة

لكنهم حمر لعمرى مو كفه

قد شبهوه بخلقهم و تخوفوا

شع الورى فتستروا باللكفة

پھر تعجب کر ان لوگوں پر جو اپنے آپ کو مسلمان اور اہل سنت والجماعتہ کہتے ہیں کہ انہوں نے اس بڑی بات کو (یعنی امکان رویت باری کو) کیسے مذہب بنالیا اور ان کا بلکھہ کی آڑ لینا (یعنی یہ کہنا کہ دیدار خداوندی بلا کیف ہوگا) تجھے دھوکے میں نہ ڈالے کیونکہ یہ بات ان کے شیوخ کی من گھڑت ہے ان کی بابت فرق عدلیہ کے ایک شخص کا یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ ایک جماعت ہے جس نے اپنی خواہشات کا نام سنت رکھ چھوڑا ہے مجھے اپنی زندگی کی قسم یہ لوگ گدھے ہیں انہوں نے خدا کو مخلوق سے تشبیہ دی اور جب خلق خدا کی تشبیح کا اندیشہ ہوا تو بالکفہ کی آڑ میں چھپ گئے۔

یہ ہے علامہ چار اللہ کی بعینہ عبارت سو بقول علامہ ناصر الدین ابن المنیر اسکندرانی اگر حضرت حسان بن ثابت ؓ کی پیروی مقصود نہ ہوتی تو ہم صرف یہ کہہ کر خاموش ہو جاتے کہ

ولقد امر على اللئيم يسبني

فمضيت ثمة و قلت لا يعنني

لیکن چونکہ ایسے موقعہ پر حضرت حسان ؓ نے نبی کریم ﷺ کی طرف سے مدافعت کی ہے اس لئے ہم اصحاب سنت رسول ﷺ کی جانب سے ترکی کا جواب ترکی میں دیتے ہیں سنئے۔

عجبا لقوم ظالمين تلقبوا

بالعدل ما فيهم لعمرى معرفه

قد جاءهم من حيث لا يدرونه

تعطيل ذات الله مع نفى الصفه

تعجب ہے اس ظالم قوم پر جو اپنے آپ کو عدلیہ کہتی ہے مجھے اپنی زندگی کی قسم یہ لوگ بالکل بدھو ہیں ان کے قول پر تو ذات باری کا تعطل اور صفات باری کی نفی لازم آگئی جس سے یہ لوگ بالکل بے خبر ہیں۔

رضينا كتاب الله للفصل بيننا

وقول رسول الله اوضح فاصل

وتحريف آيات الكتاب ضلالة

وليس بعدل ررنص الدلائل

وتضليل اصحاب الرسول وذفهم

وتصويب آراء النظام دواصل

ولو كان تكذيب الرسول عدالة

فاعدل خلق الله عاص بن وائل

فلو لأك جار الله من فرق الهوى

لكنك جديرا با اجتماع الفضائل

ہم اپنے لئے کتاب اللہ کے فیصلہ سے راضی ہیں اور اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد واضح ترین فیصلہ کن ہے آیات کتاب اللہ کی تحریف کھلی گمراہی ہے اور منصوص ادلہ کی تردید اصحاب رسول کی تضلیل اور نظام دواصل کی آراء کی تصویب خلاف عدل ہے اگر تکذیب رسول کا نام ہی عدالت (وانصاف) ہے تو مخلوق خدا میں عاص بن وائل سب سے بڑا عادل ہے سوائے جارا اللہ اگر تو فرقہ اہل ہوی سے نہ ہوتا تو جامع فضائل ہوتا۔

رحلت و وفات..... علامہ زحشری مکہ معظمہ سے جرجانیہ خوارزم میں آئے اور وہیں عرفہ کی شب میں ۵۳۸ھ میں وفات پائی موصوف نے سورہ بقرہ کی تفسیر میں یہ اشعار نقل کئے ہیں۔

يامن يرى مدالبعوض جناحها. فى ظلمة الليل البهيم الالميل

ويرى مناط عرو قها فى نحرها

والمخ فى تلك العظام النحل. امن على بتوبة امحو بها

ما كان منى فى الزمان الاول

علامہ ابن خلکان نے ان کے متعلق بعض فضلاء سے نقل کیا ہے کہ موصوف نے وصیت کی تھی کہ یہ اشعار میری قبر پر کندال کرائے جائیں آپ کی وفات پر کسی نے مرثیہ کے چند اشعار کہے ہیں جن میں سے ایک شعر یہ ہے۔

فارض مكة تدرى الدمع مقلتها

حزنا لفرقة جارا الله المحمود

علمی کارنامے..... علامہ زحشری نے فنون مختلفہ لغت ادب، نحو، تفسیر وغیرہ میں بہت سی کتابیں لکھی ہیں جن کی تعداد مراۃ الجنان میں تیس بتائی گئی ہے جن میں سے مفصل کشاف اور اساس البلاغہ کو جو شرہ آفاق حاصل ہے وہ محتاج بیان نہیں ہے آپ کے مصنفات کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

(۱) مفصل..... اس کی تصنیف یکم رمضان ۱۲۵۱ھ میں شروع ہوئی اور یکم محرم ۱۲۵۱ھ میں تکمیل کو پہنچی ملک معظم شرف الدین عیسیٰ بن سیف الدین ابو بکر بن ایوب صاحب دمشق نے ہر حافظ مفصل کیلئے ایک سواشرنی اور خلعت فاخرہ کا اعلان کر دیا تھا جس کی وجہ سے ایک بہت بڑی جماعت مفصل کی حافظ ہو گئی تھی۔

(۲) کشاف..... یہ بڑی معرکتہ الآراء تصنیف ہے جو تحقیق انیق و تدقیق رشیق اسرار و باسالیب عربیہ حقیقت و مجاز استعارات و تشبیہات سے بھرپور ہے مدت تصنیف دو سال چار ماہ (یا تین ماہ) اور نو دن ہیں چنانچہ دیباچہ کتاب میں ہے۔

ففرغ منه فی مقدار مدة خلافة ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ و کان یقدر تمامہ فی اکثر من ثلاثین سنة۔
اس کی تصنیف سے فراغت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کی مدت کے بقدر قلیل عرصہ میں ہوئی حالانکہ اندازہ یہ تھا کہ یہ تیس سال سے بھی زیادہ میں پوری ہوگی۔

صاحب مفتاح العسادة اور ابن خلائان نے کشاف کے متعلق لکھا ہے ”لم یصف مثله قبلہ“ کہ اس جیسی کوئی کتاب اس سے پہلے تصنیف نہیں ہوئی ومن کلامہ رحمہ اللہ فی مدح الشکاف تحدثا بنعمة ربہ و شکرا۔

ان التفاسیرنی الدنیا بلا عدد

ولیس فیہا لعمری مثل کشاف

ان کنت تبغی الہدی فالزم قراتہ

فالجہل کالداء والکشاف کالشافی

مگر موصوف چونکہ اصول والاعتقاد کے لحاظ سے کھلے معترزی تھے (جیسا کہ ہم پہلے عرض کر چکے) یہاں تک کہ جب یہ کسی کے ہاں جاتے اور دروازہ پر دستک دیتے تو کہا کرتے تھے ”ابو القاسم المعترزی بالباب“ اس لئے اپنی تصنیف میں بہت سے مقامات پر اپنے اعتقاد کے مطابق آیات کی تاویل میں سور تعبیر اور تغیر سے کام لیا ہے لوگوں کی سوچنی ان کے متعلق اس حد تک بڑھی ہوئی ہے کہ گویا شکر میں لپیٹ کر کونین کھلانے کی مہارت سمجھا جاتا ہے کہ اس شخص کو خاص طور پر حاصل ہے اسی لئے ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ ہمارے بعض فقہاء نے اس کتاب کا مطالعہ کرنا حرام بتایا ہے کیونکہ یہ اپنی کتاب میں چھپا چھپا کر اپنے عقائد خاص کی سمیت جذب کرتے چلے گئے ہیں جن کو کم علم لوگ سمجھ نہیں پاتے علامہ ناصر الدین احمد بن محمد بن المنیر اسکندرانی مالکی متوفی ۶۸۳ھ نے اس راز کو خوب فاش کیا ہے۔

موصوف نے جب کشاف کی تصنیف کا آغاز کیا تو شروع ہی میں اپنے اعتقاد کے مطابق کہا تھا ”الحمد لله الذی خلق القرآن اس پر لوگوں نے اس کو متنبہ کیا اور کہا اگر کتاب کو اسی نہج پر رکھو گے تو کوئی نہیں پڑھے گا اس پر اس نے عبارت میں قدرے ترمیم تو کی یعنی خلق کے بجائے جعل کر دیا لیکن بات وہی رہی کیونکہ معتزلہ کے یہاں جعل بمعنی خلق ہے بعض نسخوں میں جو ”الحمد لله الذی انزل القرآن“ ہے یہ عبارت مصنف کی نہیں بلکہ دوسرے لوگوں کی طرف سے اصلاح ہے۔ نام تحریر نے کشاف کے جتنے جتنے مقامات کا مطالعہ کیا ہے اور لا بیری میں محفوظ ہے۔

لطیفہ عجیبہ..... کہتے ہیں کہ محی السنہ امام غزالی مفتی الثقلین تھے ایک روز انہوں نے جنات سے حواشیات کی بابت دریافت کیا جنات نے کہا کہ علامہ زحشری قرآن پاک کی تفسیر لکھ رہے ہیں اور نصف کے قریب پہنچ چکے ہیں امام غزالی نے تفسیر منگوائی اور پوری نقل کروا کر اصل نسخہ جنات کے ذریعہ واپس کرادیا، جب امام زحشری موصوف کے یہاں آئے تو آپ نے زحشری کو کتاب دکھائی زحشری کتاب دیکھ کر حیران رہ گئے اور سوچنے لگے کہ اگر میں یہ کہوں کہ کتاب میری ہے

تو یہاں کیسے آئی جبکہ میں نے اس کو اس طرح محفوظ رکھا تھا کہ کسی کو اس کی اطلاع بھی نہیں اور اگر یہ کہوں کہ کسی دوسرے کی ہے تو لفظ معلیٰ رضاء ترتیباً تا کثیر تو اردو عقلاً محال ہے زنجیری کی اس حیرت کو دیکھ کر امام غزالی نے کہا کہ یہ ممکن ہی نہیں ہے کتاب ہے میں نے جنات کے ذریعہ منگوائی ہے زنجیری جنات کے قائل نہ تھے لیکن اس مجلس میں قائل ہو گئے۔

۳۔ اساس البلاغۃ کشف کی طرح یہ بھی حقائق و قائل فن سے لبریز ہے۔ ۴۔ الفائق یہ علم غریب الحدیث میں ہے اس کی تصنیف سے فراغت ماہ ربیع الآخر ۵۱۶ھ میں ہوئی ہے راقم الحروف کے پاس ہے اور اکثر مطالعہ میں رہتی ہے۔ ۵۔ المفرد۔

۶۔ الحاجة بالمسائل الخویۃ۔ ۷۔ ربیع الا برار و نصوص الاخبار۔ ۸۔ اسامی الرواق۔ ۹۔ النصائح الکبار۔ ۱۰۔ النصائح الصغار۔

۱۱۔ صناعۃ الناشد۔ ۱۲۔ الرائض فی الفرائض، ۱۳۔ الانموذج۔ ۱۴۔ رؤس المسائل۔ ۱۵۔ شرح ابیات سیبویہ۔ ۱۶۔ المستقصى فی امثال العرب، ۱۷۔ صمیم العربیہ۔ ۱۸۔ سوار الامثال، ۱۹۔ دیوان التلیل، ۲۰۔ شقائق السمان فی حقائق السمان، ۲۱۔ شافی النعمی من کلام الشافعی، ۲۲۔ المقسطاس، ۲۳۔ معجم الحدود، ۲۴۔ المنہاج، ۲۵۔ مقدمۃ الادب، ۲۶۔ دیوان الرسائل، ۲۷۔ دیوان الشعر، ۲۸۔ الرسالة الناصحۃ، ۲۹۔ الامالی، ۳۰۔ اطواق الذهب، ۳۱۔ شرح مشکلات المفصل، ۳۲۔ الکلم النواہج، اس کا تھوڑا سا نمونہ درج ذیل ہے قال المرض والحاجة خطبان امر من نفع الخطبان، كما يحدث بين الخبيثين ابن لا يوبن القوت والدم يخرج منهما اللبن، الامين آمن والخائن حائن السوقية والكلاب السلوقية سواء حجج الموحدين لاتدحض بشبه المشبه كيف يضع مارفع ابراهيم ابرهه كم احدث بك الزمان امرا امرا كمالم يزل يضرب زيد عمرا ماقدع السفیه بمثل الاعراض وما اطلق عنانه بمثل الاعراض محك الموده والا خاء حال الشدة دون حال الرخاء، من ارسل نفسه مع الهوى، فقد هوى فى ابعد الهوى، استغنم تنفس الاجل، وامكان العمل واقطع ذكر المعازير والعلل، فانك فى اجل محدود، د عمر غير مملود، الجودو الحلم حاتمى و احنفى والدين والعلم حنفى وحنفى اذا حصلتك ياقوت هان على الدر واليا قوت مامنع قول الناصح ان يروك وهو الذى بنصح خروك اتل على كل من وزر كلا لا وزر.

(۱۱۵) صاحب المجتبی

نام و نسب..... ابو بکر محمد بن الحسن بن درید بن عثماییہ بن حنتم بن الحسن بن حمای بن جردین واسع بن وہب بصری آپ کے اجداد میں حمای سب سے پہلے مشرف باسلام ہوئے یہ ان ستر آدمیوں میں سے تھے جو رسول اکرم ﷺ کے وصال کی خبر سن کر عمان سعیدینہ منورہ گئے تھے۔

سنہ پیدائش اور تحصیل علم..... آپ ۲۲۳ھ میں بصرہ میں پیدا ہوئے اور یہیں پرورش پائی، ابو حاتم مجتبیٰ ابو الفضل عباس بن الفرخ نحوی عبد الرحمن بن عبد اللہ (ابن اخ الاصمعی) ابو عثمان سعید بن ہارون اشناندانی جیسے مشہور حضرات سے علم کی دولت کمائی اور آپ سے ابو الفرخ اصہبانی ابو سعید سیرانی ابو علی قالی جیسے بلند پایہ ائمہ لغت و ادب نے علم حاصل کیا۔

عام حالات زندگی..... تحصیل علوم کے بعد زنگیوں کے فتنہ میں بصرہ چھوڑ کر عمان چلے گئے اور یہاں بارہ برس رہ کر دیہاتی عربوں سے عربی اور شاعری کی معلومات بہم پہنچائیں اور پھر بصرہ واپس آ گئے اس کے بعد شاہ بن میکال اور اس کے بیٹے سے طلب اعانت کیلئے ایران چلے گئے جو ایران کا گورنر تھا اسی کیلئے آپ نے کتاب جمہرۃ اللغۃ تصنیف کی اور اپنے قصیدہ ”مقصودہ“ کے ذریعہ اس کی مدح کی اس نے آپ کی قدر افزائی کرتے ہوئے سرکاری دفاتر کا افسر اعلیٰ مقرر کر دیا چنانچہ حکومت ایران کی جس قدر بھی ڈاک نکلتی وہ آپ کے مشورہ اور دستخط سے نکلتی تھی جب میکال کے بیٹوں کو گورنری سے برطرف کر دیا گیا تو وہ خراسان چلے گئے اور ابن درید ۳۰۸ھ میں بغداد آ گئے یہاں وزیر علی بن فرات نے آپ کا نہایت اعزاز و احترام سے استقبال کیا اور انعامات سے نوازا جب خلیفہ مقتدر باللہ کو آپ کے علمی بلند مرتبہ کا علم ہوا تو اس نے پچاس دینار ماہانہ وظیفہ

مقرر کر دیا تاکہ آپ معاشی تنگ و دو سے مطمئن ہو کر علمی کام جاری رکھ سکیں چنانچہ یہ وظیفہ آپ کی حیات تک جاری رہا۔ اخلاق و عادات..... ابن درید موسیقی اور آلات طرب کا بڑا دلدادہ، شراب کا عادی دولت کا دشمن کھیل کود عطیوں و بخششوں پر مال بہت صرف کرنے والا تھا، بایں ہمہ لغت و ادب اور انساب میں چوٹی کا عالم مانا جاتا ہے۔ علمی مقام اور قوت حافظہ..... خطیب بغدادی ان لوگوں سے جنہوں نے ابن درید کو دیکھا ہے روایت کرتے ہیں کہ وہ بے حد قوی الحافظ تھے سر زمین عرب میں ان سے بڑھ کر حافظہ والا کسی کو نہیں دیکھا گیا آپ کے حافظہ کا یہ عالم تھا کہ آپ کے سامنے دو ادین پڑھے جاتے اور وہ آپ کو ازبر ہو جاتے تھے ابو الطیب لغوی نے ”مراتب الخوین میں ان کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔

هو الذي انتهت اليه لغة البصريين و كان احفظ الناس و اومعهم علما و اقدرهم على الشعر و ما ازدهم العلم و الشعر في صدر احد ما ازدهما في صدر ابن دريد.
بصريوں کا لغت آپ ہی پر منتہی تھا لوگوں میں سب سے زیادہ حفظ اور علم والے تھے شعر گوئی پر بہت قدرت رکھتے تھے ابن درید کے سینے میں علم اور شعر کا ایسا ہجوم تھا جو کسی میں نہ تھا۔ حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔

انه كان راسا في الادب يضرب المثل بحفظه هو اشعر العلماء و اعلم الشعراء.
آپ علم ادب کے سر خیل قوت حافظہ میں ضرب مثل اور علما و شعراء میں سب سے بڑھ کر علم و شعور رکھتے تھے۔ علامہ مسعودی مروج الذهب میں لکھتے ہیں

انه كان ببغداد ممن برع في زماننا هذا في الشعر و انتهى في اللغة و قام مقام الخليل بن احمد فيها و اورد اشياء في اللغة لم توجد في كتب المتقدمين.

آپ ہمارے زمانہ میں بغداد کے شعراء ماہرین میں سے تھے لغت آپ ہی پر منتہی تھا اور اس فن میں خلیل بن احمد نحوی کے ہم پلہ تھے لغت میں ایسے نوادر ذکر کئے ہیں جن سے متقدمین کی کتابیں خالی ہیں۔ ابن درید کی شاعری..... بھی نہایت ٹھوس شیریں اور خوشگوار ہے جو اس کی قادر الکلامی اور طبیعت کی جولانی پر دال ہے اس کا بہترین حصہ مقصورہ ہے جس میں دو سو انتیس اشعار ہیں جن میں عربوں کے بہت سے واقعات ضرب الامثال اور حکیمانہ اقوال جمع کر دیئے ہیں اس کا مطلع یہ ہے طرة صبح تحت اذيال الدجى والشتعل المبيض في مسوده مثل اشتعال النار في جنول الغضا

تصانيف..... آپ نے بہت سی مفید اور نفع بخش کتابیں لکھی ہیں جیسے المجتبى الامالى، السراج والجام اشتقاق اسماء القبائل، المقتبس، المقصور والممدود، غريب القرآن، تقويم اللسان، كتاب الملاحن، كتاب انجيل الكبير، كتاب انجيل الصغير، كتاب الانواء، كتاب السلاح، كتاب المطر كتاب ادب الكتاب وغيره۔

وفات..... نوے سال کی عمر میں آپ پر فاج گرا علاج کے بعد صحت یاب ہو گئے ایک سال کے بعد پھر فاج گرا اور اسی میں کمزور ہوتے چلے گئے یہاں تک کہ ۸ شعبان ۳۲۱ھ میں بدھ کے روز بغداد میں وفات پائی اور مقبرہ عباسیہ میں مدفون ہوئے فقہ اللغہ کے پیش لفظ میں ہے کہ ابن درید اور ابو ہاشم جبائی نے ایک ہی دن وفات پائی اور مقبرہ خیزران میں مدفون ہوئے لوگوں نے ان کے انتقال پر کہا ”مات علم اللغة والكلام بموت ابن دريده الجبائي . ورثاه حبطة فقال.

فقدت بابن دريد كل منفعة
لما غدا ثالث الاحجار والتراب
قد كنت ابكى لفقد الجود آونة
نصرت ابكى لفقد الجود و الادب له

(۱۱۶) صاحب دول العرب

محمد طلعت پاشا بن حسن بن محمد حرب قاہری۔ آپ قاہرہ میں ۱۲۹۲ھ میں پیدا ہوئے اور مصر میں اقتصادیات کے لیڈر رہے قاہرہ میں ۱۸۸۹ء میں لاکی ڈگری حاصل کی پھر مترجم ہوئے اس کے بعد بعض کمپنیوں کے منتظم ہو گئے پھر ۱۹۰۹ء میں تعاون مالی کی کمپنی قائم کی۔

آپ کی شہرت ایک رسالہ سے ہوئی جس میں آپ نے قتال السوئیس کی کمپنی کے امتیاز کا مسئلہ ۱۹۱۰ء میں اٹھایا تھا پھر اسی سال ایک مصری بینک قائم کرنے کی اسکیم چلائی، بڑی بڑی مخالفتوں کے بعد یہ اسکیم بھی کامیاب ہوئی اور بینک قائم ہو گیا۔

آپ نے بہت سی کتابیں اور رسائل لکھے جن میں سے ”تاریخ دول العرب والاسلام“ مشہور و معروف اور شامل نصاب ہے اس کے علاوہ البراہین البینات علی تعلیم البنات علاج مصر اقتصاد کی کلمۃ الحق علی الاسلام فصل الخطاب فی المرأة والحجاب، خطب طلعت الحرب (تین جلدوں میں) مکتبہ مصر الجدیدہ تصنیف کیں آپ نے قاہرہ میں ۱۳۶۰ھ مطابق ۱۹۴۱ء میں وفات پائی۔ ۱

(۱۱۷) صاحب محیط الدائرہ

ڈاکٹر کرنیلوس فنڈیک الامیریکانی آپ لندن فی الاصل ہیں ائمال ولایت نیویارک کی بستی کندر ہوگ میں ۱۲۲۳ھ میں پیدا ہوئے اور علم طب، صیدلہ، ریاضیات، اور لغات قدیمہ وغیرہ میں مہارت حاصل کی اور دیار سوریه کے طبیب منتخب ہوئے پھر بیروت آئے اور یہاں عربیت میں مہارت تامہ پیدا کی نیز بطرس بستانی کی معیت میں عیہ لبنان میں ایک مدرسہ قائم کیا اور بیروت کے کلبہ امریکہ میں تعلیم کے متولی بھی رہے آپ نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں جن میں سے محیط الدائرہ فی علمی العروض والقافیہ اصول الباثولوجیۃ الداخليہ، اصول علم الہیۃ المرأة ابو فتیہ فی الکمرہ الارضیہ الروضۃ الزہریہ فی الاصول الجبریہ قابل ذکر ہیں۔ آپ نے بیروت میں ۱۳۱۳ھ میں وفات پائی۔ ۲

(۱۱۸) صاحب فقہ اللغۃ

نام و نسب اور سن پیدائش..... ابو منصور کنیت عبد المالك نام والد کانام محمد اور دادا کانام اسماعیل ہے نسبت میں ثعالبی کہلاتے ہیں جس کی بابت علامہ ابن خلکان نے لکھا ہے کہ یہ لومڑیوں کی چرم دوزی کی صنعت کی طرف نسبت ہے چونکہ موصوف اس کی پوشین وغیرہ بناتے تھے اس لئے ثعالبی کے ساتھ مشہور ہو گئے امام ثعالبی ۳۵۰ھ میں پیدا ہوئے اور ابو بکر خوارزمی وغیرہ سے انہوں نے علم حاصل کیا۔

علمی مقام..... آپ اپنے وقت کے امام بلند پایہ ادیب اور صاحب قلم عالم تھے علامہ ابن بشام صاحب ذخیرہ آپ کے حق میں رقم طراز ہیں کان فی وقته راعی تلعات العلم و جامع اشتات النثر و النظم راس المؤلفین فی زمانہ و امام المصنفین بحکم اقراند۔ ”اسی طرح امام باخرزی آپ کے متعلق لکھتے ہیں:- ان الثعالبی هو جاحظ نيسابور وزبدة الاحقاب والد هور لم تر العيون مثله ولا انكر الاعيان فضله۔

شعر و شاعری..... موصوف بہت اچھے شاعر بھی تھے ابن خلکان وغیرہ نے ان کے بہت سے اشعار نقل کئے ہیں۔ فمن

ذالك ما كتبه انى الامير ابى لفضل الميكالى

لك فى المفاحر معجزات جمه. ابدا لغيرك فى الورى لم تجمع
شعر الوليد و حسن لفظ الاصمعى. كالنور او كالبحر او كالبدرداد

وتزل الصابى يزين علوه. خط ابن مقتلة ذوالمحل للارفع

وافى الكريم بعيد فقر مدقع. واذا تفتق نور شعرك ناضرا

ارجلت فرسان الكلام ورضت افراس البديع وانت امجد مبدع

ونقشت فى فص الزمان بدائعنا. تترى يا ثار الربيع الممرع

رحلت ووفات..... آپ نے اسی برس کی عمر پا کر ۴۳۰ھ میں وفات پائی۔

تصنیفات..... امام ثعالبی نے طبقات الامم، سحر البلاغہ، سر العربیہ، من غاب عن المطر، مونس الوحید، بروالا کباد، المنہج، التمثیل، المحاضرہ، النہایۃ فی الکنایۃ اور ثمار القلوب وغیرہ بہت سی کتابیں تصنیف کیں لیکن دو کتابیں قابل ذکر ہیں اول فقہ اللغۃ جو تیس ابواب اور پانچ سو چون فصلوں پر مشتمل ہے بایں تفصیل کہ باب ۱ میں ۴ ابواب ۲ میں ۵ ابواب ۳ میں ۳ ابواب ۴ میں ۳ ابواب ۵ میں ۱۰ ابواب ۶ میں ۸ ابواب ۷ میں ۱۰ ابواب ۸ میں ۱۰ ابواب ۹ میں ۸ ابواب ۱۰ میں ۱۰ ابواب ۱۱ میں ۱۰ ابواب ۱۲ میں ۱۲ ابواب ۱۳ میں ۲۹ ابواب ۱۴ میں ۷ ابواب ۱۵ میں ۷ ابواب ۱۶ میں ۲۴ ابواب ۱۷ میں ۵ ابواب ۱۸ میں ۳۵ ابواب ۱۹ میں ۲۳ ابواب ۲۰ میں ۲۳ ابواب ۲۱ میں ۴ ابواب ۲۲ میں ۲۶ ابواب ۲۳ میں ۳۹ ابواب ۲۴ میں ۷ ابواب ۲۵ میں ۸ ابواب ۲۶ میں ۷ ابواب ۲۷ میں ۳ ابواب ۲۸ میں ۹ ابواب ۲۹ میں ۵ ابواب اور ۳۰ میں ۲۹ فصلیں ہیں۔

موصوف نے اس کتاب کو جن حضرات کے علوم سے مرتب کیا ہے وہ یہ ہیں: ابو عبد اللہ محمد بن زیاد الکوفی۔ ابن الاعرابی م ۲۳۲ھ، ابو الفتح عثمان بن جنى م ۳۹۲ھ، ابو عبد اللہ حسن بن خالویہ لغوی م ۳۷۰ھ، ابو بکر محمد بن درید م ۳۲۱ھ، ابو یوسف یعقوب بن السکیت م ۲۴۴ھ، ابو الحسن نصر بن شميل نحوی م ۲۰۳ھ، ابو الحسن احمد بن فارس بن زکریا م ۳۹۰ھ، ابو محمد عبد اللہ بن مسلمہ بن قتیہ م ۲۷۰ھ، ابو المنذر ہشام بن ابی النصر محمد بن السائب کلبی م ۲۰۴ھ، ابو تراب عسکر بن الحسن غشی م ۲۴۵ھ، ابو زید سعید بن اوس م ۲۱۵ھ، ابو عبیدہ قاسم بن سلام م ۲۲۲ھ، ابو عبیدہ معمر بن السثنی م ۲۱۰ھ، ابو عمرو بن العلاء م ۱۵۷ھ، ابو عمرو اسحاق بن مرار م ۲۰۶ھ، ابو البشیم رازی م ۲۲۲ھ، ابو منصور محمد بن احمد ازہری م ۳۷۰ھ، ابو سعید عبد الملک الاصمعی م ۲۱۶ھ، ابو العباس ثعلب احمد بن یحیی بن زید بن سيار شیبانی م ۲۹۱ھ، ابو نصر اسماعیل بن احمد الجوهري م ۳۹۳ھ، ابو محرز خلف بن حیان م ۱۸۷ھ، عبد الرحمن خلیل بن احمد م ۷۴ھ، ابو بکر محمد بن عباس خوارزمی م ۳۸۳ھ، زجاج م ۳۱۱ھ، سلمہ م ۲۴۰ھ، سیبویہ م ۱۶۱ھ، سیرافی م ۳۶۸ھ، ابو القاسم الصاحب م ۳۸۵ھ، عمارہ بن عقیل م ۲۹۳ھ، ابو ذکریا یحیی بن زیاد الفراء م ۲۰۷ھ، ابو الحسن علی بن حمزہ الکسائی م ۱۸۹ھ، ابو الحسن علی بن حازم اللخانی م ۲۱۵ھ، ابو القص محمد بن عبد الملک اسدی م ۱۶۹ھ، ابو الحارث لیث بن سعد م ۱۶۵ھ، ابو العباس محمد بن زیاد المبردم م ۲۸۵ھ، ابو عبد الرحمن مقفل بن احمد الضبی م ۲۲۰ھ، ابو فید مورج بن عمرو السدوسی ۱۹۵ھ۔

امام ثعالبی کی دوسری قابل ذکر کتاب ”یتمیۃ الدہری فی محاسن اہل العصر“ ہے جو کتب ادبیہ میں احسن اور اکمل کتاب مانی گئی ہے ابو الفتوح نصر اللہ بن قلاؤس اسکندری نے اس کی بابت کہا ہے۔

ابیات اشعار الیتیمہ. ابکار افکار قدیمہ

یہ کتاب چار قسموں پر منقسم ہے قسم اول آل حمد ان کے اشعار اور ان کے شعراء وغیرہ کے محاسن میں ہے اور قسم دوم اہل عراق کے اشعار اور انشاء دولت و ملیہ کے محاسن میں قسم سوم اہل جبال فارس جر جان اور طبرستان کے اشعار کے محاسن میں قسم چہارم اہل خراسان و ماور النہر کے محاسن میں ہے۔

(۱۱۹) صاحب الوجیزہ

علامہ بہاء الدین محمد بن حسین عالمی کی تصنیف ہے جن کے حالات ”تشریح الافلاک“ کے ذیل میں گزر چکے۔

(۱۲۰) صاحب تاریخ الاسلام

محی الدین بن احمد بن اہل سیم الحیاط آپ ماہ رجب ۱۲۹۲ھ مطابق ۱۸۷۵ء میں لبنان کے صیدانامی مقام میں پیدا ہوئے ہیں نشوونما پائی اور جمعیتہ المقاصد الخیریہ میں تعلیم پائی یوسف سر اور ابراہیم احدب وغیرہ سے اخذ علوم کیا فراغت کے بعد صیدا کے بغض مدارس میں معلم ہو گئے آپ بہترین صاحب قلم و صاحب زبان ادیب و شاعر اور بلند پایہ مورخ تھے جریدہ اقبال و جریدہ بیروت وغیرہ میں آپ کے بہت سے مضامین و مقالات شائع ہوتے رہے ہیں دروس القراءۃ، دروس الصرف والنحو، دروس تاریخ الاسلامی، دروس الفقہ اور تفسیر الغریب من دیوان ابی تمام وغیرہ کتابیں آپ کی یادگار ہیں شرح نہج البلاغۃ (للشیخ محمد عبدہ) پر تعلیق بھی لکھی ہے آپ کے اشعار میں بڑی جاذبیت پائی جاتی ہے مگر افسوس کہ وہ دیوان کی شکل میں مرتب نہیں ہو سکے آپ نے ۱۳ جمادی الاول ۱۳۳۲ھ مطابق ۱۹۱۳ء میں بیروت میں وفات پائی۔ ۱

(۱۲۱) صاحب جوہرہ نیرہ

ابو بکر بن علی بن محمد المعروف بالجدادی العبادی الزبیدی وادی زبید نامی گاؤں کے رہنے والے تھے اور فقہ حنفیہ کے زبردست فقیہ، ملا علی قاری نے ”طبقات الحنفیہ“ میں ان کے متعلق لکھا ہے۔

كان عالما عاملا ناسكا فاضلا زاهدا كان يقرب في كل يوم خمسة عشر درسا
آپ عالم باعمل فاضل بے بدل اور بڑے متقی و پرہیزگار تھے ہر روز پندرہ کتابوں کا درس دیتے تھے۔
علامہ صدی فرماتے ہیں کہ آپ نے حنفی مسلک میں بہت عمدہ اور جلیل القدر کتابیں تصنیف کی ہیں آپ کی تصنیفات کل بیس جلدوں میں بتائی جاتی ہیں جن میں سے قابل ذکر کتابیں یہ ہیں۔
۱۔ السراج الوہاج الموضح لكل طالب محتاج، یہ کتاب قدوری کی شرح ہے جو آٹھ جلدوں میں بتائی جاتی ہے مگر علامہ برکلی نے اس کو کتب ضعیفہ غیر معتبرہ میں سے شمار کیا ہے ۲۔ الجوہرۃ النیرۃ یہ شرح مذکور کا اختصار ہے اور شرح سے بہتر ہے ۳۔ سراج الکلام یہ منظومۃ الہامی کی شرح ہے ۴۔ کشف التنزیل یہ علم تفسیر میں ہے جو آج کل تفسیر حدادی کے نام سے مشہور ہے آپ نے ۸۰۰ھ کے حدود میں وفات پائی۔ ۲

(۱۲۲) صاحب شرایع الاسلام

ابو القاسم جعفر بن حسن بن یحییٰ بن حسن بن سعید الہذلی آپ ۶۰۲ھ میں پیدا ہوئے اور محقق نجم الدین جلی کے ساتھ مشہور ہوئے۔ صاحب معجم نے ان کے متعلق لکھا ہے ”ہو متکلم عالم فقیہ، اصولی، ادیب ولہ نشر و نظم۔“
آپ کی تصانیف میں سے شرایع الاسلام فی مسائل الحلال والحرام، نہج الوصول الی معرفۃ علم الاصول، المسلك فی اصول الدین، نکت النہایۃ اور المعارج وغیرہ کتابیں مشہور ہیں۔ آپ نے ۶۷۶ھ میں وفات پائی۔ ۳

(۱۲۳) صاحب حکمت العین

علامہ نجم الدین قزوینی کا تہی کی تصنیف ہے جن کے حالات شمشہ کے ذیل میں گزر چکے ہیں۔

مصنفین کتب امتحان فاضل

اس کورس میں بعض کتابیں درس نظامی کی ہیں اور اکثر اس کے علاوہ مشترک کتابیں یہ ہیں۔
سبعہ معلقہ، مقامات حریری، دیوان حماسہ، حسامی، توضیح تلوتح، حجتہ اللہ البالغہ، حمد اللہ، قاضی مبارک، ہدایہ آخرین
صدر، شمس بازغہ، کلیات وحیات قانون، شرح اسباب، بیضاوی، ترمذی بخاری شریف ان کے مصنفین کے حالات ان
کتابوں کے ذیل میں گزر چکے۔

غیر مشترک کتابیں یہ ہیں :

الکامل، البیان والتبین، سنج البلاغہ، مغنی اللہیت، مفتاح العلوم، نقم الشعر، محاضرات تاریخ الامم الاسلامیہ تاریخ
تمدن الاسلامی، تاریخ آداب اللغۃ العربیہ، مقدمہ ابن الصلاح، ہدایۃ المجتہد، منہاج الاصول، سیرۃ ابن ہشام، تاریخ
التشریع الاسلامی، محصل، الملل والنحل، کتاب المعبر، شرح اشعار، شرح مواقف، شرح تجرید، رسالہ قشیریہ، ادب
الکاتب، الاتقان، مجمع البیان، معالم الاصول، غلل اشراعی، عروج الذہب، الدیوان، شرح حکمت الاشراق

(۱۲۴) صاحب الکامل

نام و نسب اور تحصیل علم..... ابو العباس محمد بن یزید بن عبد الکبر المبرد اذدی بصری، آپ ۲۱۰ھ میں پیدا ہوئے اور
امام کسائی، ابو عمرو جرمی، ابو عثمان مازنی، ابو حاتم سجستانی وغیرہ سے شرف تلمذ حاصل کیا لیکن اساتذہ میں مازنی کو زیادہ مانتے
تھے موصوف نے کتاب سیبویہ ابو عمرو جرمی سے شروع کی اور مازنی سے فاتحہ فراغ پڑھا آپ سے اسماعیل صفار لمخطویہ اور
صولی وغیرہ نے روایت کی ہے۔

علمی مقام..... آپ اپنے دور میں نحو و صرف، فصاحت و بلاغت اور عربیت میں بغداد کے امام تھے طاش کبری زادہ نے
لکھا ہے۔

کان ابو العباس مبرد امام العربیہ ببغداد فی زمانہ و کان فصیحا بلیغا مغو ہائقة اخبار یا علامۃ صاحب نو
ادر وظرافۃ۔

ابو العباس مبرد اپنے زمانہ میں بغداد میں عربیت کا امام تھا اور فصیح و بلیغ زبان اور خطیب ثقہ اخباری علامہ اور نوادرو
ظرافت والا تھا۔

مولانا عبد العلی چنوری ثمرات الحیاء میں لکھتے ہیں :

ابو العباس محمد بن یزید کان شیخ اهل النحو و العربیۃ والیہ انتہی علمہما بعد طبقۃ ابی عمرو الجرمی و ابی
عثمان المازنی۔

ابو العباس محمد بن یزید نحویوں اور ادیبوں کا استاد تھا اور ابو عمرو جرمی اور ابو عثمان مازنی کے طبقہ کے بعد ان دونوں علوم
میں سب سے آگے تھا۔

میرد لقب کے ساتھ ملقب ہونے کی وجہ..... علامہ مازنی نے جب ”کتاب الالف واللام“ تصنیف کیا تو انہوں نے میرد سے اپنی کتاب کی بعض باریک اور مشکل چیزیں دریافت کیں میرد نے ان کا برجستہ اور نہایت عمدہ جواب دیا۔ اس پر مازنی نے کہا تم فانت المیرد (اٹھ تو حق کو ثابت کرنے والا ہے) اسی وقت سے آپ کو میرد کہا جانے لگا۔ یہ لفظ اصل میں میرد (بکسر پاء) ہے جو باب تفعیل کا اسم فاعل ہے لیکن کو فیوں نے اس میں تغیر کر کے راء کو فتح دے دیا۔ میرد اور ثعلب..... علامہ سیرانی فرماتے ہیں کہ میرد اور ثعلب کے درمیان بڑی کشیدگی اور منافرت رہا کرتی تھی اور آپ ہمیشہ ثعلب سے مناظرہ کی تاک میں رہتے تھے مگر ملاقات کا اتفاق نہ ہوتا تھا کسی کا شعر ہے۔

عسیر کانا ثعلب و میرد

فابدا ننافی بلدة والتقاء نا

ہمارے اجسام ایک شہر میں ہیں اس کے باوجود ہمارا ملنا دھڑا ہے ہمارا حال ثعلب اور میرد کی طرح ہو گیا۔ اس میں شک نہیں کہ میرد اور ثعلب دونوں چوٹی کے ادیب تھے جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے۔

تجد عند هذين علم الوری

ایا طالب العلم لا تجهلن. وعذبا المیرد او ثعلب

بهذين فی الشرق والمغرب

فلانك كالجمل الاجرب. علوم الخلائق مقرونة

لیکن اہل علم کے نزدیک میرد کو ثعلب پر بدرجہا ترجیح تھی میرد فصیح و بلیغ، لطیف و ظریف بھی تھے یہ اوصاف ثعلب میں کہاں پھر میرد کے مقابلہ میں ثعلب کب آسکتے تھے ایک مرتبہ ثعلب نے میرد کو برے الفاظ سے یاد کیا میرد کو اس کی اطلاع ہوئی تو میرد نے یہ شعر پڑھا۔

قلبه ملان منی. وفوادی منه خالی

رب من یعینہ حالی. وهو لا یجری ببالی

تصانیف..... میرد نے بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں جن میں سے الکامل بہت مشہور ہے اس کے علاوہ المقتضب الروضہ المقصور والمدود، اشتقاق القوانی، اعراب القرآن، نسب عدنان و قحطان، الرد علی سیبویہ، شرح شواہد الکتاب ضروری الشعر، العروض، ما تفرق لفظ و اختلف معناه، طبقات الخاء البصرین اس کی علمی یادگار ہیں۔ وفات..... میرد نے بغداد میں ۲۸۵ھ یا ۲۸۶ھ میں وفات پائی۔

(۱۲۵) صاحب البیان والتبیین

نام و نسب اور تحصیل علم..... ابو عثمان عمرو بن بحر بن محبوب الجاحظ البصری شیخ المعتزلہ، امام الادباء صاحب القلم لیث بن بکر بن عبد مناة بن کنانہ کی طرف منسوب ہو کر اپنی اور کنانی کہلاتے ہیں ان کی دونوں آنکھوں کی پتلیاں باہر کو نکلی ہوئی تھیں اس لئے ان کو جاحظ کہا جانے لگا کیونکہ عربی میں جوظ ابھرنے کے معنی میں آتا ہے موصوف بصرہ میں پیدا ہوئے اور وہیں پرورش پائی، اصمعی اور ابو عبیدہ جیسے لغت و روایت کے بلند پایہ علماء سے علم حاصل کیا اور ابو اسحاق نظام معزلی سے علم کلام میں سند حاصل کی۔

شوق مطالعہ..... کتب بنی کے بڑے شوقین تھے جو کتاب ہاتھ میں آتی اسے ختم کرنے اور اس کے جوہر کو پوری طرح اخذ کرنے سے قبل ہاتھ سے نہ چھوڑتے تھے کاتبوں اور کاغذ فروشوں کی دوکانیں کرایہ پر لیتے اور ان میں بیٹھ کر مطالعہ میں مصروف رہتے تھے۔

عام حالات زندگی..... ان کی عمر کا بیشتر حصہ بے فکری و آسودگی کے ساتھ پیدائشی وطن بصرہ میں رہ کر تصنیف و تالیف میں گذر اخطوط و رسائل اور تصانیف کی وجہ سے گورنروں میں مقبول اور شہر کے باعزت لوگوں میں معزز رہے پھر

مامون معصم واثق اور متوکل کے زمانوں میں تلاش معاش کیلئے بغداد کا سفر کرتے رہے ان کے بعد محمد بن عبد الملک کی تینوں وزارتوں کے زمانہ میں آپ انہیں کے ہو رہے۔

اخلاق و عادات..... جاحظ طنز و مزاح کے خوگر، مروجہ رسومات و آداب کی ہنسی اڑانے کے عادی تھے تاہم نہایت سلیم الطبع زندہ دل شگفتہ مزاج، ظریف اور اپنے دوستوں کے سچے ہمدرد تھے۔

مسلک..... امام جاحظ مسلک نظام معتزلی کے ہم خیال تھے اور اپنی تحریروں میں بھی معتزلہ کے مذہب کی حمایت کرتے تھے عقیدہ توحید میں انہوں نے تمام متکلمین کو چھوڑ کر اپنا ایک جداگانہ مسلک ایجاد کیا جس کی بہت سے متکلمین نے تائید کی جن کا نام جاحظیہ ہے دیگر علوم میں آپ دوسرے علماء کے ہم خیال رہے۔

شعر و شاعری..... سے بھی اچھا خاصا ذوق تھا لیکن ان کی شاعری میں نہ کوئی دل کشی ہے نہ جمال، شاعری میں ان کا رجحان پرانے طرز کی طرف ہے جدید تخلیقی اسلوب کی طرف نہیں اشعار بھی کم ہیں جو ان کے خطوط و مضامین اور تصانیف میں جا بجا بکھرے ہوئے ہیں مثلاً وزیر ابن عبد الملک کی شان میں کہے ہوئے اشعار۔

بداحین اثری لاخوانه. فضل منہم شباه العدم
و من کلامه

مشیت علی رسلی فکنت المقدما

فتبرم منقوضا و تنقص مبرما

لئن قدمت قبلی رجال فطالما

ولکن هذا الدهر تاتی صروفه

و قال فی مدح احمد بن ابی داؤد

وقد تسنمت ماتو عرمنه

وعند الحجاج در نثیر

وعویص من الامور بهیم. غامض الشخص مظلم مستور

بلسان یزینہ التجیر. مثل وشی البرود هلہله النسیج

حسن الصمت والمقاطع اما. النصت القوم والحديث يدور ثم من بعد لحظة تورث اليسر. و عرض مهذب موفور حلیم..... جاحظ ظاہری شکل و صورت کے لحاظ سے بے ڈول بدن، بد شکل و بد وضع قابل نفرت اور بد صورتی میں ضرب المثل تھا کسی نے ان کے بارے میں یہاں تک کہہ دیا ہے۔

ماکان الا دون مسخ الجاحظ

وهو القذی فی عین کل ملاحظ

لو بمسخ الخنزیر مسخا ثانیاً

رجل ینوب عن الجحیم بوجه

نیز ایک دفعہ کسی نے خلیفہ متوکل علی اللہ کو مشورہ دیا کہ آپ اپنے صاحبزادے کی تعلیم و تربیت کیلئے جاحظ کو مقرر کر دیجئے اس سے بہتر اتالیق نہیں مل سکتا چنانچہ متوکل نے ”سر من لہ رائے“ میں جاحظ کو بلوایا یہ حاضر دربار ہوئے تو خلیفہ ان کی بد صورتی اور فح منظر سے نہایت متعجب ہوا اور دس ہزار درہم دے کر واپس ہو جانے کا حکم دیدیا مگر یہ چیز قدرتی ہے جس میں آدمی معذور ہے۔

نگاریدہ دست تقدیر اوست

گرت صورت حال بد یا نکوست

علمی مقام..... حق تعالیٰ نے ان کو دولت علم سے بھی ایسا نوازا تھا کہ اپنے باطنی جوہر اور علمی و فنی فضل و کمالات کے لحاظ سے قابل رشک تھے۔

چو جال زروم بود گو تن از حبش می باش

چہ غم ز منقصت صورت اہل معنی را

نحو، ادب، معانی، بیان اور فصاحت و بلاغت کے امام اور علم کلام، تاریخ لغت میں ید طولی رکھتے تھے و فور علم، قوت استدلال، بحث کے تمام پہلوؤں پر احاطہ، مقابلہ میں شدت اور کلام کے دل نشین و بلیغ ہونے کے باعث اپنے تمام ساتھیوں

سے سبقت لے گئے تھے آپ ہی سب سے پہلے عربی عالم ہیں جنہوں نے سنجیدہ و مزاحیہ مضامین کی باہم آمیزش اور گفتگو کے موضوعات میں وسعت پیدا کی۔

تصانیف..... جاحظ کی تصنیفات دو سو سے زائد ہیں جو بقول ابن العمید لولا عقل لور ثانیاً ادب سکھاتی ہیں ان میں ہے ”البيان والتبيين“ ادب و انشاء اور خطابت میں ”کتاب الحيوان“ جو اپنے موضوع پر عربی زبان کی قدیم ترین کتاب ہے اور ”کتاب المحاسن والامم“ اور ”کتاب الخلاء“ اور اس کے مضامین و خطوط کے مجموعہ کے علاوہ کوئی کتاب شائع نہیں ہوئی ہے ان کے علاوہ چند دیگر تصانیف میں کتاب الاسماء والکنی والالقب والابناز کتاب الزرع والحلل فخر السودان علی البیضان کتاب العرجان الحاسد والبحسود۔ البیان والتبيين..... دنیائے ادب کی وہ عظیم الشان کتاب ہے جو ادب عربی کی شہرہ آفاق کتب اربعہ میں سے ایک ہے موصوف نے یہ کتاب صاحب سطوة و جاہ قاضی ابو عبد اللہ احمد بن ابی داء و دیادی کیلئے لکھی تھی جس کے صلہ میں قاضی نے پانچ ہزار اشرفیوں کا انعام دیا تھا۔

وفات..... اخیر عمر میں جاحظ پر فالج کا ایسا سخت حملہ ہوا کہ بدن کا نصف داہنا حصہ بے حد گرم رہتا تھا جس پر صندل اور کافور لگاتے تھے اور نصف بائیں حصہ ٹھنڈا رہتا تھا وہ خود کہتے تھے کہ میں اپنی بائیں جانب سے ایسا مفلوج ہوں کہ اگر فینچی سے میری کھال کاٹی جائے تو مجھے معلوم بھی نہ ہو گا اور دائیں جانب سے ایسا گرم رہتا ہوں کہ اگر مکھی بھی بیٹھ جائے تو ناقابل برداشت تکلیف ہونے لگتی ہے۔

آپ نے نوے برس سے کچھ زائد عمر پا کر اسی مرض میں بصرہ میں ماہ محرم ۲۵۵ھ میں وفات پائی۔ اے

(۱۲۶) صاحب نبج البلاغہ

نام و نسب اور پیدائش..... ابو الحسن محمد بن ابی احمد الحسین بن موسی بن محمد ابراہیم بن موسی کاظم بن جعفر صادق بن محمد باقر بن علی زین العابدین بن حسین رضی اللہ عنہ موسوی مشہور بشریف رضی۔ ۳۵۹ھ میں بغداد میں پلہ ہوئے اور اپنے باپ کی زیر نگرانی تربیت پائی۔

تحصیل علم اور عام حالات زندگی..... شریف رضی نے اپنے بچپن ہی میں علم حاصل کیا اور علم فقہ و فرائض میں کمال اور علم ادب میں مہارت و تفوق سے سرفرازی حاصل کی ابھی اس کی عمر دس برس سے کچھ ہی زیادہ ہوئی تھی کہ شاعری کرنے لگا۔ ۳۸۸ھ میں جب وہ تیس برس کا ہوا تھا تو اس نے طالبین کی ناقابت میں اپنے باپ کی جانشینی کی بعد ازاں وہ باقی ماندہ امور بھی اس کو تفویض کر دیئے گئے جو اس کا باپ انجام دیتا تھا یعنی مقدمات کے فیصلے کرنا اور لوگوں کو حج کرانا وغیرہ چنانچہ شریف رضی ایک مدت تک یہ فرائض انجام دیتا رہا تا آنکہ فاطمی علویوں کی طرف داری کے الزام میں خلیفہ قادر باللہ اس سے ناراض ہو گیا اور اسے ان فرائض کی انجام دہی سے برطرف کر دیا۔

اخلاق و عادات..... شریف رضی جو بڑا خوددار، بلند ہمت، نہایت غیور اور عفت ماب تھا کسی کا انعام و عطیہ قبول نہیں کرتا تھا اور ان چیزوں سے احتراز کرنے میں اتنا متشدد تھا کہ اس نے امیروں اور بادشاہوں کے وہ وظیفے اور انعامات بھی پس کر دیئے تھے جو اس کے باپ کو ملتے چلے آرہے تھے بنو بویہ نے بہت چاہا کہ وہ ان کے انعامات کو قبول کر لے لیکن وہ بھی کامیاب نہ ہو سکے۔

خود داری و غیوری..... ابو حامد محمد بن اسفرائینی شافعی نے نقل کیا ہے کہ میں ایک روز بمہاء الدولہ کے وزیر فخر الملک ابو غالب محمد بن خلف کے پاس بیٹھا کہ اچانک شریف رضی تشریف لے آئے تو وزیر موصوف نے آپ کی بہت تعظیم کی یہاں تک کہ جو کاغذات آپ کے زیر نظر تھے وہ بھی علیحدہ کر دیئے اور ان کی واپسی تک گفتگو میں مشغول رہے اس کے بعد ان کا

بھائی ابوالقاسم مرتضیٰ آیا تو وزیر موصوف شریف رضی کی تعظیم و تکریم کی طرح اس کے ساتھ پیش نہیں آیا۔ بے اعتنائی کے ساتھ اپنے کاغذات دیکھنے میں مشغول رہا اس پر میں نے کہا حضور! مرتضیٰ تو بہت بڑا فقیہ متکلم اور صاحبِ کلام ہے۔ بخلاف شریف رضی کے کہ وہ صرف ایک شاعر کی حیثیت رکھتا ہے وزیر نے کہا کہ مجلس برخواست ہونے پر بواب دروازہ چنانچہ جب مجلس برخواست ہو گئی اور میرے علاوہ کوئی نہیں رہا تو وزیر نے اپنے خادم سے کہا کہ وہ دو خط جو میں نے چند روز قبل تم کو دیئے تھے لے آؤ خادم نے وہ دونوں خط پیش کئے وزیر نے کہا کہ یہ مرتضیٰ کا خط ہے جو اس نے اپنے بچے کی پیدائش پر لکھا ہے میں نے اس سلسلہ میں اس کو ایک ہزار اشرفیاں بھجوائی تھیں کیونکہ اس موقع پر عموماً احباء کی طرف سے دایہ کو کچھ نہ کچھ پیش کیا جاتا ہے مگر اس نے اشرفیاں واپس کر دیں اور لکھا ہے کہ ہمارے یہاں تو اپنی ہی بوڑھی عورتیں اس کام کو انجام دے لیتی ہیں اور کچھ خرچ کی ضرورت پیش نہیں آتی بخلاف مرتضیٰ کے کہ ہم نے نہر عیسیٰ کی کھدائی کے سلسلہ میں اہل املاک پر صرفہ تقسیم کر دیا تھا اور مرتضیٰ کے حصہ میں صرف بیس درہم پڑے تھے جس پر اس نے ایک سو سطر میں انتہائی منت و سماجت کا خط لکھا ہے کہ مجھ سے یہ صرفہ ساقط کر دیا جائے اب تمہیں بتاؤ کہ عزت و احترام کے لائق کون ہے۔ فقلت رفیق اللہ الوزير! واللہ ما وضع الامر الا فی موضعہ ولا احلہ الا فی محلہ۔

شعر و شاعری..... میں رضی کا اسلوب قدیم شعراء سے مشابہ تھا بھاری بھر کم الفاظ پر شوکت معانی میں اس کی شاعری بختری کی شاعری سے زیادہ ملتی جلتی ہے تاہم فخر و حماسہ میں وہ اس پر بازی لے گیا اس کی شاعری میں ولید کی سی بے مغز شاعری اور مزاح بھی نہیں ہے۔ صاحبِ تیسیمہ الدہر امامِ ثعالبی کا قول ہے کہ ”یہ تمام بچھلے اور موجودہ طالبین میں سب سے عمدہ شاعر ہے باوجودیکہ ان میں بلند پایہ شعراء کی کثرت ہے اور اگر میں یہ بھی کہہ دوں کہ یہ قریش کا سب سے بڑا شاعر ہے تو بھی غلط بیانی نہ ہوگی اس کے بعد کہنا ہے کہ ”موجودہ دور کے شعراء میں مرثیہ نگاری پر اس سے زیادہ قادر مجھے کوئی شاعر نہیں ملتا۔

شاعری میں اس درجہ بلند مقام ہونے کے ساتھ ساتھ نثر نگاری میں بھی اسے بڑی مہارت حاصل تھی اور اگر یہ صحیح ہے کہ ”نہج البلاغہ“ میں اس کا بھی ہاتھ ہے تو کوئی مصنف یہ فیصلہ کرنے میں ذرا ہچکچاہٹ محسوس نہیں کر سکتا کہ وہ عربی زبان کا سب سے بڑا انشاء پرداز ہے۔

شریفی شاعری کا نمونہ..... شریف رضی نے قادر باللہ کی مدح میں جو قصیدہ کہا ہے اس کا نمونہ درج ذیل ہے اس قصیدہ میں مدح کا وہی اسلوب ہے جو متوکل کی مدح میں بختری کا ہے۔

لما سمت بك عزة مو موقه

نور علی اسرار و جھک مشرق

فی موقف تغضی العیون و جلالة

اسد علی نشزات غاب مطرق

مالوا اليك محبة فتجمعوا

لايستقل به السنان الازرق

وانا القريب اليك فيه و دونه

فی دوحه العلیاء لانتفرق

الا لخلافة ميز تك فانی. انا عاطل منها وانت مطوق

لله يوم اطلعتك به العلا. علما يزاو بالعیون و یرثق

كالشمس تبهر بالضياء وتومق. وبرزت فی بردالنبي وللهدی

وكان دارك جنة حصبا و ما الجادی او انما طها الاستباق

فيه و يعثر بالكلام المنطق. و كانما فوق السریر و قدسما

والناس امارا جمع متهيب. مما رانی او طالع متشوق

وراوا عليك مهابة فتفرقوا. و طعنت فی غرر الکلام بفیصل

و غرست فی جب القلوب مودة. تزكوا علی مر الزمان و تورق

لیدی عدوك طود عز اعنق. عطفًا امیر المومنین فاننا

ما بیننا يوم الفخار تفاوت. ابدا کلا نافی المعالی معرق

ومن غرر شعره قوله

ابدا ینزع عاشقا معشوق

رمت المعالی فامتعن ولم یزل

و صبرت حتی نلتھن و لم اقل

ضجرا دواء الفارک التطلق

وفات..... شریف رضی نے محرم ۴۰۴ھ میں (اور بقول بعض ۴۰۶ھ) میں انتقال کیا اور کرخ میں اپنے گھر کے اندر دفن کیا گیا نماز جنازہ وزیر فخر الملک ابو غالب نے پڑھائی وفات پر اس کے بھائی مرتضیٰ نے ذیل کے اشعار میں مرثیہ پڑھا۔

یا للرجال بفجعة جذمت یدی. دو دوت لو ذھبت علی براسی
مازلت اصدر وردھا حتی ات
فحسو تھافی بعض ما انا حاسی. ومطلتها ز منا فلما صممت
لم یشھا مطلبی و طول مکاسی

لله عمرک من قصیر طاھر. ولرب عمر طال بالا و ناس

اعجوبہ شریفہ..... علامہ ابن خلکان نے بعض فضلاء سے نقل کیا ہے کہ اس نے ایک مجموعہ میں دیکھا ہے کہ ایک ادیب ”سرمن رائے“ میں شریف رضی کے مکان پر گزر ا جو مردور لیا م کی وجہ سے نہایت خستہ ہو چکا تھا اور اس کی رونق ختم ہو چکی تھی البتہ کچھ نشانات باقی تھے جن سے اس کی رونق رفتہ کا اندازہ کیا جاسکتا تھا یہ شخص تعجب کی نظروں سے دیکھ رہا تھا اور شریف رضی کے یہ اشعار پڑھ رہا تھا۔

ولقد بکیت علی ربو عھم. وطلو لها بیدا لبلی نہب
فبکیت حتی ضج من لغب. نضوی ولج بعذلی الرکب

وتلفت عینی فمذ خفیت. عنی الطلول تلفت القلب

اسی اثناء میں وہاں ایک راہ گیر گزر اور اس نے پوچھا جانتے ہو یہ مکان کس کا ہے۔ اس نے کہا نہیں! راہ گیر نے کہا کہ یہ مکان اسی کا ہے جس کے تم پہ شعر پڑھ رہے ہو۔ فجب کلاہما من حسن الاتفاق۔

تصانیف..... موصوف نے معالی القراء کے موضوع پر ایک کتاب لکھی ہے جو اس کی نحوی و لغوی مہارت کے علاوہ اصول دین سے کمال واقفیت کا ثبوت پیش کرتی ہے دوسری تصنیف قرآن میں مجاز کے استعمال پر ہے اس کے مکاتیب کا ایک مجموعہ بھی ہے اور اس کے اشعار کو بہت سے لوگوں نے دیوان میں جمع کیا ہے سب سے بہتر مجموعہ ابو حکیم الحیری کا ہے جو چار ضخیم جلدوں میں ہے نیز اس کی ترتیب دی ہوئی کتاب ”نہج البلاغۃ“ ہے جس کو قرآن مجید کے بعد ادبی نقطہ نظر سے بلاغت و بیان میں ثانوی حیثیت حاصل ہے اس میں امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا کلام جمع کیا ہے اور اپنی وفات سے صرف چار سال (یا چھ سال) قبل یعنی ۴۰۰ھ میں اس جمع و تالیف سے فراغت پائی ہے جیسا کہ خود موصوف نے آخر کتاب میں اس کی تصریح کی ہے چونکہ اس کتاب میں صحابہ کرام کے خلاف دیدہ دلیری اور بدزبانی ہے نیز اس میں فلسفہ اخلاقیات اصول اجتماعیات، رقت و صف، تکلف صنعت و دامور ہیں جو اس دور کے مزاج اور اس زمانہ کی قوت سے بالاتر ہیں اس لئے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس کتاب کا بیشتر حصہ خود شریف کا بنایا ہوا ہے علامہ ذہبی میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں۔

من طالع کتاب نہج البلاغۃ جزم انه لکذب علی امیر المومنین.

جو شخص بھی نہج البلاغۃ کا مطالعہ کرے گا وہ یقیناً یہ کہے گا کہ یہ امیر المومنین پر افتراء اور جھوٹ ہے۔

پھر اس میں بھی اختلاف ہے کہ نہج البلاغۃ شریف رضی کی تصنیف ہے یا اس کے بھائی ابو القاسم علی بن حسین مشہور شریف مرتضیٰ مولود ۳۵۵ھ کی ہے جو نہایت بلند پایہ ادیب و شاعر اور صاحب قلم تھا مشہور مورخ ابن خلکان فرماتے ہیں ”کان الہامانی علم الکلام والادب والشعر“ کہ یہ علم کلام علم ادب اور فن شاعری میں اپنے دور کا امام تھا صاحب معجم لکھتے ہیں۔

کان الشریف المرتضیٰ اوحد اہل زمانہ فضلا و علما و کلاما و حدیثا و شعرا.

شریف مرتضیٰ علمی فضل و کمال بالخصوص عقائد و کلام اور حدیث و شعر گوئی میں اپنے زمانہ کا یکتا تھا

شریف مرتضیٰ شریف رضی کا بھائی تھا اور شیعہ مذہب رکھتا تھا یہ دونوں بھائی عربیت میں بہت مشہور تھے اور دونوں نے شیخ ابو عبد اللہ محمد بن محمد بن نعمان سے پڑھا تھا پڑھنے کے بعد ان کی ایسی شہرت ہوئی کہ دنیا بھر میں ان کے علم و ادب کی دھوم مچ گئی۔

اس نے اپنے مذہب کے مطابق بہت سی کتابیں لکھی ہیں جیسے الامالی جو غرور و الفوائد سے مشہور ہے الشہاب فی الشیب والشباب المسائل الناصریہ وغیرہ شریف مرتضیٰ نے اتوار کے دن ۲۵ ربیع الاول ۴۳۶ھ کو بغداد میں وفات پائی اور اپنے وطن عشیر میں لے مدفون ہوا۔

(۱۲۷) صاحب مغنی اللیب

ابو محمد جمال الدین عبداللہ بن یوسف بن احمد بن عبداللہ بن ہشام مصری نحوی انصاری شنبہ کے دن ۵ ذیقعدہ ۷۰۸ھ میں مصر میں پیدا ہوئے اور شہاب عبداللطیف بن المر حل ابن السراج تاج تبریزی اور تاج فاکہانی وغیرہ سے علوم حاصل کئے اور ابو حیان سے دیوان زہیر بن ابی سلمیٰ کو سنا۔ شیخ دجھونی کہتے ہیں کہ ابتداء میں آپ نے فقہ شافعی پڑھی پھر حنبلی مسلک اختیار کیا زندگی کے آخری ایام میں یعنی مرنے سے پانچ برس پہلے مختصر المزنی کو چار مہینے سے کم میں حفظ کیا جو آپ کی غیر معمولی قوت حافظہ پر بین دلیل ہے آپ علم نحو اور عربیت کے مشہور امام تھے طاش کبریٰ زادہ نے لکھا ہے۔

اتقن العربیہ ففاق الاقران بل الشیوخ
عربیت میں ایسی مہارت پیدا کی کہ ہم عمروں بلکہ استادوں پر فوقیت لے گئے۔
علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں

مازلنا ونحن بالمغرب نسمع انه ظهر بمصر عالم بالعربیہ یقال له ابن ہشام انحی من سیبویہ
مغرب میں ہم لوگ برابر یہ سنتے رہے کہ مصر میں ابن ہشام نامی ایک شخص پیدا ہوا ہے جو سیبویہ سے بھی زیادہ نحو جانتا ہے۔

آپ بڑے کثیر التصانیف تھے نحو کی مشہور کتاب شذور الذہب آپ ہی کی تصنیف ہے جس کی آپ نے خود شرح بھی کی ہے نحو میں یہ کتاب بہت عمدہ ہے مثالیں اکثر و بیشتر آیات قرآنی سے پیش کی ہیں اور اس سے زیادہ مشہور کتاب مغنی اللیب ہے جو فن نحو میں اپنی نظیر آپ سے دیگر تالیفات یہ ہیں۔ التوضیح علی الالفیہ۔ رفع الخاصہ (۴ جلد) عمدۃ الطالب فی تحقیق تعریف ابن الحاجب (۲ جلد) التحصیل والتفصیل کتاب القزیل والتکمیل۔ شرح التسهیل شرح الشواہد (کبریٰ) شرح الشواہد (صغریٰ) القواعد الکبریٰ، القواعد الصغریٰ، قطر الندی، شرح قطر الندی، الجامع الکبیر، الجامع الصغیر، شرح الملحد لابن حیان، شرح بانت سعاد، شرح قصیدہ بردہ، التذکرہ (۱۵ جلد) المسائل السفریہ۔

آپ نے ۵۳ برس کی عمر یا کر شب جمعہ ۵ ذیقعدہ ۷۶۱ھ میں وفات پائی۔ ۲

(۱۲۸) صاحب مفتاح العلوم

نام و نسب اور تحقیق نسبت..... سراج الدین ابو یعقوب یوسف بن ابی بکر محمد بن علی الغوارزمی السکاکی آپ کی نسبت میں اختلاف ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ شہر سکا کہ جو نیشاپور یا عراق یا یمن میں واقع ہے اس کی طرف منسوب ہیں لیکن یہ قول کچھ قرین قیاس نہیں کیونکہ ارتشاف میں ابو حیان سے متعدد جگہوں پر منقول ہے کہ آپ اہل خوارزم سے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سکا کہ آپ کے اجداد میں سے کسی کا نام ہے جیسا کہ ابو حیان نے ارتشاف میں ایک جگہ آپ کو ابن السکا کہ کے ساتھ تعبیر کیا ہے علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ یہ ان کے دادا کی نسبت ہے جو سونے چاندی کو ڈھال کر سکہ بنایا کرتے تھے۔

سنہ پیدائش و تحصیل علم..... آپ منگل کی شب میں ماہ جمادی الاولیٰ ۵۵۵ھ میں پیدا ہوئے اور علامہ سلیمان بن محمد حناطی محمود بن عبید اللہ بن صاعد مروزی، مختار بن محمود رازی جیسی بلند پایہ اور قابل ناز ہستیوں کے شرف تلمذ سے استفادہ اندوز ہوئے اور مختلف علوم میں کامل و سترس بہم پہنچائی چنانچہ آپ کو علم صرف علم نحو، علم بیان، علم عروض، علم شعر، علم منطق، علم فلسفہ، علم کلام، علم ادب، علم خواص الارض، علم تسخیر جن، علم اجرام سما، علم الکواکب فن طلسمات، فن سحر، فن سیما، جملہ علوم و فنون میں یدِ طولیٰ حاصل تھا، طاش کبریٰ زادہ لکھتے ہیں۔

کان علامہ بار عافی علوم شتی خصوصاً المعانی و البیان ولہ کتاب مفتاح العلوم

آپ مختلف علوم کے ماہر اور علامہ تھے بالخصوص معانی و بیان میں مفتاح العلوم آپ ہی کی تصنیف ہے۔

ایک عجیب قصہ..... علامہ غیاث الدین ہرودی صاحب حبیب السیر فی اخبار افراط البشر نے ان کے حالات میں ذکر کیا ہے کہ جب شاہ چغتائی خاں بن چنگیز خاں حاکم ماورالنہر و حدود خوارزم و کاشغر و بدخشاں و بلخ و غیرہ کو ان کے علمی فضائل و کمالات معلوم ہوئے تو اس نے آپ کو اپنا خاص انیس و جلیس بنالیا ایک مرتبہ آپ نے مرغ کو مسخر کر کے چغتائی خاں کے لشکر میں آگ بھڑکادی چغتائی خاں کا وزیر حبش اعمید ابتدا ہی سے آپ کے ساتھ حسد رکھتا تھا اس نے موقعہ کو غنیمت سمجھتے ہوئے شاد سے کہا کہ جب سرکا کی ایسی باتوں پر قادر ہے تو کچھ عجب نہیں کہ وہ آپ کی سلطنت پر قبضہ کرے شاد کے دماغ میں یہ بات اچھی طرح بیٹھ گئی اور اس نے آپ کو قید کرادیا۔

صحرا کو بھی نہ پایا بغض و حسد سے خالی ساکھو جلا ہے آیا کیا پھو! جو ڈھاک بن میں (آتش لکھنوی)

وفات..... چنانچہ تین سال قید خانہ میں رہ کر اوائل رجب ۶۲۶ھ میں آپ دنیا فانی سے رخصت ہو گئے۔

تصانیف..... آپ نے متعدد کتابیں تصنیف کیں جو نہایت مفید، نفع بخش، جامع اور ٹھوس ہیں آپ کی سب سے بڑی تصنیف مفتاح العلوم ہے جو اپنے موضوع پر اپنی نظیر آپ ہے حتیٰ کہ فیہ انہ لم یدر مثله فی الادا کل والاواخر حواشی مفتاح العلوم..... آپ کی یہ کتاب تین قسموں پر منقسم ہونے کے بعد بارہ علوم صرف ”نحو“ منطق عروض وغیرہ پر مشتمل ہے جس میں قسم ثالث علم بلاغت کیلئے مخصوص ہے۔

آپ کی اس کتاب پر مختلف اہل علم حضرات شیخ ناصر الدین ترمذی شمس الدین خطیبی خلخالی، عماد الدین کاشی قطب الدین شیرازی میر سید شریف جرجانی حسام الدین قاضی روم، شیخ تاج الدین تبریزی اور علامہ سعد الدین تفتازانی وغیرہ نے خامہ فرسائی کی ہے۔

(۱۲۹) صاحب نقد الشعر

ابوالفرج قدامہ بن جعفر بن قدامہ بن زیادہ بغدادی۔ آپ عباسی خلیفہ مکتفی باللہ کے ہم عصر اور فصاحت و بلاغت میں ضرب المثل تھے منطق و فلسفہ میں بھی علماء متقدمین میں شمار ہوتے ہیں۔

آپ نے متعدد کتابیں تصنیف کیں جن میں تین کتابیں قابل ذکر ہیں اول ”نقد الشعر“ جس کے آغاز میں آپ نے ذکر کیا ہے کہ بعض حضرات نے مجھ سے جا حظ کی کتاب ”البیان والتبیین“ کے بارے میں کہا کہ اس میں سوائے اخبار متکلمہ و خطب منتخبہ کے کچھ بھی نہیں نہ کما حقہ وصف بیان ہے نہ کما ینبغي اقسام بیان لہذا آپ ایسی کتاب لکھیں جو اقسام بیان پر مشتمل ہونے کے ساتھ ساتھ جامع اصول بھی ہو اور محیط فصول بھی مبتدی کیلئے بھی ذریعہ استفادہ ہو اور منتہی کیلئے بھی باعث استغنا چنانچہ آپ نے نقد الشعر تصنیف کی جس میں اولاً عقل کی موہوب و مکسوب کی جانب تقسیم کی بعدہ بیان کی چار

قسمیں ذکر کیں اور اول کو اعتبار کے ساتھ ثانی کو اعتقاد کے ساتھ ثالث کو عبارت کے ساتھ رابع کو بیان بالکتاب کے ساتھ موسوم کیا ہے اس کے بعد قیاس، حد، وصف، رسم، انواع بحث، انواع سوال وغیرہ کا تذکرہ کیا ہے، نیز اشتقاق لفظی اور اس کے اقسام لحن، رمز، وحی، استعارہ امثال، لغز، حذف و دوائی حذف مبالغہ اور اس کے اقسام قطع و عطف تقدیم و تاخیر محاسن شعر وغیرہ میں سے ہر ایک کو مستقل باب میں ذکر کیا ہے ان کی یہ کتاب بڑی لاجواب اور عدیم المثال کتاب ہے۔ دوسری کتاب ”نقد الشعر“ ہے جس میں حد شعر اسباب جودہ شعر، وزن، قافیہ، ترصیع، تمثیل، مبالغہ اور اقسام تشبیہ، مقابلہ، تفسیر، تسمیہ، تکافؤ، التفات، مساوۃ، اشارہ، ارواف وغیرہ پر سیر حاصل بحث کی ہے تیسری کتاب ”جواهر الالفاظ“ ہے جس میں الفاظ و عبارات مترادفہ سے گفتگو کی ہے اور اس کا آغاز ایک مقدمہ کے ساتھ کیا ہے جس میں ترصیع، جمع، اتساق، بناء، اعتدال، وزن، اشتقاق لفظ من اللفظ، کس وغیرہ کا تذکرہ ہے ان کے علاوہ کتاب البیان، السیاسة البلدان، زہر الریح، نزهة القلوب جی آپ کی علمی یادگار ہیں۔

آپ نے بغداد میں ۳۳۷ھ مطابق ۹۴۸ء میں وفات پائی۔ ۱

(۱۳۰) صاحب المحاضرات

محمد بن عقیفی مشہور شیخ حضری قاہرہ کے نواح میں زیتون نامی ایک مقام کے رہنے والے تھے ۱۲۸۹ھ مطابق ۱۸۷۲ء میں پیدا ہوئے دارالعلوم قاہرہ سے فراغت حاصل کی اور خرطوم میں قاضی بنادیئے گئے پھر قاہرہ کے مدرسہ القضاۃ الشرعی میں مدرس ہوئے اور بارہ برس تک تدریسی خدمات انجام دیتے رہے اس کے بعد جامعہ مصر میں تاریخ اسلامی کے استاد مقرر ہوئے پھر مدرسہ القضاۃ الشرعی کے وکیل بنے اس کے بعد وزارت المعارف کے محافظ ونگراں ہو گئے۔ آپ بہترین عالم شریعت تھے ادب اور تاریخ اسلامی میں بڑا ملکہ تھا ایک زباں آور خطیب بھی تھے آپ نے بہت سی مفید کتابیں لکھی ہیں جن میں محاضرات فی تاریخ الامم الاسلامیہ دو حصوں میں نہایت عمدہ کتاب ہے اس میں آپ اسلامی تاریخ کے ساتھ ساتھ اس کے علل پر بحث کرتے ہیں دیگر تالیفات یہ ہیں۔ اصول الفقہ، تاریخ التشریع الاسلامی، اتمام الوفاء فی سیرۃ الخلفاء، نور الیقین فی سیرۃ سید المرسلین تہذیب الاعانی (جلد ۷) محاضرات فی نقد کتاب الشعر الجاہلی لدکتور طحسین الغزالی و تعالیمہ و آراہ آپ نے ۱۳۴۵ھ میں قاہرہ میں وفات پائی۔ ۲

(۱۳۱) صاحب تاریخ التمدن الاسلامی

جرجی بن حبیب زیدان بیروت میں ۱۳۷۸ھ مطابق ۱۸۶۱ء میں پیدا ہوئے وہیں نشوونما پائی اور تعلیم بھی وہیں حاصل کی فراغت کے بعد مصر گئے وہاں مجلہ ”المدال“ نکالنا شروع کیا جو بیس برس تک اس کی ادارت میں نکلتا رہا آپ مشہور فلسفی، لغوی، باکمال صحافی، مقبول ناول نویس اور بڑے تاریخ دان تھے اور تاریخ و ادب لغت و اجتماعیت کے موضوع پر متعدد بیش قیمت تصانیف کے مصنف تاریخ التمدن الاسلامی تاریخ مصر الحدیث (جلد ۲) تاریخ العرب قبل الاسلام تاریخ الماسونیۃ العالم، تراجم مشاہیر اشرق (جلد ۲) فلسفہ لغویہ، تاریخ اللغۃ العربیۃ (جلد ۴) الشاب العربیہ القدماء، علم الفرائض الحدیث، طبقات الامم، عجائب الخلق، التاریخ العام، مختصر تاریخ اليونان والرومان، مختصر جغرافیہ مصر علوم العرب وغیرہ آپ کی علمی یادگار ہیں۔

آپ نے ۱۳۲۲ھ مطابق ۱۹۱۴ء میں وفات پائی۔ ۱۔ تاریخ ادب عربی میں سنتہ وفات ۱۹۲۴ء کو ہے۔

(۱۳۲) صاحب تاریخ آداب اللغة العربية

ابوصفر احمد حسن بن علی الکلاعی المالقی مشہور بالزیات تقریباً ۶۴۹ھ میں پیدا ہوا اور ۷۰۰ھ میں بلش مالقہ میں وفات پائی۔ صاحب منجم عمر رضا کحالیہ نے ان کے متعلق لکھا ہے ”مقری“ ادیب خطیب متصوف عالم مشارک فی بعض العلوم آپ کی تصنیفات میں المقام المحزون فی الکلام الموزون اشرف الاصفی فی المارب الاولی لذب السمع فی القرات السبع، قاعدة البیان وضابطه اللسان قرۃ عین السائل وبغیۃ نفس الاماکل وغیرہ بتائی جاتی ہیں۔ ۲۔

(۱۳۳) صاحب المقدمه

نام ونسب اور سنہ پیدائش..... تقی الدین ابو عمر عثمان بن عبدالرحمن بن عثمان بن موسی بن ابی النصر آپ شہرور سے قریب اربل کے ایک گاؤں شرخان میں ۵۷۷ھ میں پیدا ہوئے اس لئے شرخانی کہلاتے ہیں اور اپنے پردادا ابوالنصر کی طہر ف منسوب ہو کر نصری۔

تحصیل علم..... شروع میں اپنے والد عبدالرحمن صالح سے علم حاصل کیا پھر خراسان میں جاکر علم حدیث کی تکمیل کی آپ علم حدیث، فقہ، نقل لغات بالخصوص اسماء رجال میں غیر معمولی ملکہ رکھتے تھے ابن خلکان لکھتے ہیں۔

كان احد علماء عصره فى التفسير والحديث والفقه واسماء الرجال وما يتعلق بعلم الحديث ونقل اللغة و

كانت له مشاركة فى فنون عديدة

آپ علم تفسیر، حدیث، فقہ، اسماء رجال اور نقل لغات اور علم حدیث سے متعلق تمام علوم میں اپنے دور کے یکتا تھے نیز آپ کو بہت سے فنون میں کامل دسترس حاصل تھی۔

درس و تدریس..... خراسان سے آپ شام آئے اور مدرسہ ناصریہ میں مدت دراز تک تدریسی خدمات انجام دیتے رہے شام سے دمشق مدرسہ رواجیہ میں منتقل ہوئے اس کے بعد جب ابن الملک العادل بن ایوب نے دمشق میں دارالحدیث کی تعمیر کی تو اس نے آپ کو دارالحدیث میں بلا لیا آپ مشہور مورخ علامہ ابن خلکان کے استاذ ہیں ابن خلکان لکھتے ہیں۔

وهو احدا شياخى الذين انتفعت بهم

آپ میرے ان اساتذہ میں سے ایک ہیں جن سے مجھے بہت نفع پہنچا۔

زہد و ورع..... موصوف جس طرح علم کے زیور سے آراستہ تھے زہد و ورع میں بھی اپنی نظیر آپ تھے ابن خلکان لکھتے ہیں۔

وكان من العلم والدين على قدر عظيم

آپ علم و دینداری میں بڑے مرتبہ پر فائز تھے۔

تصانیف..... علوم حدیث میں آپ کی کتاب ”المقدمہ“ بہت پایہ کی کتاب ہے مناسک حج میں بھی ایک کتاب لکھی ہے اور فقہ میں کتاب الوسیطہ پر کچھ اشکالات جمع کئے ہیں آپ کے فتاویٰ بھی کتابی شکل میں مرتب ہو گئے ہیں۔

وفات و مدفن..... آپ نے بدھ کے روز علی الصباح ۲۵ ربیع الآخر ۶۴۳ھ میں وفات پائی ظہر کے بعد نماز جنازہ پڑھی گئی اور باب النصر سے باہر مقام صوفیہ میں دفن کئے گئے۔ ۳۔

(۱۳۴) صاحب بدایت المجتہد

نام و نسب اور جائے پیدائش..... ابو الولید محمد بن ابی القاسم احمد بن محمد بن احمد بن ابی الولید رشد الاندلسی المالکی الشبیری الکفیدی، ۵۲۰ھ مطابق ۱۱۲۶ء میں بمقام قرطبہ پیدا ہوئے جو ملک اندلس کے وسطی حصہ کا دار الحکومت اور علم و ہنر کا گھر تھا۔ تحصیل علم..... ابن رشد نے جس خاندان میں جنم لیا تھا اس کی علمی اور دنیاوی حیثیت کا اندازہ اسی سے کیا جاسکتا ہے کہ وہ قاضیوں کا خاندان تھا علم و کمال کے گھر میں پیدا ہونے والا بچہ اکثر خود بھی عالم و کامل ہوا کرتا ہے پھر وہ ہونہار اور جوہر قابل جو فطرہ علم و فضل کا اہل پیدا ہوا اس کی تربیت کیلئے ایسے علمی گھرانے کا وجود سونے پر سیاگہ تھا صاحب کمال باپ کی گود میں پرورش پا کر تعلیم کی عمر تک پہنچا تو زمانے کے دستور کے موافق قرآن شریف کی تعلیم کیلئے استاد گھر ہی پر مقرر کر دیا گیا اس فاضل استاد کا نام ابو محمد بن رزق تھا جو نہایت خوش اخلاق نیک صفات اور عابد و زاہد حافظ قرآن تھا ابن رشد کو قدرت کے فیاض ہاتھوں سے طبعیت اور ایسا دماغ عطا ہوا تھا جو علم کیلئے موزوں تھا۔ ذہن طبعیت کی رسائی، شوق علم، حافظہ، ذکا، تیز فہمی، خوش بیانی غرضیکہ کسی ایسی چیز کی جو ایک اچھے عالم کے واسطے لازمی ہے اس میں کمی نہ تھی۔

ابن رشد نے تھوڑے ہی عرصہ میں قرآن کریم کی تعلیم حاصل کی اس کے بعد اپنے والد ابو القاسم اندلس سے اور ابو القاسم بن بشکوال، ابو مردان بن میسرہ، ابو بکر بن سکون، ابو جعفر بن عبد العزیز اور ابو عبد اللہ مازری سے فقہ و حدیث میں مہارت بلکہ کمال پیدا کیا اور ساتھ ہی عقلی علوم میں علامہ ابن طفیل کے روبرو زمانے کے تلمذ طے لیا اور ابو مردان بن جریول سے علم طب حاصل کیا تحصیل علم سے فراغت کے بعد فقہ اور اصول اور علم کلام کی تدریس میں لگ گئے تو ابو بکر بن جمہور ابو محمد بن حوط اللہ اور ابو الحسن بن سہل بن مالک وغیرہ آپ سے فیضیاب ہوئے اور تھوڑا ہی زمانہ گزرنے پر اندلس میں ابن رشد کے علم و فضل کا چرچا ہو گیا۔ علمی کمال..... فلسفہ اسلام عقائد فقہ، فلسفہ حکمیہ، طب اور ریاضیات میں وہ اپنے زمانہ کا عالم تسلیم ہونے لگا صاحب معجم نے لکھا ہے۔

لم ینشأ بالاندلس مثله کمالا و علما و فضلا
علم و فضل اور کمال میں آپ جیسا کوئی شخص اندلس میں پیدا نہیں ہوا۔
جز در آئینہ و آئینہ نتواں یافت نظیر

حالات زندگی..... تحصیل علوم کے بعد ابن رشد حکمت و فلسفہ سے متعلق بحث و تحقیق میں لگ گیا۔ ۵۴۸ھ میں ابن الطفیل نے اس کا تعارف ابو یعقوب یوسف بن عبد المؤمن سے کرادیا جو فلسفہ سے بڑی دلچسپی رکھتا تھا چنانچہ ابن رشد نے اس کیے اس کی کتابوں سے خلاصے تیار کئے پھر اسے ۵۶۵ھ میں اشبیلیہ کی قضاء کا منصب تفویض کیا گیا وہاں سے مراکش چلا گیا جہاں امیر المؤمنین نے اسے اپنا طبیب خاص بنانے کیلئے دعوت دی تھی لیکن تھوڑی مدت کے بعد ہی وہ قاہرہ بن کر قرطبہ واپس آ گیا جب ابو یعقوب کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا یعقوب المنصور تخت نشین ہوا تو اس نے بھی ابن رشد کو اس کے منصب پر ہی بحال رکھا اور اس کا بڑا احترام کرتا رہا۔

شہرہ آفاق..... ابن رشد کے علم و کمال کا شہرہ اندلس کی سرزمین سے باہر نکل کر افریقہ کے ریگستانوں کو طے کرتا ہوا ممالک مشرق میں بھی جا پہنچا تھا امام فخر الدین رازی کو جو اس وقت مشرقی ممالک میں بے نظیر علامہ و امام تھے، ابن رشد سے ملاقات کا شوق دامگیر ہوا اور اسی ارادے سے مصر کے شہر اسکندریہ تک آئے لیکن یہاں انہیں خبر ملی کہ سلطان المنصور نے اس بے نظیر فلسیوف کو چند غلط فہمیوں کی بنا پر قید میں ڈال دیا اس لئے امام رازی مغرب جانے کا عزم کر کے

اپنے وطن رے کو واپس چلے گئے اور دونوں فیلسوفوں کو ایک دوسرے سے جسمانی ملاقات حاصل نہ ہو سکی۔
واقعہ قید و بند..... ابن رشد کے قید ہونے کا واقعہ یہ تھا کہ اس کے فلسفیانہ خیالات اور پرزور عقلی دلائل کی کہہ انداز میں
کے دیگر معاصرین علما کی سمجھ میں نہ آئی تو انہوں نے ابن رشد پر کفر والحاد کے فتویٰ لگادئے اور مختلف طریقوں سے سلطان
یعقوب المنصور کو ابن رشد کی جانب سے اشتعال دلا کر بدظن کر دیا یہاں تک کہ اس نے حکم دیدیا کہ ابن رشد کو شہر بدر
کر کے مقام بوسینا میں جو یہودیوں کا گاؤں تھا مقید کیا جائے چنانچہ ابن رشد سات برس تک یہاں نظر بند رہا۔

ہے اسیری اعتبار افزا جو ہو فطرت بلند

قطرہ نیساں ہے زندان صدف سے ارجمند

مشک از فرجیز کیا ہے اک لہو کی بوند ہے

مشک بنجاتی ہے ہو کر نافہ آہو میں بند

اس کے بعد ۱۱۹۸ء میں قید سے آزادی ہوئی اور سلطان منصور پھر اس پر مہربان بنا اور اسے بڑی عزت کے ساتھ

دربار میں سابقہ رتبہ پر جگہ دی۔

گم شد خزان رنج بہار طرب رسید

بلگدشت شام عکبت و صبح ظفر و مید

مگر افسوس کہ اب اس یادگار زمانہ فیلسوف کا وقت اخیر ہو چکا تھا اور زندگی کے آخری ایام میں اس کو پھر اپنا عروج پانارہ

گیا تھا جو یوں پورا ہو گیا۔

وفات..... چنانچہ وہ دربار سلطانی میں بمقام مراکش حاضر ہوا اور چند ہی روز بعد ۹ صفر ۵۹۵ھ مطابق ۱۲ دسمبر ۱۱۹۸ء کو
دنیا سے آخرت کی طرف سفر کر گیا۔

خواہ گل تازہ خواہ پژمرده

زین چمن چوں شدی تو در پردہ

وفات کے بعد ابن رشد کو شہر مراکش کے دروازہ ”باب تاغروت“ کے باہر دفن کیا گیا پھر تین ماہ بعد اس کی لاش

یہاں سے نکال کر قرطبہ پہنچائی گئی جو اس کا وطن اور زاد بوم تھا اور وہاں اس کو مقبرہ ابن عباس میں اس کے بزرگوں کے
پہلو میں دفن کیا گیا۔

زیر خاک آں گہر پاک در لغت و در لغ

سر و بالائے تو در خاک در لغت است در لغ

داشتی جائے تو در خاک در لغت است و در لغ

جائے آں بود کہ جائے تو بود در دیدہ

مسلک کے لحاظ سے موصوف مالکی المذہب تھے۔

فلسفہ ابن رشد..... اگر عقیدہ متنازع صحیح ہوتا تو ہم کہہ دیتے کہ ارسطو کی روح مجالس حکمت کو از سر نو آراستہ و پیراستہ
کرنے اور فلسفہ کی گتھیاں سلجھانے کیلئے ابن رشد کے بدن میں حلول کر آئی تھیں۔ عرب کا یہ حکم حکماء یونان کا بڑا مداح تھا
اس کا خیال تھا کہ ارسطو علم کی انتہائی بلند یوں پر پہنچا ہوا تھا چنانچہ اس نے اپنی زندگی اس کے فائدہ کی تشریح اور اس کی
تصانیف کی تلخیص کیلئے وقف کر دی تھی، بعد میں یورپ والوں نے ابن رشد کی کتابوں کو بڑے اہتمام سے ترجمہ کرنا اور
پڑھنا شروع کر دیا حتیٰ کہ یہی ان کی حکمت کی اساس اور فلسفیانہ سرگرمیوں کیلئے پینار بن گیا اس کے متعلق ارسطو کے
اپنی تصنیف ”ابن رشد اور اس کا مذہب“ میں لکھتا ہے۔ یہ ”قرون وسطیٰ کے ان فلسفیوں میں جنہوں نے ارسطو کی پیروی
کی اور حریت قول و فکر کی راہ پر گامزن ہوئے سب سے بڑا فلسفی تھا۔“ ارسطو کے شاگردوں میں ابن رشد اور اس کے
ہمنواؤں کا فلسفہ میں تقریباً وہی مذہب تھا جو مادہ پرستوں اور حلول کے ماننے والوں کا ہے جن کے خیال میں مادہ ازلی ہے اور
خلق اس مادہ میں اضطرابی حرکت ہے اور یہی حرکت یا محرک خالق ہے ان کا خیال یہ ہے کہ ازلیت میں مخلوقات بھی مادہ
کے ساتھ شریک ہیں کیونکہ وہ بھی مادہ ہی سے ہیں لہذا جب انسان ماقول یکسوئی سے تحصیل علم میں منہمک ہو جاتا ہے تو وہ
بتدریج اللہ میں مستغرق ہوتا جاتا ہے، نیز یہ کہ بشری عقول ایک ہیں جو سب کی سب عقل اول کی طرف رجوع کرتی ہیں

جسے وہ لوگ ”عقل فاعل“ کہتے ہیں اور صرف یہی وہ عقل عام ہے جو انفرادی عقول سے ہٹ کر اللہ تک پہنچتی ہے اس فلسفہ کی بناء پر نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انسانی نفوس بھی موت اجسام کے ساتھ مر جاتے ہیں مادہ کے سوا کسی کو خلود حاصل نہیں اس لئے نہ ثواب کچھ معنی رکھتا ہے نہ عقاب، اور یہ کہ خالق کو حوادث کے کلیات کا تو علم ہوتا ہے جزئیات کا نہیں ہوتا۔ تعالیٰ اللہ عما یقولون علواً کبیراً حجتہ الاسلام امام غزالی اور بہت سے یورپ کے علما نے اس مذہب کی ترویج کی ہے۔ تصانیف ابن رشد کی تصانیف یا وجود بکثرت ہونے کے آج بہت ہی کم ملتی ہیں زمانے نے اس کی تصانیف کے ساتھ جیسا براسلوک کیا شاید ہی کسی حکیم و علامہ کی کتابوں کے ساتھ یہ سلوک ہوا ہو، کہا جاتا ہے کہ موصوف کے تصنیفی کارنامے ساٹھ کے لگ بھگ ہیں جو دس ہزار اور اق میں پھیلے ہوئے ہیں اس کی تصنیفات کے جس قدر نام کتابوں میں ملے ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

(۱)۔ بدایۃ المجتہد و نہایت المتقصد، فقہ میں آپ کی مشہور و معروف کتاب ہے جو مذہب اربعہ میں لکھی ہے یہ کتاب مختصر اور نہایت نفع بخش ہے اس کتاب کی بابت الشَّاطِبِی میں ابن سعید کے الفاظ ہیں۔

کتاب جلیل معظم معتمد عند المالکیہ.

یہ اہم اور زبردست کتاب ہے مالکیہ کے یہاں قابل اعتماد ہے۔

ابو جعفر ذہبی کا قول ہے کہ ”فقہ میں اس سے بہتر کتاب میں نے نہیں دیکھی“

(۲)۔ فصل المقال فیما بین الفلسفۃ و الشریعۃ من ”اصال (۳) کتاب التحصیل (۴) کتاب المقدمات (۵) کتاب

الحيوان (۶) تہافت التہافت یہ امام غزالی کی کتاب ”تہافت الفلاسفہ“ کے رد میں ہے اس کے آخر میں ابن رشد لکھتا ہے کہ بلاشبہ اس شخص (غزالی) نے شریعت کے بارے میں وہی غلطی کی جو اس نے فلسفہ کے بارے میں کی اور اگر اہل حق کی طرف داری میں طلب حق کا تقاضا نہ ہوتا تو میں اس موضوع پر کچھ نہ لکھتا۔

(۷) منہاج الادلہ فی عقائد الملئۃ، ۸۔ شرح کتاب القیاس (الارسطو) ۹۔ مسائل حکمت، ۱۰۔ خلاصۃ کتاب الاخلاق (لارسطا طالیس)، ۱۱۔ خلاصہ کتاب المزاج (الجالینوس)، ۱۲۔ خلاصۃ العلل و الامراض (الجالینوس)، ۱۳۔ فلسفہ ابن رشد، ۱۴۔ رسالۃ التوحید و الفلسفہ، ۱۵۔ کتاب کلیات (طب میں)، ۱۶۔ مختصر المستعنی اصول میں۔ ۱۷۔ الضروری عربیت میں، ۱۸۔ فلسفہ ارسطو اس کی تصانیف کے اصلی نسخے ناپید ہیں صرف لاطینی اور عبرانی تراجم باقی ہیں۔ ۱۹۔

(۱۳۵) صاحب منہاج الاصول

قاضی، سرالدین بیضاوی کی تصنیف ہے جن کے حالات تفسیر بیضاوی کے ذیل میں گزر چکے۔

(۱۳۶) صاحب السیرۃ

ابو محمد عبد الملک بن ہشام بن ایوب حمیری مغافری مصر کے باشندے تھے اور آبائی وطن بصرہ تھا اخبار و انساب نحو ولغت اور عربیت وغیرہ میں ید طولی رکھتے تھے ابن خلکان لکھتے ہیں۔

انہ مشہور بحمل العلم متقدم فی علم النسب و النحو

آپ مشہور عالم اور علم نسب و نحو میں سبقت لے جانے والے تھے۔

علامہ سیوطی فرماتے ہیں

كان اما مافی اللغة والنحو والعربية ادبا اخبار يانسابه

آپ لغت نحو اور عربیت میں امام تھے نیز ماہر ادیب اور تاریخ و نسب کے بہت جاننے والے تھے۔ آپ نے کئی کتابیں لکھی ہیں لیکن ”سیرۃ ابن ہشام“ کی وجہ سے علمی حلقوں میں زیادہ شہرت رکھتے ہیں اس میں آپ نے ابن اسحاق کی سیرۃ کو مہذب و ملخص کیا ہے جو آپ کی طرف منسوب ہو کر ”سیرت ابن ہشام“ کہلائی ہے کتاب کا اصل نام ”السیرۃ النبویہ“ ہے۔

علاوہ ازیں حمیر اور ملوک حمیر کے انساب میں ایک کتاب تصنیف کی نیز اشعار السیر کے غریب اشعار کی شرح بھی کی ہے سنہ وفات میں اختلاف ہے علامہ ذہبی نے اور ابو سعید عبدالرحمن بن احمد بن یونس نے اپنی کتاب تاریخ مصر میں ۲۱۸ھ ذکر کیا ہے لیکن مورخ ابن خلکان لکھتے ہیں کہ آپ نے ۲۱۳ھ میں وفات پائی اور تاریخ وفات ۲۱۳ھ یا ۲۱۴ھ ہے۔

(۱۳۷) صاحب تاریخ التشریع الاسلامی

نعم بن عفیفی مشہور شیخ حضری کی تالیف ہے جن کے حالات ”المحاضرات“ کے ذیل میں گزر چکے۔

(۱۳۸) صاحب المحصل

نام و نسب اور پیدائش۔ محمد نام، ابو عبد اللہ کنیت، فخر الدین لقب اور ابن الخطیب سے مشہور ہیں اور ہرات میں شیخ الاسلام کے لقب سے پکارے جاتے ہیں سلسلہ نسب یوں ہے محمد بن ضیاء الدین عمر بن حسین بن حسن بن علی تیمی البکری، اصحاب تاریخ نمودا آپ کو صدیقی بتاتے ہیں لیکن خود موصوف نے اپنی تصنیفات میں تصریح کی ہے کہ ہم فاروقی نسل سے ہیں اور ظاہر ہے کہ ان کا ہی قول سب سے زیادہ معتبر ہو سکتا ہے۔

آپ ۲۵ رمضان ۵۴۴ھ مطابق ۱۱۴۹ء میں بمقام شہر رے پیدا ہوئے اس لئے نسبت میں رازی کہلاتے ہیں ان کے والد ابو القاسم ضیاء الدین عمر شہر کے مستند عالم اور خطیب، متکلم، صوفی، محدث، ادیب اور انشا پرداز تھے۔ دفع اشتباہ..... فخر الدین لقب اور رازی نسبت کے ساتھ دو عالم مشہور ہیں ایک شافعی یعنی صاحب ترجمہ اور ایک حنفی یعنی احمد بن علی صاحب ”احکام القرآن“ وغیرہ ان کی ولادت ۲۰۵ھ میں رے اور وفات ۳۷۰ھ میں پھر صاحب ترجمہ کا نام محمد بن عمر ہے اور اسی نام و نسب اور نسبت و لقب کے ایک حنفی عالم ہیں یعنی فخر الدین محمد بن عمر ابو الفضائل الرازی ان کی وفات ۶۵۶ھ میں ہے۔

تحقیق رے..... یہ ایک مشہور شہر ہے جس سے زیادہ آباد اور بڑا شہر بغداد کے بعد نیشاپور کے سوا اور کوئی شہر نہ تھا صمعی نے اس کو ”عروس الدنیا“ کہا ہے حمد اللہ مستوفی کہتے ہیں کہ یہ حضرت شیت علیہ السلام کا شہر ہے خلیفہ مہدی کے زمانہ میں اس کے اندر چھ ہزار چار سو دس خانقاہیں ایک ہزار سے زائد حمام چھیلیں ہزار چار سو مسجدیں اور مجموعی مکانات کی تعداد اسی لاکھ تین ہزار چھیا نوے تھی، بہرام گور کے زمانہ میں رے سے اصفہان تک مسلسل باغات تھے لیکن قتل عام اور زلزلہ کی رو میں آکر یہ ویران ہو گیا، شیخ نجم الدین نے ”مرصاد العباد“ میں لکھا ہے کہ چنگیز خانی فتنہ میں سات لاکھ قابل قدر نفوس نے رام شہادت نوش کیا تھا عام مقتولین کی تعداد کا اندازہ اسی سے لگایا جاسکتا ہے۔

تحصیل علوم..... آپ نے علم فقہ علم کلام اور علم اصول کی تعلیم وطن ہی میں اپنے پدر بزرگوار سے پائی والد کی وفات کے بعد ایک مدت تک کمال سمنانی سے علم فقہ کی تعلیم حاصل کرتے رہے ہوش سنبھالنے پر استاذ مجد الدین جیلی کے

ہمراہ شہر مراغہ گئے جہاں علوم فلسفہ اور حکمت کی تحصیل تمام کی اور اپنے دور کے بے نظیر عالم ہوئے بالخصوص علم کلام اور معقولات میں بڑی فوقیت حاصل کی یہاں تک کہ منطق و فلسفہ اور معقولات میں اپنے وقت کے امام اور مشکل مسائل کے حل میں ضرب المثل ہیں قال الشاعر

متحیر فیہ الامام الرازی

فن الصباہ ما اذق بیانہ

علامہ ابن خلکان آپ کا تعارف کراتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

فرید عصرہ و نسبیح وحدہ فاق اہل زمانہ فی علم الکلام و المعقولات و علم الاوائل

آپ یکتائے روزگار تھے، علم کلام معقولات اور علم الاوائل میں اپنے اقران پر فوقیت رکھتے تھے۔

سیاحت و سفر..... تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے مختلف مقامات کے سفر کئے جس میں بعض موقعوں پر سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، پہلی مشکل تو یہ تھی کہ ابتدا میں آپ نہایت مفلس اور تنگ دست تھے جس کے متعلق الروضۃ البہیۃ اور اخبار الحکماء میں بعض نہایت درد انگیز واقعات مذکور ہیں اسی حالت میں آپ سرخس سے گزرے اور وہاں کے مشہور طبیب ثقہ الدین عبدالرحمن بن عبدالکریم سرخسی کے یہاں قیام فرمایا تو انہوں نے آپ کی نہایت خاطر مدارات کی آپ نے اس کے شکریہ میں قانون شیخ کے متعلق الفاظ کی شرح کی اور اس کو ان کے نام سے معنون کیا اور اس کے مقدمہ میں ان کی بڑی تعریف کی اور لکھا کہ اس علم و فضل کے ساتھ انہوں نے مجھ پر بہت زیادہ احسانات کئے دوسری مشکل یہ تھی کہ اس زمانہ میں ممالک اسلامیہ میں مختلف العقائد فرقے موجود تھے جن میں باہم مناظرے اور مجادلے ہوتے رہتے تھے امام صاحب بھی جن شہروں میں پہنچتے مختلف فرقوں کے ساتھ مناظرہ کرتا تھا، یہ مناظرے علمی حیثیت سے جس قدر مفید تھے اسی قدر اخلاقی حیثیت سے مضر تھے کیونکہ ان سے باہم سخت عداوت پیدا ہو جاتی تھی اس لئے امام صاحب کسی مقام پر اطمینان کے ساتھ قیام نہیں کر سکے چنانچہ طبقات الشافعیہ اور ابن خلکان میں لکھا ہے کہ موصوف نے خوارزم کا سفر کیا وہاں معتزلہ سے مناظرے ہوئے جن کی وجہ سے ان کو وہاں سے نکلنا پڑا، پھر ماوراء النہر کا سفر کیا اور یہاں بھی یہی قصہ پیش آیا مجبوراً ان کو اپنے وطن راجع واپس آنا پڑا امام صاحب ایک جگہ خود لکھتے ہیں کہ ”جنوب میں بلاد ماوراء النہر میں گیا تو سب سے پہلے شہر بخارا میں اس کے بعد سمرقند میں پہنچا وہاں سے خجند میں اور خجند سے شہر ناکت میں گیا اور ان تمام شہروں کے اعیان و افاضل سے مجھے مجادلہ اور مناظرہ کا اتفاق ہوا امام صاحب نے ہندوستان کا بھی سفر کیا ہے اور لکھا ہے کہ میں ہندوستان کے شہروں میں گیا تو دیکھا کہ یہ کفار خدا کے وجود پر متفق ہیں لیکن اس سے زیادہ اس سفر کی تفصیل نہیں ملتی۔

حصول دولت و جاہ..... خوارزم اور ماوراء النہر کے سفر کے بعد امام صاحب کی غربت و فلاکت کا زمانہ ختم ہو گیا اور دولت مندی و فارغ البالی کا زمانہ شروع ہو گیا جس کی تقریب یہ ہوئی کہ رے میں ایک نہایت دولت مند طبیب اور بقول صاحب لسان المیزان ایک تاجر تھا جس کے دو لڑکیاں تھیں حسن اتفاق سے امام صاحب کے بھی دو لڑکے تھے طبیب مرض الموت میں مبتلا ہوا تو اپنی دونوں لڑکیوں کی شادی امام صاحب کے دونوں لڑکوں سے کر دی اور جب وہ مر گیا تو اس کی تمام دولت امام صاحب کے ہاتھ آگئی، لسان المیزان میں لکھا ہے کہ اب وہ اس زمانہ کے رئیس ہو گئے اور پچاس غلام سنہرے کمر بند باندھے اور منقش کپڑے پہنے ہوئے ان کے گرد کھڑے رہتے تھے۔

سلاطین وقت کی قدردانی..... علماء صلحاء اور عام مسلمانوں کے ساتھ سلاطین وقت نے بھی امام صاحب کی قدردانی کی سلطان غیاث الدین غوری اور اس کے بھائی شہاب الدین غوری سے امام صاحب کے تعلقات قائم ہوئے غیاث الدین نے ہرات میں جامع مسجد کے قریب امام صاحب کیلئے ایک مدرسہ بنوایا امام صاحب نے اس کا حق نعمت یوں ادا کیا کہ اس کے نام پر لطائف غیاثیہ اور دوسری کتابیں تصنیف کیں شہاب الدین کے متعلق ابن خلکان نے لکھا ہے کہ امام صاحب

نے ایک بار ان کو بطور قرض کچھ روپے دیے اور جب واپس لینے کیلئے حاضر ہوئے تو اس نے آپ کو بہت سہاوا دیا اور ہمیشہ ان کے وسط و پند سے مستفید ہوتا رہا اسی طرح خوارزم شاہی خاندان کے سلطان علاء الدین اور اس کے بیٹے محمد نے آپ کی نہایت قدر دانی کی، اول اول علاء الدین نے ان کو اپنے بیٹے محمد کا استاد مقرر کیا اور اس کے بعد جب خود محمد بادشاہ ہوا تو اس کے دربار میں آپ کو اس قدر جاہ و مال حاصل ہوا جو اس کے دربار میں کسی کو حاصل نہ تھا۔

درس و تدریس..... تحصیل علم سے سند فراغ حاصل کر کے وسط ایشیا کے شہروں میں سیاحت شروع کی اور جہاں پہنچے وہیں مجلس درس گرم کی ہر طبقہ اور ہر درجہ کے علما اور تشنگان علوم ان کے سرچشمہ تحقیق سے فیضیاب ہونے کیلئے ان کی مجلس میں حاضر ہوتے اور فائدہ اٹھاتے تھے اور جب موصوف سواری پر سوار ہوتے تو ان کے پیچھے تین تین سو طلبہ پیادہ چلتے تھے۔

مشہور تلامذہ..... علامہ ابن العربی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ ۶۳۲ھ کے حدود میں فخر رازی کے تلامذہ میں حسب ذیل حضرات بڑے صاحب فضل و بلند مرتبت تصانیف والے تھے۔ زین الدین الکشی، قطب الدین مصری خراسان میں، افضل الدین محمد خوجی صاحب ”غوامض الافکار“ مصر میں، شمس الدین خسرو شاہی دمشق میں، علامہ اثیر الدین ابهری صاحب ایساغوجی روم میں۔

شان درس..... مجلس درس نہایت شاندار اور وسیع تھی شاگردوں کی نشست اس ترتیب سے ہوا کرتی تھی کہ بڑے بڑے طلبا مثلاً زین الدین کشی، قطب الدین مصری اور شہاب الدین نیشاپوری وغیرہ امام کے نزدیک ہوتے پھر درجہ بدرجہ ان سے کم رتبہ کے طلبا ہر ایک علمی بحث اور سوال کا جواب پہلے یہی نامور طلباء دیا کرتے اور جس مسئلہ کا جواب ان سے نہ ملتا اس پر امام فخر الدین رازی تقریر فرماتے تھے۔

وعظ و تذکیر..... علمی فضل و کمال کے ساتھ ساتھ آپ وعظ و تذکیر میں بھی یکتائے روزگار تھے عربی اور عجمی دونوں زبانوں میں وعظ فرماتے تھے اثنا وعظ میں آپ پر وجد طاری ہو جاتا تھا اور کثرت سے روتے تھے چنانچہ ایک روز انہوں نے وجد کی حالت میں سر سبز سلطان شہاب الدین غوری سے کہا اے دنیا کے بادشاہ! نہ تیری سلطنت باقی رہے گی اور نہ رازی کا تملق و نفاق ہم سب کو خدا کے پاس واپس جانا ہو گا اس پر بادشاہ روپڑا، شہر ہرات میں جب آپ وعظ فرماتے تو آپ کی مجلس میں مختلف مذاہب کے لوگ آتے اور طرح طرح کے اشکالات پیش کرتے اور آپ ان کے جوابات نہایت عمدہ طریقے پر دیتے تھے چنانچہ اس وعظ کی برکت سے بہت سے اہل کرامیہ نے اپنے عقائد سے توبہ کی اور اہل سنت کے صحیح مسلک کو اختیار کیا آپ کو ہرات میں لوگوں نے ”شیخ الاسلام“ کا لقب دیا تھا آپ سے شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کی بعض اہم نظریات پر خط و کتابت رہی ہے۔

پر شکوہ مجلس وعظ..... امام صاحب کی مجلس وعظ میں بھی شاہانہ جاہ و جلال پایا جاتا تھا ایک مرتبہ آپ بامیان سے ہرات میں نہایت شان و شوکت کے ساتھ آئے تو وہاں کے بادشاہ حسین بن خرمن نے ان کا استقبال کیا اور وہاں کی جامع مسجد کے صدر ایوان میں ان کیلئے ایک منبر نصب کرادیا تاکہ عام طور پر لوگ ان کی زیارت سے شرف اندوز ہوں امام صاحب صدر ایوان میں رونق افروز تھے اور ان کے دائیں بائیں ان کے ترکی غلاموں کی دو صفیں تلواروں سے ٹیک لگائے کھڑی تھیں شاہ ہرات حسین بن خرمن نے آکر سلام کیا پھر سلطان محمود شاہ فیروز کوہ نے آکر سلام کیا آپ نے اپنے قریب ان دونوں کو

۱۔ شیخ اکبر کے ایک خط کی نقل آصفیہ کتب خانہ حیدر آباد میں موجود ہے، یہ خط امام رازی کے نام ہے اس میں شیخ اکبر نے عقل و وجدان یا دل و دماغ کی صلاحیتوں پر نہایت ہی پر تاثیر گفتگو کی ہے اور امام رازی کو بتایا ہے کہ کاردین استدلال سے ممکن نہیں عقل انسانی کے ذرائع محدود ہیں ان پر اعتماد کرنا درست نہیں ان کی رہنمائی میں انسان ارتقائی منازل طے نہیں کر سکتا عقل دل کو سکون نہیں پہنچاتی وہ دماغ میں ہیجان پیدا کرتی ہے۔ اس کے بعد شیخ اکبر نے امام رازی سے کہا ہے کہ وہ اپنے اس واقعہ سے عبرت حاصل کریں کہ کس طرح تیس سال کی محنت کے بعد ایک نتیجہ پر پہنچے تھے لیکن عقل نے پھر ایک لمحہ میں ایک شبہ پیدا کر کے ساری عملت گرا دی۔ ۱۲۔

دونوں طرف بیٹھنے کیلئے جگہ دی اس کے بعد نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ نفس پر ایک طویل تقریر کی اسی اثنا میں ایک باز ایک کبوتر پر جھپٹا اور وہ بدحواسی کی حالت میں ادھر ادھر مسجد میں اڑنے لگا یہاں تک کہ تھک کر امام صاحب کے پاس گر پڑا اور باز کے حملہ سے بچ گیا شرف الدین ابن عنین شاعر اس جلسے میں موجود تھا اس نے موقع پر دو شعر کہے اور اسی وقت امام کی اجازت سے ان کے سامنے پڑے۔

والموت يلمع من جناحي خاطف

لہ جائت سليمان الرمان يشحوها

حرم و انك ملجاء للخائف

من بناء النور قاء ان محلكم

امام صاحب اس کے اشعار سن کر نہایت محظوظ ہوئے اور جب مجلس وعظ سے اٹھ کر گئے تو اس کے پاس خلعت اور بہت سی اشرفیاں بھجوائیں اور ہمیشہ اس کے ساتھ سلوک کرتے رہے۔

کتب خانہ فخریہ..... ”سرور الصدور“ میں امام صاحب کے کتب خانہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے ”چند اہل کتب گرد مولانا فخر الدین بودے کے بارہا بودے اہ“ یہ بھی لکھا ہے کہ سلطان محمد غوری نے ایک بار پانچ ہزار کتابیں ان کو پیش کی تھیں۔

شیخ نجم الدین کبریٰ سے ملاقات..... جب آپ ہرات تشریف لے گئے اور وہاں کے تمام علماء صلحاء، امراء اور سلاطین آپ کی ملاقات کو آئے تو امام صاحب نے یہ دریافت کیا کہ کوئی ایسا شخص بھی ہے جو ہماری ملاقات کو نہیں آیا۔ لوگوں نے کہا صرف ایک شخص ہے جو اپنے زاویہ میں گوشہ نشین ہے آپ نے فرمایا کہ میں واجب التعظیم شخص اور مسلمانوں کا امام ہوں پھر اس نے میری ملاقات کیوں نہیں کی لوگوں نے اس مرد صالح سے امام صاحب کی یہ بات کہی لیکن اس نے کچھ جواب نہیں دیا اس کے بعد شہر کے لوگوں نے ایک دعوت کی اور دونوں نے دعوت کو قبول کیا اور ایک باغ میں جمع ہوئے امام صاحب نے ملاقات نہ کرنے کی وجہ دریافت کی تو اس مرد صالح نے کہا کہ میں ایک فقیر آدمی ہوں نہ میری ملاقات سے کوئی شرف حاصل ہو سکتا ہے اور نہ ملاقات نہ کرنے سے کوئی نقص پیدا ہو سکتا ہے امام صاحب نے کہا یہ جواب اہل ادب یعنی صوفیہ کا ہے اب مجھ سے حقیقت چال بیان کیجئے مرد صالح نے کہا آپ کی ملاقات کس بناء پر واجب ہے۔ آپ نے کہا میں مسلمانوں کا امام اور واجب التعظیم شخص ہوں، مرد صالح نے کہا! آپ کا سرمایہ فخر علم ہے لیکن خدا کی معرفت راس العلوم ہے پھر آپ نے خدا کو کیونکر پہچانا۔ آپ نے فرمایا دلیلوں سے مرد صالح نے کہا: دلیل کی ضرورت تو شک زائل کرنے کیلئے ہوتی ہے لیکن خدا نے میرے دل میں ایسی روشنی ڈال دی ہے کہ اس کی وجہ سے میرے دل میں شک کا گزر ہی نہیں ہو سکتا کہ مجھ کو دلیل کی ضرورت ہو امام صاحب کے دل میں اس کلام نے اثر کیا اور اسی مجلس میں اس مرد صالح کے ہاتھ پر توبہ اور خلوت نشین ہو گئے اور برکات حاصل کیں راوی کا بیان ہے کہ یہ مرد صالح شیخ نجم الدین کبریٰ قدس سرہ تھے۔

رجوع الی اللہ..... امام رازی فرماتے ہیں کہ میں نے طرق کلامیہ و فلسفیہ سب کا تجربہ کر دیکھا ہے جو نفع مجھے قرآن عظیم میں نظر آیا وہ کہیں نظر نہ آیا کیونکہ قرآن اس پر زور دیتا ہے کہ تمام عظمت و جلال خدا ہی کیلئے تسلیم کر لیا جائے اور اس کے مقابلہ و معارضہ سے احتراز کیا جائے کیونکہ ان تنگ و تاریک راستوں میں عقل انسانی گم ہو جاتی ہے پھر کہتے ہیں کہ میں آنحضرت ﷺ کا دین اختیار کر چکا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرا مجمل ایمان ہی قبول فرمائے اور مجھ سے تفصیل نہ کرے۔

شعر و شاعری..... اسی سابق مضمون پر امام رازی نے حسب ذیل اشعار کہے ہیں

وسواہ فی جہلاتہ تیغمم

العلم للرحمن جل جلالہ

یسعی لیعلم انه لا یعلم

ماللتراب وللعلوم وانما

علم صرف ایک اللہ جل جلالہ کیلئے ہے باقی سب اپنی جہالتوں میں مبتلا ہیں اس خاک کے پتلے کو علم سے کیا واسطہ وہ

لہ کبوتر سلیمان زمانہ کے پاس اپنی فریاد لے کر ایسی حالت میں آیا کہ اچک لینے والے باز کے پروں کے درمیان اس کی موت نظر آرہی تھی کبوتر کو کس نے بتایا کہ آپ کا محل حرم ہے اور آپ خوفزدوں کیلئے جائے پناہ ہیں۔ ۱۲

یہی کوشش کرتا ہے کہ یہ جان لے کہ وہ نہیں جانتا۔

امام رازی فارسی اور عربی دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے اس زمانہ میں حکماء و فلاسفہ زیادہ تر اپنے شاعرانہ حکیمانہ خیالات رباعی میں ظاہر کرتے تھے اسی لئے امام صاحب نے بھی اپنے خیالات کے اظہار کیلئے رباعی ہی کا انتخاب کیا طبقات الاطباء میں امام صاحب کے بہت سے عربی اشعار نقل کر کے لکھا ہے کہ ان کے علاوہ بہت سے فارسی اشعار اور رباعیاں ہیں ہم یہاں پہلے دو چار عربی اشعار پیش کرتے ہیں۔

واکثر سعی العالمین ضلال

وغایۃ دنیا اذی و وبال

سوی ان جمعافیه قیل وقال

بعاجل تر حالی الی ابن تر حالی

من الہیکل النحل والجسد البالی

فدیناک من حملک بالروح والجسم

ولم انحر ف عن ذاک فی کیف والکم

لجسمک الا انه ابدایہمی

بل الموت اولی من مداومۃ العلم

و آرائش حال بجز مناجاة تو نیست

دانندہ ذات تو بجز ذات تو نیست

کم مانند ز اسرار کہ مفہوم نشد

معلوم شد کہ ہیچ معلوم نشد

سو واوہ بر گذرے افتاد است

ہر جا کہ نہی پائے سرے افتاد است

سلطان علاء الدین علی خوارزم شاہ نے جب غوری کو شکست دی تو امام صاحب نے اس کی مدح میں ایک عربی قصیدہ لکھا جس کو ابن ابی اصیبعہ نے طبقات الاطباء میں نقل کیا ہے اس کے بعض اشعار میں فارسی ترکیبیں بھی آگئی ہیں مثلاً

لاشی مثل خلاق انت الا واحد

امروز تو ملک الزمان باسره

رحلت و وفات امام صاحب نے ۶۰۶ھ میں دو شنبہ کے دن ۶۳ سال کی عمر میں ہرات میں وفات پائی طبقات الشافعیہ میں لکھا ہے کہ یہ عید الفطر کا دن تھا اور ابن ابی اصیبعہ کے بیان سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے وہ لکھتے ہیں کہ امام صاحب کا قیام زیادہ تر رے میں رہتا تھا لیکن وہ وہاں سے خوارزم آئے اور وہیں بیمار ہوئے شدت مرض میں ۲۱ محرم ۶۰۶ھ میں اتوار کے دن اپنے شاگرد ابراہیم بن ابی بکر بن علی اصفہانی سے ایک وصیت نامہ لکھوایا اس کے بعد مرض نے طول کھینچا یہاں تک کہ عید کے دن اسی سن میں یکم شوال کو ہرات میں انتقال کیا لیکن قفطی نے اخبار الحکماء میں لکھا ہے کہ ذی الحجہ میں انتقال ہوا اگر یہ صحیح ہے تو عید الفطر کے بجائے عید الاضحیٰ کا دن ہوگا۔

مدفن و مزار مقام دفن میں اختلاف ہے شہر زوری نے لکھا ہے کہ ہرات میں پہاڑ کے نیچے دفن ہوئے اور ابن

خلکان میں ہے کہ ہرات کے قریب ایک گاؤں میں جس کا نام ”مزداخان“ ہے اسی گاؤں کے قریب ایک پہاڑ ”پرون“ کے آخری حصے میں دفن کئے گئے خود امام صاحب نے بھی اسی جگہ دفن کرنے کی وصیت کی تھی لیکن قفطی نے اخبار الحکماء میں لکھا ہے کہ ظاہر تو یہی کیا گیا لیکن درحقیقت امام صاحب اپنے گھر ہی میں دفن کئے گئے کیونکہ ان کے عقائد سے لوگ بدظن تھے اس لئے خیال تھا کہ لوگ ان کی لاش کے ساتھ بے ادبی کریں گے دوسرے مورخین کے مختلف بیانات سے بھی قفطی کی یہ روایت قرین قیاس معلوم ہوتی ہے طبقات الشافعیہ میں لکھا ہے کہ امام صاحب نے اپنے تلامذہ کو حکم دیا تھا کہ جب وہ مر جائیں تو وہ لوگ ان کی موت کی خبر کو نہایت شدت کے ساتھ چھپائیں شہر زوری کی تاریخ الحکماء میں ہے کہ امام صاحب نے عوام کے خوف سے وصیت کی تھی کہ وہرات کو دفن کئے جائیں۔

سبب وفات..... بھی فرقہ کرامیہ کا بغض و عناد تھا چنانچہ طبقات الشافعیہ اور اخبار الحکماء میں لکھا ہے کہ اسی فرقہ کے لوگوں نے امام صاحب کو زہر دلویا اور اسی زہر کے اثر سے انہوں نے وفات پائی۔ دولت شاہ نے امام صاحب کی ایک تاریخ وفات نقل کی ہے اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب کی موت غیر طبعی اسباب کا نتیجہ تھی چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ ”وفات امام فخر الدین درہرات بودہ و مدفن مبارک در خیابان است و عزیزے در تاریخ وفات امام می فرماید امام عالم و عامل محمد رازی

کہ کس نہ دید و نہ بیند ورنظر و ہمال

نماز دیگرے اشین و غرہ شوال

بسال ششصد و شش کشتہ بشہر ہرات

تاریخی غلطی..... نواب صدیق حسن خاں نے ”الاکسیر فی اصول التفسیر“ میں سنہ وفات (۶۶۰) لکھا ہے جو زلتہ قلم ہے اولاً اس لئے کہ یہ کلمات ثقات کے خلاف ہے ثانیاً اس لئے کہ خود نواب صاحب نے اکسیر ہی میں ایک دوسری جگہ ۶۰۶ھ ہی ذکر کیا ہے۔

حلیہ..... امام موصوف نہ بہت موٹے تھے اور نہ دبلیے قاق بلکہ متوسط بدن کے تھے سینہ کشادہ، سر بڑا ڈاڑھی گھنی اور خوبصورت تھی بڑھاپے تک بال بہت کم سفید ہوئے تھے آواز بلند اور رعب دار تھی اور بیان نہایت فصیح و بلیغ ہوتا تھا، البتہ ان میں کسی قدر تند مزاجی پائی جاتی تھی۔

اوصاف و عقائد..... امام صاحب اگرچہ ایک مدت تک فلسفی، متکلم اور فقیہ رہے لیکن بعد کو وہ صوفی ہو گئے اور ان کی حالت میں یہ انقلاب شیخ نجم الدین کبریٰ کی ملاقات کے بعد ہوا تھا، علامہ سبکی طبقات الشافعیہ میں لکھتے ہیں کہ وہ اہل دین اور اہل تصوف سے تھے اور اس میں ان کو دسترس حاصل تھی چنانچہ ان کی تفسیر سے اس کا پتہ چل سکتا ہے لسان المیزان میں ہے کہ ”وہ نماز روزہ میں بھی کمی نہیں کرتے تھے اور علم کلام میں مہارت کے باوجود کہا کرتے تھے کہ جو شخص بوڑھی عورتوں کے دین کا پابند ہو وہی کامیاب ہے“ اپنے وصیت نامہ میں آپ نے خود لکھوایا ہے کہ ”وہ جو وجود، توحید، قدم، ازلیت، تدبیر، فعالیت میں شرکاء سے برأت کے متعلق جو چیز ظاہری دلائل سے ثابت ہے میں اسی کا قائل ہوں۔“ اس کے بعد تحریر کرتے ہیں کہ ”میرا دین محمد سید المرسلین علیہ السلام کی متابعت اور میری کتاب قرآن مجید ہے اور دین کی جہتوں میں میرا اعتماد انہی دونوں چیزوں پر ہے۔“

یہ وصیت نامہ آپ نے اپنے شاگرد ابراہیم بن ابی بکر بن علی اصفہانی سے لکھوایا تھا جس کو طبقات الاطباء اور طبقات الشافعیہ میں بلغہ نقل کیا ہے خوف طوالت کی وجہ سے ہم نے اس کو ترک کر دیا اس سے آپ کے مذہبی نیالات اور حسن عقیدت کا اظہار نہایت واضح طور پر ہوتا ہے۔

آل و اولاد..... کی صحیح تعداد معلوم نہیں ہو سکی طبقات الاطباء میں لکھا ہے کہ آپ نے اپنی وفات کے بعد دو لڑکے چھوڑے جن میں بڑے لڑکے کا لقب ضیاء الدین تھا اور وہ علمی مشغلہ رکھتا تھا، چھوٹا لڑکا شمس الدین کے لقب سے مشہور

ہو جو غیر معمولی طور پر ذہین تھا، ایک اور لڑکا تھا جس کا نام محمد تھا، امام صاحب کو اس سے بڑی محبت تھی اور کثر کتابیں اس کیلئے لکھی ہیں اور بعض کتابوں میں اس کے نام کی تصریح کی ہے لیکن وہ امام صاحب کی زندگی ہی میں ۶۰۱ھ میں گنا امام صاحب کو اس کی وفات کا بہت صدمہ ہوا چنانچہ تفسیر کبیر میں جا بجا اس کا ماتم کیا ہے اور اس کے مرثیہ میں کچھ اشعار کہتے ہیں جن میں سے بعض اشعار ہم پہلے نقل کر چکے اس کی وفات کے بعد ایک اور لڑکا پیدا ہوا اس کا نام بھی محمد تھا اسی لڑکے سے امام صاحب کی اولاد کا سلسلہ چلا اور بہت دنوں تک قائم رہا اور یہ سب کے سب صاحب علم ہوئے ان کے علاوہ ایک لڑکی بھی تھی جس کی شادی علاء الملک علوی کے ساتھ ہوئی جو خوارزم شاہ کا وزیر اور بہت بڑا فاضل اور ادیب تھا حافظ ابن حجر نے جو یہ کہا ہے کہ امام صاحب کی کوئی زینا اولاد نہیں تھی یہ موصوف کے عدم علم پر مبنی ہے۔

تصنیف و تالیف..... امام صاحب عمر بھر تصنیف و تالیف میں مشغول رہے اور تقریباً ہر فن پر عربی اور فارسی زبان میں نہایت کثرت سے کتابیں لکھیں، شہر زوری نے لکھا ہے کہ انہوں نے بعض ایسے فنون پر بھی کتابیں لکھی ہیں جن کے متعلق خود ان کو اعتراف تھا کہ وہ ان علوم سے واقف نہ تھے مثلاً سحر و طلسمات پر کتاب ”السر المکتوم“

امام صاحب نے خود اپنے وصیت نامہ میں بیان کیا ہے کہ ”میں ایک علم دوست آدمی تھا اور ہر فن کے متعلق جس کی کیمت اور کیفیت سے ناواقف خواہ وہ حق ہو یا باطل نیک ہو یا بد کچھ نہ کچھ لکھتا رہتا تھا۔“

علمی کارنامے..... حسب ذیل ہیں۔ ۱۔ تفسیر کبیر یہ کتاب عام طور پر اسی نام سے مشہور ہے لیکن خود امام صاحب نے اس کا نام ”الغیب“ رکھا تھا اور اس کو بار یک خط میں ۱۲ جلدوں میں لکھا تھا ابن خلدون نے لکھا ہے کہ ”امام صاحب نے اس کو مکمل نہیں کیا“ لیکن یہ نہیں بتایا کہ امام صاحب نے کہاں تک تفسیر لکھی تھی اور ان کے بعد کس نے اس کی تکمیل کی شہاب نے شفاء قاضی عیاض کی شرح میں لکھا ہے کہ امام صاحب نے صرف سورۃ انبیاء تک کی تفسیر لکھی تھی لیکن یہ صحیح نہیں کیونکہ امام صاحب کی عادت ہے کہ اکثر سورتوں کے خاتمہ میں لکھ دیتے ہیں کہ اس سورۃ کی تفسیر فلاں دن فلاں مہینہ اور فلاں سنہ میں ختم ہوئی اور اس قسم کی تصریحات سورۃ انبیاء کے بعد بھی متعدد سورتوں میں ملتی ہیں مثلاً سورۃ مومن کی تفسیر کے خاتمہ میں لکھتے ہیں کہ اس سورۃ کی تفسیر سنچر کے دن ۲ ذی الحجہ ۶۰۳ھ میں شہر ہرات میں ختم ہوئی، اسی مہینے اور اسی سنہ میں انہوں نے سورۃ حم سورۃ شوری، سورۃ زخرف، سورۃ جاثیہ، سورۃ احقاف اور سورۃ محمد کی تفسیر بھی لکھی ہے اور سب کے آخر میں اس قسم کی تصریح کر دی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سورۃ محمد تک خود امام صاحب نے تفسیر لکھی ہے پھر اس کی تکمیل سب سے پہلے قاضی شہاب الدین بن خلیل الخوبی الدمشقی المتوفی ۶۳۹ھ نے کی ان کے بعد شیخ نجم الدین احمد بن محمد القموی المتوفی ۷۷۷ھ نے بھی مکملہ لکھا یہ تفسیر چونکہ بہت بڑی تھی اس لئے برہان الدین محمد بن محمد السنسی المتوفی ۶۸۷ھ نے اختصار کیا اور اس کا نام ”واضح رکھا محمد بن قاضی یاسلوغ نے بھی اس کی تلخیص کی اور اس میں اپنی جانب سے بھی بعض فوائد کا اضافہ کیا۔

۲۔ اسرار التنزیل و انوار التاویل قفطی نے اخبار الحکماء میں لکھا ہے کہ یہ قرآن مجید کی چھوٹی تفسیر ہے لیکن کشف الظنون میں لکھا ہے کہ امام صاحب نے اس کتاب میں بیان کیا ہے کہ اس کے چار حصے ہیں پہلا اصول میں دوسرا فروغ میں تیسرا اخلاق میں چوتھا مناجات و ادعیہ میں لیکن چونکہ اس کتاب کے مکمل کرنے سے پہلے ہی امام صاحب وفات پا گئے اس لئے یہ کتاب پہلے حصے کے اخیر تک پہنچ کر رہ گئی۔

۳۔ تفسیر سورۃ فاتحہ کشف الظنون میں ہے کہ یہ تفسیر دو جلدوں میں لکھی ہے اور اس کا نام ”مفتاح العلوم“ رکھا ہے۔ ۴۔ تفسیر سورۃ بقرہ ایک جلد میں ہے اور صرف عقلی طرز پر ہے۔ ۵۔ تفسیر سورۃ اخلاص کشف میں ہے کہ یہ چار فصلوں میں ہے اور اس میں اس سورۃ کے بعض اسرار ایسے بیان کئے ہیں جن سے اکثر مفسرین ناواقف تھے۔

۶۔ لوا مع البینات فی شرح اسماء اللہ تعالیٰ والصفات، ۷۔ الاربعین فی اصول الدین اس میں علم کلام کے چالیس مسائل ہیں، ۸۔ معالم کشف میں اس نام سے تین کتابوں کا ذکر ہے اول معالم فی اصول الدین اس کی نسبت لکھا ہے کہ یہ پانچ علوم ہیں علم کلام اصول فقہ، فقہ، وہ اصول جو علم خلاف میں معتبر ہیں آداب نظر و جدل دوم معالم فی اصول الفقہ سوم معالم فی الکلام، ۹۔ اربعین فی اصول الدین اس میں علم کلام کے پچاس مسائل ہیں، ۱۰۔ نہایت العقول، ۱۱۔ کتاب القضاء والقدر، ۱۲۔ اساس التقدیس علم کلام میں ہے اور اس میں جسمانیات اور عوارض جسمانیات سے خداوند تعالیٰ کی تزیہ ثابت کی ہے امام صاحب نے سلطان سیف الدین ابو بکر بن ایوب کی خدمت میں اس کتاب کو جیسا کہ خود اس کے دیباچے میں تصریح کی ہے ہدیۃ بھیجا تھا اور سلطان نے اس کے صلہ میں ہزار دینار عطا کئے تھے۔ ۱۳۔ لطائف الغیاشیہ، ۱۴۔ عصمت الانبیاء، ۱۵۔ مطالب العالیہ اس کی تین جلدیں ہیں جو علم کلام میں ہے اور نامکمل ہے اور آپ کی آخری تصنیف ہے، ۱۶۔ رسالہ فی البیوت، ۱۷۔ الریاض المونقۃ یہ کتاب ملل و نحل میں ہے، ۱۸۔ کتاب الملل والنحل، ۱۹۔ تحصیل الحق، ۲۰۔ البیان والبرہان فی الرد علی اہل الزیغ والطغیان، ۲۱۔ المباحث العمادیہ فی المطالب المعادیہ، ۲۲۔ تہذیب الدلائل و عیون المسائل، ۲۳۔ ارشاد النظار الی لطائف الاسرار، ۲۴۔ اجوبۃ المسائل النجاریہ، ۲۵۔ زبدۃ الافکار و عمدۃ النظار، ۲۶۔ کتاب الخلق والبعث، ۲۷۔ تنبیہ الاشارہ، ۲۸۔ شرح وجیز تین جلدوں میں ہے لیکن عبادات اور نکاح تک پہنچ کر نامکمل رہ گئی، ۲۹۔ ملخص منطق و حکمت میں ہے، ۳۰۔ الرسالۃ الکاملیہ فی الحقائق الالہیہ منطق و حکمت میں مختصر سار سالہ ہے اور فارسی زبان میں ہے، ۳۱۔ مباحث مشرقیہ علم الہی اور طبیعی میں نہایت مفصل کتاب ہے جس کو ہدیۃ ”قوام الدین ملک الوزراء ابو المعالی سہیل بن عبدالعزیز مستوفی کے کتب خانہ میں بھیجا تھا، ۳۲۔ کتاب الانارات فی شرح الاشارات اس میں شیخ ابو علی سینا پر اس کثرت سے اعتراضات کئے ہیں کہ بعض ظریف الطبع لوگوں نے اس شرح کا نام جرح رکھ دیا، ۳۳۔ شرح عیون الحکمۃ یہ اپنے شاگرد حکیم محمد بن رضوان کی درخواست پر لکھی ہے، ۳۴۔ لباب الاشارات یہ شرح اشارات کا خلاصہ ہے، ۳۵۔ کتاب مباحث الوجود والعدم، ۳۶۔ منتخب کتاب و نکلوشا، ۳۷۔ رسالۃ الحدوث، ۳۸۔ رسالۃ الجوہر الفرد، ۳۹۔ تبجیر الفلاسفہ، ۴۰۔ مباحث الحدود، ۴۱۔ شرح مصادرات اقلیدس، ۴۲۔ کتاب فی الهندسہ، ۴۳۔ رسالۃ فی النفس، ۴۴۔ الاحکام العلائیہ فی الاعلام السماویہ اس کو سلطان علاء الدین محمد بن خوارزم شاہ کیلئے لکھا تھا، ۴۵۔ کتاب احکام الاحکام، ۴۶۔ کتاب جامع الکبیر الملکی طب میں ہے اور نامکمل ہے، ۴۷۔ شرح کلیات القانون قانون شیخ کی نامکمل شرح ہے جس کو حکیم ثقۃ الدین عبدالرحمن بن عبدالکریم سرخسی کیلئے لکھا تھا، ۴۸۔ کتاب فی البنض، ۴۹۔ کتاب التشریح نامکمل ہے صرف سر سے حلق تک کے اعضاء کے حالات ہیں، ۵۰۔ کتاب الاثریہ، ۵۱۔ سراج القلوب، ۵۲۔ الطریقۃ العلائیہ علم خلاف میں ہے اور چار جلدوں میں ہے، ۵۳۔ شفاء الکلی والخلاف، ۵۴۔ کتاب الطریقۃ، جدل میں ہے، ۵۵۔ کتاب فی ابطال القیاس۔ نامکمل ہے، ۵۶۔ کتاب الاخلاق، ۵۷۔ کتاب فی ذم الدنیا، ۵۸۔ کتاب الرمل، ۵۹۔ نقضۃ المصدور، ۶۰۔ البراہین البہائیہ، ۶۱۔ کتاب الفراستہ، ۶۲۔ کتاب مباحث الجدل، ۶۳۔ الایات البینات، ۶۴۔ الرسالۃ الصحابیہ، ۶۵۔ الرسالۃ المجدیہ، ۶۶۔ رسالۃ فی السوال، ۶۷۔ کتاب جواب الفیلانی، ۶۸۔ کتاب الرعایہ، ۶۹۔ نہایت الایجاز فی درایتہ الاعجاز، ۷۰۔ المحصل شرح المفصل، ۷۱۔ شرح سقط الزند نامکمل ہے، ۷۲۔ شرح نبج البلاغۃ نامکمل ہے، ۷۳۔ مناقب امام شافعی، ۷۴۔ فضائل صحابہ، ۷۵۔ بحر الانساب کشف میں ہے کہ یہ امام صاحب کی بہت بڑی کتاب ہے نام سے معلوم ہوتا ہے کہ علم انساب پر ہے، ۷۶۔ حدائق الانوار فی حدائق الاسرار موضوعات علوم پر ہے اور اس میں ساٹھ علوم کے موضوعات بتائے ہیں، ۷۷۔ السر المکتوم فی محاطۃ الشمس والجوہر و طلسمات وغیرہ پر ہے اخبار الحکماء اور طبقات اطباء دونوں میں اس کا نام آیا ہے طبقات الشافعیہ اور مقدمہ ابن خلدون میں ہے کہ یہ کتاب امام صاحب کی تصنیف نہیں بلکہ ایک جعلی کتاب ہے لیکن خود امام صاحب نے شرح اشارات میں طلسمات کے متعلق لکھا ہے کہ اگر تم

تحقیق چاہتے ہو تو سر مکتوم کی طرف رجوع کرو اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب خود امام صاحب کی ہے۔
۸۔ کتاب المحصول اصول فقہ میں نہایت مبسوط کتاب ہے۔

۹۔ کتاب المحصل..... اس کا پورا نام محصل افکار المتقدمین والمتاخرین من الحماہ والمتمکین ہے اور اس میں علم کلام کے صرف اصول و قواعد بیان کئے ہیں اور اس کو چار رکن پر مرتب کیا ہے پہلا رکن مقدمات میں ہے دوسرا تقسیم معلومات میں تیسرا الہیات میں اور چوتھا سمعیات میں، عزالدین عبد الحمید نے اس پر ایک تعلیق لکھی ہے علاء الدین علی بن عثمان المارونی متوفی ۵۰ھ نے اس کا اختصار کیا ہے اور محقق علی بن عمر الکاتبی القزوی متوفی ۶۷۵ھ نے اس کی شرح مفصل کے نام سے لکھی ہے، محقق طوسی نے بھی المحصل کے نام سے اس کی تلخیص کی ہے اور اس میں امام صاحب پر اعتراضات کئے ہیں۔

ماخذ تصنیفات..... کاپتہ چلانا نہایت اہم اور دلچسپ کام ہے امام صاحب نے قدامت و متاخرین دونوں کی کتابوں سے فائدہ اٹھایا ہے اور دونوں کے خیالات میں آمیزش پیدا کی ہے چنانچہ فلسفہ و حکمت میں بوعلی سینا اور فارابی کی تصانیف سے ابو البرکات بغدادی کی کتاب المعبر سے فن تفسیر میں عام مفسرین کی تفسیروں کے ساتھ خاص خاص عقلی مسائل میں ابو مسلم اصفہانی، ابو القاسم بنی، ابو بکر اصم اور قتال کی تفسیروں سے حکماء اسلام میں امام غزالی کی تصنیفات سے، ادبی مسائل میں زنجشیری کی کشاف سے احکام القرآن میں ابو بکر رازی حنفی کی کتاب سے اور اصول فقہ میں امام غزالی کی کتاب مستطہفی اور ابو الحسن بصری کی کتاب معتمد سے خاص طور پر فائدہ اٹھایا ہے۔

خصوصیات تصنیف..... ۱۔ ان کی تصنیفات کی وجہ سے مسلمانوں کی تصنیفی تاریخ کا ایک نیا دور شروع ہوا کیونکہ آپ نے تصنیف و تالیف میں ایک خاص جدت پیدا کی اور تصنیفات کے مرتب کرنے کا ایک نیا انداز قائم کیا چنانچہ ابن خلدون نے لکھا ہے ”وہ واول من اخترع ہذا الترتیب فی کتبہ داتی فیہا بہالم سبق الیہ“ کہ امام صاحب وہ پہلے شخص ہیں جس نے اپنی کتابوں میں یہ ترتیب ایجاد کی اور ان میں ایسی ایسی باتیں بیان کیں جن کو ان سے پہلے کسی نے بیان نہیں کیا تھا، اس بناء پر قدامت کے بعد تصنیف و تالیف کا جو نیا انداز قائم ہوا اس کا پہلا خاکہ امام صاحب ہی نے قائم کیا۔

۲۔ آپ کی تصانیف کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ مشکل سے مشکل مسائل کو اس قدر سہل اور آسان طریقہ سے بیان کرتے ہیں کہ ایک بچہ کو بھی ان کے سمجھنے میں دقت پیش نہیں آتی، آپ سے پہلے فلسفہ و حکمت کے مسائل نہایت پیچیدہ اور دقیق الفاظ میں بیان کئے جاتے تھے سب سے پہلے امام غزالی نے اس طلسم کو توڑا امام غزالی کے بعد امام رازی نے اس کو باز بچہ اطفال بنادیا۔

۳۔ آپ کی تصنیفات کی یومیہ مقدار جو تفسیر کبیر کی بعض سورتوں کی تفسیر سے معلوم ہوتی ہے نہایت حیرت انگیز ہے مثلاً سورۃ انفال کی تفسیر کے خاتمے میں لکھتے ہیں کہ ”اس سورۃ کی تفسیر رمضان ۶۰۱ھ میں اتوار کے دن تمام ہوئی اس کے بعد سورۃ توبہ کی تفسیر شروع کی ہے اور اس کے خاتمہ میں لکھا ہے کہ ”اس سورۃ کی تفسیر سے ۱۲ رمضان ۶۰۱ھ میں جمعہ کے دن فراغت حاصل ہوئی۔“ اس سورۃ کی تفسیر مصری چھاپے میں ۱۹۳ صفحوں میں تمام ہوئی ہے اور ہر صفحے میں ۳۱ سطریں ہیں جن کا خط نہایت باریک ہے اس لحاظ سے اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ رمضان کی پہلی تاریخ اتوار کے دن پڑی تھی تو سورۃ توبہ کی تفسیر میں ۱۲ دن یعنی صرف دو ہفتے صرف ہوئے اور اس حساب سے اگر ۱۹۳ صفحوں کو ۱۲ دن پر تقسیم کیا جائے تو تصنیف کی یومیہ مقدار تقریباً ۱۴ صفحے ہوتی ہے اور یہ ایک ایسی مقدار ہے کہ عام طور پر لوگ روزانہ ۱۴ صفحے کی کتابت بھی بمشکل کر سکتے ہیں اور سورۃ حم السجدہ کی تفسیر کے لحاظ سے تو یومیہ مقدار ۲۰ صفحے ہوتے ہیں جو پہلے سے بھی زیادہ حیرت انگیز ہے۔

۴۔ سب سے بڑی خصوصیت استقصاء و جامعیت ہے کہ آپ ہر مسئلہ پر نہایت تفصیل سے بحث کرتے ہیں اور اس مسئلہ پر جس قدر دلائل و براہین اور اعتراضات و جوابات ہوتے ہیں سب کو ایک جگہ جمع کر دیتے ہیں اسی اصول کے

مطابق انہوں نے تفسیر کبیر لکھی ہے اسی لئے ان کی تفسیر میں نحوی، صرفی، ادبی، عقلی اور متکلمانہ ہر قسم کے مباحث موجود ہیں اور انہی میں وہ باتیں بھی شامل ہیں جن کو خاص تفسیر کہتے ہیں لہذا شیخ ابو حیان کا اپنی کتاب ”البحر“ میں یہ کہنا کہ ”اس میں اور سب چیزیں ہیں مگر تفسیر نہیں ہے“ سراسر ظلم ہے۔

(۱۳۹) صاحب الملل والخل

ابو الفتح محمد بن ابی القاسم عبدالکریم بن ابی بکر احمد، شہرستان جو خراسان کا ایک شہر ہے اس میں ۴۶۷ھ میں پیدا ہوئے اس لئے نسبت میں شہرستانی کہلاتے ہیں۔

آپ نے احمد خوانی اور ابو نصر قشیری وغیرہ سے علم فقہ، ابو القاسم انصاری سے علم کلام اور علی بن احمد مدینی وغیرہ سے علم حدیث حاصل کیا اور آپ سے حافظ ابو سعید عبدالکریم سمعانی نے حدیث کی کتابت کی، آپ اشعری مذہب کے بلند پایہ متکلم علوم و فنون میں اپنے دور کے امام، بڑے قوی الحافظ اور شیریں کلام تھے آپ نے کئی کتابیں تصنیف کیں لیکن الملل والخل زیادہ مشہور ہے جس میں آپ نے مختلف مذاہب و عقائد محققانہ انداز میں بیان کئے ہیں آپ نے اواخر شعبان ۵۴۸ھ میں شہرستان میں وفات پائی۔

(۱۴۰) صاحب کتاب المعبر

اوحد الزمان ابو البرکات بیتہ اللہ بن ملا البغدادی اپنے دور کا ماہر طبیب علوم ادب کا واقف کار نہایت خوبصورت اور صاحب ثروت تھا صاحب مفتاح السعادة لکھتے ہیں :

اوحد الزمان طبیب فاضل عالم بعلوم الاوائل کان حسن العبارة لطیف الاشارة
اوحد الزمان فاضل طبیب، علوم ادب کا جاننے والا بہتر عبارت اور لطیف اشارہ والا تھا۔
لیکن طبیعت کے لحاظ سے بہت دنی تھا نیز اس کی زندگی کا بیشتر حصہ یہودیت ہی میں گزرا تھا ایک مرتبہ ابن اخلع نے اس کی ہجو میں یہ اشعار کہے۔

اذا تکلم تبدوفیه من فیه

لنا طبیب یہودی حماقتہ

کانہ بعدلم یخرج من التیہ

یتیہ والکلب اعلى منه منزلتہ

جب اس نے یہ اشعار سنے تو اس کو بڑی غیرت آئی اور دل میں سوچنے لگا کہ جب تک میں اسلام قبول نہیں کرتا اس وقت تک نواز نہ جاؤں گا چنانچہ وہ مسلمان ہو گیا اور پھر اپنی زندگی درس و تدریس اور لوگوں کے علاج معالجہ کیلئے وقف کر دی۔ آخر عمر میں آنکھوں سے معذور ہوا، کانوں کی سماعت جاتی رہی، مزید براں برص اور جذام کی بیماری نے حملہ کیا اور ایسی ایسی آفتیں آئیں کہ بقول صاحب مفتاح اگر وہ کسی پہاڑ پر نازل ہوتیں تو اس کی جڑوں کو بھی کھوکھلا کر دیتیں اس کی تاریخ وفات کا صحیح پتہ نہ چل سکا البتہ صاحب مفتاح السعادة نے لکھا ہے کہ اس نے چھٹی صدی کے وسط میں وفات پائی۔ مرنے کے بعد قبر پر اس کی وصیت کے مطابق یہ عبارت لکھی گئی۔

هذا قبر اوحد الزمان ابی البرکات ذی البرکات صاحب المعبر فسبحان من لا یغلبہ غالب ولا ینجو من

قضائہ مستحیل ولا ہارب۔

۱۔ از ابن خلکان تاریخ الاطباء مقالات الجواہر المصیۃ امام رازی وغیرہ۔ ۲۔ از مفتاح السعادة ۱۲

۳۔ ہمارا ایک طبیب ہے یہودی جب وہ بولتا ہے تو اس کی حماقت ظاہر ہوتی ہے وہ یہودیت میں ایسا سرگرداں ہے کہ اب تک اس کو اس سے نکلنے کی توفیق نہیں ہوئی اور وہ ایسا دنی ہے کہ اس سے کتا بھی اچھا ہے۔ ۱۲

یہ اوجد الزمان ابوالبرکات کی قبر ہے جو بڑی عبرت والا اور کتاب المعبر کا مصنف ہے پس پاک ہے وفات جس پر نہ کوئی غالب آنے والا ہے اور نہ اس کی قضا سے کوئی حیلہ گر اور بھاگنے والا بھاگ سکتا ہے۔
اس کی کتاب المعبر بہت مشہور کتاب ہے جس میں اس نے ریاضی کے علاوہ حکمت کی تمام اقسام کو بیان کیا ہے۔

(۱۴۱) صاحب شرح اشارات

ایک علامہ قطب الدین رازی کی ہے جن کے حالات ”قطبی“ شرح شمس کے ذیل میں گزر چکے اور ایک امام فخر الدین رازی کی ہے جن کے حالات ”المحصل“ کے ذیل میں گزر چکے۔

(۱۴۲) صاحب شرح مواقف

میر سید شریف جرجانی کی ہے جن کے حالات ”نخو میر“ کے ذیل میں گزر چکے۔

(۱۴۳) صاحب شرح تجرید

تعارف مع تحقیق قوشچی..... علاء الدین علی بن محمد مشہور بقوشچی صاحب شقائق طاش کبریٰ زادہ رومی نے قوشچی بمعنی ”حافظ البازی“ لکھا ہے مولانا عبدالحی صاحب نے التعليقات السنیہ میں ۸۹ پر نقل کیا ہے کہ ان کی زبان میں اس کے یہی معنی ہیں تو ممکن ہے کہ آپ باز اور شکرے کی نسلوں کے متعلق زیادہ معلومات رکھتے ہوں جس کی وجہ سے آپ کو قوشچی کہا جاتا ہے مولانا موصوف ہی نے تعليقات ۳۸ پر صاحب ”حبیب السیر“ کے حوالہ سے ایک اور وجہ ذکر کی ہے اور وہ یہ کہ علامہ موصوف اپنے بچپن میں امیر الغ بیگ کے منظور نظر تھے اور وہ آپ کو غایت شفقت کی بنا پر اپنا بیٹا کہا کرتا تھا اور بعض اوقات پرند کو اپنے ہاتھ سے ان کے ہاتھ پر بٹھادیتا تھا اس لئے آپ قوشچی سے مشہور ہو گئے۔
صاحب اکسیر کی غلطی..... بہر کیف ان نقول سے یہ ثابت ہو گیا کہ صاحب ”اکسیر فی اصول التفسیر“ نے جو یہ ذکر کیا ہے کہ قوشچی ایک جگہ کا نام ہے اور اس کی طرف منسوب ہو کر آپ قوشچی کہلاتے ہیں یہ غلط ہے۔

تحصیل علوم..... آپ نے سمرقند کے مختلف علماء سے علم حاصل کیا خصوصیت سے علوم ریاضیہ قاضی زادہ رومی شارح ملخص چینی سے حاصل کئے جو علوم ریاضی میں بڑی مہارت رکھتے تھے اس کے بعد آپ بلاد کرمان تشریف لے گئے اور وہاں کے علماء سے مختلف علوم و فنون حاصل کر کے اپنے دور کے علامہ بنے صاحب حبیب السیر نے ان کے متعلق لکھا ہے ”کان اعلم علماء زمانہ و افضل حکماء دورانہ“ آپ اپنے زمانہ کے علماء میں عالم تر اور حکماء میں فاضل تر تھے۔

جب آپ سمرقند چھوڑ کر کرمان گئے تو آپ نے کسی کو اطلاع نہیں کی بلکہ چپکے سے نکل گئے اور وہاں علوم حاصل کرنے کے بعد شرح تجرید لکھی پھر آپ سمرقند واپس ہوئے اور امیر الغ بیگ کی خدمت میں حاضر ہو کر معذرت پیش کی کہ میں صرف تحصیل علم کی خاطر اتنی مدت آپ سے غائب رہا، امیر نے آپ کا عذر قبول کیا اور پوچھا کہ کرمان سے کیا تحفہ لائے ہو۔ فرمایا کہ رسالہ لایا ہوں جس میں میں نے قمر کے شکال کو حل کیا ہے جس کے حل میں بڑے بڑے لوگ ناکام رہے ہیں امیر نے کہا: لاؤ دیکھیں کہاں کہاں غلطی کی ہے آپ نے وہ رسالہ پیش کیا امیر نے کھڑے کھڑے ہی اس کا مطالعہ کر ڈالا اور آپ کی اس عجیب و غریب کوشش و محنت سے بہت خوش ہوا۔

مجمل حیات..... صاحب شقائق نے لکھا ہے کہ جب امیر الغ بیگ نے سمرقند میں رصد خانہ کی تعمیر شروع کی تو اولاً اس

مہم کو غیاث الدین جمشید کی سپردگی میں دیا گیا جو اس فن کا ماہر تھا مگر اس کی زندگی نے وفانہ کی اور کچھ ہی دن بعد اس کا انتقال ہو گیا اس کے انتقال کے بعد یہ مہم قاضی زادہ رومی کی ذمہ داری میں آئی لیکن قاضی زادہ رومی بھی قبل از تکمیل اس کا سے رخصت ہو گئے تو علامہ قوشچی کو اس کا ذمہ دار بنایا گیا اور آپ کے ہاتھوں رصد خانہ کی تعمیر پایہ تکمیل کو پہنچی تعمیر رصد خانہ کے دوران جو حالات پیش آئے ان کو کتابی شکل میں قلمبند کیا گیا جس کو زیج الغ بیگ کہا جاتا ہے۔

جب امیر الغ بیگ کی وفات کے بعد حکومت کی باگ ڈور اس کی اولاد کے ہاتھ میں آئی اور انہوں نے علامہ کی قدر نہ کی تو آپ سمرقند سے امیر حسن الطویل کے یہاں تبریز آ گئے امیر حسن نے آپ کی بہت تعظیم کی اور آپ کو شاہی خاں شہنشاہ بلاد روم کے پاس سفیر و ثالث بنا کر بھیجا تا کہ آپ ان دونوں میں مصالحت کی کوئی صورت پیدا کریں آپ شاہ محمد خاں کے یہاں حاضر ہوئے تو اس نے امیر حسن سے کہیں زیادہ تعظیم و تکریم کی اور آپ کو اپنے یہاں رہنے کی دعوت دی آپ نے شاہ کی دعوت کو قبول کیا اور کہا میں اپنی سفارت کی ذمہ داری سے بسکدوشی کے بعد ہی آپ کے یہاں آسکوں گا چنانچہ آپ امیر حسن کے یہاں واپس آئے اور ذمہ داری سے بسکدوشی حاصل کی ادھر شاہ محمد خاں نے آپ کو بلائے کیلئے حدام بھیج دیئے شاہی حدام ہر منزل پر ایک ہزار درہم لٹاتے ہوئے علامہ کو قسطنطنیہ لائے یہاں علماء و اعیان شہر نے آپ کا پرزور استقبال کیا۔ علامہ نے حاضر دربار ہو کر علم حساب میں اپنا تصنیف کردہ ایک رسالہ ”محمدیہ“ شاہ کی خدمت میں پیش کیا جس کے متعلق لکھا ہے ”رسالۃ لطیفۃ لایوحدا نفع منها“۔

جب شاہ محمد خاں امیر حسن طویل کے ساتھ جنگ کیلئے گیا تو علامہ بھی ساتھ تھے آپ نے اسی سفر میں ایک رسالہ علم ہیت میں تصنیف کیا جو ”فتحیہ“ کے ساتھ موسوم ہے اس کے بعد شاہ محمد خاں قسطنطنیہ واپس ہو اور اس نے ”ایا صوفیہ“ مدرسہ آپ کے حوالہ کیا جس میں آپ کا روزینہ دو سو درہم تھا۔

وفات آپ آخر عمر تک قسطنطنیہ قیام پذیر رہے یہیں آپ نے وفات پائی اور سیدنا حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے جوار میں مدفون ہوئے صاحب کشف الظنون نے آپ کا سنہ وفات ۸۷۹ھ لکھا ہے۔
تصانیف مذکورہ بالا کتب کے علاوہ آپ نے کتاب العقود، محبوب العماکل، حاشیہ علی شرح الکشاف (للتنازانی) رسالہ فی مباحث الحد وغیرہ کتابیں تصنیف کیں لیکن آپ کی تصنیفات میں شرح تجرید سب سے عمدہ کتاب ہے جس کی بابت صاحب شقائق نے لکھا ہے۔

وہو شرح عظیم لطیف فی غایتہ اللطافتہ لخص فیہ فوائد الاقدمین احسن تلخیص و اضاف الیہا زوائد

وہی نتائج فکرہ مع تحریر سہل واضح .

وہ ایک عظیم الشان نہایت لطیف شرح ہے جس میں آپ نے متقدمین کے فوائد کو عمدہ طریقہ سے ملخص کیا ہے اور مزید فوائد کا بھی اضافہ کیا ہے جو آپ کے فکر کا نتیجہ ہے اور تحریر نہایت سہل اور واضح ہے۔ لہ

(۱۴۴) صاحب رسالہ قشیریہ

زین الاسلام ابو القاسم عبدالکریم بن ہوازن بن عبدالملک بن طلحہ القشیری ۲۷۶ھ مطابق ۹۸۶ھ میں پیدا ہوئے اور اپنے دور میں علم و فضل اور زہد و تقویٰ کے لحاظ سے خراسان کے شیخ کہلائے آپ قشیر بن کعب کے خاندان سے تھے اس لئے نسبت میں قشیری کہلاتے ہیں نیز آپ کا قیام بیشتر نیشاپور میں رہا اس لئے نیشاپوری بھی کہے جاتے ہیں سلطان الپ ارسلان آپ کی بہت تعظیم و تکریم کرتا تھا۔

آپ کی تصنیفات میں ”الرسالة القشيرية“ فن تصوف کا بے نظیر رسالہ ہے اور بہت مقبول ہے اس کے علاوہ التیسیر فی التفسیر اور لطائف الاشارات بھی آپ کی تصانیف میں آپ نے ۴۶۵ھ مطابق ۱۰۷۰ء میں وفات پائی۔

(۱۴۵) صاحب ادب الکاتب

ابو محمد عبد اللہ بن مسلم بن قتیبة الدینوری ۲۱۳ھ میں پیدا ہوئے اسحاق بن راہویہ، ابو اسحاق ابراہیم بن سفیان بن سلیمان زیادہ، ابو حاتم سجستانی وغیرہ سے علم کی تحصیل کی بغداد کی بود و باش اختیار کی اور وہیں ایک عرصہ تک حدیث اور اپنی تصانیف پڑھاتے رہے اور دینور کے قاضی بھی رہے آپ عالم فاضل اور صاحب تصانیف ہیں صاحب معجم نے آپ کا تعارف ان الفاظ سے کر لیا ہے۔

عالم مشارک فی انواع من العلوم کاللغة والنحو و غریب القرآن و معانیہ و غریب الحدیث والشعر والفقه والاخبار وایام الناس وغیر ذلك۔

آپ لغت و نحو غریب القرآن و معانی قرآن غریب الحدیث شعر فقہ و اخبار اور واقعات عرب وغیرہ بہت سے علوم کے ماہر عالم تھے۔

غریب القرآن، غریب الحدیث، مشکل القرآن، مشکل الحدیث، ادب الکاتب، عیون الاخبار، طبقات الشعراء، المعارف کتاب الاثر بہ، اصلاح الغلط، کتاب الخلیل، کتاب الانواء، کتاب المسائل والجوابات، کتاب التیسیر والقدر، جامع الفقه اور کتاب الجراہیم وغیرہ بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں آپ نے ۵ ارجب ۲۷۶ھ میں اچانک وفات پائی۔ ۲

(۱۴۶) صاحب الاتقان

علامہ جلال الدین بن سیوطی کی تصنیف ہے جن کے حالات تفسیر ”جلالین“ کے ذیل میں گزر چکے۔

(۱۴۷) صاحب مجمع البیان

امین الاسلام، امین الدین ابو علی فضل بن حسن بن الفضل طبرسی، طوسی، سبزوری، شیعہ، صاحب معجم نے لکھا ہے مفسر مشارک فی بعض العلوم۔

مجمع البیان، اعلام الوری باعلام الہدی (۲ جلد) حقائق الامور (فی الاخبار) غنیۃ العابد و منیۃ الزاہد، عمدۃ السفر و عمدۃ الحضر وغیرہ کتابیں آپ کی علمی یادگار ہیں آپ نے ۵۴۸ھ میں وفات پائی۔ ۳

(۱۴۸) صاحب معالم الاصول

جمال الدین ابو المنصور حسن بن زین الدین بن علی بن احمد بن محمد بن جمال الدین بن تقی الدین بن صالح عالمی جہمی مشہور بالشامی فقیہ، اصولی، محدث، ادیب اور شاعر تھے۔ مقام جمع میں ۲۷ رمضان ۹۵۹ھ میں پیدا ہوئے اور یہیں شروع محرم ۱۰۱۱ھ میں وفات پائی۔ منتقى الجمال فی الاحادیث الصحاح و الحسان، معالم الدین و ملاذ المجتہدین فی اصول الدین، التحریر الطائوسی (فی الرجال) مشکاة القول السدید فی الاجتہاد و التقليد اور دیوان شعر وغیرہ آپ کی علمی یادگار ہیں۔ ۴

(۱۴۹) صاحب علل الشرائع

ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بن موسیٰ بن بابویہ التمیمی الشہیر بالشیخ الصدوق مفسر و فقیہ، اصولی محدث حافظ الاسماء و رجال کے عالم تھے اصل کے لحاظ سے آپ خراسانی ہیں لیکن آپ کی اکثر زندگی بغداد میں گزری اور ۲۸۱ھ میں رے میں وفات پائی۔

آپ بہت بڑے صاحب قلم اور کثیر التصانیف تھے فرست طوسی میں آپ کی تصانیف کی تعداد تین سو تہائی ہے اور علامہ عالمی نے ۱۸۶ تصانیف کا تذکرہ کیا ہے جن میں سے چند مصنفات یہ ہیں۔

الجمعة الجماعة، الجنة والنار، المواعظ والحکم، غریب حدیث النبی ﷺ و امیر المومنین من لایحضرہ

الفقیہ، علل الشرائع - ۱

(۱۵۰) صاحب مروج الذهب

ابو الحسن علی بن حسین بن علی السعودی، نبی کریم ﷺ کے جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں اس لئے نسبت میں مسعودی کہلاتے ہیں۔

بلند پایہ مورخ و اخباری اور مختلف علوم و فنون کے عالم و فاضل تھے جمادی الاخرہ ۳۴۵ھ یا ۳۴۶ھ میں مصر میں وفات پائی اور بہت سی علمی قابل قدر تصانیف یادگار چھوڑیں مثلاً مروج الذهب، معاون الجواہر (فی تحف الاشراف والملوک) التاریخ فی اخبار الامم من العرب و انجم التنبیہ والاشراف خزائن الملک و سر العالمین کتاب المقالات فی اصول الدیانات وغیرہ۔ مولانا شبلی نے ”الفاروق“ میں لکھا ہے کہ ابو الحسن مسعودی فن تاریخ کا امام ہے اسلام میں آج تک اس کے برابر کوئی وسیع النظر مورخ پیدا نہیں ہوا وہ دنیا کی اور قوموں کی تواریخ کا بہت بڑا امام تھا اس کی تمام تاریخی کتابیں ملتیں تو کسی اور تصنیف کی کچھ حاجت نہ ہوتی لیکن افسوس ہے کہ قوم کی بد مذاتی سے اس کی اکثر تصنیفات ناپید ہو گئیں یورپ نے بڑی تلاش سے دو کتابیں مہیا کیں ایک مروج الذهب اور دوسری کتاب الاشراف و التنبیہ مروج الذهب مصر میں چھپ گئی ہے موصوف نے سنہ وفات ۳۸۶ھ لکھا ہے۔ علامہ ابن خلدون اپنے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ مسعودی نے مروج الذهب میں یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ اپنے زمانہ ۳۳۰ھ تک کی تمام غربی و شرقی اقوام عالم کے حالات بسط و شرح کے ساتھ ضبط کئے ہیں ان کے مذاہب و عادات ان کے شہروں کے حالات ان کے پہاڑوں، دریاؤں، ممالک و سلطنتوں کی کیفیات معرض بیان میں لایا ہے اور عرب و عجم کو علیحدہ علیحدہ خاندانی شاخوں میں دکھایا ہے اسی لئے اس کو مورخین میں سر بلندی نصیب ہوئی۔ ۲

(۱۵۱) صاحب الدیوان

علامہ خیر الدین زرکلی کے اشعار کا مجموعہ ہے جن کی کتاب ”الاعلام“ دس جلدوں میں ہے اور راقم الحروف کے مطالعہ میں رہی ہے افسوس کہ ان کے مزید حالات ہم کو نہ مل سکے۔

(۱۵۲) صاحب شرح حکمت الاشراق

نام و نسب اور تحصیل علم..... قطب الدین ابوالثناء محمود بن مسعود بن مصلح الفارسی الشیرازی الشافعی ۶۳۴ھ میں

۱۲ ایضاً۔ ۲ از مجملہ المولفین الفاروق مقدمہ ابن خلدون ۱۲۔

شیراز میں پیدا ہوئے اور ابتدائی تعلیم اپنے والد مسعود سے (جو اپنے دور کے مشہور طبیب تھے) اور اپنے چچا کی سے حاصل کی پھر محقق نصیر الدین طوسی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے اخذ علوم کیا اس کے بعد آپ روم چلے گئے صاحب روم نے آپ کی بہت تعظیم و تکریم کی اور وہاں آپ کو سیواس اور ملطیہ کا قاضی بنادیا گیا پھر آپ بغداد و دمشق اور شام کے درس و تدریس..... اس کے بعد تبریز آکر مستقل سکونت اختیار کر لی اور تاحیات وہیں علوم عقلیہ اور جامع الاصول وغیرہ کا درس دیتے رہے علامہ بغوی کی ”شرح السنۃ“ کا مطالعہ کثرت سے کرتے تھے۔

جامعیت..... بقول علامہ اسنوی، معقولات میں امام عصر ہونے کے ساتھ ساتھ آپ ظریف الطبع بھی تھے رنج و غم کو اپنے قریب نہیں آنے دیتے تھے، اور لطف یہ کہ ہر فن میں اولی تھے گانا بجانا موسیقی، بینڈ، شعبہ اور شطرنج وغیرہ ہر چیز کا آپ شوق رکھتے تھے۔

زہد و عبادت..... لیکن اس کے باوجود نہایت متورع اور غایت درجہ محتاط بھی تھے چنانچہ نماز ہمیشہ باجماعت ادا فرماتے تھے، علماء و فقہاء کے ساتھ نہایت عاجزی و انکساری سے پیش آتے، جب کوئی کتاب تصنیف فرماتے تو روزہ رکھتے اور رات بھر جاگتے تھے۔

تصنیفات..... آپ نے بہت سی اہم اور مفید کتابیں تصنیف کیں فن تفسیر میں آپ کی مشہور کتاب ”فتح السنان“ چالیس جلدوں پر مشتمل ہے اس کے علاوہ مشکلات التفاسیر شرح کلیات قانون (لابن سینا طب میں) شرح مفتاح العلوم (بلاغت میں) غرۃ التان (حکمت میں) نہایت الادراک فی درایت الافلاک، الحقیقۃ الشہیہ، التبصرہ، (تینوں علم ہیئت میں) شرح الاسرار (للسمروردی) الانتصاف فی شرح الکشاف شرح مختصر ابن حاجب شرح تذکرہ نصیریہ رسالہ (فی البرص) وغیرہ آپ کی بہترین تصانیف ہیں فلسفہ میں نہایت عمدہ اور مفید کتاب شرح حکمتہ الاشراف بھی آپ ہی کی ہے صاحب حبیب السیر علامہ غیاث الدین ہروی نے قطب الدین شیرازی دو مانے ہیں ایک تلمیذ طوسی شارح قانون اور ایک شارح مفتاح و شارح حکمتہ الاشراف مگر یہ غلط ہے اور یہ سب کتابیں آپ ہی کی ہیں ملا معصوم بلخی بھی معصوم ہونے کے باوجود حواشی شرح ملخص چغینی میں اس وہم کے شکار ہو گئے مولانا عبدالحی صاحب نے التعليقات السنیہ اور الافادۃ الخطیرۃ فی بحث سبع عرض شعیرہ میں اس پر تنبیہ فرمائی ہے فجزاہ اللہ خیر الجزاء۔

وفات..... قطب موصوف نے ۲۴ رمضان ۷۱۰ھ مطابق ۱۳۱۱ء میں وفات پائی۔ ۱

مصنفین کتب متفرقہ

مذکورہ بالا کتب کے علاوہ بعض مدارس میں کچھ اور کتابیں بھی پڑھی پڑھائی جاتی ہیں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آخر کتاب میں ان کے مصنفین کے حالات بھی مختصر طور پر ذکر کر دیئے جائیں۔ واللہ الموفق

(۱۵۳) صاحب دستور المبتدی

شیخ صفی الدین بن نصیر الدین ردولوی کی تصنیف ہے جن کے حالات ”میزان الصرف“ کے ذیل میں گزر چکے۔

(۱۵۴) صاحب شذ العرف

شیخ احمد الحملاوی متوفی ۱۳۵۱ھ مطابق ۱۹۲۲ء کی تصنیف ہے جو دارالعلوم قاہرہ میں عربی زبان کے استاذ تھے اور

علماء ہر میں باحیثیت تصور کئے جاتے تھے زہرۃ الربیع فی المعانی والبیان والبدیع بھی آپ ہی کی تصنیف ہے۔ ۱

(۱۵۵) صاحب الخوالواضح

علی بن صالح بن عبدالفتاح الجارم، مصر کے مشہور شاعر ادیب، انشاء پرداز لغوی اور تصحیح و بلیغ تھے مصر کے رشید نامی مقام میں ۱۳۹۹ھ مطابق ۱۸۸۱ء میں پیدا ہوئے اور قاہرہ میں تعلیم حاصل کی ۱۹۰۸ء میں علمی وفد کے ساتھ انگلینڈ گئے اور وہاں انگریزی ادب، نفسیات اور منطق وغیرہ کی تعلیم حاصل کی، ۱۹۱۲ء میں دارالعلوم قاہرہ کے مدرس ہوئے ۱۹۲۰ء میں اس کے رکن منتخب ہوئے۔

آپ نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں، جن میں الخوالواضح اور البلاغۃ الواضحة بہت مقبول اور بعض مدارس میں داخل درس ہیں ان دونوں کی تالیف میں آپ کے ساتھ مصطفیٰ امین بھی شامل ہیں۔

دیگر تالیفات یہ ہیں خاتمة المطاف، دیوان الجارم (جلد ۴) سیدۃ القصور، الشاعر الطموح، شاعر ملک العرب فی اسبانيا مراح العربیہ، ہاتف الاندلس، فارس بن حمدان، شرح المکاتاة، ادب الاسلام تصحیح کتاب الجلاء، علم النفس و آثارہ فی التریبۃ والتعلیم، تہذیب کتاب الفری وغیرہ۔

آپ نے ۱۳۶۸ھ مطابق ۱۹۴۹ء میں وفات پائی۔ ۲

(۱۵۶) صاحب الفیہ

نام و نسب اور تحقیق نسبت جمال الدین ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن مالک الطائی نسا الشافعی مذہب الجبانی منشاء۔ الدمشقی اقامتہ، حیان (فتح جیم و تشدید) جو اندلس میں ایک شہر ہے وہیں ۵۹۷ھ میں پیدا ہوئے علامہ ذہبی نے سنہ ۶۰۰ھ یا ۶۰۱ھ بیان کیا ہے۔

تحصیل علوم علامہ ذہبی کہتے ہیں کہ آپ نے دمشق میں شیخ نحوی، حسن بن صباح اور ایک جماعت سے حدیث کا سماع کیا اور بہت سے علماء سے علوم عربیہ حاصل کئے اور حلب میں شیخ ابن یعیش کے تلمیذ ابن عمرو کے درس میں بھی شرکت کی علامہ تبریزی نے اواخر شرح حاجیہ میں نقل کیا ہے کہ آپ علامہ ابن حاجب کے حلقہ درس میں بھی شریک ہوئے ہیں اور ان سے استفادہ کیا ہے لیکن شیخ دامینی فرماتے ہیں کہ یہ نقل مجھے کسی اور سے نہیں ملی نیز ابن مالک کے ایک تلمیذ نے خود ابن مالک کا قول نقل کیا ہے کہ میں نے حیان میں ثابت بن حیان سے پڑھا ہے اور میں تقریباً تیرہ روز شیخ ابو علی شلو بین کے حلقہ درس میں بیٹھا ہوں حافظ سیوطی نے بغیۃ الوعاة میں ذکر کیا ہے کہ ابن مالک کے اساتذہ میں جلیل القدر استاذ شیخ موفق الدین ابوالبقاء مشہور بابن یعیش و معروف بابن الصانع ہیں چنانچہ ابن ایاز نے اوائل شرح التصریف میں ذکر کیا ہے کہ ابن مالک نے ابن یعیش جلی شارح مفصل سے علم حاصل کیا ہے۔

علمی مقام و جلالت شان شیخ ابن مالک نحو و تصریف، تجوید و قرأت، لغت و عربیت اور فن حدیث وغیرہ بہت سے علوم میں اپنے وقت کے امام تھے بالخصوص نحو، عربیت میں تو بحرنا پیدا کنار تھے اور بڑے بڑے نحویوں کو نظر میں نہ لاتے تھے چنانچہ موصوف شیخ جمال الدین بن الحاجب کی بابت کہا کرتے تھے کہ انہوں نے علم نحو صاحب مفصل (جار اللہ زحشری) سے حاصل کیا ہے اور صاحب مفصل معمولی نحوی ہے شیخ رکن الدین بن القویع کہا کرتے تھے کہ ابن مالک نے نحو کی کوئی حرمت و منزلت نہیں چھوڑی، شہاب الدین محمود بن مالک کا بیان ہے کہ ابن مالک عادلہ میں امام تھے جب

آپ نماز سے فارغ ہوتے تو قاضی القضاۃ شمس الدین ابن خلکان ان کی تعظیم کی خاطر گھر تک ساتھ آتے تھے، آپ عربیت وغیرہ میں امام ہونے کے ساتھ ساتھ کامل العقل، رقیق القلب نہایت پاکدامن اور کثیر العبادت تھے۔ درس و تدریس..... علامہ ابن مالک گواند لسی الاصل ہیں مگر بعد میں آپ دمشق منتقل ہو گئے تھے تاحیات میں اقامت پزیر رہے اور یہیں تصنیف و تالیف اور درس و تدریس کا شغل رہا چنانچہ ایک مدت تک تربتہ العالیہ اور جامع معمر میں صدر کی حیثیت سے کام کرتے رہے اور آپ کے صاحبزادے امام بدر الدین ابو عبد اللہ محمد اور شمس بن ابی الفتح بعلی، بدر بن جماعہ، علاء بن العطار، شہاب الدین ابو بکر بن یعقوب شافعی اور امام نووی جیسی بلند پایہ ہستیاں آپ کے شرف تلمذ سے بہرہ اندوز ہوئیں۔ تصنیفات و تالیفات..... آپ نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں جن میں سے الفیہ نحو میں بہت مشہور ہے اور بعض مدارس میں اب بھی داخل درس ہے، علامہ ابن رشد فرماتے ہیں کہ آپ نے نحو میں ایک ارجوزہ نظم کیا جس کا نام ”الکافیۃ الشافیۃ“ ہے یہ تقریباً تین ہزار اشعار پر مشتمل ہے پھر آپ نے اس کو نشر میں لکھا جس کا نام الفوائد النحویۃ والمقاصد المحویۃ ہے جس پر علامہ سعد الدین ابن العربی صوفی نے ان اشعار میں تقریظ لکھی ہے۔

الاحصہ والنشر العلم اہلہ

ان الامام جمال الدین فضلہ

یزل مفید الذی لب تاملہ

املی کتابالہ یسمی الفوائد لم

ان الفوائد جمع لانظیر لہ

فکل مسئلۃ فی النحو یجمعہا

اس کے بعد آپ نے اس کی تلخیص کی جس کا نام تسہیل الفوائد و تکمیل المقاصد ہے شیخ قاضی القضاۃ محی الدین عبد القاضی بن ابی القاسم ہانکی فرماتے ہیں کہ تسہیل الفوائد میں الفوائد پر الف لام عہد کا ہے جس سے کتاب مذکور ”الفوائد النحویۃ“ کی طرف اشارہ ہے اور ابن العربی کے قول ”ان الفوائد جمع اھ“ سے مراد بھی یہی ہے شیخ صلاح صفدی نے جو یہ سمجھا ہے کہ اشعار تسہیل کی بابت ہیں اور کہا ہے کہ ”فی قولہ“ ان الفوائد جمع لانظیر لہ تو ریۃ لولا ان الکتاب تسہیل الفوائد لا الفوائد یہ موصوف کی غلط فہمی ہے ان کے علاوہ دیگر تصنیفات یہ ہیں۔ (۴) الصرف فی معرفۃ لسان العرب (۵) سبک المنظوم و فک المنحوم (۶) عدۃ الحافظ و عمدۃ اللافظ (۷) ایجاز التعریف (۸) شواہد التوضیح (۹) تحفۃ المورود فی المقصود و الممدود۔ (۱۰) الاعتقاد فی الفرق بین الظا و الضاد (۱۱) شرح الجزولیۃ (۱۲) شرح التسہیل (۱۳) الفتاوی (۱۴) نظم الفوائد۔ رحلت و وفات..... آپ نے دمشق میں ۱۲ شعبان ۶۷۲ھ مطابق ۱۲۷۴ء میں وفات پائی شرف الدین حصنی نے آپ کی وفات پر ایک طویل مرثیہ لکھا جس کے آخری شعر یہ ہیں۔

الاعراب یا منہا کل مقال

یا لسان الاعراب یا جامع

وفی نقل منہا العوالی

یا فرید الزمان فی النظم والنثر

علموا ما بیعت عند الزوال

کم علوم بہتہا فی اناس

شیخ صلاح صفدی نے لکھا ہے کہ میں نے کسی نحوی کے بارے میں اس سے بہتر مرثیہ نہیں دیکھا۔

فہرست حواشی و شروح کتاب ”الفیہ“

مصنف

نمبر شمار شرح

شیخ جمال الدین عبد اللہ بن یوسف العروف بابن ہشام

۱ دفع الخصاصۃ عن الخلاصۃ

شیخ محمد بن محمد الاسدی القدسی

۲ بلغۃ الخاصۃ فی حل الخلاصۃ

شیخ محمد بن قاسم بن علی الغزالی

۳ فتح الزب الممالک شرح الالفیہ ابن مالک

علامہ جلال الدین سیوطی	۴	الہجۃ المرضیۃ فی شرح الالفیہ
علامہ تقی الدین احمد بن محمد الشیخ	۵	منہج المسالک الی الفیہ ابن مالک
شیخ برہان الدین ابراہیم بن محمد بن قیم الجوزیہ	۶	ارشاد المسالک
فاضل احمد زینی و حلان	۷	الازہار النریۃ
امام ابن مالک (صاحب الترجمہ)	۸	شرح الالفیہ
بدر الدین ابو عبد اللہ محمد (ولد الامام ابن مالک)	۹	=====
شیخ شمس الدین حسن بن احمد بن القاسم المرادی	۱۰	=====
شیخ ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن علی بن جابر الاعسیٰ الہواری	۱۱	=====
شیخ ابوزید عبد الرحمن بن علی بن صالح المکودی	۱۲	=====
شیخ شمس الدین محمد بن یوسف بن عبد اللہ بن محمود الخطیب البزری	۱۳	=====
شیخ محمد بن ابی الفتح بن ابی الفضل الحنبلی	۱۴	شرح الالفیہ
علامہ اشیر الدین ابو حیان محمد بن یوسف الاندلسی	۱۵	منہج السالک فی الکلام علی الفیہ ابن مالک
شیخ ابوالمامہ محمد بن علی التتاش الدکاکی	۱۶	شرح الالفیہ
شیخ محمد بن احمد الاسنوی	۱۷	=====
شیخ دین الدین عمر بن المظفر بن الوردی	۱۸	=====
شیخ شمس الدین محمد بن عبد الرحمن بن علی۔ ابن الصانع الزمری	۱۹	=====
قاضی برہان الدین ابراہیم بن عبد اللہ الحکری المصری	۲۰	=====
شیخ بہرام بن عبد اللہ الدیری	۲۱	=====
شیخ نور الدین علی بن محمد الاشمونی	۲۲	=====
شیخ بدر الدین محمد بن محمد الرضی الغزی	۲۳	=====
شیخ ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمن الشہیر بابن عقیل	۲۴	=====

(۱۵۷) صاحب شرح الفیہ

نام و نسب اور پیدائش..... قاضی القضاۃ بہاء الدین عبد اللہ بن عبد الرحمن بن عبد اللہ بن محمد بن محمد القرشی الہاشمی العقیلی الہدانی الیاسی المصری سیدنا عقیل بن ابی طالب کی نسل سے ہیں اس لئے ابن عقیل سے مشہور ہیں آپ کے آباء و اجداد شہر ہمدان میں مقیم تھے وہاں سے حلب اور رقبہ کے درمیان بالس نامی مقام پر کچھ افراد آکر بس گئے اس کے بعد ان میں سے کسی ایک نے مصر آکر بود و باش اختیار کر لی اور اسی وارد مصر کی نسل سے موصوف بقول ابن حجر و صفدی قاہرہ میں بروز جمعہ ۹ محرم ۶۹۸ھ میں پیدا ہوئے بعض حضرات نے سنہ پیدائش ۶۹۲ھ لکھا ہے۔

تحصیل علوم..... آپ نے علم قرأت تقی صانع سے اور فقہ زین الدین کتانی سے حاصل کیا اور خاص طور سے علاء قنوی سے فقہ عربیت، معانی، تفسیر اور عروض کی بالا التزام تعلیم پائی نیز جلال الدین قزینی اور ابو حیان سے بھی استفادہ کیا اور جبار حسن بن عمر کردی اور شرف بن الصابونی وغیرہ سے حدیث سماعت کی۔

درس و تدریس..... تحصیل علم کے بعد قطبیہ، خشابیہ اور جامع ناصری میں درسی خدمات انجام دیں پھر جامع طولونی میں

اپنے شیخ ابو حیان کے بعد درس تفسیر میں مشغول رہے شیخ الاسلام سراج الدین بلقینی، جلال الدین جمال بن ظہیرہ اور شیخ ولی الدین عراقی کو غیرہ کو آپ سے شرف تلمذ حاصل ہے۔

علمی مقام و عمدہ قضا..... آپ کا شمار آئمہ نحاۃ میں ہوتا ہے چنانچہ اسنوی نے اپنی کتاب طبقات میں لکھا ہے کہ آپ عربیت اور بیان میں امام تھے اور فقہ و اصول میں بہترین کلام کرتے تھے آپ کے متعلق بعض اکابر کا قول ہے ”ما تحت اديم السماء انجی من ابن عقيل“ کہ آسمان تلے ابن عقیل سے بڑھ کر کوئی نحوی نہیں ہے اس کے ساتھ ساتھ موصوف نہایت بارعب اور باوقار تھے ہمہ وقت آپ کے یہاں شرفاء و امراء کا مجمع رہتا تھا حسینیہ میں جلال قزینی کے اور قاہرہ میں عز بن جماعہ کے نائب قاضی بھی رہے ہیں۔

وفات..... آپ نے شب چہار شنبہ ۲۳ ربیع الاول ۷۶۹ھ مطابق ۱۳۶۷ء میں بمقام قاہرہ وفات پائی اور امام شافعی کے قریب مدفون ہوئے۔

تصانیف..... آپ نے متعدد کتابیں تصنیف کیں جن میں شرح الفیہ ابن مالک، جو ”شرح ابن عقیل“ کے نام سے مشہور ہے نحو کی بہترین کتاب ہے جس کا جرمنی زبان میں ترجمہ بھی ہوا ہے، دیگر تصنیفات یہ ہیں، الساعد فی شرح التسمیل تیسیر الاستعداد لدریۃ الاجتہاد، التعلیق الوجیز علی الکتاب العزیز، الجامع النقیس (فی فقہ الشافعیہ) افسوس کہ آخر الذکر دونوں کتابیں پایہ تکمیل کو نہ پہنچ سکیں۔

شرح و تعلیقات شرح ابن عقیل..... (۱) اشرح النبیل الحاوی لکلام ابن المصنف وابن عقیل از شیخ عماد الدین محمد بن احمد الاقفہسی (۲) السیف الصقل علی شرح ابن عقیل از علامہ جلال الدین سیوطی (۳) حاشیہ از شیخ محمد خضری الدمیاطی (۴) فتح الجلیل فی شرح شواہد ابن عقیل، از علامہ سجائی المتونی ۱۱۹۷ھ (۵) تعلیق از شیخ محمد محی الدین عبد الحمید (۶) حاشیہ العقد الجلیل علی شرح ابن عقیل از راقم سطور محمد حنیف غفرلہ گنگوہی۔

(۱۵۸) صاحب شرح شذور الذہب

شیخ جمال الدین ابن ہشام نحوی کی ہے جن کے حالات ”مغنی اللیب“ کے ذیل میں گزر چکے۔

(۱۵۹) صاحب نقد النصوص

ملا عبد الرحمن جامی کی تصنیف ہے جن کے حالات ”شرح جامی“ کے ذیل میں گذر چکے۔

(۱۶۰) صاحب تیسیر المنطق

نام و سنہ پیدائش..... مولانا عبد اللہ صاحب گنگوہی، مجاز طریقت حضرت مولانا خلیل احمد صاحب (نور اللہ مرقدہ) مولود

۱۲۵۸ھ تحصیل علم..... آپ ہوش سنبھالتے ہی انگریزی تعلیم میں لگ گئے گھر نہ دیندار تھا چنانچہ آپ بچپن ہی میں پابند صوم و صلوٰۃ تھے اور نماز کیلئے محلہ کی لال مسجد میں آتے تھے، اسی مسجد کے ایک حجرہ میں حضرت مولانا محمد تخی صاحب کاندھلوی رہا کرتے تھے آپ نے ان میں نماز کا شوق دیکھ کر دینی تعلیم کی رغبت دلائی آپ کی سمجھ میں آگیا اور مولانا سے میزان شروع کر دی آپ قدرے غبی تھے مولانا آپ کو ہر روز ایک گردان یاد کراتے تھے ایک روز آپ نے دو گردانیں یاد کرنے کیلئے کہہ دیا مگر شام تک

رہتے رہے اور یاد نہ ہوئیں مولانا نے فرمایا ”بندہ خدا ایک گردان میں شام کر دی کہنے لگے نہیں حضرت یہ تو دو ہیں۔“ آپ کہہ کر آبدیدہ ہو گئے بہر حال بہلا پھسلا کر آگے چلایا شدہ شدہ آپ کی انگریزی چھوٹ گئی اور عربی کے ہو رہے یہاں تک کہ صرف تین سال میں تعلیم پوری کر لی فراغت کے بعد خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون میں نور پے ماہوار پر مدرس ہوئے اور اس کے ساتھ تجارت کتب کا سلسلہ بھی رکھا حضرت حکیم الامت نے اپنے مواعظ قلمبند کرنے کا کام بھی آپ کے سپرد کیا۔

درس و تدریس ۱۲ شوال ۱۳۲۷ھ میں پندرہ روپے ماہوار پر مظاہر علوم سہارنپور میں مدرس ہوئے اور شوال ۱۳۲۸ھ میں اکابر مدرسہ کے ساتھ حج کیلئے تشریف لے گئے، سفر حج سے واپسی پر صفر ۱۳۲۹ھ سے ایک ماہ چوبیس یوم مدرسہ میں کام کیا اس کے بعد اہل کاندھلہ کے اصرار پر براہ راست تھانہ بھون ہو کر کاندھلہ تشریف لائے اور یہاں مدرسہ عربیہ میں جو پہلے سے قائم تھا اخیر تک تعلیم دیتے رہے۔

وفات ۱۵ رجب ۱۳۳۹ھ مطابق ۲۶ مارچ ۱۹۲۱ء شب شنبہ میں کاندھلہ ہی میں انتقال ہوا اور عید گاہ کے متصل قبرستان میں جس میں حضرت مفتی الہی بخش صاحب وغیرہ اکابر علماء یدفون ہیں تدفین عمل میں آئی۔
تصانیف تیسیر المبتدی (جو آپ نے مولانا شبیر احمد عثمانی کی تعلیم کیلئے لکھی تھی) اور تیسرا المنطق جو حضرت حکیم الامت کے ایماء سے تصنیف کی تھی) اور اکمال الشیم شرح اتمام الہم (ترجمہ تبویب الحکم) آپ کی علمی یادگار ہیں۔

(۱۶۱) صاحب ملا جلال

نام و نسب اور پیدائش جلال الدین محمد بن اسعد الصدیقی نسا الشافعی مذہباً گزرون میں دوان نامی ایک قریہ کے رہنے والے تھے اس لئے دوانی کہلاتے ہیں آپ تقریباً ۸۲۸ھ میں پیدا ہوئے شیراز کی سکونت اختیار کی اور فارس کے قاضی بنے۔
تحصیل علوم آپ نے مختلف اصحاب علم حضرات سے علوم کی تحصیل کی جن کا ذکر موصوف کے رسالہ ”انموذج العلوم“ کے آغاز میں موجود ہے ان میں سے چند حضرات کے نام یہ ہیں۔

(۱) آپ کے والد سعد الدین اسعد جو گزرون کے مدرسہ ”جامع المرشدی“ میں مدرس تھے ان سے آپ نے علوم آلہ و عقلیہ فنون ادبیہ اور علم فقہ و تفسیر حاصل کیا۔ (۲) شیخ صفی الدین بن عبد الرحمن ایچی ان سے آپ نے الاربعین النوریہ پڑھی۔ (۳) ابوالجود عبد اللہ بن میمون کرمانی ان سے آپ نے حدیث مسلسل بالاولیہ پڑھی۔ (۴) مظہر الدین محمد تلمیذ میر سید شریف جرجانی (۵) کن الدین روز بہان العمری شیرازی۔ (۶) محی الدین محمد انصاری کوسکناری (۷) شیخ ہمام الدین کلیاری شارح طوابع (۸) خواجہ حسن شاہ بقال (یہ دونوں حضرات سید شریف جرجانی کے تلامذہ ہیں) (۹) شیخ محبوبی اللاری۔
نیز موصوف نے ذکر کیا ہے کہ حافظ ابن حجر نے اہل شیراز کو علی الاطلاق اجازت دی تھی جن میں سے ایک میں بھی تھا اس لحاظ سے آپ کو حافظ ابن حجر سے بھی اجازت حاصل ہے۔

درس و تدریس اور اصحاب و تلامذہ پہلے آپ امیر زادہ یوسف بن مرزا جہان شاہ کی جانب سے عمدہ صدارت پر فائز تھے پھر آپ اس سے مستعفی ہو کر درس و تدریس میں مشغول ہو گئے اور مدرسہ ”دار الایتام“ میں پڑھاتے رہے جرجان ہرموز، کرمان، عراق اور خراسان وغیرہ کے بے شمار تشنگان علم نے آپ سے سیرابی حاصل کی، عبد اللہ یزدی، خطیب ابوالفضل گزرونی، رفیع الدین ایچی شیرازی آپ ہی کے تلامذہ ہیں۔

علمی مقام یوں تو آپ تمام علوم پر گہری نظر رکھتے تھے لیکن علوم عقلیہ میں خصوصیت کے ساتھ مہارت تامہ حاصل تھی آپ کی تعریف میں کسی کا شعر ہے۔

فنون فضل راجع کتاب

سپر علم را بود آفتاب

علامہ شمس الدین سخاوی الضمیر الملامع میں رقم طراز ہیں :

تقدم فی العلوم سیمای عقلیات واخذ عنه اهل تلك النواحي دار تحلو اليه من الروم و خراسان و ماوراء النهر .
آپ تمام علوم میں سبقت لے گئے بالخصوص علوم عقلیہ میں اور آپ سے وہاں کے باشندوں نے علم حاصل کیا
اور روم خراسان اور ماوراء النہر سے لوگ آپ سے علم حاصل کرنے کیلئے آئے۔
مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی التعلیقات السنیہ میں لکھتے ہیں۔

ر قدم راسخ فی العلوم العقلية ومشاركة فی العلوم الشرعية تصانیفه دلت علی انه البحر بلا منازع
والجربلا نازع.

علوم عقلیہ میں ٹھوس معلومات رکھتے تھے اور علوم شرعیہ میں بھی معلومات تھیں آپ کی تصانیف گواہ ہیں کہ
آپ بالاتفاق علم کے دریا اور اس کے ماہر ہیں۔
تصانیف آپ کثیر التصانیف ہیں اور آپ کی کتابیں بڑی معرکتہ الاراء نہایت ٹھوس اور بہت مفید ہیں جن کی
تفصیل حسب ذیل ہے۔

(۱) شرح عقائد عضدیہ علم کلام میں ہے اور عقائد جلال کے ساتھ مشہور ہے (۲) شرح تہذیب المنطق ملا جلال
کے ساتھ مشہور ہے یہ دونوں کتابیں بعض مدارس میں اب بھی پڑھائی جاتی ہیں۔ (۳) شرح مختصر عضد اصول میں ہے۔
(۴) شرح ہیاکل النور (۵) الزوراء (۶) شرح الزوراء یہ سب حکمت میں ہیں الزوراء اسد اللہ الاکبر رحمہ اللہ کے روضہ کے
قریب قیام کے زمانہ میں لکھی ہے۔ (۷) تفسیر سورۃ اخلاص (۸) سالہ قدیمہ فی اثبات الواجب (۹) سالہ جدیدہ فی اثبات
الواجب (۱۰) حاشیہ فتاویٰ الانوار فقہ شافعی میں ہے۔ (۱۱) حاشیہ قدیمہ (۱۲) حاشیہ جدیدہ یہ دونوں شرح تجرید قونجی پر ہیں۔
(۱۳) حاشیہ قدیمہ (۱۴) حاشیہ جدیدہ یہ دونوں شرح مطالعہ پر ہیں جن میں اپنے معاصر میر صدر الدین شیرازی پر رد کیا ہے
اور اکثر مباحث میں آپ ہی غالب رہے ہیں۔ (۱۵) حاشیہ شرح تلمیذ قطبی (۱۶) مسئلہ فی ایمان فرعون (۱۷) انموذج
العلوم اس میں علوم مختلفہ وفنون متفرقہ کے معرکتہ الاراء مسائل مذکور ہیں۔ (۱۸) شرح فتمتی الشہادۃ (۱۹) العشرۃ مجالیہ
(۲۰) قلعیہ اولہاف والقلم وما یسطرون (۲۱) بستان القلوب (۲۲) اخلاق جلالی۔

قدیمہ جدیدہ، اجد کیا چیز ہے؟ عوام تو عوام اب تو خواص بھی مشکل سے واقف ہوں گے محقق طوسی نے علم کلام
میں تجرید نامی متن لکھا تھا علامہ علی قونجی نے اس کی شرح لکھی شرح پردوانی نے حاشیہ لکھا اس کے معاصر امیر صدر الدین
الاشتہی نے بھی شرح تجرید پر حاشیہ لکھا جس میں دوانی پر چوٹیں کی گئیں تھیں دوانی نے اس کا جواب لکھا الاشتہی نے پھر اس کا
جواب لکھا، دوانی نے جواب جواب تحریر کیا، یوں دوانی کے تین حاشیے قدیمہ، جدیدہ، اجد ہو گئے صدر الدین مرگئے تھے ان
کے بیٹے میر غیاث منصور نے جو غیاث الحکماء کے نام سے مشہور ہیں والد کی طرف سے حجاب لکھا اب ادھر بھی وہی تین
قدیمہ، جدیدہ، اجد ہو گئے، ذہنی زور آزمائیوں کا ان کتابوں میں طوفان ابلتا تھا۔

وفات سنہ وفات میں اختلاف ہے سخاوی کے بعض تلامذہ نے ضوع کے حاشیہ پر ۹۱۸ھ لکھا ہے بعض نے ۹۰۷ھ اور
بعض نے ۹۰۹ھ بتلایا ہے اور بعض نے غیاث الدین منصور کے محاکمات کے دیباچہ سے ۹۰۸ھ نقل کیا ہے یہی رائج معلوم ہوتا
ہے کیونکہ صاحب کشف اور دیگر مصنفین نے اسی کو اختیار کیا ہے آپ نے کل اسی برس کی عمر پائی جائے وفات قریہ دوان ہے۔

حواشی حاشیہ ملا جلال (۱) حاشیہ از عبد اللہ یزدی (۲) حاشیہ از سید ابوالفتح سعیدی متوفی ۹۵۰ھ (۳) حاشیہ از جمال
الدین شیرازی (۴) حاشیہ از مولانا یوسف کونجی قراباغی (۵) حاشیہ از بحر العلوم عبد العلی لکھنوی متوفی ۱۲۲۵ھ (۶) حاشیہ از

مفتی ظہور اللہ لکھنوی متوفی ۱۲۵۶ھ (۷) حاشیہ از قاضی ارتضاعلی خاں مدراسی (۸) حاشیہ از مولانا عماد الدین (۹) حاشیہ از سید محمد میرزا ہدی متوفی ۱۱۱۱ھ۔ ۱

(۱۶۲) صاحب سبع شداو

لطف اللہ بن حسن توقانی، مولی لطفی کے ساتھ مشہور ہیں، روم کے باشندے تھے اس لئے رومی کہے جاتے ہیں آپ بڑے جید عالم و فاضل تھے آپ نے علوم دینیہ سنان پاشا سے حاصل کئے اور علوم ریاضی علامہ قونجی سے بلاد روم میں جبکہ سلطان بایزید کا زمانہ تھا آپ نے مراد خاں کے مدرسہ میں جو بروسا میں واقع تھا تدریسی خدمات انجام دیں پھر شہر درنہ کے مدرسہ دارالحدیث میں مدرس ہوئے احمد بن سلیمان رومی جو ابن کمال پاشا سے مشہور ہیں آپ ہی کے شاگرد ہیں۔ آپ کے قلمی فضل و کمال اور اطالت لسان کی بنا پر ہم عسروں کو آپ سے حسد ہو گیا اور آپ پر لحد و زندیق کا فتویٰ لگایا یہاں تک کہ مولی خطیب زادہ نے آپ کے قتل کی اباحت کا حکم دیدیا چنانچہ آپ ۹۰۰ھ میں قتل کر دیئے گئے۔ آپ کی تصنیفات میں رسالہ سبع شداو ہے جس میں میر سید شریف جرجانی پر سات سوالات ہیں یہ فن ریاضی کی بہت عمدہ کتاب ہے اور مدارس عربیہ میں داخل درس ہے اس کے علاوہ آپ نے سید شریف کے حاشیہ شرح مطالع اور شرح مفتاح پر حواشی بھی لکھے ہیں۔ ۲

(۱۶۳) صاحب القراءة الرشيدة

شیخ علی عمر اور شیخ عبدالفتاح صبری بک شیخ علی عمر مصر کے باشندے تھے باجوہ دنامی ایک مقام میں ۱۲۸۷ھ مطابق ۱۸۷۰ء میں پیدا ہوئے اور قاہرہ میں تعلیم حاصل کر کے انگلینڈ گئے فراغت کے بعد کچھ دنوں تدریسی کام کیا پھر سیاست میں حصہ لیا اور ملک کی آزادی کیلئے شب و روز کوشاں رہے اس کے بعد وزارت المعارف کے آرگنائزر مقرر ہو گئے۔ آپ کی تصانیف میں ہدایتہ المدارس ہے اس کے علاوہ آپ القراءة الرشيدة کی تالیف میں شیخ عبدالفتاح صبری بک کے ساتھ شریک رہے اور قاہرہ میں ۱۳۴۹ھ میں وفات پائی۔ ۳

(۱۶۴) صاحب قلیوبی

شہاب الدین ابوالعباس احمد بن احمد بن سلامہ، مصر میں اہل قلیوب سے تعلق ہونے کی وجہ سے قلیوبی کہلاتے ہیں بہترین فقیہ اور لائق ادیب تھے آپ کی متعدد تصانیف ہیں مثلاً رسالہ قلیوبی ادب میں تحفۃ الراغب اہل بیت کے تذکرہ میں رسالہ مکہ و مدینہ اور بیت المقدس کے فضائل میں اوراق لطیفہ، جامع صغیر سیوطی پر تعلیق ہے جس میں حسن، ضعیف اور صحیح روایات کی نشاندہی کی ہے کتاب الہدایہ من الضلالہ فی معرفۃ الوقت والقبلہ من غیر آلہ وغیرہ آپ نے ۱۰۶۹ھ مطابق ۱۶۵۹ء میں وفات پائی۔ ۴

(۱۶۵) صاحب اخوان الصفا

شیخ احمد بن محمد طروانی کی تالیف ہے جن کے حالات فقہ الیمین کے ذیل میں گزر چکے۔

۱۔ از الضوء اللامع التعليقات حبیب السیر نظام تعلیم وغیرہ ۱۲۔ ۲۔ الثقائق حدائق التعليقات ۱۲۔
۳۔ از معجم المؤلفین۔ ۴۔ از کتاب الاعلام۔

(۱۶۶) صاحب مقامات بدیع

نام و نسب اور تحصیل علوم..... بدیع الزماں ابو الفضل احمد بن حسین بن سحی بن سعید ہمدانی شہر ہمدان میں پیدا ہوئے اور وہیں پرورش پائی ہرات جو بلاد خراسان میں واقع ہے وہیں کے باشندے ہو گئے تھے آپ نے فارسی و عربی دونوں زبانوں میں علم حاصل کیا اور ہمدان میں کوئی ادیب ایسا نہ چھوڑا جس کا تمام علم حاصل نہ کر لیا ہو اس کے بعد آپ ہمدان چھوڑ کر صاحب بن عباد کے پاس گئے اور ان کے علوم و احسانات سے ترقی پائی بعد ازاں جر جان کا رخ کیا اور اکتاف اسماعیلیہ میں رہے نیز ابو الحسن احمد بن فارسی صاحب الجمل وغیرہ سے علوم حاصل کئے اور شعر و ادب میں اونچا مقام پیدا کیا امام ثعالبی نے یتیمۃ الدہر میں آپ کو فخر ہمدان و فروزان، جیسے معزز القاب سے یاد کیا ہے اور ابو اسحاق نے زہرۃ الآداب میں کہا ہے کہ بدیع الزماں ایک نام ہے جو اپنے مسمی کے موافق ہے۔

عام حالات زندگی..... موصوف ۳۸۲ھ میں نیشاپور گئے جہاں آپ کی خداداد صلاحیت کے جوہر آشکار ہوئے اور لوگوں میں شہرت عام حاصل ہوئی یہاں آپ نے چار سو مقالے لکھوائے پھر ابو بکر خوارزمی سے مناظرات میں مشغول ہو گئے جو آپ سے زیادہ سن رسیدہ اور نامور تھا شروع میں ان کے درمیان خط و کتابت کا سلسلہ جاری ہوا جس نے بڑھ کر مناظرہ کی شکل اختیار کر لی کچھ لوگوں نے اسے غالب بتلایا اور کچھ نے بدیع کو لیکن بدیع کو اس کی جوانی اور خوش بیان نیز خود نمائی کی ضرورت نے مدد بہم پہنچائی چنانچہ وہ خوارزمی پر اس قدر نمایاں فوقیت لے گئے کہ اس کی وجہ سے امراء و وسائیں ان کی شہرت عام اور عزت بڑھ گئی ادھر آپ کے حریف نے داعی اجل کو لبیک کہا جس کے باعث ان کیلئے میدان صاف اور زمانہ سازگار ہو گیا پھر آپ ایران کے امراء سے مدد استعانت کیلئے شہر بشہر آمد و رفت کرتے رہے اور بالاخر ہرات میں مستقل طور پر قیام پذیر ہو گئے اور یہاں آپ معززین علما میں شمار ہونے لگے اور نہایت آسودگی و خوش حالی کے ساتھ زندگی گزارتے رہے۔

اخلاق و عادات اور خداداد صلاحیتیں..... آپ شکل و صورت کے لحاظ سے نہایت حسین و خوبصورت ہنس مکھ ملنسار غیور ذکی و ذہین اور تجربہ علمی میں یگانہ روزگار تھے حافظہ اور یادداشت بڑی قوی اور پختہ تھی لائبے لائبے قصیدوں اور بڑی بڑی کتابوں کو ایک بار پڑھ کر بلا تقدیم و تاخیر اور بلا کم و کاست نہایت روانی کے ساتھ دہرا دیتے تھے کتاب کے پانچ پانچ اور چار چار ورق صرف ایک دفعہ دیکھ کر محفوظ کر لینا ایک معمولی بات تھی بسا اوقات کسی قصیدہ یا رسالہ کی آخری سطر سے پڑھنا شروع کرتے اور مطلع تک التاہی پڑھتے چلے جاتے تھے۔

بدیہ گوئی..... طبیعت کی شعلہ باری اور جدت، دل و دماغ کی صفائی اور سرعت، بدیہ گوئی اور مضامین کی ندرت میں بدیع کی شان ممتاز ہے آپ کی فرمائش پر احباب حسب منشاء موضوع بتاتے اور آپ فی البدیہہ اسی موضوع پر مقالہ کا املاء کر دیتے تھے اس بدیہ گوئی کا ثمرہ ہے کہ آپ بسا اوقات فارسی اشعار کی ارتجالا ایسے طور پر تعریف کرتے ہیں کہ اس کا حسن و جمال اور معنی و مضمون دونوں بالکل اسی طرح باقی رہتے ہیں جیسا کہ پہلے تھے۔

بدیع الزماں کی شاعری..... لطیف و نازک ہے لیکن عمدگی میں اس کی نثر کے برابر نہیں پہنچتی، بیک وقت عمدہ شاعری اور عمدہ انشا پردازی کسی ایک شخص میں بہت کم جمع ہوتی ہیں ابو القاسم ناصر الدولہ کے متعلق کہے ہوئے اشعار سے اس کی شاعری کا اندازہ ہو سکتا ہے جو درج ذیل ہیں۔

واقفی حیاء ک یاریا۔ ح فقد کدرت الغصن ہرا

خلع الربیع علی الربی۔ و ربو عبا خز او بزا

دکان امطار الربیع۔ الی مدی سفیک تعزی

غصنی جنونک یاریا۔ ض فقد فتنت الحور غمرا

وارفق جفتک یا غما۔ م فقد خدشت الور دو خزا

و مطار فاقد نفشت۔ فیہاید الامطار طرزا

یا ایہا الملک الذی۔ بسا کر الامال یغزی

لازلت یا کف الامیر۔ لنا من الاحداث حرزا

خلقت ید اک علی العدی۔ سیفاو للعافین کنز

مقامات بدیع..... حریری اور بدیع دونوں بڑے اہل علم اور اہل ادب سے تھے مشرق و مغرب میں ان کا شہرہ تھا ان کی نظم و نثر ضرب المثل تھی انہوں نے رسائل بھی لکھے اور مقامات بھی اور ان میں بلند پایہ لطیف مضامین کو شستہ عبارات میں پر اثر اور زوردار طریقہ کے ساتھ بیان کیا خوشگوار استعارات عمدہ اور بہترین تھیں، پر زور اور نادر تشبیہات مشہور حکمتیں اور کہاوتیں قرآنی اقتباسات، آثار قدیمہ کی جانب اشارات دونوں کی مقامات میں بدرجہ کمال پائے جاتے ہیں، ان ہی صفات کی بنا پر کہا جاتا ہے کہ یہ دونوں ادب کے روشن چراغ بلکہ ”فرقدین“ ستارے ہیں لیکن بدیع الزماں سب سے پہلا شخص ہے جس نے اس صنف نثر میں خوبی پیدا کی جس کا اعتراف خود حریری نے اپنے مقامات میں کیا ہے بدیع نے مقامات لکھنا اپنے استاد ابن فارس سے سیکھے پھر بھیک مانگنے اور دوسرے موضوعات پر اس نے چار سو مقامات املاء کرائے جنہیں ابوالفتح اسکندری کی طرف منسوب کر کے عیسیٰ بن ہشام کی زبانی کہلایا ہے ان میں سے صرف تریپن مقامات دستیاب ہو سکے جن کی شرح محمد عبدہ نے کی ہے۔ شیخ عبدہ نے لکھا ہے کہ بدیع کے کلام کی امتیازی خصوصیات میں یہ ہے کہ اس کو اپنی رصانت اور شان و شوکت کے لحاظ سے اہل دبر (بدوی لوگ) کے کلام پر فخر حاصل ہے اور لطافت و نزاکت اور ساخت و پرداخت کے اعتبار سے اہل حضر (شہری لوگ) کے کلام سے ملتا جلتا ہے وہ سامع کے ذہن و فکر میں جہاں اپنے خیموں کے درمیان ہونے کا نقشہ کھینچتا ہے وہیں عمارات و محلات کی رہائش کا منظر بھی پیش کرتا ہے۔

بدیع الزماں کی دیگر تصانیف..... آپ نے مقامات کے علاوہ بہت سے رسائل بھی لکھے ہیں جو فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے بہت معیاری ہیں چنانچہ ابن خلکان نے اسی وصف کے ساتھ آپ کا تعارف کر لیا ہے فرماتے ہیں۔

صاحب الرسائل الرائقة والمقامات الفائقة.

عمدہ رسائل اور بلند تر مقامات والے تھے

آپ کے مکتوبات کو حاکم ابو سعید عبد الرحمن بن سعد نے جمع کیا ہے نیز اس کے اشعار کا ایک دیوان بھی ہے۔ وفات..... آپ نے بروز جمعہ ۱۰ جمادی الثانیہ ۳۹۸ھ میں ہرات شہر میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے بعض حضرات نے سنہ وفات ۳۹۲ھ مانا ہے سبب وفات میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ طبعی موت مر اور بعض کہتے ہیں کہ زہر دے کر مارا گیا۔ وفات کا عجیب و غریب واقعہ..... حاکم ابو سعید فرماتے ہیں کہ میں نے بہت سے معتبر لوگوں سے سنا ہے کہ آپ پر سکتہ طاری ہوا اور حالت یہ ہو گئی کہ

بسکہ اب دیر نہیں صبح چلے شام چلے

سفر ملک عدم پر ہیں رشید آمادہ

لوگوں نے سمجھا کہ آپ کی روح پرواز کر گئی اس لئے انہوں نے دفن کر دیا، قبر میں آپ کو افاقہ ہو گیا اور وہاں کی تاریکی دیکھ کر چیخا چلانا شروع کیا، لوگ آواز سن کر دوڑے اور قبر کھولی تو اس حال میں ملے کہ اپنی داڑھی پکڑے ہوئے ہیں گویا قبر کے خوف و ہراس سے آپ پر موت طاری ہو گئی۔ ۱

(۱۶۷) صاحب دیوان بختری

نام و نسب اور پیدائش..... ابو عبادہ ولید بن عبید اللہ بن سحی بختری الطائی خالص عربی النسل تھا بختری جو اس کے اجداد میں کوئی صاحب تھے اس کی طرف منسوب ہو کر بختری کہلاتا ہے اور اسی سے مشہور ہے یہ ۲۰۶ھ میں بمقام ”میع“ جو حلب

اور فرات کے درمیان ایک جگہ ہے پیدا ہوا اور دیہات میں طائی قبائل وغیرہ میں پرورش پانے کی وجہ سے عربی فصاحت اس پر غالب رہی۔

حالات زندگی..... بختری اپنے وطن سے بغداد گیا وہاں ابو تمام سے ملاقات ہوئی اور اسی کا ہور ہا چنانچہ اس سے اعلیٰ حاصل کی۔ بدیع میں اس کے طریقہ کو اپنایا اور ابو تمام کا پروردہ بن کر اس کی آواز کو دہراتا اور اسی کے نقش قدم کا اتباع کرتا رہا کیونکہ یہ بھی اسی جیسا طائی تھا یہاں تک کہ ایک روز اس سے ابو تمام نے کہا بیٹے! بخدا میرے بعد تم ہی شاعروں کے سردار مانے جاؤ گے خدا نے اس کی یہ پیشین گوئی سچ کر دکھائی چنانچہ ابو تمام کے بعد بختری کی شاعری کا چرچا گھر گھر عام ہو گیا اور وہ ادب و شاعری میں امام بن گیا عراق میں یہ متوکل اور اس کے وزیر بن خاقان کا خدمت گار رہا یہاں تک کہ وہ دونوں اس کی موجودگی میں قتل کر دیئے گئے اور یہ فوج واپس آ گیا اس اثنا میں کبھی کبھار بغداد کے گاؤں ”سرمن رای“ کے رئیسوں کے پاس جاتا اور ان کی مدح کرتا رہا، ابو تمام کے علاوہ دیگر علماء سے بھی روایت رکھتا ہے جن میں ابو العباس مبرد بھی شامل ہے۔

بختری کا ادبی مقام..... بختری اپنے زمانہ کا بلند پایہ شاعر اور ادیب تھا امراء و سلاطین کی مجالس میں اس کے اشعار بنظر استحسان دیکھے اور سنے جاتے تھے اس کے اشعار سلاسل الذہب کہلاتے ہیں پر شوکت الفاظ مضامین کی دل کشی حلاوت و فصاحت اس کا وہ خاص اسلوب ہے جس میں وہ اپنے استاد و مربی سے بھی ممتاز ہے اور یہی وہ اسلوب ہے جسے اس کے معاصرین اور بعد میں آنے والوں نے اپنایا اور جسے بعد میں ”اسلوب اہل شام“ سے پہچانا جانے لگا۔

بڑے بڑے شعراء کا حسن اعتراف..... مشہور شاعر معری سے پوچھا گیا کہ ابو تمام بختری اور متنبی تینوں میں اچھا شاعر کون ہے معری نے کہا کہ ابو تمام اور متنبی دانا اور عقلمند ہیں اور شاعر درحقیقت بختری ہے ابو الطیب متنبی جو بڑوں بڑوں کو نظر میں نہیں لاتا اس نے بختری کی شان میں ایک مستقل قصیدہ لکھا ہے جو چودہ اشعار پر مشتمل ہے جس کے تین شعر یہ ہیں۔

واین منک ابن یحییٰ صولتہ الاسد

فاین من زفراتی من کففت بہ

وبا لوری قل عندی کثرۃ العدد

لما وزنت بک الدنیا فملت بہا

ابا عبادۃ حتی ورت فی خلدی

مادرافی خلد الایام لی فرح

اخلاق و عادات..... علم و ادب اور فضل و کمال کے ساتھ ساتھ بختری میلے کچیلے کپڑوں والا نہایت بخیل اور بڑا کنجوس تھا شعر پڑھنے اور سنانے کا انداز نہایت ناپسندیدہ اور بھونڈا تھا اپنا کلام پڑھتے وقت بتکلف باچھیں پھیلاتا، جھک کر جھک کر آگے یا پیچھے ہٹتا کبھی سر کبھی مونڈھوں کو حرکت دیتا آستین سے اشارہ کرتا ہر شعر کے بعد ٹھہرتا اور کہتا تھا بخدا کیا خوب عرض کر رہا ہوں پھر سامعین کی طرف متوجہ ہو کر کہتا تھا آپ لوگوں کو کیا ہوا کہ اس کلام کی داد نہیں دے رہے۔ بخدا یہ وہ کلام ہے جس کی نظیر پیش کرنے سے سب قاصر ہیں۔“

اہل کمال کی فضیلت کا اعتراف..... بایں ہمہ اوصاف بختری منصف مزاج اور صاحب کمال لوگوں کی فضیلت کا معترف تھا اور بوکس دعویٰ نہیں کرتا تھا ایک مرتبہ لوگوں نے اس سے پوچھا کہ تم زیادہ اچھا شعر کہتے ہو یا ابو تمام اس نے جواب دیا جبیدہ خیر من جبیدی وردی خیر من رویہ ”اس کا عمدہ شعر میرے عمدہ شعر سے اور میرا ردی شعر اس کے ردی شعر سے بہتر ہے نیز ایک مرتبہ لوگوں نے اس کے اشعار سن کر کہا ”آپ ابو تمام سے بہتر شعر کہتے ہیں۔“ اس نے کہا تمہارے اس قول سے نہ مجھے کوئی فائدہ پہنچے گا اور نہ اس سے ابو تمام کا کوئی نقصان ہوگا بخدا اس کے طفیل میں روٹی پارہا ہوں میری دلی تمنا ہے کہ میں لوگوں کے کہنے کے مطابق ہوتا لیکن بخدا میں ابو تمام کا تابع، اس کا خوشہ چین اور اس کی پناہ میں رہنا والا ہوں اس کی تیز و تند ہوا کے

اے تو میری آہوں سے کس مرتبہ میں ہیں اس محبوب کی آہیں جس پر میں عاشق ہوں اور کس مرتبہ میں ہے ای سحی کے بیٹے تیرے حملے سے شیر کا حملہ جب میں نے تیرے ساتھ دنیا کو تو لا تو دنیا اور اہل دنیا سے تیرا پلہ جھٹکتا ہا اس وقت سے میرے نزدیک کثرت عدد کمتر اور بے حقیقت ہو گئی اے ابو عبادہ زمانہ کے دل میں میرے لئے کبھی کوئی خوشی نہ گزری یہاں تک کہ تو میرے دل میں گزرا۔“

سامنے میرا نرم و نازک جھونکارک جاتا ہے اور اس کے آسمان کے مقابلہ میں میری زمین پست رہ جاتی ہے۔
 بختری شاعری..... شعر و شاعری میں بختری ابو تمام کا پیر و اور بدیع میں اس کا تابع ہے تاہم معانی کیلئے نہایت حسین الفاظ منتخب کرتا ہے، اس نے مضامین و معانی فطرت کے جمال افروز نظاروں اور اپنے تیل کے الہام سے پیدا کئے ہیں نہ کہ علم منطق کے قضیوں سے اس طرح اس نے شاعری کے حسن و جمال رفتہ کو واپس کر دیا بختری نے ہجو کے علاوہ شاعری کی تمام اصناف میں جولانی طبع دکھائی ہے عمدہ مدح کہنا اس میں اعتدال کو ملحوظ رکھنا ممدوح کے اخلاق کی پوری پوری تصویر کشی انوکھے محلات اور عمدہ تعمیرات کا وصف اس کی شاعری کی ماہہ الامتیاز خصوصیت ہے تقریباً اس کے ہر قصیدہ کے آغاز میں تشبیہ ہوتی ہے۔
 بختری شاعری کا نمونہ..... معتز باللہ ابن المتوکل کی تعریف میں کہتا ہے۔

لك عهد لدى غير مضاع. بات شوقی طوعا له ویراعی
 وهوى كلما جرى منه و مع. اليس العاذلون من اقلاعی

تو تو لیت عنہ خیف رجوعی. او تجوزت فیہ خیف ارتجاعی

توکل کے تعمیر کردہ تالاب کا وصف بیان کرتے ہوئے کہتا ہے۔

تنصب فیہاد فولاد الماء معجله. كالقيل خارجته من جبل محبر یها
 كانما الفضته البيضاء سائلته

من السبائك تجری فی مجار یها. اذا علتها الصبا ابدت لها جکا
 من الجواشن مصقولا حواشیها

مخاجب الشمس احیا نابضا حکمها. وریق الغیث احیا نابضا کیهما

اذا النجوم ترات فی جوانبها. لیلأ حسب سماء رکبت فیہا

خلیفہ متوکل کی مدح اور عید الفطر کے موقع پر مبارک بادی میں کہتا ہے

بالبر صمت وانت افضل صائم۔ وسنة الله الرضیة تظفر
 فانعم بیوم الفطر هیئانه

یوم اغر من الزمان مشہر۔ اظہرت عز الملک فیہ معقل
 لجب یحاط الدین فیہ وینصر

فالقیل تصهل والفوارس تدعی۔ والبیض تلوح والاسنة ترہر
 والارض خاشعة تمیل بقلبا

والجو معتمک الجوانب اغبر۔ والشمس طالعہ توقد فی الضحی
 طور او یطفئها العجاج الا کدر

حتى طلعت بنور ومک فاخلل۔ ذاک الدجی وانجاب ذاک العیر
 فافتن فیک الناظرون فاصع

بؤمی الیک بہاوعین حنظر۔ ذکر واطلعتک النبی فہملوا
 لما طلعت من الصقوف وکبروا

حتى انتهیت الی المصلی لابلنا۔ نور الہدی بد وعلیک ویطہر
 ومشیة مشیة خاشع متواضع

لله لایزہی ولا یتکیر۔ مخلوان مشتاقا تکلف فوقا
 فی وسعہ لمسی الیک المنیر

ابدیت من فصل الخطاب حکمتہ۔ تہی عن الحق المبین وتخبیہ
 ووقت فی برد النبی مذکرا۔ باللہ تنذر تارہ ونبشتر

خواب میں محبوبہ کے دیدار پر کہتا ہے

اذا ما الکری اهدی الی خیالہ. شغی قربہ البتریح او نفع الصدی
 اذا انتزعته من یدی انتباهته

حسبت حبیباً راح منی او غدا. ولم ارمثلینا ولا مثل شاننا
 نغذب ابقاضا وننعم هجدا

بختری کے معاشی حالات..... بختری کا بیان ہے کہ میں ابو عامر کے یہاں حمص میں حاضر ہوا دیکھا کہ بہت سے شعراء و ادباء دربار میں حاضر ہیں اور اپنے اپنے اشعار پیش کر رہے ہیں میں نے بھی اپنا کلام پیش کیا شاہ نے پوری توجہ کے ساتھ میرا کلام سنا اور ختم مجلس کے بعد میری مزاج پر سی کرتے ہوئے پوچھا معاشی لحاظ سے تمہارا کیا حال ہے۔ میں نے اپنی غربت اور افلاس کی شکایت کرتے ہوئے کہا کہ بہت ہی پریشان ہوں یہ سن کر شاہ نے اہل معرہ کے نام ایک خط لکھا جس میں میرے اشعار کی تعریف و توصیف کی اور میری مدح و ثنا کے بعد سفارشی کلمات لکھے جب میں خط لے کر معرہ پہنچا

توان لوگوں نے میرا اختیائی اکرام و اعزاز کیا اور چار ہزار درہم بطور وظیفہ مقرر کر دیئے۔
بختری کی وفات..... اس کے سنہ وفات میں اختلاف ہے بعض نے ۲۸۵ھ ذکر کیا ہے اور بعض نے ۲۸۳ھ اور بعض نے ۲۸۴ھ لیکن آخر الذکر ہی صحیح معلوم ہوتا ہے چنانچہ انجم العظمیٰ اور تاریخ ادب عربی وغیرہ بہت سی کتابوں میں یہی سن مذکور ہے جائے وفات مقام منبج ہے۔

تصانیف..... بختری کی شاعری کو ابو بکر صولی نے یکجا کر کے حروف ہجاء کے مطابق ترتیب دیدیا ہے یہ دیوان آج بھی بعض مدارس میں پڑھایا جاتا ہے اس کے علاوہ اس کی کتاب ”معانی الشعر“ اور ”حماستہ البختری“ ہے جو ابو تمام کے حماسہ کی طرح ہے لیکن بختری کا حماسہ کثرت ابواب اور خوش آہنگ شاعری میں امتیازی حیثیت رکھتا ہے یہ حماسہ بیروت سے شائع ہو چکا ہے۔

(۱۶۸) صاحب الاغانی

نام و نسب اور پیدائش..... ابو الفرج علی بن حسین بن محمد بن احمد اصبہانی نسلا اموی اور آخری اموی خلیفہ مروان بن محمد کے اجداد میں تھا، اس کی ولادت ۲۸۴ھ میں معتضد باللہ کے عہد میں شہر اصبہان میں ہوئی بچپن بغداد میں گذرا جو اپنی اہمیت کے لحاظ سے اس زمانہ میں ام البلاد کی حیثیت رکھتا تھا۔

تحقیق اصبہان..... یہ اولاد یافت میں سے اصبہان بن فلوج کا یا اصبہان بن سام کا آباد کیا ہوا ہے یہ بھی کہتے ہیں کہ اصبہان بمعنی شہر ہے اور ہان سواران پس اصبہان کے معنی شہر سواران ہے یہ ملک ایران کا ایک بہت بڑا شہر ہے جس میں حضرت سلمان فارسیؓ، شیخ علی عماد الدین کاتب، ضمیری، شکیبی، غیاثی، کلانی مذاقی وغیرہ بہت سے نامور لوگ پیدا ہوئے ہیں۔

اصفہانی کا ماحول..... اغانی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ابو الفرج کے فکر و فن کی تعمیر میں اس کے خاندان کے شعری و ادبی ماحول کا اہم حصہ ہے اس کا پورا گھر انہ شعر و سخن کے رنگ میں رنگا ہوا تھا اس کی چچی ساز و شنائی دلدادہ تھیں اس کے والد کو موسیقی سے بڑی دلچسپی تھی آل مرزبان اس زمانہ میں گانوں اور موسیقی کے راگوں میں باکمال سمجھے جاتے تھے ذوق کے اس اشتراک کی بنا پر آل مرزبان اور ابو الفرج کے خاندان میں گہری دوستی تھی علم و ادب بھی اس کو ورثہ ملا تھا تعلیم و تعلم اور ادبی افادہ و استفادہ کے اس ماحول نے ابو الفرج کی سیرت و شخصیت کی تعمیر میں اہم رول ادا کیا۔

استفادہ علوم..... ابو الفرج نے جن باکمال اہل علم سے استفادہ کیا ان میں ابن درید، ابن الانباری، النجاشی، الحفش طبری، نقطویہ، ابن المرزبان، ابن قدامہ، اور یزیدی جیسے لغت، نحو، ادب، شعر، انساب، حدیث تفسیر اور تاریخ کے فضلاء و ائمہ ہیں ابو الفرج کی شخصیت کی تعمیر میں ان کا بڑا حصہ ہے جاحظ کے علمی و ادبی ترکہ سے بھی پورا فائدہ اٹھایا اور ابو تمام بختری اور ابن الرومی کی نازک خیالی، پرگوئی اور حسن ادا سے استفادہ کیا باقی زندگی منتہی جیسے بلند پایہ شاعر کے عہد میں بسر کی جس کی شاعری کی پوری دنیا نے عرب میں دھوم مچائی اور اس کا یہ دعویٰ تھا۔

وما لدہر الا من رواہ قصائدی اذا قلت شعر الا صبح الدہر متخدا

اصبہانی دور حیات..... اصبہانی کا زمانہ عیش و عشرت، طوائف الملوکی اور علوم و فنون کی ترقی کیلئے مشہور ہے یہ علم و ادب کا عہد زریں تھا عباسی عہد کا یہ تیسرا دور علوم و فنون کی ترقی کے ساتھ چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم ہو کر رنگ رلیوں، فضول خرچیوں اور عیش پرستیوں کیلئے مشہور ہے ابو الفرج اصبہانی اسی دور کا نمائندہ ہے جس کو علمی فضل و کمال کے ساتھ دنیاوی حیثیت سے بھی وجاہت حاصل تھی، عرصہ تک وہ مشہور بویہی حکمران ابو محمد الوزير المہلبی کا ہم نشین اور رکن الدولہ کا سیکریٹری رہا، سیف الدولہ کے دربار سے بھی منسلک رہا بنو امیہ اندلس سے بھی اس کے تعلقات استوار و خوشگوار تھے، اس طرح اس کو بغداد، حلب اور اندلس وغیرہ کے مختلف و متضاد علمی و تمدنی سرچشموں سے استفادہ کا پورا موقع میسر ہوا۔ بغداد

میں فارسی الاصل شیعہ اور شعوبی اثرات حلب میں عربی حمدانی قوم پرستی کے رجحانات اور مغرب کے اموی تازہ کاری اور ان سب کی باہمی کشمکش نے ابو الفرج کے مزاج میں وسعت اور آزاد مشربی پیدا کر دی تھی اور وہ اپنی فطری صلاحیتوں کی بنا پر مشرق شناس اور عیش پسند فنکار شاعر اور آزاد مشرب ادیب کی حیثیت سے ابھر اور دیکھتے دیکھتے دنیائے عرب میں مشہور ہو گیا۔ جلالیت شان و علو مقام..... ابو الفرج اصبہانی مشہور حکایت نگار، مایہ ناز انشاء پرداز، کامل ادیب، ماہر لسان و لغت شاعر نقاد، مورخ مرقع نگار، مصور عصر اور زبردست عالم تھا، علم انساب، صرف و نحو، سیر و مغازی، بیطرہ طب اور علم نجوم کے ساتھ ساتھ موسیقی اور ساز و سرود کا بھی ماہر تھا نیز علم مجلسی کا بڑا واقف کار، آثار صحابہ و تابعین اور احادیث مسندہ پر غیر معمولی نظر رکھنے والا اور داستان گوئی و سوانح نگاری میں اپنی نظیر آپ تھا۔ قوت حافظہ..... غضب کی رکھتا تھا مشہور مورخ ابن خلکان لکھتے ہیں۔

كان يحفظ من الشعر والاغانى والاخبار والآثار والاحادیث المسنده والنسب مالم ارقط من يحفظ مثله.

شعر، اغانی، اخبار و آثار، احادیث مسندہ اور نسب کا ایسا حافظ تھا کہ اس جیسا میں نے کسی کو نہیں دیکھا

اخلاق و عادات اور کردار..... کے متعلق بطرس البستانی لکھتا ہے

كان ابو الفرج لاصبهانى لطيف المنادمة حسن المعاشرة هلو الحديث يحب اللذه و مجالس اللهو

و يشرب الخمر و يصحب القيان والمغنين.

ابو الفرج اصبہانی بڑا مفسر، آداب مجلس کا واقف کار شیریں گفتار، عیش و طرب کی مجلسوں کا دلدادہ، شراب نوشی کا

خوشگرم تھا اور مغلیوں اور طوائفوں کے یہاں رہتا تھا۔

یا قوت حموی صاحب معجم الادباء کا بیان ہے کہ یہ بڑا لامابالی تھا صفائی و ستھرائی اور لباس کی طرف اس کی کوئی توجہ نہ تھی، جب تک کپڑے پھٹ نہ جاتے نہ بدلتا تھا، وزیر مہلبی کو اس کی یہ عادت بڑی ناگوار تھی مگر اس کے علم و فضل اور شعر و ادب کی بنا پر گوارا کرتا تھا، اس کو جانوروں سے بڑی دلچسپی تھی چنانچہ اس کے یہاں بہت سے جانور پلے تھے جن میں ایک بلی اور مرغ بھی تھا جن کے مرنے پر اس نے نہایت دل کش انداز میں مرثیے لکھے ہیں لوگ اس کی ہجو سے ڈرتے تھے مگر منہ پھٹ ہونے کے باوجود نہایت خوش مزاج و لچپ اور بذلہ سنج تھا اپنی خوش گفتاری، لطیفہ گوئی اور ظرافت سے مہلبی جیسے وزیر کا نہایت مقرب صاحب اور ندیم رہا ہے۔

مذہب و مسلک..... بطرس البستانی کی تحقیق ہے کہ یہ شیعہ تھا چونکہ شیعہوں کے درمیان اس کی تعلیم و تربیت ہوئی انہیں سے میل جول رہا اس پر شیعہوں کے احسانات بھی رہے تھے اس لئے اموی الاصل ہونے کے باوجود شیعیت پر قائم رہا جس پر ابن الاثیر نے تعجب کا اظہار کیا ہے اور بات ہے بھی عجیب اس لئے کہ ایک طرف تو اس نے مقاتل الطالبین میں اپنے کو شیعان علی میں شمار کیا ہے اور دوسری طرف اپنی امویت پر بھی فخر کرتا ہے دراصل وہ اپنے دور کے سیاسی سماجی اور فکری رجحانات کی ترجمانی اور ہم رنگی کے ساتھ بڑی ہوشیاری سے ارباب اقتدار کے عظمت و جلال کو ختم کرنا چاہتا تھا چنانچہ اس نے ان کے کمزور پہلوؤں کو نمایاں کیا ارباب حکومت کی سرمستیوں کے ذکر سے اس کا مقصد آزادی اور آزاد خیالی کے رجحانات کی ہمت افزائی بھی تھی اور خوبصورت انداز میں ارباب حکومت پر بالواسطہ تنقید بھی۔

ابو الفرج بحیثیت شاعر..... نثر نگاری نے ابو الفرج کو باقاعدہ طور پر شاعری اور قصیدہ نگاری کا موقع تو نہیں دیا پھر بھی اس کا پورا ماحول شاعرانہ تھا خود ابو الطیب منتہی اس کا ہم عصر تھا اس لئے ابو الفرج نے بھی کبھی تفریحاً اور کبھی ضرورت شعر و سخن کی طرف بھی توجہ کی اور اپنے ادبی دور اور موقع و محل کی مناسبت سے ہجو گوئی، مدح سرائی تو صیغی شاعری اور کبھی کبھی وجدانی اور داخلی شاعری کے پھول کھلائے۔

وصفیہ شاعری..... میں ابو الفرج کو کمال حاصل تھا ”رثاء الدیک“ اس کا مشہور مرثیہ ہے جو اس نے اپنے پالتو مرغ کی موت پر لکھا تھا اس کا ایک ایک شعر اس کی دقیقہ رسی، بلندی، تخیل اور جدت ادائیہ دیتا ہے اس نے ایسے انداز میں مرغ کی مرقع نگاری کی ہے جس سے اس کی تصویر نگاہوں کے سامنے پھر جاتی ہے اس کے کچھ نمونے ملاحظہ ہوں۔

لهفی علیک ابا النذیر لو انه دفع المنایا عنک لهف شفیق

اس کے سفید، چمکدار اور رنگ برنگے طاؤسی پروں کی مصوری ان الفاظ میں کرتا ہے۔

وکسیت کا اطانوس ریشا لامعا متلا لها ذارونق و بریق

مخمرہ فی صفہ فی خضرہ مخیلها یغنی عن التحقیق

اس کی گردن کے لوہری حصہ کو موج زریں سے تشبیہ دیتا ہے اور اس کے کیس کو لعل عقیق کے تاج سے تعبیر کرتا ہے۔

وکان سالفیک تبر سائل وعلی المفارق منک تاج عقیق

پھر اس کی سریلی آواز کو یاد کرتا ہے جس میں اس کو موسیقی کے نغمے محسوس ہوتے ہیں۔

نانی دقیق ناعم قرت بہ نغم مولفتہ من الموسیق

تاریخ و سیر کی کتابوں میں اس مرثیہ کے ۳۰ اشعار منقول ہیں جو سب بلند پایہ ہیں وصف الہر والفار یعنی چوہے بلی کی توصیف پر بھی اس کی وصفیہ شاعری کا شاہکار ہے یہ اس کی جدت طبع تھی کہ اس نے روایتی درباری شاعری سے ہٹ کر ترقی پسندانہ روش اختیار کی اور معمولی چیزوں پر طبع آزمائی کر کے ان کو بڑے دلکش انداز میں پیش کیا ہے۔

مدح سرالی..... میں بھی ابو الفرج نے تشبیہات و استعارات سے بڑی ندرت پیدا کی سیف الدولہ اور وزیر مہلبی کی شان میں اس نے کئی قصیدے لکھے جو تاریخ ادب کی زینت ہیں اگرچہ قصیدہ نگاری میں مہلبی کے سامنے اس کا چراغ نہ جل سکا مگر اس میں بھی اس کی شاعرانہ صلاحیتوں کا اعتراف ادیبوں کو کرنا پڑا وزیر مہلبی کے یہاں بچہ پیدا ہوا تو ابو الفرج نے اس کی تنہیت میں ایک طویل قصیدہ لکھا جس میں مہلبی کو مبارک باد دیتے ہوئے کہتا ہے۔

اسعد بمو لودا تاک مبارکا کالبدرا شرق جنح لیل مقمر

حتی اذا اجتماعت بالمشتري

شمس الضحیٰ قرت الی بدر الدجی
ایک دوسرا قصیدہ تہنیتہ عید الفطر کا ہے جس کا مطلع ہے

ولسبهما فی النفع منه وفی الضر

اذا ما علا فی الصدرو النهی والامر
وزیر مہلبی کی تعریف میں کہتا ہے۔

اعان دما عنی و من و مامنا

ولما انتجعنا لاندین بظللہ

وردنا حماہ مجدیین فاخصبنا

وردنا علیہ مقترین فراشنا

ایک دوسرے قصیدہ میں اسے مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہے

ولم یبق من نشی درہم

فدانو ک نفسی هذا الشتاء. علینا بسلطانہ قدہجم

وتخرقها خافیات الوہم

ولامن ثیابی الارم۔ یوثر فیہا نسیم الہواء

فانت العماد و نحن العفاه. وانت الرئيس ونحن الخدم

ہجو گوئی..... کی بہت سے اہل ادب نے تعریف کی ہے لیکن اس کی ہجو گوئی طنز و تمسخر کی روح سے جو ہجو کی جان ہے بالکل خالی ہے، راضی باللہ کے عہد میں جب ابو عبد اللہ بریدی منصب وزارت پر سرفراز ہوا تو ابو الفرج نے ایک طویل ہجویہ قصیدہ لکھا جس کے دو شعر یہ ہیں۔

قد تولی وزارہ ابن البریدی

یا سماء اسقطی ویارض میدی

ومحیت آثارہ فور مودی

بدم رکن الاسلام واهتک الملک

ابن البریدی وزارت پر آگیا ہے اے زمین تو دھنس کیوں نہیں جاتی اے آسمان تو ٹوٹ کر گر کیوں نہیں جاتا اسلام کا ستون گر ادیا گیا، اقتدار رسوا ہو گیا اس کے آثار مٹا دیئے گئے کیونکہ وہ شخص برباد ہی کرنے والا ہے۔ ایک بار وہ کسی وجہ سے اپنے سر پرست ابو محمد وزیر مہلبی سے شکوہ سنج ہوا اور کہنے لگا۔

بعد الغنی فرمیت بی من خالق

ابین مفتقر الیک رائیتی

کیا آپ نے کسی گداگر کی طرح مجھ کو سمجھا ہے اگر ایسا ہے تو آپ نے گویا غنی بنانے کے بعد مجھ کو بلندیوں سے نیچے دھکیل دیا ہے۔ آخر میں کہتا ہے۔

املت للاحسان غیر الخالق

لست المعلوم انا المعلوم لانی

آپ مورد ملامت نہیں قصور وار تو میں ہی ہوں کہ میں نے خالق کائنات کو چھوڑ کر اس کے غیر سے حسن سلوک کا آسہ لگایا۔

داخلی اور وجدانی شاعری..... ایک مرتبہ ابو الفرج بصرہ گیا وہاں بالکل اجنبی تھا کسی سے بھی واقف نہ تھا صرف بعض لوگوں کا نام جانتا تھا اس کس مہر سی کے عالم میں وہ ایک سرانے کی طرف چل پڑا اور اسے ایک کمرہ کرایہ پر ملا اسی کمرہ میں حکایت حال کے طور پر ایک قصیدہ لکھا جس کے چند اشعار بطور نمونہ درج ذیل ہیں ان میں وہ خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے کہتا ہے کہ یہ آخر میں کیا دیکھ رہا ہوں۔ کیا اب دنیا سے میزبانی و مہمانی کی رسم اٹھ چکی ہے۔ بازار کا کھانا اور کرایہ پر رہنا تو مجھے اپنا اچھا گھریا دلاتا ہے ایسی حالت میں میں کیونکر خوش و خرم رہ کر چین کی نیند سو سکتا ہوں وہی پاک ذات غیب کی بات جانے! اس مفہوم کو اس نے اس طرح ادا کیا ہے۔

اصار فی الدھر والی حالہ

الحمد لله على ما اری. من صنعتی من بین هذا الوری

وصار خبز البیت خبز الشری

یعدم فیہ الضیف عند القری. اصبح ادام السوق لی ما کلا

فکیف الغنی لایها ضاحکا

وبعد ملکی منزلا مبہجا. سکنت بہامن بیوت الکری

وبین ایدینا وتحت الثری

وکیف احظی بلذیذ الکری. سبحان من یعلم خلفنا

ابو الفرج اصیبہانی بحیثیت نثار..... بنیادی طور پر ابو الفرج ایک انشاء پرداز اور صاحب طرز ادیب تھا اس کا جوہر نثر و انشاء ہی کے میدان میں نمایاں ہوا نثری ادب میں اس کا حصہ نہایت مہتمم بالشان ہے اور اس کی بیشتر ادبی خدمات کا تعلق چار دائروں سے ہے ۱۔ حکایت نگاری، ۲۔ تاریخ نویسی، ۳۔ تنقید نگاری، ۴۔ مرقع نگاری اور تصویر کشی۔

حکایت نگاری..... اس کا خاص موضوع ہے اغانی کی حکایات میں اس نے ادبی رنگ و آہنگ میں عرب اور ایام عرب کے واقعات، ادباء و شعراء کے قصوں، سازندوں اور موسیقی کاروں کے لہجوں کو اس دلچسپ اسلوب نگارش میں پیش کیا ہے جس کی دوسری مثال مشکل سے مل سکتی ہے، اغانی کے مقدمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے اس کتاب میں اغانی (راگ راگنی) اور مغنیوں کے حالات بیان کرنے کا ارادہ کیا تھا لیکن پھر حکایت سے حکایت نکلتی چلی گئی اور ضمناً اخبار و آثار، سیر و اشعار، ادبی قصص اور لطائف و ظرائف بھی شامل ہوتے گئے اور فنکاروں کے ذکر میں ان کے اخلاق و عادات اور فکر و فن پر تبصرہ بھی شامل ہو گیا اس طرح حکایت نگاری کے پردہ میں ایک عہد کی پوری زندگی اس کتاب میں جلوہ آراء ہو گئی۔

تاریخ نویسی..... خالص تاریخ میں ابو الفرج کی کوئی کتاب موجود نہیں کتاب الاغانی کی حکایات و مرویات کی حیثیت کتب تاریخی قصوں سے زیادہ نہیں جو بعد میں رومان میں تبدیل ہوتے گئے، اغانی کی اہمیت و شہرت کی وجہ اس کی تاریخی حیثیت

نہیں بلکہ ادبی ہے اس سے ایک ادیب اور انشا پرداز کے ذوق کی آسودگی ہوتی ہے اور متفرق واقعات کی رو میں چند ادوار کی عمومی جھلک بھی دیکھی جاسکتی ہے لیکن ایک مورخ و محقق کی تسکین کا سامان اس میں نہیں ہے۔

البتہ ابو الفرج کی ایک دوسری تصنیف ”مقاتل الطالبین“ ہے جو تاریخی سیر و سوانح کی کتاب ہے اس میں اس کا تاریخی ذوق نمایاں ہے یہ کتاب اس نے ۲۹ سال کی عمر میں مکمل کر لی تھی، اس میں عمدہ رسالت سے لے کر ۳۱۳ھ تک بنی طالب کے جتنے لوگ قتل کئے گئے ان سب کے سیر و سوانح اور اسباب قتل روایت حدیث کے طرز پر رواہ کے سلسلہ کے ساتھ لکھے گئے ہیں خواہ رواہ کسی پایہ کے ہوں اس میں موصوف نے دروغ برگردن راوی کے اصول پر عمل کیا ہے چونکہ اس کتاب میں اغانی سے زیادہ تاریخ نویسی کے آداب ملحوظ رکھے گئے ہیں اس لئے اس کو مصنف کی تاریخی خدمات میں شمار کیا جاتا ہے۔

حالات و زمانہ کی تصویر کشی..... اور اشخاص کی مریع نگاری اصہبانی کا خاص موضوع ہے جس کا نمونہ الاغانی ہے اسکی تاریخی حیثیت جیسی بھی ہو مگر بحیثیت مجموعی اس دور کے حالات کی جیسی تصویر اس میں نظر آتی ہے کسی کتاب میں نہیں مل سکتی۔ تنقید نگاری..... میں بھی ابو الفرج نے اپنی عبقریت اور تنقیدی بصیرت کا ثبوت دیا ہے بحیثیت مجموعی اس کی تنقید میں بڑا اعتدال و توازن ہوتا ہے، تنقید ادب ہو یا تنقید سماج اس کی تنقیدیں افراط و تفریط اور انتہا پسندی سے پاک ہوتی ہیں۔

اسلوب نگارش..... واقعات کی روایت میں ابو الفرج نے محدثین کا طرز اختیار کیا ہے جو اس دور میں مقبول عام تھا چنانچہ انہیں کی طرح روایت میں معنعن سلسلے ”عن فلاں بن فلاں“ کا اہتمام اغانی اور مقاتل الطالبین دونوں کتابوں میں رکھا ہے البتہ اسناد کی صحت اور رواہ کی جرح و تعدیل کی ذمہ داری اپنے اوپر نہیں رکھی، مقاتل الطالبین میں کبھی کبھی بعض رواہ کی خامیوں کی طرف اشارہ کر جاتا ہے مثلاً ایک جگہ علی بن محمد النوفلی کی روایت کو بیکار محض اور انواہ (اراجیف و باطلیل) قرار دیا ہے اس کی وجہ یہ بتائی ہے کہ اس کی تمام روایات اس کے والد سے موقوفہ مروی ہیں جو اس سے بہت دور کوفہ سے بہت پہلے جا چکے تھے، مفرد الفاظ اور فقرے نہایت چست، بر محل، موزوں اور بچے تلے استعمال کرتا ہے، زبان سلیس اور ترکیبیں شگفتہ ہوتی ہیں جو ہر دور میں مقبول رہیں حتیٰ کہ آج بھی ان کا رنگ پھیکا نہیں پڑا یہی وجہ ہے کہ اغانی اپنے موضوع اور زبان و بیان کے اعتبار سے ہر دور میں بے مثال اور سدا بہار رہی ہے اور آج بھی ہے الفاظ اور زبان پر اس کو اتنی قدرت ہے کہ چند الفاظ اور فقروں میں مطلوب چیز کا پورا نقشہ کھینچ دیتا ہے مثلاً غیظ و غضب کا بیان ان الفاظ میں کرتا ہے ”فتر بدو وجہ و حجت عیناہ و ہم بالوثوب، محقق کما تحقّق الطائر، فاضطر ب اضطراب الحصفور فحیل الی ان الشجرۃ سقطت“

اصہبانی کی وفات..... بروز چہار شنبہ ۱۴ ذی الحجہ ۲۶۵ھ میں مدینۃ السلام بغداد میں ابو الفرج کی وفات ہوئی اسی سال ابو علی قالی جیسے عالم اور سیف الدولہ معز الدولہ بن بویہ اور کافور اشیدی جیسے ادب نواز بادشاہوں کا بھی انتقال ہوا تھا کہتے ہیں کہ مرنے سے پہلے ان کے حواس کچھ مختل ہو گئے تھے اغانی کے مقدمہ میں انطون صالحانی نے ان کی وفات پر بڑے موثر انداز میں اظہار تاسف کیا ہے۔

لما قبض ابو الفرج جنت حدائق الادب و ذوات اشجار النسب واصبح الادباء ایتاما وھانوا بعدان کا

نوکر اما علی ان من ترک مولفا مثل هذا لا یموت له ذکر ولا ینقطع له نشر۔

ابو الفرج کے انتقال سے ادب کے چستان ویران ہو گئے انساب کے شگوفے مرجھا گئے، ادباء بے سہلا ہو گئے جبکہ وہ اس سے پہلے صاحب کرم تھے، لیکن جس نے اغانی جیسی یادگار چھوڑی ہو اس کا ذکر نہیں مٹ سکتا وہ ہمیشہ ہوتا رہے گا۔

وامات من البقی لنا ذکر علمہ

واھیالہ ذکر اعلیٰ غابرا لدھر

جب تک کسی کے علمی ذخائر باقی ہیں وہ نہیں مر سکتا، اس کا ذکر ہمیشہ زندہ رہے گا۔

اصہبانی کے ادبی کارنامے..... یا قوت حموی کے بیان کے مطابق اس کی جملہ تصانیف کی فہرست حسب ذیل ہے۔ ا۔

الاعانی الکبیر، ۲۔ الاعانی الصغیر یہ ابوالفرج نے الاعانی کی تمام جلدوں کا خلاصہ ایک جلد میں کیا تھا، ۳۔ مقاتل الطالیین بتاریخی کتاب ہے جس میں بنو طالب کے مقتولین کے سوانح اور ان کے قتل کے اسباب بیان کئے ہیں، ۴۔ ادب الغرباء، ۵۔ التعذیر والانصاب فی اخبار القبائل و انسابہا، ۶۔ اخبار القیام، ۷۔ الاماء والشواعر، ۸۔ کتاب الممالیک الشعراء، ۹۔ کتاب الدیارات، ۱۰۔ کتاب تفصیل ذی الحجۃ، ۱۱۔ کتاب الاخبار والنوادر، ۱۲۔ کتاب ادب السماع، ۱۳۔ کتاب اخبار الطفیلین، ۱۴۔ مجموع الاخبار والآثار، ۱۵۔ کتاب الخمارین والخمرات، ۱۶۔ کتاب الفرق والمعیاء فی الادعاد والاحرار، ۱۷۔ کتاب دعوة النجار، ۱۸۔ کتاب اخبار حطہ البرکمی، ۱۹۔ کتاب جمہرۃ النسب، ۲۰۔ کتاب نسب بنی عبد شمس، ۲۱۔ کتاب نسب بنی شیبان، ۲۲۔ کتاب نسب المہالبہ، ۲۳۔ کتاب نسب بنی تغلب، ۲۴۔ کتاب الغلمان الغنیں، ۲۵۔ کتاب النخصیان، انطون صالحانی یوپی نے اعانی کے مقدمہ میں کتاب ”نزہۃ الملوک والاعیان فی اخبار القیام والمغنیات الاولی الحسن“ کا تذکرہ کیا ہے اس کے بیان کے مطابق اس کتاب میں ابوالفرج نے مشہور گانے والیوں کے حالات زندگی اور ان کے گانے کے طرز پر روشنی ڈالی ہے اس کے ساتھ بڑے دلچسپ لطائف و ظرائف اور پر تکلف حالات قلمبند کئے ہیں۔

کتاب الاعانی یوں تو ابوالفرج کے علمی ادبی کارنامے بہت ہیں جیسا کہ مذکورہ بالا فہرست سے ظاہر ہے لیکن اس کا ادبی پایہ تنہا ”الاعانی“ کی بنا پر ہے جو اس کی شاہکار تصنیف ہے اس لئے ہم ذیل میں اس کا تعارف قدرے تشریح کے ساتھ مکرآتے ہیں۔

عربی شاہکار، سرچشمہ ادب و انشاء اور مایہ ناز و بے نظیر کتاب ”الاعانی“ کے بارے میں اہل علم اور مورخین کا متفقہ فیصلہ ہے ”انہ لم یعمل فی بابہ مثله“ کہ اس موضوع پر اس جیسی کوئی کتاب تصنیف نہیں ہوئی اور یہ کہ ادب کی ہر کتاب اس سے کم درجہ یا اس کی خوشہ چیں ہے نیز یہ کہ اگر یہ جامع تصنیف نہ ہوتی تو جاہلیت صدر اسلام اور عہد بنی امیہ کی بڑی ادبی روایات ضائع ہو جاتیں، اس کتاب کی بنیاد ان سوسروں پر ہے جو خلیفہ رشید کیلئے منتخب کئے گئے تھے اور جن میں وثائق کیلئے اضافہ کیا گیا تھا اور جو خود اس نے اپنے منتخبہ راگوں میں سے پسند کئے تھے اس کتاب کے بہت سے اجزاء ہیں جن میں سے ۱۲۸۵ھ میں بیس اجزاء شائع ہوئے تھے بعد میں ایک مستشرق کو یورپ کے کسی کتب خانہ میں اس کا ایک اور حصہ مل گیا تو اس کے اکیس اجزاء مکمل ہو گئے ایک اطالوی پروفیسر گوئیڈے نے اس کی طویل فہرست ابجد کے لحاظ سے مرتب کی جو ۱۹۰۰ء میں لندن سے شائع ہوئی پھر وہ فہرست عربی میں منتقل ہو کر ۱۲۲۴ھ میں الاعانی کے ساتھ مصر سے شائع ہوئی، موصوف کی یہ کتاب ایک طرح کی ادبی انسائیکلو پیڈیا ہے جس کی مقبولیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ دنیا کی تمام بڑی زبانوں میں اس کے ترجمے ہو کر ادبیات عالم میں جگہ پا چکے ہیں اہل مغرب خصوصیت سے اس کتاب کے شیدائی رہے ہیں۔

مدت تالیف کے بارے میں ابو محمد الوزیری المہلبی نے آپ سے دریافت کیا آپ نے فرمایا کہ میں نے اس کتاب کو پچاس برس کی محنت شاقہ کے بعد مکمل کیا ہے اور اپنی عمر میں صرف ایک بار ہی لکھا ہے۔

کتاب الاعانی کی قدر و قیمت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ابوالفرج نے یہ کتاب مکمل کرنے کے بعد سیف الدولہ کے حضور میں پیش کی وہ اس وقت رومیوں سے جنگ کی تیاری میں مشغول تھا اس نے ایک ہزار اشرفیاں دیں اور معذرت کی کہ عجلت کے باعث اس کی پوری قدر نہ کر سکا یہ خبر جب نامور انشاء پرداز صاحب بن عباد کو پہنچی تو اس نے کہا سیف الدولہ نے ناقدری کی ابوالفرج تو اس سے کہیں زیادہ کا مستحق تھا اعانی کے قابل رشک محاسن اور نچے تلے فقرات کا حریف کون ہو سکتا ہے، یہ الفاظ اور فقرے زاہد کیلئے مایہ ناز، عالم کیلئے معلومات کا خزانہ، انشاء پرداز اور جوئے ادب کیلئے سرمایہ تجارت، بہادر کیلئے ہمت و شجاعت کی ڈھال، ظریف کیلئے ریاضت و صنعت، بادشاہ کیلئے سامان سرور و لذت ہیں میرے کتب خانہ میں ایک لاکھ سترہ ہزار کتابیں ہیں مگر اعانی سے بڑھ کر میری انیس کوئی کتاب نہیں۔

صاحب بن عباد نے یہ بھی کہا کہ کوئی بھی چیز ایسی نہیں ہے جس کی مجھے جستجو رہی اور اغانی میں مل گئی ہو جو واقعات علماء نے بہت سی کتابوں میں لکھے ہیں وہ سب اس میں حسن تالیف اور لطف بیان کے ساتھ موجود ہیں سیف الدولہ سفر و حضر میں اس کتاب کو ہر وقت اپنے ساتھ رکھتا تھا، کہتے ہیں کہ اس کا ایک مسودہ بغداد میں چار ہزار درہم میں فروخت ہوا تھا، صاحب الفطیب کے حوالہ سے بطرس بستانی نے لکھا ہے کہ اندلس کے اموی خلیفہ حاکم منصر نے اغانی کو محض دیکھنے کیلئے ایک ہزار دینار بھیجے تھے حکومت مردانیہ کے فرماں روا حکم بن ناصر کے بارے میں بھی اسی طرح کی روایت بیان کی جاتی ہے اس نے بھی ایک ہزار دینار صاحب اغانی کو محض اس کتاب کے دیکھنے کیلئے عنایت کئے تھے تاکہ وہ عباسی خلفا سے پہلے اس کو دیکھ لے۔

اغانی کی اہم خصوصیات ڈاکٹر ذکی مبارک لکھتے ہیں کہ اغانی کے مقدمہ پر نظر ڈالنے سے اس کی اہم خصوصیات خود بخود واضح ہو جاتی ہیں۔ صاحب اغانی خود لکھتا ہے۔

”کتاب کے ہر فصل میں کچھ نہ کچھ ایسا مواد مہیا کیا گیا ہے جو اہل ذوق کی تفریح کا سامان بن سکے، اس میں سنجیدہ واقعات بھی ہیں اور خرافات بھی، ایام عرب کے قصص بھی ہیں اور مستند تاریخی واقعات بھی، شاہان عرب اور خلفاء اسلام کے افسانے بھی ہیں اور شعراء و ادباء کے ظریفانہ قصے بھی موسیقی کے جس قدر راگ لکھے گئے ہیں ان میں سے بیشتر کے متعلق کوئی نہ کوئی ایسا افسانہ ضرور ہے جو لوگوں کے ہنسنے ہنسانے کا کام دے لیکن ہر لحن کے ساتھ اس کا التزام نہیں ہے اور جو واقعات نقل کئے گئے ہیں ضروری نہیں کہ وہ نتیجہ خیز بھی ہوں اور اگر نتیجہ خیز ہوں تو ضروری نہیں کہ سامعین کیلئے دلچسپ بھی ہوں جس سے اہل ذوق محظوظ ہو سکیں۔“

اغانی کا سلسلہ اسناد جس دور میں یہ کتاب لکھی گئی ہے اس دور میں نقل روایت کا ایک خصوصی نہج قائم ہو گیا تھا اور ہر واقعہ سلسلہ اسناد و رواہ کے ساتھ پیش کیا جاتا تھا اس کے بغیر کوئی کتاب مشکل ہی سے قابل توجہ بنتی تھی اس لئے اغانی بھی اسی اسلوب میں لکھی گئی چنانچہ اس کے مندرجات مسلسل سند سے مروی ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ معتنع سلسلہ سے (عن فلاں ابن فلاں انہ قال کے انداز پر) جو حکایت بھی نقل کر دی جائے وہ لازمی طور پر مستند و معتبر ہی ہو بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اسناد کے خوبصورت سلسلہ کے باوجود رواہ اور اسناد دونوں نہایت کمزور ہیں اور ان میں بڑا تضاد و تناقض ہے، مستشرقین کو اس اسلوب نگارش سے غلط فہمی ہوئی اور انہوں نے اغانی کی تمام روایات کو مستند خیال کر لیا جو زیف ہیل کی کتاب ”عربوں کا تمدن“ اسی غلطی کا ایک نمونہ ہے۔

اغانی کے انتخابات بہت سے ادباء نے اس کے انتخابات لکھے ہیں جن میں سے وزیر ابن الغربی متوفی ۴۱۸ھ ابن واصل حموی متوفی ۶۹۷ھ ابن باقیہ کاتب حلبی متوفی ۴۸۵ھ امیر محمد بن عبد اللہ بن احمد حرانی متوفی ۴۲۰ھ جمال الدین محمد بن مکرم انصاری متوفی ۷۱۱ھ قابل ذکر ہیں۔ ۱۔

(۱۶۹) صاحب جمہرۃ اشعار العرب

ابوزید محمد بن ابی الخطاب قرشی متوفی فی حدود ۷۰۰ھ کی تصنیف ہے مزید حالات معلوم نہیں ہو سکے۔

(۱۷۰) صاحب تعلیم التمعلم

تعارف شیخ برہان الاسلام زر نوجی کی تصنیف ہے جو چھٹی صدی ہجری کے علما میں سے ہیں اور صاحب ہدایہ کے

تلامذہ میں ہیں آپ کے علاوہ شیخ قوام الدین حماد بن ابراہیم بن اسماعیل الصفاء شیخ رکن الاسلام المعروف بالادیب المختار، شیخ سدید الدین شیرازی، شیخ فخر الاسلام المعروف بقاضی خاں، شیخ رضی الدین نیشاپوری صاحب ”مکارم الاخلاق“ شیخ شرف الدین العقیلبی اور شیخ فخر الدین کاشانی وغیرہ سے بھی شرف تلمذ حاصل ہے۔
شعر و اشعار..... فقہ وقت ہونے کے ساتھ ساتھ شعر و شاعری کا بھی ذوق رکھتے تھے آپ کے اکثر اشعار نصائح و پند سے متعلق ہیں تعلیم المتعلم میں ذکر کردہ چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

من شاء ان يحتوى آماله جملا. فليتخذ ليله في دو كها جملا
اقلل طعامك كي تحظى به ثمرا. ان شئت يا صاحبي ان تبلغ الكملا
دعى نفسك التكاسل والتواني. والا مائتتي في ذا الهوان
الفقه انفس شنى انت ذاخره. من يدرس العلم لم تدرس مفاخره
فاكسب لنفسك ما اصبحت تجهله. فادل العلم اقبال واخره

اذا تم عقل المرء قل كلامه
وايقن بحقوق المرء ان كان ممكرا
تصانيف..... آپ کی کتاب ”تعلیم المتعلم“ تیرہ فصلوں پر مشتمل ہے جس میں پڑھنے سے متعلق ضروری باتیں بتائی گئی ہیں یہ کتاب گو مختصر ہے مگر بہت مفید ہے مولانا عبدالحی صاحب نے اس کے متعلق لکھا ہے
هو كتاب نفيس مفيد مشتمل على فصول قليل الحجم كثيرا المنافع
یہ عمدہ اور مفید کتاب ہے جو چند فصلوں پر مشتمل ہے کم ضخامت والی اور بہت نفع والی ہے۔
شرح و حواشی کتاب تعلیم المتعلم..... (۱)۔ شرح تعلیم المتعلم۔ از شیخ ابراہیم بن اسماعیل۔ ۱۔

(۱۷۱) صاحب منیۃ المصلی

شیخ سعید الدین محمد بن محمد بن علی کاشغری، آبائی وطن کاشغری تھا اس لئے نسبت میں کاشغری کہلاتے ہیں اپنے وقت کے بلند پایہ فقیہ تھے عرصہ تک مکہ معظمہ میں رہے اور علم تصوف حاصل کیا پھر یمن گئے اور وہاں تغرنامی ایک گاؤں میں مستقل اقامت پذیر ہو گئے۔

آپ کی تصنیفات میں ”مجمع الغرائب و متبع العجائب“ چار جلدوں میں ہے اور منیۃ المصلی و غنیۃ المبتدی بعض مدارس میں داخل درس ہے جو صرف ابواب الصلوٰۃ پر مشتمل ہے شیخ ابراہیم حلبی نے ”غنیۃ المستملی“ کے نام سے اس کی بہت عمدہ شرح لکھی ہے جو کبیری کے نام سے مشہور ہے آپ نے ۱۳۰۵ء میں وفات پائی۔ ۲

(۱۷۲) صاحب بلوغ المرام

حافظ ابن حجر عسقلانی کی تصنیف ہے جن کے حالات ”تخبۃ الفکر“ کے ذیل میں گزر چکے۔

(۱۷۳) صاحب ریاض الصالحین

نام و نسب اور پیدائش..... محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف بن حسن بن حسین بن محمد بن جمہ بن حزام النوادی، آپ ماہ محرم ۶۳۰ھ میں نواۃ مقام میں پیدا ہوئے جو ارض حوران میں اعمال دمشق کا ایک قصبہ ہے وہیہ یقول الشاعر

۱۔ از فوائد بہیہ تعلیم المتعلم ۱۲۔ ۲۔ کتاب الاعلام ۱۲۔

لقبت خیر ایاںوی

ووقیت من الم النوی. فلقد نشابك عالم

فضل الحبوب علی النوی

لله اخلص مانوی. و علا علاه وفضله

اس لئے نسبت میں نوادی کہلاتے ہیں اتحاد میں سال ولادت ۸۱ھ ہے جو ناخن کی تحریف ہے۔

تحصیل علوم..... ابتداء میں اپنے شہرہ میں رہ کر قرآن پاک حفظ کیا پھر ۶۳۹ء میں انیس برس کی عمر میں اپنے والد کے ساتھ مدرسہ رواجہ دمشق میں آگئے اور وہاں کمال الدین اسحاق بن احمد جعفری رضی بن برہان زین الدین بن عبد الدائم عماد الدین بن عبد الکریم، زین الدین خلف بن یونس، تقی الدین بن ابی الیسر، جمال الدین بن الصیرنی سے علم حاصل کیا اور اپنے وقت کے بہت بڑے امام بنے، علامہ عبدالحی صاحب لکھتے ہیں۔

وبرع فی العلوم و صار محققا ففہونہ مذققا فعملہ حافظا للحدیث عارفا بانواعہ

علوم میں بہت نمایاں، فنون میں محقق، عمل میں مدقق حافظ حدیث اور اس کے انواع سے باخبر تھے۔

حالات زندگی..... ۶۵۱ھ میں اپنے والد کے ساتھ حج کیلئے گئے اور مدینہ منورہ میں ڈیڑھ ماہ قیام کیا وقت کے بہت پابند تھے اور کھانا صرف ایک مرتبہ عشاء کے بعد کھاتے تھے آپ نے زندگی بھر شادی نہیں کی آپ بہت ہی سربلغ التصنیف تھے کہا جاتا ہے کہ لکھتے لکھتے جب آپ کا ہاتھ تھک جاتا تب آپ قلم رکھتے اور یہ شعر پڑھتے تھے۔

لن کان هذا الدمع یجری صباۃ علی غیر سعدی فہو دمع مضیع

آپ کی مجموعی تصانیف کا حساب لگایا گیا تو یومیہ دو کراسہ سے زائد کا اوسط پڑا۔

افضل الجہاد کلمتہ حق عند سلطان جابر..... علامہ جلال الدین سیوطی نے حسن الحاضرہ میں ذکر کیا ہے کہ جب شاہ ظاہر پیرس نے ملک شام میں تاتاریوں سے جنگ کا ارادہ کیا تو اس نے علمائے اس بات کا فتویٰ طلب کیا کہ میں دشمن کے مقابلہ کیلئے رعیت سے مال لے سکتا ہوں چنانچہ تمام علمائے اس کی رائے کے مطابق فتویٰ دیدیا اس کے بعد ظاہر نے دریافت کیا کہ تمہارے علاوہ کوئی اور ایسا عالم ہے جس نے فتویٰ نہ دیا ہو۔ علمائے کہاں! شیخ محی الدین نوادی ہیں ظاہر نے آپ کو بلوا کر فتویٰ کی فرمائش کی تو آپ نے صاف انکار کر دیا کہ میں یہ فتویٰ نہیں دے سکتا، ظاہر نے اس کی وجہ پوچھی آپ نے فرمایا کہ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تو امیر بند و قد ار کا غلام اور بالکل نادار تھا اللہ نے تجھے حاکم بنا دیا تو اب تیرے پاس سونے چاندی میں لدے ہوئے ایک ہزار غلام اور دو سو باندیاں ہیں سو جب تو کرو فر کا یہ تمام مال صرف کر چکے تب رعیت سے مال لینے کا فتویٰ دے سکتا ہوں۔

اللہ کے شیروں کو آتی نہیں رو باہی

آئین جو انمرداں حق گوئی و بیباکی

یہ سنکر ظاہر نہایت غضب ناک و برہم ہوا اور امام نوادی سے کہا کہ تو میرے شہر یعنی دمشق سے نکل جا، آپ نے فرمایا ”السمع والطاعة“ چنانچہ آپ دمشق سے نوی آگئے علمائے ظاہر سے سفارش کر کے واپسی کی اجازت حاصل کی مگر آپ نے فرمایا کہ جب تک ظاہر دمشق میں موجود ہے میں وہاں قدم بھی نہ رکھوں گا اس واقعہ کے ایک ماہ بعد ہی ظاہر کا انتقال ہو گیا۔

تصانیف..... آپ کی تصانیف میں شرح مسلم نہایت مشہور و مقبول کتاب ہے بلکہ علمی حلقوں میں آپ شارح مسلم ہی کی حیثیت سے مشہور ہیں اس کا نام ”المہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج ہے نیز ریاض الصالحین کو بھی غیر معمولی مقبولیت حاصل ہے اور بعض مدارس میں داخل درس ہے ان کے علاوہ دیگر تصنیفات یہ ہیں۔

(۳)۔ تہذیب الاسماء واللغات: اس میں آپ نے وہ تمام الفاظ جمع کر دیئے ہیں جو مختصر مزنی تہذیب و سبط تہذیب،

وجیز اور روضہ میں ہیں مزید براں مردوں، عورتوں، ملائکہ اور جن وغیرہ کے اسماء کا آپ نے اضافہ کیا ہے کتاب کے دو حصے ہیں ایک حصہ میں اسماء ہیں دوسرے میں لغات اسی لئے آپ کو تہذیب الاسماء واللغات کہا جاتا ہے۔ ۴۔ الروضہ، ۵۔ شرح

المہذب، ۶۔ کتاب الاذکار، ۷۔ کتاب المناسک، ۸۔ الاربعون، ۹۔ النبیان فی آداب حملۃ القرآن، ۱۰۔ الاشارات فی مہمات الحدیث، ۱۱۔ التحریر فی الفاظ التنبیہ، ۱۲۔ الخلاصہ، ۱۳۔ الارشاد، ۱۴۔ التقریب فی اصول الحدیث، ۱۵۔ التیسیر الارشاد، ۱۶۔ تحفۃ الطالب، ۱۷۔ شرح التنبیہ، ۱۸۔ نکت علی الوسیط، ۱۹۔ شرح الوسیط، ۲۰۔ شرح البخاری کچھ حصہ، ۲۱۔ رؤوس المسائل، ۲۲۔ رسالہ فی الاستقاء، ۲۳۔ رسالہ فی استحباب القیام لایل الفضل، ۲۴۔ رسالہ فی قسمۃ الغنائم والاصول والضوابط، ۲۵۔ الاشارات علی الروضہ، ۲۶۔ شرح سنن ابوداؤد نامکمل ہے۔

وفات..... جب آپ بیت المقدس کی زیارت کر کے واپس ہوئے تو اپنے والدین کی موجودگی میں شب چہار شنبہ ۱۲ رجب ۶۷۷ھ میں وفات پائی اور وہیں دفن کئے گئے، جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ کو یہ اشعار پڑھتے ہوئے سنا گیا۔

بشائر قلبی فی قدومی علیہم. ویالسروری یوم سیری الیہم

وفی رحلتی یصفو مقامی وحبذا. مقام بہ حظ الرجال لدیہم

ولا زادلی الا یقینی بانہم. لہم کرم یغنی الوفود علیہم

انتقال کے بعد آپ کے مرثیہ میں یہ اشعار پڑھے گئے۔

رای الناس منہ زہد یحیی سمیہ. وتقواہ فیما کان یدی و یخفیہ

تحلی باوصاف النبی وصحبہ. وتابعہم ہدیا فممن ذایدانیہ

فطوبی لہ ما شاقہ طیب مطعم. ولا یحس لانت ورقہ حواشیہ

یسرا اذا ما سدوا الخصم حجتہ. وان ضل عن قصد الحجة یہدیہ

قضى وله علم تجدد ذكره. وغیره فالدہر حیات یطویہ

بکی فقدہ علم الحدیث واهلہ. راویہ والکتب الصحاح وقاریہ

ولاح علی وجہ العلوم کاتبہ. تخیر ان العلم قدمات محییہ

(۱۷۴) صاحب تنویر الابصار

نام و نسب اور تحقیق نسبت..... شیخ الاسلام محمد بن عبد اللہ بن احمد خطیب بن محمد خطیب بن ابراہیم خطیب التمر تاشی الغزی الحنفی تمر تاش بضم تاو میم و سکون راء خوارزم کا ایک گاؤں ہے (کذا فی الطحطاوی) غزی ملک شام میں ایک شہر ہے جس کو غزہ پر ہاشم کہتے ہیں قاموس میں ہے کہ غزی فلسطین میں ایک شہر ہے جہاں امام شافعی پیدا ہوئے تھے اور وہیں ہاشم بن مناف نے وفات پائی تھی۔

تحصیل علوم..... آپ نے پہلے اپنے شہر غزہ کے علما کبار سے علوم کی تحصیل کی پھر قاہرہ جاکر شیخ زین بن نجیم مصری صاحب بحر الرائق اور امین الدین بن العال وغیرہ سے استفادہ کیا اور اپنے زمانہ کے محدث کبیر و فقیہ بے نظیر بنے شیخ عبد النبی الخلیلی اور شیخ صالح محطی اشیاء و نظائر وغیرہ علما مآثر نے آپ سے علم حاصل کیا۔

تصانیف..... آپ کی تصانیف میں سے تنویر الابصار فقہ میں نہایت مشہور متن ہے جس میں آپ نے غایت درجہ تحقیق و تدقیق کی داد دی ہے اور خود اس کی شرح بھی لکھی ہے جس کا نام مخ الغفار ہے جس پر شیخ الاسلام خیر الدین رملی نے حواشی لکھے ہیں دوسری محققانہ تصانیف یہ ہیں، تحفۃ الاقران فقہ میں منظومہ ہے حاشیۃ الدرر والغرر، شرح کنز، شرح زاد الفقیر، شرح وقایہ، فتاویٰ دو جلدوں میں ہے شرح منار اصول فقہ میں شرح منظومہ ابن وہبان، معین المفتی علی جواب المستفتی، رسالہ کراہت فاتحہ خلف الامام، رسالۃ عصمت انبیاء رسالہ عشرہ مبشرہ وغیرہ۔

۱۔ از طبقات الشافعیہ، مقدمہ تدریب الراوی، الرسالۃ المستطرفہ، التعليقات السنیہ، حسن الحاضرہ وغیرہ ۱۲۔

وفات آپ نے ۱۰۰۶ھ میں غزہ ہاشم میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔ ۱

(۱۷۵) صاحب در مختار

شیخ محمد بن علی بن محمد بن علی بن عبدالرحمن بن محمد جمال الدین بن حسن بن زین العابدین ^{حصکفی} مولود ۱۰۲۵ھ آپ قلعہ حصن کيفاء جو دیار بکر میں دریائے دجلہ کے کنارے پر جزیرہ ابن عمرو اور میافارقین کے درمیان واقع ہے وہاں کے باشندے تھے اس لئے ^{حصکفی} کہلاتے ہیں۔

آپ اپنے دور کے مشہور محدث و فقیہ، جامع معقول و منقول، بلند پایہ ادیب بڑے فصیح و بلیغ تھے اور تقریر و تحریر ہر دو میں ملکہ رکھتے تھے۔ نحو و صرف اور فقہ وغیرہ میں بے نظیر اور احادیث و مرویات کے بڑے حافظ تھے آپ کے فضل و کمال کی شہادت آپ کے مشائخ اور ہم عصروں نے بھی دی ہے خصوصیت سے آپ کے شیخ خیر الدین رملی نے آپ کے کمال و راایت و روایت کی بڑی تعریف کی ہے۔

آپ نے بہت سی عمدہ کتابیں تصنیف کی ہیں جن میں سے فقہ کی کتاب ”تویر الابصار“ مولفہ شمس الدین محمد بن عبداللہ الغزالی کی شرح ”الدر المختار“ بہت مشہور ہے اور مدارس عربیہ میں فتویٰ نویسی سیکھنے والوں کو پڑھا جاتی ہے راقم الحروف نے اس کا بارہا مطالعہ کیا ہے تعالیٰ الانوار از عبدالمولیٰ بن عبداللہ الدمیاطی، حاشیہ در مختار از سید احمد طحطاوی رد المختار، از علامہ شامی اس کے مشہور حواشی ہیں دیگر تصانیف حسب ذیل ہیں۔

(۲) شرح ملتقى الاخر فقہ میں ہے اور بہت عمدہ کتاب ہے راقم الحروف نے اس کا بالاستیعاب مطالعہ کیا ہے (۳) شرح منار اصول فقہ میں (۴) شرح قطر علم نحو میں (۵) مختصر فتاویٰ صوفیہ (۶) حواشی تفسیر بیضاوی (۷) حاشیہ درمہ (۸) تعلیقات بخاری میں اجزاء ہیں اس کے علاوہ آپ نے فتاویٰ ابن تیم کو مرتب کیا ہے آپ نے ۶۳ سال کی عمر پا کر ۱۰ شوال ۱۰۸۸ھ میں وفات پائی اور باب صغیر کے مقبرہ میں دفن کئے گئے۔ ۲

(۱۷۶) صاحب مشارق الانوار

نام و نسب اور تحقیق نسبت شیخ رضی الدین ابوالفضائل حسن بن محمد بن حسن بن حیدر بن علی العدوی العمری الحنفی الصغانی، صاغان جو ماوراء النہر میں شہر مرو کے پاس واقع ہے جس کا اصل نام چاغان ہے وہیں کے باشندے تھے اس لئے صغانی اور صاغانی کہلاتے ہیں۔

حالات زندگی حافظ ذہبی کے بیان کے مطابق آپ کی پیدائش لاہور شہر میں ۷۷۵ھ میں ہوئی اور غزنہ میں جا کر نشو و نما پائی ابتداء میں والد محترم سے تعلیم حاصل کی فراغت کے بعد ۶۱۵ھ میں بغداد گئے وہاں تقریباً دو سال تک درس و تصنیف میں مشغول رہے پھر ۶۱۷ھ میں خلیفہ بغداد کی طرف سے سفیر مقرر ہو کر ہندوستان آئے اور یہاں کئی برس تک رہے پھر مکہ معظمہ حاضر ہوئے اور حج بیت اللہ سے مشرف ہو کر ادھر ہی سے یمن گئے پھر بغداد گئے اس کے بعد دوبارہ ہندوستان آئے اور تیسری مرتبہ پھر بغداد گئے اور آخر تک وہیں مقیم رہے۔

علمی مقام شیخ صغانی اسلامی ممالک میں بین الاقوامی شہرت کے مالک ہیں آپ تمام علوم میں تبحر بالخصوص فقہ و حدیث اور لغت میں اپنے زمانہ کے امام ہیں مولانا عبدالحی صاحب لکھتے ہیں۔

كان فقيها محدثا لغويا ذامشار كة تامة في جميع العلوم
آپ فقیہ، محدث، لغوی تھے اور دیگر تمام علوم میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔
علامہ سیوطی بغیۃ الوعایہ میں تحریر فرماتے ہیں:

وهو حامل لواء اللغة في زمانه

ان کے دور میں لغت کا جھنڈا انہی کے ہاتھوں بلند تھا۔

امام ذہبی فرماتے ہیں: ”وكان اليه المنتهى في اللغة“ ان کے دور میں فن لغت کی انتہا ان ہی پر ہوئی تھی۔
حضرت نظام الدین اولیاء کا زمانہ صغانی کے قریب ہی قریب ہے بلکہ اگر لقاء ثابت نہ ہو تو معاشرت یقینی ہے
حضرت نظام الدین اولیاء کے ملفوظات کو جو علاء الدین امیر حسن سنجری نے ”فوائد القواد“ کے نام سے قلمبند کیا ہے اس
میں شیخ صغانی کی بابت لکھا ہے کہ

دراں ایام در حضرت دہلی علما کبار بودند باہمو (صغانی) در علوم متساوی بود امدار علم حدیث

ازہمہ ممتاز و هیچ کس مقابل اونود۔

ان دنوں دلی میں بڑے بڑے علما تھے اور علوم میں صغانی ان کے مساوی تھے لیکن علم حدیث میں صغانی کو سب پر
امتیاز حاصل تھا اس علم میں ان کا مد مقابل کوئی دوسرا نہ تھا۔

اسی فوائد القواد میں حضرت نظام الدین کا قول منقول ہے ”الحدیث براد مشکل شدے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام

راذخواب دیدے و صحیح کردے۔

وفات..... بعد خلیفہ مستعصم باللہ شہر بغداد میں خدا کی یہ رحمت ۶۵۰ھ میں خزانہ رحمت کی طرف منتقل ہو گئی اور
وصیت کے مطابق آپ کو مکہ معظمہ میں دفن کیا گیا۔

تصنیفات و تالیفات..... آپ بڑے کثیر التصانیف ہیں اور فقہ و حدیث اور لغت وغیرہ میں متعدد کتابیں آپ نے
دنیاۓ اسلام کے سامنے پیش کی ہیں جو درج ذیل ہیں۔

(۱) مشارق الانوار..... اس کا پورا نام ”مشارق الانوار النبویہ من صحاح الاخبار المصطفویہ“ ہے آپ کی یہ مشہور کتاب
حدیثی انتخاب کا بہترین مجموعہ ہے جو عام اسلامی ممالک میں مدت تک زبردست رہا، متن حدیث پڑھانے کیلئے اس سے اچھا
مجموعہ مقلوع الاسانید حدیثوں کا شاید اب بھی پیش کرنا دشوار ہی ہے۔

جب آپ ہندوستان سے سفیر ہو کر بغداد گئے اس وقت مستنصر باللہ عباسی خلیفہ کا عہد تھا اسی کے حکم کے بموجب
آپ نے حدیثوں کا یہ مجموعہ مرتب کیا ہے جو صحیحین کی دو ہزار دو سو چھیالیس احادیث کا نہایت عمدہ انتخاب ہے جس کو
حق تعالیٰ نے غیر معمولی حسن قبول عطا فرمایا ہے کہتے ہیں کہ خود خلیفہ مذکور نے یہ کتاب شیخ سے پڑھی ہے۔

(۲) کتاب العباب..... یہ لغت کی بہترین کتاب ہے مگر افسوس کہ پوری نہیں ہو سکی اور نیم تک پہنچتے پہنچتے ممت
ہو گئی حتیٰ قیل فیہ

كان قصارى امره. ان انتهى الیہ بکم

ان الصغانی الذی. حاز العلوم والحکم

علامہ مجد الدین فیروز آبادی نے ابن سیدہ کی ”الحکم“ اور صغانی کی ”العباب“ دونوں کو ملا کر ساٹھ جلدوں میں لغت
لکھی تھی اسی کا خلاصہ قاموس ہے حافظ سیوطی فرماتے ہیں کہ ”عربی زبان کے اس ہندی لغوی (صغانی) کے بعد جس نے
جہاں کہیں بھی عربی لغت پر جو کچھ بھی لکھا ہے وہ ایک لحاظ سے صغانی ہی کا زلہ رہا ہے انہی کی محنت و تلاش تجروا اجتہاد کا
مرہون منت ہے صغانی کی دیگر تصنیفات یہ ہیں۔ ۳۔ مصباح الدجی من احادیث المصطفیٰ، ۴۔ الشمس المنیرہ من الصحاح

لہ قال الدیلمی وکان مودعہ بونی و قہ فکان قریب ذلک الیوم مخفّر ذلک الیوم ہوعانی فعل لاصحا طعنا شکر اذ فارقناہ فلیقینی شخص انجری بموتہ فجائذ ذلک سنۃ انتہی ۱۲

المناثورہ، ۵۔ درۃ السحابہ فی دئیات الصحابہ، ۶۔ شرح بخاری، ۷۔ مجمع البحرین لغت کی نہایت ضخیم کتاب ہے چار جلدوں میں تمام لغات عرب پر حاوی ہے، ۸۔ کتاب الشواذ یہ بھی لغت میں ہے، ۹۔ کتاب الاقوال، ۱۰۔ کتاب العروض، ۱۱۔ کتاب النوادر فی اللغۃ والترکیب، ۱۲۔ زبدۃ المناسک، ۱۳۔ کتاب الفرائض، ۱۴۔ درجات العلم والعلماء، ۱۵۔ کتاب اسماء الفقہاء، ۱۶۔ کتاب اسماء الاسد، ۱۷۔ کتاب اسماء الذئب، ۱۸۔ بغیۃ الصدیان، ۱۹۔ شرح ابیات المفصل، ۲۰۔ تکملۃ الصحاح اس میں صحاح جوہری کے اغلاط کی تصحیح کی ہے۔

ان کے علاوہ آپ نے احادیث موضوعہ میں دور سارے بھی لکھے مگر ان میں تشدد اختیار کیا ہے اور موضوع احادیث کے ساتھ غیر موضوع احادیث کو بھی ذکر کر ڈالا ہے اسی لئے آپ ابن الجوزی اور صاحب سفر السعاده جیسے متشددین میں شمار ہوتے ہیں، مولانا عبدالحی صاحب نے اس قسم کے متشددین محدثین کا تذکرہ اپنے رسالہ ”الاجوبۃ الفاضلہ للاسولہ العشرہ الکاملہ“ میں کیا ہے۔

حافظ سخاوی نے فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث میں ذکر کیا ہے کہ علامہ صاغانی نے اپنے ان رسالوں میں ”الشہاب القضاۃ“، ”انجم اللامعین“ اور ”اربعین ابن ودعان“ ”الوصیۃ“ لعلی ابن ابی طالب خطبۃ الوداع احادیث ابی الدنیا الاشیخ اور نسطور و نعیم بن سالم، دینار و سمعان وغیرہ سے احادیث ذکر کی ہیں و فیہا الكثير ایضا من اصح و احسن و ما فیہ ضعف یسر۔

(۱۷۷) صاحب نظرات و عبرات

نام و نسب اور پیدائش..... سید مصطفیٰ لطفی بن محمد لطفی بن محمد حسن لطفی متقلوطی، صوبہ سیوط کے شہر متقلوط میں ۱۲۹۳ھ مطابق ۱۸۷۶ء میں پیدا ہوئے اور اپنے شریف گھرانہ میں پرورش پائی جو دینی عظمت اور فقہی میراث کا مالک تھا ان کے گھرانہ میں تقریباً دو سو سال تک شرعی قضا کا عہدہ اور صوفیہ کی گدی وراثتہ چلی آرہی تھی۔

تحصیل علوم..... اپنے آبائی دستور کے مطابق متقلوطی کی بھی تعلیم و تربیت ہوتی رہی چنانچہ اس نے مدرسہ میں قرآن مجید حفظ کیا، جامعہ ازہر میں تعلیم حاصل کی اور باوجودیکہ ان کا دل مائل بتقوی تھا اور آبائی سلسلہ بھی متقاضی تھا کہ وہ دینی تعلیم میں دلچسپی لیں لیکن ان کی توجہ صرف لسانیات و ادبیات ہی پر مرکوز رہنے لگی وہ اشعار یاد کرتے، نادر کلام ضبط کرتے، اشعار نظم کرتے اور مضامین لکھتے تھے، ازہریوں میں ان کی ذہانت اور ان کے حسن اسلوب نگارش کی شہرت ہونے لگی تو مفتی محمد عبدہ نے انہیں اپنا مقرب بنالیا، انہیں ادب و زندگی کے بلند مقصد اور اس تک پہنچنے کے لئے بہترین راستہ سے باخبر کیا، مفتی محمد عبدہ کے قرب سے متقلوطی نے سعد باشا غول سے راہِ رہم پیدا کر لی اور ان دونوں تنظیم شخصیتوں کے قرب نے اسے رسالہ ”الموید“ کے مالک کی نظر میں بلند مرتبہ بنادیا یہی سب سے بڑی وہ تین قوتیں ہیں جنہوں نے متقلوطی کی فطری صلاحیت اور اس کے والد کی تربیت کے بعد اسے کامیاب ادیب بنانے میں نمایاں حصہ لیا۔

قید و بند اور ابتلاء مصائب..... ازہر کی طالب علمی کے زمانہ میں ان پر الزام لگایا گیا کہ اس نے ایک ہفتہ وار رسالہ میں خدیو عباس حلمی ثانی کی ہجو میں قصیدہ کہہ کر شائع کر لیا ہے چنانچہ اس الزام میں اس کو قید کی سزا دی گئی اور اس نے جیل میں اپنی سزا کی مدت پوری کی اور جب مفتی محمد عبدہ کا انتقال ہو گیا تو ان سے امید اور ان پر اعتماد کی وجہ سے متقلوطی کو بہت صدمہ ہوا اور وہ ناامید ہو کر اپنے وطن واپس آگیا۔

تصبیہ وری اور قسمت کی پابندی..... ایک مدت کے بعد اس کی مردہ امیدوں میں جان آئی تو وہ رسالہ ”الموید“ کے ذریعہ اپنی کامیابی کے ذرائع تلاش کرنے لگا اور جب وزارت تعلیم سعد باشا کو ملی تو انہوں نے اپنی وزارت میں متقلوطی کو عربی

کا انشاء پرداز مقرر کر لیا، پھر جب سعد باشا وزارت قانون میں منتقل ہوئے تو وہ اپنے ساتھ منفلوطی کو بھی لے گئے اور اسی قسم کا عہدہ وہاں دیدیا پھر حکومت سعد باشا کی مخالف پارٹی کے ہاتھ میں چلی گئی تو یہ بھی وہاں سے چلے گئے پھر جب پارلیمنٹ قائم ہوئی تو انہیں سعد باشا نے وہاں انشاء پردازی سے متعلق ایک عہدہ پر مقرر کر دیا جس پر آپ تادم حیات قائم رہے۔

حلیہ اور اخلاق و عادات..... منفلوطی نہایت سڈول اور متناسب بدن، خوش مذاق و خوش وضع، لطیف الفکر اور عمدہ اسلوب والے تھے ان کے قول و فعل سے نہ عبقریت کی جھلک نظر آتی تھی اور نہ غباوت و کج فہمی کی وہ بات کو صحیح طور پر سمجھ لیتے تھے مگر ذرا دیر کے بعد ان کی فکر لغزشوں سے پاک رہتی تھی مگر اس کیلئے انہیں کچھ کوشش کرنی پڑتی تھی وہ دقیق الحس تھے لیکن قدرے سکون کے ساتھ وہ بڑی احتیاط سے لب کشائی کرتے تھے اور یہ خصائل جس میں بھی ہوں لوگ اسے غبی اور جاہل سمجھیں گے یہی وجہ ہے کہ وہ مجلسوں سے کنارہ کش بحث و جدال سے گریزاں رہتے اور تقریر کرنے کو ناپسند کرتے تھے ان خصائل کے ساتھ وہ رفیق القلب، صاف دل، پاک نفس، نیک طبیعت، صحیح العقیدہ اور فیاض طبع تھے اور اپنی تمام صلاحیتوں کو خاندان و وطن اور انسانیت پر نثار کرنے والے تھے۔

اسلوب نگارش..... منفلوطی فطرتاً ادیب پیدا ہوئے تھے، ان کے ادب میں آمد آورد سے بہت زیادہ ہے اس لئے کہ تکلف سے نہ کوئی نیا ادب پیدا ہوا ہے نہ کوئی مستقل اسلوب، ان کے زمانہ تک فنی نثر قاضی کے ادب کی ایک بگڑی ہوئی شکل یا ابن خلدون کے فن کا ایک بقیہ ڈھانچہ تھی لیکن آپ اس کے اسلوب کو ان دونوں میں سے کسی کا چر بہ نہیں کہہ سکتے، اپنے زمانہ میں منفلوطی کا اسلوب بالکل ایسا ہی تھا جیسے ابن خلدون کا اسلوب اپنے زمانہ میں بالکل انوکھا جسے بغیر کسی نمونے کے کسی زوردار طبیعت نے ایجاد کر لیا ہو۔

افسانہ نگاری..... منفلوطی سب سے پہلا افسانہ نویس ہے اور اس نے اس فن کو اس حد تک عمدہ اور کامل بنادیا جس کی توقع اس جیسے ماحول میں پیدا ہونے والے اور اس کے دور کے لکھنے والوں سے نہیں کی جاسکتی تھی منفلوطی کے ادب کے پھیلنے کا راز یہ ہے کہ وہ اس زمانہ میں رونما ہوا جب خالص ادب پر جمود و اضمحلال طاری تھا اور اس عالم میں اچانک لوگوں کو اس کے یہ دلچسپ افسانے نظر آئے جو پاکیزگی اسلوب، شیریں بیانی اور حسن الفاظ کے ساتھ نہایت عمدگی سے درد و غم کی مصوری اور نہایت دلکش اسلوب سے معاشرہ کے عیوب کی نشاندہی کر رہے تھے۔

ادبی خامی اور کوتاہی..... منفلوطی کے ادب میں دو ایسی خامیاں ہیں جن کی وجہ سے اسے دوام نہیں ہو سکا ایک لفظی کمزوری دوم معنوی تنگی، لفظی کمزوری کی وجہ یہ ہے کہ اس کو اپنی زبان کا وسیع علم اور اس کے ادب پر گہری نظر حاصل نہ تھی یہی وجہ ہے کہ آپ اس کے بیان اور تعبیر افکار میں غلطی، زائد الفاظ کی بھرمار اور الفاظ کا بے محل استعمال پائیں گے معنوی تنگی کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے نہ تو علوم شرقیہ کو بکمال حاصل کیا تھا اور نہ وہ مغربی علوم سے براہ راست واقفیت رکھتے تھے یہی سبب ہے کہ آپ ان کی فکر میں سطحیت، سادگی، محدودیت اور ادھور اپن پائیں گے مختصر یہ کہ نثر میں منفلوطی کو وہی مقام حاصل ہے جو بارودی کو شاعری میں حاصل تھا دونوں نے اپنی اپنی جگہ احیاء و تجدید ادب کا فریضہ انجام دیا اپنے لئے ایک معین اور واضح اسلوب اختیار کیا اور ادبی اسلوب کو ایک منجمد حالت سے دوسری بہتر حالت میں منتقل کر دیا۔

وفات..... منفلوطی نے ۱۳۴۳ھ مطابق ۱۹۲۴ء میں وفات پائی، وفات کے وقت ان کی عمر پچاس کے لگ بھگ تھی۔

تصانیف و تراجم..... (۱) النظرات تین جلدوں پر مشتمل ہے جس میں اس کے وہ تمام مضامین جمع کر دیئے گئے جو رسالہ ”المؤید“ میں شائع ہوتے رہے ان میں کچھ تو تنقیدی ہیں کچھ اجتماعیات اور وصف سے متعلق ہیں اور کچھ کہانیاں ہیں۔ (۲) المعبرات اس میں اس کے طبع زوایا و خفا نے ہیں (۳) متحد المنفلوطی یہ قدیم شاعروں اور ادیبوں کے اشعار و مضامین کا انتخاب ہے۔

اس کے بعض دوستوں نے فرانسیسی زبان سے اس کیلئے الفونس کاء کی تصنیف ”میدولین“ (زیر فون درختوں کے

سایہ تلے) برناؤی سان پیر کی تصنیف بول دور جنبی (فضیلت) اڈمون رشان کی تصنیف ”سیرانو و برگرالس“ (شاعر) کے ترجمے کئے جنہیں اس نے آزادانہ اپنے الفاظ میں منتقل کر دیا اور اس طرح اس نے عربی ادب کے سرمایہ میں کمالیہ قدر دولت کا اضافہ کیا جس نے جدید افسانہ نگاری کو بڑی قوت بخشی اور قابل اقتدار نمونہ فراہم کیا۔ ۱

(۱۷۸) صاحب تیسیر

نام و نسب اور پیدائش..... شیخ ابو عمر و عثمان بن سعید بن عثمان بن عمر الدانی مقام دانیہ کے باشندے تھے اس لئے نسبت میں دانی کہلاتے ہیں سنہ پیدائش ۲۷۱ھ ہے آپ فن قرأت کے امام حدیث طرق حدیث اور اسماء رجال کے ماہر، عمدہ خطاط، جید الحفظ، ذکی و ذہین، متقی و پرہیزگار اور مستجاب الدعوات تھے۔

حالات علوم و حالات زندگی..... ۳۸۶ھ میں علم کی تحصیل شروع کی ۳۹۷ھ میں مشرق کی طرف گئے اسی سال شوال میں مصر گئے اور یہاں ایک سال قیام کیا پھر حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے اور ماہ ذیقعدہ ۳۹۹ھ میں اندلس آئے پھر ۴۰۳ھ میں سرحد کی طرف نکلے اور سر قسطہ میں سات سال قیام کیا وہاں سے قرطبہ گئے اور ۴۱۷ھ میں قرطبہ سے اپنے وطن دانیہ میں آئے اور آخر تک یہیں قیام پذیر رہے صاحب مفتاح السعادة نے آپ کا تعارف بایں الفاظ کرایا ہے۔

كان احدا لائمة في علم القرآن درواياته و تفسيره و معانيه و طرقه و اعرابه.

آپ علم قرآن اس کی روایت تفسیر اس کے معانی طرق اور اعراب کے امام تھے۔

قوت حافظہ..... آپ فرماتے تھے کہ میں نے جو چیز دیکھی اسے لکھ لیا اور جو لکھا اسے حفظ کر لیا اور جو کچھ حفظ کیا اسے کبھی نہیں بھولا۔

تصانیف..... آپ نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں جن میں ”التیسیر“ فن قرأت سبجہ میں بہت مشہور اور عربی مدارس میں داخل درس ہے دیگر تصنیفات یہ ہیں جامع البیان، الاقتصاد، المقنع، یہ رسم مصحف پر ہے الحکم یہ نقطہ پر ہے المحتوی یہ طبقات القراء پر ہے الفتن والملاحم شرح قصیدہ خاقانی وغیرہ۔

وفات..... آپ نے تقریباً تتر سال کی عمر پا کر بروز دو شنبہ ۱۵ شوال ۴۲۴ھ میں وفات پائی۔ ۲

(۱۷۹) صاحب رسالہ حمیدیہ

حسین بن محمد بن مصطفی الجسر ۱۲۶۱ھ میں طرابلس میں پیدا ہوئے اور وہیں نشوونما پائی ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں حاصل کی پھر مصر آئے اور ۱۲۷۹ھ میں جامعہ ازہر میں داخل ہوئے اور ۱۲۸۴ھ تک رہے اور عالم جید ہو کر طرابلس واپس ہوئے کہا جاتا ہے کہ جس کا خاندان مصری الاصل تھا ۱۷۰۷ء کے لگ بھگ ان کے اسلاف و میاط سے نکال دیئے گئے تھے اب وہ مختلف مقامات میں جا کر آباد ہو گئے۔

آپ فقہ و ادب کے بہترین عالم تھے اور مفید کتابیں بھی تالیف کیں جن میں ”الرسالة الحمیدیہ فی حقیقۃ الدیانۃ الاسلامیہ“ بہت مشہور و معروف اور مقبول کتاب ہے اس میں آپ نے شریعت اسلام کے عقائد و امور و اسرار اچھوتے انداز میں بیان کئے ہیں اور اس میں فلسفہ جدید کی روشنی میں بہت سے حقائق کا انکشاف کیا ہے کتاب کی عمدگی کی بناء پر بعض مدارس عربیہ میں شامل نصاب کر لی گئی ہے اس کے علاوہ آپ نے الحصول الحمیدیہ فی العقائد الاسلامیہ نزہۃ الفکر اشارات الطاعنہ فی حکم صلوۃ الجماعة ریاض طرابلس الشام ۱۰ جلدوں میں، الکوکب الدریہ فی الفنون الادبیہ اور

”طرابلس“ کے نام سے ایک اخبار بھی نکالا تھا آپ نے طرابلس ہی میں ۱۳۲۷ھ میں وفات پائی۔

(۱۸۰) صاحب شرح عقائد جلالی

یہ عقائد عضدیہ کی شرح جلال الدین دوانی کی ہے جن کے حالات ”صاحب ملا جلال“ کے ذیل میں گزر چکے۔

(۱۸۱) صاحب تدریب الراوی

(۱۸۲) صاحب شرح نقایہ

شیخ نور الدین علی بن سلطان بن محمد المشہور بالقادی الروی ہرات میں قارہ نامی ایک گاؤں میں پیدا ہوئے اور طلب علم کیلئے ہرات سے مکہ معظمہ حاضر ہو کر محقق وقت شیخ احمد بن حجر سیسی مکی، علامہ ابوالحسن بکری، شیخ عبداللہ سندی، شیخ قطب الدین مکی وغیرہ سے علوم کی تحصیل و تکمیل کی اور تفسیر حدیث، فقہ، کلام، منطق، فلسفہ غرض ہر فن میں مہارت حاصل کر کے اپنے وقت کے امام بنے بالخصوص تحقیق و تدقیق میں آپ کا بہت اونچا مقام ہے مولانا عبدالحی صاحب لکھتے ہیں۔

احد صدور العلم فرد عصره الباهر السميت في التحقيق
روساء علم میں سے ایک اپنے دور کے ایک اور تحقیق و تفتیش میں بڑے نمایاں تھے۔
آپ بڑے کثیر التصانیف ہیں اور بے شمار کتابیں لکھی ہیں اور ایسی عمدہ اور مفید مجموعہ نفائس و فرائد کہ ان کی وجہ سے آپ کو بیسویں صدی کا مجدد کہا جاتا ہے مولانا عبدالحی صاحب لکھتے ہیں :

وكلها مفيدة بلغت الى مرتبة المجددية على راس الف
آپ کی سب تصانیف مفید ہیں اور آپ کو دسویں صدی کے مجدد ہونے کے درجہ تک پہنچا دیا ہے۔
آپ کی تصنیفات میں شرح نقایہ کتب فقہ میں نہایت اہم درجہ رکھتی ہے اور بعض مدارس عربیہ میں داخل درس ہے اس کا اصلی نام ”فتح باب العناية فی شرح النقایہ“ ہے حضرت شاہ صاحب کشمیری فرمایا کرتے تھے کہ ”یہ کتاب ان لوگوں کا جواب ہے جو کہتے ہیں کہ فقہ حنفی کے مسائل احادیث صحیحہ سے مبرا نہیں ہیں اس میں آپ نے تمام مسائل پر محدثانہ کلام کیا ہے نیز مرقاۃ شرح مشکوٰۃ بھی آپ کی معرکہ آراء تصنیف ہے بحمد اللہ اب تو بمبئی اور ملتان دو جگہ سے شائع ہو چکی ہے ورنہ کچھ دن پہلے اس کے نسخے چھ سو روپیہ میں بھی دستیاب نہیں ہو سکے، دیگر تصانیف یہ ہیں۔

- ۳۔ نور القاری شرح صحیح البخاری، ۴۔ شرح صحیح مسلم، ۵۔ جمالین حاشیہ جلالین، ۶۔ شرح شفاء قاضی عیاض، ۷۔ جمیع الوسائل شرح الشمائل، ۸۔ شرح جامع الصیغر فی حدیث البشیر النذیر لسیوطی، ۹۔ شرح حصن حصین، ۱۰۔ شرح اربعین نووی، ۱۱۔ شرح الجزریہ، ۱۲۔ شرح الخنیہ، ۱۳۔ شرح فقہ اکبر، ۱۴۔ شرح الشاطبیہ، ۱۵۔ شرح ثلاثیات البخاری، ۱۶۔ شرح موطا امام محمد، ۱۷۔ سند الانام شرح مسند الامام، ۱۸۔ شرح مناسک حج، ۱۹۔ الاثمار الجینہ فی اسماء الحنفیہ، ۲۰۔ نزہتہ الخاطر الفاتر فی مناقب شیخ عبدالقادر، ۲۱۔ تزیین العبارة فی تحسین الاشارة، ۲۲۔ التذهین للترنین یہ دونوں رسالے تشہد میں انگلی اٹھانے کے سلسلہ میں ہیں، ۲۳۔ الحظ الاوفر فی الحج الاکبر، ۲۴۔ الناموس فی تلخیص القاموس، ۲۵۔ تذکرۃ الموضوعات، ۲۶۔ الابتداء فی الاقتداء، ۲۷۔ فرائد القلائد فی تخریج احادیث شرح

العقائد، ۲۸. الصنوع فی معرفة الموضوع، ۲۹. كشف الخضر عن المر الخضر، ۳۰. ضوء المعالی شرح بدر الامالی، ۳۱. معدن العدنی فی فضائل اویس القرنی، ۳۲. الاحادیث القدسیہ والکلمات الانسیہ، ۳۳. تباعد العلماء عن تقرب الامراء، ۳۴. الحزب الاعظم، ۳۵. حاشیہ مواهب اللدنیہ، ۳۶. بهجۃ الانسان فی منحة الحيوان، ۳۷. شرح عين العلم، ۳۸. اربعین فی النکاح، ۳۹. اربعین فی فضائل القرآن، ۴۰. اعراب القاری، ۴۱. رسالۃ فی صلوة الجنازۃ فی المسجد، ۴۲. مشرب الوردی فی مذهب الہدی، ۴۳. رسالہ فی والدی المصطفیٰ، ۴۴. رسالہ فی حکم سب الشیخین وغیر ہما من الصحابہ، ۴۵. رسالہ فی ترکیب لا الہ الا اللہ، ۴۶. رسالہ فی قرۃ البسملة اول سورۃ البرۃ۔
آپ نے مکہ معظمہ میں ماہ شوال ۱۰۱۲ھ میں وفات پائی۔

(۱۸۳) صاحب اسباق الخو

نام و نسب اور پیدائش..... مولانا حمید الدین بن مولوی عبدالکریم فراہی ضلع اعظم گڑھ کے ایک گاؤں ”پھرہیا“ میں ۱۲۸۰ھ میں پیدا ہوئے جو آپ کا پدری وطن ہے اسی پھرہیا کو عربی شکل دے کر مولانا اپنے نام کے ساتھ کبھی کبھی فراہی لکھا کرتے تھے آپ کا خاندان ضلع کے معزز خاندانوں میں سے شمار ہوا ہے آپ مولانا شبلی مرحوم کے ماموں زاد بھائی تھے۔
تحصیل علم..... سب سے پہلے آپ نے قرآن پاک حفظ کیا پھر فارسی کی ابتدائی کتابیں اسی ضلع کے ایک دیہات چٹارا کے باشندہ مولوی مہدی حسین صاحب سے پڑھیں فارسی زبان اور فارسی ادب کا ذوق ان میں بچپن ہی سے نمایاں تھا اس لئے فارسی زبان میں بہت جلد اس قدر ترقی کی کہ شعر کہنے لگے عربی زبان کی تحصیل زیادہ تر مولانا شبلی مرحوم سے کی اور مولانا شبلی سے کسب فیض کرنے کے بعد کچھ مدت تک مولانا عبدالحی لکھنوی کے حلقہ درس میں شرکت کی پھر لاہور کا سفر کیا اور یہاں مشہور ادیب مولانا فیض الحسن سہارنپوری کی خدمت میں حاضر ہوئے جو اورینٹل کالج لاہور میں پروفیسر تھے ان کی شاگردی سے آپ نے پورا فائدہ اٹھایا عربی زبان اور دینی علوم کی تحصیل سے فارغ ہونے کے بعد کم و بیش بیس سال کی عمر میں انگریزی زبان کی تحصیل کیلئے علی گڑھ کالج میں داخل ہوئے اور یہاں انگریزی اور دوسرے علوم کے ساتھ ساتھ خاص توجہ سے فلسفہ جدیدہ کی تحصیل کی اور اس میں امتیاز حاصل کیا۔

درس و تدریس..... سب سے پہلے ۱۸۹۷ء میں مدرسۃ الاسلام کراچی میں عربی کے پروفیسر مقرر ہوئے جہاں آپ نے کئی سال بسر کئے اس کے بعد ۱۹۰۶ء میں علی گڑھ میں عربی کے پروفیسر مقرر ہوئے اور یہاں دو سالہ قیام کے بعد ۱۹۰۸ء الہ آباد یونیورسٹی میں عربی کے پروفیسر مقرر ہوئے ۱۹۱۰ء میں اعظم گڑھ کے سرانے میرنامی مقام میں آبادی سے باہر ایک باغ میں مدرسۃ الاصلاح کی بنیاد رکھی ۱۹۱۴ء کے اوائل میں آپ الہ آباد سے حیدر آباد آئے اور یہاں دارالعلوم حیدر آباد کے صدر پر نسل بنائے گئے۔

وفات..... آپ ابتداء سے ورزش کے عادی تھے جس کا اثر آپ کی صحت پر بہت نمایاں تھا لیکن آپ کو کبھی کبھی پیشاب کے رک جانے کی شکایت تھی یہ تکلیف آپ کو کئی بار ہوئی اور آخری مرتبہ آپریشن کرنا پڑا جو ناکام رہا اور ۱۹ جمادی الثانی ۱۳۴۹ھ مطابق ۱۱ نومبر ۱۹۳۰ء کو انتقال فرما گئے اور مہر امیں (جہاں آپریشن ہوا تھا) غریبوں کے قبرستان میں مدفون ہوئے۔

تصنیفات و تالیفات..... تفسیر نظام القرآن، مفردات القرآن، الامعان فی اقسام القرآن، الراى الصحيح فیمن هو الذبیح، جمہرہ البلاغۃ، اصول التاویل، القائد الی عیون العقائد، حجج القرآن، کتاب الرسوخ فی معرفۃ الناسخ و

المنسوخ، الرائع فی اصول الشرائع، الاکلیل فی شرح الانجیل، اسباق النحو وغیرہ۔

(۱۸۴) صاحب اصول بزودی

نام و نسب..... شیخ فخر الاسلام ابوالحسن و ابوالعسر علی بن محمد بن حسین بن عبدالکریم بن موسی بن مجاہد البرزودی الحنفی قلعہ بزودہ جو نصف سے چھ فرسخ کے فاصلہ پر ہے اس کی طرف منسوب ہو کر بزودی کہلاتے ہیں۔

علامہ کفوی نے آپ کے اور آپ کے بھتیجے احمد بن ابی الیسر کے اور عبدالکریم بن موسی کے تراجم کے ذیل میں عبدالکریم کو آپ کا دادا مانا ہے مگر یہ صحیح یہ ہے کہ یہ آپ کے پردادا ہیں چنانچہ علامہ سمعانی نے کتاب الانساب میں حافظ ذہبی نے سیر النبلاء میں اور ملا علی قاری نے طبقات میں یہی ذکر کیا ہے۔

عام حالات زندگی..... آپ ۴۰۰ھ میں پیدا ہوئے اور فروع و اصول فقہ و حدیث مناظرہ و کلام وغیرہ تمام علوم میں مہارت تامہ حاصل کر کے مرجع خلافت بنے مولانا عبدالحی صاحب نے آپ کا تعارف ان الفاظ میں کر لیا ہے، ”الامام الکبیر الجامع بین اشتات العلوم امام الدینی فی الفروع والاصول“ آپ حفظ مذاہب میں ضرب المثل تھے آپ نے ایک عرصہ تک سمرقند میں درس و تدریس اور قضاء کے فرائض انجام دیئے ہیں صاحب حدائق نے نقل کیا ہے کہ آپ کے زمانہ میں ایک شافعی المذہب مہاجر عالم آئے جن کے تجربہ کا یہ عالم تھا کہ وہ جس سے بھی مناظرہ کرتے اسی پر غالب آجاتے یہاں تک کہ اس نے بہت سے احناف کو شافعی بنالیا یہ صورت حال دیکھ کر لوگوں نے آپ سے درخواست کی کہ وہ ان کی طرف توجہ کریں ورنہ ہم سب لوگ شافعی ہو جائیں گے آپ چونکہ گوشہ نشین آدمی تھے اس لئے آپ نے اولاً انکار کیا لیکن جب لوگوں نے بہت اصرار کیا تو آپ خود اس عالم کے پاس تشریف لے گئے عالم مذکور نے امام شافعی کے فضائل و مناقب بیان کرنا شروع کئے اور کہا کہ ہمارے امام کا حافظہ اس قدر تھا کہ ایک ماہ میں قرآن حفظ کیا اور ہر روز ایک ختم کرتے تھے نیز رات کو تراویح میں پورا قرآن پڑھا کرتے تھے آپ نے فرمایا کہ قرآن پاک تمامہ کمال ہے اور اس کو یاد کر لینا اہل علم کیلئے سہل مناسب ہے، تم سرکاری دفتر کا حساب و کتاب لاؤ اور دو سال کے آمد و خرچ کی سب تفصیل پڑھ کر مجھے سناؤ لوگوں نے ایسا ہی کیا آپ نے دفتر مذکور کو شاہی مہر لگوا کر ایک مقفل مکان میں محفوظ کر دیا اور حج کیلئے تشریف لے گئے چھ ماہ بعد واپس ہوئے اور ایک عام جلسہ میں دفتر مذکور منگوا کر شافعی علم کے ہاتھ میں دیا اور دو سال کا حساب زبانی بلا کسی تغیر و تبدل کے سنایا، آپ کا یہ غیر معمولی حافظہ دیکھ کر وہ شافعی عالم شرم سے پانی پانی ہو گیا اور دوسرے حاضرین مجلس میں بھی حیرت زدہ رہ گئے۔

تصانیف..... آپ نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں جن میں سے اصول فقہ میں آپ کی کتاب جو ”اصول بزودی“ کے نام سے مشہور ہے بعض مدارس عربیہ میں پڑھائی جاتی ہے موصوف کی یہ کتابیں ایک ایسا متن ہے جس کی عبارتوں کا سمجھنا گویا لوہے کے چنے چبانے ہے لیکن اگر اس لوہے کے چبانے کی قدرت کسی میں پیدا ہو گئی تو پھر اس کیلئے واقعی جو چبانے کی چیزیں ہیں وہ کچھ بھی باقی نہیں رہتیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تعلیم کیلئے تو فخر الاسلام نے یہ کتاب لکھی لیکن واقعی اصول فقہ کے مسائل کے سمجھنے اور ان پر حاوی ہونے کیلئے شاید ان ہی کے مشورے سے نہایت سلیم صاف اور واضح عبارت میں ان کے حقیقی بھائی جن کا نام محمد تھا اس فن میں اور اس کے علاوہ دوسرے فنون میں ایسی کتابیں لکھیں کہ ایک طرف لوگوں نے فخر الاسلام کو ابوالعسر (مشکل عبارتوں کا باپ) کہا تو دوسری طرف ان کے بھائی کا نام ابوالیسر (آسانی و سہولت کا باپ) رکھ دیا مفتاح العساة میں طاش کبری زادہ نے لکھا ہے۔

وللإمام فخر الإسلام البرزودی اخ مشہور بابی الیسر لیسر تصنیفاتہ کما ان فخر الإسلام مشہور بابی

العسر لیسر تصنیفاتہ.

امام فخر الاسلام بزودی کے ایک بھائی ہیں جو ابوالیسر سے مشہور ہیں ان کی تصنیفات کی سہولت و آسانی کی وجہ سے جیسے فخر الاسلام ابوالعسر سے مشہور ہیں ان کی تصنیفات کی دشواری کی وجہ سے۔

بزودی کے متن کی کیفیت بحر العلوم مولانا عبدالعلی شمس الثبوت کے دیباچہ میں ظاہر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وتلك العبارات كأنها صخر مكرورة فيها الجواهر و اراق مستورة فيها الرمواهر تحيرت اصحاب الازهان

الثابتہ فی اخذ معانیہا وقع الغائصون فی بجارہا بالصداف عن لا لیہا دلا استحی من الحق واقول قول

الصدق ان جل كلامه العظيم لا قدر على حله الامن نال فضله تعانى الجسيم واقى بالله وله قلب سليم.

اور یہ عبارتیں گویا چٹانیں ہیں جن میں جواہر جڑے ہوئے ہیں یا پتے ہیں جن میں شگوفے چھپے ہوئے ہیں روشن ذہن و ذکاوت والے ان کے معانی حاصل کرنے میں متحیر ہیں اور ان عبارتوں کے سمندر میں غوطہ لگانے والے بجائے موتیوں کے سپوں پر قناعت کر رہے ہیں حق کے اظہار میں شرماتا نہیں اور سچی بات کہتا ہوں کہ ان کی باتیں جو عظیم ہیں۔ ان کو وہی حاصل کر سکتا ہے جس نے خدا کے فضل عظیم سے حصہ پایا ہو اور خدا کے پاس سے قلب سلیم لے کر دنیا میں آیا ہو۔

(۲) مبسوط..... اس کی گیارہ جلدیں ہیں (۳) تفسیر قرآن نہایت ضخیم ہے ۱۳۰ اجزاء پر مشتمل ہے اور ہر جزو کی ضخامت قرآن پاک کے حجم کے مانند ہے، (۴) شرح جامع صغیر، (۵) شرح جامع کبیر (۶) انشاء الفقہاء، (۷) شرح البخاری (۸) کتاب الامالی (۹) شرح ہدایہ وغیرہ۔

وفات..... آپ نے ۵ رجب ۸۲۲ھ میں مقام کش میں وفات پائی اور بزبان اقبال یہ کہتے ہوئے
چھوڑ کر ماند بوتیرا چمن جاتا ہوں میں
رخست اے بزم جہاں سوئے وطن جاتا ہوں میں
سیر قد میں مدفون ہو گئے۔

تاریخی غلطی..... نواب صدیق حسن خاں نے ”الخطہ بذکر الصحاح السنۃ“ میں آپ کا سنہ وفات ۸۸۲ھ مانا ہے جو بڑی فحش غلطی ہے اور یہ دراصل صاحب کشف الظنون کی تقلید کرنے سے ہوئی ہے کیونکہ موصوف نے شرح بخاری کے تذکرہ میں یہی سنہ ذکر کیا ہے لیکن خود موصوف نے اصول بزودی کے ذیل میں ۸۲۲ھ ہی ذکر کیا ہے علاوہ ازیں صاحب کشف التواریخ موالید علماء ووفیات فضلاء کے سلسلہ میں کچھ ہیں بھی متساهل فمن قلده تقلیدا بحثا من غیران نیقده نقدا فقد وقع فی الزلل واللہ العاصم عن الخطاء والخلل۔

هذا آخر ما اردته من جمع الاحوال والحمد لله على كل حال

سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين
پیغمبر ماہست شہ ملک وجود
از باعث او کون و مکان شد موجود
خالق لقبش رحمت عالم فرمود
ما از شفاعتش ندارد محروم

صلی اللہ علیہ و علی آلہ واصحابہ اجمعین
نزدیک توچہ تحفہ فرستیم ز دور
دردست ما ہمیں صلا تست والسلام
شکرہ خدا کہ ہرچہ طلب کردم از خدا
برفہمائے ہمت خود کامراں شدم

العبد الضعیف محمد حنیف گنگوہی